

خطبات ناصر

خطبات جمعه

١٩٨٠ ، ١٩٧٩

فرموده

سيدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد
خليفة المسيح الثالث رحمة الله تعالى

جلد ششم

بسم الله الرحمن الرحيم

نَحْمَدُهُ وَنَصَلِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى عَبْدِهِ الْمَسِيحِ الْمُوعُودِ

خدا کے فضل اور حرم کے ساتھ
هو الناصر

پیش لفظ

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ خطبات جمعہ کی آٹھویں جلد پیش خدمت ہے۔ یہ جلد ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء کے فرمودہ خطبات جمعہ پر مشتمل ہے جن میں ۱۹۷۹ء کے چودہ اور ۱۹۸۰ء کے دس غیر مطبوعہ خطبات بھی شامل ہیں۔
جن مقدس وجودوں کو خدا یے قادر مقام خلافت پر فائز کرنے کے لئے منتخب فرماتا ہے انہیں اپنی غیر معمولی تائید و نصرت سے نوازتا ہے۔ ان کی زبان مبارک سے حقائق و معارف اور دقائق و طائف کے دریا بہادیتا ہے۔ یہاں اس وقت آپ کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں جو بہت ہی اہمیت اور دور رس ننانگ کے حامل ہیں۔

۱۔ ۱۹۷۹ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے نئی نسل کوان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:
”جماعت کو چوکس رہ کر، خدام الاحمد یہ کو، خصوصاً..... وہ لوگ خدام الاحمد یہ کے جن کا تعلق اطفال الاحمد یہ سے ہے اور ہر خاندان کو، یہ بڑا ضروری ہو گیا ہے ہمیشہ ہی یہ ضروری ہے کہ بچوں کو ضائع نہ ہونے دیا جائے لیکن اس زمانہ میں کہ وہ جو آخر سات سال کا بچہ ہے جس وقت وہ تین سال کا ہوگا۔ آخر سے تینیں سال کے بعد دنیا میں اسلام کے حق میں اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کے لحاظ سے ایک انقلاب عظیم پا ہو چکا ہوگا۔ اس وقت کے حالات جو ذمہ داریاں ہمارے بچوں کے کندھوں پر، وہ بچے جو آخر سات سال کے ہیں ڈالیں گے ان ذمہ داریوں کو نباہنے کی اہلیت اور طاقت اور استعداد اور صلاحیت تو ان کے

اندر ہونی چاہئے۔ جماعت، خاندان، انصار، خدام الاحمدیہ، اطفال کے نظام کے عہدیدار، مائیں، بڑی بہنیں، ہر وہ شخص جس کا کسی نہ کسی پہلو سے ایک بچے سے تعلق ہے اور وہ احمدی ہے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھے کہ اس بچے کو ہم نے خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کرنا ہے اور صالح نہیں ہونے دینا۔“

۲۔ ۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور نے جماعت کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:-
”ایک تو دعا کرنی ہے ہم نے کاۓ خدا! پاکستان کو اتنا کھانے کو دے دے کہ ہماری ساری کی ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں اور ہمیں دنیا کے سامنے بھیک مانگنے کے لئے اپنا ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اور دوسرے یہ کہ اگر یہ آزمائش ہے تو وہ لوگ جو اسلامی تعلیم سامنے رکھ کر اپنے بھائیوں کی محبت اپنے دل میں پاتے ہوئے رات کو چین سے سونہ سکیں جب تک ان کو یہ تسلی نہ ہو کہ ہمارے گاؤں میں، ہمارے شہر میں، ہمارے ہمسائے میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو بھوکا سور ہا ہے۔“

۳۔ ۲۵ ربیعی ۱۹۷۹ء کے خطبہ جمعہ میں ایک پرلیس کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-
”فرینکفرٹ میں میں نے پرلیس کانفرنس والوں کو یہ کہا کہ آئندہ سو، ایک سو دس سال میں ساری دنیا میں اسلام غالب آجائے گا۔ حیران ہو کر دیکھا انہوں نے مجھے کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟..... پھر میں نے ان کو کہا دیکھو میں بغیر دلیل کے نہیں بات کر رہا۔ میرے پاس ایسی دلیل ہے جس کو تم سمجھ جاؤ گے اور میرے پاس یہ دلیل ہے کہ نوے سال پہلے آج سے قریباً، مدی جو تھا اس بات کا کہ اسلام غالب آئے گا اس زمانہ میں وہ اکیلا تھا۔ اس کے گھر والے اسے پہچانتے نہیں تھے..... وہ اکیلا شخص پچھلے نوے سال میں دس ملین یعنی ایک کروڑ بن گیا۔ تو اگر تم یہ سمجھو کہ اس ایک کروڑ کا ہر ایک اگلے ایک سو دس سال میں ایک کروڑ بن جائے تو کیا تعداد بنتی ہے؟..... اس نے منہ اٹھا کے مجھے دیکھا۔ کہنے لگا دنیا کی تو اتنی آبادی نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اتنی تعداد میں مسلمان ہو جائیں گے۔ میں تمہیں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب ایک شخص نوے سال میں کروڑ بن گیا تو اس کروڑ میں سے ہر ایک، کروڑ بن سکتا ہے، غیر ممکن نہیں ہے۔“
پھر اسی ضمن میں آپ نے دعاوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

”دعا میں کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم نے جنتوں میں کچھ کئے بغیر تو نہیں جانا۔ یہ سارا جو میں نے نقشہ کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ ہر قسم کی مادی طاقت، فوجی طاقت اور دولت ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو اسلام کے خلاف ہیں، تو آپ ان کا کس طرح مقابلہ کریں گے؟ کیا آپ لاٹھیوں کے ساتھ ایم بم کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یا ساری دنیا کی دولتوں کا مقابلہ اپنی غربت کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ ظاہر تو یہی ہے کہ نہیں کر سکتے لیکن اگر دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے آپ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دعاؤں سے کر سکتے ہیں آپ ان کا مقابلہ۔ الغرض مقابلہ کر سکتے ہیں آپ دعا میں کر کے، اپنے نفس میں ایک تبدیلی پیدا کر کے، ایک نمونہ بن کر، اسلام کے حکم پر چل کر۔“

۳۔ ۱۲ اگست ۱۹۷۹ء کے خطبہ جمعہ میں پسین کے بارہ میں ایک خدائی تہذیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ”جب میں پسین میں گیا تو بڑی بے چینی اور پریشانی اس ملک کے متعلق ہوئی کہ سات سو سال مسلمانوں نے وہاں حکومت کی اور جب وہ مغلوب ہوئے تو مخالفین نے ایک بھی مسلمان باقی نہیں چھوڑا۔ بہت دعا میں کرنے کی ایک رات توفیق ملی کہ خدا یا تیری رحمت میں رہے صدیوں، تیری رحمت سے محروم ہوئے صدیاں گزر گئیں، پھر ان کے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کر۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ سامان تو پیدا کر دیئے جائیں گے لیکن تیری خواہش کے مطابق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا وہ سامان پیدا کرے گا اور آخر یہ غلبہ اسلام کا زمانہ ہے، غلبہ اسلام کے دائرہ سے پسین کی قوم باہر نہیں رہے گی۔“

۵۔ ۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو حضور انور نے علم کے میدان میں جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:- ”ہمیں تو اگلے پندرہ بیس سال کے اندر پہلے سینکڑوں اور پھر ہزاروں کی تعداد میں ٹاپ (Top) کا سکالر (Scholar) چاہئے ہر مضمون میں، اس واسطے کہ اس دنیا میں آج کے انسان نے علم کی اہمیت اور اس کے مقام کو پہچانا ہے اور علم نے اس کو نقصان بھی پہنچایا۔ یعنی علم کے میدان میں جب آگے بڑھے تو ہمتوں نے سمجھ لیا کہ عقل کافی ہے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں یا بعض مغرب ہو گئے،“

۶۔ ۲۰ جنوری ۱۹۸۰ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- ”بدعات کے خلاف جہاد بڑا ضروری ہے۔ اس کے بغیر تو شاید کچھ مجنون مرکب بن جائے

بدعات کا اور اسلامی اخلاق کا لیکن اسلامی اخلاق صحیح معنی میں قائم نہیں ہو سکتے۔ بدعاوں کے خلاف جہاد جو ہے اس کی بھی بڑی ذمہ داری، اصل ذمہ داری تو ساری جماعت پر ہے لیکن کافی حد تک یہ ذمہ دار ہیں معلم وقف جدید کے ان کو ایسی باتوں سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے آدمی بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ ایک غیر ملک میں ہمارے ہیں نمائندہ انہوں نے تعویز گندزا وہاں شروع کر دیا *إِنَّا إِلَيْهِ رَجُुونَ* لیکن جب جماعت کو علم ہوا تو ان کو سمجھانے کے لئے انتظام کیا گیا ہے تو بدعاوں کو دور کر کے اخلاق شیعہ کو دور کر کے اخلاق فاعلہ قائم کرنا اور بلند اسلامی اخلاق جماعت میں پیدا کرنا یہ ساری جماعت کا فرض ہے وقف جدید کا بھی فرض ہے۔

۷۔ ۲۰ جنوری ۱۹۸۰ء کے ہی خطبہ جمعہ میں اسلامی لباس کی تشریع کرتے ہوئے فرمایا:-

”ایک میں بات بتا دوں اگر اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور یقیناً اسلام ساری دنیا کے لئے ہے تو پھر ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔..... اگر کسی ملک کا لباس اس قسم کا ہے کہ اس نگ کو وہ صحیح طور پر ڈھانپتا نہیں جو اسلام نے کہا ہے ڈھانپو تو اتنی تبدیلی اس لباس میں ہو جانی چاہیے کیونکہ ایک اور حکم ہے جس کی خلاف ورزی کر رہا ہے وہ۔ لیکن یہ کہنا کہ مغربی افریقہ کا لباس اسلامی نہیں باوجود اس کے کہ وہ یہ شرائط پوری کر رہا ہے کہ ستر جو ہے اس کو ڈھانک رہا ہے اور پنجاب کا جو لباس ہے وہ اسلامی ہے یا عرب کا لباس جو ہے وہ اسلامی ہے اور یورپ کا لباس اسلامی نہیں یہ بات ہی غلط ہے۔ ساری دنیا کا وہ لباس جو ان شرائط کو پورا کرنے والا ہے وہ اسلامی ہے۔“

۸۔ ۱۸ جنوری ۱۹۸۰ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے عظیم ذمہ دار یوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

”بڑی ذمہ داری ہے آپ پر، آپ میں سے ہر ایک پر، مرد پر بھی، عورت پر بھی، آپ کی نسلوں پر بھی، آئندہ آنے والی جو نسلیں ہیں ان پر بھی ہے یہ ذمہ داری اور قیامت تک کے لئے ذمہ داری ہے کیونکہ کہا یہ گیا ہے کہ اسلام غالب رہے گا اس دنیا میں اور نوع انسانی کی بھاری اکثریت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلنے میں جمع رہے گی..... تمیں نسلیں کم از کم ہم نے سنبھالنی ہیں۔ تین ان میں سے گزر چکیں اور ستائیں نسلیں سنبھالنی ہیں۔ ہمیں اپنی فکر نہیں، ہمیں اپنی نسلوں کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ اپنی فکر بھی کرنی چاہیے مگر صرف اپنی فکر نہیں، اپنی نسلوں کی بھی فکر کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ کوئی خاص قوم، کوئی خاص فرد دیسا ہے جس نے

اجارہ داری لی ہوئی ہے خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کی۔ خدا تعالیٰ نے تو یہ کہا کہ تم تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرو گے میرے پیار کو حاصل کرو گے۔“

۹۔ اپریل ۱۹۸۰ء کے خطبہ جمعہ میں آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔

”خدا تعالیٰ کی کسی سے رشتہ داری نہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کی اجارہ داری نہیں کر وہ کسی اور پر اپنا رحم ہی نہیں کرے گا۔ ہر وہ انسان خواہ وہ افریقہ کا ہو، یورپ، امریکہ، چین یا روس کا جو بھی خدا سے پیار کرے گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے کا وہ خدا کی محبت کو حاصل کرے گا اور جو قوی میں اس میں ترقی کریں گی ان میں سے جو سب سے زیادہ ترقی کرنے والی ہوگی وہ مرکز بن جائے گا اس تحریک کا۔ پاکستان کے ساتھ یا ہندوستان کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کو پیار نہیں، خدا تعالیٰ کو پیار ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحاںی فرزند کے ساتھ جس کی زندگی کا نقشہ اگر ایک فقرہ میں کھینچنا ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ مہدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہو گئے اپنا کچھ بھی نہیں رہا اور اس میں فخر محسوس کیا اور اعلان کر دیا، وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔“

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۸۰ء کے خطبہ جمعہ میں پندرہویں صدی ہجری کے آغاز پر فرمایا۔

”چودھویں صدی اب ختم ہو رہی ہے اور غالباً ۸۰ نومبر کو پندرہویں صدی کا پہلا دن ہے غالباً میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک آدھ دن چاند کی وجہ سے آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ اس دن ہر احمدی کو چاہیئے کہ ہر مسلمان کو بتائے کہ چودھویں صدی ختم ہو گئی، تمہاری ساری اُمیدیں بھی ختم ہو گئیں۔ اس صدی میں، چودھویں صدی میں ایک نے دعویٰ کیا اس کے لئے نشان پورے ہو گئے تم انتظار کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا ہے کہ انتظار کرو اور سجدوں میں گر کے رورو کر دعائیں کرو۔ تمہارے ناک رگڑے جائیں اور زخم پڑ جائیں خدا تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا، اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق جس نے آنا تھا وہ آچکا۔ تو ان کو کہو کہ اگر ذرہ بھی تمہارے دل میں ایمان ہے تو آج کا دن پکار کر تمہیں کہہ رہا ہے کہ آج تم احمدیت میں داخل ہو جاؤ۔“

۱۱۔ ۲۶ نومبر ۱۹۸۰ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے اس طرح ہمیں اپنی تربیت کے بارے میں متوجہ فرمایا:-
 ”جو کام جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نسل کا کام نہیں۔ ایک صدی تو قریباً گزر گئی چند سال باقی رہ گئے۔ کئی نسلیں آئیں اور گئیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، انہیں ثبات قدم عطا کیا، ہدایت پر قائم رہے، قربانیاں دیتے رہے، قربانیوں میں آگے بڑھتے رہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کرتے رہے۔ اب ہم ہیں، ہمیں ہر وقت فکر ہوتی چاہیئے۔ ایک تو اپنے متعلق کہ خدا تعالیٰ ہمیں ٹھوکر سے بچائے۔ ہمیں دوسروں کے لئے فتنہ بھی نہ بنائے اس سے بھی ہمیں بچائے۔ ہماری نسلوں کو بھی اس ارفع اور اعلیٰ مقام قرب پر قائم رکھئے کہ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی دینی اور دنیوی نعماء انسان کو ملتی ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ
 قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَذْنُكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ
 کثرت سے پڑھیں اور چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزاریں اور کم عمر نسل کی تربیت چھوٹی
 عمر سے ہی شروع کر دیں۔“

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ خطبات جمعہ بھی ہر پہلو سے انسانیت کی ضرورت ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ کی خاطر ہر بہت سے ترقیات کے لئے قربانی اور کامل اطاعت کی تیاری کے سامان ہیں۔

فہرست خطبات

خطبات ناصر جلد ہشتم

۱۹۸۰ء۔ ۷۹

نمبر شمار	عنوان	خطبہ فرمودہ	صفحہ
۱	وقف جدید کے بائیسویں سال کا اعلان	۵ رجنوری ۱۹۷۹ء	۱
۲	قرآن کریم نے انسانی حقوق کو بیان کیا اور ان کی حفاظت فرمائی	۱۲ رجنوری ۱۹۷۹ء	۵
۳	صفات الہیہ کی کامل مظہریت محمد ﷺ کی ذات میں ہے	۱۹ رجنوری ۱۹۷۹ء	۲۹
۴	بے شمار برکات کی حامل عظیم کتاب قرآن کریم	۲۶ رجنوری ۱۹۷۹ء	۳۷
۵	ہمارے ایک احمدی طفیل کا ذہن بھی تباہ نہیں ہونا چاہیئے	۲ رفروری ۱۹۷۹ء	۳۵
۶	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری تعالیٰ کے مظہر تھے	۹ رفروری ۱۹۷۹ء	۵۳
۷	ابدی زندگی کا حصول خدا کے فضل کے بغیر ممکن نہیں	۱۶ رفروری ۱۹۷۹ء	۶۷
۸	دُنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف واپس لانا جماعت احمدیہ کا کام ہے	۲ مارچ ۱۹۷۹ء	۷۳
۹	اسلام نے کامل مذہبی آزادی دی ہے	۹ مارچ ۱۹۷۹ء	۸۳
۱۰	ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ کوئی رات کو بھوکانہ سوئے	۱۲ مارچ ۱۹۷۹ء	۹۷
۱۱	اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذکر اور تفکر کی دو طاقتیں دی ہیں	۲۳ مارچ ۱۹۷۹ء	۱۰۷

صفحہ	خطبہ فرمودہ	عنوان	نمبر شار
۱۱۵	۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء	۱۲ دین کے معاملہ میں جبراً نہیں	
۱۲۹	۲۶ اپریل ۱۹۷۹ء	۱۳ شریعت اسلامیہ کے ہر حکم میں آسانی کا پہلو ہے	
۱۳۹	۲۳ اپریل ۱۹۷۹ء	۱۴ گناہ کی حقیقت اور اس کی فلسفی	
۱۳۹	۲۰ اپریل ۱۹۷۹ء	۱۵ خدا نے محمد ﷺ کو عظیم استعدادیں دے کر مبعوث فرمایا ہے	
۱۶۵	۱۱ اگسٹ ۱۹۷۹ء	۱۶ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی طاقتوں کو بذریعہ بڑھاتا اور معراج تک لے جاتا ہے	
۱۷۱	۱۸ اگسٹ ۱۹۷۹ء	۱۷ حضرت نبی اکرم ﷺ کو عظیم اسوہ کی شکل میں مبعوث کیا گیا	
۱۷۳	۲۵ اگسٹ ۱۹۷۹ء	۱۸ ہم دنیا کا مقابلہ مادی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ صرف دعاوں سے کر سکتے ہیں	
۱۸۵	کم جون ۱۹۷۹ء	۱۹ اسلام امن، محبت و اخوت اور ادائیگی حقوق کا مذہب ہے	
۱۹۵	۸ جون ۱۹۷۹ء	۲۰ محمد ﷺ کی استعداد خیر خواہی انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے	
۲۰۱	۲۲ رجوان ۱۹۷۹ء	۲۱ نوع انسان کے دل خدائے واحد و یگانہ کے جہنم کے تلے جمع کر دیں	
۲۲۱	۲۹ رجوان ۱۹۷۹ء	۲۲ حسن کا سرچشمہ اور منفع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے	
۲۳۷	۶ رجولائی ۱۹۷۹ء	۲۳ خدا کی ہر نعمت کا صحیح استعمال ابدی رحمتوں کے دائرے کھولنے والا ہے	
۲۶۱	۹ رجولائی ۱۹۷۹ء	۲۴ آج کے انسان کو پہلی نسلوں سے کہیں زیادہ اسلام کی ضرورت ہے	
۲۶۹	۲۰ رجولائی ۱۹۷۹ء	۲۵ اسلام فتنہ و فساد کو دور اور اخوت کو قائم کرتا ہے	
۲۸۱	۲۷ رجولائی ۱۹۷۹ء	۲۶ قرآنی احکام کی پابندی کرنا روزہ دار کے لئے ضروری اور لا بدّی ہے	
۲۹۳	۳ اگست ۱۹۷۹ء	۲۷ قرآن شریف نے ایک عالم دعاوں کا ہمارے سامنے کھول دیا ہے	
۳۰۵	۱۰ اگست ۱۹۷۹ء	۲۸ قرآنی تعلیم حسن کی ایک عظیم دنیا ہمارے سامنے پیش کرتی ہے	

صفحہ	خطبہ فرمودہ	عنوان	نمبر شار
۳۱۹	۱۷ اگست ۱۹۷۹ء	خدا کی صفت غفور اس بات کی ضامن ہے کہ انسان جنت میں جائے	۲۹
۳۲۳	۲۲ اگست ۱۹۷۹ء	عاجزانہ دعاوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کریں	۳۰
۳۳۹	۷ ستمبر ۱۹۷۹ء	قرآن کریم حق و راستی پر مشتمل اور شبہات سے بالا ہے	۳۱
۳۴۷	۱۲ ستمبر ۱۹۷۹ء	مسلمان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ موحد اور مسلمان ہو	۳۲
۳۵۳	۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء	جلسہ سالانہ بڑی اہمیت کا حامل اور بڑی برکتوں والا ہے	۳۳
۳۶۷	۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء	اسلامی تعلیم سے امن پیار اور اخوت کی فضا پیدا ہوتی ہے	۳۴
۳۸۱	۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء	پاک اور متقی وہی ہے جسے خدا پاک اور متقی قرار دے	۳۵
۳۹۳	۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء	اللہ صبر و استقامت رکھانے والوں سے وعدوں کے مطابق پیار کرے گا	۳۶
۴۰۳	۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء	کائنات عالم کی بنیادی حقیقت خدا کی وحدانیت ہے	۳۷
۴۰۹	۲۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء	تحریک جدید کے چھیالیسویں سال کا اعلان	۳۸
۴۱۹	۲ نومبر ۱۹۷۹ء	اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں رہ کر خدا کے بنو اسرائی کے لئے زندگی گزارو	۳۹
۴۲۷	۹ نومبر ۱۹۷۹ء	اللہ کی صفات کے جلوے منکروں میں حسد پیدا کرتے ہیں	۴۰
۴۳۷	۱۶ نومبر ۱۹۷۹ء	جلسہ پر زندگیوں میں روحانی انقلاب پا کرنے کے لئے آئیں	۴۱
۴۴۹	۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء	زندگی کا مقصد انسانوں کے دل تو حید باری اور عظمتِ رسول کیلئے جیتنا ہے	۴۲
۴۵۵	۳۰ نومبر ۱۹۷۹ء	یہ بنیادی حقیقت ہے کہ کائنات کی بنیاد وحدانیت پر ہے	۴۳
۴۶۷	۷ دسمبر ۱۹۷۹ء	ہر احمدی بچے کو سنجا لانا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے	۴۴
۴۸۱	۱۳ دسمبر ۱۹۷۹ء	محمد ﷺ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ کے مصدق ہیں	۴۵

صفحہ	خطبہ فرمودہ	عنوان	نمبر شار
۳۸۵	۲۱ دسمبر ۱۹۷۹ء دریں بنا لیا	گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دری زندگی کو ہی مقصود بنا لیا	۳۶
۳۹۳	۲۸ دسمبر ۱۹۷۹ء رجوی ۱۹۸۰ء	سب سے بہتر اور ترقیات کی طرف لے جانے والی کتاب قرآن کریم ہے	۳۷
۴۰۹	۲۳ رجب ۱۹۸۰ء رجوی ۱۹۸۰ء	نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا اور کیا اُسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے	۳۸
۴۱۳	۱۱ رجب ۱۹۸۰ء رجوی ۱۹۸۰ء	انسان بڑی ہولناک تباہی اپنے سامنے دیکھ رہا ہے	۳۹
۴۱۹	۱۸ رجب ۱۹۸۰ء رجوی ۱۹۸۰ء	امت محمد یہ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں	۴۰
۴۲۵	۱۹ فروری ۱۹۸۰ء فروری ۱۹۸۰ء	اسلام نے اپنی حسین تعلیم کے ذریعہ ساری دنیا پر غالب آنا ہے	۴۱
۴۳۱	۸ فروری ۱۹۸۰ء فروری ۱۹۸۰ء	قرآن کریم میں ہر زمانہ کے مسائل کا حل رکھا گیا ہے	۴۲
۴۴۳	۱۵ فروری ۱۹۸۰ء فروری ۱۹۸۰ء	ہماری زندگی کی آئندہ صدی غلبہ اسلام کی صدی ہے	۴۳
۴۵۵	۷ مارچ ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے	۴۴
۴۶۱	۱۲ مارچ ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	جلسہ سالانہ پر جن و ظائف کا اعلان کیا تھا وہ ادائے حقوق کے وظائف ہیں	۴۵
۴۷۱	۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	محبت الہیہ کے حصول کا طریق محدث ﷺ کی کامل اتباع ہے	۴۶
۴۷۹	۲۵ اپریل ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	ہر شعبہ زندگی اور ہر علم کے میدان میں حقیقی راہنماء قرآن کریم ہے	۴۷
۴۸۳	۳۰ ربیعی ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	ہمارا کوئی بچہ میٹرک سے کم پڑھا ہوانہ ہو	۴۸
۴۹۹	۶ جون ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	شریعت پر عمل پیرا ہوں اور اللہ کی طرف بار بار رجوع کریں	۴۹
۵۰۳	۱۳ جون ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	ایک دوسرے سے نہ لڑو اور اپنے حقوق چھوڑو	۵۰
۵۱۱	۱۱ جولائی ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے	۵۱
۵۱۹	۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء ماہر ۱۹۸۰ء	دعاؤں کے ذریعہ خدائی افضال و انعامات کا مورد بننے کی کوشش کریں	۵۲

صفحہ	خطبہ فرمودہ	عنوان	نمبر شار
۶۲۳	۲۵ جولائی ۱۹۸۰ء	اسلامی معاشرہ میں عورت کا بلند مقام	۲۳
۶۲۵	کیم اگست ۱۹۸۰ء	مسجد کے دروازے تمام موحدین کے لئے کھلے ہیں	۲۴
۶۲۹	۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء	پین میں مسلمانوں کے تزل کا سب تعلق باللہ کو توڑنا تھا	۲۵
۶۵۵	۲۷ اکتوبر ۱۹۸۰ء	پختہ عزم اور حمد کے ساتھ لوگوں کے دل خدا اور محمد ﷺ کے لئے جیتنیں	۲۶
۶۶۹	۳۱ اکتوبر ۱۹۸۰ء	تحریک جدید کے سنتالیسویں سال کا اعلان	۲۷
۶۷۹	۷ نومبر ۱۹۸۰ء	پین میں مسلمانوں کے تزل کے اسباب کا تذکرہ	۲۸
۶۹۱	۱۳ نومبر ۱۹۸۰ء	پدرھویں صدی اقوام کے ایک ہو جانے کی صدی ہے	۲۹
۷۰۱	۲۱ نومبر ۱۹۸۰ء	جلسہ سالانہ کے مہماں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں	۳۰
۷۱۳	۲۸ نومبر ۱۹۸۰ء	تعلق باللہ اور ذکر الہی کی تاکید	۳۱
۷۲۳	۱۵ دسمبر ۱۹۸۰ء	قرآن کریم میں تمام شرائع کی ابدی صداقتیں پائی جاتی ہیں	۳۲
۷۲۹	۱۲ دسمبر ۱۹۸۰ء	پین میں مسلمانوں نے خدائی حکم اعتصام بحبل اللہ کو نظر انداز کر دیا تھا	۳۳
۷۳۷	۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء	نسلوں کی تربیت کے لئے دعا کے ساتھ مادی تدبیر کو بھی اختیار کریں	۳۴



وقف جدید کے بائیسوسی سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ربیعہ ۱۴۷۹ء / مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آج میرا ارادہ بعض ضروری اور اہم اور بنیادی باتیں کرنے کا تھا لیکن دو ایک روز سے مجھے انفلوئزا (Influenza) کی ہلکی سی شکایت شروع ہو گئی تھی جس میں آج شدت پیدا ہو گئی ہے اور آج صبح میں نے محسوس کیا کہ مجھے بخار کی سی کیفیت بھی ہے۔ قهر ما میٹر لگایا تو بخار تو نہیں تھا لیکن حرارت ۳۷.۹ تھی اور وہ کیفیت اب زیادہ ہو رہی ہے اس لئے وہ باتیں جن پر کافی وقت لگتا تھا وہ میں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ آنحضرت جماعت پر بیان کروں گا لیکن توفیق دینے والا اللہ ہی ہے۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت دے اور کام کرنے کی توفیق دے۔ ویسے یہ جلسے کے بعد کا انفلوئزا تو ایک چھوٹا سا تخفہ ہی ہے کیونکہ وہ دوست جن کو جلسے کے ایام میں انفلوئزا ہوتا ہے وہ بڑے پیار سے بہت قریب آ کر باتیں کرتے ہیں اور اس کے واڑیں ایک دوسرے کو لگنے والے ہیں وہ مجھے بھی لگ جاتے ہیں اور یہ تخفہ ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ہمیں دعاوں کی توفیق ملتی ہے، اپنی صحت کے لئے بھی اور ان لوگوں کی صحت کے لئے بھی جن لوگوں کی طرف سے یہ تخفہ ملتا ہے۔

اس وقت ایک تو میں اس لئے آیا ہوں کہ یہ بھری سیسی سال کا پہلا جمعہ ہے اور وقت کی ہر تبدیلی دعاوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ ہماری زندگی کی ہر صبح یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعا میں کریں کہ اللہ تعالیٰ یہ دن ہمارے لئے مبارک کرے اور آسمانی برکتوں کا نزول اس میں پہلے دونوں سے زیادہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اٹھنے کی دعائیں بھی سکھائی ہیں اور ہر

رات ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعائیں کریں کہ اے خدا! وہ لوگ جو اندر ہیروں میں بھٹک رہے ہیں ان کے لئے بھی روشنی کا سامان پیدا کر۔ خدا تعالیٰ نے زمانے کو اس طرح تقسیم کر کے ہماری زندگی سے یکسانیت کو دور کر دیا ہے اور دونوں کو ہفتلوں میں باندھ کر اور ہفتلوں کو مہینوں میں باندھ کر اور مہینوں کو سالوں میں باندھ کر اور پھر سالوں کو صدیوں میں باندھ کر اور اس طرح زمانے کے ٹکڑے کئے ہیں ورنہ ہمیں یاد بھی نہیں رہتا کہ کب ہماری زندگی کی ابتداء ہوئی اور بسا اوقات ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ہماری زندگی کی کوئی انتہا بھی ہے اور آخر ہم نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ ہمیشہ خاتمه بالخیر کی دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ نیا سال میری طرف سے آپ سب کو احمد یوں کو بھی اور نوع انسان کو بھی مبارک ہو۔ خدا کرے کہ یہ سال انسانیت کے لئے خیر و برکت کا سال ہو۔ دنیوی لحاظ سے بھی اور بین الاقوامی رشتہوں کے لحاظ سے بھی اور امن عامہ کے لحاظ سے بھی اور غلبہ اسلام کے لحاظ سے بھی۔

دوسری بات جو میں اس وقت مختصرًا کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان میں عام طور پر سال کے پہلے جمعہ کے خطبہ میں کیا کرتا ہوں چنانچہ آج میں وقفِ جدید کے ۲۲ دیں اور دفترِ اطفال وقفِ جدید کے ۲۲ دیں سال کے آغاز کا اعلان کرتا ہوں۔

وقفِ جدید ہماری جماعت کا ایک چھوٹا سا شعبہ ہے جسے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کی تربیت کے لئے قائم کیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور جماعت کو اس میدان میں کام شروع کرنے اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کی توفیق دی لیکن جیسا کہ آپ اکثر میری زبان سے سن چکے ہیں آہستہ آہستہ آگے بڑھنے کا زمانہ آہستہ آہستہ پیچھے رہ گیا اور تیزی سے آگے بڑھنے کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ وقفِ جدید کا کام بہت محدود ہے لیکن ہر کام کے لئے کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر کام کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس نے سفر کرنا ہے اس نے چوری کر کے اور ٹکٹ خریدے بغیر تو سفر نہیں کرنا یہ تو جماعتِ احمدیہ کی بیت ہی نہیں ہے۔ معلمین کے سفروں پر خرچ آتا ہے جو کہ دیہات میں جاتے ہیں اور پھر تے ہیں اور قرآن کریم ناظرہ پڑھاتے ہیں اور بعض کو ترجمہ سے پڑھاتے ہیں اور عام مسائل بتاتے ہیں۔ یہ چھوٹی سٹل پر بچوں کی ابتدائی تربیت ہے جنہوں نے کہ پہلے

اپنی بدقتی سے اسلامی تعلیم حاصل نہیں کی ان کو وہ ابتدائی مسائل سکھاتے ہیں۔ یہ تدبیر کی دنیا ہے اور تدبیر کی دنیا لازمی طور پر ترجیح ارتقا کی دنیا ہوتی ہے اور ترجیح ارتقاء لازماً ابتدائی باتوں کو بھی اتنی ہی اہمیت دیتا ہے جتنی کہ بہت آگے نکلنے کے بعد ضروری باتوں کو دی جاتی ہے اس لئے معلمین وقفِ جدید اگرچہ ابتدائی مسائل کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ابتدائی مسائل کی تعلیم دینا بہت ضروری ہے مثلاً یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ بازار کے جو آداب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں ربوہ میں بھی بہت کم لوگ ان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ربوہ کے نظام کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیئے اور معلمین وقفِ جدید کو تو بہت سی کتابیں چھپوا کر یا نوٹ لکھوا کر یہ مسائل بتانے چاہیں تاکہ ہر ایک کے دماغ میں یہ ڈالا جائے کہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اسلام و حشی کو مہذب انسان بنانے کے لئے اور مہذب انسان کو با اخلاق انسان بنانے کے لئے اور با خلق انسان کو با خدا انسان بنانے کے لئے آیا ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ تادیب ہے یعنی ادب سکھانا اور انسان کے لئے ہر مرحلہ میں سے گزرنما، اس کے مسائل کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اسلام کی تعلیم میں کوئی بھی ایسی چھوٹی بات نہیں اور اسلام کے احکام میں سے کوئی بھی ایسا چھوٹا حکم نہیں جسے چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کیا جاسکے اور اس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینے والا نہ ہو۔

پس وقفِ جدید اچھا کام کر رہی ہے لیکن اس کے کام میں بھی زیادہ حسن پیدا ہونا چاہیئے اور جماعت کو کام کرنے والوں کی تعداد بڑھانی چاہیئے اور کام کرنے کے لئے جس سرمائے کی ضرورت ہے وہ مہیا ہونا چاہیئے۔ یہ ترقی کر رہے ہیں لیکن میرے پاس بعض دفعہ بعض دیہاتی جماعتوں کی طرف سے بڑے غصے کے خطوط آجائتے ہیں کہ ہم نے کئی بار وقفِ جدید کو لکھا ہے مگر وہ ہمارے پاس معلم نہیں بھیجتے۔ جب آپ نے ان کو اتنے معلم دیئے ہی نہیں کہ وہ ساری ضرورتوں کو پورا کر سکیں تو وہ کیسے ساری ضرورتوں کو پورا کریں۔ پس اس طرف آپ توجہ دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اہم اور عظیم ذمہ داریاں اس زمانہ میں اس کمزور جماعت کے کندھوں پر ڈالی ہے ان کو وہ اپنے فضل سے پورا کرنے کی توفیق عطا کرے اور اپنے علم سے انہیں علم سکھائے اور اپنی طاقت سے انہیں طاقت بخشدے اور دنیا تک اسلام کے نور کو پہنچانے کی

اور اسلام کے حسن کو چکتے ہوئے اور بغیر گرد و غبار کے صحیح اور منور حسن کو ان کی آنکھوں کے سامنے رکھنے کی توفیق عطا کرے اور ہر میدان اور ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں کامیاب کرے اور آپ کو بھی اور مجھے بھی صحت دے اور صحت سے رکھے۔
اس کے بعد فرمایا:-

جیسا کہ میں نے کہا ہے جو بہت اہم باتیں میں آج کہنا چاہتا تھا اگر صحت رہی تو انشاء اللہ وہ اگلے جمعہ کے خطبہ میں آپ سے گفتگو میں بیان کروں گا۔
(روزنامہ الفضل ربوبہ ۳، ۲ صفحہ ۲۹، ۱۹ فروری ۱۹۷۹ء)



قرآن کریم نے انسانی حقوق کو بیان کیا اور ان کی حفاظت فرمائی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ربیعہ ۱۴۷۹ء، مقام مسجد القصی ربوہ)

تشہد و تَعْوِذُ بِرَبِّ السَّمَاوَاتِ الْكَوَافِرِ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

میرا آج کا خطبہ ۲۹ ربیعہ کے خطبہ کے سلسلے کے تسلسل میں ہے۔ ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہر دو جہان میں سب سے بلند و بالا ہے۔ لَوْلَاتَ لَمَا خَلَقَتِ الْأَفْلَالَ (موضوعات کبیر حرف اللام) اور جو شریعت محدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ ایک کامل اور مکمل شریعت ہے اور اس شریعت میں انسانوں کے حقوق کو واضح طور پر بیان بھی کیا گیا اور ان کی حفاظت بھی کی گئی ہے کیونکہ انسانی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کے حاصل ہوتا ہے اور ہمارے ہاتھ میں جو قرآن عظیم دیا گیا اس کے سارے احکام جو ہیں وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہی ہیں۔ قرآن کریم نے بنیادی طور پر انسان کا جو مقام انسان کو سمجھایا وہ یہ ہے کہ کامل مذہبی آزادی اور مکمل آزادی ضمیر عطا کی گئی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس ضمن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سعادت بھی دی گئی اور آپ کے مقام کو بھی نمایاں کر کے بنی نوع انسان کے لئے مثال رکھا گیا۔

اس وقت میں بہت سی آیات آپ دوستوں کے سامنے رکھوں گا جن سے واضح ہو کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ یعنی یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس لئے تھی کہ انسان کی

مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے اور آزادی ضمیر کی ضمانت دی جائے تاکہ انسان آزادانہ طور پر خدا تعالیٰ کے احکام بجالا کر اپنی مرضی سے، اپنی خواہش کے مطابق خدا تعالیٰ کے عشق اور محبت سے مجبور ہو کر خدا کی راہ میں ایثار اور قربانی پیش کرے اور خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی گردن کو آسلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (القراء: ۱۳۲) کہتا ہوا اس طرح رکھ دے جس طرح مجبور ہو کر ایک بکرا قصائی کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا اور کٹوادیتا ہے لیکن وہاں مجبوری ہے اور یہاں کامل آزادی۔ سورہ انعام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- وَكَذَبَ بِهِ قَوْمٌ وَهُوَ الْحَقُّ طَقْلُ نَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ (الانعام: ۲۷)

اور تیری قوم نے اس پیغام کو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تک پہنچا تھا جھوٹا قرار دیا حالانکہ وہ سچا ہے۔ مگر تو ان سے کہہ دے کہ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے میں تمہارا (وکیل) ذمہ دار نہیں۔

وَكِيلٌ کے معنی ذمہ دار کے، نگران کے، محافظ کے، حفظ کے، جبراً معاصلی سے روکنے والے کے ہیں اور تفسیر کی کتب کے کچھ حوالے بھی میں نے اس بات کو واضح کرنے کے لئے اکٹھے کئے اور اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آ جاتی ہے کہ پہلے بزرگوں نے بھی اس حقیقت پیدائش انسان کو واضح طور پر سمجھا اور اسے بیان کیا تھا۔ ایک تفسیر کی کتاب ہے ”روح البیان“۔ اس میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے

لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ : بِحَفِيظٍ ، وُكِيلَ إِلَيْ أَمْرُكُمْ لَا مُنَعَكَ مِنَ التَّكْذِيبِ وَأَجْبَرَكُمْ عَلَى التَّصَدِيقِ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَقَدْ خَرَجْتُ مِنَ الْعُهْدَةِ حِثْ أَخْبَرْتُكُمْ بِمَا سَتَرْوْنَهُ۔ (تفسیر روح البیان زیر آیت سورہ الانعام آیت ۲۷)

کہ وَكِيلٌ کے معنے ہیں حفیظ کے اور یہاں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ میں تمہارا محافظ نہیں اس معنے میں کہ میرے سپرد تمہارا یہ کام کیا گیا کہ میں تمہیں روکوں تکذیب سے۔ اس آیت کے شروع میں ”وَكَذَبَ بِهِ قَوْمٌ“ کا ذکر تھا۔ پس فرمایا کہ میں تمہارا محافظ نہیں اس معنی میں کہ اس تکذیب سے تمہیں روکوں اور مجبور کروں تمہیں (تمہاری کراہت کے باوجود) کہ تم اس کی تصدیق کا اور اس پر ایمان لانے کا اعلان کرو۔ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ میں محض

ہوشیار کرنے والا، تنیہہ کرنے والا، انذار کرنے والا ہوں۔ وَ قَدْ خَرَجْتُ مِنْ الْعُهْدَةِ حَيْثُ أَخْبَرْتُكُمْ بِمَا سَتَرْوْنَهُ اور جو میری ذمہ داری ہے، جس کام کے لئے میں کھڑا کیا گیا ہوں، جس کا میں مکلف ہوں، اس سے میں بری ہو جاتا ہوں جب میں نے تمہیں کھول کر بتا دیا (أَخْبَرْتُكُمْ) کہ اگر تم تکذیب کرو گے اس صداقت کی تو خدا تعالیٰ کا غصب تم پر بھڑکے گا اور جو میں انذاری باتیں بیان کر رہا ہوں سَتَرْوْنَهُ تم خود دیکھ لو گے کہ جو میں کہتا ہوں وہ درست ہے کہ تکذیب کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ تم سے موآخذہ کرے گا۔
امام رازیؑ اس کے متعلق لکھتے ہیں۔

”لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ أَىٰ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِحَافِظٍ حَتَّىٰ أُجَازِيَّكُمْ عَلَىٰ تَكْذِيبِكُمْ وَ إِعْرَاضِكُمْ عَنْ قَبْوِ الدَّلَائِلِ“
میں تم پر وکیل نہیں اس معنی میں کہ میں تمہارا محافظ بنایا گیا تاکہ میں تمہیں سزا دوں اور موآخذہ کروں تمہارے تکذیب کرنے پر اور جو دلائل تمہارے سامنے کھول کر بیان کئے گئے ہیں (جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے) ان سے اعراض کرنے پر۔ تو عقوبت اور سزا دینا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ إِنَّمَا آنَا مُنْذِرٌ میں صرف ہوشیار کرنے والا ہوں۔ وَاللَّهُ هُوَ الْمَجَازِي لَكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ اور مجازات اور موآخذہ جو ہے یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ میرا کام نہیں ہے۔
(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۶۵ زیر آیت سورۃ الانعام آیت ۲۷)

تفسیر روح المعانی (جلد ۳ جز ۷ صفحہ ۱۸۲) میں ”وَكِيلٌ“ کے معنے یہ کہنے گئے ہیں کہ (لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ) ایٰ بِمُوَكِّلٍ کہ میں موکل بنا کر نہیں بھیجا گیا تمہاری طرف۔ کہ تمہارے کام تمہاری طرف سے میں کروں یہ اس کے لغوی معنے ہیں یعنی کہ جو تم نے کام کرنا تھا وہ تم نہ کرو اور میں کروں۔ تم نے کام کرنا تھا دلائل سن کے سوچ کے سمجھ کے ان کو قبول کر کے۔ ان کی برکات سے حصہ لینا، یہ تمہارا کام تھا۔ میرے سپرد یہ نہیں کیا گیا کہ یہ کام میں زبردستی تم سے کراوں۔ یہ تمہارا کام ہے، یہ تم نے ہی کرنا ہے اور نہ میرے سپرد یہ کیا گیا ہے (وَكِيل کے وہ کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں) کہ أَحْفِظْ أَعْمَالَكُمْ لِأُجَازِيَّكُمْ بِهَا کہ میں تمہارے اعمال کی گنگرانی کرتا رہوں کہ کیسے تمہارے گندے اعمال ہیں اور اس لئے دیکھوں

(الْجَازِيَّكُمْ) کہ تمہیں سزادوں اُن کی اِنَّمَا آنَا مُنْذِرٌ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ وَلَمْ
اَل جُهْدًا فِي الْإِنْذَارِ اور انذار میں میں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ هُو
الْمَجَازِی اور اللَّهُ سُبْحَانَهُ ہی جزادینے والا ہے۔ میرا کام نہیں ہے گرفت کرنا۔ میرا کام
صرف پہنچاد بینا ہے، انذار کرنا ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ زجاج نے اس کے معنی یہ کہے ہیں
کہ لَمْ أُوْمَرْ بِحَرْبِكُمْ یعنی یہ جو کہا ہے لَسْتُ عَلَيْكُمْ بَوَّکَیْلٍ اس کے یہ معنی ہیں کہ
اللَّهُ تَعَالَیٰ فرماتا ہے کہ محمد صلی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اگر یہ تکذیب کریں تو تصدیق
کروانے اور مومن بنانے کے لئے ان سے جنگ کرو اور تلوار کے زور سے اپنی بات منواو۔

لَمْ أُوْمَرْ بِحَرْبِكُمْ وَ مَنْعِكُمْ عَنِ التَّكْذِيبِ کہ ان سے جنگ کرو، اور اس بات سے
انہیں روکو کہ خدا تعالیٰ نے ایک صداقت پہنچی ہے تم اس سے رک جاؤ اور تکذیب نہ کرو۔

ابن حجری نے یہ معنے کہے ہیں یقُولُ اللَّهُ تَعَالَیٰ فرماتا ہے قُلْ لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ اَمْ
صلی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان سے کہو لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِحَفْيِظٍ وَ لَا رَقِيبٍ میں تمہارا محافظ اور رقب
نہیں ہوں۔ وَ إِنَّمَا آنَا رَسُولُ أَبْلَغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ میں تو خدا تعالیٰ کی
طرف سے ایک پیغمبر، ایک رسول ہوں اور میرے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ جو صداقتوں
خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے مجھ پر نازل کی ہیں وہ تم تک پہنچادوں۔

ایک اور تفسیر ”المنار“ ہے۔ یہ محمد عبده کی تفسیر ہے۔ چھپی ہے ۱۹۲۸ء میں۔ وہ درس دیا
کرتے تھے اور محمد رشید رضا نے ان کو اکٹھا کر کے تفسیری شکل میں شائع کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ
اُی قُلْ لَهُمْ اِيَّهَا الرَّسُولُ اے خدا کے رسول (صلی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) تو ان کو کہہ دے اُنہیں
لَسْتُ بِوَکِیْلٍ مُسَيْطِرٍ عَلَيْكُمْ میں تمہارے اوپر گران اور تم پر حاکم جبر کرنے والا بنا کر
نہیں بھیجا گیا۔ صرف تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں فالوَکِیْلُ
هُوَالَّذِي تَوَكَّلَ إِلَيْهِ الْأَمُورُ وَکیل وہ ہوتا ہے کہ ایک شخص کے سپرد دوسرے کے کام کر
دیے جاتے ہیں۔ وَفِي الْوَكَالَةِ معنی السَّيْطَرَةِ وَالتَّصْرُفِ اور وکالت کے معنے میں
جب اور تصرف کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے فَمَنْ جَعَلَهُ السُّلْطَانُ أَوِ الْمَلِكُ وَكِیْلًا لَهُ
عَلَى بِلَادِهِ اُوْ مَزَارِعِهِ پس اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نمائندہ بنادے، گورنر بنادے اپنے

کسی صوبے پر، یا اپنی زمینوں کے کام اس کے سپرد کرے تو بادشاہ کی طرف سے یگھون ماذوناً بالتصريف عنہ فیها تو بادشاہ کی طرف سے اس کو اجازت ہوگی کہ جو شاہی اقتدار لوگوں پر جبرا کرتا ہے ان غلطیوں کے اور کوتا ہیوں کے نتیجہ میں، بادشاہ کا وکیل بھی ویسا کرے بادشاہ کی طرف سے اس کی نمائندگی میں۔ (والسيطرة على أهله) لیکن والرسول مبلغ عن الله تعالى رسول خدا کا وکیل نہیں کہ خدا کی طرف سے لوگوں کو سزا دے۔ سزا دینا یا جزا دینا اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ رسول مبلغ عن الله تعالى اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مبلغ بنائے بھیجا گیا ہے جسے حکم ہے کہ لوگوں کو وہ بتیں پہنچا دو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو پہنچانے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ وہ یذکُرُ الناس لوگوں کو وعظ کرتا ہے ویعلمُهم ان کے علم میں وہ بتیں لاتا ہے، وَيُبَشِّرُهُمْ ان کو بشارتیں دیتا ہے کہ اگر تم اس ہدایت پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے انعام پاؤ گے، وَيُنذِرُهُمْ اور ان کو انذار کرتا ہے کہ اگر تم ان باتوں سے اعراض کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا اور اس کی گرفت کے اندر تم آؤ گے۔ وَيُقِيمُ دِينَ اللهِ اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ان میں اس وعظ و نصیحت اور اس تعلیم اور اس تبیث اور اس انذار کے نتیجہ میں وہ قائم کرتا ہے۔ هذہ وَظیفَتُهُ یہ ہے اس کا کام۔ وَ لَیَسَ وَکِیلاً عن رَبِّهِ وَ مُرْسِلِهِ وَرسول بنائے کے بھیجنے والے اللہ کی طرف سے اس کا نمائندہ نہیں اس معنی میں کہ خدا کی طرف سے وہ جزا اور سزادینے کا مالک بن جائے، رسول کا یہ کام نہیں ہے۔ وَ لَا يُعْطَى الْقُدْرَةَ (انہوں نے بڑی عجیب عقلی دلیل یہاں دی ہے) اگر رسول خدا کی طرف سے جزا اور سزادینے کے لئے نمائندہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور سزادینے کی قدرت بھی اسے عطا ہوتی لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ساری کمی زندگی میں آپ نے ایک مظلوم کی سی زندگی گزاری۔ وَ لَا يُعْطَى الْقُدْرَةَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي عِبَادِهِ حتیٰ يَجْبُرَهُمْ عَلَى الْإِيمَانِ إِجْبَارًا وَ يُكْرِهُهُمْ عَلَيْهِ اكْرَاهًا (تفسیر المنار جلد ۱ صفحہ ۵۰) اور رسول کو اس کے مرسل رب کی طرف سے یہ قدرت عطا نہیں کی گئی کہ وہ خدا کے بندوں میں خدائی رنگ میں حکومت کرے اور ان پر ایمان لانے پر يَجْبُرَهُمْ عَلَى الْإِيمَانِ۔ ایمان پر جبرا کرتے، یعنی ایمان لانے پر، ایمان پر قائم رہنے پر، ایمان کے مطابق عمل کرنے پر۔ تین شکلیں بنتی ہیں

ایمان کے لفظ میں۔ تو اس پر سختی سے جبر کرنے کی نہ اجازت ہے نہ طاقت دی گئی ہے یا ویکُرِ ہُمْ عَلَيْهِ اِكْرَاهًا وہ کراہت محسوس کرتے ہیں ان کے دل نہیں مانتے مگر رسول ان کو کہہ نہیں! تمہیں یہ کرنا پڑے گا۔ یہ اس کو نہیں کہا گیا۔ پھر آگے انہوں نے اس تفسیر میں قرآن کریم کی بہت سی آیات اپنے بیان کی تائید میں لکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ اور ان مفسرین نے اس کے معنی یہ کہتے ہیں کہ (۱) اس میں ایک اصول بھی بیان ہوا ہے اور (۲) حکم ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرة: ۲۵) میں ایک اصول بھی بیان ہوا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہوگا اور ایک حکم بھی ہے یہ۔ اور اس کے پہلے مخاطب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہاں یہی معنے انہوں نے لئے ہیں کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ دین کے معاملہ میں اکراہ نہیں کرنا جبر نہیں کرنا تم نے۔ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكَّرٌ (الغاشیہ: ۲۲) ہاں وعظ و نصیحت کرو کیونکہ تم مذکور ہو، جبر کرنے والے نہیں ہو، وکیل نہیں ہو، محافظ نہیں ہو، حافظ نہیں ہو۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُضَيْطٍ (الغاشیہ: ۲۳) اس کے معنے لفت والے نے یہ کہتے ہیں کہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُضَيْطٍ: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَلِّطٍ عَلَيْهِمْ تَجْبُرُهُمْ عَلَىٰ مَا تُرِيدُ تجھے مسلط نہیں کیا گیا لوگوں پر کہ تو اپنی مرضی لوگوں پر مسلط کرے اور یہ کہ جسے تو صداقت سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ قبول کریں اس کو قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کرے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَارٍ (ق: ۳۶)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدٍ (ق: ۳۶) جو شخص تیرے ”انذار“ سے ڈرتا ہے اس کو تم نصیحت کرو جو نہیں ڈرتا اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اور جو کفر اور تنذیب کی باتیں وہ کہتے ہیں ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ یہ ہدایت حاصل کریں۔

وَلِكَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (البقرة: ۲۷۳) یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے، یہ رسول کا

کام نہیں ہے۔ تیرا کام صرف پہنچانا ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ وَقِيلَ الْوَكِيلُ الْحَفِيظُ
الْمَجَازٌ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وکیل کے معنے ایسے حفیظ کے ہیں جس کے سپرد خدا تعالیٰ نے
اس کے بندوں کو ان کے گناہوں کے نتیجہ میں سزاد ہینے کا اختیار دیا ہو۔

یہ جو پہلی آیت میں نے لی جس میں نَسْتَعِلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ہے اس کے متعلق میں
نے کھول کر یہ ساری باتیں آپ کو بتا دی ہیں کہ وکیل کے یہاں کیا معنی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے وکیل نہیں بنایا یعنی خدائی کے وہ اختیارات جن اختیارات
کو استعمال کر کے میں نیکیاں کرنے والوں کو ان کا بدلہ اور بدی کرنے والوں کو ان کی سزادیتا
ہوں، یہ تیرے سپرد نہیں کیا۔ تیرا کام ہے پہنچانا۔ جو میں کہتا ہوں، جو میں نے تعلیم دی، جو میں
نے ایک حسین لائج عمل نوع انسانی کے ہاتھ میں دیا، جو ایک کامل شریعت قرآن کریم میں آگئی
اور انسان کے ہاتھ میں تیرے ذریعہ سے پہنچائی گئی۔ اس کا پہنچانا تیرا کام ہے۔ قرآن کریم نے
سورہ انعام میں ہی ایک دوسری جگہ یہ فرمایا:-

وَلَوْشَاءَ اللَّهُ مَا أَشَرَّ كُوَاوَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيلٍ (الانعام: ۱۰۸) اس آیت سے پہلے جو مضمون بیان ہوا وہ یہ ہے کہ تیرے رب کی
طرف سے دلائل آچکے ہیں، جو ان کو پہنچانے گا اور قبول کرے گا، ان کے مطابق عمل کرے گا،
اس کا فائدہ اسی کی جان کو ہے اور جو کچھ را ہی کو اختیار کرے گا اور قبول کرنے سے انکار کرے گا
اس کو اس کی سزا بھگتنا پڑے گی اور اس سے چند آیات پہلے بھی آیا ہے وَمَا آنَا عَلَيْكُمْ
بِحَفِيظٍ (الانعام: ۱۰۵) اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِتَّبِعُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ
مِنْ رَبِّكَ جو تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کی اتباع کرو۔ اس میں ایک حکم یہ
بھی ہے کہ بطور رسول کے، بطور مبلغ کے دنیا کی طرف اپنی رسالت کو یعنی جو تعلیم تجھے دی گئی
ہے اسے پہنچانا تیری ذمہ داری ہے۔ جو کام خدا تعالیٰ کے ہیں ان کے اندر دخل نہیں دینا۔
إِتَّبِعُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ
(الانعام: ۷) جو مشرک ہیں ان سے اعراض کرو۔

اتی بڑی صداقت آگئی، توحید کے اتنے زبردست دلائل انسان کے ہاتھ میں دے دیئے گئے،

وہ راہ بتادی گئی جس سے انسان خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق پیدا کر کے علی وجہ البصیرت اپنے رب کو پہچان سکتا ہے، اس کے باوجود جو شخص شرک کرتا ہے پھر بھی اُغْرِض عَنِ الْمُشْرِكِينَ ان سے اعراض کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا يعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا انہیں انکار اور شرک کی طاقت نہ دیتا اور وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تجھے ان پر محافظت نہیں مقرر کیا اور نہ تو ان پر نگران ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:-

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنْ يَشَاءُ يَرْحَمُكُمْ أَوْ إِنْ يَشَاءُ يَعِذِّبُكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (بنی اسرائیل: ۵۵) اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے کہ شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے اور وہ کوشش کرتا ہے (جیسا کہ بعض جگہ تفصیل سے بیان ہوا) کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی راہوں سے ہٹادے اور گمراہ کر دے۔ اس کے بعد فرمایا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ تمہارا خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص نے دل سے خدا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کس شخص نے عاجز ان طور پر اپنے وجود کو خدا کے سپرد کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو قبول کیا۔ یہم انسان کو حاصل ہوئی نہیں سکتا۔ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ہمیں سمجھایا گیا ہے کہ یہ علم کوئی شخص واقع میں خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والا ہے یا نہیں، یہ تو جس سے پیار کیا جاتا ہے وہی بتائے گا، میں اور آپ کیسے بتاسکتے ہیں۔ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ تمہارا رب تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ چاہے گا تو تم پر حرم کرے گا۔ جس کے متعلق وہ سمجھے گا کہ حرم کے قابل ہے اس پر وہ حرم کرے گا اور اگر وہ چاہے گا تو تمہیں عذاب دے گا۔ اور اے رسول! ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا جس کے معنے میں تفصیل سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔

سورہ زمر میں ہے إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَبَ لِلَّذِينَ بِالْحَقِّ فَمِنْ أَهْتَدَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضْلُلُ عَيْنَهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ (الزمر: ۲۲) اس سے پہلے ایک لمبا مضمون چلا آرہا ہے لیکن معاً پہلے یہ ہے کہ تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں اپنی جگہ کام کرتا رہوں گا۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ اپنے ارادہ کو ظاہر کرے گا اور تم پر گرفت اس کی آئے گی اور دوسرے گروہ پر انعام نازل ہوں گے تو تم خود جان لو گے کہ کس کو رسوا کر دینے

وَالا اور دائیگی عذاب ملتا ہے۔ اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے۔ اس کے بعد کہا ائمماً آنزوںنا عَلَيْكَ الْكِتَبَ لِتَنَسَّا إِلَيْهِ حِقْقَهُ ہم نے تجھ پر یہ کتاب یقیناً لوگوں کے فائدہ کے لئے حق اور حکمت کے ساتھ اتاری ہے۔ سوجس نے ہدایت پالی صحیح اور حقیقی معنے میں، اس کا نفع اسی کی جان کو حاصل ہوگا اور جو گمراہ ہو گیا اس کی گمراہی اسی پر پڑے گی اور تو ان پر کارساز کے طور پر، وکیل کے طور پر مقرر نہیں کیا گیا۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ مقام نہیں، آپ بھی وکیل، گمراہ اور محافظ نہیں۔ تو اور کوئی آپ کے تعین میں سے اگر ایسا دعویٰ کرے کہ میں ”وکیل“ ہوں اور مجھے خدا نے جبراً اسلام منوانے، اس پر قائم رکھنے کا اختیار دیا ہے تو اس قسم کا دعویٰ بڑا ہی جاہلانہ دعویٰ ہو گا۔

پھر سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُوَنِهِ اُولَئِاءِ اللَّهُ حَفِظَ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنَّتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ (الشوریٰ: ۷) اس آیت کے بعد جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن نازل کیا تاکہ تو لوگوں کو ڈرانے اور ہوشیار کرے، اور ہر ایک جان لے گا کہ اس پر ایک قیامت آنے والی ہے اور قیامت کے دن جب خدا تعالیٰ اپنی عظمت اور جلال کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو ہر ایک جان لے گا کہ وہ اس گروہ میں شامل ہے جس پر جنت کے دروازے کھولے گئے ہیں یا وہ اس گروہ میں شامل ہے جس کو دوزخ کی طرف دھکیل کے لے جایا گیا ہے۔ یہ مفہوم ہے اس آیت کا جو اس کے بعد آتی ہے۔ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا پناہ دینے والا بنتے ہیں اللہ نے ان کے خلاف پڑنے والے سب اعمال کو محفوظ کر چھوڑا ہے اور تو ان پر وکیل نہیں ہے۔ یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ ان کے اعمال کو محفوظ کرے اور اگر چاہے تو ان کو پکڑے اور ان پر گرفت کرے۔

پھر سورہ فرقان میں ہے آرِئِیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اللَّهَ هَوْهُمْ أَقَاتُتْ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِیْلًا (الفرقان: ۲۲) اس سے پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ جو منکر ہیں اس عظیم صداقت کے وہ تجھے صرف ایک نہیں اور مٹھٹے کی چیز سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص کو اور وہ کو چھوڑ کے اللہ تعالیٰ نے رسول بنایا؟ اور کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے عقائد پر بڑی مضبوطی

سے قائم ہیں، اگر ہم اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم نہ ہوتے تو ہمیں یہ شخص گمراہ کر دیتا یعنی مسلمان بنالیتا لیکن جب یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو پھر ان پر حقیقت کھل جائے گی کہ یہ صداقت پر قائم تھے یا ضلالت پر قائم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **أَرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَةً هُوَ بِهَا أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا** رسول! کیا تو نے اس شخص کا حال بھی معلوم کر لیا جس نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا جیسا کہ آج کل یہ فیشن بنا ہوا ہے ساری دنیا کا (یورپ ہے، امریکہ ہے، سویٹزرلینڈ، کیونٹ ممالک ہیں) کہ وہ خواہشاتِ نفس کو اپنا معبود بنائے بیٹھے ہیں۔ بعض ملکوں نے تو یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے عوام ہمارا خدا ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ پھر فرماتا ہے **أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا** کیا تو اس شخص پر نگران ہے کہ تو اسے جبراً گمراہی سے روکے؟

اس آیت کے متعلق بھی میں نے پرانی تفاسیر دیکھیں۔ مضمون لمبا ہے مگر میں چاہتا ہوں آج اسے ختم کر دوں اس لئے صرف ایک دو آیوں کے متعلق میں نے پرانی تفسیروں کے بھی حوالے لئے تاکہ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے۔

ابن جریر کہتے ہیں ”يَقُولُ تَعَالَى ذِكْرُهُ اللَّهُ جَلَّ شَانَهُ فَرِمَاتَتِي هِيَ أَفَأَنْتَ تَكُونُ يَا مُحَمَّدُ عَلَى هَذَا حَفِيظًا فِي أَفْعَالِهِ“ (تفسیر ابن جریر جلد ۱۹ صفحہ ۱۱۔ زیر آیت الفرقان: ۳۳) کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم نے تجھے نگران مقرر کیا ہے ایسے شخص کا جو نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنالیتا ہے؟ تو یہ استفہام ایسا ہے جو عربی محاورہ کے مطابق انکار کے معنی دیتا ہے یعنی تجھے نہیں بنایا وکیل۔ یہ ابن جریر نے کہا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ **أَفَأَنْتَ تَكُونُ حَفِيظًا** کے معنے ہیں کہ **أَفَأَنْتَ تَكُونُ حَفِيظًا** کہ کیا تجھے ہم نے حفظ بنایا ہے؟ یعنی نگران اور محافظ نہیں بنایا کہ **تَمْنَعَهُ عَنِ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي** تو لوگوں کو شرک سے منع کرے اور گناہوں سے انہیں بچائے۔ پھر لکھا ہے۔ ایسی لست موسیٰ کالا علیٰ حفظہ ان کو شرک اور معاصی سے بچانے اور محفوظ کرنے کا کام خدا نے تیرے سپرد نہیں کیا۔ ان کو آزادی دی ہے۔ بدل انت مُنْذِرٌ

بلکہ تیرا کام صرف انذار کرنا ہے ماننا ان کا کام ہے۔ تیرا کام ہے ان سے کہے کہ وحدانیت، کائنات کی بنیاد ہے اور دلائل دے، نشان دکھائے، مجرمات ظاہر کرے۔ اور مجرم وہ ہے عقل انسانی جس کو Explain نہیں کر سکتی یعنی بتانہیں سکتی کہ یہ کیسے ہو گیا سوائے اس کے کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ لیکن تیرا کام یہ نہیں ہے کہ تو شرک سے انہیں بچالے۔ اس بات پر مکلف نہیں ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گناہ گار نہ بنیں۔ تفسیر (کبیر) رازی میں ہے کہ آقَاتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا اَيْ حَافِظًا تُحْفَظُهُ مَنِ اتَّبَاعَ هَوَاهُ تَجْهِيَّهُ هُمْ نَيْ حَكْمٌ نَهْيٌ دِيَا اور نہ یہ قدرت اور طاقت دی ہے اور نہ تجھے حافظ بنایا ہے کہ تو انہیں محفوظ رکھئے نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے سے۔ آئی لَسْتُ كَذَلِكَ کہتے ہیں اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسا دوسرا جگہ فرمایا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اور جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ کے معنے کئے گئے ہیں لَسْتَ بِمُسَلَّطٍ عَلَيْهِمْ تَجْبُرُهُمْ عَلَى مَا تُرِيدُ یعنی تو نے جو ایک روشنی اور صداقت دیکھی سو دیکھی، جبر کر کے کسی کو منوانے کا کام تیرے سپرد نہیں کیا گیا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا مآ آتَتَ عَلَيْهِمْ بِجَنَاحَيْرِ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اکراہ کرنے کی تجھے اجازت نہیں۔ جبر کر کے، مجبور کر کے ان کو اس طرف لانے کی تجھے اجازت نہیں۔ (تفسیر کبیر امام رازی۔ زیر آیت الفرقان: ۲۲)

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ جو ہے یعنی وکیل نہیں بنایا یا وکیل نہیں ہے، مختلف پیرا یوں میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں استعمال کیا ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ سوال پیدا ہوتا تھا (جس کی طرف میں اشارہ کرتا آیا ہوں) کہ پھر کیا بنایا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تجھے رسول بنایا، تجھے مبشر بنایا کہ جو ایمان لا میں اور اعمال صالحہ بجالا میں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لیں ان کو بڑے انعام ملیں گے۔ آپ لوگ گواہ ہیں کہ لکنے انعام ملتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور تجھے نذر یہ بنایا کہ دیکھو اگر خدا تعالیٰ کو ناراض کرو گے تو اس کے غضب کی آگ میں جلو گے (ابدی جہنم کا تصور غلط ہے) اور تجھے رسول بنایا کے معنے ہیں تجھے پہنچانے والا بنایا، تجھے مبلغ بنایا، تیرا کام یہ ہے کہ تو بلاغ کرے، تو لوگوں تک اس تعلیم کو پہنچا دے جو

تیرے خدا نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے نازل کی ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں سے دوسرالفظ جو میں نے منتخب کیا مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر کے مفہوم کی وضاحت کے لئے وہ ”الْبَلَاغ“ کا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے:-

فَإِنْ حَاجُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِي لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ طَوْقُلْ لِلَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَبَ وَالْأُمِّيْنَ إِذَا سَلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلُوا
فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ وَاللَّهُ يَصِيرُ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران: ۲۱)

اگر یہ لوگ تجھ سے جھگڑیں تو تو ان سے کہہ دے کہ میں نے اور ان لوگوں نے جو میرے پیرو ہیں اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگادیا ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان کو اور نیز امیوں کو کہہ دے کہ کیا تم بھی فرمانبردار ہوتے ہو، مسلمان ہوتے ہو۔ پس اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں اور وہ بھی کہیں آسَلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ تو سمجھو کہ وہ ہدایت پا گئے اور اگر وہ منه پھیر لیں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔ اگر وہ منه پھیر لیں تو تیرا کام ختم۔ تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھ رہا ہے اور اس سے تو کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ آپ ہی ان سے نپੀ گا اور جب چاہے گا ان کو سزا دے گا۔

یہاں جیسا کہ سیاق و سبق سے ظاہر ہے کہ مخاطب غیر مسلم ہے جس کے سامنے پہلی دفعہ اسلام رکھا جاتا ہے کیونکہ وہ جھگڑا کر رہے ہیں، ان کو کہا گیا ہے ہم ایمان لے آئے ہم مسلمان ہو گئے، تم بھی مسلمان ہو جاؤ، خدا تعالیٰ کے پیار کو، اس کی محبت کو، اس کی برکات کو، اس کی رحمتوں کو تم حاصل کرو گے۔

سورہ مائدہ میں ہے اور یہاں مخاطب ہیں مومن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلُّوْا فَأَعْلَمُوا
آتَيْنَا رَسُولِنَا الْبَلْغَ الْمُبِينَ ○ (المائدہ: ۹۳)

اس سے پہلے جو مضمون بیان ہوا ہے چند آیات میں وہ یہ ہے کہ اے ایمان والو! شراب، بُوئا، بت، قرعم اندازی کے تیر جو ہیں وہ ناپاک ہیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ شیطان شراب اور بُوئے کے ذریعے سے عداوت اور کینہ ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور

نماز سے روکنا چاہتا ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے رک سکتے ہو؟ ظاہر ہے مومن مخاطب ہیں۔ تو پہلی آیت میں تھا فَاجْتَنِبُوهُ۔ مفسرین کہتے ہیں وَأَطِيعُوا اللَّهَ میں ”وَاو“ جو ہے یہ عطف فَاجْتَنِبُوهُ پر ہے یہ مضمون اس تسلسل میں چلتا ہے اور مخاطب مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اے مومنو! اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور ہوشیار رہو اور حن چیزوں سے روکا جاتا ہے ان سے روکو اور اگر اس تنیہ کے بعد بھی تم پھر گئے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

یہاں مخاطب چونکہ مومن ہیں۔ تَوَلَّتُمْ کے دو معنے ہیں ایک عملًا پھر گئے یعنی ایمان اور صداقت کی راہوں کو اختیار کرنے کی بجائے نفاق، فُسق اور بد عملی کی راہوں کو تم نے اختیار کیا، یہ بھی تو لی ہے کیونکہ جو حکم ہیں ان کے خلاف کیا اور یہاں تَوَلَّتُمْ کے معنے ارتداد کے بھی ہیں کہ اگر تم پھر جاؤ یعنی اعلان کر دو کہ یہ پابندیاں ہم اٹھانے کے لئے تیار نہیں، ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں۔ جس طرح زکوٰۃ کی فرض ادا نیگی کی وجہ سے اور ترک زکوٰۃ کی خاطر ارتداد اختیار کیا تھا عرب کے ایک حصے نے (بعد میں بہت سوں نے توبہ کر لی) جس طرح آجکل ایک شخص یورپ میں مسلمان ہوا اور ازاد دو اجی رشتہ کے سلسلہ میں غیر اسلامی کام کر لیا اس نے۔ جب اس کو کہا گیا کہ اسلام تو یہ نہیں کہتا تو کہنے لگا کہ اس قسم کی پابندیاں تو میرا دماغ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اتنا سخت ہے یہ مذہب اس لئے میں اسلام کو چھوڑتا ہوں۔ تو فَإِنْ تَوَلَّتُمْ میں دونوں ہیں، نفاق یا فُسق کی راہوں کو اختیار کر کے منہ پھیرنے والے یا علی الاعلان خود کہنے والے کہ ہم اسلام کو چھوڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم پھر گئے تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہمارے رسول پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ تمہیں زبردستی دائرہ اسلام میں رکھے یا زبردستی تم سے نیک اعمال کروائے۔ ہمارے رسول پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں۔ آنماں عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ہمارے رسول پر یہ ذمہ داری ہے کہ کھول کھول کے دین کی با تین تمہارے کانوں میں ڈالے اور اپنی ذمہ داری کو وہ پورا کر رہا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی کہتے ہیں۔

”وَ هَذَا تَهْدِيْدُ عَظِيْمٌ وَ عِيْدَ شَدِيْدٌ فِي حَقٍّ مَنْ خَالَفَ فِي هَذَا التَّكْلِيْفِ وَ

أَعْرَضْ فِيهِ عَنْ حُكْمِ اللَّهِ وَبَيَانِهِ يَعْنِي أَنَّكُمْ إِنْ تَوَلَّتُمْ فَالْحُجَّةُ قَدْ قَامَتْ عَلَيْكُمْ
وَالرَّسُولُ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ التَّبْلِيغِ وَالْإِعْذَارِ وَالْإِنْذَارِ فَامَّا مَا وَرَآءَ ذَلِكَ
مِنْ عِقَابٍ مَنْ خَالَفَ هَذَا التَّكْلِيفَ وَأَعْرَضَ عَنْهُ فَذَلِكَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى“
(تفسیر کبیر امام رازی جلد ۳ صفحہ ۶۵۸۔ زیر آیت سورۃ المائدۃ آیت ۹۳)

امام رازیؒ نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس میں بڑی تہذید اور بڑی وعید ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان تَوَلَّتُمْ اگر تم منہ پھر لو تو یاد رکھو کہ رسول نے کھول کھول کر صداقت کو بیان کرنے کی وجہ سے تم پر جحت پوری کر دی۔ آگے عمل کرنا یا نہ کرنا اس کی ذمہ داری رسول پر نہیں۔ وَالرَّسُولُ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ التَّبْلِيغِ وَالْإِعْذَارِ وَالْإِنْذَارِ اور جو ذمہ داری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری طرف سے تھی کہ وہ انذار کرے، اور وہ تبشير کرے اور وہ کھول کھول کر خدا تعالیٰ کی صداقتوں کو تمہارے سامنے بیان کرے، وہ اس نے بیان کر دی۔ قَدْ خَرَجَ عَنْ عُهْدَةِ اور جو اس پر فرض تھا، جو ذمہ تھا اس کا، اس سے وہ آزاد ہو گیا، اس نے وہ پورا کر دیا۔ اس کے اوپر کوئی الزام نہیں آتا اس کے بعد۔ فَامَّا مَا وَرَآءَ ذَلِكَ جو اس کے علاوہ سزا دینا ان لوگوں کو مَنْ خَالَفَ هَذَا التَّكْلِيفَ جو اس انذار اور تبشير وغیرہ کے بعد جو ذمہ داریاں سننے والوں پر آتی تھیں جو انہوں نے ادا نہ کیں اور مخالفت کی اور عمل نہیں کیا یا ارتداد کا اعلان کر دیا ان کو سزا دینے کا جو سوال ہے فَذَلِكَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے یہ رسول کا نہیں ہے۔ رسول کا کام صرف پہنچا دینا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے کھل کے تبلیغ کر دی اور ہر چیز کھول کر بیان کر دی تو آپ نے اپنا وہ کام پورا کر دیا جس کام کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ آپ کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی مومن بنائیں، زبردستی نیک اعمال کروائیں زبردستی دائرہ ایمان کے اندر کھیں اور زبردستی کریں کہ تمہیں اب میں نے یہ کہنے نہیں دینا کہ میں اسلام سے باہر نکل رہا ہوں۔ یہ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ اب یہ جریر کہتے ہیں۔ فَاعْلَمُوا (آیت میں ہے) فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ، آنَّهُ لَيْسَ

عَلٰى مَنْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَيْكُمْ بِالنِّذَارَةِ غَيْرٌ إِبْلَاغُكُمُ الرَّسَالَةُ۔

(تفسیر ابن حجر ایزدی - زیر آیت المائدہ: ۹۳)

کہ یہ اچھی طرح جان لو کہ جس شخص کو ہم نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے (نذر ادا کے معنی انذار کے ہیں) انذار کے لئے اس کے اوپر ذمہ داری سوائے ابلاغ رسالت کے نہیں یعنی بحیثیت رسول اس کے اوپر جو تعلیم نازل ہوئی ہے اس کا آگے پہنچا دینا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری اس کی نہیں۔ وہ رسالت وہ تعلیم الٰہی اُرسَلَ بِهَا إِلَيْكُمْ جو تعلیم بتاتی ہے۔ ”مُبَيِّنَةٌ لَّكُمْ بَيَانًا يُوضَعُ لَكُمْ سَبِيلَ الْحَقِّ“ جو تعلیم کھول کے بیان کرتی ہے کہ صداقت کا حق کارستہ کیا ہے۔ وَالطَّرِيقُ الَّذِي أُمِرْتُمْ أَنْ تَسْلُكُوهُ اور وہ کون سی را ہیں ہیں خدا کو پانے کی جن پر تمہیں چلنا چاہیے تو یہ کام ہے رسالت کا۔ وہ تعلیم لا یا۔ اس نے وہ را ہیں بتادیں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے (در مشین صفحہ ۱۰۲)

یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا۔ قرآن نازل ہوا تھا تم تک قرآن پہنچا دیا۔ تمہیں کھول کے بیان کر دیا۔ اپنی صداقت کے لئے عظیم نشان دکھائے جو پھیلے ہوئے ہیں قیامت تک۔ اس چودھویں صدی میں بھی بیسیوں خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان دکھائے جن کا پہلے علم دیا گیا تھا۔ اس نے وضاحت سے بیان کیا صراط مستقیم کو اور اس طریق کو جس پر چلنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ وَ أَمَّا الْعِقَابُ عَلَى التَّوْلِيِ اور منہ پھیر لینا، ارتدا اختیار کر لینا، کہنا ہم نہیں بات مانتے، جہاں تک اس کی سزا کا تعلق ہے۔ وَالاِنْتِقامِ بِالْمَعْصِيَةِ اور گناہ کی سزادی نے کا جہاں تک تعلق ہے فَعَلَى الْمُرْسِلِ دُونَ الرُّسُلِ تو یہ ذمہ داری رسول بھیجنے والے کی ہے رسولوں کی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ہے رسول کی نہیں ہے۔ وَ هَذَا أَمِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَإِعْيُدُ لِمَنْ تَوَلَّى عَنْ أَمْرِهِ وَنَهِيِّهِ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے اوامر سے مُنہ پھیرتا یا جن با توں سے اسے روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتا یہ اس کے لئے بڑی سخت وعید ہے۔

سورہ مائدہ میں ہے مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا ابْلَغَ طَوْلَةً وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبَدُّلُونَ وَمَا

تَكُنُمُونَ (المائدة: ۱۰۰) اس آیت سے پہلی آیت کے آخر میں ہے خدا تعالیٰ **شَدِيْدُ** **الْعِقَابِ** بھی ہے اور **غَفُورٌ رَّحِيمٌ** بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ صفات بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكُنُمُونَ**۔ رسول پر صرف بات کا پہنچانا واجب ہے اور جو بات عملًا تم سے ظہور میں آ جاتی ہے اور اس کو بھی جو تم سے ابھی عملًا ظہور میں نہیں آئی، اللہ خوب جانتا ہے اور جہاں تک جزا اور سزا کا تعلق ہے وہ خود تمہارے ساتھ معاملہ کرے گا۔ ہمارے رسول کی سوائے بлагے کے، سوائے صداقت کو کھول کے بیان کر دینے اور تمہیں سمجھادینے کے اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ کہتے ہیں کہ:-

وَاعْلَمُ أَنَّهُ تَعَالَى لَمَّا قَدَّمَ التَّرْهِيبَ بِقَوْلِهِ أَنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کہ جو پہلی آیت کے آخر میں تھا **شَدِيْدُ الْعِقَابِ**۔ **غَفُورٌ رَّحِيمٌ** تو یہ ترہیب، انذار، ڈرانا اور یہ رغبت دلانا، بشاشت پیدا کرنا، بشارت دینا کہ خدا تعالیٰ **شَدِيْدُ الْعِقَابِ** بھی ہے اور **غَفُورٌ رَّحِيمٌ** بھی ہے اس کے بعد اُبُعُه بالسُّكْلِيفِ بِقَوْلِهِ وَ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ خدا تعالیٰ نے یہ مضمون بیان کیا کہ خدا کے رسول کو کس چیز کا مکلف بنایا جاتا ہے۔ کیا ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ اور یہ بتایا کہ اس کے اوپر ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر پہنچا دے، بлагے۔ یعنی اُنہے کان مُکَلَّفاً یعنی رسول کو مکلف بنایا جاتا ہے **بِالْتَّبْلِيهِ** کہ وہ تبلیغ کرے۔ **فَلَمَّا بَلَغَ جَبَ وَهُوَ ذَمِّهِ** کو پورا کر دے اور کھول کھول کر ہر ایک کے سامنے صداقت کو بیان کر دے **خَرَجَ عَنِ الْعُهْدَةِ** اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اس کے اوپر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ وَ **بَقَى الْأَمْرُ مِنْ جَانِكُمْ** باقی رہ گیا تمہارا معاملہ، تمہارا امر تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ **أَنَا عَالِمٌ مِّمَّا تُبْدُونَ وَ مِمَّا تَكُنُمُونَ** تو تمہارے ظاہر و باطن کو میں جانتا ہوں۔ **فَإِنْ خَالَفُتُمُ اَكْرَمَ** جو صداقت آئی ہے اس کی مخالفت کرو زبان سے، دل سے، اپنے عمل سے، **فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ** تو یہ نہ بھولنا آزادی تو ہے، کرو نہ کرو، یہ نہیں کرنے دیں گے مگر یہ نہ بھولنا کہ خدا تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ وَ **إِنْ أَطَعْتُمُ اَكْرَمَ** جو صداقت کی جو باتیں

سنیں، جو پیار کے حصول کی راہیں تمہیں دکھائی گئیں ان پر تم چلے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تو جان لو آنَ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

سورہ نحل میں ہے فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ الْمُبِينُ (النحل: ۸۳) اس سے پہلے مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انسان بنایا، سننے کے لئے اسے کان دیئے، مجررات و نشانات کو دیکھنے کے لئے اسے آنکھیں دیں، سوچ اور غور و فکر کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو دل دیا اور آسمانوں سے اتنی ساری نعمتیں نازل کیں اور اس طرح اپنی عظمت کے نشان ظاہر کئے اور یہ سارا کچھ اس لئے کیا گیا تاکہ اے انسان! تو اس کا فرمانبردار بن جائے، یہ کچھلا مضمون ہے۔ یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں فرمایا فَإِنْ تَوَلَّوْا أَكْرَانُوكوں کے ہوتے ہوئے، اگر آنکھوں کے ہوتے ہوئے اور دل کے باوجود اور ان تمام بے شمار بے حد و حساب نعمتوں کی موجودگی میں بھی فَإِنْ تَوَلَّوْا هبہ بھی پھر جائیں (اس کے مخاطب بھی غیر مسلم ہیں) تو اس کی وجہ سے اے نبی! تجھ پر الزام نہیں آئے گا کیونکہ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ الْمُبِينُ تیرے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے، اس سے زیادہ اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

سورہ نور میں ہے قُلْ أَطِيعُ اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ (النور: ۵۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو کہہ دے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو اس رسول پر صرف اس کی ذمہ داری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا ہے (یعنی پہنچاؤ اپنی رسالت کو) اور تم پر اس کی ذمہ داری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے کہ تم ایمان لاو، زبان سے اقرار کرو اور دل سے تصدیق اور اپنے اعمال سے، اپنے جوارح سے اپنے ایمان پر مہربنت کرو۔ اگر تم اس کی اطاعت کرو اور حقیقتی مسلمان بن جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے اور اس دنیا میں اور آخری زندگی میں کامیاب ہو گے اور رسول کے ذمہ جو بات لگائی گئی ہے وہ صرف یہ ہے کہ وہ کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دے۔ رسول کی بھیثیت رسول یہ ذمہ داری ہے کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دے۔

یہاں مخاطب جو ہیں وہ کمزور مسلمان اور منافق ہیں اور یہاں بھی فَإِنْ تَوَلَّوْا میں فرق

کی تولیٰ بھی ہے اور اعلانِ ارتداد بھی آجاتا ہے۔ سورہ عنكبوت میں ہے۔

وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَبَ أَمْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلِيَ الرَّسُولُ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ (عنکبوت: ۱۹) اگر تم میری بات کو جھوٹا قرار دو تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم سے پہلی قوموں نے بھی اپنے رسولوں کو جھلایا تھا اور رسول کا کام تو صرف کھول کھول کر پہنچانا ہوتا ہے زبردستی منوانا نہیں ہوتا۔ اور سورہ شوریٰ میں ہے۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا آرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلِيَّكَ إِلَّا الْبَلْغُ (الشوریٰ: ۲۹) اس سے پہلے یہ تھا **إِسْتَجِيبُوا إِلَيْكُمْ** جو تمہارے سامنے صداقت آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا خدا کا کلام اور خدا کی شریعت کو، **إِسْتَجِيبُوا إِلَيْكُمْ** اور انہوں نے کہا یہ صداقت ہے اس پر ایمان لاو تو ایمان لاو کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ تم ایمان لاو اور ترقی کرو اور اپنی حیات کا مقصد حاصل کرو۔ آگے فرماتا ہے۔ **فَإِنْ أَعْرَضُوا إِنْ كُوَّهَا گَيَا تَحَا إِسْتَجِيبُوا قُبُولَ كَرُوهُ قُبُولَ نَهْ كَرِيْنَ بَلْكَهُ اعْرَاضَ كَرِيْنَ فَمَا آرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا تَجْهِيْزًا نَهْ مَنْ نَگَرَانَ بَنا كَرْنَهِيْسَ بَحِيجَا إِنْ عَلِيَّكَ إِلَّا الْبَلْغُ** تجھ پر صرف پہنچادینا فرض ہے، اس سے زیادہ کوئی فرض نہیں۔

پھر سورہ تغابن میں ہے۔ **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** **فَإِنْ تَوَلَّْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ** (التغابن: ۱۳) اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو لیکن اگر تم پھر جاؤ تو ہمارے رسول پر صرف کھول کر بات پہنچادینا ہی فرض ہے۔

یہاں جو مضمون بیان ہوا ہے وہ اسی سورہ کی اور بہت سی آیات میں بھی بیان ہوا ہے۔ میں اسے مختصر آبیان کروں گا۔ پہلے کہا گیا **فَأَمْنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ** (التغابن: ۹) حکم ہے بنی نوع انسان کو کہ اللہ پر اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاو۔ اس کے بعد فرمایا۔ **وَمَنْ يُؤْمِنْ بِإِلَهٍ** (التغابن: ۱۰) جو شخص ایمان لے آئے تو اس کے متعلق بتایا کہ اس کو خدا تعالیٰ یہ جزادے گا یعنی پیار کی جنتوں میں اسے داخل کرے گا۔ پہلے کہا ایمان لاو۔ پھر کہا جو ہماری بات مان کے ایمان لے آئیں گے ان کے ساتھ پیار کا یہ سلوک ہو گا۔ پھر کہا کہ **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا** (التغابن: ۱۱) جو ایمان نہیں لا ائیں گے ان کو دوزخ میں بھیجا جائے گا،

یہ سلوک ہوگا، ان کے ساتھ۔ پھر کہا وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (التغابن: ۱۲) کہ جو شخص ایمان لاتا ہے اس کے دل کو خدا تعالیٰ ہدایت دیتا ہے، صحیح اور سچا ایمان، جو قلب سلیم کے اندر رکھتا اور اس کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پا کرتا ہے۔

یہ ہے اسلام کا مفہوم (وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ)۔ پھر کہا وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ یہ جو عظیم نعمت کہ انسان کا دل خدا تعالیٰ کی ہدایت سے پُر ہو جائے یہ تبھی تمہیں حاصل ہو سکتی ہے کہ خدا کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، کامل طور پر خدا کے حضور جھک جاؤ، اپنا سب کچھ اسے پیش کر دو، تو تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے کہا ہے يَهْدِ قَلْبَهُ تَوَيَّثُمْ لیکن فَإِنْ مُؤْمِنٌ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ کے بعد یہ کہا اگر تم پھر جاؤ، منہ پھیر لو تو اس پھر جانے سے مراد نفاق و فتن کا پھر جانا بھی ہے اور ارتاد کا پھر جانا بھی ہے۔ بڑا واضح ہے یہ مفہوم۔ یعنی چاہے تم عملًا اسلام کی راہوں کو چھوڑ دو، چاہے اعلان کرو کہ ہم اسلام کی راہوں کو چھوڑ رہے ہیں، ہر دو حالت میں تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے رسول پر نہ تمہاری بداعمالیوں کی وجہ سے کوئی ذمہ داری ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی الزام ہے آپ پر۔ اور نہ تمہارے اسلام چھوڑنے کے نتیجہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آپ کے ماننے والوں پر کوئی الزام آتا ہے۔ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلُوغُ الْمُبِينُ جو فرض ہم نے اپنے رسول پر عائد کیا ہے وہ صرف کھول کر ہماری بات کو بنی نوع انسان کے کانوں تک پہنچا دینا ہے۔

اور سب سے آخری آیت جو میں نے منتخب کی ہے آج کے لئے، وہ سورہ رعد کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَإِنْ مَا نَرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعْدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّ فِينَكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلُوغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (الرعد: ۳۱) اور جس عذاب کے بھینجنے کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یہ پہلے اس کا ذکر آ رہا ہے) اگر ہم اس کا کوئی حصہ تیرے سامنے بھیج کر تجھے دکھادیں تو ٹو بھی ان کا انجام دیکھ لے گا، اور اگر ہم اس گھڑی سے پہلے تجھے وفات دے دیں تو تجھے مابعد الموت اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کیونکہ تیرے ذمہ ہمارے حکم اور پیغام کا

صرف پہنچا دینا ہے اور ان کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ **فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ** یہاں خدا تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ پہنچانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے، حساب لینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں، حساب لینا میرا کام ہے یعنی خدا کا کام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس ماں نے اپنا بیٹا جنا ہے جو کہے کہ میرا کام حساب لینا ہے، خدا کا کام حساب لینا نہیں ہے۔

اس کے متعلق تفسیر رازی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ سَوَآءٌ أَرَيْتَكَ ذِلْكَ أَوْ تَوْفِينَاكَ قَبْلَ ظُهُورِهِ کہ جوانزاری پیشگوئیاں ہیں وہ تیرے سامنے ظاہر ہو جائیں اور عذاب آجائے یا تیری وفات کے بعد ہوں پس ایک ہی بات ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انزاری پیشگوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نہیں کرتے اور نہ بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ ذمہ داری کہ کسی سچے مومن، مخلص، ایثار پیشہ کے حق میں بشارت دیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں ہے (یہ اچھی طرح سن لیں) اور یہ کہنا کہ جوانکار کر رہا ہے، جو مخالفت کر رہا ہے، جو شرک کر رہا ہے، جو فتن میں پھنسا ہوا ہے، جو خدا سے دور چلا گیا، جس نے خدا کو ناراض کر لیا، اس کو یہ عذاب پہنچ گا، یہ انزاری پیشگوئی کرنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہیں۔ یہ کسی بھی بندہ کا کام نہیں ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے پیشگوئی کی، ہم اپنے وقت پر پوری کر دیں گے، تیرے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں فالو اجنب علیک جس چیز کا تیرے ساتھ تعلق ہے اور تجھ پر ہم نے فرض کیا ہے وہ ہے تَبْلِیغُ احْکَامِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ اَدَاءُ اَمَانَتِهِ وَ رِسَالَتِهِ کہ خدا تعالیٰ کے احکام کو دنیا تک پہنچانا اور جو امانت خدا تعالیٰ نے تیرے سپرد کی ہے اور اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت رسالت عظیٰ ہے، آپ سب رسولوں سے افضل ہیں) اس رسالت کا لوگوں تک پہنچانا، اس کی تبلیغ کرنا یہ آپ کا کام ہے۔ **وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ** اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ یہ ہے امام رازیؒ کی تفسیر۔

روح البیان میں اس کو مزید کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تبلیغ، بلاغ پہنچانا جو ہے علیکَ الْبَلْغُ ای تَبْلِیغُ الرِّسَالَةِ وَ اَدَاءُ الْاَمَانَةِ لَا غَيْرَ کہ صرف یہ ہے کام۔

اس کے علاوہ اور کوئی فرض ہی نہیں رسول کا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی رسالت کی جو امانت سپرد کی گئی ہے (امانت مختصر آپ سمجھ لیں کہ قرآن کریم کی ساری شریعت جو ہمارے ہاتھ میں قرآن دیا گیا، وہ امانت ہے) اس کو پہنچانے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرض تھا یعنی قرآن کریم کو مکمل اور کامل شریعت بغیر ایک لفظ کی تبدیلی کے بنی نوع انسان کے ہاتھ میں دینے کا فرض وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوبی سے انجام دیا (بے شمار صلوٰات اور سلام ہوں آپ پر) کہ قیامت تک اس کے اندر ہر قسم کی تبدیلی، کمی اور بیشی کے دروازے بند کر دیئے۔ بڑی محفوظ کتاب ہے۔ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ بنایا خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا، جس طرح اور بہت سے وعدوں کے پورا کرنے کا بنایا۔

آپ کا فرض تو تبلیغ رسالت اور آداء الامانۃ ہے لا غیر اس کے علاوہ کوئی فرض نہیں آپ کے اوپر جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور یہ کہتے ہیں اس کے معنی ہیں ہمارے ذمہ ہے حساب کرنا ان کا ای مجاز اُنہُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ قیامت کے دن ان کا مowaخذہ کرنا اور ان کو ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ حساب کے یہاں یہ معنی ہیں۔ عَلَيْنَا الْحِسَابُ خدا کہتا ہے کہ حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز ان کی بدیوں کی، سیئات کی سزا دینا لا علیک یہ تیرا کام نہیں ہے ان کی بدیوں کی سزا دینا۔ اس واسطے فلا یُهَمِّنَكَ إِغْرَاصُهُمُ اور اگر اعراض کرے کوئی تو اس کا کوئی خیال نہ کرو کہ یہ میری ذمہ داری تھی۔ یہ کیا ہو گیا کہ یہ تو مان نہیں رہے۔ تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں منوانا۔ وَلَا تَسْتَعِجُلْ بِعَذَابِهِمُ اور عذاب دینا جو ہمارا کام ہے اس میں بھی جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی حکمت کاملہ سے جب وقت آئے گا ہم دے دیں گے اور روح البیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”التَّاوِيلَاتُ النَّجْمِيَّةُ“ میں ہے کہ حساب کے معنی صرف سزا نہیں بلکہ جزا و سزا ہے فی الرَّدِّ وَ القُبُولِ۔

(تفسیر روح البیان۔ زیر آیت الرعد: ۲۱)

روح المعانی میں ہے۔ یہ کہتے ہیں۔

”إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ أَيُّ تَبْلِيغٍ أَحْكَامٍ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ وَمَا تَضَمَّنَهُ مِنْ

الْوَعْدُ وَالْوَعِيدُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ إِنَّمَا عَلَيْنَا مُحَاسَبَةُ أَعْمَالِهِمْ
السَّيِّئَةُ الْمَوْاخَذَةُ بِهَا دُونَ جَبْرِهِمْ عَلَى إِتْبَاعِكَ أَوْ إِنْزَالِ مَا افْتَرَ حُوْهُ عَلَيْكَ
(تفسیر روح المعانی۔ زیر آیت الرعد: ۲۱)

یہ کہتے ہیں انَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ کے معنے ہیں کہ جو احکام ہم نے تھے پر نازل کئے ہیں ان کو دنیا کے انسانوں تک پہنچانا جس کے معنے ہیں کہ جوان کو مان لیں ان کے لئے بشارتیں بھی دی ہوئی ہیں قرآن کریم میں۔ ان بشارتوں کا پہنچانا اور قرآن کریم کی شریعت میں جو انذاری پیشگوئیاں ہیں، وعدید ہیں، ان کا بھی کھول کر بیان کر دینا۔ اگر تم نہیں مانو گے تو انگریزی میں کہتے ہیں Face کرنی پڑیں گی۔ یہ باقی تھمارے سامنے آئیں گی، پھر اور اس کے تم ذمہ دار ہو گے دکھاٹھانے کے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اس کے معنے ہیں انَّمَا عَلَيْنَا مُحَاسَبَةُ أَعْمَالِهِمُ السَّيِّئَةُ کہ ان کے بد اعمال کا محاسبہ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اسی طرح ہمارے ذمہ ہے الْمَوْاخَذَةُ بِهَا کہ اس کی سزا ان کو دیں۔ محاسبہ کریں اور سزا دیں، یہ دو مفہوم پیان کئے اس تفسیر والے نے، یہ ہمارا کام ہے دُونَ جَبْرِهِمْ عَلَى إِتْبَاعِكَ اور ہم نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم ان پر جر نہیں کریں گے کہ وہ تیری اتباع کریں وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی جر نہیں کرے گا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم رسول کی اتباع کریں۔ جر نہیں کرے گا۔ جر کے بعد تو جزا و سزا کا سوال ہی نہیں رہتا۔ یہ جو ہے جر یہ جزا و سزا کی نفی ہے۔ پھر نہ جزا ہے نہ سزا ہے۔ نہ پرند کو ملتی ہے کوئی جزا نہ سزا، نہ کتوں کو، نہ اونٹ کو، نہ گھوڑے کو، نہ کسی اور چیز کو، نہ پتھروں کو، نہ ہیروں کو، نہ جواہرات کو۔ یہ تو جہاں آزادی ضمیر اور مذہبی آزادی ہے وہاں سوال پیدا ہوتا ہے عقلًا کہ انسان خود اپنی مرضی سے جو کام کرتا ہے جس کے متعلق خدا کا رسول کہتا ہے کہ خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو اگر خدا کی نگاہ میں اچھا ہے تو خدا مجھے کیا صلہ دے گا، یا اگر خدا کی نگاہ میں بُرا ہے تو مجھے کس قسم کی عقوبت سے ڈرنا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی ان پر جر نہیں کروں گا کہ تیرے اوپر ایمان لائیں۔ ہاں محاسبہ کروں گا اور مَوَاخَذَہ کروں گا۔ نیز میں یہ بھی نہیں کروں گا (إِنْزَالِ مَا افْتَرَ حُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ) کہ جو اقتراضی مجرمات تھے سے مانگتے ہیں وہ میں تجھے دے

دول۔ خدا تو خدا ہے۔ وہ لوگوں کے کہنے پر نہ مجذہ دکھاتا ہے نہ لوگوں پر جبر کرنے کا اس نے دستور بنایا ہے۔ یہ جو منصوبہ ہے بنی نوع انسان کی پیدائش اور خلق کا، اس منصوبہ کی بنیادی حقیقت آزادی ضمیر اور مذہبی آزادی ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ مَاخَلَقْتُ الْجِنََّ وَالْإِنْسََ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ (الذاريات: ۵) کہ میں نے انسان کو اس لئے بنایا کہ وہ اپنی کوشش سے میری صفات کا رنگ اپنی صفات میں بھرے۔ میرا عبد بنے۔ اگر اس قسم کی مخلوق کو عبد کہا جائے جیسے مثلاً فرشتے ہیں۔ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِنُونَ (التحل: ۵) کہ خدا جو حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں تو یہ اس آیت کے مفہوم کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ ہر حکم جو خدا کی طرف سے انہیں ملتا ہے اس پر وہ عمل کرتے ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہر حکم پر عمل بجالانے کے نتیجہ میں ان کو ایک ذرہ بھر بھی انعام نہیں ملتا۔ اطاعت ان کی نظرت میں ہے۔ کس چیز کا انعام یا کس چیز کی سزا؟ جزا اور سزا کا مفہوم ہی ایک کامل اور مکمل مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا اپنی عظیم کتاب قرآن مجید میں۔

ایک خطبہ میں نے ۲۹ ربسمبر کو دیا تھا۔ اس میں دوسری آیات تھیں۔ ایک آج دیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کریم میں اس کے علاوہ اور آیات نہیں جن میں یہ مضمون بیان ہوا ہو۔ قرآن کریم نے تو کہا ہے نُصْرِفُ الْأَلَّاِتِ (الانعام: ۶۶) ہم مضمون پھیر پھیر کے مختلف پہلوؤں سے تمہارے سامنے رکھتے ہیں تاکہ تمہیں سمجھ آجائے، عقل سے کام لینے کے قابل ہو جاؤ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ دونوں خطبے مل کر کافی وضاحت کر دیں گے ایک عقلمند کے لئے کہ اسلامی تعلیم ہے کیا؟

یہ تعلیم ہے جس کے حسن نے عرب کے دل کو جیتا تھا وہ جو تیرہ سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں کو انتہائی ظلم کا نشانہ بنانے والے تھے، ان کو جیتا۔ جرنے جیتا تھا؟ کیا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کسی جبر کا اعلان تھا؟ یا پیار کا اور آزادی کا اعلان تھا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہا کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ میرا کیا تعلق تمہارے ساتھ۔ تمہیں خدا جزادیتا ہے یا سزادیتا

ہے یہ اس کا کام ہے۔ میں تم سے کوئی بدل نہیں لوں گا۔ اتنی تکلیفیں اٹھائیں خود، مانے والوں نے تکلیفیں اٹھائیں سارا کچھ وہاں چھوڑ دیا۔ تو عجیب قوم تھی جن کے دل جیت لئے گئے تھے۔ مکہ فتح ہو گیا۔ ساری جائیدادیں اپنی جن کو چھوڑ کے گئے تھے اس طرح تھیں ان کی مٹھی میں۔ مگر ایک ایسٹ کا بھی کلیم (Claim) نہیں کیا اور اسی طرح واپس چلے گئے، مہاجر۔

تو جبر سے نہیں ہوا کرتیں یہ باتیں۔ نہ جبراً سلام میں جائز ہے۔ قرآن کریم کھول کھول کے اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ اس حسین تعلیم میں کسی انسان پر خدا تعالیٰ کی راہوں کو اختیار کرنے، نہ کرنے پر کوئی جر نہیں ہے۔ جو شخص ان راہوں کو اختیار کرے گا جن راہوں پر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم نظر آئیں گے وہ وہیں پہنچے گا۔ جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے یعنی اپنے پیدا کرنے والے ربِ کریم کی گود میں۔ اور جو شخص ان راہوں سے منہ پھیر لے گا اور شیطانی راہوں کو اختیار کرے گا جن سے خدا نے روکا ہے تو پھر نہ میرا کام ہے کہ اس پر گرفت کروں نہ کسی اور کا کام ہے نہ جیسا کہ قرآن کریم کہتا ہے یہ فریضہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا۔ خدا نے کہا یہ میرا کام ہے میں جو چاہوں گا کروں گا۔ جو تمہارا کام ہے وہ تم کرتے چلے جاؤ۔

خدا تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ جو ہمارا کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی حیثیت سے اس زمانہ میں پیدا ہو کر ساری دنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیت لینے کا ہے ہم اس کام کو توجہ اور محنت اور بیاشت اور پیار اور محبت سے کرنے والے بنیں تاکہ جو ہمارا فرض ہے جب وہ ہم پورا کر لیں اس رنگ میں کہ خدا بھی سمجھے کہ ہم نے پورا کر لیا تو خدا تعالیٰ کے عظیم انعامات اور برکات کے ہم وارث بنیں گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ صفحہ ۹ تا ۱۸)



صفات الہیہ کی کامل مظہریت محمد علیؑ

کی ذات میں ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جنوری ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تقوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں اور ان کا ترجمہ سنایا:-

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنْتُمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ فَإِنْ تَوَلُوا فَقُلْ
حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ○
(التوبۃ: ۱۲۸، ۱۲۹)

تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے۔ تمہارا تکلیف میں پڑنا اسے شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لئے خیر کا بہت بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا اور بہت کرم کرنے والا ہے۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو تو کہہ دے کہ اللہ میرے لئے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔
پھر حضور انور نے فرمایا:-

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی نویں انسان کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء جو بنی نویں انسان کی طرف بھیجے گئے ہیں وہ خاندانی لحاظ سے بھی اور اپنے خلق کے لحاظ سے بھی ہر دو جہان کے لئے رحمت ہیں۔ ہر دو جہان کے لئے اس طرح کہ دوسرے

جہان کی تمام نعماء کا تعلق پہلے جہان کے مقبول اعمال سے ہے۔ پس آپ پہلے جہان کے لئے اور دوسرے جہان کو مد نظر رکھتے ہوئے رحمة للعالمین ہیں اور آپ صفتِ حُمَنَ کے مظہر ہیں جس کی طرف ان دو آیات میں سے پہلی آیت کے دولفظ عزیز اور حَرِيْصُ اشارہ کر رہے ہیں اور مونوں کے لئے آپِ رحیم ہیں۔ پس ایک عظیم شخصیت، ایک عظیم رسول، ایک عظیم صاحبِ اخلاق، صاحبِ خلق عظیم، ایک عظیم انسان، اور انسانوں سے عظیم محبت کرنے والا تمہاری طرف آیا ہے۔ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ وَهُمْ مُخْلوقُونَ کی تکلیف دیکھنیں سکتا۔ مخلوق کی تکلیف اسے سخت گراں گذرتی ہے اور اسے ہر وقت اس بات کی ترپ پ گلی رہتی ہے کہ اے انسانو! تمہیں بڑے بڑے منافع پہنچیں۔ حَرِيْصُ عَلَيْكُمْ اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ عظیم رسول، خاتم الانبیاء، جو تعلیم لے کر آیا ہے وہ مخلوق کے ہر حصہ کے لئے رحمت ہے۔ وہ عالمین کے لئے رحمت ہے۔ وہ رحمت ہے اشجار کے لئے بھی اور پتھروں کے لئے بھی اور پانی کے لئے بھی اور معدنیات کے لئے بھی اور حیوانات کے لئے بھی وغیرہ وغیرہ۔ انسان کے علاوہ جو بھی مخلوق ہمیں اس دنیا میں نظر آتی ہے ان کے حقوق بھی اسلامی تعلیم نے بتائے ہیں اور ان کی حفاظت بھی کی ہے۔ اسلام نے یہ بھی بتایا ہے کہ ہر چیز کا کیا حق ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ اسے ملنا چاہیے۔ اصولی طور پر یہ بتایا کہ ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے اس لئے کسی چیز کو بھی ضائع نہیں کرنا یہاں تک کہ کھانے کے ایک لقے کو بھی ضائع کرنے کی اجازت نہیں۔ یہ بڑی حسین تعلیم ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی رکابی میں اتنا ہی ڈالو جتنا تم کھاسکو۔ اس کے بر عکس شیطانی وساوس انسان کو دوسری انتہا تک لے گئے۔ چنانچہ میں نے بعض جگہ پڑھا ہے کہ یونا یکٹد سٹیٹس آف امریکہ کے لوگ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ جوان کی رکابیوں میں نچ جاتا ہے وہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو سیر کرنے والا اور کفایت کرنے والا ہے یعنی وہ اتنا ضیاع بھی کرتے ہیں اور پھر اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی ہے۔ اس کی فلاح اور بہبود کے لئے پیدا کی ہے، اسے نفع پہنچانے کے لئے پیدا کی ہے، اس لئے کوئی چیز بھی اور کسی چیز کا

کوئی ذرہ بھی ضائع نہیں کرنا۔ مثلاً اسلام نے حلال پرندوں کا شکار کرنے کی اور ان کی جان لینے کی اجازت دی ہے لیکن کہا کہ جتنی ضرورت ہو اتنا شکار کرو یہ نہیں کہ ضرورت دس کی ہے لیکن سو ما رو اور نوے پھینک دو اور دس کو استعمال کرو۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو سو ما رتا ہے اور دس گھر میں استعمال کرتا ہے اور نوے اپنے دوستوں و اتفاقوں اور ہمسایوں وغیرہ میں تقسیم کر دیتا ہے تو وہ ضرورتِ انسانی کو پورا کرتا ہے لیکن اسلامی تعلیم نے کسی چیز کو ضائع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ صفتِ رحمانیت کی مظہر ہے جو ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔

پھر حیوان ہیں جو انسان کی خدمت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ حیوانات میں سے بعض ایسے ہیں جو زندہ رہ کر انسان کی خدمت کرتے ہیں ان کو مارنے کی اجازت نہیں اور بعض حیوانات ایسے ہیں جن کو مار کر انسان کی خدمت لی جاتی ہے۔ مثلاً وہ کھانے کے کام آتے ہیں یا مثلاً ادویہ میں کام آتے ہیں یا بعض اور کاموں میں انسان حیوانوں کو استعمال کرتا ہے۔ اس صورت میں ان کی جان لینے کی اجازت ہے۔

پس بوقت ضرورت انسانی خدمت کے لئے جان لینے کی اجازت ہے لیکن اس جانور کے متعلق بھی کہ جسے ذبح کر کے کھانے کی اجازت ہے یہ اجازت نہیں کہ اسے دکھ دیا جائے اور تکلیف پہنچائی جائے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات کے لئے بھی رحمت ہیں۔ اس لئے کہ جس غرض کے لئے ان کے رب نے انہیں پیدا کیا اُس غرض کو پورا کرنے کی تعلیم دی اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے انہیں ضیاع سے بچایا اور تکلیف اور دکھ سے بچایا لیکن انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کی اجازت دی۔

اور آپ انسانوں کے لئے بھی رحمت ہیں جیسا کہ فرمایا عزیز علیہ مَا عِنْتُمْ اس پر سخت گراں گذرتا ہے کہ انسان کو تکلیف پہنچ۔ اسلامی تعلیم نے ہر انسان کو خواہ وہ بت پرست ہی کیوں نہ ہوتکلیف سے بچانے کی ہدایت دی ہے اور یہاں تک کہا ہے کہ لَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ (الانعام: ۱۰۹) کہ جو لوگ خدا کے شریک بناتے ہیں ان کے شرکاء کو بھی (باوجود اس کے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے) گالیاں مت دو کیونکہ اس

طرح بُت پرستوں کے جذبات کو ٹھیس لگے گی اور انہیں تکلیف پہنچے گی۔ بُت میں تو کوئی جذبہ نہیں ہے کہ اگر اسے گالی دی جائے تو اسے تکلیف پہنچ۔ انسان کو تکلیف سے بچانے کے لئے، کافر کو اور مشرک کو تکلیف سے بچانے کے لئے گالی دینے سے منع کیا۔ حالانکہ شرک ایک انتہائی گناہ ہے اور اس کے متعلق اعلان کیا گیا کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے لیکن خدا کہتا ہے کہ شرک کے گناہ کار کو بھی اس دنیا میں عذاب دینا یا آخرت میں جہنم میں پھینکنا میرا کام ہے۔ تمہیں یہی ہدایت ہے کہ تم نے کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی کیونکہ تم اس عظیم انسان کی طرف منسوب ہوتے ہو جو رَحْمَةُ اللَّٰهِ لِلْعَلَمِيْنَ بناء کر دنیا کی طرف بھیجا گیا۔

اور فرمایا کہ وہ عظیم انسان جیسا کہ انسانوں میں سے غیر م蒙نوں کے لئے مشق اور ہمدرد ہے وہ موننوں کے لئے مشق اور ہمدرد ہونے کے علاوہ ان سے محبت اور پیار کرنے والا اور ان پر کرم کرنے والا ہے یعنی جہاں تک مونن کا سوال ہے وہ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمیت کا مظہر ہے اور جہاں تک انسانوں میں سے کافر کا سوال ہے، ابیل کفر کا سوال ہے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں یا عملًا اسلام سے باہر ہوں اور فاسق فاجر ہوں ان کے لئے وہ خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کا مظہر کامل ہے۔ آپ نے ان کی ہدایت کے لئے کوشش کی۔ ان کے لئے تڑپے ان کے لئے دعائیں کیں اور ان کے لئے بخุ کی حالت پیدا ہو گئی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ تو ان کی خاطرا پتی جان کو ہلاک کر دے گا۔ آپ نے ان سے دشمنی نہیں کی اور ہمیں بھی ان سے دشمنی کرنے سے منع کیا اور ان سے شفقت اور ہمدردی اور خدمت کا سلوک کرنے کی تعلیم دی۔ یہ ہمدردی یہ شفقت اور یہ خدمت کی تعلیم مونن کے لئے بھی ہے اور کافر کے لئے بھی لیکن مونن کے لئے اس کے علاوہ اور اس سے بڑھ کر محبت کی تعلیم دی اور اخوت کی تعلیم دی اور ان کی طبائع کو اور ان کی عادات کو بدل کر ان کو ایک برادری اور ایک بنیان موصوص کی طرح بنادیا۔ پس وہ رحیم ہے۔

بڑے عظیم ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر انسان کا کام نہیں کہ وہ آپ کی عظمت کو پوری طرح سمجھ بھی سکے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم اور شریعت لے کر آئے وہ بھی ایک کامل تعلیم اور شریعت ہے اور وہ کامل ہدایت ہے۔ اس کامل تعلیم کا انکار کرنے والوں کے

متعلق انگلی آیت میں کہا گا اُنْ تَوَلُّوَا کہ اگر کوئی تمہاری عظمت کو نہ پہچانے اور اس تعلیم اور شریعت اور ہدایت سے پھر جائے، منہ موڑ لے، پیٹھ پھیر لے تو اس کا تم پر ردعمل یہ ہے کہ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ کہو کہ میں مُسَيِّطُرُ نہیں ہوں کہ تمہیں زبردستی ایمان لانے پر مجبور کروں خواہ تمہارے دل میں ایمان نہ ہو اور نہ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں تمہیں اس دنیا میں کوئی سزا یا عذاب دوں۔ اس دنیا کے عذاب کے متعلق انذاری پیشگوئیاں میری وساطت سے تم تک پہنچی ہیں لیکن ان پیشگوئیوں کو پورا کرنا اس رنگ میں جس رنگ میں کہ یہ پوری ہوں گی یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آپ قیامت تک کے نوع انسان کی خدمت کرنے والے اور حیوانوں کی خدمت کرنے والے اور دوسری مخلوقات کی خدمت کرنے والے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ اعلان کردو کہ میں اس پر قسم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میرا تم پر کوئی احسان نہیں۔ میں تمہارے لئے تو یہ کام نہیں کر رہا میں تو اپنے خدا کے پیار کے حصول کے لئے یہ کام کر رہا ہوں۔ فَقُلْ لَپَنْ یہ اعلان کرو کہ حَسْبِيَ اللَّهُ میرے لئے کافی ہے۔ کسی اور سے اجر کی یاد لے کی مجھے ضرورت نہیں۔ نہ خواہش ہے اور نہ میں لینا چاہتا ہوں لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ایک واحد یگانہ ہے جس کے امر سے اور اس کے عشق میں مست، بنی نوع انسان کی اور دوسری مخلوقات کی خدمت پر لگا ہوں عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ۔ اسی خدائے واحد یگانہ پر میرا توکل ہے۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اور وہ مالک کو نہیں ہے۔

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ کے ایک معنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر دو جہان کے مالک کے بھی کہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر دو جہان سے اپنے تقدس اور اپنی بزرگی کے لحاظ سے اس بلند مقام پر ہے کہ جہاں سے ہر دو جہان اس کی نظر کے نیچے ہیں اور وہ علام الغیوب ہے، کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے پس وہ ہستی جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اس پر میرا توکل ہے وہ جو مالک ہے اور قادر ہے اور پیار کرنے والا ہے اور اتنی نعماء دینے والا کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ اس پر میرا توکل ہے حَسْبِيَ اللَّهُ وہ خدا میرے لئے کافی ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ تمہارے ساتھ میرا تعلق شفقت کا ہے، تمہارے ساتھ میرا تعلق اس پر بیشانی کا ہے کہ تم گناہ

میں ملوث ہو کر خدا تعالیٰ سے دور کیوں جا رہے ہو اور اس کے غصب کو کیوں بلا رہے ہو۔ اس کے غصب کو کیوں دعوت دے رہے ہو۔ اگر تم انسان کے علاوہ دوسری مخلوق ہو تو تمہارے ساتھ میرا تعلق یہ ہے کہ جس غرض کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے اس غرض کے لئے تمہارا استعمال ہو اور اگر انسان ہو تو تمہارے ساتھ میرا تعلق یہ ہے کہ میں تمہیں اس خدائے واحد و یکانہ کی طرف دعوت دوں کہ جو ہر انسان کے لئے وہی اکیلا کافی ہے اور اگر مومن ہو تو تمہارے ساتھ میرا تعلق بمشعر ہونے کے لحاظ سے عظیم بشارتیں تم تک پہنچانے کا ہے اور تم سے محبت کرنے کا ہے اور تم پر کرم کرنے کا ہے لیکن تم پر توکل کرنے کا میرا تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ خدا میرے لئے کافی ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی پر میرا توکل ہے اور اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں نہ کسی اور نے پیدا کیا اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ وہ انسان کی قوتیں اور استعدادوں کو سمجھ سکے اور ان کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے، اسے پیدا کر سکے یا مہیا کر سکے اور خدا کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اسی پر توکل کرتے ہوئے میں اس کی طرف جھلتا ہوں اور اسی سے امید رکھتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان وعدوں کے مطابق اور ان بشارتوں کے مطابق سلوک کرے گا جو مجھ سے کی گئی ہیں۔

چنانچہ آپ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انسانوں سے جو سلوک کروایا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ایسے گروہ پیدا ہو گئے کہ جو علی وجہ البصیرت یا عادتاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھینجے والے آپ کے احسانات کا علی وجہ البصیرت یا لوگوں سے سن کر شکر ادا کرنے والے ہیں اور دعائیں کرنے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر اور احسن سے احسن رحمتیں اور برکات اور فضل زیادہ سے زیادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرے اور یہی درود کے معنی ہیں۔ پس قیامت تک درود بھینجے والے گروہ پیدا ہو گئے۔ میں نے آپ کو بھی کہا تھا کہ روزانہ اتنی بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو۔ کئی دفعہ میں سوچتا ہوں کہ اگر ساری جماعت میرے حکم پر عمل کرے تو صرف جماعت احمدیہ کی طرف سے روزانہ اربوں درود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ رہے ہوں۔ یہ ہے اس توکل کا نتیجہ اور اس اعلان کا کہ حسینی اللہ خدا میرے لئے

کافی ہے۔ چنانچہ اس نے یہ سامان پیدا کر دیئے اور مرنے کے بعد جو نعمتیں انسان کو ملتی ہیں، جن میں سے سب سے بڑا حصہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ تو اتنی اعلیٰ اتنی بلند اور اتنی ارفع اور اتنی لذیذ ہیں کہ انسان ان کا اندازہ نہیں لگا سکتا لیکن لذیذ اس محدود معنی میں نہیں جس معنی میں ہم اس دنیا میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں بلکہ اس معنی میں کہ جسے ہم سمجھ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہی کہا گیا ہے کہ جنت کی نعماء کو تم سمجھ نہیں سکتے۔ تمہارے یہ دنیوی حواس ان بالتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ پس وہاں تو وہاں کے مطابق خدا تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک کرے گا۔

لیکن اس میں ہمیں بھی ایک سبق دیا گیا ہے۔ ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرو۔ ہمیں یہ کہا گیا ہے کہ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر صفات باری بن کر عزیز اور حریص اور راء وف اور رحیم کی صفات کا اظہار کیا تھم بھی ان صفات کا رنگ اپنی صفات پر چڑھاؤ اور دنیا میں یہ اعلان کرو کہ ہم دنیا کے خادم تو ہیں مگر دنیا کے مزدور نہیں۔ ہم نے دنیا سے اجرت نہیں لینی۔ ہم نے جو لینا ہے اس عزیز ہونے اور حریص ہونے اور راء وف ہونے کے نتیجہ میں وہ اپنے رب سے لینا ہے اور جہاں تک ہمارا اپنے رب سے تعلق ہے۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ اور اسی پر ہمارا توکل ہے اور ہم علی وجہ البصیرت یہ یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا ربُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی صفات کی صحیح معرفت عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو اور آپ کی عظمت اور رفتہ کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا کرے کہ ہم ان را ہوں پر چلیں جن را ہوں پر چل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربَّ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ کے پیار کو حاصل کیا۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۹ اپریل ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۴)



بے شمار برکات کی حامل

عظیم کتاب قرآن کریم

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمانوں اور زمین اور ان کی ہر چیز پر غور کرتے اور ان کی صفات کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ ساری کائنات ہر چیز اور اس کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ بندھی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر نے اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین نے سارے جہانوں کو بثولیت انسان ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا اور ایک دوسرے کے ساتھ ان کا ربط پیدا کر دیا۔

یہ دنیا جو ہے۔ یہ کائنات جو ہے اس کی ہر چیز میں خدا تعالیٰ کی صفات کے بے شمار جلوے ظاہر ہوئے اور اس کے نتیجہ میں ہر چیز کی صفات غیر محدود اور بے شمار بے حد و بست ہیں اور جو چیزیں خدا تعالیٰ نے پیدا کیں ان کا شمار کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں اور انسان کو یہ کہا کہ یہ بے شمار چیزیں جن کا احاطہ ہمارا ذہن بھی نہیں کر سکتا ایک وقت میں یہ تمہاری خادم بنا کر پیدا کی گئی ہیں۔

قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ ہر چیز انسان کی خادم بنائی گئی اور انسان کو اس کائنات کی ہر چیز سے خدمت لینے کی صلاحیت اور طاقت دی گئی۔ اگر یہ طاقت نہ ہوتی انسان کے اندر تو یہ اعلان کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیة: ۱۲)

کہ بلا استثناء ہر دو جہاں کی ہر چیز انسان کے لئے انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے بے معنی ہو جاتی لیکن انسانی زندگی، نوع انسان کی زندگی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کو اتنی زبردست، اتنی وسیع طاقتیں دی گئی ہیں کہ ساری دنیا کی چیزوں کو اپنے احاطہ علم میں لانا اُس کے لئے ممکن ہو گیا اور ان سے خدمت لینا اُس کے لئے ممکن ہو گیا لیکن چونکہ بے شمار صفات ایک ایک چیز میں اس کا نتات کی ایک ایک چیز میں ہیں اور یہ اشیاء بھی انفرادی طور پر بے شمار ہیں اس لئے انسانی ارتقائی زندگی میں، نوع انسان کی جو زندگی ہے اُس میں کوئی ایسا مقام نہیں آ سکتا کہ انسان یہ کہے کہ جو کچھ خدا نے پیدا کیا اس کا پورے کا پورا علم مجھے حاصل ہو گیا۔ نہ انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ نے مجھے طاقتیں دی چھیں اُن سب کا میں نے استعمال کر لیا۔ انسانی طاقتوں کا بھی تدریجی استعمال ہو رہا ہے اور جن اشیاء سے اور جن اشیاء کی جن صفات اور خواص سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے ان کا استعمال بھی آہستہ آہستہ انسان کر رہا ہے اور وہ علوم جو ہیں وہ آہستہ آہستہ انسان کے سامنے آ رہے ہیں۔ یہ چھپی ہوئی چیزیں ہر روز ایک رنگ میں، دوسرے رنگ میں، تیسرا رنگ میں، چوتھے رنگ میں انسان کے سامنے آ رہی ہیں۔ انسان کی اپنی طاقتیں بھی انسان کے سامنے اسی طرح بتدریج آ رہی ہیں۔ بڑے بڑے دماغ دنیوی لحاظ سے ایک وقت میں ایک بات کے متعلق کہتے ہیں کہ خدا کا قانون اس شکل میں کام نہیں کر رہا۔ ابھی پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ہمارے فزیسیٹ (Physicist) جو ہیں انہوں نے ایک اصولی طور پر تھیوریکل ایک فارمولہ بنایا کہ اس فزکس کے میدان میں یہ حقیقت ہے اور اس کے متعلق ایک بہت بڑا سائنسدان اس سے پہلے کہہ چکا تھا کہ میں نے بڑی کوشش کی اور بڑا غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ حقیقت نہیں ہے لیکن وہ حقیقت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے سامنے آگئی لیکن اس مادی دنیا میں جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے اس میں محض تھیوریز، اصول تو نہیں چلتے۔ جب تک لیبارٹریز میں وہ اصول صحیح ثابت نہ ہوں۔ چنانچہ وہ اس قسم کا اہم مسئلہ ہے فزکس کا کہ دنیا میں سب سے بڑی جو لیبارٹری اس کا ٹیکسٹ کرنے کے لئے۔ اس وقت آگے اور بن رہی ہیں اس سے بھی بڑی لیکن اس وقت جو سب سے بڑی لیبارٹری ہے وہ امریکہ میں ہے اور انہوں نے کئی سال کے تجربوں کے بعد

پچھلے سال جب میں لندن میں تھا تو اس وقت انہوں نے اعلان کیا کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اور ڈاکٹر سلام نے جو تھیوری پیش کی ہے دنیا کے سامنے وہ درست ہے۔ ہماری لیبارٹری ٹیسٹ نے اس کو صحیح ثابت کیا ہے حالانکہ اس سے پہلے چوٹی کے سائنسدان اسے غلط قرار دے چکے تھے۔ یہ میں مثال اس لئے دے رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے انسان کے احاطہ علم میں نہیں آ سکتے۔ خود انسان کی طاقتیں بھی اس کے علم میں نہیں آ سکتیں۔ یہ مثال دونوں کو ثابت کرتی ہے یعنی نیوٹن کے وقت انسان کے علم میں یہ نہیں تھا کہ اس بات کو صحیح ثابت کر سکے لیکن بعد میں جو خدا تعالیٰ نے انسان کو طاقتیں عطا کی ہیں انہوں نے ثابت کیا وہ بعد میں پتہ لگا اور جب تک انسان اس کرڑہ ارض پر ہے اور میں اس وقت اس کرڑہ ارض کی بات کر رہا ہوں اس وقت تک انسان کا علم بڑھتا چلا جائے گا۔ کائنات کا علم انسان زیادہ حاصل کرتا چلا جائے گا اپنی طاقتیں کا علم بھی زیادہ حاصل کرتا چلا جائے گا کیونکہ ہر نئی دریافت انسان کے سامنے دو حقوق پیش کرتی ہے۔ ایک یہ کہ کائنات کی یہ حقیقت ہے اور دوسرے یہ کہ انسان کو یہ طاقت عطا کی گئی تھی کہ اس حقیقت کو معلوم کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔

یہ اتنا بڑا نظام جو ہے کہ بے شمار چیزیں ہر چیز میں بے شمار خواص۔ انسان کو یہ طاقت کہ ہر چیز کے بے شمار خواص میں سے اپنے اپنے وقت میں حصہ لیتا چلا جائے دنیا سے واقفیت بھی اس کی زیادہ ہو، اپنے نفس سے بھی اس کی واقفیت زیادہ ہوتی چلی جائے۔ یہ صرف اس لئے نہیں بنایا گیا تھا کہ کھاؤ پیو اور مر جاؤ اور اس زندگی کے بعد دنیوی زندگی نہیں بلکہ یہ نظام تو خود اس کی وسعت اور اس کی Grandeur جو ہے اور اس کی شان اور عظمت جو ہے خدا تعالیٰ نے جو نظام قائم کیا ہے کہ ایک طرف ساری دنیا کو اور دوسری طرف انسان کو دنیا سے فائدہ اٹھانے کے لئے پیدا کیا یہ بتاتا ہے کہ محض چند سالہ زندگی جو صرف کھانے پینے اور عیش کرنے پر مشتمل ہو اس غرض کے لئے اتنا بڑا منصوبہ جو ہے وہ خدا تعالیٰ نہیں بن سکتا۔ اس لئے خود ہماری عقل علاوہ آسمانی ہدایت کے خود ہماری عقل ہمیں کہتی ہے کہ ہم پھر اس سے آگے چلیں اور سوچیں کہ یہ اتنا بڑا نظام جو بنایا گیا انسان کے فائدہ کے لئے اور انسان کو جو اتنی طاقتیں عطا کی گئیں کہ وہ ان سے فائدہ حاصل کرے۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ تو اس کا مقصد یہ تھا کہ انسان

اپنی ذہنی طاقتوں سے دنیا کا علم اور پھر اس سے فائدہ حاصل کر کے اپنی اخلاقی زندگی میں ایک جلا اور ایک روشنی پیدا کرے اور اپنے حسن اخلاق کے جلوے ایک دوسرے پر ظاہر کرے اور اپنے ذہن کو اخلاق کی حاکمیت کے نیچے رکھئے اور یہ اس لئے تھا کہ جو اخلاق کا حصہ ہے انسانی زندگی میں اس انسانی زندگی کے حصے کو اپنی روحانیت کے نیچے رکھئے کہ وہی آخری مقصد ہے انسان کی زندگی کا۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنََّ وَالْإِنْسََ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاريات: ۵)

اور جو روحانی زندگی ہے جس طرح نہ ختم ہونے والے جو علوم ہر دو جہان میں پائے جاتے ہیں یعنی ہر چیز کی صفات اتنی ہیں کہ انسانی علم اور انسانی تحقیق ان کو اپنے احاطہ میں لے کر آخری صفت تک نہیں پہنچ سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خشیش کے ایک دانے میں بھی اتنی صفات ہیں کہ جب تک انسان اس پر ریسرچ کرتا چلا جائے اس کے اندر تحقیق کرتا چلا جائے وہ خواص ختم نہیں ہوں گے ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا اس طرح نکلتے چلے جائیں گے اور یہ حقیقت ہے۔ ہمارا مشاہدہ تحقیق کی سائنس کی دنیا میں یہی ہے کہ کسی چیز کے خواص جو ہیں وہ ختم نہیں ہوتے۔ کچھ عرصہ نئی ایجاد ہوتی ہیں پھر جس طرح جانور جگائی کرتے ہیں کھانا چبائے کی اسی طرح انسان کی عقل جو ہے اسے ہضم کرنے کے لئے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک وقت اس میدان میں خاموش رہتا اور آگے نہیں بڑھتا، کھڑا رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اگلی نسل اگلے قدم اٹھاتی ہے پھر اس سے اگلی نسل جیسے بھی حالات ہوں اسی میدان میں پھر وہ آگے بڑھتا ہے۔ پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کہا گیا تھا کہ ہم نے اس میدان میں جو کچھ حاصل کرنا تھا وہ کر لیا اور کچھ نہیں کر سکے وہ غلط ہے۔ ہزارہا مثالیں اس کی سائنس کی دنیا سے پیش کی جاسکتی ہیں۔

روحانی ہے اب جس طرح مادی دنیا جس کو ہم کائنات کہتے ہیں آسمان و زمین، ہر دو جہان اُن کی اشیاء اپنی تعداد میں بے شمار، ہرشے، ہر چیز کی صفات خدا تعالیٰ کے غیر محدود جلوؤں کے اثر کے نیچے آنے کی وجہ سے بے شمار، انسان اس کا علم چونکہ اُس نے فائدہ اٹھانا ہے بے شمار اشیاء کی بے شمار صفات کا علم حاصل کر کے اُس سے فائدہ اٹھانے کی جو طاقت ہے

وہ بھی غیر محدود ہمیں سمجھنی پڑے گی۔ جہاں تک غیر محدود خدا تعالیٰ کے مقابلے میں تو ہر چیز محدود ہے۔ انسانوں کے نقطہ نگاہ سے وہ نہ ختم ہونے والی چیز ہے اسی طرح جو روحانی زندگی ہے اُس میں بھی کوئی غیر محدود چیز ہمارے ہاتھ میں ہونی چاہیے تب ہم اسی شکل میں آگے روحانی میدان میں بڑھ سکتے ہیں اور وہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قرآن کریم کی شکل میں ایک ہدایت ملی جس نے یہ اعلان کیا اور سچا اعلان کیا کہ یہ ایک ایسی تعلیم ہے کہ قیامت تک دُنیا کے ہر خطہ کے انسان کو جو بھی مسئلہ درپیش ہوگا، اس کا حل اس کے اندر سے نکل آئے گا۔ چودہ سو سال کی انسانی زندگی یہ بتا رہی ہے کہ کسی صدی میں بھی کوئی ایسا مسئلہ انسان کے سامنے نہیں آیا اور میں یہ علی وجہ بصیرت بات کر رہا ہوں۔ کسی صدی میں بھی انسان کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ نہیں آیا کہ انسان نے قرآن کی طرف توجہ کی ہو اُس کے حل کرنے کے لئے اور اُسے حل نہ کر سکا ہو۔ اگر قرآن کریم کی طرف توجہ ہی نہ کی ہو تو قرآن کریم پر تو ازام نہیں عائد ہوتا لیکن کسی صدی میں بھی کوئی ایسا مسئلہ انسان کو پیش نہیں آیا کہ قرآن کی طرف توجہ کی گئی ہو اور وہ مسئلہ حل نہ ہو سکا ہو اور کوئی صدی ایسی نہیں گزری کہ جس میں خدا تعالیٰ نے ایسے لوگ نہ پیدا کئے ہوں جو قرآن کریم کی طرف توجہ نہ کرنے والے ہوں۔

تو ہر صدی میں مطہرین کا ایک گروہ پیدا ہوا جو قرآنی علوم خدا سے سیکھ کر اپنے زمانہ اور اپنے علاقہ کے مسائل کو حل کرنے والے تھے مثلاً کئی دفعہ پہلے بھی نام آیا ہے وہ دُور کا علاقہ ہے وہ دُنیا کے نزدیک بہت تحریر سے اُس کا نام لیا جاتا ہے، افریقہ کا براعظہ۔ تو اس میں عثمان فودیؒ خدا کے ایک پیارے پیدا ہوئے جن کی وفات ہوئی ۱۸۷۱ء میں اغلبًا ۱۸۱۸ء میں ہے اور ان کے علاقے میں بننے والے انسانوں کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اسلام سے دور چلے گئے تھے اور بے شمار بدعات اسلامی تعلیم کے اندر وہاں پیدا ہو گئی تھیں اور جو حقیقی روحانی برکات وہ حاصل کر سکتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض سے اس سے وہ محروم ہو گئے تھے یہ تھا ان کا مسئلہ۔ خدا تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا اور انہوں نے کہا خدا نے مجھے اس لئے کھڑا کیا ہے کہ میں جو اسلام میرے علاقہ میں سمجھا جاتا ہے جس میں بے شمار بدعات شامل ہو گئی ہیں بدعات سے پاک کر کے امت نبویؐ یعنی قرآن کریم کی ہدایت پر جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا اُس شکل میں

اسلام آج مسلمانوں کے سامنے پیش کروں اور ان کی اس بُنیادی جو ان کے اندر کی تھی یا جو بُنیادی ضرورت ان کو درپیش تھی، اُس کو پورا کروں۔

اس وقت ہمارے اس زمانہ میں جو مہذب دُنیا کھلاتی ہے ترقی یافتہ دُنیا کھلاتی ہے میں نے بڑا غور کیا میں میں نے ان سے باقیں کیس میں نے ان کو سمجھایا کسی نے اس سے انکار نہیں کیا کہ انہوں نے مسائل پیدا زیادہ کئے ہیں، مسائل حل کم کئے ہیں اور جو مسائل وہ حل نہیں کر سکے وہ صرف اسلام حل کرتا ہے اور وہ باقیں ان کے سامنے رکھیں اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہنے کی کہ جو حل اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہمارے ذہن اُسے قبول نہیں کرتے۔ یہ تو ان کے آثار تھے کہ ہم اپنی عادات سے مجبور ہو کر ان کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں مگر کسی ایک کو یہ کہنے کی جرأت کبھی نہیں ہوئی کہ ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ اگر تو عادات سے مجبور ہو کر گند میں زندگی گزارنا چاہتے ہو تو تمہاری بدقتی ہے۔

تو قرآن کریم کی عظیم ہدایت بے شمار برکات لئے ہوئے ہمارے پاس موجود ہے اور قرآن کریم کا ہر حکم انسان کی ہر طاقت (میں نے بتایا کہ انسان کو اتنی طاقتیں دی گئی ہیں کہ ہر دو جہان کی ہر چیز کی صفات سے اس نے علم حاصل کر کے فائدہ حاصل کرنا ہے) تو انسان کی ہر طاقت کی راہنمائی کرنے والا ہے تاکہ ابتداء سے اُسے پکڑے اور خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچانے تک اس کی ہدایت کرتا چلا جائے۔

تو قرآن کریم کا کوئی حکم ہم پر بار نہیں۔ انسان کے لئے کوئی تنگی پیدا کرنے والا نہیں ہے بلکہ فراغی پیدا کرنے والا ہے۔ انسان کو دُکھ دینے والا نہیں سکھ کے سامان پیدا کرنے والا ہے۔ ہر وہ حکم جس میں ہمیں کہا گیا ہے کہ ایسا کرو وہ ہماری ہر قسم کی جو طاقتیں ہیں ان کی راہنمائی کر کے خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچانے والا ہے ہر وہ نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ایسا نہ کرو، وہ ہمیں ان چیزوں سے روکتی ہے جو خدا تعالیٰ کے دربار تک پہنچانے میں روک ہیں۔

پس یہ عظیم کتاب ہے جو ہمیں دی گئی اور ہمارے فائدے کی کتاب ہے۔ ہمارے فائدے کی کتاب ہے مضمون بہت بڑا بن جاتا ہے اگر میں اُس تفصیل میں جاؤں۔ پھر کبھی موقع ملا، خیال آیا تو کردوں گا۔ ہمارے فائدے کی کتاب ہے اس معنی میں کہ ہماری جسمانی ضرورتیں

جو ہیں ان کو پورا کرنے والی ہے۔ ہمارے فائدہ کی کتاب ہے اس معنی میں کہ ہماری ذہنی جو ضرورتیں ہیں ان کی راہنمائی کرنے والی ہے کس طرح ان کو پورا کیا جائے۔ ہماری جو اخلاقی ضرورتیں ہیں ان کو پورا کرنے والی ہے اور جو ہماری روحانی ضرورتیں ہیں وہ ہمیں صراط مستقیم دکھا کر اس خدا کی طرف لے جانے والی ہیں جس نے انسان کو پیدا کیا۔ پیدا اس لئے کیا تا اس کی صفات کا مظہر بنے کہ اس کی ہر صفت کے جلوؤں سے وہ اس کی نعمتوں کو حاصل کرے۔

کتنے وسیع دروازے تمہارے لئے کھلے ہیں خدا تعالیٰ کی برکات کے حصول کے۔ یہ ہے قرآن جو ہمارے ہاتھ میں ہے اور اس قرآن کا جو اہم اگردنوں پر ہے۔ ہماری گرد نیں اس جوئے کے نیچے ہیں اور قرآن کی شریعت ہماری شریعت ہے اور آج اگر کوئی انسان کہے کہ نہیں ہم اپنی شریعت بنائیں گے تو ہم نہیں اُس کو قبول کرنے کیلئے تیار۔ ہمیں تو صرف قرآن کریم کی شریعت ہی منظور ہے وہی کافی ہے۔ علی وجہ بصیرت ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ قرآن کریم ہی ہماری تمام ضرورتوں کو پورا کرتا اور ہماری جو آخری ضرورت کہ خدا تعالیٰ کا پیار ہمیں حاصل ہوا اور اس کے پیار کے جلوے ہم اسی دُنیا میں اس زندگی میں دیکھنے والے ہوں یہ ہمیں قرآن سے ملتا ہے۔ قرآن کریم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت کچھ کہا وہ پڑھا کریں تاکہ آپ کے پیار میں ہر روز ایک نئی شدت، ایک نیا جوش پیدا ہو۔

قرآن خدامنا ہے، خدا کا کلام ہے، خدا کی باتیں ہیں اور خدا تک لے جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے ہمارے سامنے آ جاتے ہیں اس کے نتیجہ میں اس پر عمل کر کے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم قرآن کریم کو سمجھیں۔ اُس پر عمل کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم کی ہدایت کی روشنی میں ہم ہماری کوششیں اُن صحیح رستوں پر گامزن ہوں جس کے نتیجہ میں ہمیں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوا اور اس کے نیچے جو دوسری برکات ہیں اخلاق کے میدان میں حُسن خلق اور ذہن کا جلا اور صحیح معنی میں جسمانی صحت وہ بھی ہم سب کو حاصل ہوا وہیں خدا تعالیٰ ہمیشہ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی توفیق عطا کرتا رہے جن کے طفیل ہم نے اس عظیم کتاب قرآن مجید کو حاصل کیا۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

ہمارے ایک احمدی طفل کا ذہن

بھی تباہ نہیں ہونا چاہیے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ فروری ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ اس لئے میں مختصرًا کچھ کہوں گا لیکن کہوں گا ایک نہایت ہی اہم معاملہ کے متعلق اور وہ معاملہ ہے ہمارے بچوں کا جن کو ہم اپنی اصطلاح میں اطفال الاحمدیہ کہتے ہیں یعنی احمدیت کے بچے۔ کل فیصل آباد سے بیس کے قریب اطفال مجھے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے لیکن چونکہ ملاقاتی بہت سے ہوتے ہیں۔ اس لئے میں اپنی خواہش کے مطابق ان کو وقت نہیں دے سکا تھا تھوڑا سا وقت نہیں دیا تھا ان سے میں نے کچھ بتیں سیکھیں اور انہی کے متعلق میں اس وقت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ایک تو میں نے ان سے یہ بات سیکھی کہ والدین اپنے بچوں کی صحت کا پورا خیال نہیں رکھتے۔ بچوں کی غذا میں ایک ضروری حصہ دودھ کا ہے۔ دودھ کے اندر ایک ایسا کیمیاولی جزو ہے جس کا دماغ کے ساتھ تعلق ہے۔ حافظتی اور ذہن دونوں کے ساتھ تعلق ہے ابھی تک سائنس نے معلوم نہیں کیا کہ وہ کیا چیز ہے لیکن کوئی ایسی چیز ہے جس کا تعلق ذہن کے ساتھ ہے یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ گائے کا دودھ پینے والے بچیں کا دودھ پینے والے بچوں کے مقابلہ میں زیادہ ذہن ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دودھ میں کوئی ایسی چیز ہے جو ذہن کی پروش کرتی ہے اور بچیں کے مقابلہ میں گائے کے

دودھ میں وہ چیز زیادہ ہے اور بچے کے لئے دودھ پینا ضروری ہے کیونکہ جس طرح یہ اس کے دوسرے جسمانی اعضاء کی نشوونما کی عمر ہے اسی طرح یہ اس کے ذہن کی نشوونما کی بھی عمر ہے۔ ہمارے ملک میں ایک مشکل ہے اور اسی کے متعلق میں نے ان سے سوال بھی کیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم دودھ پیتے ہو؟ تو مجھے جواب تسلی بخش نہیں ملا۔ میں نے انہیں کہا کہ میں اس لئے یہ سوال کر رہا ہوں کہ آجکل دودھ کی بجائے کچی لسی مہیا ہے۔ دودھ تو اسے کہتے ہیں جو بھینس یا گائے کے تھنوں سے نکل اور خالص شکل میں ہمیں ملے لیکن اگر دودھ بیچنے والے اس میں ۶۰ فیصد پانی کی ملاوٹ کر دیں تو وہ دودھ اس شکل میں تونہ رہا جس میں خدا تعالیٰ نے انسان کی صحت کو قائم رکھنے کے لئے اسے پیدا کیا تھا بلکہ وہ تو کچی لسی بن گیا۔ (کچی لسی ہمارا محاورہ ہے جسے سب جانتے ہیں) کراچی کے ایک عزیز دوست نے مجھے ایک لطیفہ سنایا انہوں نے بتایا کہ ان کے قریب گوجر رہتے تھے انہوں نے ان کو کہا کہ تم جو مرضی قیمت لے لو مگر ہمیں بچوں کے لئے خالص دودھ چاہیے وہ ہمیں دے دیا کرو۔ تو انہوں نے کہا کہ خالص دینا تو بڑا مشکل ہے ہم یہ کر سکتے ہیں کہ اُنھی فی سیر زیادہ لے لیں اور پانی ۶۰ فیصد کی بجائے صرف ۴۰ فیصد ملایا کریں۔ بڑے پیانہ پر یہ انتظام تو خدا تعالیٰ ہی کر سکتا ہے کہ قوم کو یہ عقل دے کہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں اپنے ہاتھ سے ایسی ملاوٹ نہ کیا کریں جس سے ان کی افادیت کم ہو جائے یا نقصان دہ بن جائیں کیونکہ پانی ملانے والے ضروری نہیں کہ صاف پانی ملائیں بعض دفعہ جو ہڑ کا پانی چھپڑوں کا پانی ملا دیتے ہیں جن میں بیماریوں کے کیڑے ہوتے ہیں، مضر صحت پانی ہوتا ہے وہ دودھ کے اندر ملا دیا جاتا ہے۔ بہر حال اس وقت تو مجھے اپنے بچوں سے غرض ہے میں ہر خاندان سے یہ کہوں گا اور چونکہ میں جانتا ہوں کہ بہت سے ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو دودھ پلانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں اس لئے میں صرف ہر خاندان کو نہیں بلکہ ہر خاندان کے ساتھ ہر جماعت کو کہوں گا کہ وہ یہ دیکھیں کہ ہمارے بچوں کو جن کی چھوٹی عمر ہے اس وقت میں ویسے ۷ سے ۱۵ سال کے بچوں کا ذکر کر رہا ہوں لیکن دودھ پینے کے لحاظ سے تو پیدائش کے وقت سے اس کو اچھا دودھ ملنا چاہیئے ان کو بھی اس میں شامل کر لیں کہ ہمارے بچوں کو اچھا دودھ ملے اور ملے۔ یعنی ایک تو دودھ ملے دوسرے اچھا ملے۔ جتنا کوئی پی سکتا ہے پیئے۔

ایک بچے سے میں نے پوچھا کہ تم بتاؤ تمہارے خیال میں انسان زیادہ سے زیادہ کتنا دودھ پی سکتا ہے تو بڑے سوچ کے بعد اس نے کہا آدھ سیر۔ میں نے اس کو کہا ہمارے ایک سندھ میں منشی تھے وہ ایک جگہ دعوت پے گئے۔ میزبان بھول گیا کہ انہوں نے دعوت کی ہوئی ہے اور گھر پہنہیں تھا۔ انہوں نے گھر والی سے پوچھا کہ تمہارے ہاں بھیں ہیں کتنا دودھ تمہارے پڑا ہے۔ وہ مٹی کے برتن ہوتے ہیں نا جن میں زمیندار دودھ رکھتے ہیں تو انہوں نے کہا تین برتوں میں دودھ ہے کوئی ہوگا میں سیر کے قریب کم از کم۔ تو انہوں نے کہا اچھا پھر کھانا تو میں تمہارے ہاں نہیں کھا سکتا کیونکہ تم نے تیار ہی نہیں کیا تو یہ دودھ پی لیتا ہوں۔ انہوں نے ایک چائی اٹھائی اور (عجیب نام ہے اس کا اس وقت ذہن سے نکل گیا) اور وہ پی گئے پھر دوسرا اٹھائی پی گئے پھر تیسرا اٹھائی پی گئے کوئی بیس سیر دودھ انہوں نے پی لیا اور کہا جب تمہارے میاں آئیں کہہ دینا کہ میرا قرض ہے ان پر۔ انہوں نے مجھے دعوت پر بلا یا تھا اور کھانا نہیں کھلایا۔

تو ایسے استثناء بھی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم آدھ سیر دودھ تو ہر بچے کو ملنا چاہیے اور کتنا ملنا چاہیے اس کا انحصار، آدھ سیر سے جوزائد جتنا ملنا چاہیے اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ استطاعت ہے اس کے ماں باپ کو آدھ سیر سے زیادہ دودھ پلانے کی یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں یہ طاقت ہے یا نہیں کہ وہ آدھ سیر سے زیادہ دودھ ہضم کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو اتنا، اس سے زیادہ تو نہیں ملنا چاہیے جسے وہ ہضم ہی نہیں کر سکتا۔ صحت کے لئے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت ہے صحیح غذا اور غذا کا ہضم۔ اگر آپ کسی بچے کو یا بڑے کو اس کے مناسب حال بہترین غزادے دیں لیکن اس کی زندگی کچھ اس قسم کی ہو کہ وہ اس غذا کو ہضم نہ کر سکے، کھانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو فضلے میں باہر نکل جائے گا سارا کچھ۔

ایک امریکیہ میں بہت ریسرچ ہوئی، بہت بڑی ریسرچ۔ وہ تو بڑی امیر قوم ہے وہ جو ڈاکٹر ریسرچ میں لگ جائیں ان کو بڑے پیے مل جاتے ہیں ریسرچ کے لئے۔ دس پندرہ ڈاکٹر پندرہ بیس سال ریسرچ کرتے رہے بچوں کی نیوٹریشن (Nutrition)، بچوں کی غذا پر اور جو نتیجہ نکلا انہوں نے اس کا خلاصہ ایک فقرے میں انہوں نے۔ کتاب شائع کی اپنا Paper شائع کیا ایک فقرے میں یہ نکالا کہ کھانے کے لحاظ سے ۱۸ سال کی عمر تک انسان بچے ہے اور

اس عمر تک جو طبی لحاظ سے ہم نے ریسرچ کی اور حقیقت کو پایا وہ یہ ہے کہ ۱۸ سال کی عمر تک جس وقت جس چیز کی جتنی مقدار میں خواہش پیدا ہو وہ ملنی چاہیئے تب اس کی صحت ٹھیک رہے گی۔ ہمارے ملک میں تو یہ ممکن نہیں میرے خیال میں، میں نے بڑا سوچا کہ ہر پاکستانی اس پر تعلیم نہیں کر سکتا۔ ہزار ہارو کیس ہیں قوم کو صحمند بنانے کے راستے میں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جس حد تک ہم اپنی نسلوں کو صحمند بناسکتے ہیں اتنی بھی نہ بنائیں۔ اس لئے میں ہر خاندان اور ہر جماعت کو کہتا ہوں کہ توجہ کریں، توجہ دلائیں جہاں تک ممکن ہو انتظام کریں کہ اطفال الاحمد یہ کوروزانہ کم از کم آدھ سیر دودھ ملے اور کوشش کریں کہ کم سے کم ملاوٹ والا ملے۔

دوسرے یہ کہ جو وہ کھاتے ہیں اس کے ہضم کے لئے ان کو ورزش کرنی چاہیئے۔ یہ بھی انتظام ہونا چاہیئے مگر انی ہونی چاہیئے کہ پوری ورزش کر لیتے ہیں۔ ورزش کچھ تو ہے اجتماعی، ٹیمیں بنتی ہیں فٹ بال، کرکٹ وغیرہ کی۔ ورزشیں ہیں جن کے لئے Play Grounds چاہیئں کھیل کے میدان چاہیئں۔ ورزشیں ہیں جن کے لئے پانی چاہیئے کشتی رانی وغیرہ لیکن بعض ایسی ورزشیں ہیں جن کے لئے اس قسم کا کوئی سامان نہیں چاہیئے۔ اصل مقصد ہے ورزش کرنا تاکہ کھانا ہضم ہو جائے اور چلنا جسے انگریزی میں Walk کہتے ہیں، پیدل چلنا تیز، تیز تیر چلنا بڑی اچھی ورزش ہے۔ دوڑنا اس کے لئے بھی کسی کھیل کے میدان کی ضرورت نہیں۔ چلنے کے لئے تو بچے سیر کے لئے نکلیں۔ میلوں کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قریباً آخری عمر تک آٹھ۔ دس میل روزانہ کی سیر کرتے تھے۔ الا ما شاء اللہ۔ کوئی ضروری کام ہو جائے۔

یہ تو ان کی بنیادی جو ضرورت وہ میں نے بتا دی۔ باقی کام خدام الاحمد یہ اور جماعتوں کا ہے۔ مناسب غذا جس میں دودھ ضرور ہو اور مناسب ورزش جس سے ان کا کھانا ہضم ہو جائے۔ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے اندر کوئی کمزوری لمبی بیماری کی وجہ سے یا لمبی بے پرواہی کی وجہ سے یا یغفلت کے نتیجے میں آ جاتی ہے وہ بیماری مثلًا خون کی کمی وغیرہ وغیرہ۔ بہت ساری اس قسم کی بیماریاں ہیں۔ جو تو Acute ٹائیفائنڈ، ملیریا وہ تو بیماری چیختی ہے بچے بھی چیختا ہے ماں باپ بھی چیختے ہیں اور ڈاکٹر آ جاتا ہے حکیم آ جاتا ہے۔ اس کا بہر حال علاج ہوتا ہے لیکن عام کمزوری جو ہے اس کا خیال رکھنا بڑا ضروری ہے۔ میرا تجربہ ہے بڑا المبا۔ میں تعلیم

کے میدان میں رہا ہوں کہ کمزور جسموں والے بچے ذہین ہونے کے باوجود محنت نہ کر سکنے کی وجہ سے اپچھے نمبر نہیں لیتے اور ہمارے ذہن جو خدا تعالیٰ کی اتنی عظیم عطا ہے قوم کے لئے وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے بچوں کو جن کی صحت مجموعی طور پر کمزور ہے ان کا خیال رکھنا۔ بہت ساری ہومیو پیٹھک کی ایسی دوائیں ہیں یا Salts ہیں Tissue remedies 12 میں کہ جو مثلاً خون کی کمی ہے اس کو وہ دور کر دیتے ہیں۔ میں نے بعض بچوں میں دیکھا ہے کہ چند ہفتوں کے اندر بالکل زرد چہروں والے بچے سرخ سفید ان کے رنگ نکل آتے ہیں۔ معاورہ ہے خون ٹکتا ہے ان کے کلے سے وہ شکل ان کی بن جاتی ہے۔ خیال رکھنے کی بات ہے تو غذا ورزش اور صحت کے خیال رکھنے کے لئے ضروری ادویہ یا ادویہ سے ملتی جلتی چیزوں کا استعمال ڈھنی حفاظت کے لئے بچوں کی یہ ضروری ہے۔ نہایت ضروری ہے، بہت ہی نہایت ضروری ہے کہ ان کی اخلاقی نگرانی کی جائے۔ آوارگی ذہنوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ ہمارے احمدی طفیل کا ایک ذہن بھی بتاہ نہیں ہونا چاہیئے بر باد نہیں ہونا چاہیئے۔ اس واسطے ان کی اخلاقی نگرانی ہونی چاہیئے اور ان کے کانوں میں پیار کے ساتھ، محبت کے ساتھ ایسی باتیں ڈالنی چاہیں کہ جن سے ان میں احساس پیدا ہو کہ ہم احمدی بچے با اخلاق بچے ہیں۔ ہم دنیا کے بچوں کی طرح لا اور اس بچے نہیں جن کے اخلاق کی پرواہ کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں۔ ہم احمدی بچے وہ ہیں جن کی پرواہ کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ نے ایک تعلیم دی جو بچوں کے اخلاق کو سدھارنے والی بھی ہے اور ایک جماعت پیدا ہو گئی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ ان کو یہ احساس پیدا ہونا چاہیئے۔ ان کو اخلاق کے متعلق بتانا چاہیئے۔ اس کے لئے خدام الاحمد یہ کو اور دوسرے ہمارے جو پڑھے لکھے لوگ ہیں ان کو مشورہ کر کے چھوٹی چھوٹی بچوں والی کتابیں لکھنی چاہیں۔ ہر شعبۂ زندگی کے متعلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم بھی دی اور ہمارے لئے آپ اسوہ بھی بنے۔ ان کو ہم آداب کہتے ہیں، کھانے کے آداب ہیں پینے کے آداب ہیں اٹھنے کے آداب ہیں بیٹھنے کے آداب ہیں لباس پہننے کے آداب ہیں بات کرنے کے آداب ہیں۔ کوئی بات ہے جس کے آداب نہیں بتائے گئے ہمیں لیکن کون سے ہیں وہ خاندان جو سارے کے سارے ایسے آداب

جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو با اخلاق بنانے کی بنیاد قائم کرنے کے لئے ہمیں بتائے تھے ہم بچوں کو بتاتے ہیں بڑوں کو بھی نہیں بتاتے بعض دفعہ۔ بازاروں میں پھرنے کے آداب، بازاروں میں یہ کرنا ہے یہ نہیں کرنا آنکھیں نیچی رکھنی ہیں یہ کرنا ہے۔ دکانوں پر کھڑے ہو کر کھانا نہیں کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یہ پسندیدہ نہیں۔ اب تو کھڑے ہو کر وہیں بوقت یوں کھول کر پینے والے غث غٹ پی جاتے ہیں تو ہمیں تو بتاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا ایک لطیفہ اور سنادوں آپ کو۔ لاہور میں رہے ہم جب تک ۱۹۵۲ء کے شروع میں میں آگیا تھا کالج تغیر کرنے کے لئے پھر ہمارا کالج بھی آگیا۔ ایک دکاندار سے حسب ضرورت میں پھل خریدتا تھا۔ دکانداروں کی عادت ہے کہ اسی وقت پھل کی خوبی بتانے کے لئے کوئی اچھا سماں نہیں نے مثلاً میں نے سبب لینا ہے تو انہوں نے چن کر اچھا سبب رکھا ہوا ہوتا ہے۔ یوں کاٹ کے تو ایک پھاڑی کر دیں گے دیکھیں میرے پاس بہت اچھے سبب ہیں۔ میں نے ایک دکاندار کو متمن کیا میں نے کہا بات یہ ہے کہ میں تو بازار میں کھاتا نہیں چکھوں گا نہیں۔ تمہارے اوپر اعتبار کروں گا اس واسطے مجھے اچھی چیز دینا۔ جو تم قیمت کھو گے دے دوں گا۔ تو دیتا رہا مجھے بڑی اچھی چیز۔ ایک دفعہ اس کے دماغ میں پتہ نہیں کیا آیا اس نے کہا یہ تو چکھتا ہی نہیں گھر جا کر تھوڑا سا پھل ہوتا ہے کون واپس آتا ہے دکان پر لڑنے کے لئے تو ہر گندی چیز بھی دے دو۔ گھر جا کر ہی پتہ لگے گا نا اس کو۔ میں، دو تین دفعہ اس نے کیا تو میں نے اس کو کہا کہ تم بڑے بے وقوف ہو میں نے کبھی تم سے قیمت کروائی نہیں۔ میں بحث نہیں کرتا، میرا وقت زیادہ قیمتی ہے پیسے سے۔ تھوڑی سی چیز خریدتا ہوں تمہیں میں نے پہلے سمجھایا تھا میں چکھتا نہیں میں لے جاتا ہوں۔ تو ایک ایسا گاہک تم نے کھو دیا کہ جو تم پر اتنا اعتبار کرنے والا تھا اور لوگ تو تم پر اعتبار نہیں کرتے اور سلام علیکم میں آئندہ تم سے نہیں خریدوں گا۔ پھر اس نے بڑا شور مچایا آ جائیں آئندہ نہیں کروں گا میں نے کہا نہیں بس ایک دفعہ ہو گیا۔

تو سڑکوں پر کھانے کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسے پسند نہیں فرمایا۔ یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے سڑکوں پر کھانا، گھروں میں کھاؤ، آرام سے کھاؾ، تخلی سے کھاؾ، کھانا بھی زیادہ ہضم ہوتا ہے۔ جو گندی عادت دُنیا نے اپنی نالائقوں کی

وجہ سے بنائی ان کی نقل ضرور کرنی ہے؟ جن کی نقل کرنی چاہیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اسوہ کو بھول جانا ہے ہم نے؟ تو یہ بچوں کا حق ہے، بچوں کا یہ حق ہے کہ ہم انہیں اسلامی آداب سکھائیں تاکہ ان کے ذہنوں کو بھی، یہ اور مضمون ہے لمبا ہے اشارہ کر سکتا ہوں کہ ذہنوں کی جلا کا بڑی حد تک انحصار اچھے اخلاق پر ہے اگر اخلاق کی حاکیت ذہانت پر ہوگی تو ذہانت میں جلا پیدا ہوگی اور اگر روحانیت کی حاکیت اخلاق پر ہوگی تو صحیح اخلاق ہوں گے۔ روحانی باتیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت۔ پہلا بچہ جو سات سال کا ہے اس کو تو حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؒ کی ایک نظم ہے وہ اس کے بعض بندائیسے ہیں کہ ان کو سکھادیتی چاہیئے یعنی پہلا سبق ان کو یہ دینا چاہیئے۔

ہوں اللہ کا بندہ محمد کی امت

ہے احمد سے بیعت خلیفہ کی طاعت

میرا نام پوچھو تو میں احمدی ہوں

یعنی اس بچے کو کہنا چاہیئے کہ تم احمدی ہو پتہ ہے احمدی کسے کہتے ہیں؟ کہ جو اللہ کا بندہ ہو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی صفات کے غیر محدود جلوے تو ساری دُنیا کے انسان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ وہ تو بڑی وسیع چیز ہے لیکن پہلے سبق میں اس کو یہ کہنا چاہیئے کہ ہر احمدی طفّ اللہ کا بندہ ہے شرک نہیں کرے گا۔ بنیادی بات اس کو، حضرت لقمان نے بھی اپنے بیٹے کو **لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ** پہلے سبق دیا تھا نا۔

قَالَ لَقَمْنَ بْنَ لَابِنَهُ وَهُوَ يَعْظِمُهُ يَبْنَى لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ

الشَّرْكُ لَظُلُمٌ عَظِيمٌ۔ (لقمن: ۱۳)

دوسری بات۔ پہلا سبق بچے کو ساتویں سال عمر کے، محمد کی امت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ کوئی بھی شخص کسی نبی کی امت نہیں بن سکتا۔ ساری شریعتیں منسوخ ہو گئیں ان کی امت کیسے بن سکتا ہے صرف ایک عظیم ہستی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد کوئی انسان بن سکتا ہے اور وہ بچہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہوں آپ کے اسوہ کی پیروی کرنے

والا۔ صرف اتنا کہ جو آپ کے اخلاق ہیں وہ میں پیدا کروں گا یہ بھی شاید اس عمر میں بعض بچوں کو سمجھنا آئے لیکن ان کو یاد کروادو۔ حفظ کروادو کہ ساری عمر تک اسکونہ بھولیں اس فقرے کو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہوں اور سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور اسوہ کی پیروی نہیں کروں گا۔

” ہے احمد سے بیعت“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مہدی آگئے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مہدی کو اپنا سلام بھجوایا تھا میں نے اس مہدی کو پہچانا، اس کی بیعت کر لی اس کے ساتھ میرا تعلق ہو گیا اور ایک جماعت اس مہدی نے قائم کر دی اور خلیفہ کی طاعت میں ہوں، بیعت میں ہوں اور یہ میں احمدی ہوں۔ احمدی ہونے کا میرا یہ مطلب ہے اور پھر اسی کو ہم اسی کو پھیلائیں گے۔ اس میں سب کچھ آگیا اور آٹھ سال تک ہم اس کو تعلیم دیتے چلے جائیں گے۔

اس کے لئے جماعت کو چوکس رہ کر خدام الاحمدیہ کو خصوصاً اور اس سے بھی زیادہ انہی کا حصہ ہے وہ لوگ خدام الاحمدیہ کے جن کا تعلق اطفال الاحمدیہ سے ہے اور ہر خاندان کو۔ یہ بڑا ضروری ہو گیا ہے ہمیشہ ہی یہ ضروری ہے کہ بچے کو ضائع نہ ہونے دیا جائے لیکن اس زمانہ میں کہ وہ جو آج سات سال کا بچہ ہے جس وقت وہ تمیں سال کا ہوگا۔ آج سے تینیں سال کے بعد تو دنیا میں اسلام کے حق میں اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کے لحاظ سے ایک انقلاب عظیم پا ہو چکا ہوگا۔ اس وقت کے حالات جو ذمہ داریاں ہمارے بچوں کے کندھوں پر، وہ بچے جو آج سات سال کے ہیں ڈالیں گے ان ذمہ داریوں کو بنانے کی امہلت اور طاقت اور استعداد اور صلاحیت تو ان کے اندر ہونی چاہیئے۔ جماعت، خاندان، انصار، خدام الاحمدیہ، اطفال کے نظام کے عہدیدار، مائیں، بڑی بہنیں، ہر وہ شخص جس کا کسی نہ کسی پہلو سے ایک بچے سے تعلق ہے اور وہ احمدی ہے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھے کہ اس بچے کو ہم نے خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کرنا ہے اور ضائع نہیں ہونے دینا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ امین

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری تعالیٰ کے مظہر تھے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ فروری ۱۹۷۹ء مقام مسجد القصی ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ اَوْ سُورَةً فَاتِحَةً كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بَعْدَ حضُورِ انور نَفَرَ مِنْيَا:-

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کے جلوے زمان و مکان پر اس کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں کہ ان کا شمار نہیں اور انہیں گناہ اور حد بست میں لانا کسی زمانہ میں، کسی مکان میں، کسی انسان کی طاقت میں نہیں ہے

ہم بعض تفاصیل مثال کے طور پر بیان کیا کرتے ہیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ذکر میں اور بعض بنیادی باتیں، بنیادی اوصاف کا ذکر کرتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے ہوں ہم۔ اس وقت میں چند بنیادی اوصاف کا ذکر کروں گا۔

جب ہم آپ کے وجود پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ معرفت عطا ہوتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رسولوں سے افضل ہیں آپ افضل الرسل ہیں۔

قرآن کریم میں رسالت کے سلسلہ میں تو یہ آیا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ (البقرة: ۲۸۶)

ہر رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اور رسول میں ایمان لانے کا جہاں تک تعلق ہے کوئی فرق نہیں لیکن یہ بھی فرمایا۔ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

(بنی اسرائیل: ۵۶) زمین و آسمان میں ہر چیز سے سب سے زیادہ واقف اور ہر چیز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا وہ اللہ ہے جس نے ان جہانوں کو پیدا کیا۔ ان کی خاصیتوں کو پیدا کیا

اور طاقتوں کو پیدا کیا اور بتدریج ان کو ارتقائی مدارج میں سے گزارتے ہوئے ہر چیز کو اپنے عروج تک جو پہنچاتا ہے اور ان کی پروش کرتا ہے اور بوبیت کرتا ہے۔

وَلَقَدْ فَضَلْنَا بَعْضَ النِّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ (بنی اسرائیل: ۵۶) اور یہ اعلم خدا، یہ اعلم رب تمہیں بتاتا ہے کہ بعض نبیوں کو ہم نے بعض دوسروں پر فضیلت دی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا:-

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَصِيلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (النساء: ۱۱۲)

خدا تعالیٰ نے تجھے اپنی صفات کی وہ معرفت عطا کی جو کسی اور کو عطا نہیں ہوئی۔ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور اس طرح بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ فضل خدا تعالیٰ کا تجھ پر ہوا۔ عربی زبان میں عظیم کا لفظ اُس جگہ بولا جاتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی اور چیز متصور نہ ہو۔ یہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر جو فضل نازل ہوا، اس کے متعلق عظیم کا لفظ آیا ہے یہ فضیلت جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔ اس پر جب ہم غور کرتے ہیں اور اس کا ذہنی تجزیہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے جواباتیں آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

ایک تو یہ کہ جو طاقتیں اور قوتیں اور صلاحیتیں اور استعدادیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی تھیں، وہ اس قدر اور اتنی خوبیاں رکھنے والی تھیں کہ اتنی استعدادیں کسی اور کو عطا نہیں کی گئیں یعنی اپنی صلاحیتیوں اور استعدادوں کے لحاظ سے آپ ہر دوسرے انسان اور آپ ہر دوسرے رسول سے فضیلت رکھتے تھے۔

دوسری چیز اس سلسلہ میں ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ استعداد دے اور بہت سے انسانوں کو خدا تعالیٰ ایسی استعدادیں عطا کرتا ہے جنہیں انسان خود اپنی غلطیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں ضائع کر دیتا ہے تو محض استعداد کا ملنا کافی نہیں کسی کی شان کے اظہار کے لئے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے موقع بہم پہنچائے کہ ان استعدادوں کی صحیح اور پچی اور کامل نشوونما کا امکان ہو۔

اور تیسرا چیز یہ کہ پھر نشوونما کی توفیق بھی ملے اُس شخص کو کہ اپنی استعدادوں کی وہ

نشوونما کر سکے۔

اور چوتھے یہ کہ جب اس کی قوتیں اور استعدادوں کامل نشوونما حاصل کر لیں تو موقع اور محل پر ان کا پورا اور صحیح استعمال کرنے کی بھی اسے توفیق ملے۔

اس نقطہ نگاہ سے فضیلت ان چار چیزوں کا مطالبہ کرتی ہے تو یہاں یہ اعلان کیا ہے۔

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے صلاحیتوں اور استعدادوں دیں، اس قدر دیں کہ کسی اور انسان کو نہیں دیں اور ان کی نشوونما کے موقع بھی پورے کے پورے اور جتنے چاہیئے تھے وہ بھی پہنچائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ طاقت بھی دی کہ ان موقع سے بہترین فائدہ حاصل کریں اور اپنی قوتیں اور استعدادوں کی خدا تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اور اس کے فضیلوں کو جذب کرتے ہوئے توفیق پائیں اور پھر جب وہ اپنی استعدادوں اور ان کی کامل نشوونما کے بعد اس قابل ہو جائیں کہ ان کامل قوتیں کے جلوے اپنی پوری وسعتیں اور گہرائیوں کے ساتھ اس کائنات پر ظاہر کر سکیں تو وہ موقع اور محل کے مطابق اپنی تمام قوتیں اور استعدادوں کے جلوے اس کائنات پر ظاہر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ** کہ خدا جو آخِلُمْ ہے اس نے اپنے علم سے علم دیا مشاہدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں جب ہم آپ کا دوسرا انبیاء سے مقابلہ کریں تو ہمیں ایک ایسا نبی نظر آتا ہے جس پر تنگی کا زمانہ آیا اور تنگی کی زندگی گزارتے وقت جن صلاحیتوں کا مظاہرہ ہونا چاہیئے وہ موقع تو اس کو مل گیا لیکن فرانخی اور وسعت کے وقت جن طاقتیوں کا، جن صلاحیتوں کا مظاہرہ انسان کرتا ہے وہ موقع ہی ان کو نہیں ملا یا سیاسی لحاظ سے ماتحت ہونے کے لحاظ سے جن صفات کا اظہار ان رسولوں نے کیا، وہ موقع تو مل گیا لیکن با دشادشت ان کو نہیں ملی تو حاکم وقت ہونے کے لحاظ سے جن اعلیٰ خوبیوں کا اظہار کرنے کا موقع مل سکتا ہے کسی ایسے انسان کو جس میں وہ قوتیں اور استعدادوں پائی جائیں کہ جب وہ بادشاہ ہو تو ان کا اظہار کرے تو وہ تو اسی وقت ہو گا ناجب وہ بادشاہ بن جائے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہر قسم کے دور آئے اور ہر زمانہ۔ دنیا نے

تکلیفیں پہنچا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے جلوے دیکھے۔ دنیا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا مارنے کی کوشش کر کے جیسا کہ مکہ والوں نے کیا ایک وقت میں انہائی غربت اور بے کسی کے وقت جن اخلاق حسنہ کے جلوے ایک افضل ترین ایک کامل انسان دکھا سکتا تھا وہ جلوے انہوں نے دیکھے۔ جس وقت آپ ہجرت کر گئے تو خدا تعالیٰ پر ایک کامل توکل رکھنے والا انسان جو انسان کو جلوے دکھا سکتا تھا اس کا سامان رو سائے مکہ نے اس طرح کیا کہ وہ مٹھی بھر مسلمان جو مذہب میں رہائش پذیر تھے اُن پر حملہ آور ہوئے اور وہ بے بس، بے کس پورے پیٹ بھر کے کھانے کو بھی انہیں نہیں ملتا تھا، تن ڈھانکنے کے لئے پورے کپڑے بھی اُن کے پاس نہیں تھے۔ جنگ کرنے کے لئے پورے تھیار بھی اُن کے پاس نہیں تھے۔ چلنے کے لئے بہتوں کے پاس جوتیاں بھی نہیں تھیں لیکن اس حالت میں بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کی تربیت میں آپ کے صحابے نے وہ جلوے دکھائے جو اس موقع پر کامل انسان اور کامل انسان کے اسوہ پر چلنے والے لوگ دکھایا کرتے ہیں۔

تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ہر دور میں سے گزارا اور دنیا پر یہ ثابت کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس پہلو سے بھی ہم آپ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ افضل تھے۔ افضل الرسل تھے کیونکہ کسی اور رسول میں وہ خوبیاں ہمیں نظر نہیں آتیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں نظر آتی ہیں اور کسی رسول نے وہ جلوے اپنی صفات اور استعدادوں کے نوع انسانی پر ظاہر نہیں کئے جو جلوے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صلاحیتوں کے نوع انسانی پر ظاہر کئے جیسا کہ ابھی میں آگے جا کے بتاؤں گا۔

تو پہلی صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ آپ افضل الرسل ہیں اور دوسرا صفت آپ کے اندر یہ پائی جاتی ہے جو اُسی صفت وہ جو پہلی صفت کی باقی میں نے کی ہیں وہ ہی ہمیں اس طرف لے کر جا رہی ہے۔ دوسرا صفت ہمیں نظر یہ آتی ہے کہ آپ کامل انسان ہیں یعنی انسان کے اندر جس قدر کامل نشوونما پا کر صلاحیتوں اور استعدادوں کا اظہار ہو سکتا ہے وہ آپ نے کر دیا اور اس کے مقابلہ میں ہر دوسرا انسان اور دوسرے رسول بھی انسانیت کے قد

کے لحاظ سے، چھوٹے قد والے نظر آتے ہیں۔ کامل انسان جنہوں نے اپنی طاقتوں کو اور اپنی استعدادوں کو ہر جہت سے اور پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگائے رکھا ساری عمر۔ عجیب زندگی ہے آپ کی، کوئی ایک سینئر، کوئی ایک لمحہ بھی ہمیں نظر نہیں آتا، آپ کی زندگی کا جس میں ہمیں خدا تعالیٰ کی اطاعت کا پہلو جو ہے وہ نمایاں ہو کر سامنے نہ آئے ہمیں نظر نہ آئے اور اس لئے ہم کہتے ہیں کیونکہ آپ کامل انسان اور آپ کی تمام صلاحیتیں اور طاقتیں خدا تعالیٰ کی اطاعت میں لگی ہوئی تھیں اور آپ کو کامل صلاحیتیں دی گئی تھیں۔ ہم کہتے ہیں آپ صفاتِ باری کے مظہر اتم تھے یہ صفت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آ جاتی ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات ہیں ان کے مظہر ہیں اور مظہر اتم ہیں۔

دوسرے انبیاء جو ہیں آپ کے مقابلہ میں پہلی بُنیادی چیز افضل الرسل میں نے بتائی ہے آج کے مضمون میں، آج کی اس گفتگو میں، تو افضل الرسل ہیں نا، دوسرے جو ہیں وہ مظہر صفات باری بعض لحاظ سے ہیں ہی نہیں یعنی ساری صفات کے مثلاً خدا تعالیٰ کی بادشاہت ہر دو جہان پر ہے ایسا رسول گزر اہے آدم کی اولاد میں جس کو بادشاہت بھی نصیب ہی نہیں ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ کی جو بادشاہ ہونے کی صفت ہے اس کا تو مظہر نہیں بن سکا وہ اپنی زندگی میں لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل صلاحیتیں بھی ملیں اور آپ نے تمام صلاحیتوں کو اپنی تمام طاقتوں کو خدا تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کیا اور چونکہ انسان کو تمام طاقتیں اس لئے ملیں کہ خدا تعالیٰ نے جو انسان کے لئے جو بھی جلوے ظاہر کئے ہر دو جہان میں، وہ انسان کی خدمت کے لئے وہ جلوے ظاہر ہوئے ہیں۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۳)

اور ہر جلوے کے ساتھ، جلوے کی ہر ہر صفت کے ساتھ اور صفت کے ہر جلوے کے ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مقابلہ میں آپ کے اندر صلاحیت ہے اُس کا ایک مضبوط تعلق ہمیں نظر آتا ہے اس لئے آپ صفاتِ باری تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں۔ باری تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ صفاتِ باری کی معرفت رکھتے ہوں کامل طور پر یعنی اگر آپ کو علم اور معرفت نہ ہو صفاتِ باری کی تو آپ ان صفات کے مطابق زندگی نہیں

گزار سکتے، اطاعت نہیں کر سکتے اپنے اخلاق پر ان کا رنگ نہیں پڑھا سکتے۔ تو جب ہم کہتے ہیں مظہر اتم ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت آتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ایک انسان ہیں عظیم انسان کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی کامل معرفت حاصل تھی اور اس کامل معرفت کی وجہ سے آپ کے تمام اعمال جو تھے، وہ خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوؤں کے نیچے آ جاتے تھے کیونکہ سب اعمال صالحہ کا محرك معرفت صفات باری ہے یہ ایک بنیادی حقیقت ہے جسے بھولنا نہیں چاہیئے کہ جو معرفت ہے، وہی اعمال صالحہ کا محرك ہوتی ہے چونکہ آپ تمام صفات باری کی معرفت رکھتے تھے اس واسطے ہر قسم کے اعمال صالحہ خدا کی رضا کے لئے بجا لانے کا موقع بھی تھا اور آپ بجالاتے بھی تھے اور ابتدا اس کی خدا تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت سے ہے یعنی انسان اپنے زور سے ایسا نہیں کر سکتا اور چونکہ آپ صفات باری کے مظہر اتم تھے اس لئے قرآن کریم نے ایک جگہ یہ فرمایا ہے:-

قُلْ يَعْبُادُ إِلَّا دِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ

(الزمر: ۵۳)

یہاں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان نہیں کیا گیا کہ قُلْ يَعْبُادُ إِلَّا اللَّهُ کہ اے اللہ کے بندو، بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ یہ اعلان کرو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ اے میرے غلامو۔ کہدے اے میرے غلامو اور یہ اس لئے کہا گیا جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تفسیر میں ہمیں بتایا ہے کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت ہر انسان کو دیوے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی بعثت کے ساتھ خدا تعالیٰ نے یہ آیت قرآن کریم میں نازل کر کے ہر انسان کو بشارت دی بے شمار بشارتیں دی ہیں۔ دراصل یہاں بے انتہا رحمتوں کی یہ بشارت دی ہے اور شکستہ والوں کو تسلیم بخشنے کے سامان پیدا کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ دیکھو جو میرے ہو جاتے ہیں میری رحمتیں کس قدر ان پر نازل ہوتی ہیں۔ حضرت محمد کو دیکھو صلی اللہ علیہ وسلم۔ جنہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ میری اطاعت میں خرچ کیا تو میں نے اس طرح ان کو نوازا کہ وہ میری صفات کے مظہر بن گئے مظہر اتم بن گئے اور تمہارے لئے ایک نمونہ بن

گئے قُلْ يَعْبَادِي میں یہ حکمت تھی کہ یہ اعلان کیا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں نوع انسانی کے لئے خدا تعالیٰ کی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے اور بندوں کو یہ بتایا کہ دیکھو میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعاماتِ خاصہ سے مشرف کرتا ہوں۔ دوسرا جگہ فرمایا:-

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تَخْبُونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يَمْحَبِّكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲)

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو اور اُس کے پیار کو بھی اور اس کی رضا کو بھی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اُن کو کہہ دے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میری اطاعت کرو خدا تم سے پیار کرے گا۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کمال اتباع، یہاں ہے نَا إِثْبَاعُونِي۔ اتباع کا کمال جو ہے وہ اطاعتِ تامہ کو مستلزم ہے یعنی کامل اتباع جو ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کامل اطاعت۔ اور کامل اطاعت جو ہے وہ اس کے اندر مفہوم آتا ہے عبد کا اور غلام کا، تو یہاں بھی یہی کہا گیا کہ میرے غلام بن جاؤ۔ خدا تعالیٰ تم سے پیار کرنے لگ جائے گا اور بتایا دنیا کو یہ کہ دیکھو جو میرا ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت مُسْتَحْمَنْ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً بتایا گیا۔

”جے تو میرا ہور ہیں سب جگ تیرا ہو“ (تذکرہ: صفحہ ۳۹۰)

تو نمونہ ایک سامنے پیش کر دیا ہمارے کہ دیکھو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنی طاقتوں کے اور استعدادوں کے مالک تھے مگر ایک طاقت اور استعداد بھی دنیا کے لئے خرچ نہیں کی بلکہ ہر قوت اور طاقت اور استعداد اور صلاحیت میری رضا کے حصول کے لئے آپ نے استعمال کی اور میرے پیار کو پالیا اور اتنے بلند مقام کو پالیا کہ آپ افضل الرسل بن گئے۔ رہتی دنیا تک ایک اسوہ حسنہ بنادیئے گئے اور لوگوں کو کہا کہ تمہیں نامید ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایک نمونہ تمہارے سامنے ہے۔ ایک واقعہ ہو چکا کہ خدا پیار کرتا ہے اور بڑا ہی پیار کرتا ہے اور اس انسان کو دیکھو۔ اس کی زندگی کو دیکھو، اس کی زندگی کے حالات کو دیکھو اور گھبراؤ نہیں، تسلی پکڑو، غلطیاں کرتے ہو معافی مانگو، استغفار کرو، توبہ کرو، خدا کی طرف واپس لوٹو، خدا کی رضا کے لئے نیکیاں کرو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلو، اپنے اپنے دائرہ استعداد کے اندر تمہیں بھی بے شمار بے حد و بست نعماء باری مل جائیں گی۔

تیسرا صفت بنیادی طور پر آپ کی یہ ہے یہ اُسی کا آگے نتیجہ نکلتا ہے جو ابھی میں نے

بات ختم کی کہ آپ رحمۃ للعالیین ہیں۔ رحمۃ للعالیین میں جس رحمت کا ذکر ہے اس کا صرف انسانوں سے تعلق نہیں بلکہ عالیین سے تعلق ہے ہر دو جہاں سے تعلق ہے اور آپ رحمۃ للعالیین ہیں کیونکہ آپ صفات باری کے مظہر ا تم ہیں کیونکہ یہ میں نے جو صفات آگے پیچھے رکھی ہیں ان کا آپس میں جوڑ ذہنی طور پر ملتا چلا جاتا ہے چونکہ آپ صفات باری کے مظہر ا تم ہیں اس لئے آپ رحمۃ للعالیین ہیں چونکہ صفات باری کی جو بنیادی حقیقت خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کی ہے وہ ہے۔ **رَحْمَتِي وَسَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ** (الاعراف: ۷۵) کہ خدا نے یہ اعلان کیا کہ میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے یعنی خدا تعالیٰ نے یہاں یہ اعلان کیا کہ میری بے شمار صفات کے غیر محدود جلوے جو ہیں جن کا تعلق اس کائنات کے ساتھ ہے، ان ساری صفات اور ان جلووں کا مظہر ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ چونکہ آپ مظہر ا تم ہیں اس واسطے آپ کی رحمت جو ہے وہ بھی رحمۃ للعالیین کی شکل میں ہے یعنی **وَسَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ** ہے۔

کئی دفعہ میں نے مختصر اس طرف دوستوں کو توجہ دلاتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہوں نے دنیا کی، اس کائنات کی ہر چیز کے حقوق قائم کر کے ان کی حفاظت کے سامان کئے ہیں کسی اور جگہ ہمیں حسن کا یہ عظیم جلوہ نظر نہیں آتا۔

چوہی صفت جو ہمیں عظیم صفت جو کامل شکل میں ہمیں آپ کے وجود میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کے لئے یعنی عالیین کے لئے تو رحمۃ للعالیین تھے۔ انسانوں کے لئے ہادیٰ کامل ہیں۔ اس قدر کامل اور مکمل شریعت لے کے آئے نوع انسانی کی طرف کے انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دنگ رہ جاتی ہے اُن کی عقل جو آج چودہ سو سال بعد انسانی مسائل کا حل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور صحیح اور حسین حل وہیں پاتے ہیں دنیا میں کسی اور جگہ نہیں پاتے اور علی وجہ ال بصیرت میرے جیسا انسان یہ اعلان کر سکتا ہے کہ واقع میں آپ ہادی کامل ہیں کہ آج چودہ سو سال بعد جو انسان کو مسائل درپیش ہیں اُن کے حل کے لئے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کے نیچے آنا پڑتا ہے اور دوسرے بہت سے بلکہ سارے ہی انبیاء کے مقابل پر اس ہادی کامل

ہونے کا ایک پہلو میں بیان کر دیتا ہوں ہر صفت جو ہے اس کے بہت سے پہلو ہیں۔ ہر پہلو کی طرف نہیں جایا جاسکتا۔ مثلاً میں دی جا سکتی ہیں۔ کامل شریعت لائے، یہ پتہ لگتا ہے اس بات سے کہ درخت انسانیت کی ہرشاخ کی پوری پروش کرنے والی یہ ہدایت ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ سختی کے مقابلے میں سختی کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سختی کے مقابلے میں ہمیشہ زمی کرو۔ جو انتقام کی صفت خدا تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہے اُس کا استعمال تو کیا لیکن غلط استعمال کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے۔ اور جو عفو کی صفت انسان میں خدا تعالیٰ نے رکھی ہے اس کا استعمال تو کیا لیکن غلط استعمال کیا حضرت مسیح علیہ السلام نے۔ اُن کے اپنے حالات تھے انسان ترقی یافتہ نہ تھا بہت ساری باتیں ملتی ہیں ہمیں اُن کو بری الذمہ قرار دینا پڑتا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی شریعت میں کامل نہیں تھے قرآن عظیم کے مقابلہ میں اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت قرآن عظیم کے مقابلہ میں ایک کامل شریعت نہیں تھی۔ وہ تو شریعت تھی ہی نہیں اُن کی لیکن جو اُن کی ہدایتیں تھیں جوانہوں نے دراصل یوں مجھے کہنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ ترمیمیں کیس موسوی شریعت میں، وہ بھی کامل نہیں تھیں۔ اب انہوں نے اعلان تو یہی کیا تھا کہ میں موسوی شریعت کو فائم کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن زمانہ کے بدلنے کے ساتھ ان انبیاء کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے کہ بعض جو باتیں تھیں مثلاً امت موسویہ میں موسیٰ کی شریعت میں جو بعض باتیں تھیں اس میں وہ ترمیم کر جاتے تھے بد لے ہوئے حالات کی وجہ سے لیکن قرآن کریم نے کہا کہ جَزْ وَ اسَيْئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا (الشوریٰ: ۲۱) کہ برائی کا بدلہ اس سے اتنی ہی برائی ہو سکتا ہے۔ انتقام بدلہ جو ہے جتنا وہ ہے اس سے زیادہ نہیں فَمَنْ عَفَّ أَگر کوئی معاف کر دے وَأَصْلَحَ اور معاف کرنے میں اصلاح مدنظر ہو اور اصلاح متوقع ہو وہ شخص اپنی عقل اور سمجھ کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اگر میں نے اس کو معاف کر دیا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی تو وہ معاف کر دے فَاجْرَهُ عَلَى اللَّهِ اس کو کیا گھاٹا ہے اللہ تعالیٰ اجر دے دے گا اس کو۔ اسلام نے یہ کہا کہ جو گناہ کرنے والا، ظلم کرنے والا ہے۔ اصل مقصود اس کی اصلاح ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بیان کے مطابق اپنا

انتقام لینا اصل مقصود نہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اپنی بڑائی ظاہر کرنا۔ میں بڑا اغفو کرتا ہوں، یہ مقصود نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ تمہارا بھائی گناہ گار ہوا۔ خدا سے دور جا رہا ہے اس کے گناہ کی معافی ملے اور معافی کوئی میں اور آپ تو نہیں دے سکتے کسی اور کے گناہ کی، وہ خود تائب ہوا پنی اصلاح کرے اور خدا کی طرف واپس آئے۔ اصل مقصود یہ ہے اس واسطے جَزْوُ اَسَيِّئَةٍ سَيِّئَةً مِثْلُهَا اتنا حصہ موسوی شریعت نے لے لیا تھا فَمَنْ عَفَّ اَنْتَ حَصْدَ عِيسَى علیہ السلام کے فرمان میں جو ترمیم کی انہوں نے اُس میں آگیا لیکن قرآن عظیم نے کامل ہدایت جو تھی اس نے کہا جَزْوُ اَسَيِّئَةٍ سَيِّئَةً مِثْلُهَا فَمَنْ عَفَّ وَأَصْلَحَ فَآجُرُهُ عَلَى اللَّهِ (الشوری: ۳۱)

کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ عفو سے معاف کر دینے سے اصلاح ہوتی ہے وہ معاف کر دے جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ معاف کر دینے سے اصلاح نہیں ہوتی وہ بد لے لیکن بد لے میں زیادتی نہ کرے اُس پر جتنا ظلم ہوا ہے اتنا ہی بد لہ ہوا سے زیادہ نہ ہو۔

تو میں بتا یہ رہا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل ہدایت اور شریعت، درخت انسانیت کی ہرشاخ کی پوری پروش کرنے والی ہے۔ پہلی ہدایتیں اور شریعتیں ہر درخت انسانیت کی ہرشاخ کی پروش کرنے والی نہیں۔ جن شاخوں کی پروش کرتی ہیں اُن کی بھی پوری پروش کرنے والی نہیں ہیں۔

پانچویں صفت جو جس کی طرف پہلے بھی اشارہ آیا وہ یہ کہ آپ کامل اُسوہ ہیں۔ پہلے آپ کے صرف ایک حصہ کے متعلق آیا تھا۔ زندگی کے ہر موز پر اور ہر ضرورت کے وقت انسان فیصلہ کرتا ہے کہ میں کیا کروں کیا نہ کروں۔ اس کے لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ اگر تمہیں اپنے کسی مسئلہ کا فیصلہ درپیش ہے۔ تمہارے تعلقات ہیں باہمی دوسروں سے۔ ہزار چیزیں ہیں جو ہماری زندگی میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ تم نے فیصلہ کرنا ہے کہ میں کیا کروں، کیا نہ کروں۔ ہمیں کہا گیا ہے کہ اگر تو تمہاری نیت یہ ہو کہ تم نے وہ فیصلہ کرنا ہے جس سے اللہ راضی ہو تو ہم تمہیں بتاتے ہیں تو پھر وہ فیصلہ کرنا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (الاحزاب: ۲۲)

تو پانچویں صفت آپ کی یہ ہے کہ آپ بنی نوع انسان کے لئے رہتی دنیا تک کامل اسوہ ہیں اور چھٹی صفت آپ کی زندگی میں پائی جاتی ہے اور بڑی پیاری ہے اور وہ یہ کہ آپ کی دعاؤں میں بڑی گہرائی اور انہائی وسعت ہمیں نظر آتی ہے۔ باریکیوں میں گئی ہیں آپ کی دعائیں کوئی پہلو نہیں چھوڑا اور وسعتیں اتنی کہ آج چودہ سو سال کے بعد بھی ہم جو حساس دل اور نورِ فراست رکھنے والے ہیں یہ محسوس کرتے ہیں اپنی زندگی میں کہ ہماری زندگی بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی وجہ سے یہ زندگی ہے جو ہم گزار رہے ہیں مثلاً میں ایک مثال دیتا ہوں مشکل ہے سمجھنا بغیر مثال کے، آپ احمدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے، آپ آج یہ زندگی اس لئے گزار رہے ہیں کہ اسلام دنیا میں غالب آئے۔ اس زمانہ میں اسلام کے دنیا میں غالب آنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں کی تھیں۔ تو جو عظیم انقلاب دنیا میں چودہ سو سال بعد آنے والا تھا اس کے لئے بھی دعائیں کی تھیں اور اس نے اپنے اُس جریل کو، اس روحانی فرزند کو، جس نے یہ مہم چلانی تھی اس زمانہ میں دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے، کہا تھا میر اسلام اُسے پہنچا دینا۔ سلام کیا ہے دعا ہی ہے نا۔ محض دعائیں کی بلکہ دعا کا اعلان بھی کیا۔ صحابہؓ کو کہا کہ میں اس کے لئے دعائیں کر رہا ہوں۔

تو چھٹی صفت آپ میں آپ کی زندگی میں ہمیں آپ کا وصف یہ نظر آتا ہے کہ آپ کی دعاؤں میں میں نے بتایا کہ زیادہ تفصیل میں میں نہیں جاسکتا ورنہ ہر جو عنوان ہے اُس کے اوپر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے لکھا جاسکتا ہے۔ گہرائی بڑی ہے اور وسعت زمانہ کے لحاظ سے بھی اور مکان کے لحاظ سے بھی یعنی ساری زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ مکان کے لحاظ سے آپ کی دعاؤں نے اور قیامت تک کے زمانہ کے لئے دعائیں کی ہیں آپ نے۔

اور چھٹا وصف آپ کی زندگی میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ انسان سے اتنا پیار کرنے والا انسان۔ آج کی مہذب دنیا اس نے نمائش کی ہے کچھ Show ہے اس کا، کچھ رعب ڈالا ہوا ہے بہت سے دلوں کے اوپر۔ مگر یہ پیار ہی نہیں کرنا جانتے لیکن ہم نے تو

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چنان ہے۔ میں نے کئی دفعہ اپنے دوروں پر امریکیوں اور یورپیں سے کہا کہ کب وقت آئے گا جب انسان، انسان سے پیار کرنا سکھے گا۔ ہمیں تو سکھا دیا سکھانے والے نے، ہمارے استاد نے، ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا کہ کسی انسان سے دشمنی نہیں کرنی بخواہی نہیں چاہنی اس کی بلکہ اس کی خیر خواہی کرو۔ تمہیں اُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۱) لوگوں کی بھلائی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

۱۹۷۸ء میں جماعت بڑی تکلیف میں تھی۔ اس وقت مجھے زیادہ فکر اپنے گرم خون والے نوجوانوں کی تھی کہ ان سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔ میں نے بڑی دعائیں کیں۔ کئی مہینے تو کہہ سکتا ہوں کہ سویا ہی نہیں۔ نہ سونے کے برابر سویا ہوں۔ دعاوں میں وقت گزارا ہے۔ نصیحتیں کی ہیں۔ بلا یا ہے پیار کیا ہے۔ جن کو دکھ پہنچائے گئے تھے ان سے ہمدردی کی ہے۔ ان کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کی ہے ایک نقطہ اُن کے سامنے میں نے رکھا ہے کہ تم کسی کے دشمن نہیں ہو، دشمنی کا خیال بھی نہ لانا دل میں۔ میں نے کہا یہ نہیں کہ بدی کا بدی سے مقابلہ نہیں کرنا بلکہ دل میں بھی غصہ نہیں کرنا۔ دعائیں کرنی ہیں ان کے لئے جو تمہیں دکھ دینے والے ہیں۔ اس کے بغیر ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کا صحیح دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمارا دعویٰ اگر ہے تو وہ غلط ہو جائے گا۔ طالموں نے تیرہ سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والوں پر مکہ میں کتنے ظلم ڈھائے تھے اور جب خدا تعالیٰ نے اپنے قادرانہ تصرف سے ان کی گردنوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھکا دیا تو اربھی میان سے نہیں نکلی لیکن ان کی گرد نیں جھک گئیں الٰہی تصرف سے۔ اس وقت تیرہ سالہ انتہائی مظالم کا جو بدلہ لیا وہ یہ تھا جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ خدا تمہیں معاف کرے۔
 لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۷)

تولعلَّکَ بَاخِعُ نَفْسَکَ قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک پیش ہے، ایک جلن ہے، ایک فکر ہے، ایک پریشانی ہے، اپنے لئے نہیں، یہ کہ یہ لوگ جن کی ہدایت، جن کی بھلائی جن کی خیر خواہی کے لئے، جن پر خدا تعالیٰ نعمتیں نازل کرنا چاہتا ہے اپنی یہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔
 لَعَلَّکَ بَاخِعُ نَفْسَکَ أَلَا يَكُونُو أُمُّ مِنْيَنَ (الشعراء: ۳۷) یہ بخوبی کی حالت

ہے۔ یہ صفت اتنی عظیم رنگ میں کھیں اور ہمیں نظر نہیں آتی۔ کسی رسول میں بھی نظر نہیں آتی۔ اور یہ جو ہے کہ ہر ایک کی خیرخواہی آپ کے دل میں تھی اس کا عملی جلوہ ہمیں یہ نظر آتا ہے اور وہ آپ کا آٹھواں وصف ہے یا صفت ہے یا مقام ہے کہ آپ ایک زندہ نبی تھے۔ دنیا میں حیات جاوہ اُنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کے فیوض جو ہیں ان سے پہلوں نے بھی حصہ لیا یعنی آپ کی بعثت سے بھی پہلے اور اس کا اعلان کیا گیا کہ آدم کے وجود سے بھی پہلے جب مٹی نے آدم کا وجود بنا�ا اس سے بھی پہلے میں خاتم النبیین تھا۔ کہا گیا کہ یہ جو اچھی باتیں، نیکی کی باتیں، اخلاق کی باتیں، ان غیر ترقی یافتہ اذہان کے لئے مجھ سے پہلی شریعتیں لائی تھیں وہ بھی میری کامل شریعت کا ہی ایک حصہ تھا۔ **أَوْتُوَّاَنِصِيَّاً مِنَ الْكِتَابِ** (آل عمران: ۲۳) تو یہ زندگی ایک زندہ نبی کی ہے جو زندگی آدم کی پیدائش سے پہلے شروع ہوئی اور آدم کی نسل پر قیامت جب آئے اس وقت تک یہ جاری رہے گی۔ آپ کے فیوض کے جلوے ہر خوش قسم انسان اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی زندگیوں میں دیکھتا ہے اور آپ کے فیض سے ہی دنیا میں اب تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ آپ کے فیض سے ہی قرآن کریم کے باطون جن کا تعلق اس زمانہ سے تھا وہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ آپ ہی کافیض روحاںی ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جن کی زبانوں میں خدا تعالیٰ اثر پیدا کرتا اور دنیا کے دل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ذریعہ سے جیتے جا رہے ہیں۔ خدا اس زندہ نبی پر بے شمار بے حد صلوات اور سلام بھیجے اور سلام نازل کرے۔ (سلام ہم بھیجتے ہیں نازل وہ کرتا ہے) اور دراصل درود و سلام کے مستحق ہیں تھے میں باقی تو ہر انسان پہلا تھا یا بعد کا اور ہر بزرگ روحاںی انسان جو پہلا تھا یا بعد کا اس نے اس کے پاس جو کچھ بھی ہے یا جو کچھ بھی آئندہ کسی کو ملے وہ طفیل ہو گا۔ اپنی ذاتی حیثیت سے کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیار کرنا چاہیے اور آپ کی ہی اطاعت کرنی چاہیے اور آپ کی غلامی پر ہی فخر کرنا چاہیے اور آپ کی دعاوں سے اپنا حصہ لینے کے لئے خدا کے حضور دعا میں کرنی چاہیں کہ وہ دعا میں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے جو اس زمانہ میں پیدا ہوئے کیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان دعاوں کا وارث بنائے اور ہماری غلطیوں کے نتیجہ میں

کہیں ہم ان دعاؤں کے نیک اثرات سے محروم نہ ہو جائیں اور آپ کے فیوض سے ہمیں وافر حصہ ملے اور ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج روحانی کے سچے خادم بنائے اور سپاہی بنائے روحانی فوج کے۔ دوسری فوجوں سے تو ہمارا کوئی تعلق نہیں اور خدا کرے کہ جیسا کہ کہا گیا اور بشارتیں دی گئیں جلد وہ زمانہ آئے کہ نوع انسانی اپنی ظلمات سے نکل کر باہر آئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے ٹھنڈے سایہ تسلی اپنی زندگی کے دن گزارنے لگے۔
 (از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



ابدی زندگی کا حصول خدا کے فضل کے بغیر ممکن نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ فروری ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

کل دو پھر سے بارش ہو رہی ہے کبھی خاصی تیز ہو جاتی ہے کبھی زور ٹوٹ جاتا ہے مگر لگاتار قریباً بارش ہو رہی ہے اور اس موسم میں دین اسلام جو سہولتیں دیتا ہے اور زیادہ سختی نہیں کرتا مانے والوں پر، اس دین اسلام نے اجازت دی ہے کہ اگرچا ہوتا یہ سے موسم میں جمعہ نہ ہو اور اپنے اپنے حلقہ یا محلہ یا قریب کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ لی جائے یا گھروں میں نماز پڑھ لی جائے اور بہت سے دوست ہیں جن کو جسمانی طاقت کی وجہ سے یادل کے جذبہ کے نتیجہ میں یہ ہمت ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں آجائیں تو موسم پر غور کرتے ہوئے میں نے سوچا تو میرے سامنے یہ سوال آیا کہ آیا میں ان کا خیال رکھوں جو مسجد میں پہنچ جائیں گے اس موسم کے باوجود یا ان کا خیال رکھوں جو موسم کی وجہ سے اجازت جوان کو دی گئی ہے اس کے نتیجے میں مسجد میں نہیں پہنچیں گے۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ جو مسجد میں جمعہ کی خاطر تکلیف اٹھا کر پہنچیں گے ان کا بہر حال خیال رکھنا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت عام حاضری کی نسبت شاید آٹھواں حصہ یا دسویں حصہ حاضری ہو مگر جو نہیں آئے ان کا بھی کوئی گناہ نہیں کیونکہ اسلام نے یہ اجازت دی ہے۔ ایک دفعہ اس سے ملتے جلتے حالات میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں یہ اعلان فرمایا صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۱۰۳) کہ

ایسا موسم ہے کہ اپنے گھروں میں ہی نماز اب تم پڑھو، جمعہ کے لئے آنے کی ضرورت نہیں اور یہ جو سہولت دی جاتی ہے اور جو لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان کو بھی جہاں تک ثواب کا تعلق ہے اس معنی میں کوئی نقصان نہیں کہ جنت میں جانا اور جنت میں ابدی زندگی گذارنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے انسان کے عمل کے نتیجہ میں نہیں۔ تو اس موسم نے میری توجہ اس مسئلہ کی طرف پھیری کہ بہت سے انسان ایسے مذاہب سے تعلق رکھتے ہیں جن کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ محدود اعمال کی غیر محدود جزا نہیں دیتا، نہ دے سکتا ہے اس لئے یہ انتظام کیا اس نے کہ جس وقت ایک روح جنت میں اپنے اعمال کا بدلہ پالیتی ہے تو اسے واپس اس ایسی دنیا میں یا اس دنیا میں جہاں نیک اور بد عمل کا موقع اور اس کے اوپر جہنم یا جنت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور پھر نئے سرے سے ایک زندگی شروع ہوتی ہے۔ نئی جون میں رو جیں آتی ہیں۔ نئے جسموں کے اندر نئے سرے سے عمل کرتی ہیں، پھر نئے سرے سے خدا تعالیٰ ان کے اعمال کی جزا کے لئے انہیں ایک محدود عرصہ تک جنت میں رکھتا ہے۔ پھر وہ عرصہ پورا ہو جاتا ہے پھر وہ واپس نئے جسموں میں آتی ہیں ایک نیا دور پھر شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح غیر متاثری دور انسان کی روح پر آتے رہتے ہیں لیکن اسلام ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا۔ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر فرمایا کہ ہاں عائشہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی جنت میں جاؤں گا اپنے اعمال کے نتیجہ میں نہیں (حوالہ) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ جو جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ ان کو ایک ابدی جنتی زندگی عطا کی جائے گی پھر وہ جنت میں سے نکالنے ہیں جائیں گے اور یہ عقیدہ رکھنا جیسا کہ اسلام نے ہمیں سکھایا کہ جنت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پیار کے جلوے مرور زمانہ کے ساتھ پہلے کی نسبت زیادہ نازل ہوں گے یا جلوہ گر ہوں گے جنتیوں پر۔ بلکہ ایک حدیث میں تو یہ بھی آیا ہے کہ ہر روز جنتی اپنے مقام سے ایک بالا مقام کی طرف خدا کی رضا کے نتیجہ میں اور اس کے فضل سے ترقی کر جائیں گے اور نئی رفتتوں کو حاصل کریں گے اور زیادہ قرب انہیں نصیب ہوگا اللہ تعالیٰ کا۔ قرآن کریم نے ہمیں سمجھانے کے لئے یہ بتایا ہے، وہ بڑی وضاحت کے ساتھ اور وہ اتنی روشن دلیل ہے کہ انسان جب اس پر غور کرے تو سارا مسئلہ انسان کے

ذہن میں خود آ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے یہ کہا کہ جب ابھی تمہارے اعمال شروع بھی نہیں ہوئے تھے تو بے شمار خدا تعالیٰ کی نعمتیں تمہارے حصے میں آ گئیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیة: ۱۲) کہ ہر دو جہان کی ہر چیز کو تمہاری خدمت اور تمہاری بھلائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا اور انسان کی تو ایک نسل کے بعد دوسری نسل آتی ہے اور پہلی نسل بھی انسان کی پیدا نہیں ہوئی تھی جب یہ دو جہان پیدا ہو گئے اور اس کی بھلائی کے اور اس کی ترقیات کے اور اس کے سکون کے اور اس کے اطمینان کے اور اس کی خوشحال زندگی کے سامان پیدا کر دیئے اللہ تعالیٰ نے۔ کس عمل کے نتیجے میں پیدا کئے تھے؟ رحمانیت کے ہی جلوے تھے ناجو بغیر عمل کے جزا دیتی ہے تو دوسری طرف انسان کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں اس قدر کامل استعدادیں عطا کیں کہ ہر چیز جو پیدا کی گئی اس سے وہ خدمت لے سکتا ہے۔ یہ جو انسان کو صلاحیتیں ملیں انسان کی پیدائش کے ساتھ یہ اس کے کس عمل کا نتیجہ تھا؟ انسان کو یہ طاقتیں ملیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نیک اعمال بجالائے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرے۔ یہ طاقتیں، روحانی طاقتیں جو ہیں جو رو روحانی صلاحیتیں اور استعدادیں ہیں جن کے بغیر روحانی میدان میں انسان ایک قدم بھی اٹھانہیں سکتا ہے اس کے کس عمل کے نتیجے میں اس کو ملیں؟ ظاہر ہے کہ ابھی جو چیز اس کو ملی نہیں، اس کے مطابق اس نے عمل کہاں سے کر لیا۔ تو پیدائش کے ساتھ اتنی وہ أَسْبَغَ عَلَيْكُمْ کی تصور آتی ہے۔ تو یہ بارش نے ہی میری توجہ اس طرف پھیری نا کہ قطرے بارش کے تو ممکن ہے کہ انسان گن لے، خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتا اور یہ جن نعمتوں کا میں ذکر کر رہا ہوں ساری وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے نیک یا بد عمل سے نہیں بلکہ انسان عمل کرنے کے ابھی قبل بھی نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے لئے موجود تھیں۔ خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں اس کی پیدائش کے وقت اس کا استقبال کر رہی ہیں۔ جب اس نے پیدا ہوتے وقت پہلی جنیخنگائی اس دنیا میں آ کر تو اس کا جواب کائنات نے یہ دیا تو چیختا کیوں ہے ہر چیز تیرے لئے پیدا کی گئی ہے، آگے بڑھ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر۔

تو جس نے ہماری پیدائش سے پہلے بے شمار نعمتوں سے ہمیں نوازا وہی ہمارے مرنے

کے بعد بے شمار نعمتوں سے ہمیں نوازنے والا ہے اور ایک عمل ہمیں نظر آ رہا ہے اس زندگی میں کہ یہ بادل ہیں اللہ یہ خیر کے ہی بادل بنائے اور یہ بارش ہے اللہ خیر کی بارش کرے، یہ چاند، یہ سورج، یہ ان کی شعاعیں، یہ زمین، یہ اس کی بے شمار خاصیتیں، ایکٹرا یکٹر میں فرق تاکہ ہم مختلف اجناس اگاسکیں ان کے اندر، علاقے کی طاقتون کا زمین کا فرق۔ کوئی روئی اگا رہی ہے کوئی گندم اگا رہی ہے، کوئی کچھ اگا رہی ہے، کوئی باغات اگا رہی ہے تاکہ انسان خدا تعالیٰ کی کسی نعمت سے بھی محروم نہ رہے۔ بغیر کسی عمل کے یہ ساری چیزیں پیدا کیں۔ جس نے عملًا اپنی بے شمار نعمتوں سے انسان کو اس کے عمل سے پہلے نواز دیا اس کے متعلق تو ایک لحظہ کے لئے بھی یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ روحانی دنیا میں جب وہ اپنی رضا کی جنتوں میں انسان کی روح کو لے جائے گا۔ یہی جلوہ اس کے اوپر نہیں کرے گا کہ ابدی زندگی اس کو عطا کرے اور اس کی روح کو اس کے پیار کی جنتوں کے حصول کے لئے ایک خاص وقت کے بعد دوبارہ عمل کی زندگی گزارنے کے لئے دنیا میں بھیجا جائے ایک نئے جسم کے اندر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ ہاں عائشہ میں بھی اللہ کے فضل ہی سے جنت میں جاؤں گا تو اس میں بھی یہ اعلان کیا کہ اے عائشہ! دیکھو میں ایک انسان ہوں، میری زندگی محدود، اس محدود زندگی میں خد کے لئے میرا ہر لحظہ جو خرچ ہو رہا ہے زندگی کا وہ بھی محدود۔ اس محدود زندگی میں محدود عمل جو میں بجا لاؤں اور خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں ہر عمل ہی خدا کی رضا کے لئے بجا لاؤں لیکن پھر بھی ہیں تو وہ محدود تو میرے محدود عمل کا غیر محدود نتیجہ خدا کے فضل کے بغیر کیسے نکل سکتا ہے۔ اس واسطے حقیقت یہی ہے کہ میں بھی اے عائشہ! خدا کے فضل کے بغیر ابدی زندگی کو حاصل نہیں کر سکتا، اس واسطے کہ خواہ لو لا ک لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ (موضوعات کیر حرف اللام صفحہ ۵۶) ہی کیوں نہ ہوتا یعنی ہر دو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں وہ اپنی جگہ پر درست لیکن اس پر دو جہاں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محدود، اس زندگی میں انتہائی فدائیت کے نمونے ایک کامل انسان کی حیثیت میں آپ نے دکھائے اور خدا تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم بن گئے یہ درست لیکن خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم بننے کے باوجود آپ کی نیکیاں محدود کیونکہ زندگی محدود۔ محدود زندگیوں کے مقابلہ میں

غیر محدود نتیجہ جنتوں میں رہنے کا اور انعامات کا سوائے خدا تعالیٰ کے فضل کے نہیں مل سکتا تو جس رب کریم نے ہماری پیدائش سے پہلے بے شمار، بے حد و حساب نعمتوں سے ہمیں نوازا اس کے متعلق یہ سوچنا کہ ہمارے مرنے کے بعد وہ اب اس قابل نہیں رہا کہ اپنی جنتوں میں ہمیں ہمارے محدود اعمال کے مقابلہ میں غیر محدود جزادے کربے حد و حساب، بے شمار نعماء روحانی سے نواز نہ سکے یعنی یہ غلط بات ہے کہ ہم یہ کہیں کہ وہ نواز نہیں سکتا کیونکہ اس کے جو ہماری پیدائش سے پہلے اس کا ہم سے سلوک ہے اس نے بغیر کسی شک اور شبہ کے یہ ثابت کیا کہ وہ خدا جو ہے وہ کر بھی سکتا ہے اور کرے گا بھی۔ اور کرے گا اسی وجہ سے ہم کہتے کہ اس نے پہلے کیا۔ انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ اس پر بے حد و شمار خدا تعالیٰ کی نعمتیں نازل ہوں۔ کچھ اس کی نیکیوں کے نتیجہ میں یعنی بے حد و شمار جو نعمتیں ہیں کچھ کا حصہ تو مقبول اعمال صالح کے نتیجہ میں۔ لیکن جو اصل حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ یہ بے حد و حساب نعمتیں جو ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیں۔ اس واسطے کسی ایسے عقیدہ کی ہماری عقول کو ہماری فطرت کو، جس میں بے حد و شمار صلاحیتیں نعماء ظاہری کے استعمال کے لئے اور پھر ارتقاء کرتے ہوئے نعماء روحانی کے قول کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہیں جس کو ہماری فطرت، فطرتِ انسانی علی وجہ ال بصیرت یہ سمجھتی ہے، اس یقین پر قائم ہے، روشن چیز ہے ہمارے سامنے کہ ہمارا خدا جو ہے وہ اپنے فضل سے بے حد و شمار نہ ختم ہونے والی نعمتیں نہ ختم ہونے والی زندگی میں ہمیں عطا کرے گا۔ اس واسطے وہ تمام عقائد جو خدا تعالیٰ کی رحمانیت جو خدا تعالیٰ کے سلوک سے جو اس نے انسان سے کیا کہ یہ اعلان کر دیا سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۲) اس کے یہ خلاف ہے کہ یہ کہا جائے کہ پھر وہ روح کو واپس لائے گا اور ایک نئے سرے سے ان کو کہے گا کہ یہ اعمال کرو تب تم میری جنتوں میں رہ سکتے ہو ورنہ نہیں رہ سکتے۔ خدا تعالیٰ بڑا پیار کرنے والا ہے۔ اس محدود زندگی میں اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق جس حد تک ہم اس سے اس کے بے حد و حساب پیار کے مقابلہ میں پیار کر سکیں وہ ہمیں کرنا چاہیئے ورنہ ہماری بخششی ہوگی، ورنہ وہ روح جوابدی جنتوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اسے اپنی زندگی کا، اپنی حیات کا ایک حصہ خدا تعالیٰ کے غصب کے جہنم میں گذارنا پڑے گا۔ اس

کے لئے تو نہیں اس کو پیدا کیا۔ خدا نے تو یہ اعلان کیا ہے کہ میں نے مَاخَلَقْتُ الْجِنَّاتِ
وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذریت: ۵) کہ انسان بڑے ہوں یا چھوٹے اپنا عبد
بننے کے لئے ان کو پیدا کیا۔ تو ہر شخص کو جس کی فطرت مسخ شدہ نہیں ہے اسے اس حقیقت کا
احساس ہونا چاہیے اور خدا تعالیٰ سے پیار کا تعلق قائم کرنے کے لئے ہمیشہ اسے کوشش کرتے
رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کوشش، ایسی کوشش کرنے کی توفیق بھی عطا کرے اور ہمارے اعمال کو وہ
قبول بھی کرے تا محدود اعمال کا ہم اس سے نہایت ہی پیارا غیر محدود، رضا کی جنتوں کی شکل
میں اپنا بدلہ اور ثواب حاصل کر سکیں۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



دُنیا کو خدا تعالیٰ کی طرف واپس لانا

جماعت احمدیہ کا کام ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ وَسُورَةُ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ تَلَاوَتْ كَيْفَيَةً بَعْدَ حضُورِ النُّورِ نَفْرَةً مِنْ فَرِمَاتِي:-

قرآن عظیم نے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر، ذکر باری پر، خدا تعالیٰ کو یاد رکھنے پر بہت زور دیا ہے۔ بعض مقامات میں تفصیل سے بعض باتوں کا ذکر کر کے انسان کو خدا تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے اور بعض آیات میں اصولی تعلیم بیان کی اور اس بنیادی حقیقت کی طرف انسان کو متوجہ کیا ہے۔ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (الجمعة: ۱۱) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور اس کے نتیجہ میں ہی تمہیں کامیابی ملے گی۔ قرآنی تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی زندگی کی کامیابی یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق اپنی زندگی گذارے اور یہ کوشش کرے کہ اس کی جو صلاحیتیں اور استعدادیں ہیں یا جو خدا تعالیٰ نے اس کے اندر صفتیں پیدا کی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا رنگ چڑھے اور اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت کے لئے یہ ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات کے جو جلوے اس دنیا میں ظاہر ہوئے یا ہوتے ہیں ان کی معرفت ہمیں حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے فعلی جلوے ہیں جس سے یہ کائنات وجود میں آئی، جس کے نتیجہ میں ہر دو جہاں قائم ہیں اور جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز کے

اندر بے شمار خاصیتیں پائی جاتی ہیں اور ان خواص میں مرورِ زمانہ کے ساتھ زیادتی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج سے دس ہزار سال پہلے جو گندم زمین پیدا کرتی تھی اس کی صفات اور جو گندم آج زمین پیدا کر رہی ہے اس کی صفات میں بھی فرق ہے کیونکہ اس عرصہ میں صفاتِ باری کے نئے جلووں نے صفاتِ گندم میں زیادتی پیدا کی ہے۔ معرفتِ ذات و صفاتِ باری کے حصول کے لئے یہ ضروری ہے جیسا کہ میں بتا رہا ہوں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی صفات کے جو جلوے ہیں ان کی معرفت حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن کریم نے دنیا کی ہر چیز کو آیت قرار دیا ہے۔ آیات اللہ میں سے اسے ایک چیز قرار دیا ہے۔ بعض جگہ بڑی تفصیل سے ہواوں کا چلنا، ان کا پانی اٹھانا، یعنی بخارات اٹھانا، پھر بادل بن جانا، پھر بادلوں کا برسنا، زمین کا روئیدگی اگانا، جنسیں پیدا کرنا، درختوں کا پت جھٹر، بعض موسموں میں پتے جھاڑ دینا، نئے اگانا، وغیرہ وغیرہ سب کو آیات کے زمرہ میں قرآن کریم میں رکھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے جو فعلی جلوے ہیں یعنی جن سے یہ کائنات بنی اور کائنات کی ہر چیز کی صفات میں زیادتی ہوتی چلی جا رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے جو قولی جلوے ہیں جو کامل شکل میں شریعت کے لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن عظیم میں ظاہر ہوئے، ان ہر دو کا جانا۔ پوری طرح معرفت حاصل کرنا، پچانا، سمجھنا، اس کی گنہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ اس کے حسن سے واقفیت حاصل کرنا، اس کی افادیت کا پتا لگانا وغیرہ وغیرہ۔ ان چیزوں سے ہمیں خدا کی اور اس کی صفات کی معرفت ملتی ہے۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَا تَتَخَذُوا أَيْتِ اللَّهِ هُرْرَوًا (البقرة: ۲۳۲) (خدا تعالیٰ کی جو آیات ہیں انہیں معمولی سمجھ کے محل تمسخر اور استہزا نہ بناو کیونکہ اس کے بغیر ان آیات کے سمجھنے کے بغیر تم خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے، خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کئے بغیر تم خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں کر سکتے، خدا تعالیٰ کا ذکر صحیح رنگ میں کئے بغیر تم حقیقی نجات اور کامیابی اور فلاح نہیں حاصل کر سکتے اپنی زندگی میں۔

اس آیت میں پھر آیات اللہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمارے سامنے یہ مضمون بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ** (البقرة: ۲۳۲)

آیات اللہ کو محل استہزا نہ بناؤ بلکہ خدا تعالیٰ کی جو مادی دنیا میں صفات ظاہر ہوئی ہیں۔ اس مادی دنیا میں نعماء باری جو ہیں ان کو سمجھو اور ان کی معرفت حاصل کروتا کہ ان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کر سکو تو نعمت اللہ علیکم یہ قرآن کریم کے محاورہ میں جسمانی روحانی ہر دو قسم کی نعمتوں پر بولا جاتا ہے (یہاں چونکہ مقابلہ ہوا ہے ہدایت کے ساتھ اس لئے، ویسے تو خدا تعالیٰ کی روحانی نعمتیں اور اس کا کلام بھی بڑی نعمت ہے اور جو انسان کو صلاحیتیں دی گئی ہیں وہ بڑی نعمتیں ہیں) لیکن یہاں چونکہ کتاب و ہدایت کا ذکر بعد میں آیا ہے اس لئے یہاں مراد ہوگی ہر دو جہان کی ہر چیز جس کا ذکر سَخْرَلَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا إِنَّهُ (الجاثیہ: ۱۳) میں آتا ہے یعنی ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے تم ان کے متعلق علم حاصل کرو اور ان کے حسن کو دیکھو، دیکھو کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے بعض چیزوں کو لاکھوں سال پہلے پیدا کیا اس معنی میں ارتقائی دور میں سے گذرنے کے لئے ان میں حرکت پیدا کی اور پھر بعض چیزیں ایسی ہیں جو کئی لاکھ سال کے بعد اس شکل میں آئیں جس شکل میں آج انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے یہ بھی خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہیں نعماء ہیں ان کو یاد کرو اور یاد رکھو اور ان کے علاوہ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةٍ (البقرۃ: ۲۳۲) خدا تعالیٰ نے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمہارے لئے ایک کامل کتاب نازل کی ہے ایک ہدایت کاملہ تمہیں دی اور ایک حکمت کی کتاب یعنی ایسی شریعت جو فطرت کے مطابق ہے اور بات حکم سے نہیں بلکہ حکمت سے منواتی ہے یعنی ہر حکم جو ہے شریعت کا اس کی وجہ قرآن کریم نے بیان کی کہ یہ حکم تمہارے کس فائدے کے لئے ہے اس لئے تمہیں یہ حکم دیا گیا ہے یہ تمہارے اوپر کوئی چیز نہیں ہے کوئی بیگار نہیں لی جا رہی تم سے جس کو قربانی کہا جاتا ہے وہ تم اپنے نفس کے لئے قربانیاں دے رہے ہو اس کا فائدہ تمہیں پہنچے گا، تمہاری نسلوں کو پہنچے گا کسی چیز سے تمہیں محروم نہیں کیا جا رہا۔ جو مال کی مثلاً قربانی ہے اس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ خدا مال کو لیتا ہے تاکہ بڑھا کر واپس کرے۔ غرض قرض نہیں رکھتا وہ (یہ عجیب قربانی ہے کہ پانچ روپے لئے اور پانچ سو دے دیئے اور انسان کہے کہ ہم نے خدا کی راہ میں بڑی مالی قربانیاں دے دیں) مگر یہ اس کی شان

ہے جو سب سے بڑا ہے کہ وہ اسی کو قربانی سمجھتا اور اپنے پیار سے اپنے بندے کو نوازتا ہے۔ تو انسان خدا کا جو ذکر کرتا ہے وہ صحیح ذکر صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس کی صفات کا علم ہو اور صفات کے علم کے لئے ہر قسم کی تحقیق (علمی تحقیق جو ہے وہ) ضروری ہے یعنی جو خدا نے پیدا کیا اس کی عظمت جانے کی کوشش کرنا اس کی جو پیدائش ہے اس کے دستِ قدرت سے جو چیز نکلی ہے اس میں بھی بڑی عظمت ہے اس میں بھی بڑا حسن ہے اس میں بھی بڑی افادیت ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہر ضروری چیز کو پیدا کیا۔ جب تک ان چیزوں کا علم نہ ہو۔ صحیح طور پر انسان اپنی فطرت پر اپنی صفات پر اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ چڑھانہیں سکتا۔ تو خالی یہ نہیں کہا کہ ذکر کرو بلکہ ذکر کا طریقہ بھی بتایا کہ ذکر کا مطلب یہ ہے۔

ایک بچے کا سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا ذکر کی ابتداء تو کہلا سکتا ہے مگر ذکر نہیں کہلا سکتا یا ایک کم علم اور ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرنے والے بالغ انسان کا سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا ثواب تو ہے لیکن خدا تعالیٰ جس رنگ میں اس سے پیار کرنا چاہتا ہے وہ پیار اس کو تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ خدا تعالیٰ کے حسن اور اس کے رنگ کو پہچانے اور اس کی عظمت اور اس کا جلال اور اس کی رفعت اور اس کی شان جو ہے اور اس کی قدرتوں کے جو جلوے ہیں اور ان میں جو حسن ہے اور جو احسان خدا تعالیٰ بے شمار شکلوں اور صورتوں میں ایک فرد واحد کی ذات پر کر رہا ہے اس کا علم اسے حاصل ہوتا ہے۔ تب اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے جس سے وہ بھی سیراب ہوتا ہے اور اس کا خاندان اور نسل بھی سیراب ہوتی ہے اور بہت سارے دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھانے والے بن جاتے ہیں۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ جو دنیوی علوم ہیں ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیوی علوم کی ہر برانچ ہر شعبہ کا جاننا اس لئے ضروری ہے کہ اگر تم مومن ہو اور خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہو تو جب تک تمہیں ان باتوں کا علم نہیں ہو گا تم خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت بھی حاصل نہیں کر سکتے مثلاً ستاروں کا علم ہے، افلک کا علم ہے تو یہ سمجھنا کہ رات کو بچے بھی دیکھتے ہیں۔ بچپن میں میرے خیال میں ہر بچہ کبھی سوچتا ہو گا کہ میں گنوں کتنے ستارے مجھے نظر آ رہے ہیں جو گن نہیں سکتا بالکل چھوٹی عمر میں بچے کہہ دیتے ہیں (ماں یا باپ کو) کہ مجھے یہ ستارہ لا کے دو۔ یعنی ان کو پتا کچھ نہیں ہوتا لیکن

نظر آ رہا ہے۔ لیکن جب تک افلاک کا یہ علم نہ ہو کہ کس قدر و سعت خدا تعالیٰ کی اس پیدائش میں ہے جس کو ہم زمین و آسمان کہتے ہیں اب تک جو علم انسان نے بہت دور دیکھنے والی دوری نہیں ہیں ان سے حاصل کیا ہے اور وہ سائنس کے نئے طریقے یہ ہیں وہ جو پہلے شیشے سے دیکھنے والے طریقے تھے وہ اب نہیں رہے۔ بہت زیادہ آگے بڑھ چکا ہے انسان۔ جو اب تک معلوم کیا وہ بھی یہ ہے کہ اس ہر دو جہان میں ان آسمانوں میں بے شمار ایسے قبائل ہیں۔ ستاروں کے بے شمار ایسے قبیلے ہیں جن کو یہ گلیکسیز (Galaxies) کہتے ہیں گلیکسی ستاروں کے ایک ایسے قبیلے کا نام ہے جو اپنا ایک علیحدہ وجود رکھتا ہے اور بے شمار سورجوں پر مشتمل یہ قبیلہ بحیثیت مجموعی ایک نامعلوم جہت کی طرف حرکت کر رہا ہے اور دوسروں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جو دوسری گلیکسیز دوسرے قبائل ہیں ان کا ایک مستقل وجود ہے قبیلے ہونے کے لحاظ سے اور قبیلہ ہونے کے لحاظ سے۔ اس کے اندر ان گنت (یعنی جس کو انسان گن نہیں سکا) سورج ہیں اور ان سورجوں کے گرد ستارے گھوم رہے ہیں۔ تو سورج بھی ان گنت ہیں تو جوان کے ساتھ ستارے مل جائیں تو ان کی تعداد کیا بن جاتی ہے، بے شمار گلیکسیز، بے شمار قبائل ہیں۔ ہر گلیکسی میں بے شمار سورج ہیں اور پھر حرکت کر رہے ہیں یہ، اور ان کی حرکت متوازی نہیں بلکہ ہر آن ایک دوسرے سے پرے ہو رہا ہے ہر قبیلہ، ہر گلیکسی اور درمیان میں ان کا فاصلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اور سائنسدان کہتے ہیں کہ جب دو گلیکسیز میں یعنی ستاروں کے ایسے قبیلے میں جس کے اندر بے شمار سورج ہیں جن کے گرد دوسرے ستارے پھر رہے ہیں اتنی چلکے ہو جائے کہ ایک گلیکسی بے شمار ستاروں کی وہاں سما سکے تو وہاں کُنْ فَيَكُونُ سے ایک نئی گلیکسی (ستاروں کا قبیلہ) پیدا ہو جاتی ہے۔ بے شمار سورجوں پر مشتمل ایک نئی گلیکسی وہاں پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ کہنا کہ اس علم کی ایک مومن مقی کو ضرورت نہیں غلط بات ہے۔ قرآن کہتا ہے
 لَا تَتَعْجِذُوَا أَيْتَ اللَّهُ هُرُّ وَأَخَدَّ عَالَمَيْنَ كَيْ مَلُوكَ جَوَّهَرَ
 ہیں وہی معرفت صفات باری حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر آدمی تو ان گہرا یوں میں جانہیں سکتا۔ اتنا بڑا علم ہے یہ اور اس میں پھر خدا کی ایک اور شان نظر آتی ہے۔ پھر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ یہ

ساری بے شمار گلیکسیز (ان گنت قبائل جو ہیں یہ) قانون کی پابندی کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے جو قانون اور قواعد بنائے ہیں۔ ان کے پابند ہیں۔ آپس میں نہ لڑتے ہیں نہ جھگڑتے ہیں۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ ایک قبیلہ کا ستارہ دوڑ کے دوسرے قبیلے میں چلا جائے یا ادھر کا ادھر آجائے یا ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں بلکہ جو حکم ہے وہ کر رہے ہیں اور پھر یہ کہ (ایک تو نئی گلیکسیز پیدا ہو رہی ہیں) جو موجود ہیں ان کی صفات میں زیادتی ہو رہی ہے خدا تعالیٰ کی صفات کے جلووں کے نتیجہ میں جس شخص کو صرف اتنا علم ہی حاصل ہو جائے باقی (سبھیں آپ) بالکل اندر ہیں۔ صرف یہ روشنی اس کے سامنے آئی ہے اپنے رب کے متعلق۔ تب بھی اس کے دل سے نکلتی ہے تکبیر کہ خدا سب سے بڑا ہے بڑا بلند ہے اور سُبْحَانَ اللّٰهُ۔ ایسا قانون بنادیا کہ جتنا گھرائیوں میں بھی جاؤ یہ پتا لگتا ہے کہ کوئی عیب اس کے فعل میں نظر نہیں آتا اور کوئی تضاد نہیں وہاں نظر نہیں آتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ کہا ہے۔ سورۃ ملک میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کے جلووں میں تمہیں کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا۔ یہ بڑا لطیف مضمون ہے۔

ایک ہے سائنس، آپ یہ کہیں گے کہ ہر ایک کیسے ہر سائنس پر عبور حاصل کر لے۔ ایک ہے وہ سائنس جس کی تحقیق میں ایک جماعت سائنس دانوں کی مشغول ہوتی ہے اور بڑے پیے خرچ کرتی رہی ہے دنیا۔ انتہائی قیمتی آلات بناتے ہیں مثلاً ستاروں کا جو یہ علم ہے اس کے لئے کروڑوں کروڑوں ڈالر کی انہوں نے دور نہیں بنائی ہیں ستاروں کو دیکھنے کے لئے۔ ہر علم کی ان بارکیوں اور گھرائیوں میں تو ہر انسان نہیں جاسکتا لیکن جو ان کے اندر بنیادی اصول کام کر رہے ہیں وہ ہمیں ایک دوسرے سے سیکھنا چاہیے تاکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا جو سایہ ہے وہ ہماری روح کے اوپر پڑے اور ہم بھکنے سے محفوظ ہو جائیں۔ پھر ایم کی طاقت ہے ایک ذرے کے اندر اتنی طاقت خدا تعالیٰ نے بند کر کے رکھ دی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک طرف وسعت اتنی کہ گلیکسیز کا شمار نہیں اور ہر گلیکسی میں اتنے سورج کہ کسی ایک گلیکسی کے سورجوں کی تعداد بھی ہم پتا نہیں لگا سکے اور دوسری طرف ایک ذرہ (ایم) لے لو اس کے اندر اتنی طاقت خدا تعالیٰ نے بند کی ہوئی ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اس کی طاقت

جو ہے وہ انسان کو فائدہ بھی پہنچا رہی ہے لیکن غلط استعمال کے نتیجہ میں ہلاکت کا بھی سامان پیدا کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا اگر ذکر کرے انسان یعنی یہ علم جب اس کے سامنے آئے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ کی عظمت اور خدا تعالیٰ کی معرفت بھی اسے حاصل ہو اور عظمت کا جلوہ بھی اس پر ظاہر ہو تو پھر وہ سمجھے گا کہ خدا یے قادر و توانا نے جو یہ عظیم چیز پیدا کی ہے اس سے خدا کی مخلوق کو ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے لیکن انہی ہے دنیا جو خدا کی معرفت حاصل کرنے کی بجائے خدا کے بندوں کو دکھ دینے کے سامان پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دماغوں کو ہدایت عطا کرے اور خدا ایسے سامان پیدا کرے کہ سارے ہی انسان خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے والے ہوں۔ گلیکسیز کے متعلق ابھی جو میں نے آپ کو بتایا اس کے نتیجہ میں جب انسان کے سامنے یہ بتائیں آئیں تو اس میدان کے سائنسدانوں میں سے ایک حصہ جو پہلے دہر یہ تھا انہوں نے کہا اب ہمیں خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین آ گیا ہے۔ یہ جو نئی گلیکسیز پیدا ہوئیں تو یہ چیزیں سائنسدانوں کو اس طرف لا رہی ہیں۔ **لَا تَتَّخِذُوا أَيْتِ اللَّهِ هُرْبًا** یعنی خدا تعالیٰ کی جو آیات ہیں (اور خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت سے پیدا ہونے والی ہر چیز قرآن کریم کی اصطلاح میں خدا تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے نشان ہے۔ ایک اریو (Arrow) ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اس کی صفات کی طرف را ہنمائی کرنے والا ہے) ان کو محلِ استہزا نہ بناؤ کہ تم خدا کی طرف آنے کی بجائے اس سے دور ہونے لگ گئے بلکہ ان چیزوں کو ذریعہ بناؤ خدا تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کی معرفت حاصل کرنے کا تاکہ اس کے نتیجہ میں جو ایک عظیم ہدایت خدا تعالیٰ نے (**مَا آنَزَ اللَّهُ كُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَأَنْحَمَمْ**) نازل کی ہے جو حکمت سے پُر اور دلیل دے کے انسانی عقل کی تسلی کرتی اور اسے سمجھاتی ہے کہ تمہارے فائدے کے لئے یہ سارے احکام دیئے گئے ہیں، اسی طرح جس طرح تمہارے فائدے کے لئے ہر دو جہان کی ہر چیز پیدا کی گئی ہے یعنی ایک ہی خدا دنیا کی ہر چیز کو انسان کے فائدے کے لئے پیدا کرے اور اس کے متعلق انسان یہ سمجھے کہ جو اس نے اپنی وحی کے ذریعہ شریعت اور ہدایت نازل کی اس کا کوئی حکم انسان کو دکھ دینے کے لئے ہے یا اس کے فائدے میں نہیں ہے یہ تو ایسی ناممکن بات ہے کہ

میرے خیال میں اگر سمجھایا جائے تو ایک بچے کو بھی آسانی سے سمجھ آجائے گی یہ بات۔ اتنی بڑی دنیا جس کے ایک حصے، چھوٹے سے نقطے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ تو اس نے پیدا کی انسان کے فائدہ کے لئے اور بے شمار چیزیں ایسی بنادیں کہ انسان فائدہ ان سے حاصل کرتا ہے، فائدہ حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور نئی سے نئی چیز اس کے علم میں آتی ہے اور اس کو پھر افسوس ہوتا ہے کہ میں نے پہلے کیوں نہیں یہ علم حاصل کیا۔ پہلے اس سے فائدہ حاصل کر لیتا لیکن اس کے مقابلہ میں جو اس نے انسان کی ہدایت کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل شریعت نازل کی وہ انسان کے فائدے کے لئے نہیں یا اس میں کوئی ایک بھی ایسا حکم ہے جو اس کے فائدے کے لئے نہیں۔ یہ نامعقول بات ہے۔ انسانی عقل، انسانی فطرت اسے قبول نہیں کرے گی۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں پہلے دنیا کی نعماء کا ذکر کیا کہ ہر چیز انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ وَإِذْ كُرُوا نَعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ خَدَا تَعَالَى نے کہا دیکھو ہر چیز جو ہے وہ نعمت کے طور پر پیدا ہوئی ہے تو اس سے تمہیں متوجہ نکالنا پڑے گا کہ مَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةٌ اس کی طرف سے آنے والی کامل ہدایت بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی لے جانے والی ہے وہ بھی ایک نعمت روحانی ہے اس کو ہم ہدایت، شریعت، حکمت، اس کو ہم ایک حسین تعلیم، اس کو ہم انسان کو ایک بہترین انسان بنانے والی، اس کو ہم ایک وحشی کو متدن، متدن کو با اخلاق، با اخلاق کو روحانی انسان بنانے والی تعلیم سمجھتے ہیں، اس طرح جس طرح دنیا کی ہر چیز سَخَّرَ لَكُمْ کے ماتحت انسان کے فائدے کے لئے ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کا ہر حکم انسان کے فائدے کے لئے ہے اور وہ یعنی سے انکار کر رہا ہے۔

مگر اس زمانہ میں یہ انہی دنیا خدا سے دور جا چکی ہے اور خدا کی طرف واپس انہیں لے آنے کا کام جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے اور اس کے لئے جماعت کو نمونہ بننا چاہیئے اور نمونہ بننے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت انہیں حاصل ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیوی علوم بھی سیکھیں اور قرآن کریم کے علوم بھی سیکھیں اور خدا تعالیٰ کی معرفت

حاصل کریں اور اس کے پیار کو پائیں اور جو پیار کے وہ اس نے مجھ اپنی رحمت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کے اوپر کھولے وہ وہ ران کی زندگی میں عملًا ان پر کھلے ہوں اور خدا تعالیٰ کے ہر رنگ کا پیار انہیں ملے۔

خدا جب پیار کرتا ہے پچھی خوابیں بھی دکھاتا ہے۔ بولتا بھی ہے اپنے بندے سے۔ بڑا پیار کرنے والا ہے ہمارا رب۔ اور پھر خدا کے لئے اس کی مخلوق کو راہ راست پر لانے کی خاطر جوان سے ہو سکتا ہے وہ کریں۔ ہر قسم کی وہ کوشش کریں اور جن کو ہم قربانی کہتے ہیں اور ایثار کہتے ہیں اور کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے مجھے۔ اپنے متعلق بھی، آپ کے متعلق بھی کہ جس خدا نے یہ کہا کہ میں تم سے مال اس لئے لیتا ہوں کہ بڑھا کر تمہیں واپس کروں اس مال کو جو وہ لیتا ہے ہم یہ کہیں کہ خدا کے لئے ہم نے کوئی قربانی دی تو ایسا تو خیال بھی نہیں آنا چاہیے۔ ہم اس کو خوش کرنے کے لئے اس کے بتائے ہوئے طریق کو اختیار کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ خدا ہماری امید کے مطابق ہمیں اپنا پیار دے گا اور ہمیں اس قابل بنائے گا کہ اس زمانہ میں جو ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی ہے ہم اسے نبانہنے والے ہوں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵ ار مارچ ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۵)



اسلام نے کامل مذہبی

آزادی دی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تَعْوِذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت تلاوت فرمائی:-
 إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ
 (البقرة: ۱۲۰)

اور پھر حضور انور نے فرمایا:-

اس آیت میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخاطب ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، مبuous کیا ہے بشیر اور نذیر بنا کر اور **اصحٔبُ الْجَحِيمِ** کے متعلق تجھ سے باز پرس نہیں کی جائے گی۔

قرآن کریم نے یہاں یہ نہیں کہا کہ کافروں کے متعلق تجھ سے باز پرس نہیں کی جائے گی بلکہ یہ کہا کہ **اصحٔبُ الْجَحِيمِ** کے متعلق تجھ سے باز پرس نہیں ہوگی۔ تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ کوئی دوزخ میں جاتا ہے یا نہیں جاتا۔

اصحٔبُ الْجَحِيمِ کے معنی سمجھنے کے لئے جب ہم قرآن کریم ہی کو دیکھتے ہیں اور وہیں سے ہمیں صحیح معنی پتا لگ سکتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے **اصحٔبُ الْجَحِيمِ** یا **اصحٔبُ النَّارِ**، دوزخ کی آگ میں پڑنے والوں کا جہاں ذکر کیا ہے وہاں تین بڑے گروہ ہیں جن کا ذکر **اصحٔبُ الْجَحِيمِ** یا **اصحٔبُ النَّارِ** کے الفاظ سے کیا گیا

ہے۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تجھ سے ان تینوں گروہوں کے جہنم میں جانے کے متعلق باز پُرس نہیں ہوگی۔

پہلاً گروہ ان میں سے وہ ہے جس کا ذکر سورۃ مائدہ کی آیت ۱۱ میں بیان ہوا۔ فرمایا وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِاِيْتَنَا اُولَئِكَ اَصْحَابُ الْجَحِيمِ وہ لوگ جنہوں نے کفر کی راہوں کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا، جو دلائل صداقت کے تھے ان کی تکذیب کی اور خدا تعالیٰ کی آیتوں کو جھلایا اُولَئِكَ اَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک اَصْحَابُ الْجَحِيمِ ہیں، دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔ یہ گروہ جو ہے آگ میں پڑنے والا ہے۔

دوسرਾ گروہ جو آگ میں پڑنے والا ہے قرآن کریم کی اصطلاح میں، یہ بھی ایک بڑا گروہ ہے جس کا ذکر سورۃ نساء کی آیت ۱۳۶ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْمُنْفَقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق یقیناً جہنم کی گھرائی کے سب سے نچلے حصہ میں ہوں گے۔ پس ایک تو کفار ہوئے جن کا پہلے ذکر تھا اور دوسرے منافق ہوئے جو قرآن کریم کی اصطلاح میں اَصْحَابُ الْجَحِيمِ یا اَصْحَابُ النَّارِ ہیں۔

اور تیسرا گروہ جن کا ذکر قرآن کریم نے اَصْحَابُ النَّارِ کے زمرہ میں کیا ہے وہ یہ ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَرْتَدِ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَيَمْتُ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ تم میں سے جو بھی اپنے دین سے پھر جائے اور راہ ارتاد اختیار کرے پھر وہ طبعی موت مرے اس حالت میں کہ وہ ارتاد کے ذریعہ سے جس کفر میں داخل ہوا تھا (ایمان کو چھوڑ کے) اس کفر پر وہ قائم تھا۔ تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں جو نیکیاں کی تھیں اور جو بظاہر قربانیاں دی تھیں لیکن بعد میں ارتاد اختیار کیا تو حَطَّتْ أَعْمَالُهُمْ وہ نیک اعمال بھی ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کی نیکیوں کا بدلہ ثواب اور خدا تعالیٰ کی رضا کی شکل میں نہیں ملے گا۔ وَأُولَئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ اور ایسے مرتد جو ہیں وہ اَصْحَابُ النَّارِ ہیں، اَصْحَابُ الْجَحِيمِ ہیں۔

دوزخی ہیں، دوزخ کی آگ میں پڑنے والے ہیں اور لمبا عرصہ اس میں رہنے والے ہیں۔

ان آیات کی روشنی میں ہمیں تین گروہ نظر آئے اور وَ لَا تُشْكِلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ کے یہ معنی ہوں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تجھ سے اس بات پر باز پرس نہیں ہوگی کہ جب تو نے دنیا پر اسلام کو پیش کیا اور صداقت کے دلائل جو خدا تعالیٰ نے ظاہر کئے تھے اور نشاناتِ آسمانی جو تیری صداقت کے لئے آئے تھے وہ تو نے بتائے اور تبلیغ کی اور دعوت دی کہ یہ حق ہے اس کی طرف آؤ۔ لیکن جہاں ایک حصہ نے اس کو قبول کیا وہاں ایک دوسرا حصہ تھا جنہوں نے قبول نہیں کیا اور وہ کافر بن گئے تو کافروں کے متعلق تجھ سے یہ باز پرس نہیں ہوگی، یہ پوچھ گچھ نہیں ہوگی کہ کیوں وہ کفر کی حالت میں مرے اور ایمان نہیں لائے۔ یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے۔ تیرا کام صرف البلاغ ہے، دعوت دینا ہے، سمجھانا ہے، ان کے لئے دعا کیں کرنا ہے لیکن ہدایت پانے والے نے خود اپنی مرضی سے ہدایت پانی ہے اگر اللہ تعالیٰ اُسے اس کی توفیق دے یا بد قسمت ہوگا اور توفیق نہ پائے گا تو انکار کرے گا۔ بہر حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کہ کیوں اتنے دلائل سُنّتے کے بعد اور مجذرات دیکھنے کے بعد ایک دنیا منکرین کے گروہ میں شامل ہوئی اور انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمدؐ کے خدا کا کفر کیا۔

دوسرے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وَ لَا تُشْكِلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ کہ وہ لوگ جو ایمان لائے، جنہوں نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت کا جواہ اپنی گردنوں پر رکھتے ہیں لیکن ان کا یہ دعوا یہ صرف زبان سے تھا عملًا انہوں نے ایثار اور قربانی اور وفا اور ثبات قدم کی راہوں کو اختیار کرنے کی بجائے نفاق کی راہوں کو اختیار کیا اور خدا اور رسول سے محبت کر کے اور خدا کی مخلوق سے شفقت کر کے ان کی اسلامی تعلیم اور ہدایت کے مطابق خدمت کرنے کی بجائے فتنہ پیدا کیا اور فساد پیدا کیا اور وسو سے پیدا کئے اور نفاق کی چالوں کو پسند کیا وفا کو چھوڑ کر اور منافق نے کیوں نفاق اختیار کیا؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باز پرس نہیں ہوگی۔ فرمایا، تیرا کام یہ نہیں کہ ایمان لانے والے کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والا ہو۔ ایمان کے تقاضوں کو اپنی مرضی سے پورے کرنے والے جو ہیں

انہوں نے خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ ان کے اوپر کوئی جرنیں کیا جاستا اور اگر کوئی منافق منافقانہ مفسدانہ را ہوں کو اختیار کرتا ہے (منافق تو پہلے دن سے ہی ہمارے ساتھ لے ہوئے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ہمیں ایسے واقعات نظر آتے ہیں کہ خطرناک نفاق کا مظاہرہ کرنے والے عبد اللہ بن اُبی ابن سلول جیسے لوگ موجود تھے)۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بری قرار دیا گیا اس الزام سے کہ کیوں بعض نے نفاق کی را ہوں کو اختیار کیا۔ وَ لَا تُشْتَأْلِ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ يَهْ مِنَ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کی رو سے جہنم کے بدترین حصوں میں پھینکے جانے والے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی وجہ سے کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی وجہ سے کوئی باز پرس ہوگی۔

تیرے معنی وَ لَا تُشْتَأْلِ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ کے تیری آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کی روشنی میں، یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر باز پرس نہیں کرے گا خدا کے ایمان لانے کے بعد لوگ مرتد کیوں ہو گئے۔ یہ ذمہ داری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے کہ جو ایمان لے آیا سے زبردستی دائرہ اسلام کے اندر پکڑ کے رکھیں۔ یہ اس کا کام ہے۔ ساری بنا ہی آزادی پر ہے جزا اور سزا۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور خدا تعالیٰ کے قہر کا جلوہ جو ہے، اس کا انحصار ہر شخص کے اپنے افعال پر ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ آپ سے کوئی پوچھ پچھ اس کے متعلق کی جائے گی۔

جماعتوں اور گروہوں کے لحاظ سے یہ تین گروہ ہی ہیں۔ کفر کرنے والے، نفاق کی را ہوں کو اختیار کرنے والے اور ارتداد اختیار کرنے والے۔ اور تینوں ”وَ لَا تُشْتَأْلِ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ“ کے مفہوم کے اندر آتے ہیں کیونکہ تینوں کے متعلق قرآن کریم نے دوزخ اور دوزخ کی آگ میں پڑنے والوں کا لفظ استعمال کیا ہے۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے بَشِّيرُ اور نَذِيرٌ بناء کر بھیجا۔ پہلے مفسرین اس بحث میں بھی پڑے ہیں کہ اس آیت میں ”بَشِّيرُ اور نَذِيرٌ“ کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے یا حق کے ساتھ ہے کہ ہم نے ایسے حق

کے ساتھ تجھے بھیجا ہے جو حق بشارت دینے والا اور تنیہ کرنے والا ہے مگر دوسرا جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح طور پر بیشیر اور نذیر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

بات یہ ہے کہ یہ بحث لفظی ہے اس لئے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا، خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا ”إِنَّ أَتَّبَعَ إِلَّا مَا يُؤْخِدُ إِلَيَّ“، پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی کو بشارت دی ہے تو وہی کے نتیجہ میں دی ہے اپنی طرف سے تو نہیں دی کوئی بشارت، اور اگر کسی کو کوئی تنیہ کی ہے اور ڈرایا ہے کہ اگر تم یہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا تو اپنی طرف سے تو نہیں ڈرایا۔ وہ تو اسی واسطے ڈرایا کہ خدا نے کہا تھا کہ میں ناراض ہو جاؤں گا اگر تم ایسے کام کرو گے۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیشیر اور نذیر ہونا ہی بتاتا ہے کہ جو تعلیم آپ لے کر آئے، جو قرآن کریم آپ پر نازل ہوا وہ قرآن کریم خود بتارہا ہے کہ کن لوگوں کو خدا تعالیٰ بشارتیں دے رہا اور کن لوگوں پر خدا تعالیٰ کا غصب نازل ہونے والا ہے اور قرآن کریم ان کو ڈر رہا ہے کہ دیکھو ایسے کام نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔

تو اس آیت سے بھی ہمیں پتا لگتا ہے کہ اسلام نے کامل مذہبی آزادی دی ہے اور ایک مفسر نے جیسا کہ میں ابھی بتاؤں گا یہ کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی طاقت ہی نہیں دی گئی تھی۔ جب طاقت ہی نہیں دی گئی تو ازام کیسے۔ یعنی لَا شَيْءٌ كَالْفَلَقِ بَتَّاتا ہے کہ آپ کو یہ طاقت نہیں دی گئی تھی کہ زبردستی کسی کے دل کی حالت کو بد لیں۔ جب طاقت ہی نہیں تھی تو ازام بھی نہیں۔ پوچھ گچھ بھی نہیں، باز پُرس بھی کوئی نہیں۔

اس سلسلہ میں میں نے چند ایک نمونے مشہور مفسرین کے بھی لئے ہیں کیونکہ جب ہم بات کرتے ہیں تو ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو ہمیں کہتا ہے کہ تم خود ساختہ تفسیر کر رہے ہو۔ پہلوں نے بھی اس کے متعلق کچھ کہا؟ اس لئے میں کچھ نمونے پہلوں کے بھی اس سلسلہ میں لیتا ہوں اور ان کو بیان کر دیتا ہوں۔

ایک مشہور مفسر امام رازیؒ جن کی تفسیر ”تفسیر کبیر“ کے نام سے مشہور ہے اِنَّ آرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”إِعْلَمُ أَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا أَصْرُرُوا عَلَى الْعِنَادِ وَالْجَاجِ الْبَاطِلِ وَالْفَسَرِحَا
الْمُعْجِزَاتِ عَلَى سَبِيلِ التَّعْنُتِ بَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
لَا مَزِيدٌ عَلَى مَا فَعَلَهُ فِي مَصَالِحِ دِينِهِمْ مِنْ إِظْهَارِ الْأَدْلَةِ وَكَمَا بَيْنَ ذَلِكَ بَيْنَ
أَنَّهُ لَا مَزِيدٌ عَلَى مَا فَعَلَهُ الرَّسُولُ فِي بَابِ الْأَبْلَاغِ وَالتَّنْبِيهِ لِكُنْ لَا يَكُثُرُ غَمَهُ
بِسَبِيلِ اصْرَارِهِمْ عَلَى كُفُرِهِمْ.“

پھر لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہ اس کے معنی یہ ہیں۔

”قَالَ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ! بِالْحَقِّ لِتَكُونَ مُبَشِّرًا لِمَنِ اتَّبَعَكَ وَ
اَهْتَدَى بِدِينِكَ وَمُنْذِرًا لِمَنْ كَفَرَ بِكَ وَضَلَّ عَنْ دِينِكَ أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى
(وَلَا تُسْأَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ فِي التَّاوِيلِ وُجُوهٌ كَثِيرَةٌ ہے یہ بہت
سارے معنے لَا تُسْأَلْ کے ہو سکتے ہیں۔ احمدہا: أَنَّ مَصِيرَهُمْ إِلَى الْجَحِيمِ
فَمَعْصِيَتُهُمْ لَا تَضُرُّكَ وَلَسْتَ بِمَسْئُولٍ عَنْ ذَلِكَ وَهُوَ كَقَوْلُهِ فَإِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ۔
(الثانی) إِنَّكَ هَادِ وَلَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ فَلَا تَأْسِفْ وَلَا تَغْنِمْ
لِكُفُرِهِمْ وَمَصِيرِهِمْ إِلَى الْعَذَابِ وَنَظِيرُهُ قَوْلُهُ فَلَا تَدْهُبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ
حَسَرَاتٍ۔

(الثالث) لَا تَنْنُطْ إِلَى الْمُطِيعِ وَالْعَاصِي فِي الْوُقْتِ فَإِنَّ الْحَالَ قَدْ يَتَغَيَّرُ
فَهُوَ غَيْبٌ فَلَا تُسْأَلْ عَنْهُ وَفِي الْأَيَّةِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ أَحَدًا لَا يُسْأَلْ عَنْ ذَنْبٍ
غَيْرِهِ وَلَا يُؤْخَذُ بِمَا اجْتَرَرَ مَعَ سَوَاءً كَانَ قَرِيبًا أَمْ بَعِيدًا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کہ تمہیں علم ہونا چاہیے کہ جب کفار نے
مخالفت اور بے فائدہ ضد پر اصرار کیا اور ہر ہٹ دھرمی کے طور پر اقتراحی مجذبات کا متواتر مطالبہ
کیا تو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کو کہا کہ اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے دلائل ظاہر کر کے ان لوگوں
کی دینی بہتری کے لئے جو کچھ کیا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا یعنی خدا تعالیٰ نے اس سے
زیادہ نہیں کیا دلائل دے دیئے۔ آیاتِ آسمانی نازل کر دیں۔ امام رازیؒ کہتے ہیں اس آیت

میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتا ہے کہ جو میں کر چکا ہوں اس سے زیادہ میں ان لوگوں کی دینی صلاح کے لئے، دینی مصالح کے لئے نہیں کر سکتا۔ میں نے دلائل قائم کر دیئے، نجیق قاطعہ ظاہر کر دیں، آیاتِ آسمانی آگئے صداقت کے اظہار کے لئے اور جیسے خدا تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے خدا تعالیٰ نے یہ بھی بیان کر دیا کہ جو کچھ رسول نے انہیں تبلیغ کرنے اور تنمیہ کرنے میں کردار ادا کیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور ایسا اس لئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا غم ان کے کفر پر مصر ہو جانے کی وجہ سے زیادہ نہ ہو جائے۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ **بَشِّيرًا وَ نَذِيرًا** اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ تو ان لوگوں کو جو تیری پیروی کریں اور تیرے دین کے ذریعہ ہدایت پائیں بھارت دے اور جو تیرا انکار کریں اور تیرے دین سے گمراہ ہو جائیں انہیں ڈرانے اور خدا تعالیٰ کا جو فرمان ہے کہ **وَ لَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَهَنَّمِ**، مختلف پہلوؤں سے اس کی تفسیر کی جاسکتی ہے اول یہ کہ اصحاب الجہنم ہیں وہ۔ ان کفار کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور ان کی نافرمانی تجھے کوئی نقصان نہیں دے گی یعنی جوان کی نافرمانی ہے، خود ان کو اس کا نقصان پہنچے گا تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور نہ ہی تجھ سے اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ تیرا فرض تو تبلیغ ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے اور ایک اور جگہ فرمایا کہ اس رسول پر وہ کام کرنا ضروری ہے جو اس کے ذمہ لگایا گیا اور تم پر وہ کام کرنا ضروری ہے جو تمہارے ذمہ لگایا گیا۔ نمبر دو کہتے ہیں کہ دوسرے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو ہدایت دینے والا ہے۔

ہدایت دینے والا دعوت دینے والا، ہدایت پہنچا دینے والا ہے ان تک اور اس معاملہ میں تیرا کوئی اختیار نہیں یعنی اس معاملہ میں کہ وہ مانتے ہیں کہ نہیں تیرا کوئی اختیار نہیں۔ پس تو ان کے کفر اور دوزخ میں جانے کی وجہ سے غم نہ کر۔

اس مطلب کی ایک دوسری آیت بھی ہے جس میں فرمایا کہ تیری جان ان پر افسوس کرتے ہوئے ضائع نہ ہو جائے۔ تیسرے فرمایا کہ تو موجودہ وقت میں مطیع اور نافرمان کا خیال نہ کر حالات بدلتے رہتے ہیں۔ انہی میں سے تو پھر مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ کہتے ہیں اس آیت

سے ایک اور بات کا بھی پتا چلتا ہے وہ یہ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے نہ پوچھا جائے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اس کا موآخذہ ہوگا خواہ وہ گنہگار قریبی ہو یا قریبی نہ ہو۔

ابن حجر ایک مشہور مفسر ہیں انپی تفسیر جامع البیان میں وہ لکھتے ہیں:-

”وَ مَعْنَى قَوْلِهِ جَلَّ شَانَهُ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا، إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ يَا مُحَمَّدًا بِالإِسْلَامِ الَّذِي لَا أَقْبُلُ مِنْ أَخْدِ غَيْرَةٍ مِنَ الْأَدِيَانِ وَهُوَ الْحَقُّ مُبَشِّرًا مَنِ اتَّبَعَكَ فَاتَّبَاعَكَ وَ قَبْلَ مِنْكَ مَا دَعَوْتَهُ إِلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِالنَّصْرِ فِي الدُّنْيَا وَ الظَّفَرِ بِالثَّوَابِ فِي الْآخِرَةِ النَّعِيمُ الْمُقِيمُ فِيهَا وَ مُنْذَرًا مَنْ عَصَاكَ فَخَالَفَكَ وَ رَدَعَلَيْكَ مَا دَعَوْتَهُ إِلَيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِالْخَرْزِ فِي الدُّنْيَا وَ الدَّلْلِ فِيهَا وَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ فِي الْآخِرَةِ (وَ لَا تُسْئِلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ) وہ کہتے ہیں اس کے معنے ہیں یا مُحَمَّدًا إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا فَبَلَغَتْ مَا أُرْسَلْتَ بِهِ وَ إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَ الْإِنْذَارُ وَ لَسْتَ مَسْئُولًا عَمَّنْ كَفَرَ بِمَا أَتَيْتَهُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ وَ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَحِيمِ۔ (تفسیر جامع البیان)

وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے اس دین اسلام کے ساتھ بھیجا ہے جس کے سوا میں کسی اور دین کو کسی سے قبول نہیں کروں گا اور دین اسلام حق ہے۔ جو شخص تیری پیروی کرے، تیری اطاعت کرے اور جس حق کی تونے اسے دعوت دی ہے اسے وہ قبول کرے تو یہ حق جو ہے وہ اسے بشارت دیتا ہے کہ دنیا میں اس کی مدد کی جائے گی اور آخرت میں اسے ثواب دیا جائے گا اور اسے دائیٰ نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اس کے برعکس جو تیری بات نہ مانے، تیری مخالفت کرے اور جس حق کی طرف تونے اسے دعوت دی ہے اسے وہ رد کر دے تو اسے یہ حق جو ہے وہ تنیہ کرتا ہے کہ اسے دنیا میں ذلت پنچے گی اور وہ خوار ہو گا اور آخرت میں اسے ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا۔

وَ لَا تُسْئِلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ کہتے ہیں پس معنی یہ ہوئے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس جو پیغام تجھے دیا گیا تو نے

وہ پہنچا دیا اور تیرا کام پہنچا دینا اور تنیہہ کر دینا ہے اور تجھ سے ان لوگوں کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا جنہوں نے اس حق کا انکار کیا جو تو ان کے پاس لے کر آیا اور وہ دوزخیوں میں شامل ہو گئے۔

تیسرا حوالہ میں نے لیا ہے امام قرطبی کی تفسیر سے۔ وہ اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں کہ **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِشِيرًا وَ نَذِيرًا غَيْرَ مَسْئُولٍ**. کہ ہم نے تجھے بشیر اور نذیر کر کے بھیجا ہے اور تجھ سے ان لوگوں کے بارہ میں پوچھ گھونہ ہو گی، باز پرس نہ کی جائے گی۔

علامہ محمود الوی کی ایک مشہور تفسیر ہے روح المعانی اس میں اس آیت کی تفسیر یوں آئی ہے۔
إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ أَىٰ مُتَلِّبِسًا مُوَيْدًا بِهِ وَ الْمُرَادُ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ لَانْ تُبَشِّرَ مَنْ أَطَاعَ وَ تُنذِرَ مَنْ عَصَى لَا تُتْجِبِرَ عَلَى الْإِيمَانِ فَمَا عَلَيْكَ إِنْ أَصْرُرُوا وَ كَابِرُوا. اور وہ **وَ لَا تُسْئِلْ** کے متعلق کہتے ہیں ایسی **أَرْسَلْنَاكَ غَيْرَ مَسْئُولٍ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ مَا لَهُمْ يُوْمَنُوا بَعْدَ أَنْ بَلَغُتْ مَا أُرْسِلْتَ بِهِ وَ الْرَّمَتُ الْحُجَّةَ عَلَيْهِمْ** (روح المعانی)۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ تیری تائید کی گئی ہے اور کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اے رسول ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تاً ٹوان کو جو اطاعت اختیار کریں خوشخبری دے اور جو نافرمانی کریں تنیہہ کرے۔ تجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ تو کسی کو ایمان لانے پر مجبور کرے۔ یہاں میں یہ زائد کروں گا کہ اصحاب الجحیم کے جو قرآن کریم نے تین گروہ بیان کئے تھے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ تجھے اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ تو کسی کو ایمان لانے پر مجبور کرے یا کسی کو ایمان کے تقاضوں کے پورا کرنے پر مجبور کرے کہ وہ نفاق کی راہوں کو اختیار نہ کریں یا کسی کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ ایمان لانے کے بعد ارتدا اختیار نہ کریں۔ پس اگر وہ کفر پر اصرار کریں یا نفاق کی راہوں کو اختیار کریں یا ایمان لانے کے بعد ارتدا اختیار کریں اور فضول جھگڑا کریں تو اس میں تیرا کوئی نقصان نہیں اور تجھ پر کوئی الزام نہیں۔

شیخ اسماعیل خی کی تفسیر ہے روح البیان، وہ لکھتے ہیں:-

”إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ حَالَ كُونِكَ مُتَلِّبَسًا (بِالْحَقِّ) مُؤْيَدًا بِهِ وَ الْمُرَادُ الْحَجَجُ وَ الْأَيَاتُ وَ سُمِّيَتْ بِهِ لِتَادِيَتَهَا إِلَى الْحَقِّ (بَشِيرًا) حَالَ كُونِكَ مُبَشِّرًا لِمَنِ اتَّبَعَكَ (وَنَذِيرًا) أَئِ مُنْذِرًا وَ مُخَوِّفًا لِمَنْ كَفَرَ بِكَ وَ عَصَاكَ وَ الْمَعْنَى أَنَّ شَانِكَ بَعْدَ اظْهَارِ صِدْقَكَ فِي دَعْوَى الرِّسَالَةِ بِالدَّلَائِلِ وَ الْمُعْجَزَاتِ لَيْسَ إِلَّا الدَّعْوَةُ وَ الْأَبْلَاغُ بِالْتَّبْشِيرِ وَ الْإِنْذَارِ لَا أَنْ تُجْبِرَهُمْ عَلَى الْقُبُولِ وَ الْإِيمَانِ فَلَا عَلَيْكَ إِنْ أَصْرُرُوا عَلَى الْكُفْرِ وَ الْعِنَادِ۔“ (روح البيان) کہتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد دلائل اور نشانات ہیں اور بشیرًا تو بشارت دینے والا ہے ان کو جو تیری پیروی کریں اور نذیرًا اور تو ڈراتا ہے انہیں جو تیرا انکار کریں، تیری نافرمانی کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دلائل اور مجھرات کے ذریعہ تیرے دعویٰ رسالت کی سچائی کے اظہار کے بعد تیرا کام یہی ہے کہ تو اس حق کی طرف دعوت دے اور اسے لوگوں تک پہنچا دے خواہ خوشخبری دے کر یاد رکر۔ تیرا یہ کام نہیں کہ تو ان کو حق کے قول کرنے یا اس پر ایمان لانے کے لئے مجبور کرے اور تیرے پر کوئی الزام نہیں کہ دلائل اور مجھرات کے بعد انہوں نے کفر اور مخالفت پر اصرار کیوں کیا۔ تیرا کام پہنچانا تھا تو نے پہنچا دیا اور لَا تَسْأَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ یہ باز پر س نہیں ہو گی کہ کیوں وہ ایمان نہیں لائے۔

ایک تفسیر ہے ”تفسیر المنار“ الامام الشیخ محمد عبدہ لیکھر دیا کرتے تھے ان کے ایک شاگرد ہیں سید رشید رضا صاحب انہوں نے ان کے جو لیکھ رکھے یعنی قرآن کریم کے درس ان کو اکٹھے کر کے شائع کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ:-

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْعَقَائِدِ الْحَقِّ الْمُطَابِقَةِ لِلْوَاقِعِ وَالشَّرَائِعِ الصَّحِيحَةِ الْمُؤْصَلَةِ إِلَى سَعَادَةِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ. بَشِيرًا لِمَنْ يَتَّبِعُ الْحَقَّ بِالسَّعَادَاتِيْنِ (یعنی سعادت دنیا اور آخرت) وَ نَذِيرًا لِمَنْ لَا يَأْخُذُ بِهِ بِشَوَاءِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ. وَ لَا تُسْأَلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ أَئِ فَلَا يَضُرُّكَ تَكْذِيبُ الْمُكَذِّبِينَ الَّذِينَ يُسَاقُونَ بِجُحُودِهِمْ إِلَى الْجَحِيمِ لَأَنَّكَ لَمْ تُبَعَثْ مُلْزِمًا لَهُمْ وَ لَا جَبَارًا

عَلَيْهِمْ فَيَعُدُ عَدْمُ إِيمَانِهِمْ تَقْصِيرًا مِنْكَ تُسَأَلُ عَنْهُ بَلْ بُعْثَتْ مُعَلِّمًا وَ هَادِ
بِالْبَيَانِ وَ الدَّعْوَةِ وَ حُسْنِ الْأُسْوَةِ لَا هَادِيًّا بِالْفَعْلِ وَ لَا مُلِزِّمًا بِالْقُوَّةِ. لِيُسَمِّ
عَلَيْكَ هُدُهُمْ وَ لِكَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ۔ (تفسیر المنار) یہ کہتے ہیں کہ اس کے
معنے یہ ہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجھے عقائد حقہ کے ساتھ جو واقعات کے
مطابق ہیں اور صحیح احکام کے ساتھ جو دینی اور دنیوی سعادت تک پہنچانے والے ہیں بھیجا ہے۔
بَشِّيرًا اور ثُو بشارت دینے والا ہے دونوں قسم کی سعادت کی ہر اس شخص کو جو حق کی پیروی
کرے۔ وَ نَذِيرًا اور ڈرانے والا ہے دنیا اور آخرت کی بدختی سے اسے جو اسے اختیار نہ
کرے۔ وَ لَا تُسْأَلُ عَنْ آصْحَابِ الْجَحِيمِ أُنْ مَنْذَبِينَ کی تکنذیب تجھے کوئی ضرر نہیں
پہنچائے گی جو اپنے انکار اور تکنذیب کی وجہ سے جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے کیونکہ تو اس لئے
مبعوث نہیں کیا گیا کہ تو ان پر دباؤ ڈالے یا انہیں مجبور کرے ایمان پر کہ ایمان نہ لانے کو تیری
کوتا ہی شمار کیا جائے اور اس کے متعلق تجھ سے باز پُرس کی جائے بلکہ ٹو اس لئے بھیجا گیا ہے
کہ تو تعلیم اور ہدایت دے۔ حق کو بیان کرے۔ اس کی دعوت دے اور نیک نمونہ پیش کرے۔
اپنے اسوہ سے ان کو صداقت کی طرف بلائے نہ اس لئے کہ تو انہیں عملاً مجبور کر کے بالجبر
ہدایت یافتہ بنائے یا اپنی طاقت سے ان پر دباؤ ڈالے۔

دوسری جگہ فرمایا تیرا ذمہ نہیں کہ تو انہیں ضرور ہدایت تک پہنچائے لیکن اللہ تعالیٰ خود
ہدایت دیتا ہے اسے جسے چاہتا ہے اور اس آیت میں ایک سبق بھی ہے کہ انہیاء کو بطور معلم کے
بھیجا جاتا ہے نہ کہ بطور داروغہ کے اور نہ انہیں لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنے کی طاقت
حاصل ہوتی ہے یعنی ان کو یہ طاقت ہی نہیں دی گئی کہ لوگوں کے دل بد لیں۔ کسی نبی کو نہیں دی
گئی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ نے دل بد لئے کی طاقت نہیں دی تھی۔ اس
میں خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ میں نے دلائل مہیا کر دیئے، آسمانی نشان ان کو دکھا
دیئے۔ اس سے زیادہ ان کی دینی بہبود کے لئے میں (خدا جو ساری طاقتیں کا مالک ہے) بھی
اور کچھ نہیں کروں گا۔ ان کی مرضی پر چھوڑا ہے وہ میری رضا کی راہوں پر چلتے ہیں یا اپنے
بد عملیوں کے نتیجہ میں میرے غصے کو بھڑکاتے ہیں۔

تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کو بطور معلم کے بھیجا جاتا ہے نہ کہ بطور داروغہ کے اور نہ انہیں لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے نہ انہیں جروا کراہ کے لئے حکم ہوتا ہے۔ پس جب کبھی وہ جہاد کرتے ہیں تو صرف حق کے دفاع کے لئے نہ اس لئے کہ لوگوں کو وہ حق مانے پر مجبور کریں۔

آخری حوالہ بہت پرانی تفسیر کا نہیں بلکہ ماضی قریب کی ہے یہ تفسیر۔ تو جیسا کہ پہلے بھی خطبوں میں میں بیان کرچکا ہوں ایک آیت اس مضمون پر روشنی ڈالتی ہے۔ ہم سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم کہتا کیا ہے؟ حکم تو شریعت قرآنیہ کا چلے گا اور خدا کہتا ہے کہ میں بھی جرنہیں کرتا اور میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جرنہیں کرتا۔ اس آیت کے یہی معنے کے ہیں ان مفسرین نے کہ خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ میں جرنہیں کرتا۔ میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جرنہیں کرتا اور اس وجہ سے وَ لَا تُشَكِّلْ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ اگر کوئی انکار کرتا ہے، کوئی نفاق کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔ کوئی مرتد ہو جاتا ہے ایمان لانے کے بعد، کسی پر جر کوئی نہیں۔ لیکن کام یہ ہے کہ ڈراؤ ان کو نہیں مانو گے تو خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ میں جلو گے۔ منافقانہ را ہوں کو اختیار کرو گے تو قبر الہی کی وہ تجھی ظاہر ہو گی کہ تمہاری نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔ یہ انذار کیا ہے اور اگر ارتداد کی راہوں کو اختیار کرو گے تو خدا تعالیٰ کی گرفت میں آؤ گے۔ یہ انذار کردو، ان کو سمجھا دو اور اگر مانو گے خدا کے پیار کو پاؤ گے۔ دیکھو خدا اکتنا پیار کرنے والا ہے۔ ایک حصہ تو اس کے پیار کا مومن اور کافر ہر دو پر ظاہر ہوتا ہے اس کی رحمانیت کے نتیجہ میں اور ایک حصہ اس کے پیار کا اس کی رحیمیت کے نتیجہ میں صرف ان لوگوں پر ظاہر ہوتا ہے جو اس کے پہلے پیار کے بعد، رحمانیت کے جلووں کے بعد خدا کے مزید پیار کے حصول کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے عبد بن کراس کی رضا کی جنتیں حاصل کرتے ہیں اس دنیا میں یا اخروی جنتیں پاتے ہیں وفات کے بعد۔ مرنے کے بعد ملنے والی جنتوں کے متعلق تو کہا گیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ان کونہ کسی کان نے سن۔ اس کا تو ہم تصور ہی نہیں کر سکتے۔ اتنا ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسی زندگی ہے جس زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سیکنڈ روحاںی سرور اور خدا تعالیٰ کے پیار کی لذت سے معمور ہے۔ خدا تعالیٰ کس رنگ میں پیار کرے گا اور

کس رنگ میں وہ لذتِ روحانی عطا کرے گا یہ خدا ہی جانتا ہے یا وہ جانتے ہیں جو اس وقت جنت میں بیٹھے ہیں ہم تو اس ابتلا کی دنیا میں بستے ہیں اور اپنی فکر کرنی چاہیئے یہاں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور خوش ہو اور ہمیں جب اس نے توفیق دی ہے ایمان لانے کی توجہ دروازےِ خدا تعالیٰ سے دوری کے جہنم کے خاتمہ بالغیر ہونے تک کھلے ہیں ہمارا فرض ہے کہ خاتمہ بالغیر تک پیٹھ کر کے ان دروازوں کی طرف قدم آگے بڑھائیں۔ ان کی طرف منہ کر کے نہ چلیں اور ان کے اندر داخل نہ ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ابدی جنتوں کا ہمیں وارث بناؤے کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نفاق کا دروازہ اور ارتداد کا بند نہیں۔ کوئی جرنیں ہے۔ اگر کوئی منافق بننا چاہتا ہے تو جبراً اسے روکا نہیں جاسکتا لیکن سزا اس کی بڑی سخت ہے۔ **إِنَّ الْمُنْفَقِينَ فِي الدَّرُرِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**۔ اگر کوئی ارتداد اختیار کرتا ہے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا یا میں نے بیس سال تو تیری پاک جماعت میں شامل رہ کر تیری راہ میں قربانیاں دی تھیں ان کا بدلہ تو مجھے دے۔ **حَطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا** ان کے ایسے اعمال ضائع ہو جائیں گے ان کا بھی کوئی بدلہ نہیں ملے گا مرتد کو یہ یاد رکھنا چاہیئے اور مرتد بنانے کی کوششیں بھی ہوتی ہیں شیطان کا یہ بھی کام ہے۔ **أَصْحَابُ الْجَحِيمِ** کے جو تین معنے ہیں ان کی رو سے شیطان کے بھی تین کام ہیں۔ ایک اس کا کام ہے کہ انسان سے کفر کروائے یعنی قبول ہی نہ کرے صداقت کو جو **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ كَذَّبُوا** ایسا بتائیا میں بیان ہوا ہے۔ دوسرے شیطان کا یہ کام ہے جس وقت کوئی ایمان لے آتا ہے تو بڑا تملکتا ہے شیطان۔ یہ کیا ہو گیا۔ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ پھر وہ وسو سے پیدا کر کے انسان کو نفاق کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے اور یا وسو سے پیدا کر کے اسے ارتداد کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی شخص کا یہ کہنا کہ چونکہ میں ایک دفعہ ایمان لے آیا علی وجہ البصیرت اس واسطے شیطان کی طاقتیں جو یہیں وہ اس سے جہاں تک میرے نفس کا تعلق تھا چھین لی گئیں، یہ غلط ہے۔ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان اسلام لے آیا۔ لیکن دوسروں کے متعلق تو یہ نہیں کہا تھا کہ ان کا شیطان بھی ایمان لے آیا۔ پاک ومظہر بھی بہت گزرے لیکن ہر ایک کو لرزائی ترساں اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہیں۔

شیطان کے حملہ سے بچنے کے لئے ہمیں سکھایا الٰ حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ
الْعَظِيمِ۔ اس سے شیطان دور بھاگتا ہے۔ لوگ جانتے تو ہیں مگر سمجھتے کم ہیں اس لئے ہمیں یہ
 بتایا گیا کہ اگر شیطان کے حملہ سے بچنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ اپنی طاقت سے تم بچ نہیں سکتے
 لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ جب تک خدا سے طاقت حاصل کر کے شیطان
 کا مقابلہ نہیں کرو گے شیطان کے وار سے نہیں بچ سکو گے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس
 کی توفیق عطا کرے کہ ہم خدا سے طاقت حاصل کریں اور شیطانی و سوسوں سے محفوظ رہ کر نفاق
 اور ارتداد سے ہم میں سے ہر ایک بچنے والا ہو، ہر ایک بلا استثنہ تاکہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس
 کا جلال دنیا میں ظاہر ہو اور ہر انسان جو ہے وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 عظمت کے جھنڈے تلے بچ ہو جائے ایک خاندان کی حیثیت میں۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۲۶ تا ۳۰ جون ۱۹۷۹ء صفحہ ۲)



ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ کوئی رات کو بھوکا نہ سوئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-
 کئی سال ہوئے میں نے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ جو جماعت قائم ہوئی اور
 اس میں اخوت پیدا کی گئی اور ایک برادری بنادی گئی اور بنیان موصوص کی طرح کر دیا گیا تو
 اس کے نتیجہ میں ایک ذمہ داری ہم پر یہ عائد ہوتی ہے کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہ سوئے۔
 ہمیں چونکہ یاد دلاتے رہنے کا حکم ہے اس لئے اس کی طرف آج میں پھر جماعت کو توجہ دلانا
 چاہتا ہوں۔

اور یہ خیال مجھے اس لئے بھی آیا کہ پچھلے مہینے ڈیڑھ مہینے میں موسم کچھ اس قسم کا رہا ہے
 کہ فصلوں کے لئے وہ مضرت رسائی بھی بن سکتا تھا یا ہو گیا بعض جگہ۔ مختلف روپوں میں ہیں۔ جو
 اوپرے علاقے ہیں پاکستان کے یا جو ریلے علاقے ہیں پاکستان کے، ان علاقوں میں تو اس لمبی
 بارش نے فائدہ ہی پہنچایا لیکن نسبی علاقوں میں یا سخت زمین جہاں تھی اور پانی جلدی خشک نہیں
 ہوتا وہاں رپورٹ یہ ہے کہ کافی نقصان گندم کے کھنڈوں کو پہنچا ہے۔ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ
 پاکستان کی گندم اور دوسری کھانے والی اجنبیاں پر مجموعی لحاظ سے کیا اثر ہو گا اور یہ ہمیں بھی بتایا
 گیا ہے کہ کھیتیاں اگانا اچھی یا بُری، یہ انسان کا کام نہیں اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ﴿أَنَّمَا
 تَرْزَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْزَّرِعُونَ﴾ (الواقعة: ۲۵) قرآن کریم نے فرمایا۔ اس لئے ایک تو

اس وقت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ جو دعا پر یقین رکھتی اور دعا کے اچھے نتائج کی مشاہدہ ہے، ان کے مشاہدہ میں ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور جو مانگتا ہے انسان، اس کا عاجز بندہ اسے وہ دیتا ہے۔ بڑا دیالو ہے ہمارا رب۔ اس لئے دعا کرنی چاہیئے کہ اس موسم کی ساری خرایوں کے باوجود خدا مجموعی طور پر پاکستان میں کھانے کی اجناس جو ہیں وہ اس مقدار میں پیدا کر دے کہ پاکستان میں بسنے والے کوئی بھی کہیں بھی بھوکے نہ رہیں۔

دوسرے میں اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم ساری کی ساری نہایت حسین ہے اور اسلامی تعلیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہماری زندگی کے ہر پہلو میں حسن پیدا کرنے والی ہے۔ ایک دو باتیں نہیں جو اسلام نے بتائیں اور ہم ان کا خیال کریں اور سرخرو ہو جائیں اپنے رب کے حضور بلکہ ہماری زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہدایتیں ہیں جو دی گئیں اور زندگی کے ہر پہلو کے متعلق ہمیں ان ہدایتوں کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ کبھی اللہ تعالیٰ تنگی سے بھی اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے وہ بھی دکھاتے ہیں اور جو خدا تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسلام میں داخل ہوئے اگر وہ اسلامی تعلیم پر عمل نہ کریں تو انہیں بھی تکلیف پہنچتی ہے لیکن اس تنگی کے زمانہ میں بھی وہ جماعتیں جو اسلامی تعلیم پر عمل کرنے والی ہیں تکالیف سے اور دکھوں سے محفوظ کی جاتی ہیں۔ اور یہ جو میں نے کہا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے پہلے بھی میں نے کہا تھا کہ عام حالات میں آپ کو ایک دھیلہ خرچ کئے بغیر ایسا انتظام کرنا ممکن ہے کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے۔ ایک تو میں آج اس ملک کی ہی باتیں بتاؤں گا۔ اس سلسلے میں ایک بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا إِنَّهُ (الجاثیہ: ۱۳) اللہ تعالیٰ نے ہر دو جہان کی ہر شے کو انسان کے فائدہ کے لئے اس کی خدمت کے لئے پیدا کیا، اس کا خادم بنادیا۔ اس کے بہت سے بطور ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مختلف تفسیریں کی ہیں۔ اس Context میں اس سلسلے میں جو میں بات کر رہا ہوں اس کے متعلق میں یہ بتاؤں گا کہ آپ نے بنیادی طور پر تو یہ کہا کہ جب ہر چیز

خدا نے خادم بنائی تو ہر چیز سے زیادہ سے زیادہ خدمت لینا ہمارا کام ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی چیز کو جو ہماری خادم ہے اس کو ضائع کر دینا شکری اور گناہ ہے اور اس لئے آپ نے فرمایا اپنی رکابی میں اتنا سالن ڈالو جتنا ختم کرو۔ ایک لقمه کھانے کا ضائع کرنے کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اجازت نہیں دی۔ قرآن کریم کے اسی حکم کے ماتحت یا اس اعلان کے مطابق کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا إِنَّمَا أَنْهَاكُمْ أَنْهَاكُمْ اسی کا خیال رکھیں کہ کھانا ہمارا ضائع نہ ہو تو جو لقمه بچیں گے وہ ہمارے ان بھائیوں کے کام آئیں گے جن کے منہ میں لقمه جانے کے لئے کوئی لقمه موجود نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز تمہارے فائدے کے لئے تو پیدا کی گئی ہے مگر فائدہ حاصل کرنے میں، استعمال میں اسراف نہیں کرنا جتنی ضرورت ہے اس سے زیادہ نہیں کرنا۔ جتنا کھانے کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کھانا نہیں اور اس لئے فرمایا کہ بھوک ہو تو کھانا شروع کرو اور ابھی بھوک محسوس کر رہے ہو تو کھانا چھوڑ دو۔ یہ تو پھر آدمی پہ ہے۔ طبائع مختلف ہیں اس میں شک نہیں۔ ہر شخص نے اس چیز کو سامنے رکھ کے فیصلہ کرنا ہے کہ کتنی بھوک ہو تو میں کھانا چھوڑ دوں تو میری صحت کے اوپر اور میری جوزندگی ہے کہ میں نے کام کرنا ہے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو بنا ہنا ہے اپنے خاندان کی بھی، اپنی قوم کی بھی، اپنے رشتہ داروں کی بھی، اپنے ساتھ ہم عصر انسانوں کی بھی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، کتنی طاقت مجھ میں ہوئی چاہیے کہ میں ان تمام ذمہ داریوں کو نباہ سکوں؟ وہ طاقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھوک محسوس کر رہے ہو گے تو کھانا چھوڑ دو گے تب بھی وہ طاقت تمہیں ملے گی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتے جو محسن اعظم ہے یعنی ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی ایسا حکم دیں گے جو ہمارے لئے نفع رسال ہونے کی بجائے ہمارے فائدے کے خلاف ہو، مضر رسال ہو وہ۔

اگر ہم کوئی لقمه کھانے کا ضائع نہ کریں اگر ہم ابھی بھوک ہو تو کھانا چھوڑ دیں تو ہمارے گھروں میں جو کھانا پکتا ہے اسی پر بہت سے آدمیوں کا پیٹ پالا جاسکتا ہے مہمان بلا کر۔ حدیث میں آیا ہے، دو مختلف باتیں آگئیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں۔ ایک جگہ آیا ہے کہ جتنے آدمیوں کا کھانا گھر میں پکے اس سے دگنے پیٹ بھرے جاسکتے ہیں۔ ایک اسی حدیث میں یہ

فقرہ بھی ہے کہ جتنے کا پکے اس سے ڈیڑھ گنا پیٹ بھرے جاسکتے ہیں لیکن چار کا کھانا پکے چار کھانے والے ہیں میاں بیوی اور دوپچ مثلاً تو آٹھ آدمی کھائیں تو ان کا پیٹ بھر جائے گا۔ اس معنی میں کہ کھانے کی ضرورت ان کی پوری ہوجائے گی اور کھانے کی کمی کی وجہ سے جو صحت پہ برا اثر پڑ سکتا ہے وہ نہیں پڑے گا اور ایک یہ فرمایا کہ اگر چار کھانے والے ہیں تو چھ کا پیٹ بھر جائے گا اور یہ دراصل جو امیر لوگ ہیں ان کے گھروں میں اس قسم کے کھانے پکتے ہیں کہ وہ چار کا پکے تو آٹھ بھی کھالیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور جو غریب ہیں نبتاباد چار کا گھر میں ان کے پکے گا تو چھ کھالیں گے۔ یہ اس چیز کو سامنے رکھ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باریکی میں گئے ہیں اور یہ ہدایت دی ہے ہمیں۔ بہر حال ہو سکتا ہے۔

ہمیں تو نہیں پتا کہ جو موسم خراب رہا اور جس کے نتیجے میں بعض علاقوں میں میری رپورٹ کے مطابق، دوست مجھ سے بتائیں کرتے رہتے ہیں فصلیں بہت خراب ہو گئیں گو بعض علاقوں میں فصلوں کو فائدہ بھی پہنچا جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ جو اونچی زمینیں تھیں، ریتلی تھیں جہاں پانی ٹھہر انہیں انہوں نے فائدہ پہنچا دیا لمبی بارشوں نے لیکن جہاں پانی جلدی خشک نہیں ہوتا اور سخت زمین ہے اور ریتلی نہیں ہے اور وہاں دلدل سی بن جاتی ہے وہ کھیتیاں جو ہیں ان کو کافی نقصان پہنچا ہے لیکن یہ تو جس نے کہا ہے کہ ﴿أَنْتُمْ تَرْعَوْنَةٌ أَمْ نَحْنُ الْأَرْعَوْنَ﴾ وہی ہستی جو ہے، ہمارا رب وہ جانتا ہے کہ وہ ہمیں آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے یا ہم میں سے بعض کو آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے اور کیا نتیجہ نکلے گا تو اس کے لئے ایک تو دعا کرنی ہے ہم نے کہ اے خدا! پاکستان کو اتنا کھانے کو دے دے کہ ہماری ساری کی ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں اور ہمیں دنیا کے سامنے بھیک مانگنے کے لئے اپنا ہاتھ نہ پھیلانا پڑے اور دوسرا یہ کہ اگر یہ آزمائش ہے تو وہ لوگ جو اسلامی تعلیم سامنے رکھ کر اپنے بھائیوں کی محبت اپنے دل میں پاتے ہوئے رات کو جیجن سے سونہ سکیں جب تک ان کو یہ تسلی نہ ہو کہ ہمارے گاؤں میں، ہمارے شہر میں، ہمارے ہمسائے میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ جو بھوکا سورا ہا ہے اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں، یہ تو نہیں میں کہتا کہ سوفی صد ضرورت اس طرح کہ دو کا کھانا تین کے لئے یا چار کے لئے پورا ہوجائے گا اور بھوک ہو گی ابھی تو تم چھوڑ دو گے اس کے نتیجہ میں ساری ضرورتیں

پوری ہو جائیں گی لیکن مجھے یقین ہے کہ ساری اگر نہیں ہوں گی تو توے فی صد ضرورت ہماری پوری ہو جائے گی اور پھر ہمارا اور بھی دل کرے گا کہ ہم اپنے محبوب آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں کہ ذرا ذرا سی چیز بھی نظر انداز نہیں کی اور ہماری ہدایت اور بھلائی کی تعلیم ہمیں دے دی۔

اصل چیز یہ ہے کہ تدبیر پر بھروسہ کرنا محض، شرک بن جاتا ہے اور اپنی عقل پر یا اپنے وسائل پر یا اپنی کھاد پر یا اپنے کھیت کی زمین کا اچھے ہونے پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ بڑی اچھی فصلیں خدا تعالیٰ جو ہے وہ پندرہ منٹ میں بھی بتاہ کر دیتا ہے۔ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ گندم کی کثائی سے چند دن پہلے سطے قریباً زرد ہو رہے تھے اور چند دنوں کے بعد ان کو کاٹ لینا تھا لوگوں نے، زمینداروں نے، اور ایک چھوٹی سی بدلتی ہمارے علاقے میں آئی۔ دوسرے علاقوں میں بھی آئی ان دنوں میں اور پندرہ منٹ ٹالہ باری ہوئی، گلے پٹے اور انہوں نے کسی کھیت کے سارے سطے اڑا دیئے کسی کھیت کے پچاس فی صد سطے اڑا دیئے کسی کھیت کے پچیس فی صد سطے اڑا دیئے۔ فرشتوں کو جو حکم تھا انہوں نے وہ کام شروع کیا ہوا تھا اپنا اور کھیت والا سمجھتا ہو گا کہ بڑی اچھی فصلیں ہیں۔ ”میرے کوٹھے تے بھرجان گے دنیا دے نال۔“ دنوں کے ساتھ کوٹھوں کا بھرنا خدا کا کام ہے یہ زمیندار کا کام نہیں ہے۔ اس واسطے ہر وقت دعا کرتے ہوئے عاجزانہ، اس کے حضور جھکے رہنا چاہیے اور ہر خیر اور بھلائی اس سے مانگنی چاہیے۔ تدبیر اپنی انتہا تک پہنچاؤ اور تدبیر اپنی انتہا تک پہنچانے کے بعد تدبیر پر بھروسہ نہ کرو بلکہ خدا کو کہو کہ تو نے ہمیں کہا تھا کہ ہر چیز تمہارے لئے پیدا کی، تو نے ہمارے لئے کھاد پیدا کی ہم نے کھاد استعمال کر لی، تو نے ہمارے لئے پانی پیدا کیا ہم نے پانی استعمال کر لیا کھیتوں کے لئے، تو نے ہمارے لئے اچھے بیچ پیدا کئے ہم نے اچھے بیچ استعمال کر لئے کھیتوں میں، ہم نے تیرے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کھیتوں کو صاف رکھا، ملائی کی جڑی بوٹیاں وہاں سے نکال دیں، ہرے بھرے کھیت ہیں پر اے خدا! اگانا تو نے ہی ہے یہ ہمیں بتا ہے۔ اس واسطے ہم پر حرم کر، ہم سے حرم کا سلوک کر اور ہماری کھیتوں کے نتائج جو نکلیں یعنی جودا نے آئیں وہ اس کے مطابق ہوں جو نظر آ رہے ہوں۔ یہ پچھلے سال ہی ہمارے اس علاقے میں مونجی کے کھیتوں میں اور اس سے

پہلے لگدم میں بھی کھیتیاں بتا رہی تھیں کہ ۲۵ من نکلے گی اس کھیت سے اور نکلا پچیس (۲۵) من۔ اور پتا ہی نہیں لگا زمیندار کو یہ ہو کیا گیا ہے اور پتا لگنا چاہیے تھا کہ ہو یہ گیا ہے کہ خدا نے نہیں چاہا کہ تم اس سے پرے ہٹو اور دعاوں کے بغیر اپنی زندگی کے دن گزارو۔

تو دعاوں کے ساتھ اس کے فضل کو جذب کرو اور اس کے بندوں سے حسن سلوک کر کے اور پیار کر کے اور اس کے بندوں کے دکھوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کی تجوادیز کر کے اس سے یہ چاہو کہ تمہیں بھی وہ مولا قادر مطلق خدا جو ہے وہ تکالیف سے اور دکھوں سے بچائے اور محفوظ رکھنے کیونکہ آخر میں اسی نے دکھوں سے بچانا اور تکالیف سے محفوظ رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس کی سمجھ عطا کرے اور ہمیں دعائیں کرنے کی توفیق عطا کرے اور ہماری دعاوں کو قبول کرے محض اپنے فضل سے اور اس کے نتیجہ میں پاکستان بھوکا نہ رہے اور دنیا کے سامنے اس کو شرمندہ نہ ہونا پڑے کہ ہم اپنی ضرورت کے مطابق فصلیں نہیں اگا سکے بوجہ اس کے کہ ہم نے اپنے خدا کو چھوڑ دیا اور اس کو بھلا دیا اور اب دوسروں سے ہمیں مانگنے کی ضرورت پڑی۔

اور دوسرے ہر احمدی یہ عزم کرے کہ کوئی دوسرا جو ہے وہ رات کو بھوکا نہیں سوئے گا۔

فرق ہی کچھ نہیں پڑتا۔ دیکھو ہم نے دیکھا آپ میں سے بہت سارے گواہ ہیں ایک جلسے پر انظام خراب ہو گیا تھا۔ صبح کی نماز کے وقت مجھے اطلاع ملی۔ میں نے نماز کے بعد دوستوں کو کھڑا کیا۔ میں نے کہا کچھ انظام تھوڑا سا خراب ہے حالانکہ وہ ایک وقت خراب رہا تھا۔ تو میں نے کہا کہ یہ چیزیں تو ہمارے رستے میں روک نہیں بنتیں۔ روٹی زیادہ نہیں، کافی نہیں پک سکی اس واسطے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو گھروں میں اپنا روٹی کھانا پکا کے کھانے والے ہیں روٹیاں پکاتے ہیں وہ بھی ایک روٹی کھائیں گے اور ہمارے مہمان بھی ایک روٹی کھائیں گے اور جو تمہاری نجج جائے وہ لنگر خانوں میں پہنچا دو اور جوزائد پکا سکیں یعنی جتنی پکانی ہیں اس سے سیر، ڈیڑھ سیر، دو سیر جتنی بھی زیادہ پکا سکیں پکائیں اور پہنچا دیں۔ ہزاروں احمدی مغلص ایسے تھے جنہوں نے کہا مجھے بعد میں بتایا کہیوں نے۔ انہوں نے کہا ایک روٹی کھائی جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تین دن ایک ہی روٹی کھاتے ہیں مرتو نہیں جاتے، کمزور تو نہیں ہو جاتے، دبلے تو نہیں ہو جاتے، تکلیف ہمیں کوئی ایسی نہیں ہے۔ اس بات میں زیادہ خوشی ہے ایک احمدی کو کہ

اس کا بھائی بھوکا نہ رہے بجائے اس کے کہ وہ خود سیر ہو جائے اور اس کا پیٹ بھر جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو توڑنے والا ہو کہ بھوکا رہتے ہوئے تم ابھی بھوک کا احساس ہو تو چھوڑ دو۔

جب میں نے پہلا خطبہ دیا تھا اسی سلسلے میں تو وہ چھپا افضل میں۔ غالباً ضلع جہلم یا گجرات سے ایک غیر احمدی دوست کا مجھے خط آیا کہ آپ نے یہ تحریک کی ہے بڑی اچھی تحریک ہے پر ہم نے آپ کا کیا گناہ کیا ہے کہ آپ نے یہ شرط لگادی کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے یہ کیوں نہیں کہا کہ کوئی شخص بھی بھوکا نہ رہے۔ تو میں نے کہایا اس لئے میں نے نہیں کہا کہ آپ لوگ غصے ہو جائیں گے مجھ سے کہ ہمارا ذکر کیوں کرتے ہیں۔ ویسے تو میں نے جیسا کہ بتایا ہے ہر وہ شخص کوئی اس کا عقیدہ ہو کوئی فرقہ ہو پہلا فرض تو یہی ہے نا کہ جو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس پر وہ عمل کرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ بغیر ضرورت کے یہ بات کہہ دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ اسی لئے کی تھی کہ بعض حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے تمہاری زندگی میں جب دو کا کھانا چار کو کھلانا پڑے گا۔ تو اگر تم نہ مانو بات اپنے آقا کی تو تمہاری ذمہ داری ہے۔ جس جماعت کی میری ذمہ داری ہے، خدا نے میرے اوپر جن کی ذمہ داری ڈال دی ہے ان کو ذمہ کو کھم کے مطابق یاد دلاتے رہنا اور کوشش کرنا حتیٰ الوعظ کہ کسی کو بھی کوئی دکھنے پہنچ کسی تنگی کا احساس نہ ہو یہ احساس نہ ہو کہ میں بھوکا تھا اور مجھے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ کیسے نہیں پوچھنے والا۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ایک انقلاب عظیم پا کر دیا دنیا میں، مہدی آگئے، دنیا میں تبلیغ اسلام شروع ہو گئی، لاکھوں کی تعداد میں عیسائی اور دوسرے مذاہب والے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے، اسلامی معاشرہ جو ہے وہ آہستہ آہستہ زندگیوں میں قائم ہوا۔ اس کے لئے حکومت کا ہونا یا سیاسی اقتدار کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اسلامی احکام پر عمل کرے اور ہر شخص جو اپنے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے اس کا یہ فرض ہے کہ ہر دوسرا شخص جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے اس کو اس حالت میں نہ چھوڑے کہ غیر یہ طعنہ دیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خود کو منسوب کر رہا تھا

اور لاوارث تھا اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں۔ میں تو کانپ جاتا ہوں۔ مجھے کسی نے مسئلہ پوچھا تھا بعد میں وہ اسی مسئلے پر احمدی بھی ہو گئے ڈنمارک کے باشندے کہ آپ جنازہ نہیں پڑھتے غیروں کا؟ میں نے کہا غیر تو نارض ہو جاتے ہیں وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم نے جنازہ پڑھ دیا تو ہمارا مردہ جو ہے وہ شاید جہنم میں چلا جائے گا جنت میں جانے کے بجائے۔ تو ہم خواہ نتوہ لوگوں کو کیوں تنگ کریں۔ کہنے لگا میں یہ نہیں پوچھ رہا۔ بڑا زیرک آدمی تھا، کہنے لگا مجھے، یہ ہے مسئلہ میرا کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا وہ ہوائی جہاز میں فوت ہو گیا اور وہ ہوائی جہاز ڈنمارک میں اتر اور جو اس کے ہم عقیدہ تھے انہوں نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا، پڑھنے کی طرف توجہ کوئی نہیں دی اور وہ لاش اسی طرح بغیر جنازے کے دفنانی پڑی حکومت کو۔ اس وقت جماعت نے کیوں نہیں جنازہ پڑھا؟ میں نے کہا یہ مجھے نہیں پتا کیا واقعہ ہوا ہے لیکن اگر نہیں پڑھا تو انہوں نے بڑی غلطی کی۔ میں نے پھر ان ساروں کو ہدایت دی۔ میں نے کہا دیکھو کوئی شخص دنیا کا ہو، جو مرضی عقیدہ رکھتا ہو وہ۔ اگر وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں تو ہم ہیں اس کو پوچھنے والے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیار ہمارے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قدر پیدا کیا ہے، گاڑ دیا ہے کہ ہم یہ برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی شخص منسوب ہو اور دنیا کہے یہ لاوارث ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

تو میں کہوں گا اب بھی یہ کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے لیکن میں یہ ساتھ کہوں گا کہ کوئی بھی بھوکا نہ رہے بشرطیکہ آپ کی یہ کوشش فتنہ اور فساد پیدا کرنے والی نہ ہو۔ مجھے روپورٹ آئی کہ بعض جگہ بعض احمدیوں نے اسی طرح بیچارے غریب تھے کچھ، ان کی کچھ مدد کرنی چاہی تو وہ سارے اکٹھے ہو گئے لوگ کہ تم ان سے مدد نہ لو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ان سے کہو ان کو ضرورت ہے تم پوری کر دو، ہم سے مدد نہیں لیں گے۔ آپ پوری نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے تم ان سے مدد نہ لو۔ تو ان کو پھر مجبور ہو کے ان سے مدد لینی پڑی۔ میں نے ان کو ہدایت کی کہ یہ پیار اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد کے خدا کے پیار کے نتیجہ میں ہم کر رہے ہیں۔ یہ جو پروگرام ہے آپ کا اس میں تبلیغ آپ نے نہیں کرنی صرف ان کی ضرورت پوری کرنی ہے۔

ان کے دکھ دور کرنے ہیں۔ باقی تو تبادلہ خیال ہوتا رہتا ہے اس کو تو کوئی روک ہی نہیں سکتا یا جہاں دو انسان بیٹھیں گے وہ آپس میں باتیں کریں گے جہاں دو انسان آپس میں بیٹھ کے باتیں کریں گے ہر دو انسان مختلف آراء رکھنے والے ہیں وہ تبادلہ خیال شروع ہو جائے گا لیکن بعض نیکیاں ایسی ہیں جن کے اپنے دائرے ہیں ان دائروں سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔ مجھے جب میں پرنسپل تھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ہدایت دی تھی بڑی سختی کے ساتھ کہ یہ کافی ہم نے قوم جو تعلیم میں پہنچاندے ہے ان کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے کھولا ہے غیر احمدیوں کے بچوں کو بھی۔ تبلیغ کے لئے نہیں کھولا اس کے لئے ہمارا علیحدہ ملکہ ہے۔ اس واسطے صرف یہاں تعلیم تم دوان کو۔ اور تشریف لے آئے ہمارے کافی میں ایک فنکشن کے موقع پر اور غیر احمدیوں کو کہا کہ میں نے یہ ہدایت دی ہے ان کو اور میری ہدایت کی خلاف ورزی کریں تو میرے پاس شکایت کرو تم۔ ان کو یہ کہا کہ تم جب کہتے ہو کہ نماز پڑھنی ضروری ہے تو میں غیر احمدی بچے کو کہتا ہوں کہ نماز پڑھ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ احمدی امام کے پیچھے پڑھ لیکن نماز پڑھ کیونکہ نماز کو ضروری سمجھتا ہے تو بھی۔

تو ویسے اسلام بڑا حسین مذہب ہے اور اسی نے ہمیں یہ سارا کچھ سکھایا ہے کہ وَ اللَّهُ مَلَأِ يَحِبُّ الْفَسَادَ (البقرة: ۲۰۶) خدا تعالیٰ فساد کو نہیں پسند کرتا۔ تو اس فساد سے بچنے کے لئے میں کہتا ہوں کہ کوئی احمدی بھوکا نہ رہے لیکن اگر فساد کا خطرہ نہ ہو، ہزار جگہ نہیں ہوگا تو اس جگہ کوئی شخص بھی بھوکا رات کو نہ سوئے لیکن فتنہ و فساد نہیں پیدا کرنا، بالکل قطعاً اس کی خدا نے اجازت نہیں دی، خدا اس کو پسند نہیں کرتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال مکی زندگی میں ہر قسم کے دکھ اٹھائے لیکن کوئی جوابی کارروائی نہیں کی۔ وہ ہمارے لئے اسوہ ہے، جب تک کہ حالات نہ بدل جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے اور خدا کرے کہ ہر احمدی کا یہ احساس ہمیشہ بیدار رہے کہ میں اس جماعت کی طرف منسوب ہونے والا ہوں کہ جس کو ساری جماعت پوچھنے والی ہے اور لاوارث نہیں۔
(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذکر اور تفکر کی دو طاقتیں دی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۹ء، مقام مسجد القصی ربوہ)

تہشید و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاحْتِلَافِ الْأَيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَتٍ
لِّاُولَئِكَ الْأَبَابِ ○ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُوْبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا
سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلَ النَّارَ فَقَدْ
آخْرَيْتَهُ وَمَا لِلظَّلَمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ○ رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًّا يَنْدِي لِلْإِيمَانِ
أَنْ أَمْوَالِرِبِّيْكُمْ فَأَمَّا رَبَّنَا فَأَغْفِرْنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِرْعَنَّا سِيَاتِنَا وَتَوَفَّنَا
مَعَ الْأَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَأَتَيْنَا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْرِنَا يَوْمَ الْقِيَمةَ
إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثِي بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا
وَأَخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَوْذُوا فِي سَيِّلٍ وَقُتْلُوا وَقُتْلُوا لَا كَفَرَنَّ
عَنْهُمْ سِيَاتِهِمْ وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ ثَوَابًا مِّنْ
عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ○ (آل عمران: ۱۹۱-۱۹۲)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں

کے لئے یقیناً کئی نشانات ہیں۔ وہ عقلمند جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے بارہ میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے اس عالم کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچا لے۔ اے ہمارے رب جسے تو آگ میں داخل کرے گا اسے تو تو نے یقیناً ذلیل کر دیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہوگا۔ اے ہمارے رب ہم نے یقیناً ایک ایسے پکارنے والے کی آواز جو ایمان دینے کے لئے بلا تا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاو، سنی ہے پس ہم ایمان لے آئے اس لئے اے ہمارے رب! تو ہمارے قصور معاف کر اور ہماری بدیاں ہم سے مٹا دے اور ہمیں نئیوں کے ساتھ ملا کرو فاتح دے۔ اور اے ہمارے رب! ہمیں وہ کچھ دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کی زبان پر ہم سے وعدہ کیا ہے اور قیامت کے دن ہمیں ذلیل نہ کرنا تو اپنے وعدہ کے خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ (ہم سے گناہ ہو جاتے ہیں ہمیں گناہوں سے بچا) چنانچہ ان کے رب نے یہ کہتے ہوئے ان کی دعا سن لی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کروں گا۔ تم ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے ہو۔ پس جنہوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں تکالیف دی گئی اور انہوں نے جب دفاعی جنگیں کیں اور اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کیں اور مارے گئے۔ میں ان کی بدیوں کے اثر کوان کے جسم سے یقیناً مٹا دوں گا اور میں انہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدله کے طور پر ملے گا اور اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس کے پاس بہترین جزا ہے۔

ان آیات میں ایک لمبا مضمون بیان ہوا ہے لیکن میں نے اس مضمون کا ایک حصہ آج کے خطبہ کے لئے منتخب کیا ہے۔ ویسے اس کی بھی شاید تفصیل میں میں نہ جاسکوں کیونکہ صحیح سے پیٹ میں تکالیف کی وجہ سے مجھے ضعف کی شکایت ہے۔

پہلی بات ان آیات سے ہمیں یہ پتا لگتی ہے کہ آسمان اور زمین کی پیدائش یعنی کائنات کی ہر شے ایک آیت ایک نشان ہے۔ ایک ایسی چیز ہے جو ہمیں پتاباتی ہے حقائق کا۔ جو ہمیں

پتا دیتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کی عظمت اور اس کے جلال اور اس کی قدرت کا۔ ہر چیز ہماری رہنمائی کر رہی ہے ہمارے پیدا کرنے والے رب کی طرف اور صرف مادی اشیاء ہی نہیں بلکہ اس کائنات کو ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک تو مادی اشیا ہیں جن کو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسرے زمانہ ہے اور اس کو وَالْخِلَافُ الْيَلِ وَالنَّهَارِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

زمانہ اپنے اثرات دکھاتا ہے ان جہانوں میں اور زمانہ سے پیدا ہونے والا ہر اثر ہمیں کوئی سبق دے رہا ہے۔ ہمیں کچھ سکھاتا ہے ہماری رہنمائی اور رہبری کرنے والا ہے تو یہاں یہ فرمایا کہ یہ کائنات جو ہے اس کے ہر دو حصے مادی حصہ بھی اور زمانہ بھی جو اپنی ذات میں ایک حقیقت ہے۔ زمانے کے اثرات مادی دنیا پر ہوتے ہیں مثلاً ان کا بڑا اور چھوٹا ہونا ہماری فصلوں پر پراثر انداز ہوتا ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے دنوں کا چھوٹا رہنا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے چھوٹے دنوں کا اور لمبی راتوں کا ہونا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے لمبے دنوں کا اور چھوٹی راتوں کا ہونا ضروری ہے۔ بعض ایسے پودے ہیں جن کی روشنی اور اندر ہیرے کی ایک جیسی لمبائی کا ہونا ضروری ہے۔ تو یہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ زمانہ ہر آن حرکت میں ہے اور فاصلے کی نسبتوں کو قائم کرنے والا ہے۔ کس قدر تیزی سے کوئی چیز چل رہی ہے یا کتنی دور ہے کوئی چیز۔ اس وقت اختصار کے ساتھ زمانہ کے متعلق اس حقیقت کو بیان کر دینا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو ہم نے دو طاقتیں دی ہیں ایک ذکر کی اور ایک تفکر کی اور جو عقل مند ہیں خالص اور صحیح عقل رکھنے والے عقل اور لُب میں یہ فرق ہے۔ عقل میں جب ہوا نے نفس شامل ہو جائے اور وہ خالص نہ رہے تب بھی عربی زبان اسے عقل ہی کہتی ہے مثلاً آج کی مہذب دنیا جو دنیا میں ڈوب گئی اور خدا کو بھول گئی وہ بھی عربی زبان کے لحاظ سے عقلمند کہلاتیں گے اگرچہ ان کی عقل میں ان کی ادنیٰ خواہشات اور میلانِ نفس کی بھی بڑی ملاوٹ آگئی اور انہوں نے اپنی تسلی کے لئے گروہوں میں لذتیں محسوس کرنی شروع کر دیں اور اس کا جواز پیدا کر لیا اور اس حد تک چلے گئے یہ عقلمند کہ انگلستان کی ملکہ کو سدھوئی (Sodomy) بل

پر دشخیط کرنے پر بھی مجبور ہونا پڑا۔ اس حد تک گراوٹ اور عقلمند بھی ہیں عربی زبان ان کے لئے عقل کا لفظ استعمال کرے گی لیکن عربی زبان ان کے لئے **أُولُوا الْلَّبَابُ** کا لفظ نہیں استعمال کرے گی۔ اس واسطے کہ **لُبُّ** کے معنے ہیں خالص عقل جو اپنی صفائی میں اور Purity میں انتہا کو پہنچ چکی ہو اس کو عربی زبان میں **لُبٌّ** کہتے ہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسان کو خالص عقل دی تھی۔ اس نے اس کو اپنی نالائقوں کی وجہ سے اور گری ہوئی خواہشات کے نتیجہ میں ناخالص بنادیا اور گدلا کر دیا لیکن وہ لوگ جنہوں نے خالص عقل کو قائم رکھا وہ اپنی ان دو طاقتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک ذکر سے ایک تفکر سے۔ ذکر وہ کرتے ہیں ہر حالت میں **يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوْبِهِمْ** اور وہ تفکر بھی کرتے ہیں تفکر بھی وہ ہر حالت میں کرتے ہیں۔ اس آیت سے یہی واضح ہوتا ہے عربی میں (جیسا کہ مفسرین نے اس کیوضاحت کی ہے) ذکر اور تفکر میں فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ بدن اور روح سے۔ بدن سے تعلق رکھنے والی عبودیت کو ذکر کہتے ہیں اور قلب اور روح سے تعلق رکھنے والی عبودیت کو تفکر کہتے ہیں اور کامل ذکر وہ ہے جو انسان کے تمام جوارح اور اعضاء سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں حکم دیا نماز پڑھنے کا اور نماز کے اندر قیام بھی ہے اور رکوع بھی ہے اور سجدہ بھی ہے اور قعدہ بھی ہے اور زبان کا ذکر بھی۔ یہ جسم کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ روزہ ہے اس کا ہمارے بدن کے ساتھ تعلق ہے۔ ہم اپنے جسم کو بھوکار کہتے ہیں اور حج جو ہے اس کے جو ظاہری ارکان حج ہیں وہ ہمارے جسم سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ جس عبودیت کا تعلق بدن سے ہے اس کا نام ذکر ہے **يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوْبِهِمْ** اور جس عبودیت کا تعلق قلب اور روح کے ساتھ ہے اس کے متعلق کہا یتَقَرُّونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ اور عبودیت کے ہر دو حصے ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں یعنی جو ظاہری طور پر مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اگر نماز میں دعا کرتے ہوئے رقت نہ پیدا ہو تو وہ مصنوعی طور پر رقت کی حالت پیدا کرے۔ آہستہ آہستہ اس کا دل بھی اس طرف حقیقی رقت کی طرف مائل ہو جائے گا اور جو قلب کی اور روح کی عبودیت ہے اس کے نتیجہ میں جسم جو ہے وہ بھی دل اور روح کے ساتھ

خدا تعالیٰ کے سامنے بھکتا ہے اور اخلاص کے نتیجہ میں انسان کا جسم بھی اعمال صالحہ بجالاتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ روایت منسوب ہوتی ہے تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةٍ سِتِّينَ سَنَةً کہ ایک گھٹری کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت ظاہری سے زیادہ بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ عِبَادَةٍ سِتِّینَ سَنَةً یہاں اس عبادت کا ذکر ہے جس میں تفکر نہیں۔ قلب اور روح کا حصہ نہیں۔ یعنی جس عبادت میں ہمارا دل شامل نہیں ہوا صرف ظاہر ہے، جس عبادت میں ہماری روح پکھل کے آستاناۃ الہی پر نہیں یہ بھی محض نمائش ہے اور ریا ہے آپ کو سمجھانے کے لئے سِتِّینَ سَنَةَ کہہ دیا۔ یعنی بلوغت کی ساری عمر کی کھوکھلی عبادت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ وہ چھلکا ہے وہ تو کھوکھلی چیز ہے اس کے اندر تو کوئی حقیقت نہیں، کوئی خدا تعالیٰ کے لئے کوئی پیار اور محبت نہیں، اس محبت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ پر قربان ہونے کی کوئی خواہش نہیں۔ خدا تعالیٰ کے لئے ہر چیز کو چھوڑ دینے کا کوئی عزم نہیں۔ وہ عبادت تو خدا تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔

ان آیات کے بعد دعا کی تعلیم دی اور اس میں یہ ہمیں بتایا گیا کہ دعا کی قبولیت کے لئے کوئی وسیلہ ہونا چاہیئے۔ یعنی کوئی ایسی شکل ہونی چاہیئے کہ دعا قبول ہو جائے۔ ایسی دعا جو استحقاق پیدا کر رہی ہو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قبولیت کا اور یہاں جو پہلے بیان ہوا ہے وہ یہی ہے کہ ذکر اور فکر ہر دو سے تعلق رکھنے والی عبودیت کے جو تقاضے ہیں جب وہ پورے کئے جائیں تب دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص ساری رات جاگ کے دعا کرے اور ہر رات جاگ رہا ہوا پنی زندگی میں لیکن عمل نہ کرے خدا تعالیٰ کے احکام پر اس کی دعا قبول نہیں ہوگی۔

دعا کی قبولیت کے لئے شرائط بیان کی گئی ہیں ان آیات میں اور یہی چیز میں اس وقت آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ بیان کی گئی ہیں یہ شرائط شروع میں بھی اور پھر آخر میں بھی۔ پہلے تو یہ کہا کہ ذکر کرنے والے اور تفکر کرنے والے جو ہیں وہ جسم کے لحاظ سے، بدن کے لحاظ سے بھی عبودیت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور قلب و روح کے لحاظ سے بھی عبودیت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں اور یہاں جو ذکر اور فکر تھا اس کی روح یہ ہے کہ

ہر وقت خدا کے ذکر میں مشغول رہنا اور خدا تعالیٰ کی جو مصنوعات ہیں جو خلق ہے اس سے دل کا، ذہن کا، روح کا صحیح استدلال قائم کرنا کیونکہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف پوائنٹ (Point) کر رہی ہے۔ ایک نشان ہے جس طرح سڑکوں پر نشان ہوتا ہے۔ ”یہ راستہ جاتا ہے لا ہور کی طرف۔“ خدا تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ہر شے جو ہے وہ نشان ہے کہ یہ راستہ جاتا ہے خدا کو پہچاننے عرفان اور معرفت الہی کی طرف اور ذکر کرنا تفکر فی مصنوعات کرنا ربوبیت خداوندی کا اعتراف کرنا یہ شرائط قبولیت دعا ہیں۔ ذکر اللہ میں ہمیشہ مشغول رہنا۔ دل اور دماغ اور روح کے ساتھ تفکر کرنا یعنی معرفت حاصل کر کے اور معرفت اور اس عرفان کا احساس دل اور روح میں بیدار رہنا۔ معرفت یہ نہیں ہے کہ کوئی چیز ملی اور جیب میں رکھ لی معرفت تو ایک احساس ہے جو روح میں پیدا ہوتا ہے جو احساس ہمیں یہ بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ بڑی عظمتوں والا خدا تعالیٰ بڑے جلال والا، خدا تعالیٰ بڑے حسن والا نورِ السماء وَالْأَرْض ہے۔ ہر چیز پر وہ قادر ہے۔ کوئی چیز اس کے سامنے ان ہوئی نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی دنیا کی طاقت اس کے منصوبوں کو ناکام نہیں کر سکتی۔ وہ تمام صفات باری جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بیان کی ہیں ان سب کو اپنے ذہن میں، اپنے دل میں، اپنے Mind میں، قلب میں حاضر رکھنا اور روح کا اس احساس سے لذت حاصل کرنا یہ ہیں شرائط قبولیت دعا۔

تو ربوبیت خداوندی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی حمد و شکر میں مشغول رہنا اور اس یقین پر قائم ہونا کہ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور باطل نہیں ہے۔ بے حکمت نہیں ہے۔ مصلحتوں سے خالی نہیں ہے۔ ہر چیز جو اس نے پیدا کی وہ کسی مصلحت کے نتیجہ میں پیدا کی اور انسان کو بھی اس نے کسی مصلحت کے لئے پیدا کیا جس کا ذکر قرآن کریم نے یہ کہہ کے کیا ہے کہ میں نے اس لئے پیدا کیا ہے اے انسان تجھے کہ تو خدا تعالیٰ کا عبد بنے کی کوشش کرے اور اپنی تمام طاقتوں پر اس کا رنگ چڑھا کے اس کے حسن میں سے حصہ لے جو تیرے دل نے اور تیری روح نے خدا کے وجود میں دیکھا اور مشاہدہ کیا اور پھر شرط لگائی ہجرت کی اور مجبور کر کے وطن سے بے وطن کئے جانے کی۔ اس کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک صوفیا نے معنی کئے ہیں اور انہوں نے یہ معنی کئے ہیں کہ اپنے نفس سے دوری یعنی اپنے نفس کی خواہشات کو پورا نہ کرنا

اپنے نفس کا ایک وطن ہے اس کی عادتیں ہیں جہاں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ ان کو چھوڑنا خدا کے لئے بے نفس ہو جانا جن چیزوں سے محبت اور پیار ہے ان کو ترک کر دینا۔ خدا تعالیٰ کے لئے ایذا کو برداشت کرنا اور ایذا کو ایذا نہ سمجھنا اور جو شیطانی و ساویں کی یلغار ہو انسان پر اس کے خلاف جنگ لڑنا، دفاعی جنگیں کرنا۔

پس صوفیا اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ شیطانی و ساویوں کے خلاف جنگ کرنا کامیابی کے ساتھ اور شیطان کو کسی صورت میں یہ اجازت نہ دینا کہ وہ جسے خدا نے اپنا بندہ بنانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسے شیطان اپنا بندہ بنادے اور خدا کی راہ میں قربان ہو جانا شہادت پانا اور ہر چیز قربان کر کے بھی خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لینے کے سامان پیدا کرنا۔ یعنی یہ نہ برداشت کرنا کہ خدا ناراض ہو جائے۔ دنیا جائے، رشتہ دار جائیں، تعلقات ٹوٹیں اپنے بیگانے ہو جائیں، جو ہو سو ہو لیکن انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس پر ایک موت وارد کرے۔ صوفیا اس کو شہادت کہتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی پھر بسا اوقات بعض لوگوں کو خدا کے حضور جان پیش کرنی پڑ جاتی ہے۔

تو یہ دس شرائط یہاں قبولیت دعا کی بیان ہوئی ہیں جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں دعا کی قبولیت کا حق (اسی کے کہنے پر) پیدا کر لیتی ہے ورنہ انسان کا کوئی حق نہیں خدا پر۔ لیکن خدا کہتا ہے اگر یہ دس باتیں تم اپنے اندر پیدا کرو گے تو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ **أَدْعُوكُمْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ**۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارا دن خدا کو بھولے رہو۔ ساری راتیں اپنی غفلت میں بسر کرو اور پانچ منٹ خدا کے حضور دعا کرو اور سمجھو کہ خدا پر قرض ہو گیا کہ خدا تمہاری دعاؤں کو قبول کرے۔ اسے تمہاری حاجت نہیں تمہیں خدا کی حاجت ہے۔ سارے کا سارا خدا کا ہو جانا جسمانی لحاظ سے بھی، قلبی اور روحانی لحاظ سے بھی اور جیسا کہ ابھی میں نے بتایا ذکر اللہ میں مشغول رہنا قلب و روح کا مصنوعات باری میں تنفس کرنے کے بعد صحیح نتائج نکالنا، ربویت خداوندی کا اعتراف کرتے ہوئے حمد و شنا میں مشغول رہنا، اللہ تعالیٰ کو ہر ایسی چیز سے پاک سمجھنا جو اس کی طرف عبث اور باطل چیز کو منسوب کرنے والی ہوتا اس کی راہ میں ہجرت کرنا، بے طنی کو قبول کرنا، ہر قسم کی اندر و فی اور بیرونی ایزاں کو برداشت کرنا، شیطانی

حملوں کا کامیاب مقابلہ کرنا اور فنا کی حالت اپنے پر طاری کر لینا۔ خدا کہتا ہے میں ایسے بندوں کی دعائیں اپنے فضل سے سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے فضل سے ہی انسان جنت میں جاتا ہے اپنے کسی عمل سے نہیں۔ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے جب دعا قبول کر کے ثواب دینے کا ذکر ہوا ہے تو **لَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِيْفٌ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ** فرمایا کہ میرے فضل سے جنتیں مل گئیں خدا کی رضا کی۔ یہ نہیں کہا تم نے دس شرائط پوری کیں اس لئے اس نے جنت میں بھیج دیا۔ یہ کہا ہے **ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يَعْلَمُ بَشَّرَكُمْ** یہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے۔ تمہارے اپنے عمل کا نتیجہ پھر بھی وہ نہیں ہوگا۔ لیکن تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ خدا تعالیٰ اگر چاہے تو تم سے پیار کرے۔

باقی جو خود ناپاک بنتا ہے خدا تعالیٰ جو پاکوں کا پاک ہے۔ اس ناپاک سے کیسے پیار کرنے لگ جائے گا۔ اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن **ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ** ہے یعنی دس شرائط پوری کرنے کے بعد دعا کا قبول ہونا اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہونا وہ بھی انسان کے کسی اپنے فعل کے نتیجہ میں نہیں بلکہ محض **ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ** ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ہے جو اسے مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس حقیقت زندگی کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور ہم جیسے بھی ہیں کمزور و ناتوان اور غافل ہمیں توفیق دے کہ وہ ہم سے پیار کرنے لگ جائے اور جب ہم پر اس کا فضل ہو تو شیطان ہمارے دل میں اس وقت بھی یہ وسوسہ نہ پیدا کرے کہ گویا ہم یہ سمجھیں کہ خدا تعالیٰ کا پیار ہمیں اس لئے ملا کہ خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ہم پر فضل کرے اور ہم سے پیار کرے ورنہ نالائق مزدوروں سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے خدا کے حضور۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۱ ربیعی ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۵)



دین کے معاملہ میں

جبر جائز نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تَشْهِدُ وَتَعُوذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةِ الْمُكَفَّرِ كَمَا تلاوتَ كَمَا تلاوتَ كَمَا تلاوتَ فرمائیں:-

لَا إِكْرَاهٌ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشُدُ مِنَ الْغَيْرِ فَمَنْ يَكْفُرُ بِالصَّاغُوتِ
وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا إِنْفَصَامَ لَهَا ۚ وَاللَّهُ
سَمِيعٌ عَلَيْهِ ۝ اللَّهُ وَلِلَّهِ الْذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلْمَةِ إِلَى
النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ لِئَلَّهُمْ الصَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى
الظُّلْمَةِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَلِدُونَ (آل عمران: ۲۵۸، ۲۵۹)

حضرور انور نے ان آیات کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ پس سمجھ لو کہ جو شخص اپنی مرضی سے نیکی سے روکنے والے کی بات ماننے سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے تو اس نے ایک نہایت مضبوط قابل اعتماد چیز کو جو کبھی ٹوٹنے کی نہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سننے والا اور بہت جانے والا ہے۔ اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ وہ انہیں اندر ہیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست نیکی سے روکنے والے ہیں وہ انہیں روشنی سے

نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہ لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اس میں رہیں گے۔ پھر فرمایا۔

لَا إِكْرَاهٌ فِي الدِّينِ دین میں کوئی جرنہیں۔ دین کے معنی لغت عربی نے یہ کہے ہیں **الطَّاعَةُ وَالْجَزَاءُ** اطاعت کرنا یا اعمال پر جزا کا دیا جانا۔ وَاسْتَعِيرُ لِلشَّرِيعَةِ اور استعارۃً اسے شریعت اور مذہب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے معنی کو اس آیت میں ظاہر کیا ہے وَأَخْلَصُوا دِيَنَهُمْ لِلّهِ کہ انہوں نے اپنی اطاعت خدا کے لئے جو انہوں نے اطاعت کی، خدا کے حکم کو مانا اس میں انہوں نے اخلاص کا ثبوت دیا۔ مخلص ہو کر اطاعت کی اور مفرادات راغب میں ہے کہ اس کے معنے جو الطاعة اطاعت کے ہیں۔ فَإِنْ ذَلِكَ لَا يُكُونُ فِي الْحَقِيقَةِ إِلَّا بِالْأَخْلَاصِ کہ حقیقی اطاعت اخلاص کے بغیر ممکن نہیں اور اخلاص جو ہے وہ جبر کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ وَالْأَخْلَاصُ لَا يَتَّقَى فِيهِ إِلَّا كَرَاهَ جبر کے نتیجے میں اخلاص نہیں پیدا ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے اور اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی اطاعت نہیں ہوتی اور حقیقی اطاعت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جزا سزا کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔

دین کے معنی اطاعت اور جزا یا شریعت کے ہیں لیکن یہاں دین کا لفظ نہیں بلکہ اللہ دین کا لفظ ہے یعنی وہ اطاعت جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد شریعت اسلامیہ میں کرتا ہے۔ وہ اطاعت جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے اس کے عرفان سے اس کی معرفت حاصل کرنے کے بعد دلوں میں پھوٹی اور جوارح سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ وہ اطاعت ہے جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے اور یہ وہ اطاعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ وہ انعامات عطا فرماتا ہے جس پر ان جنتوں کا خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا گیا ہے، جس کی بشارتیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں اور اگر اس کے معنی شریعت کے ہوں تو اللہ دین کے معنے ہوں گے کامل شریعت جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوع انسانی کے ہاتھ میں دیا گیا۔

یہاں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کردی گئی ہے کہ اطاعت حقیقی کا امکان ہی نہیں جبر کے ذریعہ سے۔ کیونکہ اس کی بنیاد اخلاص پر، اس کی بنیاد خدا تعالیٰ کے پیار پر، اس کی بنیاد خدا تعالیٰ کی معرفت کے حصول پر، اس کی بنیاد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی

بن کر خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول پر ہے اور جبر کے ساتھ اگر کسی سے ایمان کا اعلان کروایا جائے یا جبر کے ساتھ اگر کسی سے نیکیاں کروائی جائیں یا جبر کے ساتھ کوئی شخص یہ کہہ کہ میرا دل بھی تصدیق کرتا ہے کہ اسلام ایک صداقت اور بنی نوع انسان کے شرف کے لئے آیا ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ جو علام الغیوب ہے وہ ہستی تو کوئی جزا اس کے اوپر نہیں اس کو دے سکتی۔ تو اس اطاعت و جزا کو میں نے ایک مفہوم میں بریکٹ کر دیا ہے کہ اطاعت کے ساتھ جزا کا تعلق ہے خالص اطاعت موعودہ جزا کی بشارت دیتی ہے یعنی جو مقبول اعمال ہیں اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرتا، ان سے پیار کرتا، ان کا دوست بن جاتا ہے، ان کو جیسا کہ اگلی آیت میں ہے اندھروں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ ان را ہوں کو منور کرتا ہے جو انہیں خدا تعالیٰ کے پیار کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کی را ہیں ہیں وہ ان پر کھوی جاتی ہیں، ان پر چلنے کی انہیں توفیق عطا کی جاتی ہے۔ یہ چیزیں جبر سے نہیں ہوتیں اور نہ اس قسم کی کوئی جزا یا ثواب مل سکتا ہے جو جبراً کروائے جائیں۔

یہاں خدا تعالیٰ نے ایک دلیل بڑی واضح کر کے دے دی قد تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْرِ^۱ ضلالت اور گمراہی کا فرق کھول کر بیان کر دیا۔ ہر شخص جو اپنی فطرتی قوتوں کی صحیح نشوونما کرنے والا ہے اگر اسے صحیح غور و فکر کی توفیق ملے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا بغیر کسی جبر کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اس کی بھلائی اور خیر کے لئے ہے لیکن جو شخص ہوائے نفس کے بندھنوں میں خود کو باندھ لے اور شیطان کا غلام ہو جائے تو ظاہری اور مادی سختیاں اور جبر و تشدید جو ہے وہ شیطان کی رسیاں ہیں جو انسان کے لئے تیار کی ہیں، گمراہ کرنے کے لئے انسان کو، ان کو تو نہیں کاٹا کرتیں۔

لَا أَكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے جواکراہ کے معنی ہیں کہ دوسرا کو مجبور کرنا حالانکہ وہ کراہت محسوس کرتے ہیں دین اسلام سے لیکن مجبور کرنا کہ اس کے بر عکس تم اپنی محبت کا اعلان کرو اس پر بعض اور آیات قرآنی بھی روشنی ڈالتی ہیں سورۃ نحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُظْمَئِنٌ

بِالْإِيمَانِ وَلِكُنْ مَنْ شَرَحْ بِالْكُفُرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النحل: ۷۰) جو لوگ بھی اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کریں سوائے ان کے جنہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو لیکن ان کے دل ایمان پر مطمئن ہوں وہ گرفت میں نہ آئیں گے (جن کا دل مطمئن ہے) ہاں وہ جنہوں نے اپنا سینہ کفر کیلئے کھول دیا ہوان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا غصب نازل ہوگا اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب مقدر ہے اور پھر فرماتا ہے اس کے بعد اور ایسا اس سبب سے ہوگا، اگلی آیت میں ہے کہ انہوں نے اس ولی زندگی سے محبت کر کے اسے آخرت پر مقدم کر لیا اور نیز اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کفر اختیار کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا تو ایک شخص کفر کی را ہوں کو اختیار کرتا ہے۔ ایک شخص دنیا سے اندر گی محبت رکھتا ہے اور دنیا کو اپنے پیارے رب کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ایک شخص مُطَمِّنٌ بِالْكُفُرِ ہے اور شَرَحْ بِالْكُفُرِ صَدْرًا اس کا اس کے اوپر اطلاق ہوتا ہے اس کے متعلق خدا یہ اعلان کرتا ہے کہ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ خدا کا غصب ایسے لوگوں کے اوپر نازل ہوتا ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے عذاب عظیم مقدر کیا یعنی جو شخص اپنی مرضی سے دنیا سے پیار کرنے والا کفر کی را ہوں کو اختیار کرنے والا اور کفر پر شرح صدر رکھنے والا ہے یہ تصویر کھنچ دی نا اس آیت نے اب اگر کوئی شخص جبراً اس کے منه سے یہ کھلوائے کہ میں ایمان لایا یا اگر کوئی جبراً اس شخص سے نماز پڑھوائے تو وہ تو اسے یہ کہے گا جبر کرنے والا کہ خدا تجھے جنت میں لے کر جائے گا لیکن خدا کی وحی اور خدا کا کلام اسے یہ سنارہا ہوگا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ کہ یہ جو کہتے ہیں کرتے رہیں لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ تیرے اوپر میرا غصب نازل ہوگا اور تیرے لئے میں نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے اور قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْرِ کے معنی کیا ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے کہ جب دل میں ایمان نہیں تو جبر جو صرف ظاہر پر کیا جاسکتا ہے وہ بنتیجہ ہے اور کسی کا یہ خیال کرنا کہ اس سے کوئی اچھا نتیجہ اسلام کے حق میں یا اس شخص کے لئے جس پر جبر کیا گیا ہے نکل آئے گا قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق نہیں ہے۔

ایک اور جگہ سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیت تو میں نے ایک لی ہے جو میں اب پڑھوں گا لیکن اس کے علاوہ کچھ آئیں آئی ہیں ان کا میں ترجمہ صرف سناؤں گا آپ کو تاکہ مضمون آپ کے ذہن میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةً
بَلْ جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ وَأَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُونَ** (المؤمنون: ۲۶) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے (مگر ایسی بات نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اگر حق ان کی خواہشات کی اتباع کرتا تو آسمان اور زمین اور جوان کے اندر بستے ہیں تباہ ہو جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے پاس ان کی عزت کا سامان لے کر آئے ہیں اور وہ اپنی عزت کے سامان سے اعراض کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- مجرم یقیناً جہنم کے عذاب میں مددوں مبتلا رہیں گے۔ ان کے عذاب میں وقہ نہیں ڈالا جائے گا اور وہ اس میں ما یوس ہو جائیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک (جو دوزخ کے داروغہ کا نام ہے) تیرے رب کو چاہیئے کہ ہمیں موت دے دے۔ (آگے سے مالک ان کو جواب دے گا اور) کہے گا تم دیر تک اس میں رہو گے۔ **لَقَدْ جِنَّةٌ كُمْ بِالْحَقِّ وَلِكَنَّ
أَكْثَرُكُمْ لِلْحَقِّ كَرِهُونَ** (النذر: ۹) اور خدا ان سے کہتا ہے ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت اور کراہت کرتے تھے۔ وہ شخص جو دل سے یہ نفرت اور کراہت کرنے والا ہے حق سے، زبان سے کچھ کہلوالینا اس سے نہ اس کی بہتری کے لئے ہے نہ اسلام کی بہتری کے لئے ہے۔

یہ دو آیات میں نے اس لئے آپ کے سامنے رکھی ہیں کہ **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** میں ایک کراہت کو دور کرنے کا جبراً ذکر کیا ہے تو اور دونوں جگہ ایک جگہ وَ **أَكْثَرُكُمْ لِلْحَقِّ
كَرِهُونَ** اور دوسری جگہ **مَنْ شَرَحْ بِالْكُفْرِ صَدَرَ** ایسی حق سے کراہت کرنے والے اور کفر کے لئے شرح صدر رکھنے والے اور مطمئن، ان کے دل مطمئن ہیں کفر پر اور شرح صدر ہے ان کا کفر پر اور حق سے وہ کراہت رکھنے والے ہیں۔ یہ ہے ان کی کیفیت ان آیات میں بتائی گئی۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** دین کے معاملہ میں ایسے لوگوں کو

جبراً تم مسلمان نہیں بنا سکتے جبراً تم نیکیاں نہیں کرو سکتے کیونکہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْرِ دلائل کے ساتھ اور بینات کے ساتھ حقیقت کو واضح کر دیا گیا اور کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سورہ یونس میں فرماتا ہے:-

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَا مَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا (یونس: ۱۰۰) اگر جبر کرنا ہوتا اگر جبر کو جائز رکھنا ہوتا تو انسان پر کیوں چھوڑا جاتا جبر، خدا تعالیٰ خود جبر کرتا۔ آفَأَنْتَ تُنْكِرُهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (یونس: ۱۰۰) اور اگر اللہ تعالیٰ ہدایت کے معاملہ میں اپنی ہی مشیت کو نافذ کرتا تو جس قدر لوگ زمین پر موجود ہیں وہ سب کے سب ایمان لے آتے۔ پس جب خدا تعالیٰ مجبور نہیں کرتا تو کیا ٹو لوگوں کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں) مجبور کرے گا وہ مومن بن جائیں یعنی جن کے دلوں میں حق سے اتنی کراہت جو کفر کے لئے اس قدر شرح صدر رکھتے ہیں وہ زبردستی تو ان کے دل نہیں بدلتے جا سکتے نہ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا کی جو کیفیت ہے وہ دور کی جا سکتی ہے۔ نہ یہ جبراً اکراہ سے کراہت دور نہیں کی جاسکتی۔ اس کو دور کرنے کے لئے بینات اور دلائل ہیں جو خدا تعالیٰ نے بڑی کثرت کے ساتھ اسلام کے حق میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے۔ دلائل قرآنی جو ہیں وہ اتنی وسعت ہے ان میں کہ قیامت تک خدا تعالیٰ کے اس کلام سے ایک کے بعد دوسرا، ایک کے بعد دوسرا، روشن ستارہ نکلتا چلا آتا ہے انسان کی ہدایت کے لئے۔ اور علوم کے میدانوں میں، عقلی علوم کے میدانوں میں روحانی علوم کے میدانوں میں ایک روشنی جو ہے وہ پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے اور قرآن کریم کی ہر نئی تفسیر جو ہر نئے زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ثابت کرنے والی اور آیت کی شان کو قائم رکھنے والی ہے اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اور آسمانی نشانات جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا پر ظاہر ہوئے اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک متند ہے اور خدا تعالیٰ کے نیک بندے امتِ محمدیہ میں ایک ایک وقت میں بعض دفعہ لاکھوں کی تعداد میں مختلف خطوط میں پیدا ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ کی صداقت اور شان کو ظاہر کرنے کے لئے مجھوات دکھائے انسان کو۔ اور یہ

سلسلہ جو ہے وہ میں نے جیسا کہ بتایا قیامت تک متین ہے لیکن اس قدر دلائل سننے کے بعد اس قدر نشانات دیکھنے کے بعد بھی جس کا دل حق سے کراہت رکھتا اور جس کا سینہ بشاشت سے کفر کو قبول کرتا ہے اس پر جبر کر کے تو نہیں منوایا جاسکتا۔

پھر جیسا کہ میں نے بتایا یہاں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ جو نیکی ہے اس کا بدله تو خدا تعالیٰ نے دینا ہے اگر میں یا آپ کسی پر جبر کر کے اس سے نیکی کے کام کروائیں تو وہ میرے سامنے ہاتھ پھیلانے گانا کہ مجھے بدله دو تم نے جو مجھ سے یہ کام کروائے ہیں مجھے خدا کی رضا کی جنتوں کا پروانہ لکھ کے دو۔ تو کون ایسا انسان ہے جو کسی دوسرے انسان کو ایسے پروانے لکھ کے دینا شروع کرے اور خدا تعالیٰ ان کو مان بھی لے۔ بدله تو خدا نے دینا ہے اور خدا ظاہری اعلان کو دیکھ کر تو بدله نہیں دیتا۔ خدا تعالیٰ تو، بعض بدجنت ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے اعمال انسان کی نگاہ میں بڑے پیارے اور مخلصا نہ ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ انہیں قبول نہیں کرتا بوجہ کسی ایسی خباثت کے جوان اعمال کے پیچھے پوشیدہ ہوتی ہے اور ان کے منه پر مار دیتے جاتے ہیں ان کے اعمال نام۔ حدیثوں میں کثرت سے اس کا ذکر ہے تو جس نے بدله دینا ہے اور جو علام الغیوب ہے اور جس پر کوئی زبردستی کر کے اس کے قانون اس کی خواہش اور منشاء کے خلاف کچھ کرو انہیں سکتا۔ اس سے کیسے جزا دلوائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مَنْ شَاءَ فَلِيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلِيَكُفُرْ (الکھف: ۳۰) کا اعلان کیا۔ خدا تعالیٰ نے تو یہ کہا کہ اپنی مرضی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا اور مجھ سے اگر پیار حاصل کرنا چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کرو، اپنی مرضی سے لَا إِكْرَاهٌ فِي الدِّينِ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی کوئی زبردستی نہیں کیونکہ اگر مسلمان ہونے کے بعد کوئی زبردستی ہوتی تو اسلام کے اندر نہ فاسق کوئی ہوتا نہ منافق کوئی ہوتا۔ اپنی مرضی سے اخلاص کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت جو کامل محبت کا تقاضا کرتی ہے جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا پیار ملتا ہے اس کی معرفت ملتی جس کے نتیجے میں خدا کا عرفان حاصل ہوتا خدا کے لئے دل میں محبت کا ایک سمندر موجز ن ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اس قابل سمجھتا ہے اس پاک بندے کو جو اس پاک کی خاطر خود کو

پاک بنتا ہے کہ اس سے وہ پیار کرے اپنی رضا کی جنتوں میں اسے داخل کرے تو
لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ.

پہلوں نے بھی باوجود اس کے کہ بہت سی غلط قسم کی روایتیں بھی ان کے پاس پہنچ چکی تھیں لیکن جو حقیقت تھی وہ بھی انہوں نے کھول کے بیان کر دی۔ ان میں سے چند حوالے اس وقت میں پڑھ کے سناؤں گا آپ دوستوں کو۔

ہمارے ایک مشہور بزرگ مفسر قرآن ہیں امام رازی۔ یہ ساتویں صدی ہجری کے ہیں۔ ان کی وفات ہوئی یعنی چھٹی کہنا چاہیئے زیادہ زندگی انہوں نے گزاری چھٹی میں، ۶۰۶ ہجری میں۔ **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** کے نیچے وہ لکھتے ہیں بعض حوالے دے کر پہلوں کے کہ خدا تعالیٰ نے **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** کی تفسیر کرتے ہوئے:-

خدا تعالیٰ نے ایمان کی بنیاد جبرا کراہ پر نہیں رکھی بلکہ ہر انسان کی طاقت اور اختیار پر رکھی ہے۔ توحید کے متعلق فیصلہ کن اور واضح بیان دینے کے بعد فرمایا کہ ان دلائل کی توضیح کے بعد کافروں کے لئے کفر پر قائم رہنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ اس کو ایمان پر مجبور کر دیا جائے (یعنی جتنے دلائل دیئے جانے چاہیئے تھے وہ دے دیئے گئے۔ حق آگیا نا، جاء الحق اور مجنزات بھی دکھائے گئے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہ ایمان نہ لائیں۔ اب جو وہ ایمان نہیں لاتے تو ایک ہی صورت رہ جاتی ہے باقی کہ ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ ایمان لا لائیں لیکن وہ کہتے ہیں) اور کسی پر جبرا کراہ دنیا میں جودا رالبتلا اور دارالامتحان ہے جائز نہیں کیونکہ دین میں جبرا کراہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتلا اور امتحان کا مقصد باطل ہو گیا۔ اسی فرمان کی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت کا میں ترجمہ کروں گا) کہ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے اور ایک دوسری سورۃ میں فرمایا کہ اگر تمہارا رب جبرا کرنا چاہتا تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں اور پھر ایک اور جگہ فرمایا کہ شاید کہ تو تباہ کر دے **لَعْلَكَ بَاخِعُ نَفْسِكَ** (الشعر آء: ۲۶) شاید کہ تو تباہ کر دے اپنی جان کو اس فکر سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم نہیں مجبور کرنا چاہتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی ایسا نشان نازل فرمادیتے کہ اس کے سامنے

ان کی گرد نیں بھکنے پر مجبور ہو جاتیں اور اس معنی کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہوچکی ہے (جو اسی آیت میں لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے آگے ہے قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْرِ اس کی طرف اس کے معنی کر رہے ہیں) اور اس معنی کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے بعد ہے (لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کے بعد ہے) کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہوچکی ہے یعنی اس کے دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور اس کے بعد ان کو ایمان کی طرف لانے کے لئے کوئی طریق باقی نہیں رہا۔ (یعنی ہر وہ طریق جو کسی کو Convince کرنے کے لئے جو کسی کو سمجھانے کے لئے جو کسی پر ہدایت کھولنے کے لئے ممکن تھا وہ طریق اختیار کیا گیا وہ دلائل دے دیئے گئے مجذبات دکھادیئے گئے) اور یہ جائز نہیں، کوئی طریق باقی نہیں رہا سوائے جبر کے اور یہ جائز نہیں کیونکہ یہ ذمہ داری کے خلاف ہے (کہ ہر آدمی پر جو ذمہ داری ہے کہ اپنی مرضی سے کرے یہ اس کے خلاف ہے جو بنیادی۔ پہلے میں نے بتایا تھا کہ یہ جو انسان کی پیدائش کا منصوبہ باری ہے اس کے خلاف ہے)۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ:-

”لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کا بعض کے نزدیک یہ مطلب بھی ہے جو شخص جنگ کے بعد دین میں داخل ہوا ہواں کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ مجبور ہو کر دین میں داخل ہوا ہے۔“

اسلام جب آیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری دنیوی کمزور حالت میں رہے لمبا عرصہ کی زندگی میں، تیرہ سال پھر مدینے ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ پھر وہاں حملہ آور ہوئے رؤسائے مکہ اور انہوں نے سارے عرب کو اپنے ساتھ ملایا اور یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کو دنیا سے مٹا دیں گے اس وقت تو وہی چند مسلمان تھے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو چکے تھے، تو دفاعی جنگیں اسلام کو لڑنی پڑیں۔ دفاعی جنگیں بھی لڑیں لیکن جنگ کی بعض شکلیں معجزانہ صورتیں بھی اختیار کر جاتی ہیں عقلمند آدمی کے لئے مثلاً بدر میں تین سو کچھ صحابہ کا نہتے، نہ کپڑے ٹھیک، نہ ہر ایک کے پاس جوتا بھی تھا اور اس کے مقابلے میں بڑے کروفر کے ساتھ رؤوسائے مکہ حملہ آور ہوئے تھے لیکن ان کا سروہاں کٹ گیا اور شکست کھانی اور وہ واپس آئے

اس وقت بہتوں نے سمجھا ہوگا کہ اتنی کوشش جو کی ہے جب تک اس چھوٹی سی جماعت کے پیچھے کوئی زبردست خدائی ہاتھ نہ ہواں وقت تک یہ چیز نہیں ہے، یہ نظارہ نہیں ہماری آنکھیں دیکھ سکتیں تو وہ ایمان لے آئے تو لا اکرَاهٗ فِي الدِّينِ کا بعض لوگوں نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جنگ کے بعد اس قسم کی دلی تبدیلی پیدا ہو جانے کے نتیجہ میں اگر کافر کچھ، مومن بھی ہو جائیں تو یہ نہ کہو کہ جنگ کی وجہ سے مجبور ہو گئے وہ۔ جنگ کی وجہ سے مجبور نہیں ہوئے جنگ تو دفاعی کی گئی تھی جنگ میں تو کمزوری کی حالت میں جب وہ جنگ کی گئی تھی۔ ظاہری حالات میں اس جنگ میں جتنا ناممکنات میں سے تھا لیکن اس جنگ نے بعض عقائد و نکاحوں کو ایک نشان دکھایا خدا کا اور اس نشان میں انہیں خدا تعالیٰ کا ہاتھ نظر آیا۔ اس ہاتھ کو انہوں نے پکڑا اور وہ اسلام کی طرف آگئے۔ تو ایسوں کو یہ نہ کہو کہ تم دل سے ایمان نہیں لائے مجبور ہو گئے ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں۔ کیونکہ جب وہ جنگ کے بعد دین میں داخل ہونے کے لئے راضی ہو گئے دل سے اور اس کا اسلام صحیح ہوا تو وہ مجبور نہیں کھلائیں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایسے لوگوں کو اکراہ و جبراً کی طرف منسوب نہ کرو۔

”اس کی مثال دوسری جگہ یہ ملتی ہے (یہ امام رازیؒ ابھی فرماتا ہے ہیں) جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص تمہیں سلام کہے تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں صرف ظاہر سے اسلام کا اعلان کر رہا ہے۔“

علامہ الوسی ہیں۔ ان کی ایک تفسیر ہے روح المعانی۔ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ، ان کی وفات ہوئی ہے ۱۹۷۴ء میں۔ تو مختلف روایتیں جوان تک پہنچیں مختلف تفاسیر ان کا ذکر کر کے وہ لکھتے ہیں:-

”اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ دین کے متعلق خدا کی طرف سے کسی قسم کا جبراً نہیں بلکہ اس کا سارا دار و مدار اختیار اور رضا پر ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اپلا اور امتحان کا وجود ہی بے فائدہ ہو جائے اور یہ آیت ولیٰ ہی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔“

اور تفسیر المنار، محمد عبدہ کی ہے وہ درس دیتے تھے ان کے شاگرد نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے

ہیں کہ ”ابن جریر نے بہت سی روایات جمع کی ہیں جن میں ہے کہ جاہلیت میں عورتیں نذر مانا کرتی تھیں“۔ (جاہلیت کے زمانہ میں یہودی مذہب اور عیسائی وہاں بستے تھے۔ مدینے میں بھی تھے تو یہ مدینے کی بات ہے) ”جاہلیت میں عورتیں نذر مانا کرتی تھیں کہ ہم اپنے بچوں کو یہودی بنادیں گے تاکہ وہ زندہ رہیں“۔ (جن عورتوں کے بچے مرجاجاتے تھے وہ حب اٹھرا کھانے کی بجائے نذر مانی تھیں کہ یہودی بنادیں گے تاکہ وہ زندہ رہیں)۔ ”پھر مسلمانوں کو اسلام نصیب ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے ان بچوں کو جو اہل کتاب کے دین پر ہیں مجبور کریں کہ وہ اسلام لے آئیں“۔ (جو بچے یہودیوں نے لے لئے تھے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر یہ کہتے ہیں بہت سی روایات جمع کی ہیں اور یہ ان کا آپس میں پھر جھگڑا ہو گیا۔ جو اصل مال باپ تھے وہ کہتے تھے کہ پہلے اسلام تھا ہی نہیں۔ ہم نے یہودی مذہب کو اپنے سے بہتر سمجھا اور نذر مانی۔ اب یہودی مذہب سے زیادہ اچھا ایک کامل اور مکمل مذہب ہمیں مل گیا ہے اسلام کی شکل میں اب تمہارے پاس کیوں رہنے دیں اپنی اولاد کو۔ یہ اختلاف ان میں پیدا ہو گیا اور اس اختلاف کا فیصلہ کیا۔ یعنی اس آیت کے نزول کی وجہ جو ہے وہ یہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت روایات۔ اور سعید بن جبیر کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد وہ چاہیں وہ بچے جو یہودی لے چکے تھے یا عیسائی خاندان لے چکے تھے اگر وہ چاہیں تو تمہیں ترجیح دیں اور تم میں داخل ہو جائیں۔ اگر وہ چاہیں تو وہ ان کو ترجیح دیں اور ان میں داخل رہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی تفسیر جوانہوں نے کی وہ کہتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم“۔ بڑا ان کے دماغ نے یہاں کام کیا ہے۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس دین کا ہے جس کے متعلق اس کے دشمن“، اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے کو اس دین کا دوست خیال کرتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں“۔ میں پڑھتا ہوں دوبارہ۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم ہے اس دین کا جس کے متعلق اس کے دشمن اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ طاقت اور تلوار کے ساتھ کھڑا ہوا اور وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا (طاقت کے بل بوتے) اس حال میں کہ طاقت“ اور وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا اس

حال میں کہ طاقت اس کے دائیں ہوتی اور جو اسے قبول کرتا وہ نجات پاجاتا اور جو اسے قبول نہ کرتا تو تلوار اس کا فیصلہ کر دیتی،۔

کہتے ہیں یہ اُس مذہب نے فیصلہ دیا ہے جس کی روایتیں ہیں۔ ”ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ تلوار اس وقت بھی کام کر رہی تھی جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ چھپ کر نماز ادا کیا کرتے اور جب کہ اسلام لانے پر مسلمان کو قوم قوم کے عذاب دیئے جاتے اور کوئی نہ تھا جو ظالموں کو ظلم سے روکے۔ حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ یا کیا وہ کہتے ہیں کہ جبرا کراہ مدینہ میں استعمال کیا گیا بعد اس کے کہ اسلام سر بلند اور غالب ہو چکا تھا اور یہ آیت تو اس غلبہ کے ابتدائی دور میں نازل ہو چکی تھی،۔“ آیت کا نزولی زمانہ جو ہے وہ امام بخاری کے نزدیک ۳۵ھ میں غزوہ احد ہے اور یہ اس سے پہلے آیت نازل ہو چکی تھی۔ تو بالکل ابتدائی زمانہ میں تھی اس وقت کب عروج ہوا تھا؟ وہ تو جنگ احزاب میں بھی پیٹ پنھر باندھ کے پھرتے تھے اور جانوں کی فکر لگی ہوئی تھی اور منافق جو تھے وہ ریشہ دو ایوں میں تھے اور یہود جو تھے وہ اپنا فتنہ تیز کرنے کی کوشش میں تھے۔ اس وقت تو بڑی کمزوری کی حالت تھی ۳۵ھ میں اور مکہ کے کفار ہمیشہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بنو ضیر نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور دو دفعہ آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیر کی۔ یہ وہ زمانہ ہے اس آیت کے بعد یہ واقعات ہوئے ہیں حالانکہ وہ مدینہ میں آپ کی پناہ میں رہ رہے تھے۔ آخر حضور نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ ہار کر مدینہ سے نکل گئے اور جن مسلمانوں نے اجازت مانگی تھی جب یعنی ان کی شرارتوں کی وجہ سے ان کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو مسلمانوں نے جب وہ جانے لگے تو مسلمانوں نے اجازت مانگی ہم اپنے بچے جو ہیں وہ ان کے پاس نہیں رہنے دیتے اور جن مسلمانوں نے اجازت مانگی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو جو یہودی ہو چکے تھے مجبور کر کے مسلمان بنائیں اس کی اجازت نہ فرمائی۔

یہ اُستاد امام شیخ محمد عبدہ نے لکھا ہے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ ”در اصل وہی پہلا دن تھا جس میں مسلمانوں کو کسی قدر جبرا کراہ کا خیال آیا۔ یہ محمد عبدہ نے لکھا ہے اپنی تفسیر میں ”در اصل وہی پہلا دن تھا جس میں مسلمانوں کو کسی قدر جبرا کراہ کا خیال آیا اور اسی دن یہ فرمان نازل

ہوا کہ دین میں جبرا کراہ جائز نہیں،۔

استاد امام شیخ محمد عبدہ نے فرمایا کہ:-

”عام مذاہب میں خصوصاً عیسائیوں میں یہ دستور تھا کہ وہ لوگوں کو جرأۃ اپنے مذہب میں داخل کرتے اور یہ مسئلہ دراصل دین کی نسبت سیاست سے زیادہ تعلق رکھتا ہے کیونکہ ایمان جو دین کا اصل اور جوہر ہے اس کے معنی ہیں نفس کا جھک جانا اور فرمانبردار ہو جانا۔ اور ناممکن ہے کہ یہ جھکنا اور یہ فرمانبرداری جبرا اور زبردستی سے پیدا ہو۔ یہ صرف وضاحت اور دلیل سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے جب اکراہ وجہ کی فرمائی تو فرمایا قدّتَبَيْنَ الرُّشُدِ مِنَ الْغَيْرِ کہ ظاہر ہو چکا ہے کہ اس دین میں ہدایت فلاح اور نور کی طرف پیش قدمی ہے اور جو مذاہب اس کے خلاف ہیں وہ گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہیں۔“

یہ چند ایک مثالیں میں نے اس وقت دینی تھیں۔ اسلام نے بڑی وضاحت سے دلائل دے کر سمجھا کہ حقیقت کھول کر پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ اس عظیم دین میں اس کامل دین میں اس مکمل دین میں اس حسین تر دین میں بنی نوع انسان پر عظیم احسان کرنے کی طاقت رکھنے والے دین نے دین کے معاملہ میں جبرا کو جائز قرار نہیں دیا۔ نہ مذہب کے معاملہ میں جائز قرار دیا نہ کسی مسلمان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہونے دی کہ اطاعتِ حقیقی جبرا سے بھی کروائی جاسکتی ہے یعنی ہماری عقولوں کو بھی یہ باور کروایا کھول کے بیان کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی عقلمند سوچ نہیں سکتا کہ جبرا حقیقی اطاعت کروائی جاسکتی ہے۔ جبرا ظاہری اطاعت کا تو امکان ہے لیکن جبرا حقیقی اطاعت جب دل میں بثاشت پیدا ہو جب سینوں میں شرح پیدا ہو فرانخی اور وسعت پیدا ہو جب روح میں نور پیدا ہو جب انسان کے وجود میں خدا تعالیٰ کا پیار سمندر کی لہروں کی طرح موجزن ہو جائے۔ یہ جبرا سے ہو سکتا ہے؟ تو ہمیں جب کہا خدا نے کہ جب یہ ناممکن ہے کہ جبرا اکراہ اور زور کے ساتھ اور طاقت کے ذریعہ سے کسی کے دل میں تبدیلی پیدا کی جائے تو ہر وہ ازم یا ہر وہ مذہب جو اس کے برعکس خیال کرتا ہے وہ خدا کی مرضی کے خلاف باتیں کر رہا ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی روح کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دے

کہ ہم اسلام کے حسن کو اور اسلام کی پیاری تعلیم کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں جو ابھی تک اسلام کے فائدوں سے فائدہ نہیں حاصل کر سکے، استفادہ نہیں حاصل کر سکتے تاکہ وہ جن نیکیوں سے محروم ہیں، جن فائدوں سے محروم ہیں، جن برکتوں سے محروم ہیں، جن رحمتوں سے محروم ہیں خدا تعالیٰ کی جن نعماء سے محروم ہیں ان کی یہ محرومی دور ہو اور وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلنے جمع ہو جائیں اور ہم سب بھائی بھائی بن کر ایک حسین ترین معاشرہ اس دنیا میں قائم کریں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو سارے کے سارے انسان مل کر مرنے کے بعد حاصل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



شریعت اسلامیہ کے ہر حکم

میں آسانی کا پہلو ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ اپریل ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ أَوْ سُورَةٌ فَاتِحَةٌ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بَعْدَ حَضُورِ النُّورِ نَفَرَنَ يَا إِيَّاهُ كَيْ يَهْ كَرِيمَه تَلَاوِتْ فَرَمَأَيْ:-
 يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحَقِّفَ عَنْكُمْ وَحْلُقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا (النساء: ۲۹)
 پھر حضور انور نے فرمایا:-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔
 ضعیف اس معنے میں کہ خدا تعالیٰ نے جہاں اس کو نیکی کی بہت سی قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں وہاں اس کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ ان را ہوں کو چھوڑ کر جو اس کے رب کی طرف لے جانے والی ہیں، ان را ہوں کو اختیار کرے جن پر چل کر شیطان لعین سے وہ اپنا تعلق قائم کر لیتا ہے اور ضعیف اس معنی میں بھی کہ غیر محدود انعامات اس کے سامنے رکھے اور محدود عمل سے زیادہ کی اسے طاقت نہیں دی۔ کمزور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے بوجھ ہلکے کرے۔ تمہارے لئے آسانی پیدا کرے۔

اسلامی شریعت کا گھر امطالعہ ہمیں اس حقیقت کی طرف لے جاتا ہے اور اس صداقت پر قائم کرتا ہے کہ ہر حکم شریعت اسلامیہ کا ایسا حکم ہے جس میں آسانی کے پہلو کو مدد نظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت میں نے تین چار باتیں اصولی جو ہیں ان کو منتخب کیا ہے اس وقت کے خطبہ کے لئے۔

ایک یہ کہ انسان میں جو قوت اور طاقت ہے وہ اپنے نفس میں ایسی نہیں جو اسے خدا تعالیٰ تک پہنچادیتی۔ انسان کی ساری نیکی کی طاقتیں بھی اس کے لئے بدی بن سکتی ہیں۔ اس میں کبر پیدا کر کے، اُس میں نخوت پیدا کر کے، اس میں ریا پیدا کر کے، اس میں جذبہ نمائش پیدا کر کے، اس میں اپنے نفس کی پوجا کر کے اور پرستش کے جذبات پیدا کر کے، اس کی نیکیاں جو ہیں ان کے اندر وہ خود شرک کی ملاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نیکی کی طاقتیں بھی دیں ان کا بھی وہ غلط استعمال کر سکتا تھا۔ وہ انتہائی عاجزانہ نمازیں پڑھنے کے بعد بظاہر جو ہمیں نظر آتی تھیں خشوع اور تضرع کے ساتھ دعائیں کرنے والا لیکن اس کی روح اس میں غائب بھی ہو سکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس ضعف سے بچانے کے لئے اور آسانی کو پیدا کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اس کے لئے قبولیت دعا کے دروازے کھولے گئے اور اسے یہ حقیقت سمجھائی گئی کہ جو اعمال صالحہ بجالانے کی تمہیں طاقتیں عطا کی گئی ہیں ان کے ذریعہ سے مغض تم خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ساری نیکیاں کرنے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کے دربار سے دھنکار دینے جاؤ سوائے اس کے کہ تم اپنی عاجزانہ دعاؤں سے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والے ہو۔ اگر تم اپنی نیکیوں کی قبولیت کے لئے عاجزانہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور یہ دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے تو پھر تمہاری نیکیاں اس کے حضور قبول ہوں گی اور تم اس کے پیار کے مستحق ہو گے اور تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ تو قبولیت دعا کے نتیجہ میں ہماری راہ کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا۔ ہمارے بوجھ کو ہلکا کر دیا ورنہ یہ بوجھ ضعیف انسان کیسے اٹھا سکتا تھا کہ اپنے اعمال سے خدا تعالیٰ کو ثواب دینے اور پیار کرنے پر مجبور کر سکتا۔

تو پہلا اصول اس نے اس آسانی کے پیدا کرنے کا یہ بنایا کہ دعائیں کرو اور میرے فضل کو جذب کروتا کہ میں تمہاری نیکیوں اور تمہارے اعمال صالحہ میں جو کمزوریاں اور خامیاں رہ گئی ہیں، انہیں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ دوں اور تمہارے اعمال کو قبول کروں اور تم سے میں پیار کرنے لگوں۔

دوسری تخفیف جو ہے جو آسانی پیدا کی گئی ہے، وہ اسلام نے بڑے حسین پیرا یہ میں اور بڑے عظیم طریق پر فرائض اور نوافل، عبادات کو اور حقوق کی ادائیگی کو ان دو حصوں میں منقسم کر کے پیدا کی ہے۔ فرائض انسان پر نیکیوں کا کم سے کم بوجھ ڈالتے ہیں اتنی آسانی سے اس کے نتیجہ میں کہ انسان جب خدا تعالیٰ کے فضلوں پر غور کرتا اور اس کے پیار کو دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے۔

نماز، دن میں پانچ دفعہ دو، چار، چار، تین، چار کتعیں پڑھنی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک باہر سے، دیہاتی علاقے سے مسلمان آئے اور انہوں نے کہا کہ کیا ہیں اسلام کے ارکان، نماز کے متعلق یہ فرائض آپ نے سارے فرائض بتائے۔ اس نے کہا میں فرائض پورے کروں گا اس سے زائد کچھ نہیں کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اپنی بات پر قائم رہا اور خدا تعالیٰ نے اس کی اسے توفیق بھی دی تو دخل الجنة خدا اسے جنت میں بھیج دے گا۔ تو جنت میں داخل ہونے کے لئے فرائض ہمارے لئے رکھے۔ جنت میں داخل ہو کر جنت میں جوارفع مقامات ہیں، مقامات محمودہ ان کے حصول کے لئے نوافل رکھ دیئے اور اس طرح امت مسلمه کے لئے آسانی پیدا کر دی کیونکہ ہر شخص جو ہے نہ اس میں اتنی طاقت ہے نہ اس میں اتنا جذبہ ہے۔ ہر ایک کو کہا کہ کم از کم لے لو، کرلو تو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لو گے۔

روزے ہیں۔ بارہ مہینے میں سے ایک مہینے کے روزے رکھے۔ چوبیس گھنٹے میں سے کبھی بڑا ہوتا ہے کبھی چھوٹا میں اوسط لے لیتا ہوں۔ بارہ گھنٹے کا روزہ رکھ دیا یعنی بارہواں حصہ دنوں کے لحاظ سے اور پھر وہ جو صیام کے، رمضان کے ایام ہیں ان کا آدھا وقت کھانے کے لئے دے دیا اور آدھا دا کی خاطر اور حقوق کی یاد ہانی کے لئے اور روح کی پاکیزگی کے لئے اور معاشرہ میں محبت و اخوت پیدا کرنے کا سبق دینے کے لئے بہت ساری حکمتیں ہیں۔ آدھا وقت روزہ کے لئے اور آدھا وقت جو ہے وہ کھانے کے لئے دے دیا۔ اس سے مختلف ممالک میں مختلف رنگ میں مسلمان نے فائدہ اٹھایا۔ میں مصر میں بھی کچھ عرصہ رہا ہوں وہاں کا طریق میں نے یہ دیکھا کہ افطاری سے لے کر سحری کھانے تک ساری رات بیٹھ کے با تیں بھی کرتے تھے اور ساری رات کھاتے رہتے تھے اور سحری کا جب وقت ہوتا تھا سحری کھاتے تھے اور ان کا

روزہ شروع ہو جاتا تھا پھر افطاری تک سورج غروب ہونے تک وہ روزہ دار تھے۔ تو کتنی آسانی پیدا کی۔

حج ہے۔ ساری عمر میں ایک حج فرض اور اس کی بھی بہت سی شرائط اور بنیادی اركان اسلام میں سے ہے۔ تو بڑی سہولت اور آسانی پیدا کی لیکن جن کو خدا تعالیٰ توفیق عطا کرے اگر وہ ہر سال حج کر سکتے ہوں دوسروں کا حق مارے بغیر کیونکہ اب کوٹا سمسم بن گیا ہے اس لئے یہ فقرہ بولا ہے تو ہر سال حج کریں لیکن فرض حج جو ہے وہ ایک ہے باقی نفلی حج ہوں گے اور سارا سال عمرہ کرتے رہیں۔ میں نے ایک جگہ کتاب میں پڑھا کہ جدہ میں رہنے والے بہت سے لوگ روزانہ ہی شام کو مثلاً دکاندار ہے تو دکان بند کر کے مکہ مکرمہ پلے جاتے ہیں اور عمرہ کر کے آ جاتے ہیں تو وہ نوافل ہیں۔

زکوٰۃ ہے۔ نصاب کے ماتحت دینی ہے جو صاحبِ نصاب ہے وہی دے گا لیکن جو مال کے خرچ کرنے کے نوافل ہیں وہ یہ ہیں کہ دنیا میں اگر ایک شخص مالی تنگی میں ہے تو امتِ مسلمہ اس کی ذمہ دار ہے۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلَّهِ أَعْلَمُ وَالْمَحْرُومُ (الذاريات: ۲۰) جب تک ایک سائل اور ایک محروم بھی ہے، ساری امتِ مسلمہ کا فرض ہے کہ اس کی ضرورت کو اس کی حاجت کو پورا کرے اور اس کی تکلیف کو رفع کرے۔ وہ نوافل میں آتا ہے لیکن صاحبِ نصاب، نصاب دیتا ہے اور مالی قربانی کا جو فرض ہے وہ پورا کرتا اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتا ہے۔ جنت کا دروازہ جو زکوٰۃ نے کھولنا تھا وہ اس کے لئے کھول دیا گیا۔ جنت میں جو رعنیوں کے مقامات وہ حاصل کر سکتا ہے مالی قربانیوں کے نتیجہ میں وہ جتنا کر سکتا ہے، کرے۔ اس میں ہمیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نظر آتے ہیں کہ ایک وقت میں اسلام کو مال کی ضرورت پڑی تو گھر سے ہر چیز اٹھا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دی۔ آپ نے پوچھا گھر میں کچھ چھوڑ کے آئے ہو تو انہوں نے کہا خدا اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں اور ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے آدمی بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے سوچا کہ آدھا گھر میں چھوڑ جاؤ آدھا لے جاؤ۔ کسی نے بہت کسی نے کم لیکن وہ

نوافل کی دوڑتھی۔ وہ فرائض کے بعد شروع ہوتی ہے تو یہ ایک ہمیں نظر آتی ہے۔ میں نے غور کیا کہ ایک بڑی عظیم سہولت مسلمان کو دی گئی ہے کہ اس کی عبادات کو اور اس کے ادائیگی حقوق انسانی کو یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں فرض اور نفل دو علیحدہ علیحدہ بنیادی قسم کی ہر میدان میں، ہر میدان قربانی میں علیحدہ حقوق کی ادائیگی کی شکلیں بنادیں۔ ایک پاس ہونے کے لئے، ایک اگر مقبول ہو جائیں ویسے نہیں، اگر مقبول ہو جائیں فرائض تو جنت کے دروازے کھل گئے لیکن جنت میں بھی رفتیں ہیں۔ جنت میں بھی بلند مقام ہیں۔ جنت میں بھی خدا کے پیار پیار میں فرق ہے۔ جنت میں بھی یہ سمجھنا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیار ملے گا ہر ایک کو ویسا ملے گا یہ تو ہماری عقل نہیں مان سکتی لیکن جنت میں ہر وقت دروازہ کھلا ہے ان رفعتوں کے حصول کا۔ جنت میں رفعتوں کے حصول کا دروازہ کھلا ہے اس دنیاۓ ابتلاء اور امتحان میں نوافل کی ادائیگی کے ساتھ اور وہاں خدا تعالیٰ نے احادیث میں آتا ہے کچھ اور اصول بنائے ہیں وہ اس وقت میرے زیر بحث نہیں۔

تیسرا سہولت ہمیں بنیادی سہولت جو ہر ہمارے عمل سے تعلق رکھتی ہے، وہ توازن کے اصول سے ہمیں سہولت عطا کی ہے یعنی ایک طرف پورا جھک جانا اور اس طاقت کو قریباً توڑ دینا اور دوسروں کو نظر انداز کر دینا اس کی اجازت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ حقوق العباد کو بھول کر چوبیں گھنٹے حقوق اللہ کو ادا کرتے رہو یا حقوق اللہ کے ان حصوں کو جن میں ذکر الہی ہے مثلاً گناہ گار بن جاتا ہے آدمی، تو توازن کے اصول کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں قائم کر کے ایک نہایت حسین سہولت اور آسانی انسان کے لئے پیدا کی۔ میں نوجوان اور بچوں کو سمجھانے کے لئے اس توازن کی سہولت کو واضح کرنے کے لئے کھانے کی مثال لیتا ہوں۔ کھانے میں بھی اصول توازن قائم کیا گیا ہے۔ جو ہم کھانا کھاتے ہیں اے میرے بچوں اور نوجوانو! وہ ایک قسم کا نہیں بلکہ جو کھانے کی تحقیق کی گئی ہے اس میں نشاستہ ہے، لحمیات ہیں، کاربوہائیڈریٹس ہیں جن کو ہم پروٹینز کہتے ہیں، اور ان میں پھر نشاستہ بھی کئی قسم کا ہے اور پروٹینز بھی کئی قسم کی ہیں اور اس میں واکھا منز بھی ہیں اور اس میں منزل بھی ہیں۔ بہت ساری چیزیں مل کے غذا بنتی ہیں، بہت سارے اجزا ہیں ہماری غذا میں اور ہمیں کہا گیا ہے کہ ان اجزا

کو متوازن رکھو۔ اس میں میٹھا بھی ہے شکر بھی ہے ایک۔ اچھا ہر چیز کو ہضم کرنے کے لئے ہمارے جسم کے بعض حصے کام کرتے ہیں مثلاً میٹھے کو ہضم کرنے کے لئے ہمارے جسم کے بعض غدد کیمیاوی اجزا پیدا کرتے ہیں جسم کے اندر کہ جن سے میٹھا جو ہے وہ طاقت کے اندر تبدیل ہو جاتا ہے اور اسی واسطے صحت مند جسم جو ہے اگر وہ مثلاً دو چھٹا نک ایک دن میٹھا کھائے تو اسی کے مطابق غدد جو ہیں وہ کام کر رہے ہیں ان کے اوپر بوجھ پڑے گا اور کسی دن دوست بیٹھ جائیں اور آنس کریم کی دعوت اڑا رہے ہوں تو بہت سارا میٹھا کھائیں۔ یہ خدا تعالیٰ نے نظام ایسا کیا ہے جو خود بخود پھر وہ تیز ہو جاتا ہے یعنی دو چھٹا نک کی بجائے اگر کسی نے چار چھٹا نک کھایا ہے تو غدد پر دگنا بوجھ پڑ گیا وہ کام کریں گے صحت مند غدد، لیکن انسان کے جسم کو بیمار نہیں ہونے دیں گے۔ وہ ذیابیطس کا بیمار نہیں ہو جائے گا۔ صحت مند جسم کئی دفعہ ایسا کبھی کم میٹھا کھارہا ہے یا کاربوہائیڈ ریٹس بھی میٹھے میں تبدیل ہوتے ہیں یہ ایک ہی قسم کا ہے اس کو ہضم کرنے کے لئے وہ ہے۔ اس واسطے سہولت یہ پیدا کی کہ ہمارے جسم کے کسی ایسے حصے کو ہمارے جسم کی کسی ایسی طاقت کو جو ایک خاص قسم کا کھانا ہضم کر رہا ہے اُس طاقت کو اتنا بوجھ تلتے نہ دبا دیا جائے کہ وہ ٹوٹ جائے اس واسطے کہا متوازن کھاؤ۔ متوازن غذا جب کھاؤ گے تو جو میٹھا ہضم کرنے والے غدد ہیں ان کے اوپر متوازن بوجھ پڑے گا۔ جو سہولت، پروٹینز ہضم کرنے والے حصے ہیں جسم کے اندر انتریوں میں بہت سارے انزانز بن رہے ہیں جسم کے دوسرے حصوں میں کیمیاوی اجزا بن رہے ہیں جو گوشت اور دوسرے اس قسم کی پروٹینز کو ہضم کرتے ہیں تو ان کے اوپر اگر متوازن غذا ہوگی تو زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا لیکن اگر آج صرف گوشت کھائیں تو ان کے اوپر بوجھ پڑ جائے گا اور دوسرے نئے بیٹھ جائیں گے۔

تو جسم کی جو مشینری ہے جو کارخانہ ہے خدا تعالیٰ نے جسم میں پیدا کیا ہے اس کے مختلف حصوں پر غیر متوازن بوجھ پڑ کے جسم کے اندر کمزوری پیدا ہو جائے تو اسلامی تعلیم میں ایک توازن کا اصول ہے جس نے **يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخْفَ عَنْكُمْ** کے ماتحت ہمارے لئے سہولت پیدا کی۔ یہی حالت عبادات کی ہے پہلے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں روحانی ترقیات کو تقسیم کر دیا۔ حقوق العباد میں سینکڑوں باتیں آتی ہیں۔ جذبات کا خیال رکھنا ہے، ان

کی صحتوں کا خیال رکھنا ہے، ان کی بھوک کا خیال رکھنا ہے، ان کے کپڑوں کی ضرورت پوری کرنی ہے کہ جو عناصر ہیں وہ ان کو دکھنے پہنچائیں ان کی تعلیم کا خیال رکھنا ہے، ان کی کفوں میں شادیاں ہونے کا خیال رکھنا ہے۔ گنتے چلے جائیں سینکڑوں حکم ہیں اور سب میں ہر جگہ جب آپ دیکھیں گے وہ توازن آ جاتا ہے۔ ایک تو پہلے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کر دیا۔ یہ کہا کہ تم حقوق اللہ کی ادائیگی میں اتنے محونہ ہو کہ حقوق العباد کو بھول جاؤ۔ یہی توازن ہے نا توازن اسی کا نام ہے اور یہ کہا کہ تم حقوق العباد کی ادائیگی میں اتنے محونہ ہو کہ حقوق اللہ کو بھول جاؤ۔ دونوں کے درمیان ایک توازن پیدا کر دیا۔ یہ مضمون خود جو ایک اصول ہے بڑی تفصیل چاہتا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے کھانے کی ایک مثال پیش کی اور ساتھ آپ کو بعض روحانی باتوں کی طرف بھی توجہ دلادی۔ اچھا اسی میں یہ جو اصول توازن ہے اس میں مثلاً صدقہ خیرات ہے، اس میں جب ہم نوافل میں آگئے تو نوافل میں توازن رکھو قائم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے اموال کو نیکیوں میں اس طرح خرچ نہ کرو کہ تمہاری اولاد کو بھیک مانگ کر روٹی کھانی پڑے۔ توازن قائم کر دیانا۔

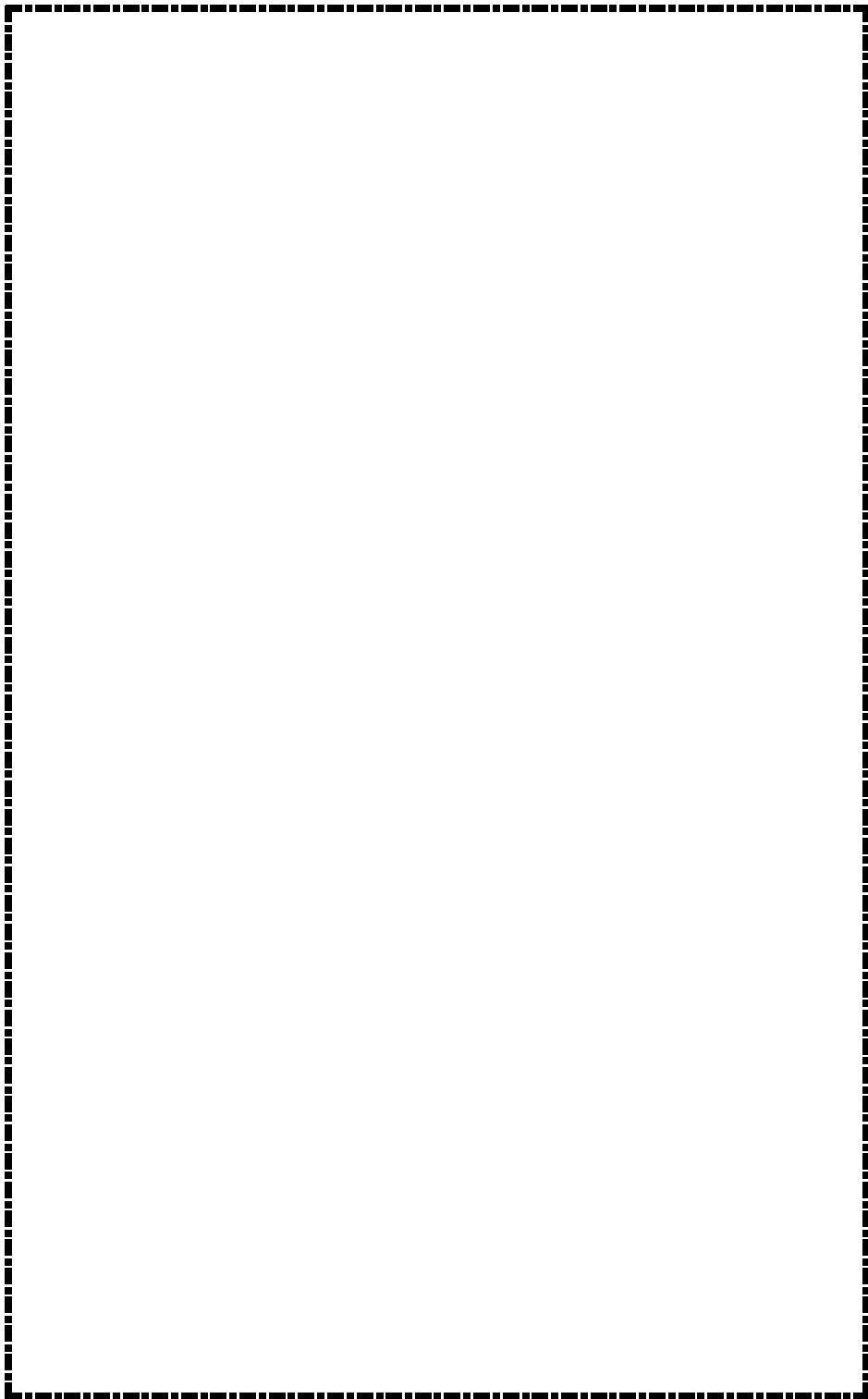
اور چوڑھا اصول سہولت جو ہمیں اسلام میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ امتداد زمانہ کے لحاظ سے دارالامتحان اور دارالابتلہ کی زندگی انعام پانے والی اور اس کا نتیجہ حاصل کر کے زندگی جو انسان گزارے گا ان کے امتداد زمانہ کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس دنیا کی زندگی میں سال کی، تین سال کی، پچاس سال کی، سانچھ سال کی، اسی سال کی، سو سال کی یا کچھ اور سال بیچ میں شامل ہو جائیں لیکن جو مر نے کے بعد کی زندگی ہے جنت کی زندگی، خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی رضا کی جنتوں میں لے کے جائے، وہ زمانہ اتنا لمبا اور وہ جزا اتنی ہے کہ اس کو غیر محدود کہنا غلط نہیں ہوگا۔ تو محدود اعمال ہیں ایک طرف پڑے ہوئے دارالابتلہ میں اور ایک طرف ایسی زندگی ہے جس کی نعمتیں غیر محدود ہیں اس کا انتظام کر دینا محدود اعمال کی غیر محدود جزا کا اعلان کر دینا کتنی بڑی سہولت پیدا کر دی۔ اگر انسان کو یہ کہا جاتا کہ جتنے عمل کرو گے اتنے ہم سے انعام لے لینا تو وہ تو پھر بعض روحانی طور پر بعض بہکے ہوئے دماغوں کی طرح ان کو پھر دارالابتلہ میں آنا پڑتا۔ پھر یہ مصیبتیں جھیلنی پڑتیں۔ پھر کچھ عرصہ جنتوں میں گزارنا پڑتا۔ پھر

واپس آنا پڑتا اور اس دنیا کی جو نیکیاں ہیں میں تو سمجھتا ہوں کہ ساری عمر کی نیکیاں جو ہیں وہ خدا تعالیٰ کے پیار کے ایک جلوہ جو ہے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتیں تو ستر سال کی زندگی دار الابتلاء اس دنیا میں اور اس کے مقابلے میں ایک سینڈ کی زندگی جنت میں اور پھر وہ واپس آجائے یہاں ستر سال گزارنے کے لئے پھر تو ایسا انتظام کرنا چاہیے تھا نا لیکن **يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا** انسان کو خدا تعالیٰ نے ضعیف اس جہت سے بھی بنایا کہ وہ اپنی محدود زندگی میں غیر محدود اعمال صالحہ بجا نہیں لاسکتا۔ **خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا** ہو گیانا۔ انسان کو اتنی زندگی دی کہ اس کے اعمال جتنا مرضی زور لگا لیں اس کے اعمال صالحہ غیر محدود نہیں ہو سکتے۔ لیکن جو انعامات دیئے گئے جن کا وعدہ دیا گیا وہ غیر محدود ہیں تو یہ سہولت پیدا کر دی گئی انسان کے لئے۔ جو تم محدود عمل کرو گے اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیار کا یہ جلوہ ظاہر کرے گا کہ غیر محدود انعامات کا تھیں وارث بنا دے۔ لیکن میں نے بتایا ہے کہ یہ میں نے موٹے موٹے اصول چار جو مجھے نظر آئے وہ میں نے لئے ہیں ورنہ اسلام کا ہر حکم ہمیں یہ بتاتا ہے اور یہ حقیقت ہمارے اوپر کھوتا ہے کہ **يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ** اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ہمارے لئے سہولت کا سامان اور آسانی کا سامان پیدا کرے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان ضعیف ہے اور وہ اس معیار کو نہیں پہنچ سکتا کہ جس کے اوپر یہ ہم کہہ سکیں کہ جو جنتیں ہیں وہ اس کے اعمال کے نتیجہ میں اس کو ملیں گی۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہاں عائشہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی اس کی جنتوں میں جاؤں گا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، آپ کی عظمت، آپ کا جلال، آپ کا رتبہ اتنا برائے کہ کوئی انسان کیا آپ تو سارے انسان مل کے بھی اس مقام یعنی جو سارے انسان مل جائیں اور ان کے جو اعمال ہیں وہ لے لئے جائیں تو وہ اس مقام کے نہیں بنتے جو مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے رب کریم کے لئے تھا اور جس قسم کی قربانی خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے آپ نے خدا کے حضور پیش کی اور جس قسم کا پیار بھی نوع انسان سے آپ کے دل میں موجود تھا اور کس طرح آپ نے قیامت تک کے انسانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے تعلیم دی

لیکن ان ساروں کے باوجود مدد و زندگی میں اور آپ کی زندگی بھی بڑی چھوٹی تھی۔ ہر لمحہ بھی اعمال جو ہیں غیر مدد و زندگی کے تو نہیں بن سکتے اس واسطے آپ نے کہا میری زندگی کی بھی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی مجھے جنت میں لے کے جائے گا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے بے انتہا فضل کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند ہمیشہ کرتا چلا جائے اور ہمیں آپ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور جن سہولتوں کی طرف قرآن کریم کی تعلیم نے ہماری راہنمائی کی ہے انہیں سمجھنے، ان سے فائدہ اٹھانے کی ہمیں توفیق ملتی رہے اور خدا کرے کہ ہم اپنی تمام کمزوریوں اور غفلتوں کے باوجود اور ہر قسم کی غلط یلغاروں کے باوجود ہماری ایک نیکی کو وہ پسند کرے لیکن پسند اس طرح کر لے کہ وہ کہہ کر آؤ میں تمہیں اپنی رضا کی جنت میں داخل کرتا ہوں اور پھر ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی اور ہمیں توفیق دے کہ اس کے جو بندے ہیں ان کی خدمت بھی ہم اس کے مطابق کر سکیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی خواہش تھی۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)





گناہ کی حقیقت اور اس کی فلاسفی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ مئی ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تَشَهِّدُ وَتَعُوذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَمْ بَعْدِ حضُورِ النَّبِيِّ الْأَنُورِ نَزَّلَ سُورَةُ النَّسَاءِ كَمْ بَعْدِ درجِ ذِيلِ آياتِ كَيْ تَلَاوِتْ فَرِمَائِيًّا:-

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا
رَّحِيمًا○ وَمَنْ يَكُسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكُسِبْهُ عَلَى نَفْسِهِ طَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيهِ
حَكِيمًا○ وَمَنْ يَكُسِبْ حَطَبَيَّةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ إِلَيْهِ بَرِيئًا فَقَدْ احْتَمَلَ
بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا○ (النساء: ۱۱۳ تا ۱۱۱)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ پیر اور منگل کی درمیانی رات مجھ پر ڈاٹریا (Diarrhoea) کا بڑا خست حملہ ہوا اور قریباً ساری رات جاگ کے گزارنی پڑی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی میں تکلیف بھی محسوس کر رہا ہوں اور ضعف بھی محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نظر کرے اور مجھے بھی شفادے اور آپ سب کو بھی صحت کے ساتھ رکھے۔

سورہ نساء کی ان آیات میں گناہ کی حقیقت اور فلاسفی اور خدا تعالیٰ کی بعض صفات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص بھی کوئی بدی کرے گا یا اپنے نفس پر ظلم کرے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ جو شخص کوئی بدی کرے اس کا فعل اسی پر

الٹ کر پڑے گا اور اللہ تعالیٰ بہت جانے والا اور حکمت والا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی غلطی کرے اور گناہ کا مرتكب ہو اور خود گناہ کا مرتكب ہے لیکن اذام لگاتا ہے کہ یہ گناہ میں نے نہیں کیا بلکہ فلاں نے کیا تو وہ بہتان بھی باندھتا ہے اور بہت بڑے گناہ، سب سے بڑے گناہ کا وہ مرتكب ہوتا ہے۔

پہلی آیت میں دو قسم کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے کا ذکر ہے۔ ایک حقوق العباد ایک حقوق نفس یعنی جو اللہ تعالیٰ نے حقوق انسانوں کے انسان پر قائم کئے ہیں ایک انسان ان حقوق کو توڑنے والا ہے۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوءً وَهُوَ بَدِيٌّ كرتا ہے اور یہ نتیجہ ہم اس لئے نکالتے ہیں، یہ معنی ہم اس لئے کرتے ہیں کہ اس کا دوسرا حصہ اُو يَظْلِمُ نَفْسَهُ کہا گیا ہے کہ خود اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور نفس کے حقوق کو بجا نہیں لاتا، تو اس سے ہمیں یہ پتا لگتا ہے، ویسے تو قرآن کریم کے بہت سے بطور ہم یہ کرتے ہیں کہ جو شخص غیروں کے حقوق کو پامال کرتا ہے وہ اپنے نفس کے حقوق کا بھی خیال نہیں کرتا اور اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

یہ گناہ کا ارتکاب جو ہے خواہ وہ حقوق العباد کو تلف کرنے کے نتیجہ میں ہو یا حقوق نفس کے تلف کرنے کے نتیجہ میں ہو یہ ایک تو بشری کمزوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی ہر انسان میں بعض کمزوریاں ہیں اور بڑی کمزوری جس کی وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے یہ ہے جو بڑی طاقت بھی ہے اس کی ایک نقطہ نگاہ سے اور دوسرے نقطہ نگاہ سے بہت کمزوری بھی ہے وہ ہے اس کا صاحب اختیار ہونا کہ خدا تعالیٰ نے اسے یہ اختیار دیا کہ چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لائے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے اور اگر چاہے تو وہ خدا تعالیٰ کے احکام ماننے سے انکار کرے اور ظلم اور گناہ اور اذام کا مرتكب ہو۔ ایک پہلو سے بے انتہا فضلوں کا وہ وارث بتا ہے بوجہ صاحب اختیار ہونے کے اور دوسری طرف اس کو یہ خدشہ بھی لگا رہتا ہے کہ وہ خدا کو ناراض کرنے والا اور اس کے غصب کے نیچے آنے والا نہ ہو جائے۔

انسان کو چونکہ ایک متمدن نوع بنایا گیا ہے مختلف الانواع ذمہ داریاں انسانی معاشرہ میں مجموعی طور پر انسان کو ادا کرنی پڑتی ہیں بعض ذمہ داریاں ہیں اس کے لئے بڑی کثیف اور

کرخت قسم کی طبیعتوں کی ضرورت ہے۔ بعض ذمہ داریاں ہیں جن کی ادائیگی کے لئے بہت لطیف طبائع کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کے پیش نظر انسان انسان کی قوتوں اور استعدادوں میں فرق پیدا کیا اور مختلف الاقسام طبائع اس نے پیدا کر دیں کیونکہ ذمہ داریاں مختلف تھیں۔ بعض ذمہ داریاں ایسی ہیں کہ جن کے نتیجہ میں انسان جو ہے وہ زیادہ گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے لئے پناہ کا کوئی راستہ بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اس کی رحمت کے سامان نہ کرتا تو وہ کہہ سکتا تھا کہ اے میرے خدا! تو نے مجھے اپنی مصلحتوں کے نتیجے میں اس قسم کے کثیف قوی دے دیئے اگر میں ان کے نتیجہ میں کوتا ہی کروں کہاں جاؤں تیرے در پر نہ آؤں تو۔ تو اس وجہ سے بھی کمزوری پیدا ہوتی ہے، گناہ پیدا ہوتا ہے لغزش ہوتی ہے ارتکاب تلف حقوق ہوتا ہے تو اس کے لئے یہ دروازہ کھلا رکھا خدا تعالیٰ نے۔

ثُلُّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ پھر وہ توبہ کرتا ہے اور ندامت کے جذبات اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ تو باوجود اس کے کہ اس قسم کی طبعی کمزوری کے نتیجہ میں بار بار وہ کمزوری کی طرف بھکے گا جب بھی بھکے گا اور اس کے بعد اس کے دل میں ندامت پیدا ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہی بار بار خدا تعالیٰ کو غفور اور رحیم پائے گا۔ تو کمزوریوں کے دروازے بھی بڑے کھلے ہیں بڑے لیکن خدا تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رحمت کے دروازے بھی بڑے کھلے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی تفسیر میں جو باتیں فرماتے ہیں ان میں سے دو ایک یہ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:-

”جیسے لغزش اور گناہ نفوس ناقصہ کا خاصہ ہے..... خدا کا ازلی اور ابدی خاصہ مغفرت و رحم ہے..... یعنی جب کبھی کوئی بشر بر وقت صدور لغزش و گناہ بہ ندامت و توبہ خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اس قابل ہو جاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا تعالیٰ اس کی طرف رجوع کرے..... یہ خداۓ تعالیٰ کی ذات میں خاصہ دائی ہے“

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزانہ جلد اول صفحہ ۱۸۷ حاشیہ)

یعنی ایک ہزار بار بھی وہ غلطی اور گناہ کرتا ہے اور ایک ہزار بار اگر اس کے دل میں

ندامت پیدا ہوتی ہے اور خدا کی طرف وہ رجوع کرتا ہے تو ایک ہزار بار وہ بخشا جاتا اور خدا کی مغفرت کے نیچے ڈھانپ دیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سلسلے میں جو مختلف قوئی کے ساتھ مختلف انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے مثال آپ نے یہ دی ہے کہ طبائع انسانی جواہر کافی کی طرح مختلف الاقسام ہیں۔

کان معدنیات سے جو چیزیں لٹکتی ہیں نا وہ مختلف ہیں، ان کی طرح انسانی طبیعتیں بھی مختلف ہیں۔ یہ میں نے اب میرے الفاظ ہیں خلاصہ کیا ہے میں نے، بعض چاندی کی طرح روشن بعض گندھک کی طرح بد بودار اور جلد بھڑکنے والی اور جوش میں آنے والی، بعض پارے کی طرح بے ثبات اور بے قرار، بعض لوہے کی طرح سخت اور کثیف اور میں ساتھ یہ مثال بھی دیتا ہوں کہ بعض ہیرے کی طرح روحانی شعاعوں سے جگگانے والی مختلف قسمیں ہیں اور اس کے بغیر انسانی تمدن اپنے عروج کو ارتقائی ادوار میں سے گذرتا ہوا پہنچ نہیں سکتا تھا۔ کثیف کاموں کے لئے کثیف طبیعتوں کی ضرورت ہے لطیف کاموں کے لئے لطیف طبیعتوں کی ضرورت ہے۔ بعض ایسے کام ہیں مثلاً اب تو کچھ انسان نے سہولتیں اور قسم کی پیدا کر لیں لیکن ایک خاص وقت میں غسل خانوں وغیرہ کی گلیوں کی نالیوں کی صفائی بعض خاص قسم کی طبیعتیں ہی کر سکتی ہیں ہر آدمی کر ہی نہیں سکتا تھا۔ ایک لطیف طبیعت کا آدمی گزرتے ہوئے ناک پر رومال ڈال کے گذرتا تھا ایک دوسرا آدمی اپنا ہاتھ پہنچ میں ڈال کے نالی کو صفا کر رہا ہے۔ طبیعتوں طبیعتوں میں بڑا فرق ہے۔ بے شمار قسمیں بن جاتی ہیں ان کو ہم گن نہیں سکتے لیکن ایک حقیقت اپنی جگہ مکرم اور ثابت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کوئی کمزوری انسان کی ایسی نہیں کہ اگر اس کے نتیجہ میں وہ خدا کو ناراض کرنے والا ہو جائے تو اس پر توبہ کا دروازہ بند ہو اور خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحم سے ہمیشہ کے لئے اسے محروم کر دیا جائے۔ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ میں جو مغفرت اور رحم کی صفت ہے غفور اور رحیم ہونا اس کا، یہ ازلی ابدی صفت ہے اور ایک فرد واحد، میں نے تو ہزار دفعہ کہا تھا اگر لاکھ دفعہ بھی غلطی کرتا اور کروڑ دفعہ اپنے رب کریم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو بہ اور ندامت کے جذبات کے ساتھ تو ایک کروڑ دفعہ اس پر خداۓ

رب کریم کا دروازہ کھولا جائے گا۔

اس آیت میں ایک لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا اشارہ ہے یا عدم ادائیگی کی طرف یعنی ادائیگی ہو گی تو وہ ثواب ہے اور اگر نہیں ادائیگی کرے گا تو وہ سُوْءَاءٌ ہے، بدی ہے۔ ایک اپنے نفس کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اپنے نفس کے حقوق کو ادا کرنا، اس آیت سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے، اتنا ہی ضروری ہے جتنا غیروں کے حقوق کی ادائیگی اپنے نفس کے ساتھ۔ پھر ایک دائرہ آ جاتا ہے خاندان کا۔ جو حقوق خدا تعالیٰ نے کسی کے رشتہ داروں کے قائم کئے ہیں اگر ذمہ وار آدمی وہ حقوق ادا نہ کرے صرف اس لئے کہ اس کے اوپر کوئی اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کر دے گا کہ چونکہ تمہارے ساتھ عزیز داری ہے اس لئے تم اس کی رعایت کر دو گے تو اسلام اس کو گناہ سمجھتا ہے اور اس شخص کے حق کو قائم کرنا اور اس کو ادا کرنا جو خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس کو ثواب اور جنت کا دروازہ کھولنے والا ایک عمل صالح سمجھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہے۔ آپ کے ایک عزیز کا ایک دوسرے مسلمان کے ساتھ چشے کا پانی تھا بہر حال ایک کنارہ تھا قدرتی، اس پانی کے اوپر ہوا جھگڑا۔ آپ کے عزیز کی زمین اوپر تھی پانی کی طرف۔ دوسرے مسلمان کی نیچے تھی۔ وہ آیا آپ کے پاس۔ آپ نے کہا اپنے عزیز کو کہ کھیتوں کو اپنے پانی دو بے شک لیکن اس کے لئے بھی چھوڑ دیا کرو پانی۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اس کی رشتہ داری ہے آپ کے ساتھ۔ آپ تو احسان کر رہے تھے یعنی جو حق تھا اس سے زائد اس کو دے رہے تھے جب اس نے یہ کہا تو پھر آپ نے کہا الفاظ میں یا عمل سے کہ اچھا تم اسلامی تعلیم کے مطابق فیصلہ کروانا چاہتے ہو تو وہ یہ ہے کہ اپنے عزیز کو کہا تمہاری زمین اوپر ہے تم اپنے کھیت کو پانی پلاو۔ پھر پانی پلاو، پھر پانی پلاو اور پوری طرح جب سیراب ہو جائے پھر پانی جو نج جائے وہ اس کو چھوڑ دو، آپ ہی اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ تو نفس کے حقوق ہوں یا غیر کے حقوق ہوں، عزیز رشتہ دار کے حقوق ہوں یا غیر مسلم کے حقوق ہوں حقوق کی ادائیگی تو اس لئے کرنی ہے کہ خدا کہتا ہے کہ میں نے یہ حق قائم کیا اس حق کو قائم کرو۔ اس لئے ہم نے ادا نہیں کرنا کہ ہم چاہتے ہیں ہم کسی پا احسان کریں یا ہم چاہتے ہیں کہ کسی پا احسان نہ کریں۔ جو حق خدا نے قائم کر دیا مثلاً

جو حق خدا نے رب العالمین کی حیثیت سے قائم کر دیا کوئی دنیا میں انسان نہیں پیدا ہوا کہ جسے خدا نے یہ حق دیا ہو کہ وہ ان حقوق کو پامال کرے خواہ وہ حقدار جو ہیں وہ بت پرست اور مشرک ہی کیوں نہ ہوں خواہ وہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والے دھریہ کیوں نہ ہوں خواہ وہ ساری عمر آپ کو اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی کی اندھی مخالفت کرنے والے کیوں نہ ہوں خواہ وہ ساری زندگی کا ایذا پہنچانے والے کیوں نہ ہوں۔ کسی کو کوئی حق نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا اس وہ جو ہمیں نظر آتا ہے یعنی نمونہ ہمارے لئے وہ یہ ہے کہ جس حق کو خدا نے قائم کیا بندے کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اس حق کو توڑے۔ خدا تعالیٰ نے جو حق قائم کئے ہیں وہ بنیادی طور پر صفتِ ربویت کے نتیجہ میں ہیں صفتِ رحمانیت کے نتیجہ میں ہیں صفتِ رحیمیت کے نتیجہ میں ہیں، صفتِ مالکیت یوم الدین کے نتیجہ میں ہیں، جس کا ایک دھنڈلا سا عکس اس ہماری زندگی میں آتا ہے وہ اپنا مضمون مستقل حیثیت کا ہے اس وقت نہیں ہمارے سامنے۔ تو حقوق العباد کو قائم کرنا ضروری ہے حقوق نفس کو ادا کرنا ضروری ہے جو نہیں کرتا، پھر توبہ کرتا اور استغفار کرتا، خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے اسے میں معاف کر دوں گا۔

اور دوسری آیت میں ہر قسم کے گناہ کا ائمماً میں ذکر ہے یعنی خواہ حقوق نفس ہوں یا حقوق العباد ہوں یا حقوق اللہ ہوں جو شخص بھی گناہ کرتا ہے وَمَنْ يَكُسْبِ إِثْمًا جو شخص بھی بدی کرتا ہے تو بدی کا پہلا اور جو پہلا اور آخری اثر میں کہوں گا، پہلا اور آخری اثر اس کا اس کے اپنے نفس پر ہے۔ فَإِنَّمَا يَكُسْبُهُ عَلَى نَفْسِهِ اس کا فعل اس پر الٹ کے پڑتا ہے مثلاً اگر وہ چوری کرتا ہے دوسرے کامال لوٹتا ہے اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس کے گناہ نے اس کے دوسرے انسانی بھائی کو دکھ پہنچایا، اس کا گناہ کیا اس نے لیکن اس کا حقیقی اثر یہ ہے کہ اس شخص نے اپنے پر خدا کی رضا کی جنت کے دروازے بند کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہر حکم جو ہے خواہ وہ اوامر میں سے ہو یا نواہی میں سے ہو یعنی یہ حکم ہو کہ ایسا کرو یا یہ حکم ہو کہ ایسا نہ کرو وہ ہماری قوتیں اور استعدادوں کی صحیح تربیت اور صحیح نشوونما کے لئے ہے اور جب ہم کسی حکم کو توڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں مانتے تو اس کا نقضان ہمیں ہے کیونکہ پھر ہماری صحیح اور پوری اور پیاری نشوونما نہیں ہو سکتی، پھر ہمارے وجود کی وہ نشوونما نہیں ہو سکتی

جس نشوونما کے بعد ہمارا نفس خدا کے پیار کو حاصل کر سکے۔ تو گناہ کا اثر دوسرے پہ بھی پڑتا ہے لیکن اصل وہ الٰہ کے اسی شخص پر گناہ کرنے والے پر آ کے پڑتا ہے اور یہ اس لئے کہا کہ خدا تعالیٰ عَلِيِّمًا خدا تعالیٰ کے علم سے کوئی باہر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کو پیدا کیا اور اس کی ساری قوتیں اور استعدادوں کا صحیح اور کامل علم رکھنے والا ہے۔ انسانی استعدادوں اور قوتیں اور صلاحیتوں کی کامل نشوونما کے لئے اور جس کے نتیجہ میں روحانی نشوونما اپنے کمال کو پہنچتی اپنے اپنے دائرہ استعداد کے اندر اور خدا تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ پیار کو حاصل کرنے والی بن جاتی ہے۔ اس علیم نے، اس عظیم خدا نے سارا اس علم کے ماتحت ایک طرف اس عالمیں کو پیدا کیا اور دوسری طرف انسان کو اور اس کی فطرتوں کو اور اس کی صلاحیتوں کو اور اس کے قوی کو پیدا کیا اور ہر چیز میں اس نے ایک حکمت رکھی اور ہر چیز کی حکمت اس نے قرآن میں بیان کی اور ہمیں سمجھایا کہ تمہارے اوپر کوئی بوجھ نہیں ڈال رہے تھے تمہارے فائدے کے لئے ہر حکم ہے، تمہیں بلند کرنے کے لئے ہر حکم ہے۔ ایک جگہ کہا کہ ہم نے تو اس کو آسمانوں کی طرف لے جانا چاہا تھا لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا اور خدا سے دور ہو گیا۔ ہر فعل خدا کا حکیمانہ ہے حکمت رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہر حکم جو ہے وہ ایک دلیل ہمارے سامنے رکھتا ہے ہمیں حکمت بتاتا ہے کہ ایسا کیوں ہے اور کوچ مانج کے، حسین بنا کر، پاک اور مطہر وجود بنا کر اس قابلِ بنادیتا ہے کہ وہ جو سرچشمہ ہے پاکیزگی اور طہارت کا ہمارا رب، اس کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہو سکے۔ وہ جو پاکیزگی اور طہارت کا سرچشمہ ہے وہ ناپاک سے تو تعلق نہیں قائم کر سکتا، عقلانی نہیں کر سکتا۔ میں اور آپ بد بودار جگہ سے گزرتے ہیں اور اس سے گھن آتی ہے اور اس لفغم کو ہم پسند نہیں کرتے، ہماری طبیعت متلا جاتی ہے بعض دفعہ۔ ہم عاجز بندوں کا یہ حال ہے تو وہ خدا جو محض پاکیزگی اور طہارت ہے اور ہر قسم کی پاکیزگی اور طہارت کا چشمہ جو ہے وہ اسی سے نکلتا اور ہم تک پہنچتا ہے وہ ناپاک کو کیسے پیار کرے گا۔ تو ہر حکم جو ہے وہ ہمیں پاک بنانے والا مطہر بنانے والا ہمارے گند کو اور غلطتوں کو دھونے والا، ہم پر نور چڑھانے والا آللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۳۶) اس نور کو، ہمارا وہ نور جو خدا تعالیٰ سے ہمیں حاصل ہوتا ہے اس نور کو خدا پسند کرتا

ہے۔ خدا اندھروں کو پسند نہیں کرتا اندھروں سے وہ نفرت کرے گا کیونکہ اندھرا ہے خدا سے دوری کا نام جس طرح مادی ظلمت ہے نور سے دوری کا نام۔ دن کے وقت آپ کھڑکیاں اگر آپ کی لائٹ پروف ہوں یعنی کوئی سورج کی کرن اندر نہ جاسکے بند کر دیں گے تو دن کے باوجود سورج نصف النہار پر ہو گا آپ کے کمرے کے اندر اندھرا ہو جائے گا۔ تو جو شخص اپنے گناہوں کے نتیجہ میں اپنے وجود کی ان کھڑکیوں کو جو خدا تعالیٰ کی طرف کھلنے والی ہیں بند کر دیتا ہے اور اپنے نفس میں اندھرا پیدا کر دیتا ہے خدا کا نور وہاں کیسے داخل ہو سکتا ہے۔

تو یہاں دوسری آیت میں یہ بتایا کہ تم جو گناہ کرتے ہو دوسروں کو جو نقصان پہنچتا ہے وہ حقیقی نقصان اس لئے نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا بدلہ ان کو دیتا ہے۔ تمہیں حقیقی نقصان ہے کیونکہ تم خدا سے دوری کی راہوں کو اختیار کر کے، اس نور سے دور ہٹ کے ظلمات کو اختیار کر کے، اس پاک سے جدائی اختیار کر کے گندگی کو اختیار کرتے، اس کی ناراضگی کی جہنم کو اپنے لئے پیدا کرتے ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں کے وارث بننے کے لئے سامان پیدا نہیں کرتے۔

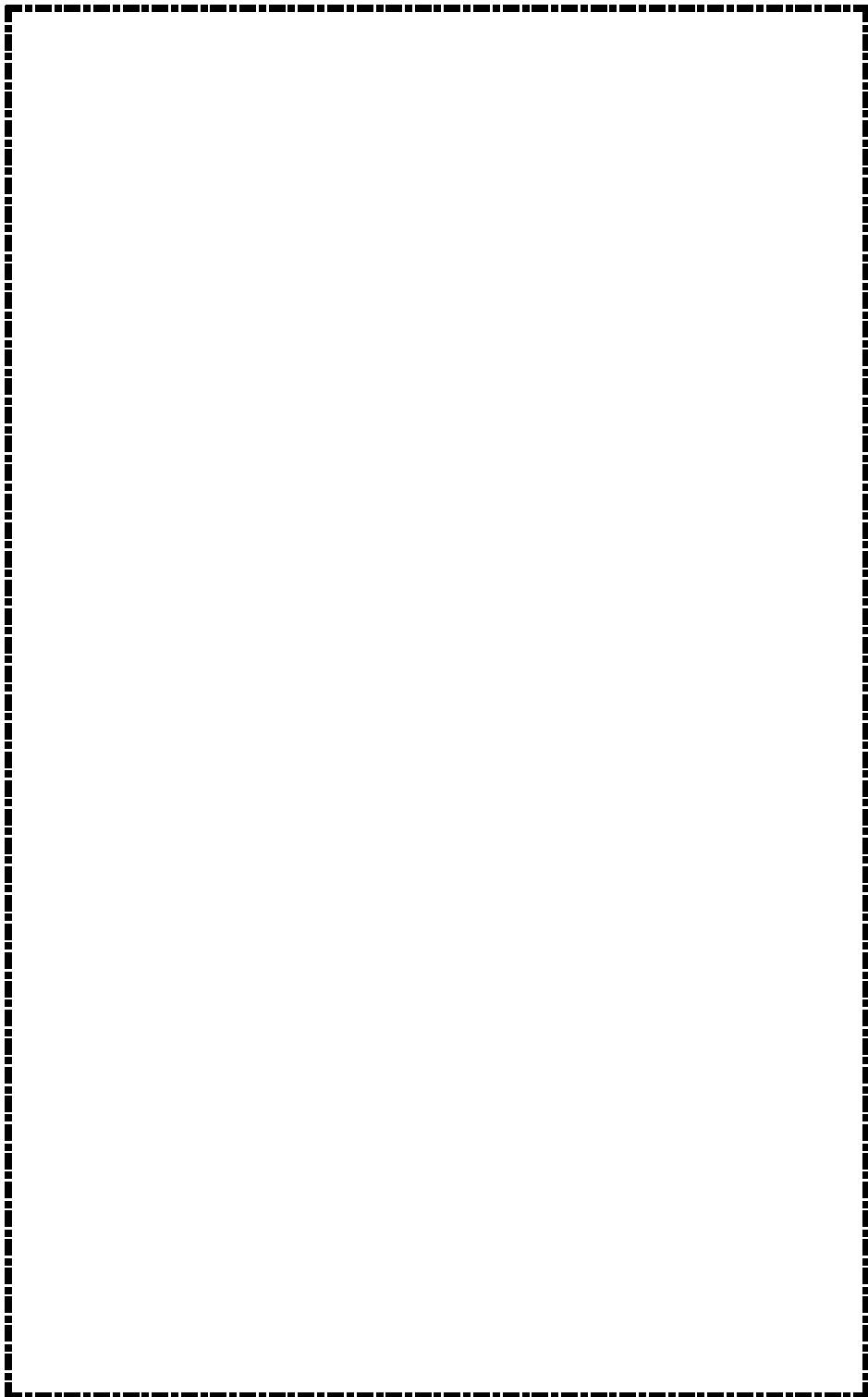
اور تیسرے فتح کا جو گناہ مرکب ہے کہ گناہ کیا اور تہمت دوسرے پر لگا دی، یہ اس کا بھی آج کل فیشن ہوا ہوا ہے کہ ناکرده گناہ پر گناہ کی تمہیں لگائی جاتی ہیں اور پھر فخر بھی کیا جاتا ہے بعض حلقوں میں۔ اللہ تعالیٰ افضل کرے اور سمجھ دے ان لوگوں کو۔

تو یہاں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ، حقوق نفس کی ادائیگی کی طرف توجہ، حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف توجہ اور انسان بشری کمزوری یا ضعف استعداد کے نتیجہ میں اگر گناہ کرے تو استغفار کا دروازہ اس کے لئے کھلا ہے اور غفور رحیم خدا ہر وقت اسے جب وہ اس کی طرف رجوع کرے رجوع بر رحمت اس کی طرف ہونے کے لئے تیار ہے اور پھر تمہیں یہ سمجھایا کہ تمہارے اوپر کوئی بوجہ نہیں ڈالا جا رہا بلکہ ہر گناہ تمہارے لئے ابدی دکھ کا باعث بننے والا ہے اس سے بچانے کی کوشش کی جارہی ہے تمہیں۔ تمہارے اپنے فائدے کے لئے ہے۔ چوری کے مال کا نقصان جتنا اس مال کے مالک کو ہے اس سے زیادہ تمہیں ہے۔ اس کو تو ہزار روپے کا نقصان یا ایک بھی نسبت ایک لیتے ہیں لوگ، جا کے رسہ کھول لیتے ہیں رسہ گیر۔ اس کو دو ہزار تین ہزار بہت اچھی بھی نسبت ہے تو پانچ دس ہزار کی اس کا اتنا

نقصان ہے لیکن تم نے جنت کے دروازے اپنے اوپر بند کر لئے اس کا نقصان تو تمہارے نقصان کے مقابلے میں کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ *وَإِنَّمَا يُكَسِّبُهُ عَلَى نَفْسِهِ هُرَّگَنَاهُ* جو ہے اس کا اصل دار جو ہے انسان کے، گناہ گار کے اپنے نفس کے اوپر ہے اور ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہر حکم جو دیا گیا وہ علیم و حکیم کی طرف سے دیا گیا ہے جو جانتا تھا کہ تمہارے فائدے کے لئے تم پر حسن چڑھانے کے لئے، تمہیں منور کرنے کے لئے، تمہیں پاکیزہ اور مطہر بنانے کے لئے کن چیزوں کی ضرورت تھی اس کے مطابق تمہیں ہدایت اور شریعت دی گئی، اس کے مطابق تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ایک اسوہ دیا گیا اور تیسرے یہ کہ سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ انسان گناہ کرے اور تمہت دوسرے پر لگادے اس کو اپنی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ ہر ایک کو ہی توبہ اور استغفار کا جو دروازہ کھلا چھوڑا ہے خدا تعالیٰ خدائے غفور رحیم نے، گناہ ہوتے ہی خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی توفیق عطا کرے اور ہمیں اس طرح صاف اور سترہ اور سفید کردے اس سے بھی زیادہ جتنا ایک دھوپی کپڑے کو پختہوں پر مار مار کے شفاف پانی میں کرتا ہے۔ آجھل کے بعض گندے پانیوں میں بھی دھوپی دھودیتے ہیں، شفاف پانی میں جو پہاڑی نالوں کا میٹھا شفاف پانی ہے اس کے اندر ایسے اجزا ہیں جو گند کو نکالنے والے ہیں کوئی گند باقی نہ رہے تاکہ وہ جونور ہے ہماری ہلکی سی روشنی کو وہ پسند کرے اس کے نور کے مقابلے میں تو کچھ نہیں لیکن بہر حال اس سے مشابہت حاصل کرنے کی اس کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کی گئی اور ہمیں وہ پاک بننے کی اور مظہر بننے کی توفیق عطا کرے تاکہ ہمارا اس کے ساتھ ایک زندہ تعلق پیدا ہو جائے کہ ہم اسی زندگی میں اس کے پیار کی آواز سننے والے ہوں تاکہ ہماری ساری خوشیاں اس آواز پر بنیاد رکھنے والی ہوں کہ وہ ہمیں کہتا ہے کہ تم فکر نہ کرو تم گھبراو نہیں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر اس کے بعد کسی اور چیز کی انسان کو ضرورت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)





خدا نے محمد ﷺ کو عظیم استعدادیں دے کر مبعوث فرمایا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ راپریل ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تہشید و تعلیمات اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

قُلْ إِنَّمَاٰ عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبُتُمْ بِهِ مَا عَنِّيْ مَا تَسْعَجِلُوْنَ بِهِ طِّلْقَةٌ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ طِّلْقَةٌ يَقُصُّ الصَّحَقَ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصَلِيْنَ ○
قَدْ جَاءَكُمْ بِصَارِمٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا آنَأْتُكُمْ بِحَفِيْظٍ ○
وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ أَيْتَهُمْ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا طِّلْقَةٌ إِنَّمَا الْآيَتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشَعِّرُكُمْ لَآنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ○

(الانعام: ۵۸، ۱۰۵، ۱۱۰)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

یہ تینوں آیات جو بھی میں نے تلاوت کی ہیں سورۃ انعام کی آیت ۵۸، ۱۰۵ اور آیت ۱۱۰ ہیں۔

یہ ایک لمبا مضمون ہے جو بہاں بیان ہوا ہے، اس میں سے میں نے یہ تین آیات چنی ہیں اس کا یعنی اس مضمون کا ایک حصہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی آیت نمبر ۵۸ کا ترجمہ یہ ہے:-

”کہہ دے! مجھے اپنی رسالت کی سچائی پر کھلی کھلی دلیل اپنے رب کی طرف

سے ملی ہے۔ میں بے ثبوت نہیں آیا۔ میں ثبوت لے کر اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں اور تم پھر بھی تکذیب کر رہے ہو۔ جس عذاب کو تم جلدی مانگتے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں۔ حکم صادر کرنا خدا تعالیٰ ہی کا منصب ہے۔ وہی حق کو کھو لے گا اور **خَيْرُ الْفَصِيلَيْنَ** ہے وہ اور ہمارے درمیان بہترین فیصلہ کرے گا۔“

سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۵ کا ترجمہ یہ ہے:-

”خدا نے میری رسالت کی صداقت پر روشن نشان تمہیں دیئے ہیں۔ تمہاری آنکھیں ان بصائر کو دیکھ کر کھل جانی چاہئیں تھیں مگر یہ نہیں ہوا بلکہ ایک گروہ وہ ہے جس نے شاخت کیا اور ایک وہ ہے جس نے شاخت کرنے سے انکار کیا۔ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفِسِهِ لَهُ پس جوان کو شاخت کرے اس نے اپنے ہی نفس کو فائدہ پہنچایا اور جواندھا ہو جائے اور روشن دلائل کو نہ دیکھے اس کا و بال بھی اسی پر ہے۔ میں تو تم پر نگہبان اور حافظ نہیں۔“

سورۃ الانعام کی آیت ۱۱۰ کا ترجمہ یہ ہے:-

”یہ لوگ سارے نشانات کو دیکھنے اور ان کی تکذیب کرنے اور ان کو جھٹا دینے کے بعد بھی سخت فتنمیں کھاتے ہیں **أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهَدًا أَيْمَانِهِمْ** کہ اگر کوئی نشان دیکھیں تو ضرور ایمان لے آئیں گے۔ کہہ دونشان تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ جس نشان کو چاہتا ہے اسی نشان کو ظاہر کرتا ہے۔ اقتراح کے نشان کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے یعنی یہ کہنا کہ یہ فلاں نشان ہمیں دکھایا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی دوسری جگہ آیا ہے کہ کافروں نے کہا ہمیں یہ نشان دکھاؤ، یہ نشان دکھاؤ، یہ نشان دکھاؤ تو ان کو یہی جواب دیا گیا کہ نشان دکھانا اللہ کا کام ہے رسول کا کام نہیں۔ نشان کے دیکھنے میں اپنی مرضی نہیں چلے گی خدا کی مرضی چلے گی۔“

جو نشان وہ چاہے گا وہ دکھلائے گا جو نشان وہ نہیں چاہے گا وہ نہیں دکھلائے گا۔“

ان آیات پر غور کرنے سے بہت سی چیزیں سامنے آتی ہیں، میں نے میں با تین نوٹ کی ہیں جو ہمارے سامنے آتی ہیں۔

ایک تو یہ اعلان کیا کہ مجھے میرے رب نے بھیجا ہے۔ خدا تعالیٰ جس نے میری ربویت کی، اس کی طرف سے میں معموت ہو کر آیا ہوں۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ قُلْ إِنَّمَا عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْ أَنَّ اللَّهَ كَہا یہ ہے کہ قُلْ إِنَّمَا عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان میں سے ایک وجود کو منتخب کیا اور اس قدر عظیم صلاحیتیں اور استعدادیں اسے عطا کیں کہ جس قدر عظیم صلاحیتیں اور استعدادیں کسی اور کو عطا نہیں ہوئی تھیں اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء کی حیثیت میں اسے بھیجا تو ربویت کرنے والے رب کی طرف اپنی رسالت کو یہاں منسوب کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے تاکہ اس چیز کو نمایاں کیا جائے کہ عظمت والا ایک رسول ہوں اور عظمت والے وہ نشان ہیں جو خدا تعالیٰ نے میری صداقت پر قائم کئے ہیں۔ وَكَذَبُتُمْ بِهِ اور اس کے باوجود تم ہو کہ تم انکار کر رہے ہو۔

پہلی بات یہ کہ مجھے میرے رب نے بھیجا دوسرا بات ہمیں یہ پتالگتی ہے کہ میرے رب نے ثبوت دے کر بھیجا بے ثبوت نہیں بھیجا اور یہ ثبوت جو ہے آپ کی صداقت کا، یہ ایک دو دلائل یا چند ایک نشانوں پر مشتمل نہیں بلکہ دلائل کے لحاظ سے اس قدر زبردست دلائل کہ نہ صرف ان انسانوں کی ذہنی تسلی کے لئے کافی تھے جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا بلکہ بعد میں آنے والے جو بدلتے ہوئے حالات میں بدلتے ہوئے دماغ اور ذہن رکھنے والے تھے ان کو بھی کونس (Convince) کرنے، باور کروانے کی طاقت رکھنے والے دلائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ہمیں قرآن عظیم میں ملتے ہیں۔

تو دوسری حکمت صفت رب کے استعمال کی ہمیں یہاں یہ نظر آتی ہے کہ مجھے ربویت عالمین کے لئے بھیجا ہے اس لئے قیامت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سامان اس تعلیم میں رکھ دیا گیا ہے جو قرآن عظیم کے ذریعہ مجھے دی گئی اور جس کو قیامت تک کے انسانوں تک پہنچانا میرا اور میرے ماننے والوں کا کام ہے۔

تیسرا بات ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ ان کھلے دلائل کے باوجود تم میری تکذیب کر رہے ہو۔ تمہاری اپنی بھلانی کیلئے تمہاری اپنی رفتوں کے لئے، تمہاری عزتوں کے قیام کے لئے، خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے، ایک زندہ خدا سے زندہ تعلق قائم کرنے کے لئے یہ تعلیم

آئی۔ تمہاری بھلائی (دنیوی بھلائی اور آخری بھلائی) کے سامان بھی اس میں تھے۔ اتنی عظیم تعلیم، اتنی حسین تعلیم، اتنی مفید تعلیم تمہیں زمین سے اٹھا کر اس قدر رفتہ توں تک پہنچانے والی تعلیم تمہارے پاس آئی، لیکن تم ہو کہ پھر تم تکنذیب کر رہے ہو۔

چوڑھی بات ہمیں ان آیات میں یہ نظر آتی ہے کہ یہ تعلیم جو ہے اس میں بشارات بھی ہیں اور انذاری پیشگوئیاں بھی ہیں تو عجیب ہوتم (منکر اور کافر) کہ جو عظیم بشارتیں یہ تعلیم لے کر آئی ان کی طرف تم توجہ نہیں دیتے اور ایک ہی رث لگائی ہوئی ہے۔ کہتے ہو کہ خدا تعالیٰ وہ وعدہ جو ہمارے کفر اور انکار پر ہمیں عذاب دینے کا ہے وہ وعدہ کیوں نہیں پورا کرتا۔ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ تم یہ نہیں کہتے کہ خدا تعالیٰ نے پیار کے جو وعدے ہم سے کئے، ہمیں زمین سے اٹھا کر آسامان کی رفتہ توں تک پہنچانے کے جو وعدے کئے وہ ہماری زندگیوں میں پورے ہوں اور ہم اس دنیا کی جنتوں سے بھی حصہ لیں اور آخری زندگی کی جنتیں بھی ہماری قسمت میں لکھی جائیں بشارتوں کی طرف تم توجہ نہیں کرتے اور اتنی عظیم تعلیم، اس قدر وسیع اور اس قدر ارفع اور اس قدر عظیم بشارتوں کو چھوڑ کے تم کہتے ہو۔ (ما تَسْتَعِدُ لُونَكَ) کہ ہم پر جلد تر عذاب کیوں نہیں آتا۔ ہم نے انکار کیا تمہارا، تو خدا ہمیں پکڑتا کیوں نہیں، ہمیں ہلاک کیوں نہیں کرتا تم بشارتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور خدا کی گرفت اور اس کی قہری چلی کے متعلق مطالبہ کرتے ہو کہ وہ قہری چلی جلد تم پر نازل ہو اور تمہیں جلا کر رکھ دے۔

پانچویں بات ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں عذاب دینا یا ڈھیل دینا یہ میرے اختیار میں نہیں۔ میں رسول ہوں۔ میں پیغامبر ہوں۔ دوسرا جگہ فرمایا کہ ہمارے رسول پر البلاغ کے سوا اور کچھ نہیں۔ پہنچادینا اس کا کام ہے۔ آپ کہتے ہیں میرا کام ہے پہنچادینا، میں پہنچادوں گا، میرا کام ختم ہو جائے گا۔ تم عذاب مانگتے ہو۔ عذاب دینا میرا اختیار نہیں۔ تم کہو کہ ساری بشارتیں تمہارے حق میں پوری ہو جائیں خواہ تم اعمالِ صالحہ بجا لو یا نہ بجا لو۔ اپنے رب کریم کو خوش کرنے میں کامیاب ہو یا نہ ہو، یہ بھی میرے اختیار میں نہیں۔ تمہیں عذاب دینا یا ڈھیل دینا میرا کام نہیں۔ تم اپنی گمراہیوں میں بڑھتے چلے جاؤ اور خدا اپنی نرمی کے جلوے تم پر ظاہر کرتا چلا جائے، یہ اس کی مرضی ہے تم جانو

اور تمہارا خدا۔ میرے اختیار میں نہیں ہے یہ۔ ان معاملات میں حکم صادر کرنا اس بالا ہستی کا کام ہے **إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ** حکم اسی کا چلتا ہے، جو صاحب حکم بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔ اس کے سارے کام حکمت سے ہیں حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔ اگر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ابتدائی دور میں اپنی گرفت میں جلدی کرتا تو عکرہ مہ ہ اور ان کے ایک سو چالیس کے قریب ساتھی جنہوں نے بعد میں توبہ کی اور اسلام میں داخل ہوئے اور جنگِ ریموک کے موقع پر (جب انہیں ان کے دوست خالد بن ولید نے اس طرف توجہ دلائی کہ تم بڑے گناہگار ہو تم نے خدا کے رسول کے خلاف کارروائیاں کیں، ان کو ایذا پہنچایا، مسلمانوں کے قتل کے منصوبے بنائے، مسلمانوں کو دکھ دیئے، بہتوں کو شہید کیا۔ ایسے داغ تمہارے چہرہ پر لگے ہوئے ہیں کہ سوائے تمہارے خون کے کوئی اور چیز انہیں دھو نہیں سکتی اور آج موقع ہے، آج دھواو اپنے دھبے۔ چنانچہ تین لاکھ فوج پر ان کم وبیش ایک سو چالیس مکہ کے روؤساء کے بھوں نے حملہ کر دیا اور ان میں سے ہر ایک نے میدانِ جنگ میں جامِ شہادت پیا اور اس طرح پر اپنے چہروں سے نہایت بھی انک دھبے دھونے میں کامیاب ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ اگر ان کو ڈھیل نہ دیتا تو توبہ اور رجوع الی اللہ کا یہ نظارہ تو دنیا نہ دیکھتی۔ لیکن زندگی کے تیرہ سال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی اذیتیں دی گئیں، دکھ پہنچائے گئے لیکن خدا تعالیٰ نے نرمی کا سلوک کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی خدا سے چاہا کہ وہ نرمی کا سلوک کرے جیسا کہ طائف کے واقعہ میں آتا ہے کہ اے خدا یہ پہچانتے نہیں مجھے، ان کے ساتھ ڈھیل کا معاملہ کر۔ بہر حال وہ پکڑتا بھی ہے جب چاہے اس کی گرفت بھی بڑی سخت ہے اس کی قہری تجلی کا تصور بھی انسان کے روئے کھڑے کر دیتا ہے لیکن وہ ڈھیل بھی دیتا ہے۔ وہ بڑا حرم کرنے والا بھی ہے وہ موقع دیتا ہے کہ انسان اپنی اصلاح کرے۔

تو ہمیں چھٹی بات یہاں یہ نظر آتی ہے کہ تمہیں عذاب دینا یا ڈھیل دینا میرے اختیار میں نہیں، یہ اللہ کا کام ہے۔ وہ صاحب حکم ہے (**الْحُكْمُ لِلَّهِ**)، صاحب اختیار ہے، مالک ہے، کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس کی مرضی کرنے سے روک سکے اور صاحب حکمت ہے اور حکم صادر کرنا اسی کا منصب ہے جو اپنا حکم جاری بھی کر سکے اور حکمت سے کام لینے والا ہو۔

اور ساتویں چیز ہمیں ان آیات سے یہ پتا لگتی ہے کہ تم جلدی کر رہے ہو شاید اس خیال سے کہ کبھی حق و صداقت کو خدا تعالیٰ کھولے گا نہیں۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ وہ خود **يَقُصُّ الْحَقَّ** حق اور صداقت کو کھولے گا لیکن اپنے وقت پر کھولے گا۔ نہ میرے کہنے سے کھولے گا نہ تمہارے واویا کرنے سے کھولے گا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِيلِينَ۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ وہ حق و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے اور اس لئے وہ ہمارے درمیان بہترین فیصلہ کرے گا۔ جیسا کہ بہترین فیصلہ اس نے کیا پہلے دن سے لے کر آج کے دن تک اور آج کے دن سے لے کر قیامت تک کرتا چلا جائے گا۔ **خَيْرُ الْفَصِيلِينَ** اس میں ہمیں بتایا گیا کہ کسی بھی نسل انسانی کو خدا تعالیٰ سے اس قسم کے مطاب نہیں کرنے چاہئیں اور لرزائ ترساں اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہئیں۔ خدا تعالیٰ جب چاہے گا جو چاہے گا جس رنگ میں چاہے گا اپنے حکم کو جاری کرے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخالفین کے درمیان وہ جب فیصلہ کرے گا تو اس کا جو فیصلہ ہو گا وہ **خَيْرُ الْفَصِيلِينَ** کا فیصلہ ہو گا۔ وہ بہترین فیصلہ ہو گا وہ نوع انسانی کی بھلائی کا فیصلہ ہو گا۔ وہ ایک ایسی ہستی کا فیصلہ نہیں ہو گا جو اپنے علم میں کمزور جو اپنی طاقت میں کمزور جو اپنی رحمت میں کمزور بلکہ اس عز وجل کا ہو گا جو رَحْمَتِي وَسَعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف: ۱۵) کہنے والا ہے جس نے **خَيْرُ الْفَصِيلِينَ** اپنے متعلق کہا۔ وہ اس کا ہو گا جس نے کہا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّاً وَالْإِنْسَاً إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات: ۵) کہ اصل غرض تو تمہاری پیدائش کی یہ ہے کہ تم میرے بندے بنو۔ میرے ساتھ زندہ تعلق قائم کرو۔

نویں بات دوسری آیت سے ہمیں یہ پتا لگتی ہے کہ خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ بصائر آچکے آنکھیں کھولنے والے روشن نشان ظاہر ہوئے اور تمہیں نظر نہیں آرہے۔

دوسری بات ہمیں یہ پتا لگتی ہے کہ ان روشن نشانوں کو شاخت کرنے میں تمہارا اپنا فائدہ ہے کسی اور کافائدہ نہیں اور اگر تم آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے ہو جاؤ تو جواندھا ہو گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ کسی اور کا نقصان نہیں کرے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت

سے انکار پہلی نسل سے لے کر قیامت تک کی انسانی نسلوں تک جو ہے اس کا نقصان منکرین کو پہنچے گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، آپ کی تعلیم کو، آپ کی بشارتوں کو، آپ کے مانے والوں کو، خدا تعالیٰ کی جو حمتیں آپ کے مانے والوں پر آپ کے طفیل نازل ہوئی ہیں ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جواندھا ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات کو دیکھ نہیں سکے گا وہ اپنا نقصان کرے گا۔

ایک اور بات یہ کہ میں تم پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا، محافظ نہیں ہوں، رسول ہوں۔

ایک پیغام خدا نے میرے ذریعہ سے تم تک پہنچانا چاہا میں نے تمہیں پہنچا دیا۔ خدا تعالیٰ نے اس تعلیم کے لئے دنیا کے سامنے ایک بہترین نمونہ قائم کرنا چاہا اور خدا نے توفیق دی مجھے کہ میں تمہارے لئے اسوہ حسنہ بن جاؤں۔ ایک حسین تعلیم ایک حسین وجود میں عملی رنگ میں تمہیں نظر آتی ہے۔ نگہبان اور محافظ نہیں ہوں رسول ہوں اور اسوہ ہوں۔ میری تعلیم کو دیکھو، میرے اعمال کو دیکھو۔ میری اس تعلیم کے نتیجہ میں انسان کو جو خدا تعالیٰ کے نعماء ملتے ہیں ان کو دیکھو۔ **إِنْ كُنْتُمْ تَحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲)**

میرے اسوہ پر چل کر خدا تعالیٰ کا جو پیار تمہیں حاصل ہوتا ہے، اسے دیکھو۔ ان چیزوں کو دیکھو اور اپنے خدائے واحد و یگانہ جو بڑا حرم کرنے والا اور رب کریم ہے کی طرف واپس لوٹ کے آؤ۔ دوری کی راہوں کو اختیار نہ کرو۔

ایک اور بات ہمیں یہ نظر آتی ہے کہ ظاہر ہونے والے پینہ اور بصائر ہزاروں نشان دیکھتے اور ان کو جھٹلاتے ہیں اور ہزاروں نشانوں کو جھٹلانے کے بعد پھر فتمیں بھی کھاتے ہیں کہ اگر کوئی نشان آجائے تو ہم مان لیں گے مگر نشان ہماری مرضی کا ہو۔

ایک دفعہ ایک گاؤں میں ایک ان پڑھ سادیہاتی تھا اس نے میرے ساتھ خود ہی باتیں شروع کر دیں۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ ہم تو احمدیت کی صداقت پر (یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کی بات ہے) تب ایمان لائیں گے کہ آپ کے حضرت صاحب ہمارے یہاں آئیں اور ہمارے مینار کے اوپر آم کی گلٹی لگائیں اور وہ اسی وقت ایک پیڑ بن جائے اور اسے بور آئے اور اسی وقت چند منٹوں کے اندر اسے پھل لگ جائے اور پھر ہم وہ پھل کھائیں۔

یہ نشان دیکھیں تو ہم احمدیت کو قبول کر لیں گے۔ میں نے اسے کہا کہ اگر تم لوگوں کو آم کھانے کا اتنا ہی شوق ہے تو آم کے موسم میں میرے پاس آ جانا میں تمہیں اتنے آم کھلاؤں گا کہ تمہارے نہضوں سے آم کا رس ٹپکنے لگ جائے لیکن مجھے یہ بتاؤ کہ ہمیں احمدیوں کو۔ اس بات کی فکر ہے، ہم اس فکر میں اپنے رات دن گزار رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ طیبہ میں پھل لگیں اور وہ انسان جو آپ سے دور ہے وہ اس درخت کے نیچے آ جائے اور تمہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درخت اور اس درخت کے جو فائدے ہیں ان کی فکر نہیں، اپنے آم کھانے کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ ایسے نشانوں کو جیسا اس دیہاتی نے ماں گا اقتراہی نشان کہا جاتا ہے۔

لپس ہمیں ایک بات ان آیات میں یہ نظر آتی ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ ہزار ہا ہزار ہا ہزار ہا نہیں میں کہوں گا کہ لکھوکھا نشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اور آپ کی عظمت کے دکھائے گئے جو انہوں نے دیکھے اور دیکھے بھی اور جھٹلایا بھی اور پھر فتنمیں بھی کھاتے ہیں کہ ہماری مرضی کا کوئی ایک نشان آ جائے تو ہم مان جائیں گے۔

ایک اور بات۔ ہمیں یہ کہا گیا کہ یہ لوگ خدا پر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی مرضی منوانا چاہتے ہیں۔ خدا پر تو کوئی شخص اپنی مرضی ٹھونس نہیں سکتا اور اگر یہ لوگ یہ کوشش کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت میں دخل اندازی کریں اور اسی کی حکمت میں اپنی آراء کے مطابق ہیر پھیر کریں تو یہ تو نہیں ہوگا، ہوگا وہی جو خدا چاہے گا اور ہوگا اسی وقت جب خدا چاہے گا۔ کسی کے کہنے پر خدا کوئی نشان کسی مقام پر کسی زمانے میں نہیں دکھایا کرتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا نے اپنی مرضی سے اپنی حکمت کاملہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پچھلے چودہ سو سال میں نشان نہیں دکھائے یا محدود نشان دکھائے۔ وہ جو رحمۃ للعالیمین بناء کر بھیجا گیا تھا دنیا کی طرف، اس کی صداقت کے نشان ایسے ہونے چاہئیں جو ہر نسل کے لئے زندہ نشان کے طور پر انسان کے ہاتھ میں ہوں۔ قصے اور کہانیاں تو بہت لوگوں نے بنائیں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا نہ دل نہ دماغ نہ روح پر، نہ اس کے نتیجہ میں کسی نے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کیا لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک زندہ نبی ہیں اور زندہ خدا کی معرفت کی راہیں آپ نے ہم

پرکھو لیں اور ہمارا ایک زندہ تعلق اپنے زندہ خدا سے ان را ہوں کے نتیجہ میں پیدا ہوا اور زندہ تعلق خدا سے پیدا ہونے کے بعد دلائل کے میدان میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نئے سے نئے دلائل نکلتے چلے آئے پچھلے چودہ سو سال میں۔ اور نکلتے چلے جائیں گے قیامت تک آسمانی نشان۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والا شخص ایک گاؤں میں بیٹھا ہوا تھا خدا کا پیارا، مطہر۔ **لَا يَمْسِّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ** (الواقعة: ۸۰) اس کے ذریعے اس گاؤں کو خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے کے لئے آسمانی نشان دکھائے اور جو جبشی کہلاتے ہیں، جن کو دنیا صدیوں تحیر کی نظر سے دیکھتی رہی اتنے عظیم انسان پیدا ہوئے ہیں ان لوگوں میں جن میں سے ایک حضرت عثمان بن فودی ہیں وہ اس قدر خدا کو پیارے تھے کہ جب ان کو خدا نے کہا کہ کھڑے ہو اور اسلام کے اندر جو بدعاں شامل ہو گئی ہیں ان بدعاں کو نکال دو اسلام سے اور ایک خالص اور صاف اسلام کو قائم کرو اپنے علاقہ میں۔ تو اس وقت کے لوگوں نے تلوار نکال لی کہ تیری گردن اڑادیں گے تو مرتد، واجب القتل ہے۔ چھوٹی سی جماعت ان کے پاس تھی۔ ان کو خدا نے کہا جب تلوار سے تیری گردن اڑانا چاہتے ہیں تو تلوار سے ہی اپنی حفاظت کر۔ ان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی خدا نے اجازت دی اور کئی سو میل کے فاصلہ پر بعض دفعہ ایک جنگ ہوئی ان کے قبیعین کی، منکرین کے ساتھ اور شام کو وہ جنگ ختم ہوئی اور مغرب کی نماز میں انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ اس جنگ کا فیصلہ ہوا ہے ہمارے حق میں وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے اللہ کا پیارا نہیں حاصل تھا خدا تعالیٰ ان کو اطلاع دیتا تھا مگر یہ پیارا ان کی کسی ذاتی خوبی کے نتیجہ میں نہیں تھا یہ ہر احمدی کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے۔ اس قسم کا ہر پیارا اس پیار کے نتیجہ میں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمارے رب کریم کو ہے۔ امت محمدیہ میں الہام اور وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ بلند درجہ تو علیحدہ رہا معمولی سے معمولی روحانی مقام بھی کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے پر کھڑا ہو کر حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی ایتاء کرنی پڑے گی اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہو گا تاکہ یہ ایک نشان ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق

ہونے پر۔ پس ایک اور بات ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ اقتراحی نشان خدا تعالیٰ نہیں دکھاتا۔ ایک اور بات یہ کہ مرضی خدا ہی کی چلے گی جس نشان کو چاہے گا ظاہر کرے گا جس نشان کو چاہے گا ظاہر نہیں کرے گا۔ ایک اور بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جہاں بشارتیں ہیں وہاں انذاری پیشگوئیاں بھی ہیں۔ گرفت کی پیشگوئی بھی ہے۔ وہاں عذاب کی پیشگوئی بھی ہے یہ جلدی کر رہے ہیں کہ جلدی آجائے عذاب۔ عذاب تو آئے گا مگر جب عذاب آئے گا تو ان کے کہنے کی وجہ سے نہیں آئے گا بلکہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے انذار کی وجہ سے آئے گا۔ جب عذاب آیا، ایک رنگ میں ان کا اپنا مطالبہ بھی پورا ہو گیا کہ یہ کہہ رہے ہیں جلدی آجائے۔ جلدی نہیں آئے گا لیکن عذاب آئے گا ضرور۔ اگر یہ اصلاح نہیں کریں گے۔ ہر انذاری پیشگوئی مشروط ہے یعنی اگر جن کے متعلق وہ انذار ہے وہ اپنی اصلاح کر لیں تو خدا تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم ہے لیکن اگر وہ اصلاح نہ کریں اور خدا کی گرفت میں آ جائیں تو عذاب تو آیا لیکن مطالبہ کرنے والے کا جو مطالبہ جلدی کا تھا اس وقت نہیں آیا لیکن آیا ضرور اور جب آ گیا تو اس وقت اس کا بھی انکار کر جائیں گے۔ عذاب دیکھیں گے پھر بھی انکار کر جائیں گے۔ آخر جیسا کہ میں نے بتایا ساری دنیا نے ان انذاری پیشگوئیوں کے جلوے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے قرآن کریم نے بیان کی ہیں، دیکھے مغرب نے بھی دیکھے، مشرق نے بھی دیکھے، شمال نے بھی جنوب نے بھی دیکھے اور جو عذاب میں ہلاک ہو گئے ان کے تو ایمان لانے کا سوال نہیں۔ جو نقج گئے ان میں سے بھی بہت ساروں نے پھر بھی انکار کر دیا۔ اسی واسطے خدا نے کہا کہ تمہیں پتا لگ جائے گا کہ جس چیز (عذاب) کو یہ مانگ رہے ہیں، جب خدا چاہے گا عذاب آئے گا لیکن عذاب آنے کے باوجود بھی وہ انکار کریں گے ایمان نہیں لائیں گے اور بشارتیں جودی گئی ہیں موننوں کے لئے اس میں حصہ دار نہیں بنیں گے۔

اور آخری چیز جو اصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے کہ میں ساری دنیا کے لئے اور قیمت تک کے لئے افضل الرسل، خاتم الانبیاء کی حیثیت میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ ساری دنیا میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان

آنے چاہئیں۔ صداقت کے نشان جو ہیں وہ دلائل کی شکل میں اور آسمانی نشانات اور مجررات کی شکل میں ہیں۔ قرآن کریم نے دلائل کا جو حصہ تھا اس کے متعلق تو کہا کہ ہم تفصیل سے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور اس کے متعلق یہ کہا کہ قرآن عظیم اپنے دلائل کے لحاظ سے ایک پہلو سے کتاب مبین اور دوسرا سے پہلو سے کتاب مکون ہے، چچھی ہوئی کتاب ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہر نئے زمانہ میں **لَا يَمْسَأَهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ** خدا تعالیٰ کے مطہر بندے پیدا ہوں گے جو خدا تعالیٰ سے قرآنی علوم و اسرار سیکھ کر اپنے زمانہ کے مسائل کو حل کریں گے اور اس طرح پر عظیم دلیل پیدا کریں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر اگر ایسا نہ ہو اگر اسلامی تعلیم آج کا مسئلہ حل نہ کرے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ درست نہیں رہتا کہ قیامت تک کے لئے میں نبی ہوں۔ اگر آج کا انسان اپنے بعض مسائل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شاگرد بن کر دوز انو ہونے کی بجائے کسی اور کامتحاج ہے تو پھر تو اس کے لئے آپ رحمت نہ رہے اس مسئلے تک۔ اس واسطے تفصیل میں جائے بغیر میں آپ کو بتا دوں مجھے کئی دفعہ موقع ملا ہے یورپ میں جانے کا۔ اور چوتھی کے دماغوں سے بات کرنے کا۔ میں ان کو ہمیشہ ہی اس بات کے منوانے میں کامیاب ہوا ہوں کہ تم اندر ہیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو، نہ تم اپنے مسائل کو سمجھتے ہونہ ان کا حل تمہیں معلوم ہے جو شخص مسئلہ ہی نہیں سمجھے گا حل کیسے اس کو پتا لے گا۔ مثلاً میں نے ان کو کونس (Convince) کیا۔ انہوں نے مانا کہ یہ بات درست ہے کہ ہمارا مزدور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے سڑاکیں کرتا ہے لیکن اس بیچارے کو یہ نہیں پتا کہ میرا حق کیا ہے تو اپنے جس حق کا اسے علم ہی نہیں اس حق کے لئے وہ سڑاکیں کر رہا ہے؟ تو بڑا عظیم ہے یہ نہ ہب، یہ تعلیم، یہ قرآن جو ہے یہ واقع میں قرآن عظیم ہے۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ انسانی زندگی حرکت میں ہے ایک جگہ کھڑی نہیں ہوئی۔ جو معاشرہ آج سے چار سو سال پہلے تھا اس میں بڑی تبدیلیاں آگئیں۔ انقلابی تبدیلیاں آگئیں۔ عظیم انقلاب پا ہو گئے۔ زرعی انقلاب، صنعتی انقلاب۔ یہ انقلاب وہ انقلاب، پس بہت سی انقلابی تبدیلیاں ان کے اندر پیدا ہو گئیں اور انقلابی تبدیلیاں معاشرہ میں پیدا ہونے سے انقلابی مسائل پیدا ہو گئے اور دو صدیوں سے وہ مسائل حل کرنے کے پیچے پڑے ہوئے

ہیں اور حل نہیں کر سکے۔ پھر بھی یہ دعویٰ کہ ہم تو بہت مہذب ہیں۔ ساری دنیا پر حکومت کرنے کا ہمیں حق ہے۔ میں نے کہا، ابھی تک اپنے بھائی کو معاف کرنا تم نے نہیں سیکھا۔ جرمی میں میں نے کہا تم دو عالمگیر جنگیں لڑچکے ہو۔ جرمن اور اس کے ساتھی ایک طرف تھے اور امریکہ اور روس اور ان کے ساتھی دوسری طرف۔ میں نے کہا جب جنگ ہوتی ہے تو ایک نے بہر حال ہارنا ہے۔ اتفاق ہوا دونوں دفعہ تم ہارے تمہیں معاف نہیں کیا انہوں نے۔ اتنا ظلم کیا ان لوگوں نے کہ حد نہیں۔ وہ اچھی طرح ان کو یاد دلا کر کہ کن مسائل اور مشکلات میں سے گزرے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تمہارے حل کرنے کا مسئلہ نہیں۔ جس نے حل کرنا تھا وہ مسئلہ حل کرچکا ایک اسوہ پیدا کر دیا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیرہ سال کی زندگی میں اور پھر آٹھ سال کے قریب کم و بیش مدنی زندگی میں بیس سال تک ہر قسم کا دکھ اور تکلیف ان کو دی گئی۔ عورتوں کو نہایت بہیانہ طور پر قتل کیا گیا۔ مردوں پر مظالم ڈھانے گئے اور بھوکا مارنے کی کوشش کی گئی۔ کوئی ایسی ایذا نہیں تھی جو پہنچانے کی کوشش نہیں کی گئی اور جب خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حالات بدل دیئے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آپ مکہ کے باہر آ کے ٹھہرے اس وقت رو سائے کہ جو سارا عرصہ دکھ دینے میں اپنی زندگی گزار چکے تھے ان کو یہ نظر آ گیا تھا کہ حالات بدل گئے ہیں اس وقت ہم اگر میان میں سے تلوار نکالیں گے جماقت کریں گے۔ انہوں نے تلواریں اپنی میانوں میں سے نہیں نکالیں۔ اتنے حالات بدل چکے تھے اس وقت، ان کو یہ پتا تھا کہ یہ شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پوزیشن میں ہے، اتنی طاقت ہے اس کی کہ جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کرے اور سلوک کیا کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھ دینے والوں سے؟ جنہوں نے ایک سانس سکھ کا نہیں لینے دیا تھا اس نے کہا جاؤ سب کو معاف کرتا ہوں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۷)

میں معاف ہی نہیں کرتا بلکہ تمہارے لئے دعا بھی کروں گا کہ خدا بھی تمہیں معاف کر دے۔ میں نے کہا وہ نمونہ ہے تمہارے سامنے تم لڑتے ہو اور معاف نہیں کرتے، ایک دوسرے کی عزت نہیں کرتے۔ اسلام نے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا دیکھو۔ اگر کوئی بڑوں کی عزت نہیں کرے گا تو وہ میرے اسوہ پر نہیں عمل کر رہا۔ اگر کوئی چھوٹوں سے شفقت کا

سلوک نہیں کرے گا تو وہ اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کرتا۔ میں نے کہا ایک دن صحیح بغیر کسی اطلاع کے چودہ ہیلی کا پڑا ایک بڑے ملک کے۔ ایک چھوٹے سے ملک کے ایک جزیرے میں اتر گئے اور وہاں قبضہ کر لیا۔ ایک گولی نہیں چلی۔ کوئی جنگ کا اعلان نہیں ہوا۔ کچھ نہیں۔ اور وہاں جا کے ہیلی کا پڑا تارے اور قبضہ کر لیا دوسرے کی زمین پر۔ میں نے کہا یہ تو تم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہونے احساس کا نہ عزت کا، نہ کسی کے مال کا احترام۔ کسی کا حق نہیں ہے کہ کسی کی چیز غصب کرے۔ تو اتنی عظیم تعلیم ہے اسلام کی اور جو آج کے مسائل ہیں وہ اسلام حل کرتا ہے لیکن خالی دلائل کافی نہیں (یہ آپ یاد رکھیں) آج کی دنیا میں اسلام کا مخالف صرف مذہب نہیں بلکہ دہریت بھی ہے جنہوں نے خدا سے انکار کر دیا جنہوں نے کہا کہ ہم زمین سے خدا کا نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے اس دہریت کے سامنے۔ جب آپ دلیل دیں گے تو ان کا دماغ کوئی اور دلیل سوچ لے گا اور تسلی پالے گا۔ انسان کو خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جھوٹی دلیل سے بھی وہ تسلی پالیتا ہے لیکن آسمانی نشانوں کو Explain نہیں کر سکتا۔ کوئی دماغ ایسا نہیں کر سکتا۔

تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر خدا تعالیٰ نے اربوں آسمانی مججزات دکھائے یہ تو ایسا سمندر ہے جس کی انتہا ہی کوئی نہیں۔ صحیح شام خدا تعالیٰ دکھارہا ہے ایسے نشان اور صداقت ظاہر ہوتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکہ وہ مشن پورا ہو جس کے لئے آپ آئے اور وہ مشن یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے رب کو پیچانے اور ہر قسم کے شرک سے پاک ہو اور خدائے واحد و یکانہ کی گود میں چلا جائے اور ہر قسم کا پیار اس سے حاصل کرنے لگ جائے۔ یہ مقصد ہے انسانی زندگی کا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوز بر دست سمندر پیدا کئے ایک دلائل کا سمندر ایک آسمانی نشانوں کا سمندر اور امت محمدیہ میں دلائل بھی کسی انسان نے دینے ہیں؟ خدا تعالیٰ ہی تبعین کو دلائل سکھاتا ہے۔ کوئی انسان بھی جب تک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فانی نہیں ہوتا خدا کے پیار کو حاصل نہیں کرتا اور نشان بھی انسان کے ذریعہ ہی دکھائے جاتے تھے۔ انسان کی بجائے

درختوں نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان نہیں دکھانے تھے۔ کسی انسان نے ہی دکھانے تھے۔ اتابع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل۔ حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری بعثت سے پہلے کے دو صد سال اسلام کے انہائی تنزل اور انحطاط کے سال تھے لیکن یہ سمجھنا کہ یہ زمانہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض پیدا کرتا ہے۔ نہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے والے ہمارے بزرگ ٹھاٹھیں مارتے دریا کی طرح تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے تھے اس تنزل کے زمانہ میں بھی اور جو تنزل کا زمانہ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضیلوں اور ترقیات کا زمانہ تھا اس کا تو کہنا ہی کیا۔ اب وہ زمانہ پھر آگیا ہے اور مہدی کے زمانہ کے متعلق کہا گیا تھا کہ بچے بھی نبوت کریں گے یعنی ان کو بھی سچی خوابیں آئیں گی۔ نہیں کہ وہ نبی بن جائیں گے۔ یہ لغوی معنی میں ہے کہ آئندہ کی خبر دینے والے ۱۹۷۸ء میں میں نے بہتوں کو تسلی دینی تھی کثرت سے احباب آتے تھے۔ سارا دن میرا یہی کام تھا۔ پیار کرتا تھا۔ تسلی دیتا تھا۔ بچے بھی آتے تھے میں پوچھتا تھا تمہیں سچی خوابیں آئیں بچو! کئی بچے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر روز ہر گروہ میں کہ خواب آئی اور اس کے مقابلے میں ایسے لوگ بھی آج ہیں جو کہتے ہیں کسی مسلمان کو سچی خواب نہیں آسکتی۔ بندہ خدا! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے نشانوں کا یہ جو دروازہ کھولا ہے یہ بھی بھی بند نہیں ہو سکتا۔ کوئی اسے بند نہیں کر سکتا۔ قصے کہانیوں سے تو انسان تسلی نہیں پاتا۔ قصے تو مبالغہ آمیز طریقے پر ہندوؤں نے اپنی کتابوں میں اپنے رشیوں کے متعلق لکھے ہوئے ہیں اور اتنا مبالغہ کیا ہے کہ میں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ ہندوؤں کی تاریخ کا بھی پچاس نمبر یا ساٹھ نمبر کا پرچہ تھا۔ میں نے پڑھا ہی نہیں۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ آپ پڑھتے نہیں۔ میں نے کہا انہوں نے آپ بنائی ہے تاریخ۔ میں امتحان کے کمرے میں خود بنالوں گا۔ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پڑھنے تو وہ جہاں کوئی واقعہ ہو اور اس کو مؤرخ نے لکھا۔ جب انہوں نے تاریخ آپ بنائی۔ میں بھی آپ بنالوں گا۔

اور میں نے آپ بنائی ان کی تاریخ اور بہت اچھے نمبر دیئے ممتحن نے مجھے۔ تو قصے تو

کافی نہیں ہمارے لئے۔ ہمارے لئے تو ہمارا خدا کافی ہے جو الحق ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی الحق کے مظہر اتم۔ اس واسطے امت مسلمہ کی بنیاد تحقق و صداقت کے اوپر ہے۔ دلائل زبردست اور صحیح اور سچ اور نشان کہ ان کی مثال نہیں۔ آپ نشان دیکھتے ہیں روز نشان دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اپنا نشان تو ہمیں دکھارہا ہے۔ نشانوں سے جو یہ چاہتا ہے کہ ہم فائدہ اٹھائیں اور اپنی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کریں اور اس کے نتیجہ میں زیادہ سے زیادہ تیرے پیار کو حاصل کرتے چلے جائیں۔ ہمیں اس کی توفیق عطا کر۔ خدا کرے کہ ہم سب کو اس کی توفیق ملے۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۳۱ مریمی ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۶)



اللہ تعالیٰ ہر چیز کی طاقتوں کو بذریعہ بڑھاتا اور معراج تک لے جاتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ مئی ۱۹۷۹ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ وَسُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بَعْدَ حَضُورِ النُّورِ نَفْرِمَايَا:-

ہمارا رب، رب العالمین ہے، جو چیز بھی اس نے پیدا کی، اس کی وہ ربوبیت کرتا ہے
اور بذریعہ اس کی طاقتوں کو بڑھاتا ہے اور اس کے معراج تک اسے لے جاتا ہے۔

اور اس کی صفتِ رحمانیت کا تعلق اس کی ہر مخلوق سے ہے رَحْمَتِي وَسَعْتُ كُلَّ
شَيْءٍ (الاعراف: ۱۵) کہا گیا ہے۔ اس کی رحمانیت کے جلوے ہر مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں۔
ان کو وہ سہارا دیتے ہیں اور ان کے اندر وہ صفات پیدا کرتے ہیں جو وہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں حضرت نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عالمین کی ربوبیت کی صفت کا جلوہ نظر آتا ہے اور آپ رحمۃ للعالمین بھی
ہیں۔ آپ کی رحمت کی وسعت عالمین پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا ایک حصہ وہ ہے جس کا تعلق
انسان اور غیر انسان ہر دو سے ہے۔ ہمارے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن اس
رحمت کا ایک تعلق جو ہے وہ صرف انسان سے ہے اور چونکہ آپ کی بعثت کے وقت نوع انسانی
کی طاقتیں اور استعدادیں بذریعہ ارتقا کی مارج میں گزرنے کے بعد اپنے عروج کو پہنچ چکی
تھیں۔ اس لئے آپ ایک کامل اور مکمل شریعت لے کر آئے۔ پہلوں نے بھی آپ ہی کی
رحمت سے حصہ لیا اور آپ ہی کی تعلیم کا ایک حصہ ان کو دیا گیا اور أُوْتُوا نَصِيبًا مِنْ

الْكِتَابِ (آل عمران: ۲۲) کا اعلان ہوا ہے قرآن کریم میں۔ لیکن آپ کی بعثت کے ساتھ شریعت کے مخاطب کی شکل بدل گئی۔ آپ سے قبل آپ ہی سے فیض پا کر انہیاء جو تعلیمیں دنیا کی طرف لائے وہ مختص الزمان بھی تھیں مختص المکان بھی تھیں اور مختص القوم بھی تھیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے نہیں تھیں وہ ساری دنیا کے لئے نہیں تھیں، ساری قوموں کے لئے نہیں تھیں لیکن جب کامل شریعت انسان کے ہاتھ میں دی گئی تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے کمال کو پہنچی۔

آلُّيَّوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (المائدۃ: ۳۰) کا اعلان ہوا۔ یہ نہ مختص الزمان ہے، نہ مختص المکان، نہ مختص القوم ہر مکان کے لئے، سارے ملکوں کے لئے، ساری اقوام کے لئے اور ہر زمانہ کے لئے، قیامت تک کے لئے یہ شریعت ہے۔ بنی نوع انسان نے آپ کی اس رحمت کے جلوے روحانی بھی اور مادی بھی ان لوگوں کے ذریعہ دیکھنے تھے جو آپ سے فیض یافتہ ہوتے تھے یعنی امت محمد یہ کا وہ گروہ و حصہ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرنا تھا اسی نے آگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض پہنچانا تھا۔ اس لئے ہمیں کہا گیا کہ حضرت بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ایک ایسی امت تربیت پائے گی جو آخرِ جَتٍ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۱۱) تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے ہے اُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ سے بھی یہ پتا لگتا ہے کہ انسان اپنی قوتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے معراج کو پہنچ چکے اور انہیں ایک کامل اور مکمل شریعت کی ضرورت تھی اور دوسرے یہ کہ وہ کامل اور مکمل شریعت قرآن کریم کی صورت میں نازل ہو چکی اور تیسرے یہ کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے مقام کو پہنچانیں گے اور قرآن کریم پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تبعین، اس آیت کے مطابق جس میں کہا گیا تھا کہ خدا کے پیار کو حاصل کرنا ہے تو فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲) میری اطاعت کرو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرلو گے تو خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے بنی نوع انسان کو دھانے لگ جاؤ گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مظہر بن جاؤ گے۔

أَخْرِجَتُ لِلنَّاسِ ہر انسان کی بھلائی کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ہے یعنی امت محمد یہ

کے اس حصہ پر جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے حاصل کئے اور کامل اتباع کے نتیجہ میں جس طرح خدا تعالیٰ کے مظہر محمد بن گنے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ لوگ بھی فنا فی الرسول کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس بنے اور اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے اپنے دائرہ کے اندر مظہر صفات باری بن گئے۔ دائرة چھوٹا بھی ہے بڑا بھی ہے لیکن اس سے ہمیں یہ پتا لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قیامت تک امت مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اس غرض کو پورا کرنے والے ہوں گے کہ **كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتُ لِلشَّاءِ** (آل عمران: ۱۱۱) بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی کے لئے تمہیں قائم کیا گیا ہے اور بہترین امت بننے کے لئے قرآن کریم پر پوری طرح عمل کرنا اور قرآن کریم کے فیوض سے پورا حصہ لینا اور کامل اتباع، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنا اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

امت محمدیہ میں قیامت تک ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو ان بشارتوں کے وارث ہوں گے جو قرآن کریم نے امت محمدیہ کو دیں جس کے ساتھ شرط یہی ہے کہ **فَاتَّقُونِيْ
يُخْبِيْكُمُ اللَّهُ اُوْرَدْ نَمُونَةَ بَنِينَ**۔ اس پاک نمونہ کو ظاہر کرنے کے لئے جو کامل نمونہ اسوہ حسنہ بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہر صدی میں، ہر نسل میں، ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہونے چاہیئے تھے۔ اس اعلان کے بعد جن کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا کیا گیا اور جنہوں نے اپنی اس محبت کے نتیجہ میں انتہائی کوشش کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا پیار انہیں حاصل ہوا۔ جس کے نتیجہ میں وہ اپنے دائرة میں فانی فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔ جس کی وجہ سے وہ اس بات کے اہل بن گئے کہ دنیا کو یہ بتائیں کہ یہ تھا نمونہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پیش کیا اور جس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کو راہ ہدایت کے حصول کے موقع میسر آنے لگے۔ سارے قرآن کریم کو آپ پڑھیں جب یہ کہا گیا کہ امت محمدیہ خیر امت ہے۔ جو لوگوں کی بھلائی کے لئے، دینی اور دنیوی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ سارے قرآن کو آپ پڑھیں۔ ہر حکم قرآن کریم کا نوع انسان کی بھلائی کے لئے ہے اور کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو مسلم

اور غیر مسلم میں فرق کرنے والا ہو۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی ربو بیت نے انسان اور غیر انسان میں اور انسانوں میں سے مسلم اور غیر مسلم میں اور موحد اور مشرک میں فرق نہیں کیا اور اس کی رحمانیت کے جلوے سب پر یکساں ظاہر ہوتے رہے، ہوتے ہیں، ہوتے رہیں گے۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اس بات کا یہیں ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں ایک تڑپ تھی کہ لوگوں کی بھلانی کے سامان پیدا ہوں۔ آپ کے ذہن میں یہ خیال بھی پیدا نہیں ہوا کبھی کہ لوگوں کو دکھ پہنچانے کا کوئی سامان پیدا کیا جائے۔ تاریخ انسانی کے سارے اوراق ہر ورق کا ہر لفظ اس بات پر گواہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کسی انسان کی دشمنی نہیں پیدا ہوئی اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت گواہ ہے۔

لَعَلَكَ بَاخِعُ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ (الشعراء: ۲۳) ایک گروہ ہے جو مومن نہیں منکر ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا انکار کر رہا ہے۔ جو اس تعلیم کو نہیں مانتا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے جو خدا تعالیٰ سے منہ پھیر رہا ہے۔ جو عالمین کا پیدا کرنے والا اور جس کی معرفت کے دروازے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کھولے گئے۔ **أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ** ایمان نہ لانے والا یہ گروہ ہے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ تڑپ ہے کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے اور ان کی فکر میں تو اپنی جان ہلاک کر رہا ہے اور اس تاریخ میں کسی کے خلاف غصہ یا دشمنی کا کوئی ایک واقعہ درج نہیں۔

مجھے بڑا لطف آتا ہے اس مثال سے کہ جب آپ مکہ میں تھے شعب ابی طالب میں کفار مکہ نے قریباً اڑھائی سال (کم سے کم زمانہ اڑھائی سال کا تاریخ نے کہا ہے) اس وقت کی امت مسلمہ کو (اس وقت وہی تھے ساری دنیا کے مسلمان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہوئے تھے ان کو وہاں) بند کر دیا۔ ان کے دروازے چند دوسرے تھے جو اس وادی میں جانے والے تھے وہاں پہرے لگا دیئے۔ اڑھائی سال تک پوری کوشش کی کہ ان کو بھوکوں ماریں۔ خدا تعالیٰ نے یہ انتظام تو کیا کہ وہ بھوکے نہ مریں لیکن خدا تعالیٰ نے اس عظیم قوم مبعین رسول خدا کی شان ظاہر کرنے کے لئے یہ انتظام نہیں کیا کہ وہ سیر ہو جایا کریں۔ بھوک کی

انہائی تکلیف انہوں نے برداشت کی۔ خدا نے ان کو مرنے نہیں دیا لیکن بھوک کی انہائی تکلیف کے امتحان میں سے گزار کر ان کا امتحان لیا۔ اس قدر کہ ایک بزرگ صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہماری یہ حالت تھی کہ رات کے اندھیرے میں ایک رات میری جوتیؓ کسی ایسی چیز پر پڑی کہ میں نے محسوس کیا کہ یہ کوئی نرم چیز ہے۔ میں جھکا میں نے اٹھایا میں نے اسے کھالیا اور مجھے آج تک نہیں معلوم کہ وہ تھی کیا چیز جو میں نے اٹھائی اور کھالی۔ اس قدر شدید دکھ بھوکے رہنے کا اور ایذا آپ کے دشمنوں نے پہنچائی لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کی، اپنے محبوب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ایسے سامان پیدا کئے کہ ہجرت کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے کہ میں قحط پڑا اور ہی مخالف جو مسلمانوں کو بھوکا مارنے کے منصوبے بناتے تھے، انہوں نے دیکھا کہ الہی منصوبہ ان کو گھیرے میں لے رہا ہے اور بھوک سے مرنے کے سامان ان کے لئے پیدا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے پیغام بھیجا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہ کیا اپنے بھائیوں کو بھوکا مارنے دو گے؟ اور جس نے اڑھائی سال تک بھوک کی تکلیف اٹھائی تھی اس نے ایک منٹ کی تاخیر نہیں کی اور پیغام سنتے ہی حکم دے دیا کہ ان کے لئے سامان بھیجنے کا انتظام کرو اور ان کے لئے غذا کے بھوکے کا انتظام کیا۔ کچھ وقت لگا ہو گا بھوکانے میں۔ وہ تو درست ہے لیکن اسی وقت سنتے ہی آپ نے کہا کہ انتظام کیا جائے، ان کو بھوکا نہیں رہنے دیں گے۔

قرآن کریم کی تعلیم مسلمان کو کوئی ایک سبق بھی نہیں دیتی کہ کسی سے دشمنی کرنی ہے، کسی کو ایذا پہنچانی ہے، کسی کو دکھ دینا ہے، کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانی ہے یاد کھے سے اُسے بچانے کی کوشش نہیں کرنی۔ شروع سے لے کر آخر تک اتنی پیاری تعلیم ہے یہ۔ اتنی عظیم اور اتنی حسین ہے یہ تعلیم **كُنْتُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ** اس لئے میں اپنے چھوٹے بچوں، نوجوانوں، خدام اور بھائیوں کو اور بہنوں کو کہتا ہوں کہ یہ اسلامی تعلیم ہے، اپنی زندگیاں اس کے مطابق بناؤ۔ ساری دنیا سمجھے کہ وہ تمہاری دشمن ہے لیکن تم کبھی یہ نہ سمجھو کو کوئی ایک انسان بھی ایسا ہے جس کے تم دشمن ہو۔ تم کسی کے دشمن نہیں ہو۔ تم ہر ایک کے خیر خواہ ہو۔ تم ان کے دکھوں کو دور کرنے والے ہو۔ قربانیاں دے کر (مالی، وقتی) اور اگر تمہارے پاس کچھ

بھی نہ ہونہ مال نہ دولت تب بھی جو سب سے بڑا ہے۔ ہر دو جہاں کا خالق و مالک اس کے حضور جھک کر دعا میں کر کے ان کے دکھوں کو دور کرنے والے بنو۔ جو لوگ خدا سے دور جا رہے ہیں ایں دعا میں کرو کہ خدا تعالیٰ کے قرب کی راہیں ان کے اوپر کھلیں اور وہ جواندھیروں میں بسنے والے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے نور کے اندر آ جائیں اور جو مردہ ہیں وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل زندہ ہو جائیں اور اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے تم بھی خدا سے کہو کہ اے خدا! جو روحاںی مردے ہیں ان کو زندہ کر۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ عرب کی حالت ایک مردہ قوم کی سی تھی، وہ زندہ ہو گئی اور کس شان کی زندگی۔ زندگی کے ایسے آثار کہ دنیا میں کسی قوم میں زندگی کے وہ آثار نہیں دیکھے گئے۔ یہ سب اندھیری راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متضرعانہ دعاؤں کا کرشمہ تھا تو یہ نہ سمجھو تم کہ ہم غریب ہیں، دولت خرچ کر کے انسان کے دکھوں کو کیسے دور کریں۔ ہم تھوڑے ہیں۔ ہم خدمت کر کے لوگوں کی تکلیفوں کو کیسے دور کریں۔ اللہ کا دار ایک ایسا ذر ہے جو تمہارے لئے کھلا ہے۔ ایک ایسا ذر ہے جس کے کھلے ہونے کی عالمتیں تم اپنی زندگی میں دیکھتے ہو اور محسوس کرتے ہو اور مشاہدہ کرتے ہو۔ اس درپر حاضری دو۔ اس واحد و یکانہ کے حضور جھکو۔ اللہ تعالیٰ سے یہ کہو کہ اے خدا! تو رب العالمین۔ تو نے اعلان کیا رحمتی و سعّت کل شیع تو نے اپنے پیارے کو بھیجا جس کے حق میں تو نے اعلان کیا۔ رحمتہ للعالمین ہے وہ۔ تو نے ہمیں اس کی امت بنایا۔ تو نے کہا کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجْتُ لِلنَّاسِ ہمارے اوپر یہ لیبل لگا دیا۔ ہم کمزور، ہم غریب، ہم دنیا کے دھنکارے ہوئے ہیں۔ ہمیں اپنے دروازے سے مت دھنکار اور ہماری دعاؤں کو سن اور نوع انسانی کو توفیق دے کہ وہ اپنے محسن کو پہچانے اور اس کے جھنڈے نلے جمع ہو جائے اور اس دنیا کے دکھوں سے نجات حاصل کرے۔ اس دنیا کی جنتیں ان کے لئے پیدا ہوں اور مرنے کے بعد کی جنتیں ان کے نصیب میں ہوں اور ہمارے نصیب میں بھی ہوں۔ خدا کرے۔ آمین

(روزنامہ افضل ربوہ ۵ رجب الائی ۱۹۷۹ء صفحہ ۳ تا ۵)



حضرت نبی اکرم ﷺ کو عظیم اسوہ کی شکل میں مبعوث کیا گیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ مریمی ۱۹۷۹ء بر مکان صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب چپ بورڈ فیکٹری جہلم)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام کے معنے ہیں امن اور سلامتی اور اسلام اس غرض سے آیا ہے کہ انسانوں میں امن کے حالات اور سلامتی کے حالات پیدا کرے۔ اس غرض کے لئے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم اسوہ کی شکل میں دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا اور اس غرض کے لئے سب سے پہلے امتِ محمدیہ میں امن اور سلامتی کا ماحول پیدا کیا گیا اور اس طرح پر اس امت کو نوع انسان کے لئے ایک نمونہ بنایا گیا۔

اسلام کہتا ہے کہ آپس میں محبت اور پیار کے ساتھ زندگی گزارو۔ سارے اڑائی جھگڑے ختم کرو۔ زندگی کی تلخیاں مٹاوے اور امن کی اور اخوت کی اور دوستی کی فضا پیدا کرو۔

اسلام نے سارے جھگڑوں کو مٹانے کا حکم بھی دیا اور سارے احکام ایسے اسلام نے دیئے ہیں جن کے نتیجہ میں کوئی جھگڑا نہ پیدا ہو سکتا ہے نہ قائم رہ سکتا ہے۔

ہمارے آپس کے باہمی بہت سے تعلقات ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ ماں باپ کے تعلقات ہیں، بھائی بہنوں کے تعلقات ہیں، بہنوں اور بھائیوں بھائیوں کے تعلقات ہیں، ہمسائیوں کے تعلقات ہیں، قبیلے کے تعلقات ہیں، شہریوں کے جو ایک ہی ملک کے رہنے والے ہیں ان کے آپس کے تعلقات ہیں۔ پھر بین الاقوامی تعلقات ہیں، ہر شعبۂ زندگی

کے متعلق حکم یہ ہے کہ لڑنا نہیں۔ جھگڑے کی فضای پیدا نہیں کرنی۔ تمام معاملات کو پیار اور محبت کے ساتھ طے کرو مگر محض فلسفہ اور ععظ اور نصیحت ہی نہیں اسلام۔ بلکہ اسلام ہماری زندگیوں میں عملًا ایک انقلابی تبدیلی پیدا کر کے مسلمان کی زندگی میں امن کے حالات پیدا کرتا ہے۔ ہر حکم جو دیا اسلام نے وہ امن پیدا کرتا ہے۔ وہ سلامتی پیدا کرنے والا ہے۔ وہ جھگڑوں کو دور کرنے والا ہے۔ وہ فسادات کو مٹانے والا ہے۔ اس کی تفصیل لمبی ہے، وسعتیں رکھنے والی ہے۔ اسلام کا ہر حکم جھگڑے دور کرتا اور پیار کو پیدا کرتا ہے اور جتنا ہم تفصیل میں جائیں اور اس پر غور کریں، یہ حسین تعلیم، یہ نہایت ہی اچھی اور روشن تعلیم ابھر کے ہمارے سامنے آتی ہے۔

آج میں نے مختصر خطبہ دینے کا ارادہ کیا تھا۔ پس یہ بنیادی بات آپ کو جو یہاں بیٹھے ہیں اور آپ کے ذریعہ سے ساری جماعت کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے سارے جھگڑے عملًا مٹا دیے ہیں اور سارے احکام جھگڑے مٹانے والے دیئے اور پھر کہاں ان پر عمل کرو، جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ اسلام کے احکام پر عمل کرے اور ہر قسم کی تلخیوں کو اپنی زندگی اور اپنے ماحول سے مٹانے کی کوشش کرے۔ اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اس کی تفصیل کے بہت سے پہلو ہیں جو جماعت کے سامنے میں بعد میں رکھوں گا اس وقت اسی پر اکتفا کرنا چاہتا ہوں کہ جھگڑوں کو آپ مٹا دیں۔ آئندہ میں بتاؤں گا جوں جوں مجھے توفیق ملتی رہی کہ یہ جو مختلف قسم کے تعلقات ہیں ان کو کس حسین ملáp میں، بندھن میں جوڑا اور باندھا ہے۔ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے کہ ہم دنیا کے لئے اس حسین اور امن والی تعلیم کا نمونہ بنیں اور آپس کی ساری رنجشوں کو دور کرنے والے بن جائیں اسی کی توفیق سے۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۵ رب جولائی ۱۹۷۹ء صفحہ ۲)



ہم دنیا کا مقابلہ مادی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ صرف دعاوں سے کر سکتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ربیعی ۱۹۷۹ء بر مکان صاحبزادہ مرحوم امیر احمد صاحب جہلم)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جماعت کے احباب کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ ہیں کیا چیز؟ کس جماعت کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ان کے فرائض کیا ہیں ان سے توقعات اللہ تعالیٰ کیا رکھتا ہے اور ان سے وعدے کیا کئے گئے ہیں۔

اس وقت اسلام دشمن طاقتیں دنیوی لحاظ سے بڑی مضبوط ہیں۔ ان کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ جو دہریہ، ایک وہ جو کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے والے ہیں یا یوں کہنا چاہیے کہ کسی مذہب پر ایمان رکھتے ہیں جو دہریہ ہیں وہ بھی آگے کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ دہریہ ہے جو خدا تعالیٰ کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کر رہا اور بڑی طاقت میں ہے وہ۔ مثلاً روتی اشتراکیت نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ زمین سے خدا کے نام اور آسمان سے خدا کے وجود کو مٹا دے گی۔ بہت بڑا دعویٰ ہے جو انہوں نے کیا۔ آسمانوں تک ان کی رسائی نہیں لیکن آسمانوں سے خدا کے وجود کو مٹانے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

ایک وہ دہریہ ہیں جو کہتے ہیں ہم خدا کو مانتے ہیں۔ مگر وہ نہ اس کی ذات کا صحیح علم رکھتے ہیں نہ اس کی ذات کی معرفت نہیں حاصل ہے۔ کئی ایسے ہیں جو بعض صفات باری کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے قرآن کریم میں بار بار کہا کہ جو

میرے منصوبے ہیں۔ مَا أَنْتُ بِمُعْجِزٍ يُنَزِّلَ (الانعام: ۱۳۵) تم ان منصوبوں میں مجھے ناکام نہیں کر سکتے۔ ایسے بھی ہیں جو خدا کو مانتے بھی ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کی معرفت نہیں رکھتے اس کی عظمت اور جلال سے کما حقہ واقف نہیں ہیں۔ ایک لحاظ سے وہ مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے لحاظ سے ان کا تعلق دہریت سے بھی ہے کیونکہ جس حد تک وہ خدا تعالیٰ کی کسی صفت کا صحیح علم نہیں رکھتے یا اس کا انکار کرتے ہیں۔ اس حد تک وہ دہریہ ہو جاتے ہیں۔

مذاہب دنیا میں مختلف پائے جاتے ہیں۔ اس وقت زوروں پر جو مذہب ہیں ان میں نمبر ایک عیسائیت ہے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور ساری دنیا میں اسلام کے مقابلے پر نبرد آزمائے وہ اسلام کو مٹانے کی مسلمانوں کو اسلام سے برگشته کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہے۔ مختلف جمل ہیں جن کو وہ استعمال کرتی ہے۔ دلائل تو ان کے پاس نہیں ہیں لیکن انسان کی کمزوریوں اور بعض مسلمانوں کی اسلام کی تعلیم سے ناؤاقفیت کی وجہ سے وہ ان کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ لائق دیتے ہیں۔ بہت سے دوسرے ہتھکنڈے ہیں جنہیں وہ استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال عیسائیت اس وقت مخالف اسلام طاقتوں میں (جو مذہب سے تعلق رکھنے والی ہیں) سب سے بڑی طاقت ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات پر دوسرے مذاہب ہیں مثلاً ہندوستان میں ہندو مذہب ہے۔ بعض علاقوں میں بدھ مذہب ہے۔ بعض علاقوں میں مثلاً چاپان ہے۔ وہاں مذہب ہے لیکن بہت سارے فرقوں کو ملا کر انہوں نے ایک مذہب بنالیا ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ جس وقت وہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک تعلیم کے مطابق اس کی رسومات ادا کی جاتی ہیں یعنی غیر مسلم فرقے جو ہیں بدھ مذہب وغیرہ سے تعلق رکھنے والے ان کی رسومات تو ایک فرقہ کی تعلیم کی رسومات ادا کی جاتی ہیں پیدائش کے وقت اور بالکل دوسرے فرقہ کی تعلیم کے مطابق رسومات ادا کی جاتی ہیں اس کے مرنے پر۔ تو ایک چاپانی سارے فرقوں کا ممبر بن جاتا ہے۔ وہ مذہب کی حیثیت ایک کلب کی سمجھتے ہیں۔ جس طرح جہلم میں پانچ دس مختلف کلبیں بنی ہوئی ہیں۔ کوئی ٹینس کھیل رہی ہے کوئی ہاکی، کوئی کچھ، کوئی کچھ، اسی طرح بعض دوسری کلبیں ہیں جہاں بیٹھ کر لوگ چائے پیتے اور کپیں ہاکلتے ہیں۔ مجھے

نہیں پتا جہلم کا اسی لئے میں نے کہا اگر کلبیں ہوں وہاں لاہور کا تو مجھے پتا ہے بہت ساری کلبیں ہیں وہاں۔ تو ایک شخص ہر ایک کلب کامبر بن سکتا ہے۔ اسی طرح جاپان میں ہر جاپانی ہر مذہب کامبر بن جاتا ہے کیونکہ مذہب کی جو بنیادی حیثیت ہے اس سے وہ واقف نہیں رہا۔ بہرحال میں بتایہ رہا ہوں کہ اسلام کے مقابلہ میں جوز بر دست طاقتیں ہیں۔ ان میں دہریت اور عیسائیت اور بعض دوسرے چھوٹے مذاہب ہیں اور دہریت کے بھی مختلف فرقے ہیں۔ دنیوی لحاظ سے یہ ساری طاقتیں جو ہیں اسلام کے خلاف بڑی مضبوط ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دہریہ اشتراکی اور سو شلسٹ جو ہیں وہ کمزور ہیں اور دنیوی کوئی طاقت نہیں حاصل نہیں تو وہ یا بالکل سادہ بچہ ہو گا یا پاگل ہو گا۔ اس حقیقت سے تو انکار کیا ہی نہیں جاسکتا کہ جو خدا کے دشمن دہریہ ہیں۔ ان کو دنیوی لحاظ سے آج بڑی طاقت نصیب ہے اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عیسائی بھی بڑی طاقت ہیں ایک وقت میں تو ساری دنیا پر حاکم تھے وہ زمانہ گذر گیا لیکن اب بھی بڑی طاقت ہیں وہ۔ بڑا اثر ہے ان کا۔ پرانے جو اثرات ہیں وہ بہت سی جگہوں پر قائم ہیں۔

میں نے پہلے بھی بتایا اس جلسے پر ایک دوست زمیا سے آئے تھے وہ کہنے لگے کہ زمیا میں جو مشرقی افریقہ کا ایک ملک ہے تزانیہ کے پہلو میں، وہاں ایک مسلمان بھی نہیں۔ وہ خود وہیں سے آئے تھے۔ میں نے کہا ہاں ایک بھی مسلمان نہیں۔ تم کہاں سے آگئے ہو کہنے لگا میں زمیا کا رہنے والا نہیں میں زائر کا رہنے والا ہوں۔ میرے ماں باپ بھی زائر میں ہیں میرے بیوی بچے بھی زائر میں ہیں میں کام کے سلسلے میں وہاں آیا ہوا تھا وہاں مجھے احمدیت سے واقفیت حاصل ہوئی اور میں احمدی ہو گیا اور جلسے پر یہاں آگیا ہوں۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اصل باشندے زمیا کے جو ہیں ان میں ایک بھی مسلمان نہیں رہا تھا یہاں تک کہ جماعت احمدیہ نے وہاں تبلیغ شروع کی اور اس وقت غالباً ڈپڑھ ہزار کے قریب مقامی باشندوں میں سے پھر واپس اسلام کی طرف آچکے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی کوششوں میں اللہ تعالیٰ نے جو برکت ڈالی اس کے نتیجہ میں وہ آئے۔ ورنہ وہاں ایک بھی نہیں رہا تھا اتنی زبردست یلغار اس علاقہ میں عیسائیت نے کی تھی تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں بڑی مضبوط ہیں بڑی اثر والی بھی ہیں۔

دولتیں بھی انہوں نے سمیٹ لیں۔ سائنس میں بھی ترقیات کیں، چاند پر پہنچ گئے۔ دوسرے ستاروں کی خبریں لانے لگے۔ یا اپنی جگہ درست لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس زمانہ میں اس دنیا کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی فرزند کی حیثیت میں اس لئے بھیجا کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے۔ اسکیلے تھے پہلے آپ پھر خدا تعالیٰ کی بشارتوں کے مطابق آپ کے ماننے والوں کی تعداد میں زیادتی ہونی شروع ہوئی، وہ بڑھنے شروع ہوئے وہ پھیلنے شروع ہوئے وہ پخاپ کے مختلف علاقوں میں پھیلے، پھر ہندوستان میں پھیلے، پھر باہر نکلے، پھر ساری دنیا میں پھیل گئے لیکن اب بھی باوجود اس کے کہ وہ ایک سے ایک کروڑ بن گئے۔ دنیا کی آبادی کے لحاظ سے تعداد میں اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے (کہ کسی جگہ بھی طاقت نہیں) اسی طرح مال کے لحاظ سے غریب جماعت، بڑی غریب جماعت ہے، یا اپنی جگہ درست ہے لیکن بعثت کی غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ہے کہ اسلام کو ساری دنیا میں غالب کیا جائے؟

انسان سوچتا ہے کہ یہ ہوگا کیسے؟ اس حالت میں ہمارے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کی زندگی اسوہ ہے۔ تیرہ سال آپ نے مکہ میں گزارے۔ دنیا کا تو پوچھنا ہی کیا خود مکہ کے رو ساء میں بھی کوئی اثر نہیں تھا۔ تیرہ سالہ کی زندگی تھی۔ مظلومیت کی زندگی اور غربت کی زندگی اور بے کسی کی زندگی اور دشمن کی زبان سے ایذا اسٹنے کی زندگی اور ان کے ہاتھوں سے دکھ اٹھانے کی زندگی اور ان کے منصوبوں سے فنا ہو جانے کے امکانات کی زندگی۔ یعنی وہ یہ منصوبے بنار ہے تھے کہ یہ چند آدمی ہیں ان کو ختم کر دو اسلام ختم ہو جائے گا۔ اس وقت جو ذہنی کیفیت یقین کی اور خدا تعالیٰ پر اعتماد کی اور اس کے وعدوں پر اعتبار کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹھی بھر ساتھیوں کی تھی وہ ذہنی کیفیت اس زمانہ میں جس میں میں اور آپ زندہ ہیں ہر احمدی کی ہونی چاہیئے۔ یہ درست ہے کہ دشمن ظاہری طاقت، ظاہری غلبہ، ظاہری مال و دولت میں اتنا امیر اور اقتدار والا ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بالکل مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ تو درست ہے اپنی جگہ لیکن یہ بھی درست ہے کہ باوجود اس کے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ اس مقصد میں ہمیں کامیاب کرے گا جس مقصد کے لئے جماعت احمدیہ کو کھڑا کیا گیا ہے۔

فرینکفرٹ میں میں نے پر لیں کافرنز والوں کو یہ کہا کہ آئندہ سو ایک سو دس سال میں ساری دنیا میں اسلام غالب آجائے گا۔ ہیران ہو کر دیکھا انہوں نے مجھے کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟ ویسے میرے سامنے بڑے ادب سے، احترام سے بیٹھے ہیں یہ سارے۔ سنی بات، کوئی اثر نہیں لیا۔ پھر میں نے ان کو کہا دیکھو میں بغیر دلیل کے نہیں بات کر رہا۔ میرے پاس ایسی دلیل ہے جس کو تم سمجھ جاؤ گے اور میرے پاس یہ دلیل ہے کہ توے سال پہلے آج سے قریباً مدعاً جو تھا اس بات کا کہ اسلام غالب آئے گا اس زمانہ میں وہ اکیلا تھا۔ اس کے گھروالے اسے پہچانتے نہیں تھے اور بعض دفعہ اس کی سُگی پھوپھیاں اور خالائیں وغیرہ اسے کھانا دینا بھول جاتی تھیں کیونکہ وہ مسجد میں بیٹھا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہوتا تھا۔ یعنی ان کی نگاہ میں فرد ہی نہیں تھا وہ۔ اپنے گھر کا فرد ہی نہیں یاد رہتا تھا ان کو۔ یہ حالت تھی۔ کوئی نہیں پہچانتا تھا اور خدا تعالیٰ کی آواز جو اس کے کان میں آئی یہ تھی کہ میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور اسلام کو تیرے ذریعہ سے غالب کروں گا اور جو اسلام سے باہر رہ جائیں گے ان کی حیثیت چوڑھے چماروں کی طرح ہوگی۔ یعنی بہت بھاری اکثریت انسان کی اسلام کے اندر داخل ہو جائے گی۔ میں نے کہا وہ اکیلا شخص پچھلے توے سال میں دس ملین، یعنی ایک کروڑ بن گیا، تو اگر تم یہ سمجھو کہ اس ایک کروڑ کا ہر ایک اگلے ایک سو دس سال میں ایک کروڑ بن جائے تو کیا تعداد بنتی ہے تو ایک ثقہ سماحتانی تھا ادھیر عمر کا بڑا چھا سمجھدار۔ میں نے اسے کہا ذرا ضرب لگا کر تو دیکھو۔ وہ سمجھا میں ویسے ہی اپنی باتیں کرتے ہوئے پر لیں کافرنز سے مخاطب ہوں اور میں بات کہہ گیا ہوں تو اس نے سنا اور ضرب نہ دی کروڑ کی کروڑ کے ساتھ۔ میں نے کہا میرا دل کرتا ہے، میری یہ خواہش ہے کہ آپ ایک کروڑ کو ایک کروڑ سے ضرب دیں اور میری خاطر آپ یہ تکلیف برداشت کریں۔ اس طرح جب میں نے اس کو کہا تو اس نے پھر ضرب دی۔ جب اس نے ضرب لگائی تو اس نے سمجھا ضرب ٹھیک نہیں لگی۔ پھر اس نے کاٹ دی۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ ضرب لگائی پھر وہ مسکرا یا۔ اس نے منہ اٹھا کے مجھے دیکھا۔ کہنے لگا دنیا کی تو اتنی آبادی نہیں ہے۔ میں نے اسے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اتنی تعداد میں مسلمان ہو جائیں گے۔ میں تمہیں یہ کہہ رہا ہوں کہ جب ایک شخص

نوے سال میں کروڑ بن گیا تو اس کروڑ میں سے ہر ایک، کروڑ بن سکتا ہے، غیر ممکن نہیں ہے یہ اور اس سے میں یہ استدلال کرتا اور یہ بات تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ جو دعویٰ ہے کہ اکثریت بنی نوع انسان کی اسلام میں داخل ہو چکی ہو گی اُلّی صدی میں اور یہ جو میں آپ کو بار بار کہتا ہوں اُلّی صدی غلبہ اسلام کی صدی ہے، ایک سو ایک سو دس سال کے اندر بھاری اکثریت انسانوں کی اسلام میں داخل ہو چکی ہو گی، یہ بغیر دلیل کے محض ایک مبالغہ آمیز بیان نہیں ہے۔ اس کے پیچے ایک بڑی زبردست دلیل ہے اور وہ دلیل ہے ایک شخص کا ایک کروڑ ہو جانا توے سال کے اندر۔ اس دلیل نے اتنا اثر کیا کہ وہاں جو نمائندے بیٹھے ہوئے تھے پر لیں کے انہوں نے اور خاص طور پر اس شخص جس نے ضربیں لگائی ہوئی تھیں، اپنی زبان میں کہا۔ انہوں نے کمپیوٹر کی زبان میں ہمیں سمجھایا ہے کہ اسلام غالب آجائے گا۔

آپ کو میں یہ بات سمجھا رہا ہوں کہ ان لوگوں کے دلوں میں ایک یقین تھا، وہ اندھے نہیں تھے، وہ پیوقوف نہیں تھے، بڑے صاحب فراست تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد اکٹھے ہو گئے تھے اور آپ کی تربیت میں آگئے تھے۔ یہ وہ جانتے تھے کہ جو اس وقت وہ کھڑے ہو کر اس طرح نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جس طرح آج ہم یہاں جمع ہو گئے ہیں۔ چھپ چھپ کے نمازیں پڑھ رہے تھے لیکن ان کو یہ پتا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور جو باتیں یہ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ واقع ہیں خدا نے کہی ہیں اور خدا بڑی طاقتؤں والا ہے اور جو وہ کہتا ہے وہ ہو گا۔ یعنی کوئی ظاہری صورت نہیں ہے ان باتوں کے ہونے کی لیکن خدا کہتا ہے اس واسطے ہو جائیں گی اور پھر ان کو وہاں سے ہجرت کرنی پڑی اور ابھی آٹھ سال نہیں گزرے تھے ہجرت کو کہ وہی رو سائے مکہ جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم اسلام کو دنیا سے مٹا دیں گے، شعب ابی طالب میں اڑھائی سال کے قریب بھوکا مارنے کی کوشش کی تھی جنہوں نے، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فُتُحَ مَكَّةَ كَوْنَتْ) مکہ سے باہر خیمه زدن ہوئے تو ان میں اتنی جرأت نہیں تھی، اتنے حالات بدلتے گئے تھے اس وقت اتنا خوف طاری تھا ان کے ذہنوں پر خدا تعالیٰ کی عظمت کا کہ اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی میان سے تلوار نکالتے اور اڑ کر اپنی دشمنی کا فیصلہ کرتے۔ بغیر لڑنے کے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ جانتے تھے

کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے انقلابی تبدیلیوں کے بعد عرب میں اس قابل بنا دیا ہے کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں کریں ہمارے ساتھ۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خدا کہتا ہے کہ اے مکہ والو! حضرت محمد تمہیں بلا رہ ہے ہیں ان کی آواز پرلبیک کہتے ہوئے ان کی طرف آجائو کیونکہ وہ تمہیں زندہ کرنا چاہتے ہیں، مارنا نہیں چاہتے۔

تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن، آپ کی بعثت کا مقصد جو تھا وہ زندہ کرنا تھا، مارنا نہیں تھا۔ اگر چاہتے تو ایک مرد، ایک عورت، ایک بوڑھا، ایک جوان، ایک بچہ بھی اس دن زندہ نہ رہتا مکہ میں لیکن جو سلوک آپ نے کیا اپنے ان شنوں کے ساتھ جو آپ کو مٹا دینے کے لئے بیس سال تک کوششیں کرتے رہے تھے وہ یہ تھا کہ جاؤ لا تُثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ طَيْعَفِرُ اللَّهُ لَكُمْ (یوسف: ۹۳) میں تم سے کوئی شکوہ نہیں کرتا اور خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں معاف کر دے۔

تو ان کے ذہنوں میں (بڑا میں نے سوچا اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کیا) دلیقین با تیں تھیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی بات بہر حال پوری ہو گی۔ دوسرے یہ کہ ہم ان کا مقابلہ خود نہیں کر سکتے دنیوی تدبیر سے۔ لیکن تدبیر کرنا ہمارا فرض ہے۔ وہ کیا تدبیر باقی رہ جاتی ہے وہ دعا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو انقلاب عظیم پا ہو گیا عرب کے باشندوں کی زندگیوں میں وحشی تھے اور آداب انسانیت سے بھی نا بلد تھے جو وہ بڑے اچھے انسان بن گئے، خدار سیدہ انسان بن گئے، با اخلاق انسان بن گئے۔ یہ کیوں ہوا کبھی سوچا کسی نے؟ آپ فرماتے ہیں ایک جگہ۔ آپ نے کہا ہے کہ یہ اس لئے ہوا ایک شخص راتوں کو اٹھ کے ان کے لئے تصرع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ خدا کے حضور دعا میں کرنے والا تھا اور ان دعائوں کے نتیجے میں یہ تبدیلی پیدا ہوئی اور اسی طرح آپ کے ماننے والے دعائیں کرنے والے تھے ان کے لئے۔

تو آج ہر احمدی کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اب جو اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے وعدے دیئے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے کیونکہ یہ وعدے خدا نے دیئے

ہیں۔ یا اگر نعوذ باللہ کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس بیان میں کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدے کئے ہیں اور یہ مجھے خوشخبری یا دی ہیں اسلام کے غلبہ کی، سچے نہیں تھے تو اس کو احمدیت چھوڑ دیئی چاہیئے لیکن اگر وہ سمجھتا ہے کہ آپ سچے تھے اپنے دعویٰ میں تو جو وعدے آپ کو دیئے گئے، اپنے لئے نہیں ہمارے لئے نہیں بلکہ وحدانیت کے قیام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دلوں میں قائم کرنے کے لئے اور اسلام کے غلبہ کے لئے، وہ یقیناً سچے ہیں۔

دوسرے ہر احمدی کو نظر آ رہا ہے اور اسے اپنے ذہن میں حاضر رکھنا چاہیئے اس بات کو کہ ہمارے اندر یہ سکت نہیں کہ ہم ان طاقتوں کا دنیوی مذاہیر سے مقابلہ کر سکیں۔

اور تیسرا یہ کہ جہاں دنیوی مذاہیر سے مقابلہ انسان نہیں کر سکتا وہاں یہ حکم نہیں ہے کہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ جاؤ اور کوئی تدبیر بھی نہ کرو۔ روحاںی تدبیر کرو اور یہی اسوہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ کمی زندگی میں جب کوئی دنیوی تدبیر ممکن ہی نہیں تھی اس وقت آپ نے بلا نامہ ہر رات عاجزی کے ساتھ تصرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دربار میں شور مچایا اے خدا! تیرے بندے ہیں یہ بہک گئے، پرے ہٹ گئے، دور ہو گئے تیرے سے، تیرے غضب کے نیچے آ گئے ہیں تیری قہر کی تجلی ان کو بھسم کر کے رکھ دے اگر تو چاہے۔ مگر تو بھی نہیں چاہتا یہ اور میں بھی نہیں چاہتا۔ جس غضب کے لئے مجھے بھیجا ہے تو نے وہ بتاتی ہے کہ تیرا یہ منشاء نہیں۔ پس ان پر رحم کر۔ ان کے دلوں میں انقلاب عظیم پا کر۔ چنانچہ وہی جو قتل کے درپے تھے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے انہوں نے پھر اس قدر قربانیاں دیں اسلام کی خاطر کہ ان دعاوؤں کے اثر کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا ایسا انقلاب۔

پتا نہیں آپ میں کتنے دعائیں کرتے ہوں گے۔ یہ ساری تمہید میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ ہر احمدی کو ہر روز تصرع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا! تیرے یہ بندے تجھ سے دور ہو گئے اور دور چلے جا رہے ہیں، تو اپنے وعدوں کو پورا کر اور ایک انقلاب پا کر اور ایسے سامان پیدا کر دے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے کہ یہ تیری طرف آنا شروع ہو جائیں اور تیرے غضب سے نج جائیں اور تیرے پیار اور تیری رحمت کے یہ

وارث بن جائیں اور یہ تیرے بندے بن جائیں، شیطان کے بندے نہ رہیں اور بڑی کثرت سے دعا میں کرو کہ اللہ تعالیٰ واقع میں ایسا ہی کر دکھائے۔ یہ دعا میں کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم نے جنتوں میں کچھ کئے بغیر تو نہیں جانا یہ سارا جو میں نے نقشہ کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ ہر قسم کی مادی طاقت، فوجی طاقت اور دولت ان لوگوں کے ہاتھ میں جو اسلام کے خلاف ہیں، تو آپ ان کا کس طرح مقابلہ کریں گے؟ کیا آپ لاٹھیوں کے ساتھ ایم بم کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ یا ساری دنیا کی دولتوں کا مقابلہ اپنی غربت کے ساتھ کر سکتے ہیں؟ بظاہر تو یہی ہے کہ نہیں کر سکتے لیکن اگر دیکھا جائے تو ایک لحاظ سے آپ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دعاوں سے کر سکتے ہیں آپ ان کا مقابلہ۔ الغرض مقابلہ کر سکتے ہیں آپ دعا میں کر کے اپنے نفس میں ایک تبدیلی پیدا کر کے ایک نمونہ بن کر، اسلام کے حکم پر چل کر۔ اس کے بغیر تو آپ نہیں کر سکتے۔

میں افریقہ میں ایک دفعہ گیا ہوں، یورپ میں بہت دفعہ گیا ہوں خلافت میں اپنی۔ وہ ایک ہی سوال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جو تعلیم آپ ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں یہ بڑی اچھی ہے، یہ بتائیں اس پر عمل کہاں ہو رہا ہے۔ یعنی قومی لحاظ سے، ملکی لحاظ سے کہاں عمل ہو رہا ہے اس تعلیم پر۔ انگرادی لحاظ سے آپ کہہ دیں گے کہ جی چند لاکھ احمدی ہیں پاکستان میں وہ کر رہے ہیں۔ کہیں دس ہزار احمدی ہے سارے یورپ میں وہ کر رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں یہ بات نہیں، بتاؤ قومی لحاظ سے کہاں عمل ہو رہا ہے اس تعلیم پر۔

پہلے تو آپ نے اسوہ بننا ہے، نمونہ بننا ہے اور وہ کے لئے اور یہ بھی نمونہ بننا ہے کہ ہم دعا میں کریں گے۔ اول چیز دعا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ دعا کے بغیر تو زندگی کا مزہ ہی کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری دعاوں کو سنتا، بڑا پیار کرنے والا ہے وہ۔ میری اور آپ کی زندگی کا مزہ اس دعا کے بغیر نہیں جس میں ہم محض اپنے لئے نہیں، دوسروں کے لئے خیر مانگیں خدا سے۔ آپ نے تبلیغ کرنی ہے۔ اثر نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ اثر نہ ڈالے۔ وہ بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ ایسے عجیب و غریب سوال کردیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اگر جواب نہ سکھائے تو جواب دے، ہی نہیں سکتا انسان بڑے ہوشیار ہیں۔ بڑے چالاک ہیں۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا۔ پہلی دفعہ جب میں گیا تو ہالینڈ میں بڑا سخت تعصب پھیلا ہوا

تھا۔ یہ جو جنگ ہوئی تھی مسلمان ممالک کے خلاف یہودیوں کی، انہوں نے پر اپنی ندہ کر کے بڑا سخت تعصّب اسلام کے خلاف پھیلایا ہوا تھا۔ لیکن اللہ نے فضل کیا۔ مشن ہاؤس ہمارا بھر گیا صحافیوں سے۔ پینتیس کے قریب آئے ہوئے تھے اور جب میں نے بتیں شروع کیں تو ان پر اثر بھی ہوا۔ ایک بڑا تیز قسم کا کیتھولک نوجوان صحافیوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ان کی باتوں کا تاثر ہو رہا ہے۔ اثر زائل کرنے کے لئے اس کے دماغ نے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے یہ سوچا کہ میں اگر یہ پوچھوں کہ اس وقت تک آپ کتنے مسلمان بنائے چکے ہیں ہمارے ملک میں تو انہوں نے پچی بات کرنی ہے یہ کہیں گے دو ایک درجن بنائے ہیں۔ زیادہ تو نہیں بنائے تو اثر زائل ہو جائے گا اور ہر کوئی سوچے گا کہ یہ تو کوئی بات نہیں کہ اتنے بڑے ملک میں دو ایک درجن مسلمان ہو گئے۔ اس نے مجھ سے یہ سوال کر دیا کہ آپ یہ بتائیں کہ اس وقت تک ہمارے ملک میں ڈچ باشندوں میں سے کتنے مسلمان بنائے چکے ہیں؟ اس نے تو اپنا ایک منصوبہ بنایا تھانا۔

خدا تعالیٰ نے اپنا منصوبہ بنایا ساری عمر میں پہلی دفعہ اس قسم کا سوال اس پس منظر میں ہوا تو خدا تعالیٰ نے مجھے جواب اسی وقت سکھایا۔ میں نے کہا کہ تمہارے نزدیک جتنا عرصہ حصہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ رہے (میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ کتنا عرصہ زندہ رہے کیونکہ ہمارا تمہارا اختلاف ہے اس بارہ میں میں کہتا ہوں کہ) تمہارے نزدیک جتنا عرصہ زندہ رہے اپنی ساری عمر میں جتنے عیسائی بنائے تھے انہوں نے اس سے زیادہ تمہارے ملک میں عیسائی مسلمان بنائے چکے ہیں ہم۔ وہ تو زرد ہو گیا بالکل، کیونکہ اس کے دماغ میں منصوبہ کچھ اور تھا اس نے سنا کچھ اور سرڈال کے بیٹھا رہا، بات ہی نے اس نے کرنی چھوڑ دی۔ خیر کوئی پندرہ میں منت کے بعد میں نے ہی اسے مخاطب کیا۔ میں نے کہا تم نے مجھ میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے کوئی اور سوال کرو۔ سوال بیچارہ کیا کرتا۔ پھر تو کتابیں خرید کر لے گیا۔

اب یہ تو خدا تعالیٰ نے اسی وقت میرے ذہن میں ایسا جواب ڈالا جو اس کو خاموش کرنے والا تھا اور سارے جو صحافی تھے وہ نہ پڑے اور انہوں نے میرے جواب سے زیادہ اثر لیا۔ جو اثر اس نے لیا وہ تو اور تھا۔ اس کے چہرے پر تو ناکامی کا اثر تھا اور ان کے چہروں پر

بیشتر کا اثر تھا۔ پھر میں نے ان کو بتایا کہ بات یہ ہے کہ اس وقت تک ہم نے جو کام کیا ہے اسے تعداد سے نہیں جانچنا چاہیے۔ میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی تو براءت کرنی تھی نا۔ میں نے کہا جب الٰہی سلسے شروع ہوتے ہیں تو اس وقت سر نہیں گئے جایا کرتے اس وقت دلوں میں جو آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتی ہے، اس کو دیکھا جاتا ہے اور وہ ہم نے تمہارے ملک میں بہت پیدا کر دی ہے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ گالی دیئے بغیر نام ہی نہیں لیتے تھے اسلام کا۔ اب وہ عزت کے ساتھ، احترام کے ساتھ اسلام کا نام لینے لگ گئے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے لگ گئے ہیں۔ بڑی انقلابی ذہنی تبدیلی ایک پیدا ہو گئی ہے بہر حال۔

تو ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ دعا کو اپنی عادت بنائے اور ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ اپنی دعا کا بڑا حصہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کو دلوں میں گاڑنے پر خرچ کرے اور خدا سے کہے۔ اے خدا! دنیا کے دل تجھ سے دور ہو گئے۔ تجھے بھلا دیا انہوں نے۔ تیری معرفت حاصل نہیں اُنہیں تجھے جانتے نہیں۔ تیری نہ صفات کو جانتے ہیں، نہ تیری ذات کو جانتے ہیں۔ مگر ان دلوں میں تبدیلی تو ہی پیدا کر سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا دل (تمثیلی زبان میں تاکہ ہمیں سمجھ آجائے) خدا تعالیٰ کی انگلیوں میں اس طرح ہے۔ انگلیوں کو ذرا حرکت دیں تو اس کا زاویہ بدلتے گا۔ زاویہ بدلنے کی دیر ہے نا۔ وہی جو دشمن ہے وہ دوست بن جاتا ہے۔ وہ جو قاتل بن کے گھر سے نکلا تھا (حضرت عمر قاتل بن کے گھر سے نکلے تھے ارادہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آج قتل کر دینا ہے ختم ہو قصہ) وہ خلیفہ بن کرسی اور قیصر کی حکومتوں کو شکست دینے والا بن گیا۔ اتنا انقلاب عظیم آیا اس شخص میں اور کتنا اس کی قربانی کو اس کے پیار اور فدائیت کو اور اس انقلاب عظیم کو خدا نے قبول کیا۔ یہ میں ایک ہی آدمی کی زندگی کے دو ایک واقعات بتا رہا ہوں کہ گھر سے نکلے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے لیکن خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ دل بدل گیا اور اتنا بدلا کہ خدا کو اتنا پیارا ہو گیا وہ دل کہ ان کی خلافت میں کسری کی حکومت مٹا دی گئی۔ قیصر کی حکومت مٹا دی گئی۔ دنیا کی دو بڑی طاقتیں تھیں یہ۔

ان کے مقابلہ میں عرب کے بدوؤں اور ان کی طاقت کا جو تناسب تھا۔ بظاہر وہ کوئی

حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ اس شخص کی خلافت کے زمانہ میں انہوں نے (ان دو بڑی طاقتوں نے) شکست کھائی اور وہ مٹا دی گئیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ خدا کے ہاتھ میں دل تھا۔ خدا نے زاویہ بدلتا دیا۔ وہ جو دشمن تھا وہ عاشقزاد بن گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف میں کسری کا سونے کا ایک زیور ایک صحابی کے ہاتھ میں دیکھا۔ آپ کے بعد جب مال غیرمت آیا تو وہ بھی آگیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا پہنچو۔ انہوں نے کہا مردوں کو تو سونا پہنچا منع ہے۔ انہوں نے کہا پہنچتے ہو یا نہیں میں نے تو کشف کو ظاہری طور پر بھی پورا کرنا ہے۔ خدا کی شان ہے یہ اپنا کچھ نہیں رہا۔ پھر ہر سانس جو تھا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں لیا جا رہا تھا۔

تو یہ انقلاب آتے ہیں دنیا میں۔ بعض کہتے ہیں کہ جی ہم تھوڑے ہیں، ہم طاقت میں نہیں۔ ٹھیک ہے، کون کہتا ہے طاقت ہے؟ یہ کون کہتا ہے تعداد زیادہ ہے ہماری کون کہتا ہے ہمارے پاس حکومتیں ہیں، کون کہتا ہے ہمارے پاس دنیا کے خزانے ہیں، کون کہتا ہے ہمارے پاس سارے ہیرے اور جواہرات ہیں۔ کوئی نہیں کہتا۔ لیکن میں ایک چیز کہتا ہوں اگر تم خدا کے ہو گئے تو خدا تمہارے ساتھ جو تمام خزانوں کا مالک ہے اس کے بعد کسی اور چیز کی تھیں ضرورت نہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس حقیقت اور صداقت کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اس کے مطابق ہی نوع انسان کے لئے دعائیں کرنے کی توفیق عطا کرے اور اسی طرح توفیق عطا کرے جس طرح صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے لئے دعائیں کیں اور اس کے ثمرات کو، اس کے پھلوں کو انہوں نے کھایا۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۳ رب جولائی ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۶)



اسلام امن، محبت و اخوت اور ادائیگی حقوق کا مذہب ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ اسلام محبت، اخوت، شفقت، ہمدردی، خیرخواہی اور ادائیگی حقوق کا مذہب ہے۔ اسلام نے ہر اس فساد کی جڑ اکھیر کے پھینک دی جو انسان انسان میں بعض اور عداوت پیدا کرنے والی تھی اور جو فساد حقوق کی ادائیگی کے رستے میں روک بنتا تھا۔ اسلام کے سارے احکام میں ہی اس پیار کی اس حسن کی جھلک ہمیں نظر آتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحی پر عمل کیا اور ایک بہترین نمونہ بنی نوع انسان کے لئے بنے آپ کی زندگی کا ہر پہلو پیار کو قائم کرنے والا اور فساد کو دور کرنے والا ہمیں نظر آتا ہے۔

انسان اجتماعی معاشرتی زندگی گزارتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں باہمی تعلقات ہیں جن کے متعلق اسلامی تعلیم کے نتیجہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہاں سے پیار کے اور محبت کے اور اخوت کے اور ہمدردی کے اور ادائیگی حقوق کے جتنے پھوٹے اور ان باہمی تعلقات کو جہاں ہم دیکھتے ہیں وہاں ہمیں شیطان بھی نظر آتا ہے جو فتنہ اور فساد پیدا کرتا اور جہاں سے اسلام نے امن پیدا کیا وہیں سے وہ فساد کے شعلے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس پر اسلامی تعلیم ٹھنڈا پانی چھڑکتی اور ان شعلوں کو بحاجادیتی ہے۔ باہمی تعلقات جو ہیں جہاں سے پیار کے سوتے بھی

بہہ نکتے ہیں اور جہاں سے فساد کے شعلے بھی بھڑکتے نظر آتے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں مثلاً معاشرتی زندگی۔ باہمی رشتے انسان انسان کے تعلقات جو ہیں ان پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ پھر اس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ اور بچوں کے باہمی تعلقات ہیں۔ بھائی بھائی اور بہن بہن کے باہمی تعلقات ہیں۔ پھر رشتے داروں کے ساتھ رشتے داری کے تعلقات ہیں پھر ہمسائے کے ساتھ ہمسائیگی کے تعلقات ہیں۔ پھر شہر میں بنتے والوں کے ساتھ شہری کی حیثیت سے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ پھر دنیا میں بنتے والے انسان کا انسان سے تعلق ہے۔ پھر کائنات سے تعلق خدا نے پیدا کر دیا انسان کا سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۲) کہہ کر۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے جس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف پہلو میں بیان کروں گا مختلف خطبات میں۔ باہمی تعلقات میں ایک تعلق ہے ان لوگوں کے ساتھ جو دشمنی کرنے والے ہیں۔ دشمن سے بھی ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ دشمن کو اپنی دشمنی کے اظہار کے لئے بھی قریب آنا پڑتا ہے۔ پہلے تو بہت ہی قریب آنا پڑتا تھا۔ تلواروں کا وار جو کرنا چاہتا تھا اس کو تین چار فٹ کے فاصلے تک پہنچنا پڑتا تھا اپنے دشمن کے تھمی وار کر سکتا تھا۔ اب اس قرب کی رنج (Range) بڑھ گئی ہے۔ تو پ کی رنج (Range) اور ایم بم لے جانے والے جہازوں کی رنج (Range) کی وجہ سے۔ لیکن بہر حال قرب ہے۔ وہ فاصلہ بھی قرب ہی بتا رہا ہے۔ دشمن سے جو تعلق ہے ایک مسلمان کا جو اسلام کی تعلیم پر چلنے والا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والا ہے۔ اس کی میں آج ایک مثال بیان کروں گا۔ بطور تمہید کے میں پہلے یہ بتا دوں کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو حقائق پیان کرتی ہیں۔ اس میں گالی یا سب و شتم کا پہلو نہیں ہوتا۔ مثلاً خدا تعالیٰ اگر کسی کو کہتا ہے کہ ایسے اعمال کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ گالی تو نہیں دے رہا۔ خدا تعالیٰ اسے جہنم کے رستوں سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اپنے انبیاء کے ذریعے، ان پر جو تعلیم نازل ہوتی ہے اس کے واسطے سے۔ بتوں کو جہنم کا ایندھن بھی قرار دیا گیا اور ان کا ٹھکانہ بھی بتایا گیا اور شرک کو سب سے زیادہ ظلم اور سب سے بڑا گناہ بھی قرار دیا گیا۔ اپنی جگہ یہ بھی حقیقت ہے لیکن بت کو بھی گالی دینے کی

اجازت نہیں دی گئی جو نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے تاکہ مسلمان یہ سبق سیکھے کہ میں امن کو پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، سلامتی کو قائم کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، ادا یعنی حقوق مجھ پر فرض ہوتے ہیں، حقوق تلف کرنا میرا کام نہیں۔ تو حقیقت کا بیان گالی نہیں ہے۔ حقیقت کا بیان گالی نہیں کہلا سکتا اس وجہ سے جب خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ حقیقت دنیا پر ظاہر کی۔ کمی زندگی کے شروع زمانے میں آگئے آپ کے مخالف کہ ہمارے بتوں کو خداوں کو یہ برا بھلا کہتا ہے۔ آپ برا بھلا نہیں کہتے تھے جو خدا کہتا تھا وہ ان کو سنا دیتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ غصہ نکال رہے تھے، اس لئے کہ ہمدردی کر رہے تھے۔ جو بچپ آگ مانگتا ہے ماں سے، ماں اسے کہتی ہے کہ دیکھو اسے نہ پکڑو نہ میں تمہیں دوں گی کیونکہ تم جل جاؤ گے۔ تو یہ تھی تو نہیں ہے، یہ دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ تو شفقت اور خیرخواہی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت کا بیان اپنی جگہ ہے۔ اس میں خلط نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن جہاں تک جذبات کا خیال رکھنے کا سوال ہے تو اس وقت حکم یہ ہے کہ بُت کو بھی گالی نہیں دینی۔ اس کی مثال میں میں نے آج کے لئے چنان ہے واقعہ جنگ احمد کا۔

یہ دوسری جنگ ہے بھرت کے بعد۔ بھرت کے تیرے سال میں یہ ہوئی اور بدر میں جو شکست روئی سائے ملہ کو اٹھانی پڑی اس کے نتیجہ میں وہ آگ میں جل رہے تھے۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ بدله لیں گے وغیرہ وغیرہ لمبی داستان ہے۔ بہر حال انہوں نے بڑی تیاریاں کیں بڑے ہتھیار اکٹھے کئے اور بڑے غصے میں بھرے ہوئے آئے اپنے مقتولوں کا بدله انہوں نے لینا تھا۔ تین ہزار تھے حملہ آور جو اسلام کو مٹانے کے لئے مکہ سے چلے تھے۔ بھرت کے تیرے سال اور مارچ کا مہینہ تھا سات سوانی میں زرہ پوش تھے یعنی پوری طرح ہتھیار بند اور دوسو ان کے پاس تھے گھوڑے اور تین ہزار ان کے پاس تھے اونٹ اور رسد کا بڑا سامان اور بھاری مقدار میں جنگی سامان ان کے پاس تھا۔ تلواریں اچھیں۔ کمائنیں اچھیں۔ نیزے اپچھے وغیرہ وغیرہ اور مدینے سے تین میل کے فاصلے پر اُحد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں وہاں یہ خیمه زن ہوئے۔ جمعرات کا دن تھا جب مدینے میں یہ بات عام ہو گئی کہ دشمن مدینے سے تین میل کے فاصلے پر خیمه زن ہے اور جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات بڑے چوکس رہے اہلِ مدینہ اور جمعہ

والے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا اپنے صحابہ کو بلا کے جن میں بڑے بھی تھے، تجربہ کار بھی تھے، مخلاص مقنی بھی تھے اور دوسرے بھی تھے، بچے بھی تھے، نوجوان بھی تھے بڑے جوشیلے نوجوان۔ آپ نے ان سے مشورہ کیا کہ اب دورستے ہیں ہمارے سامنے یا ہم باہر نکلیں اور جہاں وہ خیمہ زن ہیں وہاں جا کے کھلے میدان میں جنگ ہوان کے ساتھ یا ہم مدینہ میں رہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے روایا میں ایسے اشارے بھی کئے تھے کہ مدینے میں رہنا چاہیئے لیکن بہرحال مشورہ کیا آپ نے۔ بڑی بھاری اکثریت نے اصرار کیا کہ باہر نکل کے جنگ کریں گے۔ آپ نے بات مان لی۔ جمعہ کی شام کو ایک ہزار صحابہ کا یہ لشکر باہر نکلا اور قریباً ڈیرہ میں پر ”شیخین“ ایک مقام ہے وہاں آپ خیمہ زن ہو گئے، وہاں جائزہ آپ کے حکم سے لیا گیا سارے لشکر کا اور اگلے دن صبح وہاں سے کوچ کر کے جانا تھا۔ اس عرصے میں عبد اللہ بن ابی بن سلوان جو رئیس المناقیفین مدینے کا تھا وہ اپنے تین سو ساتھی لے کر واپس چلا گیا۔ باقی رہ گئے سات سو مسلمان تین ہزار کے مقابلے میں، جن کے پاس سامان بھی کوئی زیادہ نہیں تھا دو گھوڑے تھے دوسو کے مقابلے میں یعنی ایک فی صد گھوڑوں کے لحاظ سے اور زرہ پوش بھی بہت تھوڑے گنتی میں۔ بہرحال عدیدی لحاظ سے اور ساز و سامان کے لحاظ سے ان دو لشکروں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا لیکن اس لحاظ سے بھی آپس میں کوئی نسبت نہیں تھی کہ ایک خداۓ واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے اور دوسرے بتوں کی پرستش کرنے والے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کی صبح کوچ کیا اور خدا تعالیٰ کے حکم یا انتہائی خداداد فراست سے آپ نے چکر کاٹ کے ان کے خیموں سے بھی آگے نکل کے احد کے دامن میں اس کی طرف پیٹھ کر کے اپنی صعین بنالیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن کی فوج اور مدینے کے درمیان کوئی مسلمان لشکر نہیں تھا۔ اگر وہ دشمن پلٹتے اور گھوڑوں کو ایڑی لگا کے بھاگتے مدینے کی طرف تو وہ قبضہ کر لیتے شہر پر۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں نے سوچا اور کئی دفعہ سوچا، بڑا توکل تھا خدا پر اور بڑی فراست تھی اور ایک نشان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی کہ آپ نے پیٹھ کی طرف رکھا احد کی پہاڑیوں کو اور اپنی سامنے کی طرف رکھا مدینہ کو اور وہاں جا کے آپ صرف آراء ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ کی تفصیل میں میں نہیں جاتا اس کا جو خاتمہ ہے اس میں مجھے

زیادہ دلچسپی ہے آج کے مضمون کے لئے۔

سخت بڑی سخت جنگ تھی۔ انہوں نے بدر کے مقتول عزیزوں، رشته داروں کے بدالے لینے تھے بڑے غصہ میں تھے وہ اور مقابلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے اور اسلام کی خاطر اور خدا کی وحدانیت کے لئے اس کے پیار میں لڑنے والے تو اس بہادری سے لڑتے ہیں کہ الفاظ ان کی بہادری کو بیان نہیں کر سکتے۔ بہر حال بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی سات سو کی تیس سو کے ساتھ اور لمبا عرصہ دن کا پہلے شروع میں پتا نہیں لگ رہا تھا کہ اس میں کونسا پلہ بھاری رہتا ہے کون جیتا ہے یعنی ظاہری حالات کے لحاظ سے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور منتشر ہو گئے اور وہاں سے بھاگ گئے۔ پچھلی طرف میں نے بتایا احمد کی پہاڑیاں تھیں وہاں ایک تھادرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز وہاں صبح بھجوادیئے تھے اور آپ نے کہا تھا اس درے کو نہیں چھوڑنا خواہ ہمیں فتح ہو خواہ ہمیں شکست تم نے اس جگہ کو نہیں چھوڑنا۔ لیکن اس واضح حکم کے باوجود انہوں نے چھوڑ دیا سوائے چھ کے ان میں سے یعنی ان کے سردار اور پانچ ان کے ساتھی اور درہ خالی ہو گیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ دنیوی لحاظ سے بڑی تیز جنگ آنکھ تھی ان کی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ درہ خالی ہے پیچھے سے حملہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے چکر کاٹا اپنے گھوڑوں کے ساتھ اور پیچھے سے آ کے حملہ آور ہو گئے مسلمانوں پر جو اس وقت صاف آ را بھی نہیں تھے کیونکہ جنگ تو ختم ہو چکی تھی۔ ادھر ادھر بڑ کے کوئی بیٹھا ہو گا کوئی ستارہا ہو گا کوئی باتیں کر رہا ہو گا۔ بہر حال وہ جنگ لڑنے کی جو ترتیب ہوتی ہے صاف آ رائی ہوتی ہے وہ نہیں تھی اور پیچھے سے عکرمہ بھی آ ملے۔ انہوں نے تو وہاں قیامت ڈھادی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدوی کے نتیجے میں یہ واقعہ ہو گیا۔ ستر مسلمان شہید ہو گئے اور اس سے بھی بڑا واقعہ یہ ہو گیا کہ بار بار حملہ کر رہے تھے۔ میں نے بتایا ہے ناکھر گئے تھے مسلمان۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض دفعہ صرف دورہ جاتے تھے ساتھی دشمن کے مقابلے میں اور آپ پر ہی حملہ زوروں سے ہو رہا تھا۔ تو ایک دشمن اتنا قریب آیا کہ اس نے وار کیا آپ پر۔ ایک صحابی نے اس وار کو روکا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ وار کمزور ہو گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

زرہ پہنی ہوئی تھیں لیکن اتنا زور کا تھا وہ دارکہ پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکرائے اور گر گئے اور وہ سمجھا کہ شاید میں نے آپ کو شہید کر دیا ہے۔ اس نے نعرہ مارا اور واپس چلا گیا اور آپ کے گرد تو صحابہ تھے ہی بہت کم، ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ آواز جب ان کے پاس پہنچی تو اور بھی وہ دل برداشتہ ہوئے اور یہ جو بُوں کے پچاری اور پچار نیں تھیں، عورتیں بھی تھیں ان کے ساتھ ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور عکرمہ کی بیوی اور خالد کی بیوی اور عمرو بن عاص کی بیوی اور بڑے بڑے سرداروں کی بیویاں۔ بت پرستی کا زمانہ ان کے لئے، سخت ظالم، کوئی شرافت اور انسانیت نہیں ان میں۔ ان کی ایک بڑی طالمانہ رسم تھی مثلہ کرنا یعنی عورتیں شہداء کے کان اور ناک کاٹ کے ان کا ہار بنا کے گلے میں پہنچتی تھیں۔ تو مسلمان شہداء کے کان ناک کاٹے اور ان کے ہار بنا کے پہنچتے اور ہندہ جو سردارِ لشکرِ روضہ سائے مکہ جو تھے اس وقت ابوسفیان ان کی بیوی، انہوں نے حضرت حمزہ بھی شہید ہوئے تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پیارے چچا بھی تھے اور بڑے پیارے رضاعی بھائی بھی تھے اور دوست بھی تھے ان کا پیٹ چیر کے اور ان کا جگر نکال کے اور اس کچے کو چبا گئی غصے میں اپنے۔

اس حالت میں کہ ستر صحابہ شہید پڑے ہیں، ان میں سے بہتوں ساروں کے تو نہیں بہتوں کے ناک اور کان کاٹ لئے گئے ہیں۔ عورتوں نے ان کے ہار بنا کے پہنچنے اور خوشیاں منارہی ہیں وہ اس وقت حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے اور ان کا جگر نکال کے اور ہندہ جو ہے وہ کچا چبا گئی۔

اس حالت میں پھر وہ جب ان کو پتا لگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو خوشیاں تو ان کی ویسے ختم ہو گئیں لیکن ابھی یقین نہیں آ رہا تھا تو یہ دیکھ کے ابوسفیان نے نعرہ یہ لگایا اعل هبل ایک بہت بڑا بت خانہ کعبہ کے اندر تھا ان بت پرستوں کا کہ اس کی بزرگی قائم ہو یعنی بڑا جس طرح ہم جوش میں آ کے اللہ اکبر کہتے ہیں نا تو ان کا یہ نعرہ تھا اُغل هُبل۔ اس سے پہلے اس نے آوازیں دی تھیں کہ کیا تم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کچھ نہ بولو۔ ان کو رہنے دو اسی شش و پنج میں لیکن جس وقت اُغل هُبل کا اس نے نعرہ لگایا تو آپ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو انہوں نے کہا ہم کیا جواب دیں۔ آپ

نے فرمایا تم یہ جواب دو اللہ اعلیٰ واجل۔ یہ نہیں کہا کہ یہ جواب دو کہ تمہارے بت جو ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں تمہارے بت ایسے اور ویسے ہیں یہ بالکل نہیں کہا یعنی اس حالت میں بھی امن کے مذہب نے امن کو قائم رکھا ہے اور اُجلُّ ہبَل کا جواب جو ہے وہ اللہ اعلیٰ واجل دینا اور اس کے علاوہ ایک لفظ بھی ان کے متعلق کچھ نہ کہنا یہ ایک عظیم معجزہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ پھر اس نے جونعرہ لگایا وہ عزیٰ کانعرہ لگایا اس نے لَنَا الْعَزِّيٰ وَ لَا عَزِّيٰ لَكُمْ ایک اور بول کہ ہمارا ہمارے ساتھ ہماری مدد کرنے والا توعزی ایک اور بت ہے اور تم تو بت پرستی ہی نہیں کرتے تمہیں تو اس کی مدد نہیں ملتی۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عزیٰ کے خلاف بھی ایک لفظ کہنے کو نہیں کہا بلکہ کہا یہ جواب دو اللہ مَوْلَنَا وَ لَا مَوْلَانَکُمْ (بخاری کتاب المغازی) خدا ہمارا آقا اور ہمارا مددگار ہے اور تم نے بت پرستی کے نتیجہ میں خدا کی مدد سے محرومی کی را ہوں کو اختیار کر لیا ہے۔ تمہارا اللہ تمہارا مولا نہیں رہا تمہارے اعمال کے نتیجہ میں۔ تو ان حالات میں یہ ظلم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہوئے کہ جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں وہ تو ٹھیک ہے لیکن شہداء کے ناک اور کان کا ٹھیک ہے کہ ان کے ہار بنائے گئے اور بڑے فخر کے ساتھ ان ہاروں کو گلے میں پہنادشمن کی عورتوں نے اور خوشیاں منائیں اور آپ کے چچا اور رضاعی بھائی اور ایک نہایت مخلاص فدائی اسلام کا جس نے اسی میدان میں جان دی تھی اس کا جگر نکال کے کچے کو چاگئی سردار کی بیوی۔ یہ سارا کچھ دیکھا لیکن لَا تَسْبِّوا الَّذِينَ يَذْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (الانعام: ۱۰۹) پر عمل کرتے ہوئے آپ نے تو ایک نمونہ دکھانا تھا نا دنیا کو کہ جو ہم کہتے ہیں وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں محض لفاظی نہیں ہے۔ تو اُجلُّ ہبَل کے مقابلے میں اللہ اعلیٰ واجل کانعرہ لگانا اور ہبَل کو نظر انداز کر دینا گویا کہ اس کا وجود ہی کوئی نہیں وہ ایگزیست (Exist) ہی نہیں کرتا۔ بڑی شان ہے۔ میں نے تو بڑا سوچا مجھے بڑا ہی لطف آیا۔ میں آپ کو بھی اس لطف میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور بڑا سبق ہے اس میں۔

سبق یہی ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ یہ فساد کی جڑیں کاٹتا ہے۔ دنیا میں کوئی فساد اسلام پر عمل کر کے پیدا ہو، یہ نہیں سکتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اسلام کی ساری تعلیم یہ کہتی ہے انسان کو کہ اے انسان میں تجھے آپس میں لڑنے نہیں دوں گا۔ پیار سے زندگی گزارو۔ پر باہمی

لڑائی وہیں ہوتی ہے نا جہاں باہمی تعلقات ہوں۔ میاں بیوی کی لڑائی ہو جاتی ہے، بیٹوں کی باپ سے ہو جاتی ہے، باپ بیٹوں پر غصہ کرتے ہیں، رشتہ داریاں ہیں ان کی آپس میں جنگ و فساد شروع ہو جاتا ہے، ہمسایوں کے ساتھ جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ اسلام نے تو، اس وقت میں تفصیل میں نہیں جاتا بعض اگلے خطبوں میں انشاء اللہ بیان کروں گا ایک ایک مضمون لے کر ویسے مثالیں اشارے اب کر دیتا ہوں۔ انگلستان میں لاکھوں کی تعداد میں میوسپلیٹر کے پاس یہ شکایت جاتی ہے کہ میرے ہمسائے کے بچے اپنے صحن میں کھلیل رہے ہوتے ہیں اور ان کی آوازوں سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ان کو منع کریں کہ شورنہ مچائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمسائے کے حقوق پر اور ان کے خیال رکھنے پر اتنا زور دیا اتنا زور دیا کہ مجھے خیال پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی وحی میں ہمسائے کو وراشت میں نہ شامل کر دیا جائے تو یہ فرق ہے دو ذہنیتوں کا کہ ایک ذہنیت کو ہمسائے کے بچے کی آواز بھی تکلیف دیتی ہے۔ دوسرے کا ذہن اس بات کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے کہ اگر ورنے میں شامل کیا گیا تو ہم اس ہمسائے کو ورنہ بھی دے دیں گے۔

تو دشمن کے ساتھ بھی ایک تعلق ہے۔ دشمن دشمن سے تعلق اپنا پیدا کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تو مجھے اپنا، تو خود کو میرا دشمن سمجھتا ہو گا۔ پر میں تو تجھے اپنا، میں تو خود کو تیرا دشمن نہیں سمجھتا۔ میں تو تیرا خیر خواہ ہوں۔ میں تو تیرے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ وار ہوں۔ چند دن ہوئے ایک اخبار میں ہمارے خبر چھپی تھی ایران کے جو ہیں مذہبی لیڈر خمینی صاحب مجھے بڑا پسند آیا وہ بیان ان کا۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اسلامی تعلیم میں جو ایران میں بسنے والے ہیں سارے کے سارے خواہ وہ یہودی کیوں نہ ہوں لیکن صیہونیت سے ان کا تعلق نہ ہو جو برس پیکار ہیں مسلمانوں سے، مسلمانوں سے لڑنے والے نہ ہوں ان کو ویسے ہی حقوق ملیں گے جیسے ایران کے مسلمانوں کو ملیں گے کیونکہ وہ ملت ایرانیہ کے ایک جیسے افراد ہیں اور یہی ہے اسلامی تعلیم۔ اسلام انسان کو کہتا ہے مخاطب اسلام نے انسان کو کیا ہے مسلمان کو نہیں کیا۔ ایسے سارے احکام میں مخاطب جو ہیں وہ بنی نوع انسان ہیں اور مسلمان کو یہ کہا ہے کہ یہ حقوق ادا کرنے ہیں ہمسائے کے مثلاً نہیں کہا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہو تو یہ حقوق ادا کرنے ہیں غیر مسلم ہو تو پھر کوئی

حق نہیں اس کا یہ نہیں کہا۔ تو ہر تعلق جو ہے انسان انسان کے درمیان اس میں امن کی فضا، اخوت کی فضا جو میں نے اسی واسطے فقرہ شروع میں ادا یگی حقوق کر دیا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے وہ فضا پیدا کی ہے اسلام کسی کا دشمن نہیں۔ اسلام کے دشمن پیدا ہوتے رہے اور اب بھی ہیں اور اسلام کا دشمن یہ بھی کہتا ہے کہ اسلام ہر غیر کا دشمن ہے۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے اسلام پر کہ اسلام جو دنیا سے فساد کی جڑ کاٹنے والا اور اپنے دشمن کے حقوق کی ادا یگی کی ذمہ داری اٹھانے والا یعنی اس شخص کی جو اسلام سے دشمنی رکھتا ہے اور مسلمان سے دشمنی کرتا ہے اس کے جو حقوق خدا تعالیٰ نے بنادیئے فرض کر دیئے وہ حقوق جو ہیں اس کی ادا یگی کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اسلام اور مسلمان اور جس مذہب نے ہرشے کے حقوق قائم کئے اور ان حقوق کی ادا یگی کی ذمہ داری اٹھائی اور کسی جگہ بھی حقارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ غیر انسان سے غیر ذری روح سے بھی مثلاً یہ بھی حقارت کا ہی ایک نظارہ ہے نا کہ آپ رکابی بھر لیں اور آدمی کھا کے یوں پھینک دیں تو آپ تحقیر کی نظر سے خدا تعالیٰ کے رزق کو دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ رزق میں تو نہ جان نہ شعور نہ احساس نہ کچھ نہ پکھ لیکن خدا تعالیٰ نے کہا تحقیر کی نظر سے میرے رزق کو بھی نہیں دیکھنا۔ خدا نے کہا تحقیر کی نظر سے میرے گدھے کو بھی نہیں دیکھنا اس کو بھی میں نے بنایا ہے تمہاری خدمت کے لئے اس سے خدمت لو۔ لیکن یہ کہہ کے کہ یہ گدھا ہے اس واسطے جو جتنا بوجھ وہ اٹھا سکتا ہے اس سے زیادہ ڈالو گے تو خدا کے نزدیک ظالم ٹھہرو گے اور گناہ گار ٹھہرو گے اور قابلِ موآخذہ ٹھہرو گے۔

تو اسلام بڑا ہی پیارا مذہب ہے۔ اللہ مجھے توفیق دے میں مختلف پہلوؤں پر اسی طرح روشنی ڈالوں اور آپ کو بھی توفیق دے اس کے سمجھنے کی۔ دشمنی اپنے دل میں کسی کی نہ رکھیں، نہ انسان کی نہ غیر انسان کی، نہ بت پرست کی نہ مذہب کے ماننے والے کسی کی نہیں۔ اسی وجہ سے اسلام جو ہے میں کہا کرتا ہوں میں یورپ کو سمجھاتا رہا ہوں جا کے کہ جو وسیع سرکل (Vicious Circle) انگریزی کا محاورہ ہے کہ ایک چکر بن جاتا ہے ظلم اس کے بد لے مقابلے میں پھر ظلم بد لے میں پھر اس کے مقابلے میں ظلم پھر نہ ختم ہونے والا یہ تسلسل ایک قائم ہو گیا۔ لیکن اسلام ایک مذہب ہے جو کہتا ہے جب میرے پاس یہ تسلسل والا چکر پہنچے گا میں

کاٹ دوں گا اس کو۔ میں ظلم سہہ لوں گا میں ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دوں گا۔ اس وقت اگر ہماری جماعت ذہنی اور عملی طور پر دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کرے تو انشاء اللہ، اللہ کے فضل سے وہ دن بڑے جلد آ جائیں گے جن کی ہم امید رکھ رہے ہیں کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے گا اور اسلام کے ہُسن سے اور اسلام کے پیار سے سارے بني نوع انسان فائدہ اٹھانے لگ جائیں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



محمد رسول اللہ ﷺ کی استعداد خیرخواہی انسانی زندگی

کے ہر شعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تہشید و تعلیم اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرتوں کا جلوہ ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے۔ یہ گرمی کا موسم ہے اور پچھلے چند دنوں سے بڑی شدید گرمی ہو گئی ہے اس کے بہت سے فوائد ہیں یہ مضر کیروں کو تلف کرتی ہے۔ بہت ساری فصلوں کے لئے مفید ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس تفصیل میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس وقت جو مختصری بات میں اس سلسلہ میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو اس کے ماحول کے ساتھ اس طرح باندھا ہے کہ جس وقت گرمی اور سردی آتی جاتی ہیں تو انسانی جسم کے اندر کے بیسیوں شاید سینکڑوں ایسے نظام ہیں جو اس کے نتیجہ میں اپنے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں اور اس طرح پر سردی سے گرمی ہو جانے کے نتیجہ میں بہت سی تکلیفوں سے وہ حفظ ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے اندر ایسا انتظام کیا ہے کہ اس کے اندر جو بہت سے نظام ہیں سینکڑوں ہزاروں ہوں گے وہ سارے Adjust کرتے ہیں۔ جوں جوں درجہ حرارت بڑھتا چلا جاتا ہے انسانی جسم کے نظام اُس درجہ حرارت کے مطابق کام کرنے کے لائق بننے کے لئے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہیں اور جب گرمی سے سردی آتی ہے تو جوں جوں سردی بڑھتی چلی جاتی ہے انسانی جسم کے اندر جو نظام اور شعبہ ہیں کام کرنے والے ان شعبوں میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ

سردی کی شدت میں کام کرنے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ اسی حالت میں رہیں برفانی موسم میں جس حالت میں کہ اس وقت ہمارا جسم ہے تو سارے ہی بیمار ہو جائیں اور برداشت نہ کر سکیں۔ لیکن بتدریج سردی سے گرمی، گرمی سے سردی ہوتی ہے اور بتدریج انسانی جسموں کے اندر سینکڑوں تبدیلیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا حکم اور اس کے منشاء کے مطابق۔ لیکن انسان بعض دفعہ غلطی کرتا ہے اور اس کا خمیازہ بھگلتا پڑتا ہے اپنی ہرغفلت اور غلطی کے نتیجہ میں دو چار دفعہ مجھے لوگ گئی جس کو انگریزی میں ہیٹ سٹرُوک (Heat Stroke) کہتے ہیں اور جسے اس طرح دو ایک دفعہ لوگ جائے اسے گرمی تکلیف دیتی ہے بیماری بن جاتی ہے اس کے لئے۔

اس وقت میری یہی کیفیت ہے لیکن یہ تو میرا اپنا گناہ تھا کہ میں نے خیال نہیں کیا اور **إذَا مَرِضْتُ**۔ میں خود اپنی غفلت کے نتیجہ میں بیمار ہو گیا اور اس کا نتیجہ میں بھگلتا ہوں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کر رکھا ہے انسان کے جسموں کے اندر کہ (جس طرح تھرما میٹر کا پارہ گرمی کے ساتھ اونچا ہوتا اور سردی کے ساتھ نیچا ہوتا ہے) اسی طرح انسانی اجسام کے نظام جو ہیں وہ Adjust کرتے ہیں، مطابق ہوتے چلے جاتے ہیں گرمی اور سردی کے تاکہ جسم تکلیف نہ اٹھائیں اور ان کے کام کرنے کی قوت جو ہے اس کے اندر کوئی کمزوری نہ پیدا ہو جائے۔ بڑی عظمت ہے ہمارے خدا میں اور اس کی قدرتوں کے جلوے اپنی شان اور وسعتوں کے ساتھ ہمارے سامنے Unfold ہوتے ہیں۔ ایک کے بعد دوسرا آتا چلا جاتا ہے اور سامنہ دان (جو عقلمند ہیں ان میں سے) وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ابھی تک ہم نے خدا کی مخلوق کا جو علم حاصل کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی ناخن کے ساتھ دیوار کے ذرا ذرا سے ذرّے اتارے۔ اور سارا قلعہ جو ہے وہ اسی طرح چھپا کھڑا ہے ہمارا علم جو ہے اس نے تو خدا کی کائنات اور اس کی شان اور اس کی قدرتیں جو کائنات کے اندر ہیں ان کا احاطہ نہیں کیا۔ ہمارے علم میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور کبھی بھی انسانی علم خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں غیر محدود اور انسان کا علم محدود ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد خیرخواہی (یعنی جو آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیت

دی کہ بنی نوع انسان کی خیرخواہی کریں اس) میں بھی بڑی وسعت ہے اور انسان کے ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے خیرخواہی نے اور اس کی ہدایت کے سامان پیدا کئے اور دنیا کے ہر خطہ کا احاطہ کیا اور ہر خطہ کی ضرورتوں کے مطابق انسان کو تعلیم دے دی اور آپ اسوہ بن گئے۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہمارے افریقیہ کے ایک بزرگ ہیں انہوں نے کہا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ لباس کے متعلق یہ ہے کہ جو میسر آئے وہ پہن لو۔ تو یہ اسوہ قائم کر دیا۔ پڑی بھی پہنی رومال بھی سر پر باندھا، ٹوپی بھی ہر قسم کی پہنی۔ جس قسم کے سر کے بال میسر تھے عرب کو سارے آپ نے استعمال کر لئے اور کسی کو بھی دھنکارا نہیں۔ اسی طرح قیص کا انہوں نے ذکر کیا اور شلوار اور دھوتی وغیرہ ہر قسم کے حالات میں سے آپ گزرے اور ہر قسم کا لباس استعمال کیا۔ جو تی کے متعلق بھی یہی عمل رہا اور نتیجہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسوہ ہے کہ جو میسر آئے وہ پہن۔

میسر میں دو چیزیں ہیں ایک ہے کپڑا۔ ایک ہے ضرورت کے مطابق کپڑا۔ یہ دونوں میسر آنے کے لحاظ سے ہے۔ مثلاً جہاں سردی ہے وہاں اسوہ یہ ہے کہ سردی کے مطابق کپڑا پہنوا اور جہاں گرمی ہے وہاں گرمی کے مطابق کپڑا پہنوا۔ اسی واسطے اسی کو دیکھ کے ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ وہ بڑا قیمتی کپڑا بھی پہنتے تھے لیکن پیار کوئی نہیں کرتے تھے کپڑے سے۔ پیار کپڑا دینے والے سے ہی کرتے تھے۔

تاماں میں یہ رہا ہوں کہ جو خیرخواہی کا جذبہ بنی نوع انسان کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں موجzen تھا اس کے وسعت کا احاطہ کرنا بھی میرے اور آپ کے لئے ممکن نہیں قیامت تک وہ پھیلا ہوا ہے اور ہر چیز کے متعلق زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق انسان کی ہر ضرورت کے متعلق۔ ہر انسان کی عمر کے مطابق آپ نے خیرخواہی کی، بچے کو اپنی خیرخواہی سے باہر نہیں چھوڑا۔ بزرگ کو اپنی خیرخواہی سے باہر نہیں چھوڑا۔ مرد کو اپنی خیرخواہی سے باہر نہیں چھوڑا، عورت کو اپنی خیرخواہی سے باہر نہیں چھوڑا۔ جانوروں کو اپنی خیرخواہی سے باہر نہیں چھوڑا۔ پہلے بھی میں نے بتایا تھا کہ ہر چیز کے حقوق اسلام نے قائم کئے اور ان کی حفاظت کا سامان پیدا کیا۔ اس کے مطابق تعلیم دی اور ہمیں حکم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ

کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ یہ ہمارے لئے حکم ہے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم اور فساد کو دور کرنے کی کوشش کرو پیدا کر کے نہیں بلکہ ظلم اور فساد سے بچتے ہوئے ظلم اور فساد کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ہاتھ سے کسی کو ظلم سے روکنے کے تیجہ میں ایک اور ظلم پیدا کرنے کا موجب بن جانے کا خطرہ محسوس کرو تو ہاتھ سے ظلم نہ رو کو بلکہ دعا کرو اس وقت اگر مادی سامان تمہارے پاس نہ ہوں یا تم سمجھو کہ اسکے استعمال سے نتائج اچھے نہیں نکلیں گے مادی سامان چھوڑ دو، روحانی سامان سے کام لو۔ روحانی تدایر کرو۔ اپنے خدا کے حضور جھکلو اپنے خدا کے حضور التجا کرو و تضرع سے دعا کرو کہ اسے خدا بني نوع انسان کی بھلائی اس قسم کی بھی ہے ہزار قسم کی بھی ہے دعا کرو کہ ہر قسم کی بھلائی کے سامان پیدا کر۔ بني نوع انسان کی بھلائی انہیں ملے اور جو فساد اور جو ظلم آپ کو نظر آ رہے ہوں ان کا نام لے کے خدا سے کہو۔

آج کی دنیا میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ انسان انسان سے پیار نہیں کرتا۔ انسان انسان سے بر سر پیکار ہے۔ گورا کا لے سے لٹر رہا ہے، کالا گورے سے لٹر رہا ہے۔ رنگ کا امتیاز فساد اور ظلم کا موجب اور حق تلفی کا باعث بن رہا ہے۔ سفید فام، سیاہ فام سے لٹر رہا ہے جو گندی رنگ والے ہیں وہ گندی رنگ والوں سے لٹر رہے ہیں جو افریقہ کے رہنے والے ہیں وہ آپس میں لٹر رہے ہیں۔ عیسائی ہیں وہ عیسائیوں سے لٹر رہے ہیں اور دوسرے مذاہب والے آپس میں ہم مذہبوں سے لٹر رہے ہیں۔

اس وقت انسان انسان پر ظلم کر رہا ہے انسان انسان کے لئے تکلیف کے سامان پیدا کر رہا ہے۔ اسے دُکھ پہنچانے کے سامان پیدا کر رہا ہے اور ہم ہاتھ سے اسے روکنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔ جماعت احمد یہ کوئی میں مخاطب کر رہا ہوں اور ہم سے مراد ہے جماعت احمد یہ۔ ہم ہاتھ سے ظلم روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جہاں ہم ہاتھ سے ظلم روکنے کی طاقت رکھتے ہیں وہاں اس وجہ سے ہم ہاتھ سے ظلم روکنے سے پر ہیز کرتے ہیں کہ اسے پھر اور فساد بڑھنے کا اندیشہ ہے لیکن اگر ہم اس قسم کی دکھوں کی ایک لمبی فہرست سامنے رکھیں اور دنیا کے ہر خطہ میں انسان دکھی انسان ہمیں نظر آئے تو ہم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں ہم جن کے آقا کے متعلق قرآن کریم میں یہ بیان ہوا کہ **لَعْلَكَ بَاخِعُ نَفْسَكَ**

آلٰا يَكُونُو امُّو مِنْيَنَ (الشعراء: ۳۶)۔ کہ ایمان کے تقاضے پورا کر کے جن جنتوں کو انسان حاصل کر سکتا ہے وہ حاصل نہیں کر رہے۔ وہ سکھ کی جنتیں، وہ آرام کی جنتیں، وہ امن کی جنتیں، وہ ادایگی حقوق کی جنتیں وہ ان کو حاصل نہیں کر رہے اور تو دُکھ اٹھا رہا ہے۔ لوگوں کی خاطر اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے۔

اس اسوہ پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کو یہ سمجھ عطا کرے کہ وہ انسان سے پیار کرنے لگ جائے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ یہ عقل عطا کرے کہ وہ انسان کے حقوق ادا کرنے لگ جائے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ یہ اخلاق عطا کرے کہ وہ دوسرے انسانوں کے حقوق کو غصب کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ ادایگی حقوق کی طرف متوجہ ہو۔

پس اس وقت میں مختصرًا مگر نہایت اہم بات کی طرف جماعت کو توجہ دلارہا ہوں کہ وہ دعاوں کے ساتھ بُنی نوع انسان کی خدمت کریں۔ اس قدر دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ ان دعاوں کے نتیجہ میں بُنی نوع انسان کے سکھ کے سامان پیدا کرے اور آپ کے لئے پیار کی جنتوں کے سامان پیدا کرے۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۱ جون ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۴)



نوع انسان کے دل خدائے واحد و یگانہ کے جھنڈے تلے جمع کر دیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ وَرَسُورَةً فَاتِحَةً كَيْ تَلَاوَتْ كَيْ بَعْدَ حَضُورِ النُّورِ نَفْرِمَايَا:-

بعض اذہان میں یہ غلط خیال پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لئے نذیر اور موننوں کے لئے بشیر ہیں۔ قرآن کریم نے ہمیں جو تعلیم دی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر جو روشنی ڈالی ہے اس سے ہمیں پتا لگتا ہے جو وہ اس سے کچھ مختلف ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ کا تعلق آپ کی رحمت کا تعلق صرف انسان سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ہر خلوق سے ہے۔ اس سے پہلے ایک خطبہ میں میں مختصر اس مضمون پر بھی روشنی ڈال چکا ہوں۔ اس وقت میرا یہ موضوع نہیں۔

اس عالمگیر رحمت کا جلوہ جو انسان پر ظاہر ہوا وہ **كَافَةً لِلنَّاسِ بِشَيْرًا وَنَذِيرًا**
(سبا: ۲۹) کی شکل میں کہ تمام بني نوع انسان کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں۔

اس آیت کے کلکٹر سے ہمیں بہت سی باتیں پتا لگتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ تمام قوتیں اور طاقتیں عطا کر دی ہیں جن کے استعمال سے وہ بدی سے بچ سکتا ہے۔ جن کے نتیجہ میں وہ ان را ہوں پر چلنے سے محفوظ رہ سکتا ہے جو خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی اور شیطان کی گود تک پہنچانے والی ہیں۔ اس سے ہمیں یہ بھی پتا لگتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ تمام صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں جن کی نشوونما کے بعد اور جن کے مطابق اعمالِ صالح بجالا کر انسان خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کر سکتا ہے، اس کی رضا کو پاسکتا ہے، اس کی جنتوں کا وارث بن سکتا ہے، اس کی بے شمار نعماء سے حصہ لے سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافر کے لئے نذر بھی ہیں اور بشیر بھی ہیں۔ کافر کے لئے نذر اس معنی میں کہ آپ اسے کہتے ہیں کہ دیکھو! جس غرض کے لئے خدا تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور مقصود حیات کے حصول کے لئے جو قویں اور استعدادیں اس نے تمہیں عطا کیں اور تمہاری رہبری کے لئے جو عظیم ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نازل ہو چکی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں میں تمہارے لئے کامل شریعت لے کے آیا ہوں۔ تم اگر میری بات کو سنو گے نہیں، اگر تم اپنی طاقتوں کو ضائع کرو گے، اگر تم خدا کی طرف توجہ نہیں کرو گے اور شیطان کی طرف منہ کر کے اپنی زندگی کے دن گزارو گے تو اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ تمہارے حصہ میں آئے گی۔ یہ انذار کرتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو اور بشارت دیتے ہیں کہ میری آواز پر لبیک کہو میں تمہاری عزت کو قائم کرنے کے لئے، میں تمہاری دینیوی اور روحانی فلاح و بہبود کے لئے آیا ہوں۔ ایسی تعلیم لے کے آیا ہوں جو زندگی میں بھی تمہاری بھلانی کے سامان پیدا کرتی ہے اور اخروی جنتوں کے بھی سامان پیدا کرتی ہے۔ جو حقیقی زندگی خدا چاہتا ہے تم گزارو، اس زندگی کے سامان پیدا کرنے کے لئے میں آیا ہوں۔ اسی واسطے قرآن کریم نے یہ کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہو کیونکہ وہ تمہیں بلا تے ہیں اس لئے **لَيُحِيِّكُمْ** کہ وہ تمہیں زندہ کریں۔ **إِذَا دَعَاهُ كُمْ لِمَا يُحِيِّكُمْ** (الانفال: ۲۵) کہ تمہیں اس غرض سے بلا تے ہیں کہ تمہیں زندہ کریں۔ یہ کفار کو کہا گیا۔ اب یہ انذار تو نہیں یہ تو بشارت ہے بڑی زبردست۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح نذر ہیں کافر کے لئے اس طرح بشیر بھی ہیں کافر کے لئے اور یہ خیال بھی غلط ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے لئے محض بشیر ہیں جو اعلان کرتا ہے کہ میں آپ پر ایمان لا یا اور آپ کے رب پر ایمان لا یا۔ آپ بشیر بھی ہیں اس کے لئے اور نذر بھی ہیں اس کے لئے یعنی جس طرح کافر کے لئے نذر اور بشیر ہیں

اسی طرح مومن کے لئے بھی نذری اور بشیر ہیں۔ قرآن کریم بھرا پڑا ہے اس مضمون کے ساتھ اور ایک آیت میں نے اٹھائی ہے جس میں صاف، بالکل وضاحت کے ساتھ یہ ہے کہ مومنوں کے لئے آپ نذری بھی ہیں اور بشیر بھی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے۔

إِنَّ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَّبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف: ۱۸۹) کہ میں صرف نذری اور بشیر ہوں مومن قوم کے لئے۔ تو یہ خیال کہ مومنوں کے لئے محض بشیر اور نذری نہیں اور کافروں کے لئے محض نذری اور بشیر نہیں یہ غلط ہے۔ اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ ایک دفعہ ایمان کا دعویٰ کر دیا پھر بشارتیں ہی بشارتیں ہیں، پھر خیر ہی خیر ہے، پھر خوشحالی ہی خوشحالی ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی رضا ہی رضا ہے اور ہماری کوئی ذمہ داری نہیں، ہمارے اوپر کوئی پابندیاں نہیں، گناہوں سے بچنے کے لئے ہم نے کوئی کوشش نہیں کرنی۔ نیکیاں کرنے کے لئے ہم نے ہر قسم کی جدوجہد اور سعی نہیں کرنی۔ یہ خیال غلط ہے۔

اصولی طور پر خدا تعالیٰ نے جو **لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ** مومن قوم کو جو بشارت دی وہ بڑی زبردست ہے وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ (آل عمران: ۱۳۰) ہر شعبۂ زندگی میں فویت تمہیں حاصل ہوگی یہ بشارت ہے حاصل ہوگی۔ اعلیٰ کا لفظ بولا ہے نا۔ ہر شعبۂ زندگی میں فویت تمہیں حاصل ہوگی یہ بشارت ہے مگر اس کے ساتھ میں نے قرآن کریم پر بڑا غور کیا ہر بشارت کے ساتھ انذاری پہلو ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک انذار ہے۔ **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** اگر تم ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا نہیں کرو گے تو یہ بشارت تمہارے حق میں پوری نہیں ہوگی۔ **الْأَعْلَوْنَ** والی اور تیرہ چودہ سو سالہ اسلامی زندگی میں جو مسلمان ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی آپ تاریخ دیکھیں اس کے دونوں پہلو انذار کے بھی اور تبیشر کے بھی بڑے زبردست طریقے پر پورے ہوئے۔ ایمان کے تقاضے جہاں بھی پورے کئے گئے، فویت بشارت کے مطابق **لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ** انہی کو حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی وہ تو اس زمانے کا توہر لمحہ اس کی تائید کر رہا ہے کیونکہ آپ کی تربیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم تھے وہ تقاضوں کو پورا کر رہے تھے ایمان کے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیادت کر رہے تھے۔ ہر وقت ان

کی رہنمائی تھی۔ جس وقت انتہائی دکھوں کی زندگی تھی ان دکھوں میں سے کامیاب نکلے۔ تیرہ سالہ زندگی کے دکھ اٹھا کے پھر چند سال میں سارے عرب پر غالب آ جانا یہ کوئی معمولی مجرہ نہیں ہے۔ ایسا مجرہ ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی کہ کسی قوم کو تیرہ سال تک اس طرح پیسا گیا ہو کی زندگی میں اور آٹھ سال تک حملہ آور ہو کر اس طرح کوشش کی گئی ہو ان کو نیست ونا بود کرنے کی اور پھر میں سالہ اس ظالمانہ کوشش کا نتیجہ اسلام کی موت نہیں بلکہ مسلمان کی زندگی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

پھر ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ لیتے ہیں۔ چھوٹی سی قوم ہے۔ غیر مہذب ہے۔ طاقت ان کے پاس کوئی نہیں۔ تھیار ان کے پاس اچھا نہیں۔ تجربہ کار یہ نہیں ہیں جنگ کے میدان میں اور مال و دولت ان کے پاس نہیں ہے پھر ہم کسری کا یہ غرور دیکھتے ہیں۔ ساری دنیا کے خزانے لوٹے ہوئے تھے۔ اتنے ہیرے جواہرات تھے کہ ہمارے جرنیلوں کو تو شاید بیس روپے کی ٹوپی ملتی ہو گی پہنچنے کا اور ان کے کورکمانڈر ایک لاکھ کے ہیرے جڑے ہوتے تھے اس کی ٹوپی میں۔ یہ اس کا حکم تھا کہ ایک لاکھ ہیرے اور اس زمانہ میں ایک لاکھ میں جو ہیرا ملتا تھا اب شاید دو کروڑ میں بھی نہ ملے۔ ان کو خیال پیدا ہوا کہ ہم مٹا دیں گے اور ہوا یہ کہ پہلے اس نے یہ ترکیب کی۔ یہ اس کا بڑا زبردست منصوبہ ہے۔ عام طور پر ہمارے جو مبلغ ہیں وہ اپنی تقریروں میں اس حصہ کو نہیں لیتے۔ یہ جوارتداد کا فتنہ پیدا ہوا ہے عرب میں، یہ سارا منصوبہ ایران کے کورٹ میں یعنی بادشاہ نے خود چھ سو عرب سرداروں کو بلا کے یہ منصوبہ بنایا تھا اسلام کو مٹانے کے لئے۔ تو حملہ تو کر دیا اس نے جس وقت یہ ناکام ہوا منصوبہ اس کا تو چھیڑ چھاڑ اس نے اور دوسرے طریقے پر کی ہو گی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید ابھی مدینہ نہیں پہنچے تھے ان کو پیغام بھیجا کہ یہ سرحدیں جو ہیں وہ محفوظ نہیں ہیں۔ فتنہ تو شروع ہو گیا تو چلے جاؤ۔ جو تمہارے پاس فوج ہے وہ بھی لے کے چلے جاؤ۔ اٹھارہ ہزار فوج ان کے پاس۔ چار ہزار گھوڑ سوار اور چودہ ہزار پیادہ اور کسری کے مقابلے میں۔ انہوں نے پھر بعد میں ان کو حکم مل گیا تھا قیصر کے مقابلے میں جانے کا چار پانچ لڑائیاں لڑی ہیں۔ ہر لڑائی میں کسری کی تازہ دم فوج ایک نئے کورکمانڈر کے ماتحت ساٹھ ستر ہزار سے لے کے ایک لاکھ کی تعداد میں آتی تھی

اور یہ یہ پھرے وہی اٹھا رہ ہزار کچھ شہید ہو گئے کچھ زخمی ہو گئے۔ تھکے ہوئے اور ان کا مقابلہ اس زمانے میں اس قسم کا تو نہیں تھا امریکہ سے بیٹن دبایا اور گولہ بر سادیا کسی کچھ ہزار سات ہزار میل پر۔ آمنے سامنے ہو کر لڑنا پڑتا تھا۔ فرق تعداد کا اتنا تھا کہ ہر آدمی گھٹنے، گھٹنے کے بعد اگلی صاف لڑنے والی کسری کی پیچھے چلی جاتی تھی اور تازہ دم آگے آ جاتی تھی اور مسلمانوں کی ایک ہی صاف اور وہ صحیح سے لے کے شام تک لڑنے والے اور جیتے چلے جاتے تھے۔ کیا چیز جبار ہی تھی ان کو؟ دنیا کا کوئی اصول تو نہیں ان کو جتا سکتا۔ یہ وعدہ تھا ان سے آئُتُمُ الْأَعْلَوْنَ فویتیت تمہیں حاصل ہوگی۔ **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** ایمان کے تقاضے پورے کرتے چلے جاؤ اللہ تعالیٰ کی نعماء سے اپنی محبویوں کو بھرتے چلے جاؤ۔

پھر جس وقت یہ جنگ جو تھی ایران کے خلاف یہ اپنے عروج کو پہنچی ہوئی تھی اس وقت قیصر نے سوچا پھنسا ہوا ہے عرب کا مسلمان۔ یہ موقع ہے ان کو پیچھے سے حملہ کر کے مٹا دو۔ دو محاذ کھل گئے۔ دونوں کی زبردست طاقتیں سامنے آ گئیں۔ اس وقت ان کو حکم ملا تھا کہ آدمی فوج لے کے تم اس محاذ پر چلے جاؤ یعنی وہاں چھوڑ دیئے تھے پیچھے صرف نو ہزار ہی کسری کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے لیکن اس وقت سر نہیں گئے جاتے تھے۔ اس وقت تو ان **كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** سامنے رکھ کے دلوں کی حالت دیکھی جاتی تھی۔

اسی زمانے میں مختصرًا میں بیان کر دوں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ سے بھی پہلے خط لکھا پوری رپورٹ تفصیلی لکھ کر یہ ہوگا یہ نقشہ بنے گا۔ اس طرح میرے مقابلہ میں تازہ دم فوجیں آئیں گی مجھے ملک بھیجیں۔ ہر نیا معزز کر کوئی دودن بعد کوئی تین دن کے بعد ہوا ہے۔ مہینوں کے وقفہ کے بعد نہیں، دونوں کے وقفہ کے بعد ہوئے ہیں۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی ملک بھیج دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے وہ کھڑے ہو گئے انہوں نے کہا یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ اتنی تفصیل سے ہمیں رپورٹ دی ہے یہ حالات ہیں اور آپ ایک آدمی کی ملک بھیج رہے ہیں۔ اس خدا کے بندہ نے آرام سے یہ جواب دیا کہ جس فوج میں اس جیسا آدمی ہو وہ شکست نہیں کھایا کرتی۔ اور پھر خیر وہ لمبا ایک واقعہ ہے اس نے بھی جا کے کارنا مے جو دکھائے۔ پھر یہاں جو ایک ہی جنگ کا میں ذکر کر دیتا ہوں۔ یہ موک کی جنگ میں

تین لاکھ فوج قیصر کی عیسائیوں کی اور اس کے مقابلے میں یہ کئی فوجوں کے مختلف جگہوں کے یونٹ اکٹھے کر دیئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آگیا ہے خلافت کا۔ تو چالیس ہزار اندازہ ہے یعنی ہر ۵۷ ہزار کے مقابلے میں دس ہزار یہ وہی قریباً نسبت رہ گئی اور پانچ دن عملاء جنگ ہوئی۔ ایک دن ان کے کہنے پر وقفہ ہو گیا تھا اور اس طرح بری طرح شکست کھاتی انہوں نے کہ کوئی حد نہیں۔

اس میں ایک واقعہ اور ہوا جو میں ذکر کر دیتا ہوں کیونکہ وہ اصل مضمون میرا جو ہے اسی کے متعلق میں بیان کر رہا ہوں۔ یہ اس کی مثالیں دے رہا ہوں۔ پانچویں دن جس دن آخری معرکہ ہوا اور انہوں نے شکست کھاتی اور کہتے ہیں کہنے والے واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے کہ ستر ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کے وہ تین لاکھ کی فوج بھاگی تھی چالیس ہزار کے مقابلے میں اور پہلے جو چار دن تھے ان میں پانچیں کتنے زخی ہوئے۔ کیا ہوا اس کا پتا نہیں۔ پانچویں دن خالد بن ولید نے اپنے دوستوں کو جو سرداران مکہ کے بیٹے تھے جن میں عکرمہ بھی تھا ابو جہل کا بیٹا، ان کو بلایا اور کہا کہ دیکھو تم نے بڑا المبار عرصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دشمنی کے مظاہرے کئے اور جنگوں میں شامل ہوئے، اسلام کو مٹانے کی کوشش کی۔ تمہارے چہروں پر ایسے داغ ہیں کہ تمہارے خون کے علاوہ کوئی چیز ان کو نہیں مٹا سکتی اور آج موقع ہے اپنے چہروں کے دھبے دھوڈالو۔ ایک سو چالیس دوست اکٹھے کئے انہوں نے۔ ایک سو چالیس سے حملہ کروادیا تین لاکھ کی فوج پر۔ کوئی کہے گا پاگل پن تھا۔ کوئی کہے گا خدا تعالیٰ کے پیار کا سمندر موجز ان تھا۔ انہوں نے بھی کوئی پچکچا ہٹ نہیں کی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ایسے دھبے ہیں جو صرف ہمارا خون دھو سکتا ہے اور آج ہم دھوڈالیں گے۔ ایک آدمی نہیں بجا ان میں سے۔ نجی ہی نہیں سکتا تھا۔ ۱۳۰ آدمی تین لاکھ پر حملہ آور ہو جائے۔ نچنے کا سامان ہی نہیں۔ کہتے ہیں ایک زخمی زندہ بعد میں ملا ان کو جو چند گھنٹے کے بعد وہ بھی فوت ہو گیا لیکن باقیوں کی تو لاشیں ہی وہاں سے اٹھاتی انہوں نے۔ ان میں عکرمہ بھی تھے۔

یہ کس برتبے پر لٹر رہے تھے؟ آئُشُمُ الْأَعْلَوْنَ کے۔ حضرت خالد بن ولید نے ایک گلگہ فوج کو جوش دلانے کے لئے انہوں نے کہا کہ فوجوں کی ہار اور جیت ان کی تعداد پر نہیں ہوا

کرتی بلکہ خدا تعالیٰ کے اس فضل پر ہوتی ہے جو انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

بتا میں یہ رہا ہوں کہ **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** کے جب تقاضے پورے ہوں تو اس طرح بھی ہو جاتا ہے جیسا تاریخ نے ریکارڈ کیا اگر **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** کے تقاضے پورے نہ ہوں تو پھر ایسا بھی ہمیں نظر آتا ہے مختلف ملکوں میں کہ اس ملک میں جو جو تی بھی سرپرمانے کے لئے اٹھائی جاتی ہے وہ مسلمان کے سرپر پڑتی ہے۔ ایسے ظارے بھی تاریخ میں دیکھے۔

ایک دفعہ ایک صحافی نے مجھ سے پوچھ لیا تھا کہ ہم سے کوئی وعدے بھی ہیں؟ ہمیں کوئی بشارت میں بھی دی گئی ہیں؟ میں نے کہا کیوں نہیں بشارت بڑی زبردست ہے۔ میں بشارت ہوں یہ اصولی بشارت ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں فوقیت تمہیں رہے گی حاصل **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ**۔ میں نے کہا **أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ** کی بشارت ہے اور تمہیں کون سی بشارت چاہیے۔ ہر شعبۂ زندگی میں تمہاری فوقیت لیکن چھوٹی سی ایک شرط لگائی تھی ساتھ **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ**۔ یہ جو شرط لگانا ہے یہ انذار ہے۔ اسی سے انذار پتا لگتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو بشارت میں تمہیں بہت زبردست دے رہا ہوں **أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ** مگر ڈرا تباہی ہوں تمہیں۔ اگر تم نے ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا نہ کیا تو تمہارے حق میں یہ بشارت پوری نہیں ہوگی۔

ایک دوسری جگہ موننوں کو بشارت ملی مغفرت کی۔ **لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ** **إِنَّ اللَّهَ يَعِفُّ الرُّذُوبَ جَمِيعًا** (الزمر: ۵۳) بڑی زبردست بشارت ہے رزق کریم کی۔ یہ کریم جو میں نے Study کیا ہے کریم کے لفظ کے معانی کو، یہ ہر شخص کے مزاج کے مطابق اور طبیعت کے مطابق معنی دیتا ہے۔ تو رزق کریم نوعی لحاظ سے جو انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والا رزق، جو انسان کی زندگی کے مختلف مراحل میں اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا رزق مثلاً دو مہینے کے بچے کے لئے دو دھ جو ہے ماں کا وہ رزق کریم ہے۔ اس کی حالت کے مطابق ہے اور اس کے لئے اگر آپ نہایت اچھا پکا ہوا پاکستان کا بہترین باور پچی جو ہے وہ موٹا پلا ہوا چوزہ جو ہے پکا کے دو مہینے کے بچے کے منہ میں ٹھونسے تو وہ رزق تو ٹھیک ہے لیکن وہ کریم نہیں ہے اس کے لئے، طیب نہیں ہے اس بچے کے لئے۔

تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے جیسے تمہارے حالات بدلتے جائیں گے تمہارے حالات کے مطابق میں تمہاری ضروریات پوری کرنے کا سامان پیدا کرتا چلا جاؤں گا۔ رزق کے معنی صرف کھانا ہی نہیں ہے بلکہ ضروریات پورا کرنے کا سامان تمہیں دیتا چلا جاؤں گا لیکن ساتھ انذار بھی ہے اتنا زبردست، مغفرت بھی ہے۔ حالات کے مطابق تمہیں ہر چیز میسر بھی آجائے گی۔ انذار ہے یہ کہ اگر تم ہجرت نہ کرو ہمارے حکم کے مطابق اور جہاد میں حصہ نہ لو اور مومن بھائیوں کو پناہ نہ دو اور بھائی بھائی کی مدد نہ کرے اور اس طرح تم سچے مومن نہ بنو یعنی قرآن کریم نے بھی مومن مومن میں فرق کر کے ایک جگہ خالی مومن کہا ہے۔ ایک جگہ **الْمُؤْمِنُونَ حَقًا** کا لفظ ہے اسی آیت میں جو میں پڑھ رہا ہوں۔ یہ فرق خود قرآن کریم نے کیا ہے۔ سچے مومن نہ بنو تو یہ بشارت تمہارے حق میں پوری نہیں ہوتی۔ فرمایا:-

وَالَّذِينَ أَمْنَوا وَهَا جَرُوا وَجَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ أَوْفَا
وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ○

(الانفال: ۷۵)

ہجرت کے معنی محض اپنے گاؤں کو یا شہر کو یا اپنی جائیداد کو چھوڑ کے دوسرا جگہ منتقل ہونے کے نہیں ہجرت کے معنی ہیں ہر اس چیز کو چھوڑ دینے کے جسے چھوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہو۔ اس معنی کی طرف زیادہ تر توجہ ہمارے جو صوفیاء مفسر ہیں ان کی لگتی ہے۔ وہ بہت سارے تو دوسرا طرف آتے ہی نہیں۔ وہ اپنے ہی معنی کر جاتے ہیں لیکن وہ بھی معنی ہیں۔ جس نے خدا کی خاطر ملکہ جیسے شہر کو چھوڑا، اپنی جائیدادیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں۔ ہمیشہ کے لئے میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ فتح مکہ کے بعد بھی ان جائیدادوں کو واپس لینے کا کوئی Claim نہیں کیا انہوں نے۔ اسی طرح واپس آگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، بڑا زبردست واقعہ ہے وہ بھی۔ تفصیل بتائیں گے تمہیں یہاں کہیں۔ اور وہ بھی ہجرت ہے لیکن ہر وہ چیز جس سے خدا منع کرتا ہے اس کو چھوڑ دینا وہ بھی ہجرت ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس آیت میں بنیادی طور پر دراصل سارے اعمال صالح Cover کیا ہے ان کے متعلق بات کی ہے۔ جس چیز کو خدا منع کرتا ہے اس سے باز آؤ۔ ہجرت کرو۔ وَجَهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور جس چیز کے کرنے کا حکم دیتا ہے

اس کے لئے پوری سعی کرو۔ محض سعی نہیں جہاد کے معنے ہوتے ہیں انہائی کوشش کر دینا۔ ہر شخص اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق پوری کوشش کرے خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اس کے احکام کو پورا کرنے میں اور اس کی آگے پھر تفصیل کیونکہ **بُنْيَانٌ هَرَصُوصٌ** (الصف: ۵) بنانا تھا کہ تمہیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک دوسرے کی پناہ بنا چاہیے دوسروں کے دکھوں کا مدوا بنا چاہیے۔ **أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ** حَقًا یہ ہیں سچے مومن۔ نام کے مومن تو بہت سارے ہوتے ہیں لیکن قرآن کہتا ہے یہ سچے مومن ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت ہے۔ انسان ہے بشری کمزوریاں ہیں غلطی کرے گا ہزار جگہ اور اگر توبہ کرے گا تو وعدہ ہے اس کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور مغفرت کے سامان پیدا کرے گا اور اس کی ہر ضرورت پوری کرے گا وَرِزْقٌ كَرِيمٌ۔

دوسری جگہ بشارتیں دیں انہائی کامیابی تمہیں ملے گی تمہاری کوششوں کا بہترین نتیجہ نکلے گا اپنے رب کریم کی طرف سے تمہیں عظیم الشان رحمت نصیب ہوگی۔ خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کا پیار تمہیں ملے گا۔ دائمی نعمتوں والی جنتیں تمہارے نصیب میں ہوں گی۔ یہ ساری بشارتیں ہیں نا۔ انہائی کامیابی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان رحمت کامنا اس کا راضی ہوجانا۔ اس کے پیار کا حاصل ہوجانا۔ ایسی جنتوں کا، رضا کی جنتوں کا مانا جو دائیٰ ہیں جو ایک دفعہ جائیں پھر چھین نہیں جاتیں لیکن ساتھ انذار ہے۔ وہی جو دوسری جگہ ہے میں نے بتایا ہے نا کہ دراصل وہ سارے اعمال کو یعنی جو کہ کرنے کے ہیں ان کی اطاعت کرنا۔ اس اطاعت میں انہائی توجہ اور انہائی زور لگا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نمونہ ظاہر کرنا۔

آَذِينَ أَمْنُوا وَ هَا جَرُوا وَ جَهَدُوا فِي سَيِّلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ أَنفُسِهِمْ لَا أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ۔ (التوبہ: ۲۰) انہائی کامیابی جس کا میں نے ترجمہ کیا تھا۔ یہ بشارت ہو گئی نا۔ **أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاغِرُونَ** کامیابی بڑی ہے۔ **يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ** ان کو بشارت دو۔ یہ ساری بشارتیں ہی ہیں جس کو میں نے کہا تھا نا بشارت۔ آپ میں سے کسی کا دماغ ادھرنہ چلا جائے کہ وہ تو جزا ہے۔ کوئی جزا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ **يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ** (التوبہ: ۲۱) خدا تعالیٰ

اپنی رحمت کی انہیں بشارت دیتا ہے۔ رضوان اور اپنی رضا کی انہیں رحمت دیتا ہے۔ وَ
جَنَّتٌ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ (التوبۃ: ۲۱) ابدی نعماء والی جنتوں کی انہیں بشارت
 دیتا ہے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ بڑا اجر دینے والا ہے لیکن
هَا جَرُّوا وَاجْهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَا مُؤْمِنُوهُمْ وَأَنفُسِهِمْ یہاں جہاد کے معانی کا تجزیہ
 کر کے اس کوکھول کے بیان کر دیا ہے، اپنے اموال سے اور اپنے نفسوں سے یعنی خدا تعالیٰ کے
 لئے اپنے نفس کی تہذیب کرنا، انہیں پالش کرنا اور خدا کی ملت اسلامیہ اور اشاعت اسلام کے
 لئے اپنے اموال کو خرچ کرنا۔ قرآن کریم نے جہاد کو تین بنیادی معنوں میں استعمال کیا ہے۔
 اپنے نفس کو پالش کرنا یعنی ساری برائیوں کو پاک کر کے۔ وہ پاک ہے خدا تعالیٰ پاک ہے نا اور
 پاک کو پسند کرتا ہے۔ پاکیزگی میں اس جیسا بننے کی کوشش کرنا انسان خدا نہیں بن سکتا یہ
 درست ہے لیکن انسان بننے کی کوشش کر سکتا ہے۔ اس کے دل کی یہ تڑپ جو ہے وہ خدا تعالیٰ کو
 پسند آتی ہے۔ خدا کہتا ہے میرا یہ عاجز بندہ جو میری عظمت اور پاکیزگی ہے اس کے اربوں
 حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ طاقت ہی نہیں اس کو میرے مقابلے میں لیکن دل میں ایک جلن
 ہے، ایک آگ ہے، ایک تڑپ ہے، ایک لگن ہے وہ کہتا ہے میں بھی اپنے خدا کی طرح پاک
 بن جاؤں۔ خدا تعالیٰ کو وہ جو اس کی لگن اور تڑپ ہے اور جو نیت ہے، جو کوشش اس کے لئے
 وہ کر رہا ہے وہ پسند آتی ہے۔ بعض استاد کسی زمانے میں پرچے توں کے نمبر دے دیا کرتے
 تھے۔ اللہ تعالیٰ پرچے توں کے نمبر نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ تو اخلاق پر نگاہ رکھتا ہے اور اپنے پیار
 سے اٹھا کے اور اپنی گود میں رکھ لیتا ہے۔ اتنی عظیم بشارتیں ہیں۔ بشارت کا لفظ بھی یہاں
 استعمال ہوا ہے لیکن انڈار کا پہلو بھی ہے اگر تم بھرت اپنے پورے معانی میں جو بھرت کے ہیں
 جو خدا تعالیٰ نے بیان کئے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اوپر روشنی ڈالی ہے، آپ کے
 اسوہ میں وہ چیز ہمیں نظر آتی ہے، اس کے مطابق بھرت نہیں کرو گے اگر اس کے مطابق جہاد
 نہیں کرو گے۔ میں بتارہاتھا تین معنے ہیں ایک نفس کے خلاف جہاد۔ ایک قرآن کریم کو ہاتھ
 میں پکڑ کے ساری دنیا میں قرآن کریم کے نور کو پھیلانے کی کوشش وہ بھی قرآن کریم کی
 اصطلاح میں جہاد ہے اور ایک اس انجان ناسجح کے خلاف جہاد جو خدا تعالیٰ کی پیاری قوم کو

مادی طاقت سے مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلواریں بھی ہوں گی تو کوئی پرواہ نہ کرنا میرے نام کے اوپر کھڑے ہو جانا جیسا کہ میں مثالیں دے کر پہلے آپ کو بتا چکا ہوں۔ بہرحال یہ سارے اعمال صالحہ کے اوپر تحریت اور جہاد کا لفظ احاطہ کئے ہوئے ہے۔ بشارت خدا تعالیٰ کی رحمت کی دی اور شرطیں۔ قرآن کریم میں بشارتوں کے ساتھ انذاری پہلو مختلف جگہ ساری تعلیم ہی یہ بھری ہوئی ہے یعنی ہر حکم جو ہے اس کا ایک پہلو انذار کا نکل آتا ہے یعنی یہ کہا کہ اپنے بھائی سے حسن سلوک کر۔ اسے ذکر نہ پہنچا۔ دونوں معنی منفی اور ثابت دونوں چیزیں۔ اگر وہ ذکر پہنچاتا ہے حکم نہیں مانتا تو وہ انذار ہے اگر وہ سکھ پہنچاتا ہے تو وہ بشارت بن جاتی ہے۔ عملاً اگر وہ ایسا کرتا ہے اُولِّیٰکَ سَيِّرَ حَمْهُمُ اللَّهُ (التوبۃ: ۱۷) خدا تعالیٰ کی رحمت کے وارث ہوں گے۔ کون لوگ؟ وہ مومن مرد اور مومن عورتیں جو بعض بعض کے خیر خواہ ہیں۔ امر بالمعروف کرنے والے، منکر سے روکنے والے، نمازوں کو قائم کرنے والے، زکوٰۃ کو دینے والے، غرض کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی پوری اور سچی اور کامل اطاعت کرنے والے۔ اُولِّیٰکَ سَيِّرَ حَمْهُمُ اللَّهُ۔ تو جو شخص باہمی دوستی اور خیر خواہی نہیں رکھتا، امر بالمعروف نہیں کرتا، نبی عن المنکر نہیں کرتا، نماز کو شرائط کے ساتھ قائم نہیں کرتا پڑھتا تو ہے لیکن شرائط کے ساتھ قائم نہیں کرتا، زکوٰۃ کو اس کی شرائط کے ساتھ ادا نہیں کرتا۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت میں کمی کرتا ہے وہ انذار ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاؤ گے اگر ایسا کرو گے۔ یہ آخر میں میں نے دو آیتیں اس لئے لی تھیں اس کا دوسرا حصہ نبی والا حصہ بھی ایک دوسری آیت میں ہے۔ دونوں سامنے آجائیں گی تو آپ پرمضمون واضح ہو جائے گا۔ دوسری آیت میں ہے کہ ایک گروہ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ ان کی وہ کوششیں جو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے ظاہر نظر آتی ہیں، قبول نہیں کرے گا۔ ان کے صدقات قبول نہیں کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے عذاب کا سامان پیدا کرے گا اور ہیں وہ اتفاق فی سبیل اللہ کرنے والے اور نماز ادا کرنے والے۔ یہ وہ گروہ ہے جن کے متعلق خدا کہتا ہے کہ ان کی قرب الہی کی کوششیں قبول نہیں ہوں

گی۔ خدا تعالیٰ ان کے لئے عذاب پیدا کرے گا۔ بظاہر وہ خرچ بھی کرتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ مومن بھی ہیں اور کفراللہ بھی کر رہے ہیں اور رسول کا بھی کفر کر رہے ہیں۔

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفْقَتُهُمْ إِلَّا آنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ
وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ مُكَافَرٌ (آل عمران: ۵۳) نماز پڑھتے ہیں مگر ٹھوٹگے مارتے ہیں یعنی شرائط اس کی قائم نہیں کرتے۔ ان کے دل میں خدا تعالیٰ کا پیار نہیں۔ وہ جو عاجزی کی کیفیت دل اور دماغ اور روح میں پیدا ہونی چاہیئے وہ نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کو ہی حاکم اور دیا لو نہیں سمجھتے بلکہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور قبروں پر مثلًا سجدہ بھی کر لیتے ہیں جا کے اور پیروں کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ اس قسم کی نماز پڑھنے والے ہیں۔ وَلَا يُنِفِّقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ۔ دیتے تو ہیں مگر نفرت کے ساتھ دیتے ہیں۔ بثاشت کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے ایمان کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ خرچ کرے اور بثاشت سے خرچ کرے کراہت سے خرچ نہ کرے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ نماز پڑھے اور نماز کو شرائط کے ساتھ قائم کرے۔ نہیں کہ گسانی۔ مثلًا آگئے دوڑ کے ادھر اور دیکھ لیا اچھا کسی کی نظر مجھ پر پڑی ہے مجھے پھر نماز پڑھنی پڑے گی تو آگئے اور ظاہر میں ٹھوٹگے بھی مار لئے۔ ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور عملًا کفر باللہ اور کفر بالرسول بھی ہے اور ساتھ یہ دعویٰ بھی ہے یہ ہے ہی منافقوں کے متعلق۔ ایسے کمزوروں کے متعلق جو نماز بھی پڑھتے ہیں آخر وہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں نا جو آجاتے ہیں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اور زکوٰۃ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

تو اس کو چاہیئے آپ تمہید سمجھ لیں۔ جو کچھ ابھی تک میں نے بیان کیا۔ میں جماعت کے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت ہی متضرع انہ دعاویں کے نتیجہ میں اور آپ کو جو اس نے بشارتیں دی تھیں اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو اس لئے قائم کیا ہے کہ ساری دنیا میں صحیح اور سچے اسلام کو وہ پھیلا کے اور قائم کر کے اور بنی نوع انسان کے دلوں کو پیار اور محبت کے ساتھ خداۓ واحد و یکانہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور بشیر اور نذیر کافہ لِلنَّاسِ ہیں ان کے

لئے جیتے۔ بُنی نوع انسان کے دلوں کو جیت کے خدا نے واحدویگانہ کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے جھنڈے تلے جمع کرے بُنی نوع انسان کو۔ اس لئے آپ کو قائم کیا، اتنی آپ کو بشارتیں دی گئی ہیں اتنی بشارتیں دی گئی ہیں کہ اندازہ نہیں آپ کر سکتے۔ اگر آپ میں کوئی سمجھدار ہو تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ میرے جیسے انسان کو اتنی عظیم بشارتیں کیسے مل سکتیں؟ مجبور ہو گا اس نتیجہ پر پہنچنے پر کہ مجھے یہ بشارتیں ملی ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل۔

تو جو اس ایمان کے تقاضے ہیں جو **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَصِيغُوا الرَّسُولَ** کا مطالبہ کر رہا ہے وہ ایمان خالی نہیں کہ ہم ایمان لے آئے جو خدا اور رسول کی کامل اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو اس ایمان کے تقاضے ہیں اس کو آپ پورا کریں ساری دنیا کٹھی ہو جائے آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اس لئے کہ آپ کی ساری محنت اور کوشش مزدوری جو ہے وہ اپنے لئے نہیں خدا اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ آپ اپنے لئے مکان نہیں بنارہے۔ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محل تیار کر رہے ہیں اور ایسا قلعہ جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں ساری دنیا آجائے گی۔ اگر آپ واقع میں ایسا کر رہے ہیں تو جو بشارتیں پہلی بھی اور نئی بھی ہیں وہ آپ کے حق میں پوری ہوں گی اس واسطے کہ **إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ** والی کیفیت آپ کی زندگی میں ہے لیکن اگر آپ ایسا نہیں کر رہے تو خالی احمدی بن جانے سے منہ سے اور احمدی کہلانے دوسروں کے موہبوں سے، یہ آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

اس واسطے ہر شخص، ہر گھرانہ، ہر شہر اور قصبه اور ملک سوچے کہ اتنی بڑی بشارتیں ہمیں دی ہیں اتنی بڑی ذمہ داریاں ہم پر ڈالی گئیں، اتنے بڑے نشان ہمیں دکھائے گئے، **أَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ**۔ ہماری تو پچھلے نوے سالہ زندگی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چودہ سو سالہ زندگی کا چھوٹا سا حصہ۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے روحانی۔ اس نوے سالہ زندگی میں ہر وہ بشارت پوری ہوتی ہم نے دیکھی جس کا وعدہ ہم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا یا آپ کے طفیل آپ ہی کی بنیادی بشارتوں کے نتیجہ میں حضرت مہدی علیہ السلام نے ہمارے ساتھ کیا۔ اتنا سا آپ چندہ دے دیتے ہیں اور اتنے ملک ہیں وہ۔ پیچھے غانا میں کچھ ان کے حساب کتاب کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہاں مبلغ انچارج خود غانیں ہیں عبدالوہاب

بن آدم۔ ان کو میں نے کہا آجاؤ مشاورت بھی دیکھ لو کئی سال سے آئے نہیں اور تم سے با تین بھی کرنی ہیں۔

آپ نے چھ ملکوں میں نصرت جہاں سکیم کے ماتحت کام کرنے کے لئے جماعت کو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے نیک نیتی کے ساتھ کیونکہ اس کا نتیجہ ایسا ہی نکلا باون لاکھ روپیہ دیا تھا۔ جب وہ یہاں آئے تو یہ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۰ء کے درمیان یہ رقم باون لاکھ جمع ہوئی ہے تو کئی کروڑ روپیہ جو صرف غانا میں خرچ ہو چکا ہے۔ میں نے ان سے کہا ہر ہفتے تمہاری طرف سے مطالبہ آتا ہے کہ جی تین لاکھ کی منظوری دے دیں۔ وہ صرف منظوری مجھ سے لیتے ہیں۔ باقی سارا کچھ انہی کے اختیار میں ہے۔ پانچ لاکھ کی منظوری دے دیں۔ میں لاکھ کی منظوری دے دیں۔ میں بعض دفعہ گھبرا جاتا ہوں کہ پتا نہیں تمہارے پاس پیسے ہیں بھی یا نہیں اور مجھ سے تم منظوریاں لیتے جاتے ہو۔ خرچ کرتے جاتے ہو۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ کہنے لگے کہ وہ سارے اخراجات جو ہو چکے پچھلے سالوں میں ہمارے پاس ڈیڑھ کروڑ روپیہ بنک میں پڑا ہے۔ اس واسطے اور ان کے لئے جو دہاں میں نے بھیجے تھے ڈاکٹر۔ ان کو پانچ سو پاؤ ڈنڈ لیتی دس ہزار روپیہ میں دیتا تھا اور ان کو میری ہدایت تھی کہ چھپر بنائے بیٹھ جاؤ اور خدا کی راہ میں خدمت کرو اس کی مخلوق کی۔ ان کو ضرورت ہے یا نہیں؟ یہ میرا اور تمہارا کام نہیں۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے شروع میں مجھے کہا ان کا دماغ تاجر انہ بھی ہے، وکیلانہ بھی ہے۔ مجھے کہنے لگے آپ یہ باون لاکھ روپیہ کے حصے خرید لیں تو یہ جو Dividend ملے گا اس سے اپنے پروگرام چلائیں۔ خیر میں ان کی بات سنتا رہا۔ پھر میں مسکرا یا۔ میں نے کہا چوہدری صاحب! مجھے زیادہ سے زیادہ کتنا Dividend مل جائے گا۔ کہنے لگے زیادہ سے زیادہ بہت اچھی بھی اگر کوئی کمیٹی ہوا اور کامیاب ہو تو آپ کو بارہ فیصد مل جائے گا۔ میں نے کہا جس سے میں تجارت کرنا چاہتا ہوں وہ تو کہتا ہے میں بغیر حساب کے دوں گا۔ میں بارہ کے اوپر کیسے راضی ہو جاؤں؟ اس واسطے مجھے کرنے دیں اپنا کام۔ تو یہ دیکھ لو آپ ہی بغیر حساب کے دیا کر نہیں۔ غانا میں ہمارے لئے مسئلہ اور بڑھ گیا۔ میں نے پہلے بھی بتایا آپ کو کہ ڈاکٹر اپنی سمجھ کے مطابق نسخہ لکھ سکتا ہے۔ اپنی سمجھ کے مطابق تشخیص بھی کر سکتا ہے نسخہ بھی لکھ سکتا ہے لیکن

ضروری نہیں کہ تشخیص صحیح ہو۔ ضروری نہیں کہ نسخہ صحیح ہو۔ اگر تشخیص صحیح ہو اور نسخہ بھی صحیح ہو تو اس نے تشخیص کر دی اور نسخہ بھی لکھ دیا لیکن کوئی ڈاکٹر شفानہیں دے سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ بازار میں کبکی نہیں۔ اس واسطے جو ہمارے مقابلے میں کروڑوں روپے خرچ کر دیتے تھے جنہوں نے ابتداء میں پہلے سال بڑے بڑے محلات بنادیئے جن کو ہسپتال انہوں نے کہا۔ بہت بڑی شاندار عمارتیں۔ ان کے پہلو میں ہم نے وہ خونچے، یہ وہ لکڑی کا ایک ڈبہ سا بنادیا۔ ان کو کہا کام کرو اور غیر ممالک کے (Millianaires) گانا میں آجاتے ہیں ہمارے ہسپتال میں سو سو اپنے ساتھ نوکر لے کے۔ وہاں یہی طریقہ ہے۔ ہمیں مصیبت ڈال دیتے ہیں کہ ان کو ٹھہراو۔ انتظام کرو ان کا اور دے جاتے ہیں۔ آپریشن کروانا ہے تو ان سے کہیں زیادہ فیس دے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ شفاذیتا ہے اس واسطے سارے ویسٹ افریقہ میں شہرت ہو گئی ہے ہمارے ڈاکٹروں کی۔ گانا کے ایک افسر نے عیسائی نے اور کوئی اعتراض نہ کیا اس کو یہ اعتراض سوچھا اس نے کہا ہم تو تمہارا ہسپتال بند کر دیں گے تم گانا نین کا علاج نہیں کرتے اور جو غیر ملکی ہیں ان کے علاج کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہو۔ یہ اعتراض بنالیا خیر وہ تو پھر سمجھ آگئی کہ ان کو کہ ان کا بھی کرتے ہیں ان کا بھی کرتے ہیں۔ جو مریض آئے گا ان کے پاس بہر حال اس کا علاج کرنا ہے۔ یہ تو نہیں کہ بعض کا کرے گا بعض کا نہیں کرے گا۔

تو خدا نے وعدے دیئے ہیں بے شار وہ پورے کر رہا ہے۔ کوئی احمد ہو گا جو کہے کہ خدا نے وعدہ ہم سے کیا تھا اور پورا نہیں کیا۔ بعض تو اتنے جلدی وعدے پورے کئے ہیں پہلی قویں تو اپنے دشمنوں کے متعلق صدیوں انتظار کرتی رہیں اور کچھ نہیں بنا ان کا اور آپ کو تو بعض ایسے تھے وعدے کہ چار سال انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دنیا جہان کو آپ کے لئے الٹا کے رکھ دیا خدا نے اور کام کرتا ہے۔

آپ کا ایک ہی کام ہے انسان کا دل خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنا۔ اس کے لئے قرآن کریم کی اشاعت ہے مختلف زبانوں میں اور قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ ہمارے لئے وہ Problems ہیں لیکن بہر حال ہم تلاش کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر آج کے زمانہ میں بہترین ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

کی ہے یعنی میں تو پچھلے پندرہ سال میں بہت دفعہ باہر بھی گیا، Tour کیا۔ کوئی ایسا مسئلہ میرے سامنے یہ بڑے ذہین، سمجھدار، پڑھے لکھے پی اپنچ ڈی اور اس سے بھی آگے نکلے ہوئے انہوں نے اسلام کے متعلق نہیں رکھا کہ اسی وقت خدا تعالیٰ نے جواب نہیں سکھایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے اندر بڑی برکت ہے وہ ہمیں صحیح قرآن کریم کا مقام، قرآن کریم کی تفسیر کرنے کا صحیح طریق، قرآن کریم کی عظمت، یہ یقین کہ ہر چیز قرآن کریم میں سے نکل آتی ہے بتاتی ہیں۔ اب یہ یقین نہ ہو تو نہیں نکل گی قرآن کریم سے یعنی جو دماغ یہ سمجھے گا کہ نکل نہیں سکتی وہ نہیں نکالے گا اور جو شخص یہ سمجھے گا کہ قرآن کریم میں سے ہر problem کا حل موجود ہے، نکالے گا۔ خدا تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور بڑے بڑے عجیب و غریب سوال وہ کرتے ہیں۔ ایک ذمہ دار یوں کے ساتھ کچھ آپ کو جو صحیح Approach ہے مجلسوں میں تو میں نے بتائی شاید کسی خطبہ میں بھی آگئی ہو۔ خطبے بھی نہیں پڑھتے بہت سارے۔ یہاں بہت سارے ہوں گے جو پہلی دفعہ سن رہے ہوں گے بات۔ فرینکفرٹ کی بڑی اچھی پریس کانفرنس تھی اس میں ایک صحافی مجھے کہنے لگے۔ اسلام میں تعدد ازدواج کی تعلیم دی گئی ہے۔ اپنی طرف سے بہت بڑا اعتراض انہوں نے بنایا ہوا ہے یورپ کے ملک میں۔ تو میں کوئی Apology تو نہیں کیا کرتا۔ مجھے تو خدا تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنے کے لئے نائب بنایا ہے مہدی کا۔ میں نے کہا ہاں دی گئی ہے تعلیم۔ مگر اگر دنیا کی کوئی عورت دوسری بیوی بننے کے لئے تیار نہ ہو تو عملًا تعدد ازدواج نہیں ہو گا اور اگر دنیا کی کوئی عورت دوسری بیوی بننے کے لئے تیار ہونہ تمہیں کوئی اعتراض نہ مجھے کوئی اعتراض۔ جب وہ دوسری بیوی بننے کے لئے تیار ہے تم کون ہوتے ہو اعتراض کرنے والے۔ اس کو تسلی ہو گئی کیونکہ یہی اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ مجھے تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا گھر جا کے شاید شیطان و سو سے ڈالے کہ پہلی بیوی کے متعلق پھر کیا کہتا ہے اسلام۔ قرآن کریم میں ہے یہ کہ دوسری بیوی کرنے سے پہلے، پہلی بیوی سے مشورہ کرو۔ یہ قرآن کریم کی آیت کی تفصیل بیان کی میں نے اس کے سامنے۔ میں نے کہا کہ وہ کہے گا کہ میری فلاں فلاں ضرورت ہے مثلاً میں سال اس کے ساتھ رہا۔ پیار ہے بیوی کے ساتھ۔ وہ کہے گا میں سال تمہارے ساتھ رہا ہوں اب یہ

مجھے مسئلہ پیدا ہو گیا ہے، یہ میری Problem ہے۔ اگر تم کہو تو میں دوسری شادی کرلوں۔ اس کے دو جواب ہوں گے یا وہ کہے گی کہ میں سمجھ گئی تمہارا مسئلہ اور تمہاری ضرورت ہے ہے کرلو۔ پھر بھی نہ تمہیں اعتراض کوئی نہ مجھے کوئی اعتراض۔ یا وہ یہ کہے گی کہ میں تمہارے مسئلہ کو صحیح نہیں سمجھتی اور تمہیں چھوڑنا بھی نہیں چاہتی۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گی چاہے مجھے سمجھ آئے نہ آئے تب بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں یا وہ کہے گی کہ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ تو قرآن کریم خاوند کو کہتا ہے کہ اس کے سارے حقوق ادا کرو اور اس کو تم علیحدہ کر دو۔ پھر بھی تعدد ازدواج نہیں ہو گی۔

ایک جگہ امریکہ کی ایک مجلس میں احمدیوں کے ساتھ بہت سارے عیسائی بھی تھے یہی اعتراض کر دیا تعدد ازدواج کا تو ہمارے مبلغ یا احمدی جواب دینے لگے تو ایک امریکن عورت عیسائی کہنے لگی نہیں آپ پھر ہیں میں جواب دوں گی۔ کہنے لگی تم تو بالکل ہی نامسجد ہو۔ زندگی میں ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ ایک شخص کو دوسری شادی کرنی پڑتی ہے۔ کہنے لگی مجھے دیکھو۔ میرے باپ نے دو شادیاں کیں اور اسے کرنی چاہئیں تھیں۔ کہنے لگی شادی کی پھر بچے پیدا ہوئے۔ میں بھی ایک بڑی ہوں اپنی پہلی ماں سے۔ پھر ایک وقت گزرنے کے بعد میری ماں ہو گئی پاگل۔ تو دو صورتیں تھیں یا وہ اس کو طلاق دے دیتا اور وہ خراب ہوتی رہتی اور دوسری شادی کر لیتا اس کی بجائے ایک ہی رہتی اور یا وہ اس کو اپنے پاس رکھتا اور دوسری شادی کرتا۔ اس نے دوسری شادی کی اب وہ گھر میں ہے۔ نئی بیوی بھی اس کا خیال رکھتی ہے۔ اس کا ہم علاج کرتے ہیں۔ بڑا خوش رکھتے ہیں کوئی تکلیف اسے نہیں۔ بہت ساری تکلیفیں اس کو اٹھانی پڑتیں اگر دو شادیوں کی اجازت نہ ہوتی۔ تو اس نے یعنی عیسائی عورت نے معارض کو اسلام کی طرف سے یہ سمجھا دیا۔ دنیا کی عقول اس طرف آ رہی ہے۔

اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تم عورت کو دکھ دینے کے لئے دوسری شادی کرو۔ یہ کہیں قرآن کریم نے اجازت نہیں دی۔ اسلام نے تو کہا ہے ضرورت ہو، حالات کا تقاضا ہو کرو دوسری شادی لیکن عدل کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ اگر تم سمجھو کہ تم عدل قائم نہیں رکھ سکو گے تو بالکل نہ کرو دوسری شادی۔

دوسری شادی کا ایک دفعہ جب میں پڑھا کرتا تھا آکسفورڈ میں تو ایک سویڈن کا نوجوان طالب علم میرا دوست بن گیا۔ میں نے سویڈن کے متعلق بھی کچھ پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اسلام کا تعارف کروانے کے لئے تعدد ازدواج کا ہی مسئلہ لیا۔ میں نے کہا مجھے یہ بتاؤ تمہارے ملک میں عورت اور مرد کی نسبت کیا ہے۔ کہنے لگا (میں نے جو پڑھا ہوا تھا وہ اس کے منہ سے کھلوانا چاہتا تھا) کہنے لگا چالیس فیصد مرد اور ساٹھ فیصد عورت۔ میں نے کہا تو پھر میں فیصد عورت وہاں کیا کرتی ہے؟ وہ بڑے ذہین ہوتے ہیں۔ کہنے لگا تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ میں نے کہا مذاق نہیں کر رہا۔ تمہارا اعلان ہے تعدد ازدواج میں۔ ورنہ بدمعاشی پھیلے گی تمہارے ملک میں اگر اس طرف نہیں آؤ گے تو۔ یہ قوم کا مسئلہ ہے جس کو تعدد ازدواج حل کرتا ہے۔ بعض افراد کے مسائل ہیں ان کو حل کرتا ہے۔

بہر حال سوال یہ نہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت ہے یا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جن شرائط کے ساتھ جو کام کرنے کو کہے ہیں وہ آپ نے کرنے ہیں جن سے روکا ہے ان سے آپ نے رکنا ہے۔ اس کے بغیر آپ وہ نمونہ آج دنیا کے سامنے نہیں رکھ سکتے۔ جسے دیکھ کرو وہ اسلام کی طرف مائل ہوں گے۔ قرآن کریم نے کسی ایک جگہ یہ نہیں کہا کہ مسلمان اور غیر مسلم کے دینی حقوق مختلف ہیں۔ کسی ایک مسئلے میں نہیں۔ سینکڑوں جگہ جو روکا ہے مثلًا کہا ہے بدظی نہ کرو۔ کہیں نہیں کہا کہ غیر مسلم کے اوپر بدظی کر لیا کرو مسلمان پر نہ لگاؤ۔ افترا نہ کرو۔ تہمت نہ لگاؤ۔ یہ نہیں کہا کہ عیسائی پر تہمت لگا دیا کرو مسلمان پر نہ لگاؤ۔ سب کے برابر کے حقوق ہیں دینیوی حقوق جتنے ہیں۔ **أُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ (الْعُمَرَانَ: ۱۱۱)** کہا ہے۔ نوع انسانی کی بھلائی کے لئے قائم کیا ہے امت مسلمہ کو۔ **أُخْرِجَتُ لِلْمُؤْمِنِينَ** نہیں کہا کہ جو ایمان کا دعویٰ کرے صرف ان کی بھلائی کے لئے تمہیں ہم نے کھڑا کیا ہے۔

توجہ تک آپ لوگ دیانت داری کے ساتھ خدا کے بندے بننے کی کوشش نہیں کریں گے اور اپنے آپ کو مستحق نہیں بنائیں گے خدا تعالیٰ کی بشارتوں کا کہ وہ تمہاری زندگیوں میں پوری ہوں اس وقت تک اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے کہ نوع انسان کے دل جیتیں اور خدائے واحد ولیگانہ کے جھنڈے تلے ان کو جمع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے

اور ہمیں سمجھ دے اور ہماری کوششوں میں برکت ڈالے اور ہماری روکوں کو دور کرے اور ہمیں
ہمت عطا کرے اور طاقت دے اور دنیا میں سب سے زیادہ دلیر اور نذر اور خدا کرے اسلام کو
دنیا کے کناروں تک پہنچانے والا بندہ بنادے۔ (آمین)

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



حسن کا سرچشمہ اور منبع

اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تَعُوذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:-

إِنْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّيْنَ وَرَبِّكُمْ طَمَّا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ أَخْذُ
بِنَا صِيَّهَا طَإِنَّ رَبِّيْنَ عَلَى صَرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (ہود: ۵۷)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

یہ خطبہ پچھلے خطبے کے مضمون کے سلسلہ میں ہی ہے۔ ہم احمدی مسلمان اس اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں جسے قرآن کریم میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کی ذات کو جس طرح بیان کیا گیا اس پر ہمارا ایمان ہے اور اس کی صفات کو جس طرح پیش کیا گیا، ان صفات پر ہمارا ایمان ہے۔

ہمارا اللہ ہمارا معبود ہے۔ ہمارا محبوب ہے اور ہمارا مطلوب ہے۔ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس غرض سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ ساری صلاحیتیں عطا کیں جن کے نتیجہ میں وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی صفات اور صلاحیتوں پر چڑھا سکتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا سر اوار ہے۔ صرف وہی ہے جس کی عبادت کرنی چاہئے اس رنگ میں کہ اس کے ہر حکم کو مان کر جو حکم کہ ہماری صلاحیتوں کی نشوونما ہی کے لئے ہمیں دیا گیا ہے، ہم اس کے رنگ میں رنگین ہو جائیں اور وہ ہمارا رب بڑا ہی پیارا ہے۔ حسن کا سرچشمہ اور منبع ہے۔ حسن بنیادی طور پر اس چیز کو کہتے ہیں کہ کشش اور جذب ہو، جس چیز میں جذب اور

کشش ہو اس کو حسین کہا جاتا ہے۔ گلاب کا پھول تروتازہ جب کھلتا ہے تو وہ انسان کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح ہر حسن جو خدا تعالیٰ نے اس جہان میں پیدا کیا وہ انسان کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے اور حسن کا سرچشمہ اور منع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر غیر اللہ کا حسن یا نور جو ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی بیان کیا ہے قرآن کریم میں کہ **اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** (النور: ۳۶) اور پیار کرنے والا بھی ہے اسی طرح جس طرح چاہتا ہے کہ ہم اس سے پیار کریں۔ بڑا پیار کرنے والا ہے۔ سب سے زیادہ پیار خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ ساری دنیا کو آپ کے لئے بدل دیا اس معنی میں کہ تمام پہلے انبیاء جو تھے علیحدہ ان کی امتیں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں ان کی تعلیمیوں کا حسن اکٹھا کر دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور قوت احسان میں تمام انبیاء کے حسن و احسان کو اکٹھا کر دیا اور زائد دیا یہ بتانے کے لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے یہ کائنات پیدا کی گئی ہے۔ **لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ**۔ (موضوعات کبیر حرف الام) اگر الہی منصوبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کی پیدائش نہ ہوتی تو اس کائنات کو بھی پیدا نہ کیا جاتا۔

لپس یہ خدا ہمارا پیارا بھی ہے، ہم سے پیار کرنے والا بھی ہے اور ہمارا مطلوب بھی ہے۔ ہم سے پیار کرنے والا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ہم اس کی طرف رجوع کریں ہم اس کی طرف بڑھیں۔ جو صراط مستقیم اس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے تجویز کی ہے اس صراط مستقیم پر چل کر ہم اس کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ صرف اس پر ہم توکل کریں کسی اور پر ہمارا توکل نہ ہو۔ صرف اسی کو ہم زندگی بخش سمجھیں کسی اور سے اپنی زندگی اور بقا کے لئے مانگیں نہیں۔ کسی کی احتیاج اپنے دل میں محسوس نہ کریں۔

إِنْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّيْ فَوَرَبِّكُمْ (ہود: ۷۵) اس آیت میں فرمایا کہ جس اللہ پر میں توکل کر رہا ہوں، وہ میری ربویت بھی کر رہا ہے اور تمہاری ربویت کے بھی اس نے سامان پیدا کئے ہیں۔ میری ربویت کر رہا ہے میں اس پر توکل کرتا ہوں۔ تمہاری ربویت کے سامان اس نے پیدا کئے ہیں تمہیں اس پر توکل کرنا چاہیے اور ہر دوسری چیز کو نظر

انداز کر دینا چاہیے۔ بھول جانا چاہیے۔ چھوڑ دینا چاہیے۔

تَوَكَّلْتُ اس پر میں کرتا ہوں علی وجہ البصیرت اور جانتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اگر وہ مجھ سے پیار کرے، اگر وہ مجھے اپنی حفاظت میں لے لے، اگر وہ میری ڈھال بن جائے تو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ **مَا هِنَّ دَآبَةٌ إِلَّا هُوَ أَخْذٌ بِنَا صَيَّبَهَا** (ہود: ۵۷) ہر جاندار اس کی گرفت میں ہے۔ کوئی اس سے اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہے۔ مگر جیسا کہہ پچھلے خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشیر اور نذیر ہیں مومن اور کافر کے لئے۔ یہاں بھی شرط لگائی ہے۔ توکل کا نتیجہ تب ظاہر ہوتا ہے جب انسان صراط مستقیم پر گامزن ہو اور بہکے نہیں دائیں یا بائیں۔ **إِنَّ رَبِّيُّ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ** (ہود: ۵۷) صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو اس راستے کی ضرورت نہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والا ہے۔ **إِنَّ رَبِّيُّ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ** کے معنی یہ ہیں کہ وہ راہ سیدھی، وہ صراط مستقیم جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اس صراط مستقیم پر خدا تعالیٰ کھڑا ہوا ہے انعام و اکرام کرنے کے لئے اپنے ان بندوں کو جو اس راہ پر چل کر اس کی تلاش کرتے ہیں۔ تو جو صراط مستقیم پر نہیں اُس کے لئے انذار ہے۔ جو صراط مستقیم سے بھکتے نہیں اور خدا تعالیٰ کی ان راہوں کو اختیار کرتے ہیں جو اس کی رضا کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے انعام اور اس کی رحمتوں کے وارث بنتے ہیں۔

پھر ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرَّاً وَعَلَانِيَةً وَيَكْدِرُهُمْ وَنِعْلَهُمْ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد: ۲۳) جنہوں نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں ثابت قدمی سے کام لیا اس طرح پر کہ اس کے حکموں کو بجالائے، نماز کو عمدگی سے ادا کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے چھپ کر بھی اور ظاہر بھی ہماری راہ میں خرچ کیا اور وہ لوگ جو بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں، بدی کے مقابلہ میں بدی نہیں کرتے، گالی کے مقابلہ میں گالی نہیں دیتے، ظلم کے مقابلہ میں ظلم کی راہوں کو اختیار نہیں کرتے اور اس طرح ظلم کے

تسلسل کو بڑھانے میں حصہ دار نہیں بنتے بلکہ بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا بنیادی اصول ہے یا ایک ایسا بنیادی حکم ہے یا انسانوں میں ایک ایسی بنیادی صفت پیدا کرنے کا طریق بتایا گیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے ظلم اور بدی کا جو چکر ہے اسے کاٹ دیا جاتا ہے اور بند کر دیا جاتا ہے اور ظلم کا دروازہ جو ہے وہ کھلانہیں رہتا بلکہ اس کو ہمیشہ کے لئے بند کر کے اور ظلم کے چکر کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ تو وہ لوگ جو بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرتے رہتے ہیں انہی کے لئے اس گھر کا اور گھر کا ذکر اگلی آیت میں ہے جنتوں کا ذکر جس میں ابدی نعمتیں ہیں، بہترین مقام ان کو ملے گا، بہترین مقام کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے اشارہً ابھی بتایا **وَالَّذِينَ صَبَرُوا بِتِعْنَاءٍ وَجْهَ رِبِّهِمْ** یہ بنیادی چیز ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہترین مقام کا حق دار بناتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب سمجھتے ہوئے، اس کی ربویت کو علی وجہ بصیرت جانتے ہوئے، اس اللہ، رب کی رضا کی طلب میں ہمیشہ رہتے ہوئے ثابت قدمی سے کام لینے والے، ہمیشہ اس کوشش میں رہنے والے ہیں کہ کسی طرح ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔ یہ بنیادی چیز ہے باقی تمام احکام اسلام کے اسی بنیادی مقصود کے حصول کے لئے دیئے گئے ہیں۔ نمازیں پڑھنا، ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کا، اس کے بندوں کی خیرخواہی چاہنا، ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہ کرنا، گالی کے مقابلہ میں گالی نہ دینا، ظلم کے مقابلہ میں نیکی کرنا اور گالی کے مقابلہ میں دعائیں دینا تاکہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے، یہ تمام تفاصیل ہیں احکام کی جو ایک مقصود کے حصول کی طرف نشاندہی کرنے والی ہیں اور وہ مقصود یہ ہے کہ کسی طرح ہمارے رب کی رضا ہمیں حاصل ہو جائے۔ اس طلب میں وہ ثابت قدم رہتے ہوئے خدا تعالیٰ کے ہر حکم پر چلتے ہیں اور اس طرح پر وہ جنت کے اعلیٰ مقام پر اپنی اپنی استعداد کے مطابق پہنچادیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے، کیونکہ وہ انعامات جو ہیں وہ نہ ختم ہونے والی اخروی زندگی سے تعلق رکھنے والے نہ ختم ہونے والے انعامات ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو اس چھوٹی سی زندگی کی محدود کوششیں ان غیر محدود انعامات کا عقلًا اور منطقی لحاظ سے کسی کو وارث نہیں بنا سکتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ہے جو انسان کو ابدی نعمتوں کا وارث بنادیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا حرم کرنے والا، بڑا پیار کرنے والا ہے۔

پس میں بتایہ رہا ہوں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جسے اسلام نے، جسے قرآن کریم نے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں اور اپنے اسوہ میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا محبوب ہے۔ وہ ہمارا مقصود و مطلوب ہے اور اللہ تک پہنچانے والے، اللہ کی رضا کی راہوں کو ہم پر ظاہر کرنے والے ہمیں وہ راہیں دکھانے والے، پیار کے ساتھ ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ ہم خدا تعالیٰ کی رضا کے طالب ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہوا اور ابدی انعامات کا ہمیں وارث بنائے اور ہم اس کی پیاری آواز کو اپنی اس محدود زندگی میں بھی ساری ان بشارتوں کے ساتھ سنیں جو اس نے دی ہیں اور مرنے کے بعد بھی وہ اپنی رضا کی جنتوں میں ہمیں داخل کرے اور اس گروہ میں ہم شامل ہوں جن کے متعلق فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد: ۲۵) کہا گیا ہے اس پہلی آیت میں جو میں نے پڑھی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر پیار کیا اپنے رب سے کہ کسی انسانی زندگی میں وہ پیار اپنے رب کے لئے ہمیں نظر نہیں آتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عظیم صلاحیتوں کے اور استعدادوں کے ساتھ جسمانی قوتوں کے ساتھ بھی اور روحانی قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ بھی آئے۔ بنی نوع انسان کی طرف کہ اس قدر قوتیں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو عطا نہیں کی تھیں۔ بہت ساری یہ میں کر جایا کرتا ہوں مختصر اب اتنیں کیونکہ بہت سارے شیطانی وساوس جو ہیں وہ حل ہو جاتے ہیں اگر ہم اس بات کو سمجھیں۔

جس قدر صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور کسی انسان کو نہیں دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب صلاحیتوں کو جس قدر نشوونما کرنے کی توفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اتنی کسی انسان کو جو طاقتیں ملی تھیں ان کی نشوونما کے لئے توفیق نہیں ملی، ہمیں نظر نہیں آتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بڑی روشنی ڈالی ہے کہ کامل نعمونہ توب بن سکتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب ہر انسان کے ہر قسم کی زندگی کے ماحول سے ملتے جلتے ماحول میں سے آپ کو گزرنا پڑتا۔ آپ نے مظلومانہ زندگی بھی گزاری، آپ نے مظلومانہ زندگی بھی گزاری، یعنی اور بادشاہ تھے۔ کسی اور کی بادشاہت میں رہے کبی زندگی میں۔ آپ نے

غیریانہ زندگی بھی گزاری، آپ نے مسکینی کی زندگی بھی گزاری، آپ ایک وقت تک اکیلے تھے اور اس معنی میں کہ گھر والے بھی نہیں پہچانتے تھے، پھر یتیمی کی زندگی بھی گزاری اور آپ نے عیال داری کی زندگی بھی گزاری۔ آپ ایسے ماحول میں سے بھی گزرے کہ آپ کے سارے ہی اٹڑ کے فوت ہو گئے اور صرف بچیاں اولاد میں سے بچیں۔ باپ بھی بنے اچھے باپ، بہترین باپ اور صدمہ بھی اٹھایا اور ہر انسان کے لئے ایک نمونہ پیدا کر دیا۔ پھر آپ صاحب دولت بھی بنے۔ ساری دنیا کی دولتیں آپ کے قدموں میں اور آپ کے مانے والوں کے قدموں میں خدا تعالیٰ نے لا کے رکھ دیں۔ اُس وقت کی دنیا کی ساری دولتیں سمت سمتاً کے کسری کے خزانوں اور قیصر کے خزانوں میں چیزیں اور اس وساطت سے پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مانے والوں کے قدموں میں کسری کے خزانے بھی آکے ڈال دیئے گئے اور قیصر کے خزانے بھی اور جو نمونہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب دولت و ثروت ہونے کے زمانہ کے لئے اپنے صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا اس کی دو مشاہیں آپ کو دے دیتا ہوں، بھری پڑی ہے ساری تاریخ۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک نہایت ہی غریب اور مسکین انسان۔ کئی دفعہ بھوکے بھی رہتے۔ کئی وقت کا فاقہ آپ پے گزر جاتا، ظاہر نہیں کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اشارۃ کبھی کہہ دیتے تھے کہ دیر سے کھانا نہیں ملا۔ ان کو قیصر کا رومال بادشاہ سلامت کا ملا۔ اب انہوں نے فخر سے اپنے سر پہ نہیں باندھا بلکہ رومال لے کے اس میں تھوکا اور کہا خدا کی شان ہے کہ جسے روٹی کھانے کو نہیں ملتی تھی آج اسے قیصر کا، کسری کا رومال تھوکنے کے لئے مل گیا۔ تو کسری کا رومال کوئی فخر کا باعث نہیں تھا ان کے لئے۔ فخر کی بات یہ چیز تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آج یہ دن بھی ان کو دیکھنا نصیب ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ جب یہ خزانے آتے حضرت عمرؓ نے ترجیحی فہرستیں صحابہ کی بنائی ہوئی تھیں ان کے مقام کے لحاظ سے ان کا حصہ رسیدی مال غیمت سے بانٹ دیا کرتے تھے۔

ایک موقع پر حضرت عائشہؓ کے حصہ میں ایک لاکھ سونے کی اشرفتی آئی۔ وہ ان کے گھر میں پہنچا دی گئی۔ آپ کی ایک خادمہ تھی اس کو بلا یا ان دونوں میں ایک لاکھ کا گناہ تو بڑی مشکل بات تھی نا اس لئے تولیا کرتے تھے۔ تو ایک فہرست بنائی ہوئی ذہن میں کہ اس طرح میں نے

تقطیم کرنی ہے۔ اتنے سیر اس میں سے فلاں کے گھر بھیج دوں گی اتنے فلاں کے۔ اس کو کہا تکڑی لاو۔ توں توں کے اسی کے ہاتھ ان لوگوں کے گھروں میں جن کو حصہ رسیدی ملا ہوگا اشوفیاں سونے کی بھجوانی شروع کر دیں اور آخری توں توں اشرفیوں کا اور بھجوادیں اور یوں ہاتھ چھاڑتے ہوئے کھڑی ہو گئیں۔ ایک اشرفتی بھی اپنے پاس نہیں رکھی۔ خادمہ نے کہا کہ آج کھانے کے لئے کچھ نہیں ہمارے گھر میں، اس کا خیال رکھیں۔ انہوں نے کہا خدا کا نام میرے گھر میں ہے۔ آپ ہی انتظام ہو جائے گا۔ اس کی کیا پرواہ ہے۔

تو صاحبِ ثروتِ دولت ہونے کے لحاظ سے بھی ایک اسوہ پیش کیا دنیا کے سامنے۔ اور وہ یہ تھا کہ دولت ملے دولت سے پیار نہ کرنا۔ دولت دینے والے سے پیار کرنا اصل یہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہی نمونہ ہے۔ انہوں نے کہا دولت دینے والا جب میرے پاس ہے تو دولت کی اختیاں کا خیال میرے ذہن میں کیسے آسکتا ہے۔

ایک بزرگ کے متعلق آتا ہے کہ وہ کئی ہزار اشرفتی کا جبہ پہن لیتے تھے۔ بڑے بزرگ تھے لیکن وہ جیسے سے پیار نہیں کرتے تھے۔ ایک دن ایک بہت بڑے امیر نے ان کو دعوت دی۔ تو وہ اپنے فقیرانہ لباس میں اس کے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس وقت وہ ڈیورٹھی میں پہنچے تو ان کے دربان نے ان کو پہچانا نہیں اس لباس میں۔ وہ کہنے لگا بابا جاؤ یہاں آج تو بڑوں بڑوں کی دعوت ہے۔ کہاں آگئے ہو آج تم پھر آ جانا کسی وقت۔ وہ سمجھا کہ مانگنے کے لئے کوئی آگیا ہے۔ یہ چلے گئے واپس اور انہوں نے وہی ہزار ہاپاؤند کی اشرفتیوں کا جبہ پہنا۔ پھر آئے اور بڑے جھک کے سلام کیا اس دربان نے اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ اس نواب صاحب کے پہلو میں جا کے ان کو بٹھا دیا۔ وہی ان کا مقام تھا۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا تو انہوں نے آرام سے اپنا وہ قیمتی جبہ کا کنارہ لے کے شوربے کے پیالے میں ڈال دیا۔ وہ حیران کہ یہ کیا ہو گیا۔ میز بان کہنے لگا یہ کیا کیا آپ نے؟ اس نے کہا کہ تم نے میری دعوت تو نہیں کی جیسے کی کی ہے۔ پہلے میں غریبانہ لباس میں آیا تھا تمہارے دربان نے مجھے واپس کر دیا۔ پھر میں یہ جبہ پہن کے آگیا اس نے مجھے بڑی عزت و احترام کے ساتھ تمہارے پہلو میں لا بٹھایا تو جس کی دعوت کی تم نے اسے میں نے کھلانا شروع کر دیا ہے۔ اصل چیز یہ کہ ہزار ہا اشرفتی اس جیسے کی

قیمت تھی ان کے دل میں کوئی قیمت نہیں تھی اس کی اور اس کو خراب کر دیا۔ ہمارے ہاں بھی بعض لوگ ہیں نوجوانوں میں میں نے بعض احمد یوں کو بھی دیکھا ہے۔ مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے اگر خدا نے تمہیں پیسے دیئے ہیں اس کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے تم پہنچو۔ خدا نے منع نہیں کیا لیکن دوسروں کے حقوق کا خیال رکھو۔ چار سورپے کا سوٹ پہننا ہوا ہوگا اور ذرا لگ جائے مٹی تو یوں جھاڑ رہے ہوتے ہیں۔ یہ ہے تمہاری زندگی، ایک مومن کی زندگی اس طرح نہیں گز سکتی۔ بڑی دیر کی بات ہے ایک جگہ بڑائی ہو گئی۔ پارٹیشن سے پہلے کی بات ہے۔ احمدی، احمدی آپس میں لڑپڑے۔ لمبا قصہ نہیں میں آپ کو سناؤں گا۔ بہر حال ان کے لئے فیصلہ کی کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ ہمارے چوہدری فتح محمد سیال مرحوم اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے بڑی خدمت کی انہوں نے اسلام کی تودہ بھی ناکام ہو گئے۔ تو ان دونوں لڑنے والی پارٹیوں کے لیڈروں کو میں نے کہا آؤ میرے ساتھ چلو ذرا۔ اور اٹھنے لگے میں نے کہا نہیں تم بیٹھ رہوان کے ساتھ بات کرنی ہے۔ دونوں کو میں نے ایک فرلانگ گاؤں سے باہر لے جا کے تو ایک بیل چلی ہوئی سوہاگہ پھری ہوئی بڑی نرم سی کھیتی تھی وہاں میں چوکڑی مار کے بیٹھ گیا اپنی اچکن اور کپڑوں سمیت اور میں نے کہا میرے سامنے بیٹھو۔ ان سے گلے شکوئے سنے اور کوئی آدھے گھنٹے پونے گھنٹے میں وہ سارا فیصلہ کر دیا ان کا۔

تو یہ کپڑے جن کو میسر آئیں، پہنیں الحمد للہ پڑھ کے۔ کوئی نہیں روکتا کسی کو کیونکہ رہبانیت اسلام میں نہیں ہے۔ یہ بھی اسوہ رسول ہے۔ کئی لوگ اپنے اوپر را کھمل لیتے ہیں فقیر۔ اس قسم کی عبادتیں اسلام کے اندر نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو لیکن خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی انسان کو بھی دکھ نہیں پہنچنا چاہیے اور ہر ایک کا خیال رکھو۔ ان کے دکھوں میں شریک ہو۔ اپنے پیسوں سے ان کے دکھوں کو دور کرنے کی کوشش کرو اور پھر حصہ رسیدی تمہیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہ تم پہنچو تمہیں دیتا ہے وہ۔ اس کو استعمال کرو۔ کوئی نہیں روکتا۔

میں اپنی ایک مثال دے دیتا ہوں چھوٹی سی۔ بہت سارے دوست مجھے مثلاً قلم لادیتے ہیں تھے، بڑی قیمتی قلمیں اپنی طرف سے بڑے پیارے دیتے ہیں۔ تو میں سال میں کوئی پندرہ

بیس پچیس قلمیں کسی غیر ملکی کو جلسے کے اوپر باہر سے آنے والوں کو، ہوشیار احمدی طالب علموں کو، میں بھی آگے بہت پیار سے دیتا ہوں اسی طرح میں آگے کر دیتا ہوں اور اپنے پاس وہ قلم رکھتا ہوں جو تیز چلنے والی ہو کیونکہ مجھے بڑا تیز کام کرنا پڑتا ہے نا۔ اگر میں کہوں آپ کے بہت سارے آپ میں سے سمجھ ہی نہیں سکیں گے میں اس پندرہ منٹ میں ایک ہزار خط کے اوپر دستخط کر جاتا ہوں۔ اور اگر قلم نہ چلنے والی ہو میرے ہاتھ میں، ٹوٹ جو چلتا ہی نہیں تو مجھے بخار چڑھ جاتا ہے تو وہ بس میری قلم ہے۔ باقی میں دیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ بڑی تیتی دوائیں لے آتے ہیں لوگ باہر سے۔ میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں کس شخص، کس بیمار کے لئے خدا نے میرے پاس یہ دوائی بھیجی ہے۔ پھر وہ بیمار بھی آ جاتا ہے کوئی ایک دودن کے اندر پھر میں اس کو آگے کر دیتا ہوں۔

تو یہ خدا تعالیٰ نے ہمیں بھائی چارہ کے بندھنوں میں باندھ دیا ہے۔ ایک خاندان بنادیا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک طرف ہم خدا تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنیں۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوں۔ ثابت قدیمی کے ساتھ اس کی رضا کی طلب میں لگ رہنے والے اور خدا تعالیٰ کی جنتوں کو پانے والے اور دوسری طرف جس کے بغیر خدا تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اس کی مخلوق کا خیال رکھنے والے، ان کے دکھوں کو دور کرنے والے، ان کی غلطیوں کو معاف کرنے والے بنیں۔ یہ جو گالیاں سن کر دعا دو یہ غلطیوں کو معاف کرنا ہی ہے نا۔ پا کے دکھ آرام دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی، سارے آپ پر ایمان لانے والے جنہوں نے آپ کے طفیل خدا تعالیٰ کی رضا کے بڑے درجات حاصل کئے ان کی زندگیاں اس سے معمور ہیں۔

بہر حال یہ ضمنی باتیں میں نے جماعت کی تربیت کے لئے اس وقت کی ہیں، بتا میں یہ رہا ہوں اسی کے ساتھ ہی تعلق ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم پیار کرتے ہیں۔ وہ ہمارے محبوب ہیں، ہمارے مطاع ہیں۔ ہم ان کی اتباع کو فرض جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اگر ہمیں توفیق عطا کرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی تو خدا تعالیٰ کا یہ بے حد و شمار احسان سمجھتے ہوئے سجداتِ شکر اس کے حضور بجالاتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کہا گیا ہے، سب سے زیادہ خدا تعالیٰ کے نور کا جلوہ ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، یہ وہی ہے آللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہی کی ہے تفسیر کا ایک حصہ۔

”وَهُوَ أَعْلَى دَرْجَةٍ كَانَ نُورُ جُو انسانَ كُو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ، سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔“ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحْبُّونَ اللَّهَ فَالْتَّمِعُونَ يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲)
والا ہے نا یہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رنگ ہیں وہی نور خدا تعالیٰ کا حسب مراتب ان کو بھی ملا۔ پھر فرماتے ہیں:-

”اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔“

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵ صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے انتہائی پیار کرنے والے بھی تھے اور خدا تعالیٰ کا انتہائی پیار پانے والے بھی تھے۔ ہمارا یہ ایمان ہے اور شان ہے یہ آپ کی کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک انسان کے لئے یہ سامان پیدا کیا کہ آدم سے لے کر قیامت تک اس کی بزرگی اور اس کی شان کے نشانوں کے طور پر ہزارہا نشان بنی نوع انسان کو دکھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حوالے لئے ہیں۔ پہلے جوان بیانے گزرے آپ سے ان میں سے بہتوں کے نام

تو تاریخ نے یاد نہیں رکھے بنی اسرائیل کے انبیاء کے نام تاریخ نے یاد رکھے۔ تو آپ نے حوالے لئے ہیں تورات کے کہ تورات کہتی ہے کہ اس کا آنا That Prophet کے نام سے ذکر کیا گیا ہے وہ وہ نبی۔ کیونکہ اس کی ذات کے متعلق ابھی کچھ نہیں جانتے وہ۔ لیکن اس کی شان کے متعلق جانتے ہیں۔ اس کا آنا خدا کا آنا یہ تورات میں لکھا ہے یعنی ایک ہی آدمی ہے۔ آدم سے لے کے قیامت تک اس کی عظمت اور اس کے جلال کا اظہار جو ہے وہ کیا گیا۔ اس کی عظمت اور اس کے جلال کو ظاہر کیا گیا پہلے انبیاء پر اور یہ بھی آتا ہے پہلے نوشتؤں میں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے خدا! تو مجھے بھی جو اس امت میں ایک بزرگ پیدا ہونے والا ہے مجھے وہ بنا۔ تو خدا نے کہا نہیں وہ اس کی امت میں سے ہو گا جو اس کی کامل اتباع کرے گا وہی وہاں تک پہنچے گا۔ تمہارے پاس تو پوری روشنی ہی نہیں پہنچی ابھی تک۔ پوری تعلیم نہیں ابھی ملی۔ قرآن کریم کا ابھی نزول نہیں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یہ میں ایک دو حوالے پڑھنا چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ہم ایمان لائے۔ جب ہم نے دعویٰ کیا کہ ہم آپ سے پیار کرتے ہیں۔ آپ ہمارے محبوب ہیں۔ جب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کس رنگ میں ہم پر ظاہر ہوئی آپ کے ایک روحاںی فرزند کے ذریعے سے۔

”میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انہتاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ تو حیدر جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لا لایا۔ اس نے خدا سے انہتائی درجہ پر محبت کی اور انہتائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس نے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخششی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔

وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا، وہ محروم از لی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کا فرنہمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ تو حیدِ حقیقت ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقتہ الوجی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲ صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

پھر حضور فرماتے ہیں:-

”اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روح جو بشریت اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور قدس کے تحنت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔“

(تریاق القلوب۔ روحانی خزانہ جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۱)

تو ایک طرف ہم اس خدا پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن کریم نے پیش کیا۔ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے رکھا۔ جس سے آپ نے اس رنگ میں محبت کی کہ ہمارے لئے وہ محبت بھی اسوہ بن گئی اور جس خدا سے آپ نے اس رنگ میں پیار حاصل کیا کہ ہمارے دلوں

میں بھی ایک لگن لگی کہ ہم بھی اپنے پیارے خدا سے اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق اسی قسم کا پیار حاصل کریں۔ ہم خدا کی ذات اور اس کی صفات پر کامل ایمان رکھتے اور سوائے خدا کے کسی پر تو کل نہیں رکھتے اور سوائے خدا کے کسی کی خیانت ہمارے دل میں نہیں صرف خدا کی خیانت ہمارے دل میں ہے۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور یہ سب کچھ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل ہوا۔ اس لئے ہمارے دلوں میں ہمارے سینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سمندروں کی طرح موجز ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ سمندر ہمارے سینوں کے سمندروں کے خدا تعالیٰ کا پیار جو ہے وہ موجیں لے رہا ہواں کے مقابلے میں ان مادی سمندروں کی کیا حقیقت ہے اور ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پیار کرتے ہیں کیونکہ ہمیں یہ بتا ہے، یقین ہے، ہمیں یہ معرفت حاصل ہے، ہم علی وجہ بصیرت اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنا اور آپ کے فدائی بننا اور آپ کے غلاموں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ جو آپ سے حاصل نہیں کرتا جیسا کہ ابھی آپ نے حوالوں میں سنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کے، وہ خدا تعالیٰ سے تھوڑے سے تھوڑا پیار بھی حاصل نہیں کر سکتا بڑے سے بڑے ارتباً تو علیحدہ رہا کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا کہ اگر میری محبت حاصل کرنا چاہتے ہو اپنی اپنی استعداد کے مطابق بڑی محبت یا چھوٹی محبت، تھوڑی یا بڑی محبت فَاتَّبِعُونِي يَحِبِّكُمُ اللَّهُ أَكْثَرُهُمْ صلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمْ سے کہا اعلان کر دو۔ میری اتباع کرو گے تو خدا کا پیار حاصل کر سکو گے۔ ہم علی وجہ بصیرت اس ایمان پر قائم ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ، نہ ہماری کسی طاقت کے نتیجہ میں دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس مقام سے پرے نہیں ہٹا سکتی۔ جو منہ میں آتا ہے کسی کے، کہے آپ کو کیا فکر؟ آپ کو تو یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ جو آپ کے پہلو میں کھڑا ہے اپنے وعدہ کے مطابق، وہ آپ سے پیار کرنے والا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو آپ کی اپنی کسی غفلت یا کوتا ہی کے نتیجہ میں۔ اگر اس کا پیار آپ کو حاصل ہے تو کسی اور سے آپ کو غرض کیا اس رنگ میں۔ غرض ہے ایک اور رنگ میں کہ آپ ان کے خیرخواہ ہیں۔ آپ ان کے دکھوں کو دور

کرنے والے ہیں۔ یہ تعلق تو ہے آپ کا ان کے ساتھ۔ لیکن یہ کہ وہ کچھ کہیں اور آپ گھبرا جائیں یا پریشان ہو جائیں یا آپ غصہ میں آ جائیں یا آپ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں یہ احمدی کا مقام نہیں اور خدا کے فضل سے دنیا کے حالات نے اور دنیا کی تاریخ نے دنیا کو بتایا کہ احمدی اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے فسادات ہوئے۔ اس وقت مجھے ایک ہی فکر لگی ہوئی تھی یعنی بعض دفعہ میں ساری ساری رات نہیں سویا۔ بہت نہیں سویا مختلف وجوہات کی بنا پر۔ بہت راتیں نہیں سویا لیکن بعض دفعہ اس وجہ سے بھی نہیں سویا کہ کوئی نوجوان ہمارا عدم تربیت کے نتیجہ میں ایسا کام نہ کر بیٹھے جو جماعتِ احمدیہ کے مقام سے ہٹ کے کر رہا ہو وہ اور بدنامی ساری جماعت کی ہو لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ دنیا کوئی ایک مثال بھی نہیں پیش کر سکتی۔

میں ایسے اشخاص کو بھی جانتا ہوں کہ جن کے پاس اپنی جان کی حفاظت کے لئے مادی طاقت موجود تھی۔ انہوں نے جان دی خدا تعالیٰ کی راہ میں لیکن مادی طاقت کے استعمال سے فتنہ و فساد کو ہوا نہیں دی اور کئی دفعہ میں سنا چکا ہوں دو ہمارے نوجوان مبلغ ایک سفر کر رہے تھے وہ تمیں چالیس آدمی بس کے انہوں نے وہ سکے اور چھپڑیں ان کو مارنی شروع کیں کوئی آٹھ دس بارہ میل کے سفر میں۔ منہ سو جھ گیا۔ گردن فٹ بال بنی ہوئی۔ خیران کے پہنچنے سے پہلے مجھے روپورٹ پہنچ گئی۔ بعد میں ان میں سے ایک آیا میرے پاس۔ تو دکھ اٹھانا آپ کے لئے یہ میری فطرت کا ایک حصہ ہے لیکن اس کا اظہار خدا کی مشا کے مطابق کرنا، یہ میرا فرض ہے اور اس کو میں ادا کرتا ہوں۔ جب ان میں سے ایک مجھے ملنے آیا منہ سو جھا ہوا گردن سو جھی ہوئی تو میں نے مسکرا کے اس سے بات کی۔ میں نے کہا دیکھو یہ جو تمہارے ورم آئی ہوئی ہے یہ عارضی ہے۔ میرے منہ سے اس وقت نکلا خدا نے میری بات پوری کر دی کہ ۲۸ گھنٹے کے اندر اندر یہ سو جھن، یہ ورم جاتی رہی لیکن جو ہماری بثاشت ہماری خوشی ہے وہ تو ان مٹ ہے، وہ تو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ ہم خوش اس لئے ہیں کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے کہا خوش ہوا اور خوشی سے اچھلوکہ غلبہ اسلام کا موسم آگیا۔ موسم بہار آگیا اسلام کے لئے۔ جب اسلام کے نام پر ہماری خوشیاں ہیں تو ہمیں یہ دنیوی چیزیں اور دکھ جو ہیں یہ ہماری خوشیاں اور مسکراتا ہیں کیسے

چھین سکتے ہیں۔ میں نے کہا جا کے مسکراو۔ بھیج دیا میں نے۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ وہ مسکراتے ضرور ہوں گے لیکن لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ یہ رور ہے ہیں یعنی چہرہ پر ورم آئی ہوئی تھی۔ اس نوجوان کے ذہن پر میری بات کا اتنا اثر کہ گھٹری دیکھ کے ٹھیک ۲۸ گھنٹے بعد میرے پاس آیا دوبارہ اور کہنے لگا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو دکھاؤں کہ میری ورم چلی گئی۔ گردن بھی اب متورم نہیں اور چہرہ بھی نہیں اور ٹھیک آپ نے کہا تھا کہ ہم تو اس لئے خوش ہیں کہ اسلام کے غالب آنے کے دن آئے۔ خدا تعالیٰ اپنی نعمتوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں جو بنی نوع انسان کو اپنے فضلوں اور رحمتوں کے احاطہ میں لینے کا سامان کر رہا ہے۔ اس واسطے ہم خوش ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مسکراتے رہو اور خوش رہو اپنے خدا سے۔ تو ہماری تو یہ خوشیوں کے دن ہیں۔ ہم خوش ہیں اور یہ جو دنیوی روکیں ہیں یہ تو انگریزی کا محاورہ ہے! Pin Pricks یعنی ایک سوئی چبھودی کسی کو، Pin چبھود دیا کسی کو۔ کاغذ بھی لپیٹتے ہیں کئی دفعہ انگلی کو میرے بھی چبھ جایا کرتا ہے تو کیا یہ Pin Pricks ہمیں اپنے راستہ سے ہٹا دیں گے؟ یہ لوگ اپنا کام کرتے رہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم خدا سے کہیں کہ اے خدا! جو کچھ کر رہے ہیں ان سے غصہ نہ ہونا یہ پہچانتے نہیں تیرے منصوبہ کو۔ اس واسطے تو ایسا سامان پیدا کر دے کہ جو تیرا منصوبہ ہے اسے پہچاننے لگ جائیں۔ ہمیں اپنے لئے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے تو اپنے لئے کچھ نہیں چاہیے اور جتنی مرضی قسمیں دوا دواں پر اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو اپنے لئے بھی کچھ نہیں چاہیے۔ ہمیں اپنے محظوظ مسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب کچھ چاہیے اور ہمیں بنی نوع انسان کی بھلانی کے لئے سب کچھ چاہیے۔

تو دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سامان پیدا کر دے اور گھبرا نے کی ضرورت نہیں۔ خدا نے وعدے کئے ہیں۔ شرطیں لگائی ہیں۔ آپ شرطیں پوری کرتے چلے جائیں ایمان کے عمل صالح کی۔ قرآن کریم کی آیات بھری ہوئی ہیں اس کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ نعمتوں سے آپ کو نوازتا چلا جائے گا اور بڑی دعا کیں کریں کہ وہ دن جلد آئے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کا اور خدا تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا ہر گھر پہ لہرانے لگے۔ خدا ایسے سامان پیدا کر دے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

خدا کی ہر نعمت کا صحیح استعمال ابدی رحمتوں کے دائرے کھولنے والا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ رجب لاٹی ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمد یہ اسلام آباد)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس وقت ساری دنیا میں جو حالات پیدا ہو چکے ہیں اور جو مسائل دنیا کے مختلف خطوط میں لئے والے انسان حل کرنے میں ناکام ہوا ہے اور جس کے نتیجہ میں فساد اور لڑائیاں پیدا ہوئیں اور ہماری ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ یہ حالات انسان کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم کی طرف رجوع کرے اور جن مسائل کو وہ اپنی عقل سے حل نہیں کر سکا، ان مسائل کو وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم شریعت اور تعلیم کی روشنی میں حل کرے۔

مختلف شکلوں میں یہ مسئلے انسان کے سامنے ابھرے اور ابھرتے ہیں۔ اس وقت میں ایک اصولی بات کی طرف توجہ دلاؤں گا جماعت کو بھی کیونکہ ان کی ذمہ داریاں ہیں بڑی اور دنیا کو بھی ان کی خوشحالی کا سامان اس تعلیم سے باہر نہیں کھیں نظر نہیں آ رہا۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:- **وَاللَّهُ فَضَلَّ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ** (التحل: ۲۷) کہ جو کچھ بھی انسان کو ملا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ملا ہے وہ قرآن کریم کی اصطلاح میں رزق کہلاتا ہے اور یہاں یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رزق کی بخشش میں جو مختلف انسانوں کو اس نے دیا، بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض کو زیادہ دیا بعض کو کم دیا ہے اور جو لوگ خدا تعالیٰ کی یہ جو عطا

ہے اور جو اس کا رنگ ہے اور جس شکل میں اس نے یہ تقسیم کیا ہے اپنے رزق کو اس کی حکمت کو سمجھتے نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کا اعطاؤ کردہ جور زرق ہے، اسے کسی صورت میں بھی ان لوگوں کی طرف جوان کے Dependant ہیں جن پر ان کے داہنے ہاتھ قابض ہیں۔ یہاں غلام مراد نہیں بلکہ جو، جن کی ذمہ داریاں ان پر ہیں کہ ان کے کھانے کا، پینے کا، کپڑوں کا، رہائش کا، ان کے علاج معالجہ کا ان کو خیال رکھنا چاہیئے وہ ان لوگوں کو خدا کے دیئے ہوئے رزق میں حصہ دار بنانے کے لئے تیار نہیں اور خدا تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ حصہ دار بھی وہ اس طرح بنائیں کہ جس کے نتیجہ میں وہ برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ پھر کیا وہ اس حقیقت کے جانے کے باوجود، یہ حقیقت جو پہلے بیان ہوئی وہ یہ کہ دینے والا اللہ اور حکمت یہ ہے کہ سارے اس میں شریک کئے جائیں اور مختلف جگہوں میں خدا تعالیٰ نے بتایا کہ ہر انسان کے لئے میں نے اس ”ارض“، اس جہان کو، اس کی نعماء کو پیدا کیا ہے کسی خاص گروہ کے لئے نہیں پیدا کیا۔ انسان انسان میں اس معاملہ میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔

رزق دنیا اور رزق سے مراد میری یہ پیسے یا گندم نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے جو چیز بھی دی جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا وہ رزق کے لفظ کی اصطلاح کے اندر آ جاتا ہے۔ ایک تو بالکل واضح اور غیر مشکلوں یہ حقیقت ہے کہ بعض لوگوں میں قابلیت زیادہ ہے۔ ہر میدان میں استعدادیں مختلف بھی ہیں اور ہر میدان کی استعداد میں فرق بھی ہے مثلاً تجارت کو لے لیں۔ مشہور ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جس چیز کو مٹی کو بھی ہاتھ لگا کریں تو وہ سونا بن جاتی ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جو سونے کو بھی ہاتھ لگا کریں تو وہ مٹی بن جاتی ہے یعنی ان میں جو مٹی کو ہاتھ لگا کریں جن کے متعلق کہا گیا وہ سونا بن جاتا ہے خدا تعالیٰ نے یہ استعداد اور صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ تجارت کے میدان میں آگے بڑھیں اور پیسے جمع کریں۔

مدینہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ایک جس وقت خدا تعالیٰ نے دنیا جہان کی دولتوں کا رخ مدینہ کی طرف پھیر دیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانشوروں کے قدموں میں ساری دنیا کی دولتوں کو اکٹھا کر دیا۔ اس کی ابتدائی ابھی۔ تاجروں کا کوئی قافلہ ایک لاکھ اونٹ مدینہ کی منڈی کی طرف لا رہا تھا۔ راستے میں ایک صحابی گزر رہے تھے اپنے کسی کام سے وہاں

انہوں نے دیکھا یہ مال منڈی میں جا رہا ہے۔ وہ بھی تاجر تھے انہوں نے غور کیا۔ انہوں نے دل میں فیصلہ کیا مال اچھا ہے میں خریدوں گا۔ لیکن حکم یہ ہے اسلام کا کہ بھاؤ کو بگاڑونہ، منڈی میں جانے دو۔ وہاں جو منڈی کا بھاؤ نکلے اس کے مطابق خریدو۔ منڈی کے باہر بھاؤ بگاڑنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے دل میں ایک خیال قائم کیا، سوچا، ایک فیصلہ کیا منڈی میں آگئے۔ ان سے پہلے ایک اور صحابی نے سودا کر لیا ایک لاکھ اونٹ کا۔ وہ آپس میں سارے بھائی اور دوست تھے۔ وہ جنہوں نے رستے میں دیکھا تھا انہوں نے آکے اپنے دوست کو کہا تم پہلے آگئے منڈی میں تم نے یہ مال خرید لیا ایک لاکھ اونٹ۔ میرا تو خیال تھا میں خریدوں گا۔ تو انہوں نے کہا تم اب خرید لو۔ پوچھا کیا بھاؤ، کس بھاؤ پر؟ انہوں نے کہا جس بھاؤ پر میں نے لیا ہے اسی بھاؤ پر تم لے لو، صرف نکیل مجھے دے دو ہراونٹ کی۔ تو اب یہ بڑا تاجر، تاجر دماغ یہ سوچ سکتا ہے کہ نکیل مجھے دے دو اسی بھاؤ پر لے لو۔ اگر وہ اٹھنی بھی قیمت سمجھی جائے نکیل کی تو پچاس ہزار روپے کا انہوں نے آدھے گھنٹے میں نفع حاصل کر لیا۔

میں بتایہ رہا ہوں کہ یہ جو کہا ہے کہ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر، یہ فضیلت کا پہلا محل جو ہے وہ استعداد کا دینا ہے۔ بعض زمیندار ہیں، میں نے خود پڑھا ہے یعنی دنیا کی بات کر رہا ہوں صرف اپنے علاقہ کی بات نہیں کر رہا۔ یہاں سے ہزاروں میل دور سے یہ واقعہ ہوا کہ پندرہ ایکٹر کے مالک نے ساڑھے پانچ لاکھ روپیہ خالص آمد پیدا کی اور بہت سارے ایسے زمیندار بھی ہیں کہ جو پندرہ ایکٹر کے مالک ہیں اور سرخ مرچ کی چٹنی پیس کے اور روکھی روٹی کے ساتھ ان کا گزارہ ہے۔

علم کے میدان میں، ہر علم کے میدان میں آپ کو نہایت ذہین، آگے بڑھنے والے ملیں گے۔ ہر علم کے میدان میں آپ کو اس علم کے حصول کی صلاحیت نہ رکھنے والے یا کم رکھنے والے پیچھے رہنے والے بھی ملیں گے۔ انسان کی خدا تعالیٰ نے عظیم حقیقت بیان کی ہے اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔ انسان کی ہر شعبہ زندگی میں آپ کو اس آیت میں جو **وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمُ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ** کہ ہم نے جو عطا دی انسان کو اس میں بعض کو بعض پر فضیلت دے دی لیکن اسی آیت میں ساتھ یہ کہا کہ فضیلت اس لئے

نہیں دی کہ تم میرے بندوں کے خدا بننے کی کوشش کرو بلکہ اس لئے دی ہے کہ جو تمہارے Dependant ہیں، جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان کو اپنے برابر سمجھو۔ جو کھاؤ انہیں دو۔ جو پہنچا نہیں پہنا و جہاں رہو انہیں رکھو۔ یہ جو Dependant ہیں اس میں سب سے نچلا درجہ ان غلاموں کا تھا جو اسلام سے پہلے غلام بنانے گئے تھے لیکن فوری طور پر بغیر صحیح انتظام کے ان کو آزاد کر دینا انسان پر ظلم کرنا تھا۔ ایسا ہی تھا جیسے چڑیا گھر کے شیر کو آزاد کرنے کے لئے لاہور میں انارکلی میں لا کے چھوڑ دیا جائے۔ پہلے ان کو انسانیت کے آداب، شرافت کے آداب، اخلاق، ان کی ذہنیت میں تبدیلی پیدا کرنے کا سوال تھا، بعد میں ان کو آزاد کرنے کا سوال تھا۔

یہ ضمناً میں بات مثال کے طور پر دے رہا ہوں قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے یکسر غلامی کو مٹا دیا اور کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کہ وہ کسی دوسرے انسان کو غلام بنائے تو جو مسئلہ آپ کے درپیش تھا، وہ غلامی کا نہیں تھا وہ تو ختم ہو گیا قصہ۔ وہ یہ تھا کہ جو پہلوں نے غلام بنائے ہوئے تھے نسل بعد نسل ان کی ذہنیتیں جو ہیں وہ مسخ ہو چکی ہوئی تھیں۔ ان کو اٹھا کر اس گراوٹ کے مقام سے انسان کے مقام پر لا کے کھڑا کرنا یہ تھا آپ کے سامنے مسئلہ اور اس کو آپ نے حل کیا۔

تو یہ جو میں بات بتا رہا ہوں کہ جو زیر کفالت ہیں ان کو اپنے برابر کا حصے دار سمجھو کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہی منشا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو آپ کھاتے ہو وہ اپنے غلام کو کھلاؤ۔ پرانے غلام جو ملے ہیں ورثے میں۔

اس کے بعد پھر وہ جو قابلیتیں اور صلاحیتیں ہیں اس کے نتیجہ میں مختلف چیزیں رزق کے ساتھ تعلق رکھنے والی انسان کو ملتی ہیں۔ ایک شخص ہے وہ علم میں ترقی کرتا ہے۔ اس کے اوپر دوفرض عائد ہو جاتے ہیں۔ ایک علم پڑھانا دوسروں تک پہنچانا اپنی قابلیت کو اور اپنے جیسے ذہین اڑکوں کے لئے یہ تدبیر سوچنا کہ وہ بھی اسی طرح انتہائی رفتگوں تک پہنچنے والے ہوں اور دوسرے یہ کہ علمی ترقی کے نتیجہ میں دنیوی اموال جو ہیں وہ حاصل ہوتے ہیں اس میں اگر ایک شخص کہے کہ جی میں آئن سٹائن بن گیا اس واسطے جو دنیا مجھے اموال دیتی ہے اس کے اوپر

میں کسی کا حق نہیں سمجھوں گا قرآن کریم کہتا ہے یہ غلط ہے۔ تمہیں ہر دوسرے کا حق سمجھنا پڑے گا کیونکہ یہ فضیلت خدا تعالیٰ نے اس لئے نہیں دی کہ تمہاری اجرہ داری ہو جائے بلکہ بہت ساری اشیاء پر اس لئے دی ہے کہ تم جہاں خدا تعالیٰ کی دنیوی مادی نعمتوں سے مالا مال ہوئے ہو وہاں تمہارے لئے ایسے سامان پیدا کئے جائیں کہ ان مادی نعمتوں کے صحیح استعمال کے نتیجہ میں تم روحانی نعمتوں کو حاصل کرنے والے بن جاؤ اور جو وقتی طور پر اور ہلاک ہونے والی چیزیں ہیں ان کے ذریعہ سے تم خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق ان کا استعمال کرنے کے نتیجہ میں ابدی نعمتیں جو خدا تعالیٰ کی ہیں اس کی رضا کی ابدی جنتوں سے تعلق رکھنے والی ان کے تم حق دار بنو۔

یہاں اس آیت کے آخر میں میں نے اس کا ایک مکمل لیا تھا، تو آخر میں ہے کہ پھر کیا وہ اس حقیقت کے جاننے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ تو انکار کے ساتھ ہی اقرار اور انکار دونوں کا یہاں مضمون کے لحاظ سے ذکر ہے اور اقرار کے معنے ہیں خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق خرچ کرنا اور خدا تعالیٰ کی نعمت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے نعمت حاصل کی اور جس سے پایا اسی کی حکم عدوی شروع کر دی۔ یہ ہے کفر ان نعمت۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الظَّيْبَاتِ أَفِإِلْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكُفُرُونَ** (النحل: ۳۷) اور اللہ نے تمہیں تمام قسم کی پاکیزہ چیزوں سے رزق بخشنا ہے۔ کیا پھر بھی ایک ہلاک ہونے والی چیز جو دنیوی عطا کی شکل میں تمہارے اوپر نازل ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس پر تو ایمان رکھو گے اور کہو گے کہ خدا تعالیٰ نے ہم میں پتا نہیں کیا خوبی دیکھی کہ دنیوی اموال سے مالا مال کر دیا اور جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا تقاضا ہے ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں ان مادی اور دنیوی عطا یا کے نتیجہ میں تم روحانی نعمتوں سے محروم ہونے کی کوشش کرو گے۔ **وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكُفُرُونَ** اصل نعمت خدا تعالیٰ کی۔ ایک شخص ہے اس کو اتنا مال ملا کہ اس پر دس ہزار روپیہ زکوٰۃ واجب ہو گئی خدا کے لئے۔ وہ دس ہزار روپیہ خدا کے

حکم سے دے دیتا ہے تو جو دولت اس کو ملی جس پر زکوٰۃ واجب ہوئی مادی دولت ہے۔ روپیہ ہے۔ سونا ہے۔ چاندی ہے۔ بھیڑ بکری ہے۔ اونٹ ہیں۔ گائے اور بھینس ہے وغیرہ وغیرہ تو وہ زکوٰۃ دے گا تو یہی چیز جو مادی ہے اس نے خدا تعالیٰ کا حکم ماننے کے نتیجہ میں ایک روحانی نعمت کا دروازہ کھولا نا! خدا تعالیٰ نے کہا میرے بندے نے میرے حکم کے مطابق میری راہ میں اپنے مال کو میرے بتائے ہوئے نصاب کے مطابق خرچ کر دیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے محض یہ نصاب نہیں مقرر کیا بلکہ نوع انسانی کا جہاں تک تعلق ہے اس نصاب کا میں آگے آکے ابھی ذکر کروں گا۔ **رَزَقَكُمْ مِّنَ الظَّيْبَاتِ** یہاں جو **الظَّيْبَاتِ** کا لفظ استعمال کیا گیا اس سے میری توجہ اس طرف پھری کہ خدا تعالیٰ کی ہر نعمت جو ہے، وہ پاک ہے۔ اس معنی میں کہ وہ پاکیزگی کی طرف لے جانے والی ہے۔ پاکیزگی کی طرف لے جانے والی ہے صحیح استعمال کے نتیجہ میں، اعمال صالحہ کے نتیجہ میں۔

تو یہاں **رَزَقَكُمْ** میں ہر قسم کی عطا اور بخشش آگئی اور **مِنَ الظَّيْبَاتِ** میں اس طرف اشارہ کیا کہ خدا تعالیٰ کی ہر قسم کی عطا اور بخشش کے نتیجہ میں تم خدا تعالیٰ سے اس کے پیار کو حاصل کر سکتے ہو اگر اس کا صحیح استعمال کرو۔ لیکن پھر آگے کافروں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے **أَفَإِلَبَا أَطْلِ يُؤْمِنُونَ** جو ہلاک ہونے والی چیز ہے اس پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس لئے دی کہ ہم ہی اس سے فائدہ اٹھائیں اور کوئی اور اس کا شریک نہ ہو۔ ہم ہی اس کا استعمال کریں صحیح یا غلط جس طرح چاہیں۔ جس طرح قرآن کریم میں ایک نبی کے متعلق آیا ہے کہ ان کی امت نے کہا ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ جو ہمیں خدا نے چیزیں دی ہیں ہم اپنی مرضی کے مطابق ان کو خرچ نہ کریں۔

تو طبیبات سے اس طرف ہمیں توجہ دلائی گئی کہ خدا تعالیٰ کی ہر نعمت اگر اس کا صحیح استعمال ہو ابدی رحمتوں کے دروازے کھونے والی ہے اور جو اس کا غلط استعمال ہے اس قرآن کریم نے باطل یعنی ایک ہلاک ہونے والی چیز قرار دیا ہے یعنی خدا تعالیٰ نے ابدی نعمتوں کو نوازنے کے لئے تمہیں چھوٹی اور بڑی، دیئی اور دنیوی نعمتیں عطا کی تھیں لیکن تم نے ان کا محض دنیوی استعمال کر کے اور اپنے رب کو بھول کر اور اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے اس کو محض ایسے

طور پر استعمال کیا کہ وہ آئی اور چلی گئی۔ دنیا تو ہے ہی آنی جانی اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے تم وارث نہیں بنے۔

پھر ایک اور آیت میں ہمیں سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھانے کے لئے ایک ایسے بندے کی حالت بیان کرتا ہے جو غلام ہو۔ قرآن کریم کی اس آیت کے بہت سے بطور ہیں آپ جانتے ہیں بہت دفعہ ہم ذکر کرتے ہیں پہلے بھی کر چکے۔ یہاں میں یہ معنی کروں گا کہ ایسے بندے کی حالت بیان کرتا ہے جو دنیا کا غلام ہو اور جو کسی بات کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو۔ جو دنیا کا غلام ہے وہ کس بات کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ تو خدا سے لڑنے والا ہے نا۔ جو خدا تعالیٰ سے لڑنے والا ہے وہ گھمنڈ میں، وہ تکبر میں، وہ اشتبہار میں، وہ غرور میں، وہ لوگوں کو تحریر سمجھنے کی مرض میں بھی تو بتلا ہو جائے گا لیکن حقیقی طاقت جس کا صحیح نتیجہ نکلے اور جو خدا کا پیار حاصل کرنے والی ہو وہ طاقت تو اسے نصیب نہیں ہوتی۔ تو وہ دنیا کا غلام جو دنیا دارانہ زندگی گزارتا اور دنیا کی دلدوں میں پھنسا ہوا ہے اور کسی بات کی بھی طاقت نہیں رکھتا ایک وہ ہے اور ایک وہ ہے اس کے مقابلے میں جو دنیا کا غلام نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہے وہ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ مِنَّا رُزْقًا حَسَنًا جس کو ہم نے رزق دیا اور اس نے یہ جانا اور پہچانا کہ ہم نے اس کو ایک اچھا رزق دیا تھا، ایک ایسا رزق دیا تھا جو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب کرنے کا ذریعہ بن سکتا تھا اور اس کے نتیجہ میں اس حقیقت کو سمجھنے کے بعد ہمارے اس بندہ نے يُتَفَقُّ مِنْهُ سِرَّاً وَ جَهْرًا ہمارے دینے ہوئے مال میں لوگوں کے اس حق کو تسلیم کیا جو ہم نے ان کا قائم کیا اور ان کے اوپر وہ خرچ کرتا ہے پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ طور پر بھی۔ اس آیت کے پڑھتے وقت میرا اس طرف بھی خیال گیا ویسے وہ آیت میں آگے لوں گا بھی، ایک جگہ آیا ہے آگے ذکر آئے گا ان کا کہ وَ فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌ لِّلْسَابِلِ وَ الْمَحْرُومِ (الذہریت: ۲۰) تو جو اپنے اس حق کو پہچانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کا قائم کیا اس کا مطالبه کرتا، اس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔ جو شخص اس حق کو ادا کرنے والا ہے وہ ظاہری طور پر کھلم کھلا ادا کرتا ہے نا۔ مانگنے والے نے بھی کھلے طور پر کہا مطالبه کیا۔ مانگنے والا نہیں مطالبه کرنے والے نے ظاہراً مطالبه کیا، جہراً مطالبه کیا میرے یہ حقوق خدا تعالیٰ نے قائم کئے

ہیں میرے حقوق ادا کرو۔

تو خدا تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ ایسا شخص ہمارا بندہ جو ہمارے رزق کو رزقاً حسناً سمجھتا اور اس کے نتیجہ میں وہ حقوق العباد جو ہیں وہ ان کو ادا کرتا اور جن کو نہیں ملے ہوئے حقوق اور جو پہچانتے ہیں اپنے حقوق کو جو خدا تعالیٰ نے قائم کئے کھلم کھلا ان کے اوپر خرچ کرتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیتا حق ہے تمہارا لے لو اپنا حق خدا نے اسے قائم کیا ہے۔ اور بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے حقوق ہی نہیں پہچانتے اس وجہ سے وہ حقوق کے حصوں میں محروم ہوتے ہیں۔ تو یہ شخص جو ہے خدا کا بندہ وہ سرّاً بھی خرچ کرتا ہے ان کو اپنے حق کا نہیں پتا اور لوگوں کے حقوق کی جو ادائیگی یہ شخص کر رہا ہے اس کا نہیں علم۔ دونوں باتیں چھپی ہوئی ہیں۔ ان کے سامنے ان کے حقوق ظاہر نہیں اور لوگوں کے سامنے حقوق کی ادائیگی ظاہر نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ دنیا کا غلام اور یہ اللہ کا بندہ هُلْ يَسْتَوْنَ یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ برابر نہیں۔ ایک زمین کا کیڑا، ایک کو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے ہاتھوں سے اٹھا کر اپنی رفتگوں تک پہنچایا اور اپنی گود میں لے لیا پیار کے ساتھ۔ یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ (النحل: ۲۷) اصل بات تو یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔

اسی کی طرف دوسری آیت میں اشارہ کیا یتِمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (النحل: ۸۲)

اللہ تعالیٰ نے یہ ساری دنیوی نعمتیں پوری کر دیں تمہارے اوپر۔ ویسے اس میں روحانی بھی ہیں لیکن اس کے ایک حصہ کو میں نے اس فقرہ میں لیا ہے یتِمْ نِعْمَتَهُ عَلَيْکُمْ اس نے ساری کی ساری نعمتیں اور حمتیں جن کی تمہاری فطرت تقاضا کر رہی تھی، وہ تمہیں دے دیں۔ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ اس لئے دیں کہ تم میری ان نعمتوں سے حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌ لِّسَاءِلٍ وَ الْمَحْرُومٌ۔ وَ فِي أَمْوَالِهِمْ

کی خیر اس آیت میں میرے نزدیک جو میں اب معنی کر رہا ہوں جیسا کہ میں نے بتایا بہت سے بطور ہیں وَ فِي أَمْوَالِهِمْ وہ لوگ فَضَلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ کہا ہے نا۔ وہ لوگ جن کو ہم نے دوسروں پر فضیلت دی۔ انہوں نے تجارت کی اور تجارت کے مال بڑے اکٹھے کر لئے۔ انہوں نے زراعت کی اور بڑی آمد پیدا کی اپنی زمین سے۔ انہوں نے کارخانے

لگائے اور وہ Millionaire بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ دنیوی لحاظ سے انہوں نے دولتیں اکٹھی کیں۔ وہ ذہین تھے ان کو اپنے ذہنوں کی نشوونما کے سامان ہم نے دیئے تھے ان کو انہوں نے استعمال کیا اور سائنس کے میدان میں اور دوسرے علوم کے میدان میں آسمانوں کی رفتاروں تک پہنچ گئے اور اس ذریعہ سے انہوں نے دنیوی اموال بھی کمائے۔ محاورہ ہے

سے کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

کہ کمال حاصل کرو دنیا کی عزت بھی حاصل ہو جائے گی اور دنیا کے اموال بھی حاصل ہو جائیں گے۔ ان لوگوں کے اموال میں ایک تو یہ گروہ ہو گیا۔ ایک دوسرا گروہ ہے جو سائل بھی ہے اور محروم بھی ہے۔ جس کو ان حقوق کا جو خدا تعالیٰ نے اس کے قائم کئے ہیں علم بھی ہے اور اسے مل نہیں رہے اور وہ ان کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ حقوق کا علم نہیں اس واسطے مطالبہ ہی نہیں کر سکتا اور وہ خاموش ہے اور محروم ہے۔ اس کو پتا ہی نہیں میرے حقوق کیا ہیں۔ جیسا کہ اس وقت یہ جو ترقی یافتہ مہذب قویں ہیں ان کے مزدوروں کو کچھ پتا نہیں کہ ان کا حق کیا ہے اور میں ان سے مذاق میں ہنسی میں مسکراتے چہروں کے ساتھ بات کرتا تھا اور یہ حقیقت ان کے سامنے رکھتا تھا کہ یہ عجیب بات ہے کہ تمہارا مزدور اپنے حق کے حصول کے لئے سڑائیک کرتا ہے اور اس کو یہ پتا نہیں کہ اس کا حق کیا ہے۔ یہ عجیب چیز بن گئی نا! کہ جس چیز کا اس کو علم ہی نہیں اس کے حصول کی وہ کوشش کر رہا ہے۔ تو حاصل کیسے کرے گا جس کا علم ہی نہیں اس کو۔

تو محروم ہے وَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ ان کا حق ہے ان کے مال میں جن کو خدا نے دیا۔ مختلف طریقوں سے دیا کسی کو تجارت کا ملکہ دیا کسی کو زراعت کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ کسی کو استعدادیں دیں اور صلاحیتیں دیں علوم کے حاصل کرنے میں۔ مختلف طریقوں سے اس نے فضیلت حاصل کی اور اموال اکٹھے کئے۔ خدا کہتا ہے صرف تم اس کے حق دار نہیں بہت سارے اور حقوق ہیں جو تمہارے مال کے اندر ہم نے جمع کئے ہوئے ہیں اور یہ بتاؤں ضمناً کہ خدا تعالیٰ نے ضرورت اور حاجت اور بھک منگا ہونے کا تصور نہیں ہمیں دیا بلکہ غریب کا حق قائم کیا ہے اور یا یہ شخص جو مالدار ہے فَضَلَ بَعْصَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کے گروہ والا

خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ خود ان کے حقوق ادا کرے گا یا خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جو تنظیمیں ہیں یا جو حکومتیں ہیں یا جو اقتدار ہیں وہ ان کو حقوق دیں گے۔ جہاں سے میں نے شروع کیا تھا لوط کے پھر وہیں آ گیا۔

یہ زمانہ آ گیا ہے اس وقت دنیا، اسلام سے باہر کی دنیا، عیسائی دنیا، دہریہ دنیا، بندہ بہ دنیا، لاندہ بہ دنیا کہ وہ ناکام ہو کر اپنی کوششوں اور اپنے منصوبوں میں اپنے مسائل کا حل اسلامی تعلیم میں پانے کی کوشش کریں۔ خدا تعالیٰ ان کو جلد تر اس کی توفیق عطا کرے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے دولتمند اور صاحبِ ثروت بنایا ہے ان کے اموال میں ہر اس شخص کا حق ہے جو اپنے رب کے قائم کردہ حقوق سے محروم ہے۔ خواہ وہ اس حقیقت سے واقف ہو، خواہ اس کا علم اس کو نہ ہو ہر صورت میں اس کا حق خدا تعالیٰ نے قائم کر دیا ہے۔

ایک چھوٹی سی میں مثال لوں گا۔ ایک چھوٹی سی ویسے تو میں نے بتایا بڑا وسیع مضمون ہے ہر قسم کے حقوق پر مشتمل۔ وہ لوگ ہمارے ملک میں بھی ہیں۔ ہمارے ملک کی اکثر آبادی ایسی ہے کہ جن کو اتنی غذا بیئت تو کھانا کھانے کے متعلق میں ذکر کر رہا ہوں مل جاتی ہے کہ وہ زندہ ہیں مرے نہیں بھوکوں لیکن ان کی صلاحیتوں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کے لئے جس قسم کی غذا کی ضرورت تھی وہ نہیں ملی۔ مثلاً ہمارے ملک میں کہتے ہیں واللہ اعلم قریباً اسی فیصد کسان holding رکھتا ہے۔ اس کے پاس بہت تھوڑی زمین ہے۔ آٹھ، دس، بارہ، چودہ ایکڑ کی اور مجھے خدا نے ہر قسم کے آدمی سے ملاپ کرنے کی توفیق دی۔ اس کی تفصیل میں اس وقت نہیں جاؤں گا اور مجھے پتا ہے کہ اکثر ان میں سے اپنے بیلوں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں یعنی اگر وہ اپنے ہل کی فکر نہ کریں۔ بارہ ایکڑ کا مالک جو ہے اس کو ایک ہل چاہیئے۔ تین جانور چاہیئں بارہ ایکڑ میں پہلے وہ کھلاتا ہے تین جانوروں کو اپنے ورنہ تو اس کو سوکھی روٹی بھی نہ ملے۔ اور ان کے پاس اپنی چار پائی بچھا کے وہاں سو جاتا ہے رات کو۔ اکثریت ایسی ہے، اکثریت Small Holding کی ہے اور اکثر Small Holding والے جو ہیں بعض اچھے بھی ہیں لیکن اکثر ایسے ہیں جن کو اتنی روٹی تو مل جاتی ہے کہ وہ بھوکوں مریں نہ لیکن اتنی غذا بیئت

ان کو نہیں ملتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی اور رذہنی اور اخلاقی اور روحانی جو طاقتیں دی تھیں ان کی کامل نشوونما وہ کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو طاقتیں میں نے ہر فرد واحد کو دی ہیں ان کی کامل نشوونما ہونی چاہیئے۔ ہر فرد کی ہر طاقت کی کامل نشوونما کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہے مادی یا غیر مادی وہ میں نے پیدا کر دی۔ اگر وہ اس کو نہیں ملی تو کوئی اور غاصب ہے جس کے پاس ہے وہ۔ اور انہی کو خدا کہتا ہے انہی کی طرف اشارہ کر کے کہ **وَفِيَّ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلَّهِ إِلَيْهِ وَالْمَحْرُوفُمْ** ان کے پاس جن کے حقوق کی ادائیگی کے سامان ہیں پڑے ہوئے ان سے لو اور دو یا وہ آپ دے دیں۔ خدا کی رضا کو حاصل کریں۔

قرآن کریم یہ کہتا ہے اصل تو یہ ایک فقرہ ہے جس کے لئے میں نے یہ خطبہ آج پڑھا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جب انسانوں کے ایک طبقہ کو ان کے مناسب حال اور متوازن غذا نہ ملے اور اس سے وہ محروم ہوں تو سب دولتمند ان کے برابر لا کے کھڑے کر دیئے جائیں۔

وَفِيَّ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلَّهِ إِلَيْهِ وَالْمَحْرُوفُمْ میں بڑا عظیم اعلان ہوا ہے۔ خدا یہ کہتا ہے کہ اگر مثلاً کوئی ملک اس کو ہم کہتے ہیں ”جیم“، ہر نام لے دیتے ہیں۔ اس کی اسی فیصد آبادی جو ہے اس کو مناسب حال متوازن غذا نہیں ملتی تو جب تک اس طبقہ کو مناسب حال متوازن غذا نہیں ملتی کسی امیر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان سے بڑھ کے کھائے۔ وہاں لا کے کھڑا کر دیا جائے گا کہ جیسا یہ کھائے گا ویسا وہ کھائے گا۔ تمام امرا اور دولتمند صاحبِ ثروت جو ہیں ان کو دکھ اور تکلیف میں غریب کے کندھے سے کندھا ملا کے کھڑا کر کے سو فیصد ان کا شریکِ حال بنادیا۔ شریکِ غم بنادیا ان کا اور ان امیر کو یہ کہا ہم نے تمہیں بڑا دیا۔ جب ان کو مناسب حال متوازن غذا مل جائے پھر اپنی مرضی کی کھا۔ تیرے اوپر کوئی پابندی نہیں۔ بعض دوسری Extreme پر چلے گئے ہیں۔ خیالات فلاسفی، ازم جو ہیں وہ کہتے ہیں کسی کو بھی اس کی مرضی کا نہیں کھانے دیں گے۔ یہ غلط ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے **فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ** ہر شخص کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر جو زائد تمہارے پاس ہے پھر اپنی مرضی چلا لو اس کے اندر اور پھر جب اپنی مرضی چلانے کا وقت آئے گا پھر خدا کہتا ہے جب اپنی مرضی چلا رہے ہو تو اپنی عارضی خوشیوں کا خیال رکھنے کی بجائے اپنی ابدی خوشیوں کا خیال رکھو۔ پھر ان کو آگے وہ نعمتیں

بیان کر کے وہ خدا تعالیٰ کے فضل بیان کر کے، خدا تعالیٰ کی جو حمتیں اس زندگی میں نازل ہوتی ہیں ان کے نمونے نازل کر کے اس رنگ میں خدا تعالیٰ پیار کرے گا مرنے کے بعد اپنے ایک پیارے بندے کو اپنی رضا کی جنت میں لے جا کے اس کا ایک نمونہ مثلاً یہ اس کو بتا دیتا ہے کہ وقت سے پہلے اس کو بشارت دے دیتا ہے اور وقت سے پہلے اس کو یہ تنیہ کر دیتا ہے کہ یہ بات نہ کرو ورنہ تمہیں تکلیف ہوگی۔ وقت سے پہلے بتا دیتا ہے کہ مثلاً اس ہوائی جہاز میں نہ جاؤ تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں میں نے ایسے واقعات پڑھے ہیں۔ تو وہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ساروں کو ان کے حقوق ادا کرو پھر اگر تمہارے پاس فال تو پچتا ہے پھر جائز طور پر خدا تعالیٰ نے جو چیز حلال قرار دی ہے اس کو منظر رکھتے ہوئے جس کو حرام کہا ہے اس سے بچتے ہوئے اپنی مرضی سے جو مرضی کھاؤ لیکن ہر شخص کو مناسب حال متوازن غذا ملے گی پہلے۔

یہ جو میں فقرہ بول رہا ہوں شاید بہت سارے نوجوان سمجھیں ہی نہ۔ مناسب حال بدلتی ہے۔ مثلاً ایک ابھی پچھے جیسے بڑا یہاں سور تھاکشی ہو رہی تھی جاپان اور پاکستان کی تو ایک پہلوان کی مناسب حال اور غذا ہے اور ایک وہ مخفی سا بچہ نور صاحب کے پاس بیٹھا ہوا ہے پتا نہیں کون ہاجس کا معدہ اور نظام ہضم جو ہے اس کے مطابق مناسب حال بالکل اور چیز ہے۔ مناسب حال غذائی کے ساتھ بدلتی ہے۔ مناسب حال غذا کام کی نوعیت کے ساتھ بدلتی ہے مثلاً ایک زمیندار جو ہے وہ ہمیشہ نہیں لیکن بہت سارے سال کے ایسے بھی دن ہیں یا ہفتے ہیں جن میں اس کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے، دن رات محنت کرنی پڑتی ہے اور اس محنت کے نتیجے میں وہ شاید ڈیر ڈھو دوسیر آٹا بھی کھا جائے تو ایک وقت میں ہضم کرے گا۔ تو مناسب حال کو یہ سمجھ لو کہ جس کو وہ ہضم کر سکتا ہے اور متوازن کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف ہمارے لئے آٹا یا میدہ یا سوچی یا چنایا مکنی پیدا نہیں کی یا صرف گوشت نہیں پیدا کیا یا صرف شکریم کی ترکاری نہیں پیدا کی یا صرف اخروٹ اور بادام یہاں کشیمیر قریب ہی ہے وہاں بڑا روائج ہے اخروٹ بہت کھاتے ہیں وہاں کے لوگ وہ نہیں پیدا کئے بلکہ یہ اب انہوں نے بڑی ریسرچ کی ہے اسلام کے بتابے ہوئے اصول کے مطابق اس کو پروٹینز کہتے ہیں یہ گوشت یا Nuts یا پنیر یا دودھ تو ان کا بھی کہتے ہیں آپس میں توازن پیدا کرو اور یہ پہلوان مثلاً گھنی بڑا کھا جاتے

ہیں۔ بادام بڑا کھا جاتے ہیں۔ وہ اس کو ہضم کر رہے ہوتے ہیں اور ان کو طاقت چاہیے اپنے کام کے لئے۔ ایک ٹلکڑ جو بیٹھا ہوا ہے وہ آدھ سیر آٹا کھائے تو اس کو اسہال شروع ہو جائیں گے۔ ایک زمیندار جو ساری رات کام کرتا رہا ہے اپنی زمینوں کے اوپر وہ صحیح جس وقت کھانے پڑیں گے جس کو ہم ناشتہ کہتے ہیں اس کا پہلا کھانا ہوتا ہے اس وقت سیر پکی روٹیاں کھا جائے گا اور وہ ہضم کرے گا اس کو تو یہ ہے مناسب حال اور متوازن کا مطلب یہ ہے کہ جو مختلف خدا تعالیٰ نے غذا نیں بنائی ہیں اپنی قسم کے لحاظ سے مختلف جس کو انہوں نے یعنی چکنائی، جس کو انہوں نے (Carbohydrate) نشاستہ یا میدہ کہا۔ یہ جس کو انہوں نے نے پروٹین کہا آگے ان کی بھی بہت ساری فرمیں ہیں۔ پروٹین کے متعلق تھوڑا سا اب میں نے بتایا۔ یا جس کو انہوں نے Vitamins کہا یہ بھی غذا کا حصہ ہے۔ جس کو انہوں نے Minerals کہا یعنی جو معدنیات ہیں۔ ان کو Trace element بھی بعض کو ان میں سے بہت تھوڑا چاہیے لیکن انسانی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ خدا کہتا ہے کہ ہر شخص کو دو۔ تو میں نے یہ کہا کہ میرے نزدیک وَفِي أَمْوَالِهِمُ حَقٌّ لِّلَّسَاءِلِ وَالْمَحْرُومٍ کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم نے بڑا عظیم اعلان کیا ہے۔ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہا میں تمہیں لاوارث نہیں چھوڑوں گا۔ قرآن کریم نے کہا تمہارے جو سیاسی بڑے ہیں وہ تمہارا خیال نہ رکھیں یا رکھیں۔ تمہارے دوسرے، تمہارے اپنے بزرگ جو ہیں خاندانی یا قبیلے کے وہ اس طرف توجہ دیں نہ دیں، پر میں تمہارا پیدا کرنے والا رب تمہیں ایک مقصد کے لئے میں نے پیدا کیا۔ جو بھی تمہیں ملا وہ مجھ سے ملا اور بنیادی طور پر میں نے تمہیں چار قسم کی عظیم صلاحیتیں اور قابلیتیں دیں۔ ان کی نشوونما کے میں نے سامان پیدا کئے۔ میں یہ سامان پیدا کروں گا کہ سارے انسان اسلام کی حسین تعلیم میں، اسلام کے ٹھنڈے سایہ میں جمع ہو کر ہر شخص کو پہلے اس کا حق مل جائے۔ اس کے بعد پھر جن کو ہم نے ایسی صلاحیتیں دی ہیں کہ مثلاً وہ زیادہ کمالیں تو پھر ہم کہیں گے جب وہ اپنے حقوق ادا کر چکے ہوں گے اور ان کے پاس مال بچ گا اپنی مرضی سے اب کھالو لیکن یہ دیکھنا کہ اپنی مرضی سے اتنا نہ کھالیں گا کہ رات کو ہماری عبادت نہ کرسکو۔ دن کے وقت بھی اوگنگتھے ہی رہو۔ ہماری طرف توجہ نہ کرو۔ اپنے جو ہر وقت

کے حقوق ادا کرنے ہیں وہ تم ادا نہ کر سکو۔

یہ جو میں نے کہا کہ جس وقت کسی ملک کے ایک طبقہ کو مناسب حال اور متوازن غذا نہ ملے اس وقت سب افراد کی غذائے کے اکٹھی جمع کرو اور یہ انتظام کرو کہ پہلے ان کو مل جائے پھر ان سے کہو کہ اب تم جو مرضی کروا اپنی غذا سے یہ میں نے اعلان اپنی طرف سے نہیں کیا۔ یہاں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کئی دفعہ، اس آیت کا یہی مفہوم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے، اور اس وقت میں نے آپ کے سامنے آپ کا ایک ارشاد اور اس وہ اور اس پر عمل کرنے والوں کے دو تین واقعات لئے ہیں۔ تین بڑی چیز واضح ہو جاتی ہے کسی کو کوئی شبہ اور شک نہیں رہے گا۔ یہ مسلم میں حدیث آتی ہے۔ مسلم کا تھوڑا سا تعارف کروا دوں۔ ہمارے ان بزرگوں نے بڑے پیار، بڑی تحقیق سے اور بڑی توجہ کے ساتھ پوری کوشش ہے کہ کوئی غلط بات کوئی کسی غلط سند سے ہم تک پہنچی ہوئی بات ہمارے اس مجموعہ میں شامل نہ ہو جائے جو شائع کرنا چاہتے ہیں۔ انسان تھے پھر بھی بعض غلطیاں کر گئے ہوں گے لیکن اتنا ہی قربانی کے ساتھ اور بڑی ہمت کے ساتھ یہ کام کیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے بڑے عظیم لوگ تھے یہ۔ ان عظیم لوگوں میں سے ایک طبقہ وہ تھا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جمع کئے، چھان بین کی، ایک ایک حدیث کے لئے بڑی کوہتیں اٹھائیں اور سفر کئے اور اپنی پوری تسلی کرنے کے بعد انہوں نے جو اپنے معیار قائم کئے اس کے مطابق احادیث جمع کر دیں۔ یہ چھ صحابہ ستہ، چھ حدیث کی کتابیں ہیں جو کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد، قابلِ اعتبار ہیں۔ ان میں سے صحیح بخاری نمبر ایک پر ہے اور پھر صحیح مسلم ہے۔ میں نے دونوں کتابوں کے ہی دو حوالے لئے ہیں لیکن مسلم کا حوالہ میں نے اس لئے پہلے لیا کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ درج ہے۔ اس کا میں ترجمہ لوں گا۔ ویسے میرے پاس عربی کے الفاظ بھی ہیں مگر دیر ہو گئی ہے۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے مگر رستے میں ہمیں خواراک کی سخت کمی پیش آگئی۔ حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا کہ اپنی سواریوں کے بعض اونٹ ذبح کر دیں۔ (میں ذرا ساتھ ساتھ تشريع کروں گا تھوڑی) شان دیکھو! کھجوریں ساتھ

لے کے گئے تھے غریب آدمی۔ ستو ہوں گے اسی قسم کا راشن۔ یہ مجاہد فوج ہے جن کو حکومت نہ کھانے کو دیتی ہے نہ پہنچنے کو دیتی ہے نہ ہتھیار دیتی ہے۔ اپنے پیسوں سے الا ماشاء اللہ جتنی توفیق دی اور بعض ایسے غریب تھے ان کو دیا بھی لیکن اصل اصول یہ ہے کہ جس کو خدا نے توفیق دی وہ اپنے پیسے خرچ کرے۔ اپنے کپڑے بنائے۔ اپنی زر ہیں بنائے۔ اپنی تلواریں خریدے۔ اپنے نیزے لے۔ اپنے تیر کمان تیار کرے اور پھر ان کی پریکش کرے اور ان میں مہارت حاصل کرے وغیرہ وغیرہ اپنی سواریاں لے۔ غریب لوگ سواریاں انہوں نے لے لیں۔ دو دو نے مل کے بھی لے لی ہوں گی ایک ایک اونٹ یا تین تین نے مل کے لے لیا ہو گا یا اس سے زیادہ نے واللہ اعلم لیکن راشن تھوڑا سا تھا۔ کھجوریں ہوں گی کچھ اور اس قسم کی اور چیزیں۔ جس وقت ان کا کھانا ختم ہوا تو انہوں نے ہاتھ نہیں پھیلایا کہ کھانا ختم ہو گیا لا و کچھ کھانے کو دو۔ انہوں نے یہ سوچا کہ مانگیں گے نہیں۔ جب تک ہمارے پاس کھجوریں تھیں ہم نے کھائیں۔ جب تک ہمارے پاس ستو تھے ہم نے ان کا استعمال کیا اور اپنے بیٹھ ہرے اب وہ ختم ہو گئے ہیں۔ ہمارے پاس اونٹ ہیں جن کی ہم سواری کرتے ہیں اور اس طرح کوفت سے بچ جاتے ہیں۔ اب ہم اونٹ ذبح کر کے باری باری کوئی انہوں نے بنائی ہو گی سیکھم وہ اس میں نہیں لیکن بڑے ذہین لوگ تھے جو میرے سامنے تصویر آئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے مل کے سر جوڑے ہوں گے۔ انہوں نے کہا ہو گا ہم چالیس آدمی یا سو آدمی ہیں یا پچاس آدمی ہیں اتنے دنوں کے بعد ایک اونٹ ذبح کیا کریں گے باری باری اور یہ کھالیں گے، مانگیں گے نہیں۔ یہ عظیم ذہنیت کہ جہاد پر جار ہے ہیں۔ اپنے خرچ پر جار ہے ہیں۔ غریب ہیں غذا ساتھ نہیں ہے پوری۔ غذا کا سامان پورا نہیں لے جار ہے وہ ختم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی شکایت نہیں کی۔ خدا تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہیں کیا۔ کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہیں پھیلایا۔ آپس میں سر جوڑے اور مشورہ کیا۔ آواب اونٹ ذبح کریں اور کھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا لگ گیا۔ جب پتا لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کے پاس خوراک موجود ہے اور ختم نہیں ہوئی وہ اس گروہ کے امیر لوگ تھے نا، جو زیادہ کھانے پینے کی چیزیں لے کے آئے ہوئے تھے۔ غریبوں کی ختم ہو گئی ان کی ختم نہیں ہوئی یعنی اس چھوٹے سے دائرہ میں دو طبقے

بن گئے۔ ایک غریب کا جن کا کھانے کا سامان ختم ہو گیا۔ ایک امیروں کا جن کے پاس کسی کے پاس دومن ہو گی کسی کے پاس ایک من ہو گی۔ کھجور یہ بھی تھیں، ستوبھی تھے اور کھانے کی جو چیزیں وہ استعمال کرتے تھے وہ۔ آپ نے کہا سب جن کے پاس بھی جو کھانے کی چیز ہے بیت المال میں آ کے اکٹھی کر دو۔

میں نے کہا تھا نا کہ جب کسی طبقے کو اس کے مناسب حال اور متوازن غذانہ ملے تو سارے امرا کی غذا اکٹھی کرلو اور اکٹھا ایک جیسا کھانا دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سب لوگوں کے خوراک کے ذخیرے اکٹھے کر دیئے جائیں۔ پس ہم نے سب ذخیرے اکٹھے کرنے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے سب کو مساویانہ راشن باٹھنا شروع کر دیا۔ سب کو ایک جگہ لا کے کھڑا کر دیا۔ یہ اسوہ آپ نے قائم کر دیا۔ اس کے بعد دو اور واقعات میں نے اس وقت بیان کرنے کے لئے آپ کو اور دُنیا کو مسئلہ سمجھانے کے لئے منتخب کئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک پارٹی ساحل سمندر کی طرف روانہ کی اور اس کا امیر ابو عبیدہ بن جراح جو آپ کے ایک بڑے پیارے صحابی تھے ان کو مقرر کیا۔ یہ جو پارٹی تھی یہ تین سو افراد پر مشتمل تھی۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس سریہ میں نکلے تو ان کو مشلاً کوئی کام دیا تھا ساحل سمندر کی طرف۔ اب اگر سیدھا راستہ اختیار کرتے تو چار پانچ دن میں پہنچ جاتے۔ دس بارہ دن میں واپس آ جاتے۔ جب ان کے کام سپرد ہی یہ ہوا ہے بارہ دن کا۔ انہوں نے بارہ دن کی غذا رکھی اپنے ساتھ۔ چلے گئے لیکن راستہ بھول گئے۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے۔ راستہ بھول جانے کی وجہ سے ابھی ہم منزل مقصود کو پہنچ ہی نہیں تھے وہ کہتے ہیں ہم راستہ میں ہی تھے کہ ہمارا زادکم ہونا شروع ہو گیا۔ تو جو تین سو میں سے غریب تھے جن کے پاس تھوڑا کھانا تھا ساتھ ان کو مشکل پیش آ گئی۔ تو ابو عبیدہ نے جو اس تین سو کی پارٹی کے امیر تھے حکم دیا کہ سب لوگوں کی خوراک کا ذخیرہ جمع کر لیا جائے۔ جن کے پاس جو کافی تھا ذخیرہ ان کو کہا اکٹھا کرو یہاں سب برابر۔ تو اس سارے جمع شدہ ذخیرہ کے جو تھوڑا ہی بنا ویسے، ابو عبیدہ اس ذخیرہ میں سے تھوڑی تھوڑی خوراک تقسیم کرتے تھے۔ حتیٰ کہ یہ ذخیرہ اتنا کم

ہو گیا کہ بالآخر ہمارا شن صرف ایک کھجور فی کس پر آ گیا۔ تو جس کے پاس اتنا راشن تھا کہ وہ جس دن ان سب کوئی کس ایک کھجور ملی اس دن وہ بیس کھجور یہں کھا سکتا تھا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا یہ سنت بنوی نہیں آج تم بیس کھجور نہیں کھا سکتے اپنی۔ آج تم ایک کھجور کھاؤ گے۔ جتنی سائل اور محروم کو ملے گی، اتنی کھاؤ گے لیکن جب ان کو ان کی ضرورت کے مطابق متوازن غذامل رہی تھی اس وقت اپنے مال سے، ذخیرے سے جو مرضی کرتے تم۔

اور تیسرا فرمان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ایک اشعر قبیلہ ہے ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نبوی پر جس طرح وہ عمل کرتے تھے انہوں نے اپنے قبیلہ کی روایت یہ بنائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نا وہ روایت بن گئی۔ یہ تو اپنی شان کے ساتھ ہے یہ میں بعد میں بیان کروں گا اس کی ایک تھوڑی سی جھلک ہمیں اس جلسے پر نظر آئی جب صبح کی نماز کے وقت مجھے مسجد میں بتایا گیا کہ نابائی کام نہیں پورا کر سکے کسی وجہ سے تو روٹیاں نہیں تیار، تو اب کیا کریں ہم؟ ہم وقت پر کھانا نہیں کھلا سکتے۔ پوری روٹی لے کے دو یا تین روٹیاں جتنی بھی ملتی ہیں فی کس نہیں تیار۔ یا آپ پیچھے ڈالیں جلسہ کی تقاریر کا پروگرام۔ میں نے ان کو کہا یہ نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو گا تم اپنے وقت کے اوپر جو بھی ہے تقسیم کرو۔ میں نے نماز کے بعد یہ اعلان کیا کہ وقت ہو چکا ہے اور کھانا وقت پر نہیں مل سکتا۔

ہم روحانی غذا نہیں چھوڑیں گے جسمانی غذا کی قربانی دیں گے اور جن کے گھروں میں روٹیاں کپتی ہیں یا جو کھانے کا اپنا یعنی باہر سے بھی آنے والے انتظام کرتے ہیں ان کو میں کہتا ہوں کہ وہ بھی اور جو باہر سے آئے ہوئے ہیں وہ بھی اور میرے بچے بھی اور ہمارا خاندان بھی اور جماعت کے عہدیدار بھی اور جماعت کے کارکن بھی، آج ہم سارے ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھائیں گے۔ تو ان سے میں نے بات کی تھی میرا اندازہ تھا کہ ایک روٹی ہر ایک کو مل جائے گی۔ ہم ایک روٹی کھائیں گے اور خدا تعالیٰ نے یہ بڑی عجیب جماعت پیدا کی ہے مجھے بعد میں پتا لگا کہ کئی لوگوں نے کہا کہ پھر اب جب ایک وقت ایک روٹی کھائی ہے تو سارے جلسے میں ایک روٹی کھائیں گے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس قسم کے اخلاص والے بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اشعر قبیلہ کے لوگوں کا یہ طریق ہے۔ انہوں

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا اور اسوہ دیکھا ممکن ہے کوئی ان میں سے اس غزوہ میں شامل بھی ہو جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اکٹھا کر لیا اور وہ سب کو برابر تقسیم کر دیا اور جب کسی سفر میں خوراک کا ٹوٹ پڑ جاتا ہے یا حضرت کی حالت میں ہی ان کے اہل و عیال کی خوراک میں کمی آ جاتی ہے یعنی ایک حصہ کی خوراک میں کمی آ جاتی ہے تو ایسی صورت میں وہ سب لوگ اپنی اپنی خوراک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں اور پھر اس جمع شدہ خوراک کو ایک ناپ کے مطابق برابر، ہر ایک امیر غریب کو ایک ناپ کے مطابق سب لوگوں میں مساویانہ طریق پر بانٹ دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا میرے ساتھ حقیقی جوڑ ہے اور میرا ان کے ساتھ حقیقی جوڑ ہے۔

تو اسلام آج دُنیا میں یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کا کوئی طبقہ ایسا نہیں رہنے دیا جائے گا جس کو متناسب اور متوازن غذانہ ملے اور ایک طبقہ موجود ہو جو عیش کر رہا ہو کھانے کی۔ امریکہ کے متعلق پتا نہیں صحیح ہے یا نہیں لیکن کسی جگہ میں نے پڑھا تھا کہ بعض دفعہ وہ فخر کرتے ہیں کہ جتنا ہم اپنی رکابیوں میں بچا کے پھر پھیک دیتے ہیں اس سے یہ جو غریب ممالک ہیں پاکستان، ہندوستان جیسے ان کا پیٹ پالا جاسکتا ہے۔

تو قرآن کہتا ہے یہ فخر کی بات نہیں یہ تو ہلاکت کے سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ تمہیں اپنی فکر کرنی چاہیئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان سے بڑا پیار تھا۔ ایک دفعہ میں نے خطبہ دیا کہ کوئی احمدی رات کو بھوکا نہیں سوئے گا اور میں نے دو حدیثیں بیان کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک جگہ کہ ایک کا کھانا دو کے لئے کافی ہے۔ دو کا چار کے لئے۔ ایک جگہ فرمایا کہ ایک کا تین چار کے لئے کافی ہے یعنی ایک سے زیادہ۔ ایک کا کھانا دو سے زیادہ نسبت سے کافی ہے، اس وقت وہ نسبت مجھے یاد نہیں رہی۔ بہر حال سمجھ لو کہ مثلًا یہ کہہ دیا کہ ایک کا چار کے لئے کافی ہے۔ دونوں حدیثیں اسی ضمن میں میں نے پڑھیں تو میں نے سوچا کہ یہ دوسری جو ہے یہ امیروں سے تعلق رکھتی ہے یعنی بعض گھرانے ایسے ہیں غریب جو اپنی ضرورت کے مطابق کھانا پکار ہے ہیں۔ وہ اگر دو آدمی میاں بیوی ابھی بچہ کوئی نہیں کھانے والا دو دھپٹا مثلاً بچہ ہے ماں کی گود میں تو وہ دو آدمیوں کا فکر کر سکتا ہے اگر کوئی

دو بھوکے ہیں تو ان کو کہہ سکتا ہے آؤ ہم اکٹھے مل کے کھالیتے ہیں۔ چار کھالیں گے۔ لیکن ایک امیر ہے اگر اس کے ہاں دو کا پکا ہوا ہے تو وہ دس کو بھی کھلا سکتا ہے۔ پہلے جماعت نے ذرا توجہ دی تھی۔ اب مجھے بعض نے کہا ہے کہ بعض دفعہ سستی کرتے ہیں، یہ بڑی غلط بات ہے۔ جماعت احمدیہ میں کوئی شخص رات کو بھوکا نہیں سونا چاہیے جس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو۔ اپنے محلے والوں کا خیال رکھو۔

مجھے ایک غیر احمدی دوست نے بڑا پیرا اخطل کھا۔ مجھے انہوں نے خط لکھا کہ میں نے یہ آپ کا خطبہ پڑھا۔ پر میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم نے آپ کا کیا گناہ کیا کہ آپ نے ہمارے متعلق نہیں کہا کہ ہم بھوکے نہ سوئیں رات کو۔ خیر میں نے ان کو کہا کہ بات یہ ہے کہ جہاں تک میرے دل کے جذبات کا تعلق اور احساسات کا تعلق ہے، میرا دل یہی پکارتا ہے کہ کوئی انسان رات کو بھوکا نہ سوئے لیکن اگر میں بول پڑتا یہ کلمات تو بہت سارے لوگ مجھ پر بڑا غصہ کرتے اور اعتراض کرتے، الزام لگاتے۔ تو ویسے جو لوگ سب انسانوں کو انسان سمجھ کے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کو اسلامی تعلیم کا جزو سمجھتے ہیں وہ سارے شامل ہیں میرے اس اعلان میں کہ کوئی شخص بھی رات کو بھوکا نہ سوئے اور وہ تو کم سے کم غذا ہے نا۔ لیکن جو اعلان کیا گیا ہے وہ مناسب حال متوازن غذا ہے۔ اب میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں جو میرا مشاہدہ ہے۔ اس واسطے میں نے کہا تھا کہ اسی فیصد Small Holding کا مالک آٹھ دس بارہ ایکڑ کا مالک زمیندار اس کا حلیہ یہ ہے جو میں نے کہا تھا وہ دراصل غلام ہے اپنے تین بیلوں کا، اپنے ہل کا۔

ایک دفعہ ہم سیر کو نکلے۔ ہم بہت سارے اپنے بھائی چپا زاد بھائی وغیرہ بھی بھی آرام بھی کیا کرتے ہیں۔ تو ربوہ سے پچیس تیس میل کے اوپر ہم گئے تھے۔ وہاں ایک وہ بیل والا تھا جو بیل سے رہت پانی نکالتا ہے پنجابی میں ”ٹنڈیں“ کہتے ہیں ان کو۔ اس سے ہم نے دو چار فرلانگ آگے جانا تھا میں نے کہا یہیں ٹھہر جاتے ہیں پانی مل جائے گا۔ تو وہاں ہم ٹھہر گئے۔ موڑوں سے اترے۔ ہمارے ساتھ اپنا کھانا وغیرہ ہوتا ہے وہ سارا نکالا اور کمپ میں بند کر دیا۔ وہاں میں اسی وقت چلا گیا۔ ساری رات اس نے جیسا کہ طریق ہے زمیندار کا اس کے

اوپر بیٹھ کے پانی نکلا اپنی زمینوں کو ساری رات پانی دیتے ہیں یہ۔ اس کی گھروالی اس کا کھانا لے آئی۔ تو میں نے کہا دیکھیں ساری رات اس نے محنت کی ہے کھانے کو کیا مل رہا ہے بیچارے کو۔ میں چلا گیا اس کے پاس وہ ہاتھ منہ دھو کے جیسا کہ عادت ہے وہ چوکڑی نہیں مارتے اکڑوں بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ بیٹھا ہوا سامنے اس کے رومال بچھا ہوا وہ کھانا کھانے لگا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ میں نے نہس کے کہا میں مہمان آیا ہوں اور تم مجھے کھانے کو نہیں پوچھو گے؟ اس شریف آدمی نے کہا آئیں بیٹھیں کھانا کھائیں تو میں بیٹھ گیا اس کے ساتھ۔ میں نے تو پچھنا ہی تھا، دیکھنا ہی تھا کیا کھاتا ہے تو وہ باجرے کی بڑی موٹی روٹی اور میں نے ذرا سا ٹکڑا لیا توڑا اور ساتھ سرخ مرچ کی پسی ہوئی چٹپتی یعنی ساری رات اس شریف آدمی نے کام کیا اور صبح اس کے حصے میں غذا یہ آئی ہے۔ تو میں مرچ کھاتا نہیں مجھے تکلیف ہوتی ہے اس کی تو میں نے ٹکڑا لے کے وہ چبایا اتنا لذیز کہ کوئی حد نہیں۔ خیر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اٹھا تو وہ کہنے لگا نہیں اور کھائیں۔ میں نے کہا جو پتا لینا تھا وہ پتا لے لیا۔ میں نے تو اس کو اپنا استاد بنالیا۔

یہ آدمی جو ساری رات پانی دیتا ہے اور صبح کے وقت اس کے حصے میں سرخ مرچ کی پسی ہوئی چٹپتی آتی ہے اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہمارے ہاں؟ حالانکہ اس کا حق ہے۔ اس کو جو تجربہ رکھتے ہیں، جو علم رکھتے ہیں ان کا فرض ہے بتائیں کہ اسی زمین میں ان کو دودھ اور کھنچن اور لی مل سکتی ہے لیکن ان کو بتانے والا کوئی نہیں۔ مثلاً اگر تین بیل، یہ جو ایک ہل ہے ویسے تو دو بیل چلاتے ہیں نا ہل کو لیکن کوئی بیار ہو جاتا ہے اچانک مر جائے تو عام زمیندار تین بیل رکھتے ہیں ایک ہل میں یہ سمجھا جاتا ہے اصول تین بیل۔ اگر وہ تین بیل بیچ دیں اور ان کو مناسب کرایہ پر قریب کی کسی ورکشاپ سے ٹریکیٹر میسر ہوان کو کیا ضرورت ہے غلام بن کے رہنے کا بیلوں کا۔ وہ تین بیل بیچ دیں اور اس کی بجائے دو بھینیں لے لیں۔ ایک بیل کو جو چارہ دیتے تھے اس کی تو چارے کی بچت ہو گئی نا اس میں کچھ اور لگا تیں۔ دو بھینیوں کو پالیں۔ اگر وہ ہر ریاضی یعنی ہر سال بچ دینے والی بہت ساری ہماری بھینیں ہیں الیس، تو اگر وہ چھ چھ

مہینے بعد دینے والی ہو تو آٹھ دس بارہ چودہ سیر ہر روز اس کے حصے میں دو دھن آجائے گا۔ تو وہ اور اس کے بچے دو دھن پیش گے۔ لی پیش گے۔ وہ مکھن کھائیں گے۔ ان کا بوجھ بنا سپتی لگی بنانے والے کارخانوں پر نہیں ہوگا۔ وہ اپنے گھر کا تازہ مکھن کھار ہے ہوں گے۔ ان کی صحیتیں اچھی ہو جائیں گی۔ بچے اگر ذہین ہیں تو ان کے ذہنوں کو غربت کا دھکا لگ کے کمزوری نہیں پیدا ہوگی ان کے ذہنوں میں۔ کھانے کا ذہن کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ ہی سمجھ دیتا ہے، عقل دیتا ہے۔ ایک دفعہ میں اپنے دفتر سے پرنسپل لاج کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں مجھے مل گیا ایک سکالر، نہایت چوٹی کا طالب علم ہمارا اور دو مہینے بعد ہونے تھے امتحان۔ وہ راستے میں ملا میں نے سلام کیا اس کو۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو اس کے چہرے کے اوپر سفید سفید داغ پڑے ہوئے تھے جو کمزوری کی علامت ہے۔ اتنی سخت شرم آئی اس بچے سے۔ میں نے کہا کہ یہ پڑھ رہا ہے امتحان قریب ہے اور کھانے کو متوازن غذا اس کے مناسب حال اس کو نہیں مل رہی۔ یہ مشکل بن گئی ہے اس کی۔ بڑی استغفار کی میں نے۔ اس کو میں نے کہا چلو ایک تو تمہیں میں ابھی دوں ایک چیز۔ تو میں بڑی دیر سے سویا بین پر تجربہ کر رہا ہوں۔ گھر گیا۔ میں نے اس کو سویا بین دی۔ میں نے کہا یہ کھانا شروع کرو۔ پھر ہوٹل ہی کا طالب علم تھا میں نے ہوٹل والوں کو کہا کہ تم اٹھلیٹ کو دیتے ہو سویا بین کی پنجیری بنا کے تو اپنے سکالرز جو ہیں پڑھا کو بہت تیز پڑھنے میں، ان کو بھی دو۔ وہ بنا کے دی۔ پندرہ دن کے بعد میں نے دیکھا تو سارے داغ غالب، سرخ چہرہ، خون باہر نکلے۔ میں بڑا خوش ہوا۔ میں نے کہا یہ خدا نے مجھے اس کے چہرے سے سبق دیا تھا اور میری توجہ اس طرف پھیر دی۔

تو یہ جو ذہین بچہ کمزور ہے جو Under Nourished ہے۔ جس کو کھانے کو نہیں ملتا، جس کو مناسب غذا نہیں ملتی وہ علم کے میدان میں ترقی کیسے کرے گا؟ جس قوم کے ذہین بچے غیر مناسب، غیر متوازن غذا کھا کے علم کے میدانوں میں ترقی نہیں کر رہے ہوں گے وہ ملک دنیا کے ممالک کے مقابلے میں کیسے ترقی کریں گے، ہو ہی نہیں سکتی یہ بات۔ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت سے انسان نہیں بڑھ سکتا۔ جو بڑتا ہے وہ ناکام ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا قانون ہے تم ان کا خیال رکھو۔ یہ تو میں نے ایک مثال دی۔ اس میں دیر ہو گئی ہے ورنہ اس کے اخلاقی

مطلوبے ہیں۔ اخلاقیات کی نشوونما کے لئے، اس کے روحانی مطالبے ہیں۔ ہر انسان اپنے بھائی سے پیار اور محبت کے ساتھ کچھ مطالبہ کرتا ہے۔ ہر بھائی اپنے بھائی کے مطالبات کو پورا کرتا ہے پیار اور محبت کے ساتھ۔ یہ ہے اسلامی تعلیم۔

دعا کریں اور کوشش کریں اور ہر وقت چوکس رہ کے کوشش کریں کہ اسلام کی تعلیم پر آپ عمل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ نہ صرف احمدی بلکہ دنیا کا کوئی انسان بھی بھوکا نہ رہے۔ انسان انسان سے چالا کیاں بھی کرتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم چالا کی کرنے والے نہ ہوں۔

ایک دفعہ مجھے کسی شخص نے ایک اشتہار بھیج دیا ایک امریکہ کی فرم سویا میں سے جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے اس میں چوبیں فیصد بہت اعلیٰ قسم کی غذا بیت رکھنے والا تیل بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ ہم تیل نکال لیتے ہیں اور جو گھلی رہ جاتی ہے نا جس طرح بنو لے کی گھلی آپ جانور کو ڈال دیتے ہیں وہ گھلی کے انہوں نے پیس کے ڈبے بنائے ہوئے ہیں اور افریقہ کے غریب ممالک اور دوسرے غریب ممالک میں بڑا احسان کر کے تقسیم کر رہے ہیں۔ تو میں بھی چونکہ سویا میں میں تجربہ کرنے والا تھا۔ میں نے ان کو خط لکھا بڑے آرام سے۔ میں نے کہا میرا تجربہ یہ ہے کہ Whole سویا جو ہے یعنی اس میں سے اگر تیل نہ نکالا جائے تو یہ بہت زیادہ مفید ہے بحسب اس کے کہ تیل نکال کے گھلی لوگوں کو کھلانی جائے۔ یہ آپ کیوں کرتے ہیں ایسا؟ بڑے پیار سے خط لکھا شریغانہ۔ بڑی ہوشیار قوم ہے۔ ان کا جواب آیا کہ اصل بات یہ ہے کہ اس کا تیل اگر ہم نہ نکالیں تو تھوڑی سی ”ہیک“ آتی ہے جسے بعض لوگ پسند نہیں کرتے اس وجہ سے ہم نکال لیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تیل نکالنے سے اس کے اندر غذا بیت دسوال حصہ بھی نہیں رہتی۔ بہر حال یہ چیزیں ہیں۔ ہمارے ملک میں ایک وقت اس کو لگایا گیا تھا۔ پھر لوگوں نے چھوڑ دیا۔ اب پھر سنا ہے لگانے کی کوشش کر رہے ہیں انسان کو خدا نے عقل دی۔ تھوڑی سی نہیں دی۔ قرآن نے اعلان کیا کہ میری پیدا کردہ ہر چیز کو اپنا خادم بنا کے اس سے خدمت لے سکتے ہو تم سَخَّرْ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیہ: ۱۳) اتنی

عقل دی۔ وہ عقل والا انسان اپنے بھائی کی جو ضرورتیں ہیں وہ نہیں پوری کر سکتا۔ پورا کرنے کی طرف توجہ نہیں اس لئے خود کریں آپ، آپ کا یہ فرض ہے اور دعا نہیں کریں کہ ہر انسان دوسرے کے حقوق ادا کرنے والا ہو۔ ہر انسان دوسرے کو اپنے ساتھ لے کے ان رفعتوں تک لے جانے والا ہو جن رفعتوں تک لے جانے کے لئے خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ (آمین)

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



آج کے انسان کو پہلی نسلوں سے کہیں زیادہ اسلام کی ضرورت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳۷۹ء رجولائی مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تَعْوِذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

الحمد للہ بارانِ رحمت سے ہمیں بھی حصہ ملا اور گرمی کی شدت میں کمی ہو گئی اور آرام کے سامان پیدا ہو گئے۔ بارش کے بہت سے نتیجے نکلتے ہیں۔ ایک بات میں اس وقت یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض دفعہ بارش کی شدت نمازیوں کو مسجد میں جانے سے بھی روکتی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان حالات میں ایک مونن کو یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اگر وہ مسجد میں نہ پہنچ سکتا تو اسے کوئی گناہ ہو گا بلکہ ایک موقع پر آپ نے جمعہ کے دن فرمایا:-
صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ (مند احمد بن حنبل) اپنے اپنے مکانوں پر نمازیں پڑھلو۔

تو اصل چیز خلوص نیت کے ساتھ انتہائی عشق اور پیار کے ساتھ اپنے ربِ کریم کی عبادت ہے۔ یہ جو ظاہری شکل ہے تو اگر خدا کے لئے اسی کے حکم سے آپ مسجد جائیں تو بڑی برکت ہے اور اگر خدا کہتا ہے کہ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ تو اپنے گھروں میں نمازیں ادا کرنا اتنا ہی ثواب ہے جیسا کہ مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا۔

اس وقت میں ایک لمبے مضمون کی ابتداء کرنا چاہتا ہوں۔ اس مضمون کے دو حصے ہیں اور دونوں میں بڑی وسعت ہے۔ ایک کی ابتداء میں پہلے کرچکا ہوں اور دوسرے حصے کی ابتداء مختصر ا میں آج کردوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا آرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الأنبياء: ۸) عالمین میں صرف انسان نہیں بلکہ ہر غیر انسان مخلوق بھی عالمین میں شامل ہے اور ایک پہلو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہر مخلوق کے حقوق اس تعلیم نے قائم بھی کئے اور ان کی حفاظت کا حکم بھی دیا اور ان کی حفاظت کے سامان بھی پیدا کئے۔

اس عالمین میں انسان بھی شامل ہیں۔ غیر انسان بھی شامل ہیں۔ جن کے لئے آپ رحمت ہیں۔

اس کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ انسان کے متعلق فرمایا کہ ہم نے کافی لیتھاں (سبا: ۲۹) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھجوایا ہے اور یہ آیا کہ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف: ۱۵۹) اے انسانو! سنو!! کہ میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں یہ جو سب انسانوں کی طرف رحمت بن کے آپ آئے۔ اس سے آگے دوستے پھوٹنے ہیں اور ان میں سے ایک کے متعلق میں پہلے ابتداء کر چکا ہوں اور وہ سلسلہ چلتا رہے گا جب تک خدا تعالیٰ توفیق دے۔ اور وہ یہ ہے إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا اور کافی لیتھاں بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا: ۲۹) اس کی تفصیل میں جب ہم جاتے ہیں تو بنیادی چیز جو ہمیں یہ بتائی گئی ہے کہ اسلام انسان کو کہتا ہے کہ میں تجھے آپس میں لڑنے نہیں دوں گا پیار سے زندگی کے دن گزارو۔ دنیا نے دنیوی لحاظ سے بڑی ترقی کی لیکن انسان نے انسان سے پیار کرنا ابھی تک نہیں سیکھا کیونکہ اس دنیا کے انسان نے جو دنیوی ترقیات کر چکا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی طرف توجہ نہیں دی۔

یہ وہ پہلا مضمون ہے جس کی میں ابتداء کر چکا ہوں۔ دوسرا سوتا جو اس اعلان سے پھوٹا ہے کہ آپ رحمت ہیں عالمین کے لئے اور مبعوث ہوئے ہیں بنی نوع انسان کے لئے، سارے کے سارے انسانوں کے لئے ایک رحمت بن کر آپ آئے۔

اس مضمون میں بنیادی چیز اسلام نے یہ قائم کی کہ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں سارے انسان برابر ہیں اور قرآن کریم نے بہت جگہ اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک تو کہا گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے تو یہ نوع انسانی کے متعلق کہا گیا ہے کسی خاص گروہ کے لئے یہ نہیں کہا گیا۔

دوسرے قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے کہ قرآنی تعلیم تمہارے شرف اور تمہاری عزت کا سامان لے کر آئی۔ اور عجیب بات ہے کہ جو تعلیم تمہاری عزت کے قائم کرنے اور تمہارے اندر ونی شرف کو اجاگر کرنے کے لئے آئی تھی۔ اسی کی طرف تم توجہ نہیں دے رہے۔ اور تیسرے یہ کہہ کر انسانی مساوات کا کہ انسان، انسان میں کوئی فرق نہیں عظیم اعلان کیا اس فقرہ میں کہ **إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (الکھف: ۱۱۱) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جب میں ۱۹۷۰ء میں افریقہ کے دورے پر گیا تو مجھے وہاں یہ احساس ہوا کہ عیسائیت ان ملکوں میں اس دعویٰ کے ساتھ داخل ہوئی تھی کہ ہم خداوند یوسع مسیح کے پیار کا اور محبت کا پیغام تمہارے پاس لے کر آئے ہیں۔ لیکن ہوا عملًا یہ کہ نہ ان کی دولتیں ان کے ہاتھوں میں رہنے دیں گئیں، نہ ان کی عزتیں ان کے پاس رہیں۔ انتہائی تحقیر کے ساتھ ان کے ساتھ سلوک کیا گیا اور ساری دنیا میں اس فتنہ کی ڈراوٹی تصویریں افریقہ کے ممالک کے رہنے والوں کی دنیا میں پھیلائی گئیں کہ عیسائی دنیا کے بچے راتوں کو تصویریں دیکھ کے بعض دفعہ سو بھی سکتے تھے۔ اتنی بھی انک تصاویر، بڑی خوارت تھی جس کا اظہار کیا گیا تھا۔

ایک موقع پر غانا میں ”پیغمبر من“ کے مقام پر یورپین لاط پادری بھی آئے ہوئے تھے ہمارے جلسہ میں لیکن بیٹھے اس طرح تھے کہ ”میں آگیا ہوں دیکھنے کے لئے کہ کیا سکتیں یہ بنار ہے ہیں۔ لیکن کوئی خاص اہمیت نہیں دے رہا“ بے پرواہی کے ساتھ ایک طرف جھک کے لات پر لات رکھ کے بیٹھے ہوئے ان احباب سے باتیں کرتے ہوئے اپنی تقریر میں میں نے کہا کہ دیکھو وہ جو افضل الرسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وہ جو پیراماونٹ پرافٹ تھا اس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں تو تو جوان Those who were junior to him like Musa and Christ

سے جو نیر، نبی تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام وہ یا ان کے مانے والے وہ تم پر اپنی برتری کا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے۔ وہ جو لاط پادری صاحب تھے وہ یہ سن کر اس طرح اچھے جس طرح ان کو کسی نے سوئی چبودی کہ یہ کیا کہہ گئے ہیں۔ پس حقیقت یہ ہے

کے عظیم اعلان ہے یہ **کافیۃ لِتَّابِس** اور تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ اس تعلیم نے اس کی ابتداء یہاں سے کی کہ تم سارے ہی سارے اس نوع کے جواشرف الخلوقات کے افراد ہو۔ اور مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تم عزت پانے کے حق دار ہو۔ اگر خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بے عزت نہ کرو تو ٹھیک ہے۔ اگر کوئی خود اس عزت کے سامان کی طرف جو قرآن کریم ان کے لئے لے کر آیا ان کی طرف توجہ نہ کرے اور صاحبِ شرف و عزت بننے کی بجائے ایسے اخلاق پیدا کرے جو اچھے نہیں اور جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں تو اس میں خالق کا تو کوئی قصور نہیں۔ مخلوق نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی بے عزتی اور اپنی حقارت کے سامان پیدا کئے۔ جہاں تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے اور جہاں تک اسلامی تعلیم کا تعلق ہے جہاں تک ایک مسلمان کے اخلاق کا تعلق ہے کسی انسان، انسان میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔ اور محض یہ نہیں بلکہ بہت بلند مقام پر نوع انسان کو کھڑا کر کے کہا ہے کہ یہ ہے تمہارا مقام۔ عزت اور شرف کا مقام اور تمہارے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ موحد اور مشرک میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ جہاں تک ان کی بہبود کا، جہاں تک ان کی عزت اور شرف کا، جہاں تک ان کے جذبات کا سوال ہے، کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ ساری اسلامی تعلیم اس بنیاد پر کھڑی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کی طرف مبیوث ہوئے اور سارے بنی نوع انسان کو ان کا مقام بتایا اور وہاں لاکھڑا کیا اور کہا کہ یہ ہے تمہارا مقام اشرف الخلوقات ہونے کے لحاظ سے، لیشیر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ اپنی اپنی استعداد کے مطابق تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزت کے سامان پیدا کرو۔

عزت کا جو یہ مقام نوع انسانی کو دیا گیا۔ اور اخوت و مساوات کے یہ بندھن جن میں بنی نوع انسان کو باندھا گیا۔ یہ اسلام کی پہلی بنیادی تعلیم ہے۔ اس کے بعد پھر بیسیوں، سینکڑوں اور باتیں مضمون کے اندر آتی جائیں گی۔ لیکن اس وقت میں صرف ایک چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ چونکہ سارے انسان برابر ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس لئے

اسلامی تعلیم یہ اعلان کرتی ہے کہ زمین و آسمان کی ہرشے بلا استثناء ہر انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ زمین و آسمان کی ہرشے بلا استثناء ایک مسلمان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور غیر مسلم کی خدمت کے لئے پیدا نہیں کی گئی۔ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان کی ہرشے بلا استثناء ہر انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ میں پہلے بھی سمجھا چکا ہوں اس کی وضاحت کے لئے یہاں بھی اب بتاؤں گا کہ جو قوتیں اور استعدادیں (جن کو انگریزی میں Faculties کہتے ہیں) بھی انسان کو ملیں، فرد فرد کو ملیں، مختلف شکلوں میں ملیں، فرق فرق سے ملیں، بہرحال وہ تمام قوتیں اور استعدادیں جو انسانی قوتیں اور استعدادیں کہلاتی جا سکتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں کہیں اور سے تو نہیں لایا کوئی فرد اور خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ وہ قوتیں اور استعدادیں جو اس نے کسی فرد واحد کو دی ہیں ان کی کامل نشوونما کے سامان پیدا کئے جائیں اور جس وقت ان کی کامل نشوونما ہو جائے تو ان قوتوں اور صلاحیتوں کو اپنے کمال پر رکھنے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہر فرد واحد کو مہیا ہوں۔

اس میں مسلم اور غیر مسلم کا تو کوئی فرق نہیں۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ اگر ایک مسلمان کے گھر میں ایک ذہین بچہ پیدا ہو اور تھیور پیٹکل فرکس کا دماغ اور صلاحیت اس کو عطا کی گئی ہو اور ڈاکٹر سلام بننے کی وہ قابلیت رکھتا ہو کہ چوٹی کے سامنے اس کے دلوں میں بھی اس شخص کی عزت ہو تو اس مسلمان کو تو جس چیز کی ضرورت ہے اسے دو۔ لیکن اگر ایک دھریہ ایک کمیونسٹ گھرانہ، ایک ایسا گھرانہ جن کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے کہ ہم زمین سے خدا کے نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے۔ ان کے گھروں میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے ذہنی قابلیت عطا کی ہو تھیور پیٹکل فرکس کے میدان میں ترقی کرنے کی تو جو اس ترقی اور کامل نشوونما کے لئے مادی اور غیر مادی سامانوں کی ضرورت ہے وہ اسے نہ مہیا کئے جائیں کیونکہ وہ خدا کو نہیں مانتا۔ ایسا کوئی اعلان نہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **نِمَّدْ هُوَ لَاعَ وَهُوَ لَاعٌ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ**
(بنی اسرائیل: ۲۱) ہم سبھی کو مدد دیتے ہیں دین والوں کو بھی دنیا والوں کو بھی۔

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا اور تیرے رب کی عطا کسی خاص گروہ سے روکی نہیں جاتی نہ اللہ تعالیٰ روکتا ہے اور نہ اس کی تعلیم روکتی ہے۔

تو یہ جو مساوات ہے یہ محض نعرہ نہیں جسے اسلام نے بلند کیا ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ ایک مادی حقیقت بھی۔ یہ ایک حقیقت ہے ایک ذہنی حقیقت بھی اور یہ ایک حقیقت ہے۔ ایک اخلاقی اور روحانی حقیقت بھی کہ کسی انسان اور دوسرے انسان میں فرق نہیں کیا جائے گا جو حقوق خدا تعالیٰ نے کسی شخص کے قائم کئے ہیں۔ مثلاً ابھی جو میں نے مثال دی۔ خدا تعالیٰ نے ہر شخص کا یہ حق قائم کیا ہے کہ اس کو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے قوت اور استعداد عطا ہوئی ہے اس کی کامل نشوونما ہو اور اپنے کمال پر اسے قائم رکھنے کے لئے ہر ضروری چیز مہیا کی جائے۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلمان کا کوئی فرق نہیں۔ نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور اسوہ میں اور إِنَّ أَتَّبِعِ الْأَمَّاْيُونَ حَسَّ إِلَّاَ (یونس: ۱۶) آپ نے کہا کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی ہوئی اور نہ اس وحی کی جس کی آپ پیروی کرتے اور جس کی پیروی کر کے آپ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنے۔

تو اسلام ایک عظیم مذہب ہے اس لحاظ سے بھی کہ وہ انسان، انسان کو پیار سے زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی کہ اس نے سارے انسانوں کو خدا تعالیٰ کی رحمت کے سامنے تلے لائے کھڑا کر دیا اور انسان انسان میں فرق نہیں کیا۔ سب مساوی ہیں اس معنی میں کہ جو حقوق اللہ تعالیٰ نے ان کے قائم کئے ہیں وہ ان کو ملنے چاہیے قطع نظر اس کے کہ ان کا عقیدہ کیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ان کے اعمال کیا ہیں خدا تعالیٰ نے ایک حق قائم کیا ہے۔ کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ کسی ایسے شخص کو خدا کے عطا کردہ حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کرے۔

تو یہ بنیادی بات آج میں مختصرًا کہنا چاہتا ہوں۔ مختصر ہی خطبہ دینے کی نیت تھی اور انشاء اللہ۔ اللہ توفیق دے تو میں پچاس، سو پتا نہیں کس قدر با تمیں قرآن کریم کی آیات سے لے کے بتاؤں گا کہ کسی جگہ بھی مسلم اور غیر مسلم میں، موحد اور غیر موحد میں، امیر اور غریب میں، کالے اور گورے میں اسلام نے فرق نہیں کیا۔ سب انسانوں کو شرف و احترام کے ایک بلند ترین مقام پر لائے کھڑا کر دیا۔

یہ بھی بتا دوں کہ جس وقت آپ نے یہ فرمایا کہ **إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گری ہوئی اور تحقیر مخلوق انسان کے پاس آسمانوں سے اتر کے اور خود کو ان کے مقام پر کھڑا کر کے یہ اعلان نہیں کیا کہ **إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** میں تمہارے جیسا انسان ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے، ناقابل تردید حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کو گرے ہوئے مقام سے اٹھا کے آسمانی رفتتوں تک لے گئے اور کہا دیکھو **إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** تمہاری عزت اور شرف کو قائم کرنے کے بعد میں کہتا ہوں مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میری بھی عزت تمہاری بھی عزت۔ کسی انسان کو تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا۔ کہنا گار کو بھی نہیں دیکھا جائے گا۔ تفصیل میں جائیں گے تو بعض مثالیں ہمیں ایسی نظر آئیں گی کہ دنیا کی نگاہ میں انتہائی گناہ گار انسان ہے اور اس کے خلاف ایک شخص مخلص، مومن کے منہ سے حقارت کا کلمہ نکلا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور سخت غصہ میں آئے اور اس کو جھٹکا کہ اس قسم کی باتیں کیوں نکل رہی ہیں تمہارے منہ سے۔ اسلام بڑا پیارا مذہب ہے اور آج کے انسانوں کو پہلی نسلوں سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کیونکہ پہلی نسلوں نے اپنے لئے تباہی کے اس قسم کے سامان اکٹھے نہیں کئے تھے جس قسم کی تباہی کے سامان اس دنیا نے آج کے انسانوں نے اکٹھے کر لئے ہیں۔

پس دعا کریں کہ آپ کو بھی خدا تعالیٰ قرآن کریم کی تعلیم کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور جو اس کو ابھی نہیں مان رہے جو اس کی عظمت کو پہچان نہیں رہے جو اس کے نور سے واقف نہیں اور ظلمت اور اندھیروں میں زندگی بسر کر رہے ہیں، آپ کو خدا تعالیٰ توفیق عطا کرے کہ آپ ان تک اس تعلیم کو پہنچا سکیں اور وہ لوگ اس تعلیم کو سمجھ سکیں اور اس کی برکات اور اس کی رحمتوں اور اس کے فضلوں کے وارث بن سکیں۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۹ اگست ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۵)



اسلام فتنہ و فساد کو دور اور اخوت کو قائم کرتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ جولائی ۱۹۷۹ء، مقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تہشید و تعلیم اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزر شتنہ جمعہ میں نے ایک مضمون کی ابتداء کی تھی۔ مضمون لمبا ہے، لمبا چلے گا انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ۔ میں نے بتایا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بنیادی مقام قرآن کریم نے بیان کئے ہیں۔ ایک آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا اور دوسرے آپ کے بنی نوع انسان کے لئے، سارے بنی نوع انسان کے لئے مبعوث ہونا جیسا کہ فرمایا:-

فَلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِنِّي كُمْ جَمِيعًا (الاعراف: ۱۵۹) تم سب کی طرف بلا استثناء کالے گورے، مشرق و مغرب میں بنے والے، جنوب و شمال میں رہنے والے سب کی طرف میں مبعوث ہو کے آیا ہوں۔

یہ جو آپ گاَفَّةً لِّلثَّالِسِ کے لئے رسول تھے۔ میں نے بتایا تھا کہ اس سے آگے دو چشمے پھوٹے، ایک باہمی شفقت اور پیار کا، اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ فتنہ اور فساد کو دور کرنے والا، شفقت اور اخوت کو قائم کرنے والا ہے۔ بڑا غور کیا قرآن کریم پر، اس لحاظ سے بنیادی حکم یہی ہے کہ پیار سے زندگی گزارو۔ اے نوع انسانی! میں تمہیں لڑنے نہیں دوں گا اور دوسرا جو چشمہ پھوٹا وہ ہے حقیقی کامل مساوات کا قیام۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں رہنے دیا۔ Islam is a great Leveller

برا بکر دیا اور میں نے بتایا کہ اشرف الخلقات کہا گیا انسان کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ہی عظیم اعلان فرمایا:- **إِنَّمَا آأَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (حَمَ السجدة:۷) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں فرق نہیں اور میں نے بتایا تھا کہ خود گھٹیا مقام پر گر کے یہ اعلان نہیں کیا بلکہ نوع انسانی کو اٹھا کر ایک ارفع مقام پر اپنے پاس کھڑا کیا اور کہا۔ **إِنَّمَا آأَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔

دوسری چیز میں نے یہ بتائی تھی کہ جہاں تک خدا تعالیٰ کی مخلوق کا سوال ہے انسان کے علاوہ کائنات کی ہر شے کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا اور کسی چیز کو بھی کسی خاص انسان یا انسانوں کے کسی خاص گروہ کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

ہر چیز کو تمہاری خدمت پر لگایا گیا یہ بھی اعلان کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم دین والوں کو بھی دیتے ہیں اور دنیا والوں کی بھی مدد کرتے ہیں۔ **وَمَا كَانَ عَطَاءً مَّرِيلَكَ مَحْظُوْرًا** (بنی اسرائیل: ۲۱) تیرے رب کی عطا کسی گروہ سے بھی روکی نہیں جاتی۔

آج کا مضمون میں نے لیا ہے والدین کے حقوق کی ادائیگی کے لحاظ سے والد والد میں جو ہزاروں فرق انسانی آنکھ دیکھتی ہے اس سب تفہیق کو مٹا کر ہر والد کو (بیٹے کی نسبت کے ساتھ ہو گانا والد) ایک ہی مقام پر لا کھڑا کیا۔ یہ اتنا عام مضمون نہیں جتنا شاید مشرق میں بنے والے سمجھتے ہوں۔ گو مشرق میں رہنے والے بھی مغرب اور مغربی تہذیب سے متاثر ہو رہے ہیں۔ مغرب میں تو یہ حال ہے کہ مبالغہ نہیں ہو گا اگر میں کہوں کہ لاکھوں بچے ایسے ہیں جو اپنے ماں باپ کو یا باپ کو یا ماں کو اگر ان میں سے کوئی اکیلا ہی رہ گیا ہے اپنے پاس رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ جو لاوارثوں کے لئے انہوں نے بعض ادارے کھولے ہوئے ہیں یا بعض گھر پسے لے کے رکھ لیتے ہیں وہاں ان کو وہ داخل کروادیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی سب ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو گئے ہیں۔ قرآن کریم نے ماں باپ کے جو حقوق قائم کئے ہیں وہ تین بنیادوں پر قائم کئے۔ ایک یہ کہ ماں باپ کے شکر گزار بچے بن کے رہو۔ دوسرے یہ کہ ماں باپ سے (حُسْنَا) حسن سلوک کرنے والے بنو اور تیسرا یہ کہ ماں باپ سے احسان کرو۔ یہ تین بنیادی اصول ہیں ماں باپ کے حقوق کے قیام کے لئے جو قرآن کریم میں بیان

کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے۔ یہ آیات شروع یہاں سے ہوتی ہیں۔
وَقَضَى رَبُّكَ أَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (بنی اسراءيل: ۲۵، ۲۶)

اور ان دو آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

”تیرے رب نے اس بات کا تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور نیز یہ کہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان میں کسی ایک پر یا ان دونوں پر بڑھا پا آجائے تو انہیں ان کی کسی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُف تک نہ کہوا رہنا نہیں جھٹکو اور ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو اور رحمت کے جذبہ کے ساتھ ان کے سامنے عاجزانہ رو یہ اختیار کرو اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے یہ کہا کرو۔ اے میرے رب ان سے رحمت کا سلوک کر کیونکہ انہوں نے بچپن کی حالت میں میری پرورش کی (جب میرا کسی عمل کی وجہ سے ان پر کوئی حق نہیں بنتا تھا)۔“

سورہ عنکبوت میں ہے۔ **وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا** (العنکبوت: ۹)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک، اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات میں بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک قرار دے حالانکہ اس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اس خاص حکم میں فرماں برداری نہ کر کیونکہ تم سب نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور میں تمہارے عمل کی نیکی بدی سے تم کو واقف کروں گا اور سورہ لقمان میں ہے۔ **وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ** (لقمان: ۱۵) اور ہم نے یہ کہتے ہوئے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو انسان کو اپنے والدین کے متعلق احسان کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ **وَإِنْ جَاهَدْكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطْعِمُهُمَا وَصَلِّ بِهِمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ** (لقمان: ۱۶)

اور اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی یہ بات مت مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھو اور اس شخص کے پیچھے چل جو میری طرف جھلتا ہے اور دنیوی اور دنیوی معاملات میں اُس کا اسوہ

اس قابل ہے کہ اس کے پیچھے چلا جائے۔ یہ تین آیات آج کے اس مضمون کے لئے میں نے منتخب کی ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل کی جو آیات ہیں ان میں مندرجہ ذیل احکام پائے جاتے ہیں۔ ایک۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی اور اس کا بڑا گھر اعلق ہے اس تعلیم کے ساتھ جو اسلام نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے دی۔

دوسرے یہ کہ ماں باپ سے احسان کرو اچھا سلوک کرو۔

تیسرا یہ کہ ان کی کسی بات پر خواہ تمہیں وہ ناپسند ہو اف تک نہ کہو۔

چوتھے یہ کہ ان کو جھٹکومت۔ کسی بات پر بھی تلخ کلامی سے کام نہ لو۔

پانچویں یہ کہ ان سے ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔

چھٹے یہ کہ ان کے سامنے عاجزانہ رو یہ اختیار کرو۔

ساتویں یہ کہ یہ عاجزانہ رو یہ رحمت کے جذب سے تمہارے دلوں میں پیدا ہو یہ عاجزانہ رو یہ جو تم اختیار کرو اس کی بنیاد رحمت کا جذب ہو۔ جس کا اظہار اس طرح کرو کہ ان کے لئے دعا کرتے رہا کرو (یہ آٹھواں ہے) کہ اے میرے رب ان سے رحمت کا سلوک کر۔

رحمتِ اسلامی اصطلاح میں آگے دو شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق جو آتا ہے کہ وہ رحم کرتا ہے انسانوں پر اور دوسری چیزوں پر، ان میں سے ایک کا تعلق صرف انسان سے ہے، اس ایک رحم کی صفت میں رحمت کا اظہار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا اور ایک رحیم کی صفت میں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔ رحم کی صفت میں جب اظہار ہو تو اس کے یہ معنی ہیں عربی لغت اور قرآنی اصطلاح میں کہ کوئی حق قائم نہیں کیا اس شخص نے جس سے رحمت کا سلوک ہو رہا ہے کہ بدله اس کا دینا ہو۔ انسانوں کے ساتھ اگر تعلق ہے یا یہ کہ اس کی جزا دینی ہو، یہ کام اگر کسی نے کیا اور اس کا جو بدله قرآن کریم کہتا ہے۔ میں اپنے فضل سے دوں گا وہ صفتِ رحمانیت کے نتیجہ میں نہیں۔ رحمانیت ہے بغیر عملِ عامل یعنی کسی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا کہ جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کیا گیا ہو اور خدا تعالیٰ نے اس عمل کو مقبول کر لیا ہو اور اس کو مقبول بنا کر پھر اس کی جزا دی ہو تو یہ بات رحمانیت کے معنی میں نہیں۔ رحمانیت میں وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ہماری پیدائش

سے بھی قبل پیدا کر دیں جیسا کہ کہا گیا تھا۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا إِمْمَةُ (الجاثیہ: ۱۳)

تو جو نعماء اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں ان کی بڑی بھاری اکثریت شاید اگر آپ سوچیں تو ننانوے فی صد ایسی نعمتیں ہیں ایسے فضل اور برکتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جن کا تعلق انسان کے کسی عمل سے نہیں۔ مثلاً سورج ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً چاند ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً ہوا میں ہماری خدمت کر رہی ہیں مثلاً پانی ہماری خدمت کر رہا ہے۔ مثلاً زمین اور اس کے خواص ہماری خدمت پر لگے ہوئے ہیں۔ آپ میں سے کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کی پیدائش کے بعد آپ نے جب نیکیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو اور چاند کو اور زمین کو اور ہوا کو اور پانی کو پیدا کر دیا۔ پتا نہیں کتنا زمانہ قبل ہماری پیدائش سے خدا تعالیٰ نے ان نعمتوں کے سامان ہمارے لئے پیدا کئے تھے اور ہماری طرف سے کسی عمل کے ہونے کا اور کسی سعی کے ہونے کا خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کسی جہاد کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

دوسرے ہے رحیمیت۔ رحیمیت کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص نیک نیت کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ اور ایثار کے جذبہ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر اس کے حضور کچھ پیش کرتا ہے اور خدا اسے قبول کر لیتا ہے تو وہ بھی اپنے فضل سے ہی دیتا ہے مگر اس فضل کے تیجہ میں جو اس موقع پر ہوتا ہے یہ رحیمیت کا جلوہ ہے اور اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم ہے۔ انسان کام کرتا ہے۔ بڑی نیک نیتی سے خلوص سے ایثار سے کام کر رہا ہوتا ہے لیکن نیچے میں خامیاں رہ جاتی ہیں۔ وہ معفرت سے ان خامیوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔ انسان عمل کرتا ہے بعض جگہ اس کو پتا ہی نہیں لگتا کہ میں خدا تعالیٰ کے حضور جو پیش کر رہا ہوں بہتر طریق پر کس طرح پیش کروں تو خدا تعالیٰ اس کی ہدایت کے سامان پیدا کرتا ہے، خود اس کی راہنمائی کرتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں امتِ محمدیہ میں ایسے فدائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ سے براہ راست وحی اور الہام کے ذریعے اس کی ہدایت پائی اپنے اعمال کو مہذب کرنے کے لئے پالش (Polish) کرنے کے لئے اور پھر خدا تعالیٰ نے دوسرا

فضل یہ کیا کہ ان کے اعمال کو قبول کر لیا اور ان کی اچھی جزا ان کو دی اور اس زندگی میں بھی اور وعدہ کیا اخروی زندگی میں بے انہما انعامات کا۔

تو رحمت جو ہے یہ ان دو مختلف معنوں میں قرآن کریم کی اصطلاح اور عربی لغت کے لحاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ انسان کو کہ میری صفات کا مظہر بننے کی کوشش کرو۔ تو یہاں اس آیت میں یہ جو کہا گیا کہ رحمت کے جذبہ سے عاجز ائمہ رویہ اختیار کرو اس میں بھی دو حکم آجائیں گے۔ ایک یہ کہ بہت سارے بچوں کو اپنی زندگی میں یہ خیال آیا ہو گا کہ ہمارے باپ نے ہم سے حسن سلوک نہیں کیا۔ یعنی اس کا کوئی عمل ایسا نہیں جو ہمیں احسان پر اکساتا ہو۔ قرآن کریم کہتا ہے پھر بھی تم نے احسان کرنا ہے۔ رحمت یعنی رحمانیت کا جلوہ تمہارے حسن سلوک، والدین سے حسن سلوک میں نظر آنا چاہیے اور جو انہوں نے تمہارے ساتھ نیکیاں کیں وہ بھی یہ تقاضا کرتی ہیں کہ تم ان کے ساتھ شکر گزار ہو کر معاملہ کرو۔ حسن سلوک کرو اور احسان کا معاملہ کرو۔ مثلاً بچہ ہے ماں کی گود میں، باپ کی شفقت کے نیچے، چند مہینوں کا بچہ، چند سال کا بچہ وہ کون سا احسان کر رہا ہے اپنے ماں باپ پر اس عمر میں، احسان وصول ہی کرنے کی عمر ہے نا۔ شفقت پانے کی عمر ہے۔ ماں کے سینے سے بہت کچھ حاصل کرنے کی عمر ہے۔ پرورش میں مدد دینے والے ہیں دونوں۔ اس نے تو ابھی تک کچھ نہیں کیا اور بہت ہیں ایسے ماں باپ جو اس لحاظ سے بچوں سے بھی بھی کچھ نہیں لیتے جو یہ کہتے ہوں کہ باپ نے کچھ دیا نہیں پھر بھی ہم دیتے ہیں اور یا باپ نے جو دینا تھا وہ نہیں دیا پھر بھی ہم اس سے حسن سلوک کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے ہر دلخواست سے تمہیں میری صفت رحمانیت اور صفت رحیمیت کا مظہر بننا پڑے گا جہاں تک تمہارے باپ کا تعلق ہے۔ ان کے لئے دعا کرو کہ اے خدا! میرے ماں باپ نے تیرے سے معاملہ کرتے ہوئے ہزار کوتا ہیاں کی ہوں تو انہیں معاف کر دے اور مغفرت کی چادر کے نیچے چھپا لے کیونکہ جب میں بچہ تھا اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا ان کیلئے، اس وقت وہ میرے ساتھ بڑا پیار کیا کرتے تھے تو رحمانیت کے جلوے کی یہ مثال دے کر اس دعا میں ایک حسن پیدا کر دیا گیا ہے۔

سورہ عنكبوت کی جو آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نمبرا۔ اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو، حسن سلوک کرو۔ حُسْنًا کا لفظ ہے۔ اپنے والدین کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔ کامل اطاعت! سوائے ایک استثناء کے۔ یہ استثناء اپنے معنی کے لحاظ سے بڑا ہے لیکن اس کا بنیادی نقطہ ایک ہی ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر ماں یا باپ یا دونوں یہ حکم دیں کہ خدا کا شریک بناؤ تم تو اس بات میں ان کی اطاعت نہیں کرنی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کوئی ایسا حکم نہ دیں کہ خدا کا شریک بناؤ تو ایسے ہر حکم میں ان کی اطاعت کرنی ہے تو حید پر قائم رہتے ہوئے۔

ایک اور بڑا حسین، بڑا پیارا مضمون اس جگہ بیان ہوا ہے۔ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
شرک کے خلاف یہ ابتدائی بنیادی تعلیم ہے۔ مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ یہ ابتدائی بنیادی
تعلیم ہے اس پر اسلام نے عمارت بڑی حسین کھڑی کی ہے جو شرک کو انسان کے ذہنوں سے
ملیا میٹ کر دیتی ہے۔ اتنی حسین عمارت تو حید باری تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی دلیل یہ دی ہے
کہ چونکہ بت یعنی شریک باری کے وجود کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں۔ اس واسطے تم ان کی بات
نہ مانو Agnostics جو کہلاتے ہیں کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں خدا کا پتا نہیں (وہ دوسری طرف
لے گئے ہیں نا) اس واسطے ہم خدا کو نہیں مانتے۔ یہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا۔ سو یہ میں ایک
بڑا چوٹی کا محقق ہے اس سے میں نے پوچھا کہ تم بھی عیسائی ہو؟ کس فرقے سے تعلق ہے؟ تو
کہنے لگا۔ میں عیسائی ویساً کچھ نہیں۔ میں Agnostic ہوں۔ ایک تو ایسے دھریہ ہیں جو کہتے
ہیں ہم خدا کو مانتے ہی نہیں۔ خدا ہے ہی نہیں۔ ہمیں علم ہے کہ خدا نہیں ہے۔ جو ہے تو غلط مگر
ان کا دعویٰ یہ ہے۔ ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ چونکہ ہمیں ذاتی علم نہیں اس واسطے ہم نہیں
مانتے۔ وحدانیت باری کا سوال تھا۔ میں نے بڑا سخت اس کو جواب دیا اس کا۔ میں نے کہا
مجھے یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کا بھی یہی مذہب تھا؟ کہنے لگا ہاں۔ میرے والد بھی یہی عقیدہ
رکھتے تھے۔ میں نے کہا تمہارے دادا صاحب کا کہنے لگے ان کا بھی یہی عقیدہ تھا میں نے کہا
تمہارے پڑا دادا صاحب کا؟ مسکرا یا۔ کہنے لگا میں تو اپنے پڑا دادا کو جانتا ہی نہیں۔ میں نے کہا
چونکہ تم اپنے پڑا دادا کو جانتے نہیں اس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکالتے کہ تمہارا کوئی پڑا دادا تھا ہی
نہیں۔ تم کہتے ہو چونکہ میں خدا کو نہیں جانتا اس لئے میں خدا کو مانتا ہی نہیں یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا۔

خیر وہ برداشت کر گیا اسے۔ لیکن شرک کے خلاف یہی تعلیم یہاں دی ہے۔ ”**مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ**“، تجھے کوئی علم نہیں ہے۔ کسی انسان کو یہ علم نہیں، یہ دلیل میں نے کہا ہے ابتدائی اور بڑی حسین دلیل ہے لیکن یہی نہیں ہزاروں اور دلائل ہیں جو اس کے ساتھ آ کے ملتے ہیں۔ یہاں سے قرآن کریم نے شرک کے خلاف دلائل کی ابتداء کی کہ چونکہ تمہیں علم نہیں ہے کہ خدا کا کوئی شریک ہے اس لئے تم خدا کا کوئی شریک نہ مانو۔ لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں شرک کے خلاف بہت سے دلائل دیئے ہیں۔ پھر فرمایا چونکہ تمہیں اس بات کی معرفت حاصل ہو گئی اسلامی تعلیم میں کہ خدا کا کوئی شریک نہیں۔ ثابت، قوی دلائل و شواہد کے ساتھ اس واسطے خدا کا کوئی شریک نہیں مثلاً ایک جگہ کہا کہ دیکھو خدا نے واحد ویگانہ میں یہ صفات پائی جاتی ہیں اور قرآن کریم کہتا ہے کہ جو اس قرآن پر عمل کرے گا اس کو یہ بشارتیں میں دیتا ہوں۔ اس کو یہ بشارت دیتا ہوں۔ بیسیوں سینکڑوں بشارتیں قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو دی ہیں۔ ان بت پرستوں کو پوچھو کہ جو تعلیم ان شرکاء کی طرف منسوب کرتے ہو وہ کونی تمہیں بشارتیں دیتی ہیں اور کبھی تمہاری زندگی میں پوری بھی ہوئیں؟ لیکن جو خدا نے تم سے وعدے کئے وہ صادق ال وعد تمہاری زندگی میں اپنے وعدوں کو پورا کر رہا ہے اور اپنے ہونے کا ثبوت اور اپنے واحد ہونے کا ثبوت تمہیں مہیا کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل دیئے۔ تو **مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ** میں شرک کے خلاف (شرک کے رد میں کہنا چاہیئے) شرک کے رد میں ابتدائی بنیادی دلیل، جس کا تمہیں علم ہی نہیں اس تعلیم کی طرف تم مجھے لے کر کیوں جانا چاہتے ہو۔ سورہلقمان کی آیت میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں، وہ یہ ہیں۔

ایک والدین سے احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہ کہہ کر کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر یہ ادا کرو، خدا کہتا ہے میرے شکر گزار بندے بنو اور اگر میرے شکر گزار بندے بننا ہے تو اپنے والدین کے بھی شکر گزار بندے بنو۔ اس واسطے کہ جو تمہاری زندگی میں انہوں نے تم پر احسان کئے وہ میرے بعض ان احسانوں سے بڑے ملتے جلتے ہیں جو میں نے تم پر کئے۔ اگر تم اپنے والدین کا شکر یہ نہیں ادا کرو گے تو پھر میرے شکر گزار بندے بھی نہیں بن سکو گے، بھلک جاؤ گے صراط مستقیم سے۔

دوسرے یہاں یہ کہا گیا کہ اگر والدین شرک کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں مانی۔ جیسا کہ میں نے بتایا۔ والدین کے شکر کو خدا کا شکر گزار بننے کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ تو یہاں یہ دونوں طرف چلتی ہے۔ یعنی جب خدا تعالیٰ کا احسان تمہارے سامنے آئے گا تو تم ماں باپ کا احسان مانے لگ جاؤ گے جب ماں باپ کا شکر ادا کرو گے۔ احسان تسلیم کرو گے تو خدا تعالیٰ کا احسان بھی تبھی کر سکو گے۔

تیسرا بات (اور وہ بنیادی بات ہے) وہ ہے سورۃلقمان میں میں نے بعض باتیں گن کے بتائیں اور گنے کا میرے ذہن میں ایک یہ بھی فائدہ تھا کہ بچوں کا اپنے ماں باپ کے ساتھ جو تعلق ہے اس سلسلے میں جو بچوں کی ذمہ داریاں ہیں وہ صرف اس دائرے تک محدود نہیں جن کو کھول کر قرآن کریم کی آیات نے بیان کیا اس واسطے کوئی ایسی آیت کسی آیت کا ایسا حصہ ہونا چاہیے کہ جو بنیادی طور پر ایک ایسی بنیادی تعلیم دے جو ہر شعبہ زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والی ہو۔ اور وہ یہ ہے۔ ”وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا“۔

پس چوتھی بات جو سورۃلقمان میں یہ بیان کی گئی کہ دنیوی معاملات جتنے بھی ہیں سب کے سب میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھو۔ یہ ہمارا حکم ہے۔ تو دنیوی لحاظ سے جتنی ذمہ داریاں بھی انسان کی انسان پر ہیں ماں باپ اور بچے کا تعلق اس لحاظ سے بھی ہے وہ تمہیں ادا کرنی چاہیں۔ ”وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا“ سارے کے سارے دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھنے کا حکم دے کر اور بعض بالتوں کو کھول کر بیان کر کے یہ سارا مسئلہ واضح طور پر ہمارے ذہنوں میں ڈال دیا اسلامی تعلیم نے۔

اور پھر یہاں (الفاظ میں نہیں لیکن) مضمون کے تسلسل میں جو بات کہی گئی ہے اس سے واضح ہے کہ انسان سوچے گا کہ اتنا وسیع حکم دے دیا کہ سارے دنیوی معاملات میں اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک تعلقات کو قائم رکھو۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا تمہارے ساتھ۔ تو سارے دنیوی معاملات جن میں ماں باپ کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھے جاسکتے ہیں۔ ان کا ہمیں پتا کیسے لگے گا؟ پھر کس رنگ میں ان کو ادا کرنا ہے؟ فرمایا اس کے لئے عظیم اسوہ کی ضرورت ہے اس واسطے جو عظیم اسوہ تمہارے لئے بنایا گیا ہے اس اسوہ کی پیروی کرو۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی۔ تمہیں پتا لگ جائے کہ ماں باپ کے حقوق کیا ہیں۔ تمہیں علم حاصل ہو جائے گا کہ ان کی ادائیگی کس طرح کی جاسکتی ہے۔ تو جہاں تک ماں باپ کا سوال ہے والد والد میں فرق نہیں کیا گیا۔ اب ایک تو بزرگوں کے بچے ہیں، ایک ایسے بچے ہیں جن کے والد سید عبدالقدیر جیلانیؒ جیسے، جن کے والد امام ابوحنفیؒ جیسے جن کے والد امام بخاریؒ جیسے، جن کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ہیں۔

پھر بعض والد ہیں جو موحد تو ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں مگر وہ غیر مسلم، ان کا عقیدہ وحدانیت کے متعلق نہ اتنا حسین نہ اتنا وسیع، نہ اتنا مؤثر۔ ان کی اپنی زندگی میں جتنا مسلمان کا عقیدہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت میں جب وہ معرفت الہی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن وہ ہیں موحد۔ وہ کہتے ہیں خدا ایک ہے مگر اس کی صفات کی واضح شناخت نہیں، معرفت نہیں رکھتے، صفات کے جلوے ان کی ذاتی زندگیوں میں ظاہر نہیں ہوتے یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ہیں موحد یہ نمبر دو قسم کے ہو گئے۔

پس ایک باپ ہے موحد غیر مسلم یہ دوسری قسم کا موحد ہے وہ آگے پھر وہ فتمیں بن جاتی ہیں۔ ایک تو اس دوسری قسم کا موحد وہ ہے جو خدا نے واحدویگانہ پر ایمان بھی لاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بذبانی نہیں کر رہا اور ایک موحد وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان بھی لاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بذبانی بھی کر رہا ہے۔ یہ بھی کہنے کو موحد ہے۔ اور ایک باپ ہے جو موحد نہیں ہے، مشرک ہے۔

تو مشرک باپ بھی ہے ایسا موحد بھی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا لیکن وہ آپ کے خلاف بولتا بھی نہیں۔ ایک ایسا موحد ہے جو کہتا ہے خدا نے واحدویگانہ پر میں ایمان بھی لایا لیکن معرفت الہی نہ ہونے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی بھی کرنے والا ہے۔ ایک ایسا موحد ہے جو خدا نے واحدویگانہ کی معرفت بھی رکھتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں ثار اور فدائی بھی ہے۔ تو عقیدے کے لحاظ سے اور نہ ہبھی روحان

کے لحاظ سے باپ باپ میں کتنا فرق پڑ گیا۔ ان سارے فرقوں کے باوجود قرآن کریم کہتا ہے کہ ان کے ساتھ تم نے شکر کی بنیاد پر حسن سلوک کی بنیاد پر، احسان کی بنیاد پر، سلوک کرنا ہے۔ یہ حکم ہے خدا تعالیٰ کا۔ اس (اللہ تعالیٰ) نے کہا اس حکم پر عمل کرنے کے راستے میں مشرک باپ کا شرک روک نہیں بنے گا۔

ایسے موحد کا عقیدہ بھی اس حکم کی بجا آوری میں روک نہیں بنے گا جو موحد ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے کی وجہ سے جہالت سے جاہلانہ گستاخی سے وہ آپ کے خلاف بذبانبی بھی کرتا ہے ایسا باپ بھی ہوگا مسلمان کا جو اسلام نہیں لایا ابھی لیکن فطرتاً شریف ہے وہ کہتا ہے۔ کسی کو بھی برا بھلانہ نہیں کہنا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں کہتا لیکن ایمان نہیں لاتا۔ اور ایک ایسا بچہ بھی ہے جس کا باپ حضرت ابو بکر جیسا انسان ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تو قرآن کہتا ہے کہ تمہارے باپ مختلف العقیدہ ہوں گے۔ سارے انسانوں پر غور کرو، باپ موحد مومن ہوں گے، باپ موحد گستاخ ہوں گے، باپ موحد شریف ہوں گے، باپ مشرک ہوں گے، باپ دھریہ ہوں گے۔ ایسا باپ بھی ہوگا ایک شخص کا جو کہتا ہو میں زمین سے خدا کا نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دوں گا اسلام کہتا ہے تمہارا باپ اگر ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ میں زمین سے خدا کے نام اور آسمانوں سے خدا کے وجود کو مٹا دوں گا تب بھی میرا تمہیں یہ حکم ہے کہ جو اس کے حقوق میں نے قائم کئے ہیں وہ تم نے ادا کرنے ہیں ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔ یہ ہے اسلامی تعلیم جس نے ہر انسان کو ایک مقام پر لا کے کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایسے انسان کو جو اپنے بچوں کے رشتے کے لحاظ سے باپ ہوں گے۔ کسی کا کوئی عقیدہ، کسی کا کوئی عقیدہ، کسی کا کوئی عقیدہ۔ جو خدا کو نہیں مانتا دھریہ ہے، جو خدا کے ساتھ بتوں کی پرستش کرتا ہے، جو خدا کو واحد مانتا ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی نالائقی کی وجہ سے بدختی کی وجہ سے گستاخی کرنے والا ہے۔ جو خدا کو مانتا ہے لیکن اسلام کو نہیں مانتا لیکن بذبانبی ہے۔ لیکن وہ جو خدا یے واحد و یکانہ کی معرفت حاصل رکھتا اور خدا تعالیٰ کے نور میں پیٹا ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہے۔ باپ باپ میں کتنا

فرق ہو گیا۔ لیکن تعلیم اسلامی کہتی ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں ان کے اندر کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ ایک نہایت حسین معاشرہ جو مساوات کی بنیادوں پر قائم کیا گیا جو اس اعلان کے ساتھ قائم کیا گیا کہ **قُلْ إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (حَمَ السجدة: ۷) بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

دعا کریں کہ نوع انسانی جس پر خدا تعالیٰ نے اسلامی تعلیم کے ذریعے بے شمار احسان کئے ہیں وہ اپنے خدا کو اور اس کے احسانوں کو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور آپ کے حسن و احسان کو پہچاننے لگے اور خدا تعالیٰ کے جھنڈے تلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آ کر اکٹھی ہو جائے۔

آپ نے ان کو دلائل کے ساتھ ذہنی روشنی کے ساتھ اپنے روحانی نور کے ساتھ اپنے پیارے عمل کے ساتھ اس طرف کھینچ کے لانا ہے۔ یہ ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ کو اس کو سمجھنا چاہیے۔ اس پر عمل کرنے کی خدا تعالیٰ آپ کو بھی توفیق دے اور مجھے بھی توفیق دے کہ اس کی توفیق کے بغیر اور اس کی مدد اور نصرت کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اللهم امين۔
 (روز مامہ الفضل ربوہ ۲۲ رب جون ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۷)



قرآنی احکام کی پابندی کرنا روزہ دار کے لئے ضروری اور لابدی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ ربیوالی ۱۹۷۹ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:-

يَا يَاهَا الَّذِينَ أَمْنُوا كَتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَقَوَّنَ ○ أَيَّا مَا مَعْدُودٌ تُفْمِنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا
أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ آيَاتِهِ أُخْرَ طَوْعَةٌ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ
طَعَامُ مُسْكِينِ طَفْمَنْ تَطْوَعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ طَوْعَةٌ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِلنَّاسِ وَبِئْنَتِ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ طَفْمَنْ شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرُ
فَلِيُصْمِمُهُ طَوْعَةٌ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ آيَاتِهِ أُخْرَ طَوْعَةٌ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ طَوْعَةٌ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ
عَلَى مَا هَدَيْتُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي
قَرِيبٌ طَوْعَةٌ أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لَقَيْسَتِ حِيَوَانِي وَلَيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○ أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ طَوْعَةٌ
هُنَّ لِيَسَ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِيَسَ لَهُنَّ طَوْعَةٌ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخَافُونَ
أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ طَوْعَةٌ فَإِنَّ بَاشِرُو هُنَّ وَابْتَغُوا مَا

کَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوَا وَاشَرْبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْحَيْطَانُ الْأَيْضُ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى الظَّلَلِ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عِكْفُونَ لِفِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ أَيْتَهُ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَقَوَّنَ (البقرة: ۱۸۲-۱۸۳)

اور پھر حضور انور نے فرمایا:-

قرآن کریم کا ہم ترجمہ کرتے ہیں۔ اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور اس کی تفسیر بتاتے ہیں۔ اس کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے اور اس کی تفسیر سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ترجمہ کو اچھی طرح سمجھنے والے ہوں۔

رمضان کا جو درس دیا جاتا ہے اس میں زیادہ تر تفسیر پر زور ہوتا ہے۔ ہمارے وہ پرانے احمدی جن کے سامنے قرآن کریم کا ترجمہ بار بار آیا وہ تو اس تفسیر سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن جماعت میں نئے داخل ہونے والے یا نئے نوجوان ہونے والے بچے جو درس میں شمولیت کی عمر کو پہنچے ہیں، ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے سامنے ترجمہ اس طرح رکھا جائے (قرآن کریم کا) کہ ترجمہ کو وہ سمجھنے لگیں اور اس کے مفہوم سے آگاہ ہوں۔

اس کی طرف صرف رمضان کے مہینے میں خاص توجہ دے کے بقیہ مہینوں میں بے توجہی سے کام لینے سے تو کام نہیں بنتا جو طریق اس وقت راجح ہے مختلف دوست درس دیتے ہیں وہ تو اسی طرح راجح رہے گا لیکن میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں جماعت کو کہ بچوں کے سامنے اور نئے آنے والوں کے سامنے یا نئے سیکھنے والوں کے سامنے قرآن کریم کا ترجمہ وضاحت سے بیان کر دینا چاہیئے۔

یہ ایک لمبا سلسلہ جو درس کا شروع ہو جائے گا اس کی ابتداء اس خطبہ سے میں کرنا چاہتا ہوں اور اس مہینہ کی نسبت سے روزوں کے متعلق جو آیات ہیں وہ میں نے انہی تلاوت کی ہیں وہاں سے شروع کروں گا۔

آیات کی تو میں نے تلاوت کر دی، ان کا ترجمہ تفسیر صغير کے ترجمہ کی روشنی میں یہ ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اَلْوَّهُ جُو ایمان لائے ہو خدا اور اس کے رسول اور اس عظیم کتاب**

پر، تم پر بھی روزوں کا رکھنا اسی طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں تاکہ تم روحاں اور اخلاقی کمزوریوں سے بچو۔ آیاً مَعْدُودٌ دِت سو تم روزے رکھو چند گنتی کے دن اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اسے اور دنوں میں تعداد پوری کرنی ہوگی اور ان لوگوں پر جواس کی طاقت نہ رکھتے ہوں یعنی روزے کی بطور فدیہ ایک ممکین کا کھانا دینا بشرط استطاعت واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو اس کے لئے بہتر ہوگا اور تم سمجھو تو تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔ (میں ترجمہ میں کوئی تھوڑا ساتردو بدل بھی کر رہا ہوں) اور جس مہینے میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور قرآن کریم وہ عظیم کتاب ہے جسے تمام انسانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے دلائل جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قرآن کریم میں الہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص بھی اس مہینے کو پائے یاد کیے، اس حالت میں کہ نہ وہ مریض ہونہ مسافرا سے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد پوری کرنا واجب ہوگی۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور تاکہ تم تعداد کو پورا کرو اور اس بات پر اللہ کی بڑائی کرو اس نے تم کو ہدایت دی ہے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

اور اے رسول! جب میرے بندے مجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دو کہ میں ان کے پاس ہی ہوں۔ جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ سو چاہیئے کہ وہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

تمہیں روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانے کی اجازت ہے وہ تمہارے لئے ایک قسم کا لباس ہیں اور تم ان کے لئے ایک قسم کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفوسوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ اس لئے اس نے تم پر فضل سے توجہ کی اور تمہاری اس حالت کی اصلاح کر دی۔ سواب تم بلا تأمل ان کے پاس جاؤ اور جو کچھ اللہ نے تمہارے

لئے مقدر کیا ہے اس کی جتنجہ کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہیں صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ اس کے بعد صبح سے رات تک روزوں کی تینکیل کرو اور جب تم مساجد میں مختلف ہو تو ان بیویوں کے پاس نہ جاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس لئے تم ان کے قریب بھی مت پھکلو۔ اللہ اسی طرح لوگوں کے لئے اپنے احکامات پیان کرتا ہے۔ تاکہ وہ ہلاکتوں سے بچیں۔

ان آیات میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اب میں مفہوم بتاؤں گا۔ نمبر ایک روزہ رکھنا تم پر اس طرح فرض ہے جس طرح پہلوں پر فرض کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلوں پر ماہ رمضان میں اسی طرح روزے فرض کئے گئے تھے جس طرح مسلمان پر کئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنی اپنی شریعت کے احکام کے مطابق روزے رکھو تو جس طرح پہلوں پر فرض تھا کہ وہ اپنی شرائع کے مطابق اور ان کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے روزے رکھیں۔ اسی طرح تم پر فرض ہے کہ تم اپنی شریعت کے مطابق اور ان کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے روزے ان دنوں میں جن دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ ان شرائط کے ساتھ جن شرائط کے ساتھ روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

تو روزہ رکھنے کا جو حکم ہے وہ مختلف ہے شریعت شریعت میں۔ لیکن بنیادی حکم جو ہے وہ ایک ہی ہے کہ اپنی شریعت کے مطابق جو شریعت کے احکام ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے بتائے ہوئے طریق پر روزے رکھو۔ دوسرے یہ کہا گیا ہے کہ روزہ رکھنا روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے (پہلا مضمون بھی اس سے واضح ہوتا ہے) کہ پہلوں کی روحانی کمزوریاں اور قسم کی تھیں اور ان کی اخلاقی حالتیں کچھ اور رنگ رکھتی تھیں۔ لیکن انسان ارتقا کی مدارج میں سے گزرتا ہوا اس حالت کو پہنچ گیا کہ قرآن کریم کی شریعت کا متحمل ہو سکے تو اب اس کی ضرورت کے مطابق اور اس کی طاقت اور قابلیت اور صلاحیت کے مطابق اس کو قرآن کریم نے حکم دیئے۔ پہلی شریعتوں کا بھی مقصد یہی تھا کہ ان کے ماننے والوں کی روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور ہوں۔ لیکن ضرورتیں اور تھیں احکام اور

تھے اور شریعتِ محمدیہ کا بھی یہ مقصود ہے کہ ایک ایسے شخص کی جوامتِ محمدیہ کی طرف منسوب ہوتا اور جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو پکڑا ہے اس کی روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور ہوں۔

یہ جو کہا گیا کہ روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ تقویٰ کا ذریعہ ہے اس میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے اس عبادت کے چھپلے پر اگر تم نے اکتفا کیا اور سمجھا کہ یہ کافی ہے اور اس کی روح کو پانا اور اس سے فائدہ اٹھانا ضروری نہیں تو تمہاری روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور نہیں ہوں گی تو سوچو اور غور کرو کہ وہ تمام حکمتیں جو قرآن کریم نے بیان کی اور وہ تمام روحانی اور اخلاقی بیماریاں جن کے متعلق کہا گیا کہ قرآن کریم شفا ہے ان کے لئے۔ وہ کوئی ہیں اور روزے کے دنوں میں Consciously اور بیدار مغزی کے ساتھ اس عبادت کو اس رنگ میں ادا کرو کہ روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور ہو جائیں اور تم شریعتِ محمدیہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے والے ہو۔

تیسرا یہ کہا گیا ہے کہ مقررہ گنتی پوری کرنا فرض ہے۔ یہ مضمون پہلی شریعتوں اور شریعتِ محمدیہ دونوں کے ساتھ Parallel چل رہا ہے۔ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کہ مقررہ گنتی پوری کرنا ضروری ہے۔ جس شریعت میں جس گنتی میں روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ سب شریعتوں میں رمضان کے روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے اس واسطے کہ جہاں پہلوں کا ذکر تھا ان کی گنتیاں کچھ اور تھیں اور تمہاری کچھ اور ہیں۔ ان کے روزے کے اوقات کچھ اور تھے تمہارے کچھ اور ہیں۔ اس واسطے یہ الفاظ کر دیئے کہ جو تمہیں کہا گیا اس اس کے مطابق گنتی کا پورا کرنا فرض ہے اور جو ان کو کہا گیا اس کے مطابق ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ گنتی کو پورا کریں۔

جودا مَمْرِيْضُ ہوں۔ یہ دو جگہ آیا ہے دو آیتوں میں۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ پہلی آیت میں جو مَرِيْض کا لفظ ہے اس سے مراد دامَ المَرِيْض ہے اور اس کی طرف اشارہ کرتا ہے آیت کا یہ اگلا ٹکڑا کہ جو روزے کی طاقت کھو بیٹھے ہوں کیونکہ أَطَاقَ يُطِيقُ بَابِ افعال جو ہے اس کی ایک خاصیت سلب کی ہے تو جو روزہ رکھنے کی

طااقت کھو بیٹھے ہوں یعنی روزہ رکھہ ہی نہ سکتے ہوں وہ روزہ نہ رکھیں اور اگر طاقت رکھتے ہوں تو ہر روزہ کے بدله میں بطور فدیہ کے طعامِ مسکینین چوبیں گھنٹے کا کھانا جو ہے وہ فدیہ کے طور پر دیں۔ یعنی وہ لوگ جن کی طاقت کمزور ہو گئی ہے، ان کا روزہ نہ رکھنا کیونکہ ایک اجتہادی امر ہو گا۔ یہ فیصلہ تو ہر شخص نے خود کرنا ہے کہ میں اتنا کمزور ہو چکا ہوں۔ بیماریوں کی کثرت کے نتیجہ میں یا عمر کی زیادتی کے نتیجہ میں یا ڈاکٹروں کے مشورہ کے نتیجہ میں کہ اب مجھ میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی۔ زیادہ لمبا فاتح نہیں میں کر سکتا۔ تو یہ اجتہاد ہو گا اور جب اجتہاد ہو گا تو اجتہادی غلطی کا بھی امکان ہو گا۔ جب اجتہادی غلطی کا امکان ہو گا تو اس نامعلوم یا غیر محضوں گناہ پر مغفرت کی چادر ڈالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا ہے کہ طعامِ مسکینین بطور فدیہ کے دے دیا کرو۔ کہ اگر تو اجتہادی امر ہے اس میں غلطی نہیں مزید ثواب تمہیں مل جائے گا اور اگر اجتہادی امر جو ہے اس میں غلطی ہے کچھ تو خدا تعالیٰ اس طرح تمہاری مغفرت کر دے گا۔ ایک اور ذریعہ سے تم اس کے فضل کو حاصل کرنے والے ہو گے۔ اور چھٹے یہ کہ اگر سفر پر ہو تو روزہ نہ رکھو۔

ساتویں یہ کہ اصل چیز یہ ہے کہ نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی پوری اور سچی اور حقیقی فرمابنداری کرنی ہے۔

آٹھویں بات یہ بتائی گئی ہے کہ روزوں کا حکم تمہاری بہتری کے لئے ہے اب جو درس دینے والے ہیں وہ آپ کو بتائیں گے کہ بہتری کی کتنی فتمیں ان کو نظر آئیں۔ بے شمار فتمیں ہیں بہتری کی۔

نویں بات ہمیں یہ بتائی گئی کہ ماہ رمضان کا دو ہر اعلق قرآن کریم سے ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں اس کے احکام ہیں۔ ماہ رمضان کی عبادات صوم کی جو عبادات ہیں اس کے احکام جو ہیں وہ قرآن کریم میں نازل ہوئے اور دوسرے یہ کہ قرآن کریم ماہ رمضان میں نازل ہوا حدیث میں آتا ہے کہ ہر رمضان میں حضرت جبراہیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا قرآن نازل ہوتا تھا اس کا دور کیا کرتے تھے۔ تو ماہ رمضان کا ایک گہرا اعلق اور دوسرہ اعلق قرآن کریم سے ہے۔

پھر دسویں یہ بتایا گیا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے انسانوں کے کسی ایک گروہ کے لئے نہیں۔ کسی ایک نظرِ ارض کے لئے نہیں اور ہمیں اس طرف توجہ دلائی گئی کہ ماہِ رمضان میں قرآن کریم کے پڑھنے اور اس کے مطالب سیکھنے کی طرف دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ توجہ دیا کرو۔ اور جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اس لئے جو ماننے والے ہیں اس حقیقت کو کہ قرآن تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے ان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اس عالمگیر ہدایت کی طرف بنی نوع انسان کو (جو بھی تک اس سے واقف نہیں) لانے کے لئے قرآن کریم کے علم سیکھیں۔

گیارہویں ہمیں یہ بات بتائی گئی۔ قرآن کریم جس کا ماہِ رمضان سے گہرا تعلق ہے ایسے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے جو ہدایت پیدا کرتے ہیں۔ یعنی یہ تصور اسلام نے نہیں دیا کہ مسلمان ہوتے ہی یا اصلاحِ نفس کے ابتدائی دور میں ہی انسان ہدایت کے عروج کو اس کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے قرآن کریم نے ہمیں یہ علم عطا کیا ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں اس بات کے لئے ابھارا ہے کہ دیکھو وصلِ الہی اصلی اور آخری انتہائی مقصود ہے اور انسان اور خدا کے درمیان غیر محدود بعد ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے ایک ہدایت کے بعد دوسری ہدایت کا پانا ضروری ہے۔ اس کی رضا کو تم پاؤ گے تمہیں روحانی سرور ملے گا۔ تم خدا کے پیارے ہو گے اس حد تک۔ لیکن یہ پیاروہ انتہائی پیار تو نہیں ہو گا۔ جو تم حاصل کر سکتے ہو اس لئے قرآن کریم میں شروع میں ہی کہہ دیا گیا تھا کہ **هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ** ہدایت کے بعد دوسری ہدایت۔ نئی را ہیں ہدایت کی جو اور آگے لے جانے والی ہیں۔ ایک منزل کے بعد اگلی منزل پر پہنچنیں گے پھر ہدایت ملے گی۔ یہ تو نہیں تمہاری منزل آگے چلو۔ پھر اور راہ دکھا دی۔ پھر اور آگے لے گئے۔

پس اپنے نفس کے لئے اور دوسروں کی ہدایت کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی جو یہ صفت ہے کہ وہ ہدایت کے بعد ہدایت دیتا چلا جاتا ہے اس کا ہمیں علم ہو اور اس کے لئے ہماری جدوجہد اور جہاد اور مجاہدہ ہو۔

اور بارہویں یہ ہے کہ ہدایت کی نئی را ہیں کھونے والے دلائل ہیں۔ دوسرے نئی را ہوں

کی ضرورت پڑتی ہے نئے زمانوں کے ساتھ۔ ہر زمانہ نئے مسائل انسان کے سامنے رکھتا اور نئے علومِ قرآنی کا تقاضا کرتا ہے تو پچھلے دروازے پچھلی را ہیں بند ہو جاتی ہیں آگے نہیں چلتیں۔ انسان کے مسائل کو حل کرنے کے لئے انسان کا ساتھ نہیں دے رہی ہوتیں۔ نئی را ہیں کھلنی چاہیے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ ہر زمانہ میں خدا تعالیٰ کے ایسے محبوب بندے امت محمدیہ میں موجود رہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے نئے علوم روحانی سیکھ کر ہدایت کی نئی را ہوں کا علم حاصل کر کے زمانہ کے نئے مسائل کو حل کرنے کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

اور تیرھویں ہمیں یہ بتایا گیا کہ قرآن کریم ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس کے ساتھ محض دلائل کا یا تعلیم کا، ہدایت کا ہی تعلق نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فرقان بھی اس کو دیا گیا اور اس کے ساتھ الہی نشان بھی ہیں۔

پہلے کہا گیا تھا کہ روزے تم پر فرض کئے گئے جس طرح پہلوں پر فرض کئے گئے۔ اب چودھویں بات ہمیں یہ بتائی گئی کہ تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ رمضان کے روزے رکھو امر کے صیغہ میں۔ پہلے فرضیت بتائی تھی، اب حکم کارنگ ہے۔ تمہیں حکم ہے کہ رمضان کے روزے رکھو۔

اور پندرھویں یہ کہ اگر عارضی وقت بیماری ہو۔ پہلے جس بیماری کا ذکر تھا وہ دائی تھی جب روزہ رکھنے کی طاقت ہی جاتی رہتی ہے لیکن اب یہ ذکر ہے کہ عارضی طور پر انسان بیمار ہو جاتا ہے مثلاً بہت ساری بیماریاں ہیں ایک کو بطور مثال کے لے لیتے ہیں۔ رمضان سے دو چار دن پہلے آٹھ دس دن پہلے اگر کسی نوجوان بالغ کو ٹائیفنا نیڈ ہو جاتا ہے ڈاکٹر اس کو کہے گا تم روزہ نہیں رکھ سکتے تو اگر وقت بیماری ہو تو تعداد جو ہے، جتنے چھٹ گئے مثلاً بیماری جو ہے وسط رمضان میں بھی آسکتی ہے شروع میں بھی آسکتی ہے پہلے بھی آسکتی ہے۔ کچھ روزے بھی چھڑوا سکتی ہے۔ سارے روزے بھی چھڑوا سکتی ہے تو جو تعداد رہ گئی ہے وہ تعداد اور دنوں میں پورا کرو اور تمہیں ثواب رمضان کے روزوں کا ہی ملے گا یہ شان ہے اسلامی تعلیم کی۔ اگر وقت بیماری ہے اور عذر صحیح ہے اور نیت میں اخلاص ہے تو دوسرے وقت میں ماہ رمضان سے باہر جو تم فرض روزے پورے کر رہے ہو گے تمہیں ثواب وہی ملے گا جو رمضان کے دوران روزہ رکھنے والوں کو ثواب ملے گا اور اگر مسافر ہوتا بھی اور دنوں میں تعداد پوری کرنا واجب ہے۔

سوہویں بات ہمیں یہ بتائی (اللہ بدعاں سے محفوظ رکھے) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ ایک یہ بتایا کہ ان آیات میں **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ** اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ آسانی چاہتا ہے اس کی بڑی مہربانی ہے پر ہم تکلیف اٹھا کے اس کو راضی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسلام کہتا ہے کہ تم اپنے زورِ بازو سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔ کامل فرمانبرداری کے نتیجہ میں اس کی رضا کو حاصل کرو گے تو سوہویں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔

اور ستر ہویں ہمیں کہا وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے لئے تنگی پیدا کرو تو جو شخص اپنے لئے تنگی پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی طرف سے جو یسرا اور آسانی (يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ) کی سہولت دی گئی ہے اس کے خلاف کام کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کر رہا ہے کیونکہ اعلان کیا گیا ہے وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے لئے تنگی پیدا کرو تو خدا تعالیٰ کچھ چاہتا ہے اور تم اس کے خلاف چاہتے ہو اس کو کیسے خوش کرو گے۔

اور اٹھا رہویں بات اس میں یہ بتائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنے لئے تنگی پیدا کرو۔ اس لئے اللہ کہتا ہے دوسرے وقت میں تعداد کو پوری کرو۔ اگر مریض ہوتا بھی اگر عارضی طور پر مریض ہوتا بھی اور اگر مسافر ہو تباہی اور یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور تعداد کو بھی پورا کرو یعنی تنگی میں پڑے بغیر روزوں کی تعداد پوری کر کے اس کی رضا بھر پور جو لے سکتے ہو تم حاصل کرو۔ اور انیسویں یہ کہ روزہ رکھنے کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جاسکتے ہو۔

اور بیسویں یہ کہ تم ایک دوسرے کے لئے لباس ہو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر دو کے تعلقات ایسے ہیں اور ہر دو کی ذمہ داریاں ایسی ہیں (مرد اور عورتیں دونوں سن لیں) کہ خاوند بیوی کی عزت کا نگہبان اور بیوی خاوند کی عزت کی نگہبان بن جاتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو کسی فرانسیسی مترجم نے فرانسیسی میں قرآن عظیم کا ترجمہ کیا تو اس آیت کا یہ ترجمہ کر دیا کہ **هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُمْ** کہ عورتیں تمہاری پتلوںیں ہیں اور تم ان کے

گھلگرے ہو۔ They are your trousers and you are their shirts۔ تو یہ مطلب نہیں ہے ظاہری لباس مراد نہیں۔ لباس ڈھانکتا ہے۔ لباس سردی گرمی سے حفاظت کرتا ہے۔ لباس زینت بنتا ہے۔ لباس کے متعلق خود قرآن کریم نے دوسری جگہ بہت سے فوائد بتائے ہیں۔ یہاں روحانی فوائد مراد ہیں اور صرف اتنا کہا ہے کہ تم ان کے لئے لباس اور وہ تمہارے لئے لباس۔

اسیسویں بات یہ بتائی گئی کہ کھاؤ پیوروزہ کھولنے کے بعد کوئی پابندی نہیں یہاں تک کہ صحیح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے۔ شروع میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بعض ایسے مخلص مسلمان تھے (پوری طرح احکام ابھی واضح نہیں تھے) کہ جب روزوں کا حکم ہوا تو انہوں نے روزے سے روزہ ملانا شروع کر دیا یعنی دو دن کا روزہ اکٹھا رکھ لیا اور بہت زیادہ تنگی میں اپنے آپ کو ڈالا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع کیا۔ اب یہ حکم ہے کہ روزہ کھولنے کے بعد سحر تک جو سحری بند ہونے کا وقت ہے جس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں روشنی کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگ جاتی ہے کہتے ہیں اس وقت تک کھاؤ پیو اپنی ضرورت کے مطابق۔ یہ نہیں کہ اسراف کرو۔ اپنی ضرورت کے مطابق ہر شخص کھائے اور پیئے۔ کسی کی دوچھٹا نک کی ضرورت ہے ممکن ہے کسی کی ایک سیر کی ہوجائے لیکن بہر حال کہا ہے کہ اپنی ضرورت کے مطابق کھاؤ اور پیو صحیح تک۔

اور باسیسویں یہ بتایا کہ اس کے بعد جس وقت سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے اس کے بعد رات تک غروب آفتاب تک روزوں کی تکمیل کرو۔ ادھورے روزے نہیں جس طرح ”چڑی روزہ“ بچے رکھا کرتے ہیں یعنی دن میں چار پانچ روزے بالغ مسلمانوں کے لئے وہ روزے نہیں ہیں۔

تینیسویں یہ ہے کہ اعتکاف کی حالت میں رات کو بھی بیویوں کے پاس نہ جاؤ اور یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے بنیادی باتیں بیان کرنی شروع کیں۔

اور چوبیسویں یہ بتایا کہ یہ جو میں نے حکم نازل کئے ہیں ان کو ایسا سمجھو کوہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قائم کرده حدود ہیں۔ ان کے قریب بھی مت جاؤ۔ بعض لوگ دیر بعد سحری شروع

کرتے ہیں اور دیر تک کھاتے رہتے ہیں اور حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ ایک موذن مدینہ میں کوئی آدھ منٹ یا ایک منٹ پہلے صبح کی اذان دے دیتے تھے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ زیادہ محتاط ہیں وہ جو آخری ایک منٹ ہے وہ تو تمہارا ہے کھانے کا۔ اس میں بے شک کھالیا کرو۔ لیکن اصل یہ ہے کہ سفید دھاری روشنی کی، کالی دھاری سے الگ نظر آنے لگ جائے۔ اس کے بعد کچھ نہیں کھانا۔ یہ حد ہے اس کے قریب بھی مت جاؤ اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ جو اس تفصیل کے ساتھ اپنے احکام بیان کرتا ہے۔ اس طرح لوگوں کے لئے احکام بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ لوگ ہلاکتوں سے بچ جائیں تو یہ باتیں تفصیل سے تمہیں بتا دیں۔ روزہ کی مصلحتیں بتا دیں۔

روزے کے آداب بتائیے۔ روزہ کے آداب میں سے سب سے بڑا ادب قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت۔ کثرت سے دعا کیں کرنا ہے اور بیچ میں سے ایک آیت میں چھوڑ گیا تھا کیونکہ میں اس کے اوپر ذرا لمبا کہنا چاہتا تھا میرا خیال تھا کہ اگر وقت ہوا تو بتا دوں گا۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادٍ عَنِّيْ فَلَمَّا قَرِيْبٌ اس کا روزوں کے ساتھ اور ماہ رمضان کے ساتھ اور کثرت عبادت کے ساتھ اور کثرت قرأت کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور اس کے متعلق (انشاء اللہ) اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور صحت دی اور زندگی دی تو اگلے خطبہ جمعہ میں کچھ کہوں گا۔ اس وقت میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۳ اگست ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۶)



قرآن شریف نے ایک عالم دعاوں کا ہمارے سامنے کھول دیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ اگست ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تَشَهِّدُ وَتَعُوذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ تَلَاوِتْ فَرْمَائِی:-

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيبٌ أَجِيبُ دَعَوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ لَفْلِيْسَتَ حِيْوَانِيْ وَلِيُؤْمِنُوا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشَدُونَ○ (البقرة: ۱۸۷)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

پچھلا خطبہ میں نے روزوں کے متعلق دیا تھا جس میں قرآنی احکام نوجوان نسل کو سمجھانے کے لئے تائے تھے اور یہ آیت جس سے پہلے بھی روزوں کے احکام ہیں اور بعد میں بھی میں نے اس لئے چھوڑ دی تھی کہ اگرچہ اس کا تعلق ماہ رمضان سے بھی بہت گہرا ہے لیکن ہر عبادت کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ انسان کے ہر فعل اور عمل سے بھی اس کا تعلق ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو جواب دے کہ میں ان کے پاس ہی ہوں جب دعا کرنے والا مجھ سے پکارے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ چاہئے کہ دعا کرنے والے بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کامیابی کی راہیں ان پر کھلیں اور ان کی دعا ائیں قبول ہوں۔ ماہ رمضان دعاوں کا مہینہ ہے خاص طور پر۔ روزے کے علاوہ ہم نوافل پر بھی خصوصاً زور

دیتے ہیں اس ماہ میں تراویح ہوتی ہیں وہ نوافل ہیں۔ اصل تو یہ تھا کہ علیحدہ علیحدہ ہر شخص رات کی تہائی میں اپنے رب کے حضور جھکتا اور اس سے دعائیں مانگتا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے گھروں کی بجائے (مجبور یوں کے نتیجہ میں) مسجد نبوی میں آ کر یا مسجد نبوی کی برکت کے حصول کے لئے تراویح پڑھتے ہیں تو آپ نے ان سب کو اکٹھا کر کے اور باجماعت یہ نوافل شروع کروادیئے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تراویح باجماعت شروع ہوئی۔ انفرادی نوافل (رات کے آخری حصہ میں پڑھنے میں) اپنا ایک مزہ رکھتے ہیں لیکن جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں بہت سے وہ لوگ جو انفرادی طور پر اس رنگ میں نوافل ادا نہیں کر سکتے۔ وہ لوگ جو قرآن کریم کا دور نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو قرآن کریم حفظ نہیں، مسجد میں آ کے ایک حافظ کے پیچھے وہ نماز پڑھتے ہیں اور پورے قرآن کریم کا دور بھی ہو جاتا ہے اور دعائیں بھی کر لیتے ہیں۔ بہت سے دوست ہیں میں جاتا ہوں، جو مثلاً شروع رات میں جو باجماعت تراویح پڑھی جاتی ہیں اس میں بھی شامل ہو جاتے ہیں اور پھر آخری حصہ رات میں بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سر بخود ہوتے ہیں۔ رمضان مبارک میں شروع رات میں تو بہت سے نوجوان اور بچے اور بہت سی مستورات بھی شامل ہو جاتی ہیں اس کے اپنے فوائد ہیں لیکن اصل چیز یہ ہے کہ دعاؤں کا عام دنوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ موقع ملتا ہے انسان کو اور قبولیت دعا کے لئے انسان اپنے رب کو راضی کرنے کی خاطر اور بہت ساری عبادتیں خاص طور پر اس ماہ میں دوسرے مہینوں کے مقابلہ میں زیادہ بجالاتا ہے۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ آپ بڑے سختی تھے لیکن رمضان کے مہینہ میں آپ کی سخاوت میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی تھی کہ دوسرے مہینوں میں وہ شدت نہیں ہوا کرتی تھی۔ غرباء کا خیال رکھنا نیز مسکینوں کا، جو نسبتاً غریب ہیں ان کو سہارا دینا دعاؤں کے ساتھ، ان کی دنیوی ضروریات کو پورا کر کے۔ تو یہ مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چیخنے کی ضرورت نہیں میں دور تو نہیں ہوں کہ زور زور سے چیخ کے مجھے پکارو گے میں قریب ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیحدہ بھی نماز پڑھ رہے ہو یعنی نوافل بالکل خاموشی سے اور بے آواز بھی قرآن کریم نہ پڑھو اور بہت

اوپری آواز سے بھی نہ پڑھو۔ ویسے عام طور پر جس طرح پڑھا جاتا ہے نوافل میں اس طرح نہیں بلکہ آوازن کا لونہ سے، سمتِ نبوی یہ ہے۔

اس آیت میں ایک اہم چیز بھی ہمیں پتا لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَ عَارِفٍ** دعا کرنے والا جب مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اسلام بنی نوع انسان کا مذہب ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت **كَافَةَ الْلِنَاسِ** ہے، تمام انسانوں کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنی زبانیں بولی جاتی ہیں ان تمام زبانوں کے بولنے والوں کو مخاطب کر کے خدا تعالیٰ نے کہا **أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَ عَارِفٍ** تم دعا کرو تم مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ دنیا کی ہر زبان میں خدا کے حضور عاجز نہ جھک کر دعا کرنے کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ اتنا عرصہ گزر گیا چودہ سو سال ہونے کو آئے ہیں۔ اتنے لمبے زمانہ میں بھی عربی زبان جو ہے وہ ساری دنیا کی زبان تو نہیں بن سکی۔ صحیح ہے کہ بعثتِ نبوی کے وقت عربی ایک چھوٹے سے خط میں بولی جاتی تھی لیکن جس وقت اسلام کا اثر اور رسوخ پھیلا اس وقت مثلاً مصر جو عربی بولنے والا نہیں تھا وہاں عربی بولی جانے لگی۔ اسی طرح جو اس وقت مراکو اور الجزائر وغیرہ ممالک ہیں یہ افریقہ کے ممالک ہیں ان میں بھی اسلامی تمدن کے اثر کی وجہ سے عربی بولی جانے لگی۔ اسی طرح مشرق کی طرف بہت سے ممالک ہیں جن میں عربی زبان رائج ہو گئی لیکن ہر انسان تو عربی زبان نہیں بول سکتا۔ جس وقت قرآن کریم نازل ہوا اور یہ آیت اتری اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چھوٹا سا خطہ تھا انسانوں کا جو عربی بولنے والا تھا۔ کہا یہ گیا اس وقت کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا اور مخاطب ہیں قرآن کریم کے تمام بنی نوع انسان۔ اس آیت کے طور سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان میں خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی جاسکتی ہے اور کی جانی چاہیئے۔ کی جاسکتی ہے کیونکہ کہا گیا سب کو مخاطب کر کے پکارو مجھے، تو جو عربی جانتا نہیں وہ کیسے پکارے گا عربی میں وہ تو اپنی زبان میں ہی پکارے گا اور دوسرے دعا کرنی چاہیئے اس لئے بھی کہ اگر کسی کو ٹوٹی پھوٹی عربی آتی بھی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھک کے اپنی ضرورتوں کو اس زبان میں ادا نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اس میں کوئی

شک نہیں لیکن بندے کو تو تسلی تب ہوتی ہے جب وہ اپنی زبان میں اپنا مانی الفہری دوسرے کے سامنے بیان کر دے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ نماز میں بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسنون عربی دعائیں اسی طرح عربی میں پڑھنی چاہئیں۔ ہر مسلمان کو وہ عربی عبارتیں یاد ہونی چاہئیں خواہ وہ بچہ ہو خواہ اس کے معنی اس نے ابھی سیکھے ہوں لیکن نماز میں ان دعاؤں کے علاوہ جو ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ورشہ میں ملیں اور جن سے ہمارا عشق اور پیار کا تعلق ہے (اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے وہ دعائیں نکلتی تھیں یہ ہمارا پیار کا تعلق ہے) وہ پڑھ لینے کے بعد ہم اپنے رب کے حضور اپنی زبان میں دعا کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ضرورت کے وقت یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک یوگوسلاوین عربی کی دعائیں پڑھنے کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دعا کرے۔ ایک انگریز انگریزی میں بھی دعا کرے۔ ایک البانین البانین زبان میں بھی دعا کرے۔ ایک افریقین جس کی زبان تحریر میں بھی ابھی نہیں آئی لیکن اہل افریقہ اسے بولتے ہیں وہ اپنی زبان میں دعائیں کریں تاکہ وہ ایک قریبی تعلق محسوس کریں اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ۔

أَحِبْبَ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَاهُ جس زبان میں بھی دعا میرے سامنے کی جائے گی اسے میں قبول کروں گا۔ شرائط یہ ہیں کہ فَلَيَسْتَجِيْعُ الْمُتْ دو معنی میں ہے۔ قرآن کریم نے اور قرآن کریم کی تفسیر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت دعا کے لئے جو شرائط بیان فرمائی ہیں وہ بھی ایک حکم ہے اس کو قبول کریں۔ دعا کو دعا کی شرائط کے ساتھ کریں اور دوسرے یہ کہ کسی قسم کا ظاہری یا باطنی شرک نہیں کرنا۔ ایک شخص مشرک ہے اور وہ دعا کرتا ہے خدا سے تو اس سے قبولیت کا وعدہ یہاں نہیں لیکن وہ خالق مالک بھی ہے وہ ان کی بھی بعض دفعہ سن لیتا ہے۔ بڑا دیا لو ہے وہ۔ لیکن کہا یہ گیا ہے کہ میرے پیار کو حاصل کرنا ہے اگر تو جو شرائط میں نے دعا کے لئے قائم کی ہیں ان کے مطابق دعا کرو۔

اور جو اسلام کے احکام ہیں قرآنی احکام ہیں ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارو۔ وَ لَيْسُ مِنْ وَلِيٰ اِنْ اور خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کے ساتھ ذاتی تعلق پیدا کرو جس کا ایک ذریعہ عاجزانہ دعائیں بھی ہیں۔ تو تمہیں کامیابی اور ہدایت مل جائے گی۔

قرآن کریم نے محض یہ نہیں کہا کہ دعائیں کرو میں قبول کروں گا بلکہ قرآن کریم نے ایک عالم کا عالم دعاوں کا ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔ اس میں سے (جو ایک لمبا مضمون ہے) کچھ حصے میں نے پختے ہیں آج کے خطبے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے:-**رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ** (البقرۃ: ۲۰۲) یہاں دعاوں کی بنیاد رکھی گئی۔ یہاں یہ فرمایا گیا کہ دنیوی نعماء کے حصول کے لئے بھی دعاویں کریں اور اخروی نعماء کے حصول کے لئے بھی دعاویں کرو اور **وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ** کا فقرہ ورلی زندگی اور اخروی زندگی کو باندھ دیتا ہے کیونکہ اسی زندگی کی بنیاد پر اخروی زندگی کی جنتوں کا انحصار ہے تو بہت بڑا عالم ہمارے سامنے رکھ دیا گیا۔ **فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** دنیا کی ساری نعمتیں جو خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں تم ان کے حصول کے لئے دعاویں کرو۔ صرف یہ کہہ کر کہ دعاویں مانگو خاموشی نہیں اختیار کی بلکہ کیا دعاویں مانگو اس کے اوپر بھی بڑی وسیع روشنی ڈالی گئی ہے۔ **فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** کے دو پہلو ہیں۔ ایک ایسی نعمتیں ہیں ہماری اس ورلی زندگی سے تعلق رکھنے والی جن کا تعلق خود ہمارے نفس کے ساتھ ہمارے وجود کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے شمار قوتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں ان کے لئے دعاویں مانگو کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق پروان چڑھیں اور ان قتوں کو اس لئے دیا گیا انسان کو کہ جو یہ کہا گیا تھا کہ تمہاری خدمت پر ہر شے کو مامور کیا گیا ہے وہ ہر شے سے خدمت لینے کے قابل ہو جائے۔ **وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ** **جَمِيعًا مِنْهُ** (الجاثیۃ: ۱۲) تمہیں ہر طاقت دے دی گئی تا تم ہر شے سے خدمت لے سکو تو دعا مانگو کہ اس قدر عظیم نعمتیں جو تمہیں ملیں، آنکھ ہے خدا تمہیں توفیق دے کہ آنکھ سے بہترین اور اعلیٰ ترین اور پورے کا پورا فائدہ اٹھانے والے بنو تم۔ یہ دعا خدا تعالیٰ سے مانگو۔ بہت سے آنکھوں والے ہیں جو آنکھیں رکھتے ہوئے بھی آنکھوں سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اور انہیں کے انہیں اس دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں بہت جگہ ان کا ذکر آیا ہے۔ کان ہیں جن سے ایک تو تمہارا اپنا مشاہدہ تعلق رکھتا ہے ایک تو تمہارا اپنا حصولی علم تعلق رکھتا ہے مثلاً کلاس میں بیٹھا ہوا طالب علم اگر کان کھول کر نہ رکھے تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو

رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۵) کی دعا میں یہ ساری چیزیں آگئیں۔ تو یہ جتنی نعمتیں ہیں ان سب کے حصول کے لئے دعا کرو۔ انسان یہ دعا کرے اپنے رب سے کہ اے خدا! جو تو نے مجھے تو تیں اور استعدادیں دی ہیں اپنے فضل سے مجھے یہ توفیق عطا کر کہ میں اپنی ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کروں اور اسے کمال تک پہنچاؤں اور ان سے بہترین فائدہ تیری رضا کے حصول کے لئے میں حاصل کروں اور اپنے نفس کی اس کامل اور صحیح نشوونما کے بعد جب خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے انسان کے تو جو دنیا کی نعمتیں ہیں ان کو حاصل بھی کروں اس رنگ میں جو تجھے پسند ہو اور استعمال بھی کروں اس طریق پر جو تیری رضا کے حصول میں مدد اور معاون ہو۔ بہت سارے لوگ ہیں جو غلط طریق سے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کر کے گناہ کار بن جاتے ہیں اور بہت سے لوگ ہیں جو صحیح طریق پر تو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرتے ہیں لیکن غلط استعمال کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں۔ تو ایک نہ ختم ہونے والا سمندر ہے دعاؤں کا فی الدُّنْیَا حَسَنَةً کے اس فقرے کے اندر جو خدا تعالیٰ نے بیان کر دیا۔

وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں جو میں نے نہماء عطا کیں جو رحمت اور فضل موسلا دھار بارش کی طرح تم پر نازل ہوئے وہ تمہاری دُنیوی اور ولی زندگی کے ساتھ ہی تو تعلق نہیں رکھتے اخروی زندگی کے ساتھ بھی ان کا تعلق ہے بلکہ اخروی زندگی کے ساتھ ہی ان کا صحیح تعلق ہے اور یہ ساری چیزیں اسی لئے تمہیں دی گئی ہیں کہ تم اپنی آخرت کو سنبھالو۔ اس واسطے دعا کرو کہ اے خدا! ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اور یہ دنیا کی نعمتیں ہمیں اخروی زندگی کی جنتوں کی راہوں پر چلا کر ان جنتوں تک پہنچانے والی ہوں تجھے ناراض کر کے ہمیں جہنم کی طرف لے جانے والی نہ ہوں۔

میں نے بتایا کہ یہ دعا جو ہے اتنا فی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَاعَذَابَ النَّارِ یہ ایک ایسی دعا ہے جس میں دعا کا ایک عالم کا عالم کھولا گیا اور ہمیں اس چھوٹی سی آیت میں بہت کچھ خدا تعالیٰ نے بتایا کہ کیا مانگنا ہے کس طرح مانگنا ہے پھر اسی سے آگے ہم چلتے ہیں اس دروازے میں داخل ہو کر۔ سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

رَبَّنَا أَتَمِّمْ لَنَا نُورَنَا وَأَغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (التحریم: ۹)

اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے فائدے کے لئے کامل کر دے اور ہمیں معاف فرماتو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کمزور انسان ہیں گناہ بھی سرزد ہوتے ہوں گے غلطیاں اور کوتا ہیاں بھی ہوں گی ہمارے گناہوں غلطیوں اور کوتا ہیوں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے اور ہمیں آتیمُ لَنَا نُورَنَا اپنے دائرہ استعداد کی انتہائی روحانی رفتتوں تک اپنے فضل سے پہنچا دے اور ہم تیرے حضور عاجزی سے متضرع انہ دعا کرتے ہیں کہ تو خود (جو ہر چیز کے کرنے پر قادر ہے) ہماری اس بات میں مدد کر کے جو تو نے ہمیں نور دیا وہ نور مکمل ہو جائے ہماری زندگی میں اور جن انتہاؤں تک پہنچنا ہمارے لئے مقدر تھا ہمیں وہاں تک پہنچا ہماری غلطیاں کوتا ہیاں روک نہ بن جائیں اور تیری رضا کی انتہا کو ہم حاصل نہ کر سکیں۔

پھر ایک اور وسیع مضمون ہے دعاؤں کا۔ وہ یہ کہ ہر نبی اپنی امت کو بشارتیں دیتا ہے۔ سارے قرآن کریم کو پڑھ لو کہیں اختصار سے ذکر ہے بعض جگہ تفصیل سے بھی ذکر آ گیا ہے۔ تو ہر نبی اپنی امت کے لئے یا ان کے لئے یا ان لوگوں کے لئے جو اس کا کہا مان کر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں لشیر ہے انہیں بشارتیں دینے والا ہے وعدے ہیں جو ان انبیاء کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے ان کی امتوں سے کئے سب سے زیادہ وعدے بڑی وسعتوں والے بڑی گہرا یوں والے بڑی رفتتوں والے بڑے عظیم وعدے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے امت محمدیہ کو دیئے گئے ہیں۔

پچھلے ایک خطبہ میں میں نے بتایا تھا کہ نبی اپنی امت کے لئے صرف بشیر ہی نہیں ہوتا بلکہ نذر بھی ہوتا ہے کیونکہ ہر بشارت کے ساتھ شرائط ہیں اور نبی ہوشیار کرتا ہے اور تنبیہ کرتا ہے کہ اگر تم نے ان شرائط کو پورا نہ کیا تو تمہارے حق میں جو بشارتیں دی گئی ہیں وہ پوری نہیں ہوں گی۔ مثلاً آپ کو سمجھانے کے لئے ایک آیت میں اس وقت لے لیتا ہوں وعدہ دیا گیا امت محمدیہ کو، اور یہ ایک عظیم وعدہ ہے۔ اعلان کیا گیا آتیمُ الْأَعْلَمُونَ (آل عمران: ۱۲۰) زندگی کے ہر شعبہ میں فوقیت ہمیشہ تمہیں ہی حاصل رہے گی مگر ایک شرط لگائی اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ اگر تم ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہو گے۔ یہ نذر و الا حصہ آ گیا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ میں تو وعدے تو بے شمار ہیں اور انسان کی کوتا ہیاں اور کمزوریاں اور غلطیتیں بھی کم نہیں۔ اس

واسطے دعاؤں کا سہارا لینا ضروری ہے۔ اسی واسطے کہا گیا **قُلْ مَا يَعْبُوْا بِكُمْ رَبِّنِي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ** (الفرقان: ۸۷) اس میدان میں ہمیں قرآن کریم نے یہ دعا سکھائی **رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ** (آل عمران: ۱۹۵)

کہ اے ہمارے خدا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں، آپ کے سمندر میں تو سارے پچھلے انبیاء مغم ہوجاتے ہیں کیونکہ **نَصِيبًا مِنَ الْكِتَبِ** ہی ان کو ملا تھا یعنی قرآن کریم کا ایک حصہ اور قرآن کریم کی برکتوں کا ایک حصہ ہی ان کو دیا گیا تھا، تجو) تیرے رسولوں کے ذریعے ہمیں وعدے ملے ہیں وہ سارا پچھدے ایسے حالات پیدا کر دے ہمیں توفیق دے کہ ہم ان شرائط کو پورا کرنے والے بنیں جن شرائط کی ادائیگی ان وعدوں کے ساتھ لگائی گئی ہے اور وہ تمام وعدے ہمارے ہماری نسلوں کی زندگی میں پورے ہوں اور یہ نہ ہو کہ قیامت کے دن جب خدا کے حضور ہم سب اکٹھے ہوں تو کہا جائے کہ بشارتیں تو تمہیں بہت دی گئیں وعدے تو خدا تعالیٰ نے تم سے بہت عظیم کئے تھے لیکن اے نادانو! تم نے اپنی غفلتوں، کوتا ہیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان وعدوں سے حصہ نہ لیا اور اس طرح ہم قیامت کے دن ذلیل اور رسوا ہو کے رہ جائیں۔

تو ایک یہ دعا ہے جو بڑی و سعتیں اپنے اندر رکھتی ہے کہ اے خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تو نے بے انتہا بشارتیں ہمیں دیں، ہم سے وعدے کئے (" وعدہ" کے لفظ کے ساتھ بھی قرآن کریم نے امت محمدیہ کو بشارتیں دی ہیں) ایسا کرو ہمیں توفیق دے کہ ہم شرائط کو پورا کریں ہم تیری راہ میں وہ قربانیاں دیں جن کا تو ہم سے مطالبہ کرتا ہے ہم تیرے پیار کے حصول کے لئے اپنے نفسوں پر اس موت کو طاری کریں جو تیری محبت کو پیدا کرنے والی ہے اور ایک نئی زندگی جس کے نتیجہ میں تیری طرف سے عطا ہوتی ہے اور وہ سارے وعدے ہماری زندگیوں میں بھی پورے ہوں جس طرح ہمارے بزرگوں کی زندگیوں میں جنہوں نے تیری راہ میں قربانیاں دی تھیں وہ پورے ہوئے اور یہ نہ ہو کہ ہم قیامت والے دن اپنی کوتا ہیوں کے نتیجہ میں ذلیل و رسوا ہو کر رہ جائیں۔

انسانی زندگی کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس زندگی میں ہدایت کے ساتھ گمراہی بھی گئی

ہوئی ہے یعنی ایک شخص ہدایت پالے تو ضروری نہیں ہوتا کہ مرتبے دم تک وہ ہدایت پر قائم رہے۔ عرب کا ایک حصہ مرتد ہو گیا اور ہزاروں ارتدا کی حالت میں مر گئے۔ اسلام نے دعا سکھائی اس سلسلے میں کہ خاتمه بالخیر کی دعا کیا کرو خاتمه بالخیر کی دعا دراصل اس آیت میں ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِّغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدْيَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ (آل عمران: ۹) اے ہمارے رب! تو ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کچ نہ کرو اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت کے سامان عطا کر یعنی ہدایت دینا بھی خدا کا کام ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ جسے خدا پسند کرتا ہے اسی کو ہدایت کی راہ پر چلا دیتا ہے۔ پھر ہدایت کے حصول کے بعد ٹھوکروں کے دروازے کھلے ہیں۔ ارتدا کا دروازہ۔ اسلام سے باہر نکلنے کا دروازہ۔ اسی طرح کھلا ہے جس طرح اس شخص کے لئے اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھولا گیا۔ اس واسطے هب لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اے خدا! تیری رحمت اور تیرے فضل کے بغیر ہم ہدایت پر قائم رہتے ہوئے خاتمه بالخیر تک نہیں پہنچ سکتے۔ تجھ سے استدعا کرتے ہیں کہ جس طرح تو نے ہمارے لئے ظلمات سے نکل کر اپنی رضا کی روشنی میں داخل ہونے کے سامان پیدا کر دیئے تیرے ہی فضل کے ساتھ ایسا ہو کہ مرتبے دم تک ہم تیرے قدموں میں پڑے رہیں۔

تیرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کا جو تعلق ہے وہ ٹوٹنے نہ پائے کہ تیری رحمت اور تیری عطا کے بغیر یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک بنیادی دعا ہے جو قرآن کریم نے ہمیں سکھائی ہے یہ

فِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ

دونوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے کہ دنیا میں گمراہی اور ناراضگی نہ ہو اور مرتبے دم تک ہم ہدایت پر قائم رہیں اور ظالموں کے گروہ میں شامل نہ ہو جائیں لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الظَّالِمِينَ (الاعراف: ۲۸) بھی کہا گیا ہے۔

ایک ذمہ داری مسلمان کی یہ تھی کہ وہ اسلام کو دنیا میں پھیلائے، اس کی تبلیغ کرنے نمونہ بنے دوسروں کے لئے کیونکہ بغیر نہونے کے دنیا توجہ نہیں کرتی۔ تو یہ بھی بہت وسیع ذمہ داری ہے اور ہر مسلمان کا تعلق اس ذمہ داری کے نتیجہ میں ہر غیر مسلم کے ساتھ ہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ یہ نہیں کہ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ مشرق و مغرب و شمال و جنوب کے ہر غیر مسلم کے پاس جا کے تبلیغ کرے لیکن مجموعی طور پر امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلموں تک اسلام

کے حسن کو اور اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلانے والے ہوں اور اس کے لئے اسوہ چاہیئے اور اس کے لئے جذب چاہیئے ایسا نمونہ جو دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو۔ یہ دعا سکھا دی۔ یہ دعائیں قرآن کریم میں یا تو اس رنگ میں ہیں کہ پہلے انہیاء کو وہ دعا سکھائی گئی اور قرآن کریم نے اس کا ذکر کیا اس غرض سے کہ ہم بھی اس سے فائدہ اٹھانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورہ ابراہیم میں فرماتا ہے۔

فَاجْعَلْ أَفْيَدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيَ إِلَيْهِمْ (ابراهیم: ۳۸) لوگوں کے دل ان کی طرف جھکا دے اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل جنتے کی توفیق ہمیشہ امتِ مسلمہ کے ہر گروہ کو عطا کرتا چلا جائے، محبت کے ساتھ، پیار کے ساتھ خدمت کے جذبے کے ساتھ نیک نمونہ بن کر ایک ایسا اسوہ نظر آئے، ایک فرقان، ایک تمیز پیدا کرنے والی بات ایک احمدی مسلمان میں غیر مسلم کو نظر آئے کہ وہ مجبور ہو جائے اس طرف مائل ہونے پر اور اس کی طرف جھک کے اس سے پوچھنے پر کہ میرے اور تیرے میں جو فرق ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ بس بات شروع ہو گئی تبلیغ کی وہ مسلمان اسے کہے گا۔ میں تو ایک عاجز انسان، میں تو ایک نالائق انسان ہوں۔ مگر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والا انسان۔ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا انسان، میں قرآن کریم کی اس تعلیم پر عمل کرنے والا انسان ہوں کہ دنیا میں جو دلکھی ہیں ان کے دکھوں کو دور کروں اور سکھ کے سامان جہاں تک میری طاقت میں ہے میں پیدا کروں۔ میں نے خدا کو پایا اور اس کے نور کو دیکھا اس کی آواز کو سننا۔ اس کی طاقت اور قدرت کے کرشمے میں نے اپنی زندگیوں میں مشاہدہ کئے۔ ان ساری چیزوں نے میری زندگی میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ تم ایسا کرو گے تمہاری زندگی میں بھی یہ تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ تو **فَاجْعَلْ أَفْيَدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيَ إِلَيْهِمْ** یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے خدا! ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم اس قابل ہوں کہ تیری خاطر اور تیرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک جہاں کے دل جیتنیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیں۔

پھر جو ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ وہ صرف ایک نسل سے تو تعلق نہیں رکھتی نہ لاؤ بعد نسل یہ ذمہ داری اٹھانی ہے قیامت تک یہ ذمہ داری اٹھانی ہے

اس واسطے آنے والی سلوں کے لئے دعا کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے:-

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ

(ابراهیم: ۲۱) کاے خدا مجھے بھی عمدگی سے نماز ادا کرنے کی توفیق دے اور میری آنے والی نسل کو بھی۔ میری ذریت کو بھی کہ ہم عمدگی سے نماز ادا کریں یعنی اس طور پر نماز ادا کرنے والے ہوں کہ تو ہم سے راضی ہو جائے اور ہماری ذریت اس طور پر نماز ادا کرنے والی ہو کہ تو ان سے راضی ہو جائے۔ مگر اپنی طاقت سے ہم یہ کرنیں سکتے ہماری اس دعا کو قبول کر رہنا تو تَقَبَّلْ دُعَاءَ اور اس دعا کو قبول کر کہ ہم نماز ادا کرنے والے ہوں عمدگی کے ساتھ اور ہماری ذریت اور ہماری ہر دعا کو قبول کر جو تیرے نور کو پھیلانے والی اور دنیا سے اندر ہیروں کو دور کرنے والی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کو دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش کرنے والی ہو کہ وہ موثر بن جائے اس دنیا کے لئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی شان کو ابھی پہچانتی نہیں۔

بآہمی تعلقات ہیں۔ بھائی چارہ بنا دینا امت مسلمہ کو ایک خاندان بنادیا۔ اور سورہ حشر آیت ۱۱ میں یہ دعا سکھائی کہ ہمیں اور ہم سے پہلے آنے والے بھائیوں کو بخش دے۔ جو پہلے بزرگ گزرے ہیں (صرف اپنے زمانہ میں بیٹنے والے نہیں) بلکہ اس تعلق کو اگلے اور پچھلوں کے ساتھ باندھا گیا ہے دراصل اور ہمارے دلوں میں مونوں کا کینہ بھی پیدا نہ ہو۔ بڑی عجیب دعا ہے سارے فتنوں کو دور کرنے والی۔

بعض دفعہ انسان حق لے کر بعض دفعہ حق چھوڑ کر فتنہ دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَأَغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا (الممتحنة: ۶)

اے ہمارے رب ہمیں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور ہماری غلطیاں اور کمزوریاں اگر کوئی ہوں بھی تو ایسے رنگ کی نہ ہوں کہ کفار کے لئے ٹھوک اور گمراہی اور تجھ سے دور جانے کا ذریعہ بن جائیں۔ ہمیں غیروں کے لئے اچھا نمونہ قائم کرنے کی توفیق عطا کر۔

انسان کا اپنا نفس ہے وَ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌ (بخاری کتاب الصوم) اپنے نفس کے لئے بھی دعا میں کرنا ضروری ہے۔ ورنہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعماء کو حاصل نہیں کر سکتا۔

أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَبَّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكُفَّارِينَ (البقرة: ۲۵۱)

اے ہمارے رب ہم پر قوت برداشت نازل کر صبر عطا کرو ہمیں ثبات قدم عطا کرو منکر مخالف کے خلاف ہماری مدد کرو۔ صبر کے معنی عربی زبان اور قرآنی حاوہ میں بڑے وسیع ہیں۔ صبر کے معنی ہیں عقلی قوانین اور شریعت کے احکام کی روشنی میں اپنے نفس کو قابو میں رکھنا یہ ہے صبر اور مختلف شکلوں میں یہ ہماری زندگی میں ابھرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو اس پر بھی صبر کرتا ہے انسان میدان جنگ ہو تو مومنانہ شجاعت کے مظاہرے کو عربی زبان اور قرآنی اصطلاح صبر کہتی ہے۔ میدان جنگ میں اور ثبات قدم۔ اگر قضا و قدر کے امتحان و ابتلاء میں بتلا ہو کوئی شخص جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں آزماؤں گا۔ تو ایسے امتحان کے وقت بثاثت قلب سے اس ابتلاء کو برداشت کرنا یہ بھی صبر ہے اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا یہ بھی صبر ہے۔ بے موقع اور بے محل بات سے رکے رہنا۔ زبان کو قابو میں رکھنا اس کو بھی صبر کہتے ہیں۔ یعنی ہر پہلو سے جہاں نفس کو قابو میں رکھنا ہو عقل کے قانون کے ماتحت یا شریعت کے احکام کے نتیجہ میں۔ عربی زبان اور قرآن کریم کی اصطلاح اسے صبر کہتی ہے۔

تَوَرَّبَنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا میں یہ دعا ہوئی کہ اے خدا! ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے نفس کو اس طرح قابو میں رکھیں کہ کبھی بھی وہ بے قابو ہو کر تیری ناراضگی مول لینے والا نہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی توفیق عطا کرے کہ ماہ رمضان جو دعاؤں کا مہینہ ہے۔ ہم اس میں زیادہ سے زیادہ وسیع سے وسیع دعا میں کرنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے منشاء کو پورا کر کے اس کے پیار کو حاصل کرنے والے ہوں اور خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو بھی پورا کرنے والے کہ ظلمات دور ہوں۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل: ۸۲)

اور نور پھیلے اور خدا کی محبت اور پیار اور خدا تعالیٰ کی رضا کو انسان حاصل کرے اور اسلام کے حسن اور قوت احسان کو اور اسلام کے نور کو ان قوموں تک ہم پہنچانے والے ہوں جو قابو میں اس وقت تک خدا سے دور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار سے محروم ہیں۔ آئین (روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۶)

قرآنی تعلیم حسن کی ایک عظیم دنیا

ہمارے سامنے پیش کرتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ اگست ۱۹۷۹ء، مقام مسجد القصی ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ وَرَسُورَةً فَاتِحَةً كَيْ تَلَاوَتْ كَيْ بَعْدَ حَضُورِ النُّورِ نَفَرَ مِنْ رَجْهِ ذِيلِ آيَاتِ پُرْطَهِیْسِ:-

إِنَّ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ لَهُمْ جَنَّتُ الشَّعِيمِ لَا خَلِدِيْنَ فِيهَا طَوَّافُوا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (لقمان: ۱۰، ۹)

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَنَزَّلَ عَلَيْهِمُ الْمَلِيْكَةُ إِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْرَنُوا وَلَا يُشْرُوْبُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوَعَّدُونَ (حَمَ السجدة: ۲۱)

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّتٍ تَجْرِيْفُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِيْنَ فِيهَا وَمَسِكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّتٍ عَدِيْنَ طَوَّافٌ وَرُضَّوْا فَمِنْ اللَّهِ أَكْبَرُ طَلِيْكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (الْتَّوْبَة: ۷۲)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وَعَدَ الْمُتَّقِيْنَ طَفِيْلًا أَنْهَرٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ اسِنَنٍ وَأَنْهَرٌ مِنْ زَبَنٍ لَمْ يَتَغَيِّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٌ لِلشَّرِيْبِيْنَ وَأَنْهَرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفَّى طَوَّافٌ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ (محمد: ۱۶)

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ أَمْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيْمٌ (المائدة: ۱۰)

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقُتْ لَهُمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ لَا يُلِيقُ عَنْهَا مُبَدِّعُونَ
لَا يَسْمَعُونَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَى أَنْفُسُهُمْ خَلِدُونَ
لَا يَحْرُنُهُمُ الْفَرَزُ عَلَى كُبُرٍ وَتَلَقَّهُمُ الْمَلِكَةُ هَذَا يَوْمُ مُكْمَلُ الدِّينِ
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○ (الأنبياء: ۱۰۲ تا ۱۰۳)

لَا تَدْعُوا إِلَيْوْمٍ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ○ قُلْ أَذْلِكَ خَيْرٌ
أَمْ جَهَنَّمُ الْخُلْدُ الْأَتْمِيُّ وَعَدَ الْمُغْفِقُونَ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاءً وَمَصِيرًا ○ لَهُمْ
فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَلِدِينَ كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْوُلًا ○ (الفرقان: ۱۵ تا ۱۷)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

گز شستہ جمعہ میں نے قرآن کریم کی اس آیت پر خطبہ دیا تھا کہ
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا
دَعَانِ فَلَيْسَتِ حِبْيَا مِنِّي وَلَيْوَمُنُوا بِنِي۔ (آل البقرۃ: ۱۸۷)

اور بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے النّاسِ کو بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں
تمہارے قریب ہوں مجھ سے مانگو۔ میں تمہاری دعاوں کو قبول کروں گا۔ دعا کے لئے جو شرائط
ہم نے مقرر کی ہیں ان کا خیال رکھنا مجھ سے مانگو میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
میں۔ مجھ سے مانگو اپنی زبان میں۔ دنیا کی ہر زبان میں خدا تعالیٰ دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا
اور جب چاہتا ہے رحم کرتا اور قبول کرتا ہے۔

پھر میں نے بتایا تھا کہ صرف یہ نہیں فرمایا کہ أَجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
بلکہ دعا کرنے کے طریق بھی بتائے اور دعا کرنے کے بہت سے الفاظ بھی بتائے اور دعا کے
لئے مختلف جہات میں نئی سئی دنیا کے دروازے بھی کھولے۔ میں نے قرآن کریم کی آیات
سے مثالیں دے کر آپ کو یہ مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

ان میں سے ایک آیت میں نے یہ لی تھی۔ رَبَّنَا وَأَتَنَا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ
اپنے رسولوں کی زبان پر ہم سے جو تو نے وعدہ کیا ہے ہمیں وہ سب کچھ دے دے۔ إِنَّكَ
لَا تُحِلُّفُ الْمِيعَادَ (آل عمران: ۱۹۵)

کرتا۔ پھر بھی یہ دعا سکھائی۔

قرآن کریم میں جو علیٰ رُسِّلَکَ کے مطابق وعدے دیئے گئے ہیں اس میں بشارت کا لفظ بھی استعمال کیا۔ بعض دوسرے الفاظ استعمال کئے ہیں اور رَبَّنَا وَ آتِنَا مَا وَعَدْنَا میں جو ” وعدہ“ کا لفظ ہے مَا وَعَدْنَا اس لفظ کے ساتھ بھی قرآن کریم میں بہت سے وعدوں کا ذکر ہے۔ اس آیت کی روشنی میں پھر ایک دنیا کھلتی ہے دعاوں کی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے وعدے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے ” وعدہ“ کے لفظ کے ساتھ اور جن کی بشارتیں دی ہیں۔

یہاں پانچ باتیں رَبَّنَا وَ آتِنَا میں کہی گئی تھیں۔ یعنی اس آیت میں سورہ ال عمران کی آیت ہے۔ ایک یہ کہ رسولوں کی زبان پر جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سب ہمیں دے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ وعدے کیا ہیں۔ دوسرے اس سے ہمیں یہ پتا لگتا ہے کہ قرآن کریم میں اگر کہیں یہ ذکر ہے کہ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی امت کے متعلق یہ وعدہ تھا تو چونکہ وہ سارے پہلے نبی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور ان کی شرائع اُوتُوا نَصِيبَأَمَنَ الْكِتَابِ قرآن کریم کا ہی ایک حصہ تھیں۔ اس لئے ان وعدوں کا ذکر کر کے ہمارے سامنے یہ بات رکھی اور اس آیت میں اس کو واضح کیا کہ وہ وعدے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کے ساتھ تھے تمہارے ساتھ بھی وہ وعدے ہیں۔ دوسری بات اس آیت میں یہ بتائی گئی کہ اگر یہ وعدے پورے نہ ہوئے تو قیامت کے روز ہم ذلیل ہو جائیں گے۔

تیسرا یہ بات بتائی گئی ہے اس آیت میں کہ اے خدا تو تو صادق ال وعد ہے لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ تجھ سے وعدہ خلافی کا امکان ہی نہیں۔ پھر یہ سوال اٹھتا تھا کہ جب خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا اور وعدے دے دیئے گئے تو پھر اس دعا کی کیا ضرورت تھی کہ آتِنَا مَا وَعَدْنَا علیٰ رُسِّلَکَ تو جانتا چاہیئے کہ جہاں وعدے دیئے گئے ہیں وہاں کچھ شرائط بھی رکھی گئی ہیں، کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں تو یہ بات بتائی گئی کہ یہاں اس میں کہا گیا کہ اے خدا جو شرائط اور ذمہ داریاں ان وعدوں کے ساتھ تھیں ان کے پورا کرنے کی ہمیں توفیق دے تاکہ تیرے وعدے ہمارے حق میں پورے ہوں۔ پھر سوال پیدا ہوتا تھا کہ انسان بشری

کمزوریاں رکھتا ہے۔ ان شرائط، ان ذمہ داریوں کو کما حلقہ ادا نہیں کر سکتا اس لئے انسانی کوشش کے علاوہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بھی ضرورت ہے۔

تو اسی آیت سے ہم یہ استدلال کرتے ہیں جو بات آگے جا کر دوسری آیات میں کھل کے سامنے بھی آجائی ہے کہ ہماری کوششوں میں جو ہم تیری رضا کے حصول کے لئے کریں۔ اگر خامیاں رہ جائیں ہم سے کوئی غفلتیں اور کوتا ہیاں ہو جائیں، کوئی گناہ سرزد ہو جائیں تو اے خدا مغفرت کی چادر کے نیچے انہیں ڈھانپ دے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی مغفرت انسان کے گناہوں اور اس کی کوتا ہیوں اور غلطیوں کو ڈھانپ نہ لے اور جب تک انسان اپنی سی یہ کوشش نہ کرے کہ جو شرائط اور ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں ان کو وہ زبان، دل اور عمل سے پورا کرنے والا ہو، اس وقت تک خدا تعالیٰ یہ وعدے پورے نہیں کرے گا۔ پہلی امتوں میں بھی یہ اعلان کیا گیا ہے۔

تو اس چیز کی وضاحت میں یہ میں نے ساری آیات تو نہیں لیں ایک خطبہ جمعہ میں ان کے متعلق نہیں بات کر سکتا۔ جو میں نے آیات لی ہیں اس سلسلہ میں بھی مختصر بات کروں گا چند مثالیں لی ہیں کہ مَا وَعَدْنَا یہ کون سے وعدے ہیں جو قرآن کریم نے ” وعدے“ کے لفظ سے انسان سے کئے اور پھر انہی میں آتا ہے شرائط کیا رکھی گئی ہیں اور وعدے کی تفصیل کیا ہے؟ یہ جو آیتیں میں نے پڑھی ہیں ان کا اکٹھا ہی ترجمہ کر دیتا ہوں ورنہ دیر ہو جائے گی۔ آیات آپ نے سن لی ہیں۔ اب ترجمہ سن لیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَمْنَوْا الْخَ يَقِيْنًا وَهُوَ لُوْگُ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کے مناسب حال عمل کئے ان کو نعمت والے باغات ملیں گے جن میں وہ رہتے چلے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا چنتہ وعدہ ہے (وَعْدَ اللَّهُ حَقًّا) اور وہ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے لیکن بے حکمت بات نہیں کیا کرتا۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَهُوَ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم ہو گئے ان پر فرشتے اتریں گے یہ کہتے ہوئے کہ ڈرونہیں اور کسی سچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے کے لئے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسی جنتوں کے وعدے کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں پاک رہائش گا ہوں کا بھی وعدہ کیا ہے اور ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا سب سے بڑا انعام ہے جوان کو ملے گا اور اس کا ملنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

پھر فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَقِيُّونَ متقيوں سے جن جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے ان میں ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جن میں سڑنے کا مادہ نہیں ہوگا اور ایسی نہریں ہوں گی دودھ کی جس کا مزہ کبھی نہیں بد لے گا اور ایسی شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کو مزیدار لگیں گی اور پاک صاف شہد کی نہریں بھی ہوں گی اور ان کو ان جنتوں میں ہر قسم کے پھل بھی ملیں گے اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت بھی ملے گی۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ اور ہم نے پانی سے ہرزندہ چیز کو زندہ کیا ہے۔

پھر فرمایا اللہ نے مومنوں اور ایمان کے مطابق عمل کرنے والوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو مغفرت اور بڑا اجر ملے گا۔

پھر فرمایا۔ یقیناً وہ لوگ جن کے متعلق ہماری طرف سے نیک سلوک کا وعدہ ہو چکا ہے وہ اس دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آواز تک نہیں سینیں گے اور وہ اس حالت میں جسے ان کے دل چاہتے ہیں ہمیشہ رہیں گے۔ بڑی پریشانی کا وقت بھی ان کو غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان سے ملیں گے اور کہیں گے کہ یہ وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

پھر فرمایا۔ (میں نے ایک آیت کافروں کے متعلق لے لی ہے مضمون واضح کرنے کے لئے) کافروں سے کہا جائے گا آج ایک موت کی آرزو نہ کرو بلکہ بار بار موت کی خواہش کرو کیونکہ تم پر بار بار عذاب آنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ أَذْلِكَ حَمْرَّةُ تُوَانَ سے کہہ دے کہ یہ انجام بہتر ہے یا دامنی جنت جس کا متقيوں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ان کا بدلہ اور آخری ٹھکانہ ہوگا۔ انہیں اس میں جو کچھ چاہیں گے ملے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ کے لئے بستے چلے جائیں گے۔ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا تیرے رب پر واجب ہے۔

پھر فرمایا۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کے مناسب حال عمل کئے ان کو نعمت والے باغات ملیں گے جن میں وہ رہتے چلے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا پختہ وعدہ ہے اور وہ غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔ (یہ دوبارہ آ گیا)

یہ جو آیت ابھی میں پڑھ رہا تھا دوبارہ اس میں تین شرائط بیان ہوئیں۔ ایک یہ کہ ایمان لانا فرض ہے وعدہ کے پورا ہونے کے لئے پختہ ایمان ضروری ہے بغیر ایمان کے کسی شخص کے حق میں خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا نہیں ہوگا۔

دوسرے یہ کہ ایمان کے مطابق اپنی زندگی گزارنی ہوگی۔ ایمان کے خلاف تمہاری زندگی کا کوئی کام نہ ہو۔ اور تیسرے یہ کہ موقع اور محل کے مطابق کیونکہ اسلامی تعلیم میں اس قسم کی سختی اور کھچاؤ نہیں جس طرح بعض دوسری جگہ ہمیں نظر آتا ہے بلکہ موقع اور محل کو ملاحظہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا:-

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَآخِرُهُ عَلَى اللَّهِ (الشّورى: ۲۱) جو معاف کرے اور اس کو یقین ہو کہ معافی دے دینا اصلاح کا موجب ہوگا تو اس کو اجر ملے گا۔ جو معاف کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ معافی دینا اصلاح کا موجب نہیں ہوگا بلکہ فساد کو بڑھانے والا ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کو اجر نہیں دے گا۔ تو موقع اور محل کے مطابق اس کے اعمال ہوں۔ یہ شرائط ہیں وعدہ کے پورا ہونے کی اور وعدے یہ ہیں:- **جَنَّتُ النَّعِيمِ** نعمت والے باغات ”نعمیم“ کے معنی مفرداتِ راغب میں لکھے ہیں **النِّعَمَةُ الْكَثِيرَةُ** یعنی ایسی جنتیں جن میں خدا تعالیٰ کی کثرت کے ساتھ نعمتیں نازل ہونے والی ہوں۔

دوسرا وعدہ یہ ہے کہ:-

خَلِدِينَ فیہا کہ جو ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے جس وقت جنتی جنت میں چلا جائے گا تو اسے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ یہ وعدہ ہے۔

ایک یہ کہ وہ ایسی جنات ہیں جن میں کثرت سے خدا تعالیٰ کی نعماء کے جنتی وارث ہوں گے اور دوسرے یہ کہ جب جنت میں داخل ہوں گے تو جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ سورہ حم السجدة جس کو ”فُصِّلَتْ“ بھی کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبَّنَا اللَّهَ وَهُوَ لَوْغُ جِنْهُوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے۔ یہ آیت اور ترجمہ میں پڑھ چکا ہوں اس میں جن شرائط کا ذکر ہے وہ یہ ہیں۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ رَبُّنَا اللَّهُ یعنی توحید خالص کا عقیدہ جس میں کسی قسم کے شرک کی آمیزش نہ ہو۔ یہ شرط ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ایمان لا یا۔ اگر کوئی شخص اس کہنے کے بعد اپنے دل میں محض ایک بہم سی شکل ایمان کی رکھتا ہو۔ نیز اگر کوئی شخص اس ایمان کے ساتھ ظاہر میں ہمیں نماز پڑھتا بھی نظر آئے، ہمیں زکوٰۃ دینا بھی نظر آئے، ہمیں روزے رکھتا بھی نظر آئے لیکن وہ شرک کی بھی کسی قسم میں ملوث ہو تو خدا تعالیٰ کا وعدہ اس کے حق میں پورا نہیں ہو گا۔ یہاں یہ شرط بڑی کھول کے بیان کر دی ہے کہ شرط یہ ہے کہ عقیدہ رکھے رَبُّنَا اللَّهُ ہی اللہ ہے، جس کی انسان کو ضرورت ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مل سکتی ہے غیر اللہ سے نہیں۔ اس کے فضل اور اس کی رحمت سے انسان اپنی زندگی کے مقصد کو پاسکتا ہے۔

لُّمَّا أَسْتَقَامُوا دوسرے یہ کہ صراط مستقیم پر وہ پختگی کے ساتھ قائم ہو جائے۔ مستقل مزاجی کے ساتھ صراط مستقیم پر قائم ہو اور توحید خالص کو ایک دفعہ اختیار کرنے کے بعد بھی شرک ظاہر یا شرک باطن کا کوئی خیال اس کے دل میں نہ آئے۔ اور اس میں یہ بتایا کہ بھٹک نہ جانا۔ ثباتِ قدم ہو۔ خدا تعالیٰ سے وفا کا تعلق رکھنا۔ خدا تعالیٰ کی پرستش کے ساتھ کسی اور کی پرستش نہ کرنا۔ اپنے نفس کو اپنے لئے بنت نہ بنانا۔ نفسانی خواہشات کے حصول میں اللہ تعالیٰ کو نظر انداز نہ کر دینا بلکہ خدا کی خاطر ہر چیز کو یہاں تک کہ اپنے نفس کو اور اپنی جان کو قربان کر دینا اور ایک فنا کی حالت طاری کر کے ایک نئی زندگی اپنے رب سے پانा۔ یہ شرائط بیان کر دیں۔ وعدے جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔

ایک وعدہ یہ ہے کہ تم پر فرشتے اتریں گے۔ اس آیت میں یہ وعدہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہ جو لوگ رَبُّنَا اللَّهُ کہیں گے اور وفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق عبودیت کو ہمیشہ قائم رکھیں گے اور استقامت دکھائیں گے اور مستقل مزاجی سے کام لیں گے اور صراط مستقیم سے بھٹک نہ جائیں گے اور خدا میں فانی ہو کر خدا سے نئی زندگی پائیں گے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلِكَةُ یہ ایک وعدہ ہے اس آیت میں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے

ایسے لوگوں پر اتریں گے۔

دوسراؤ عده یہ ہے کہ فرشتے ایسے لوگوں کو یہ تسلی دیں گے کہ تمہیں کس چیز کا ڈر۔ ڈروہیں خدا تم سے پیار کرتا اور ہم تمہاری حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔ تمہیں کس چیز کا ڈر۔

تیسراے اس میں یہ عده ہے کہ فرشتے اتر کر یہ تسلی دیں گے کہ تم یہ نہ سوچنا کہ بشری کمزوریوں کے نتیجے میں تم غلطیاں کر چکے ہو پہلے۔ کہیں ہم خدا کی گرفت میں نہ آ جائیں۔

تو اگر تم رَبُّنَا اللَّهُ تَوْحِيدُ خالصِ پر قائم ہو کر استقامت دکھاؤ گے اور بھکو گے نہیں تو کچھلی غلطیوں کا بھی غم نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے إِنَّ اللَّهَ يَعْفُرُ الظُّنُوبَ جَمِيعًا (الزّمر: ۵۳) کہا گیا ہے۔ تمہاری سب غلطیوں کو معاف کر دے گا۔ تمہیں ہم بشارت دیتے ہیں۔ کوئی غم کرنے کی ضرورت نہیں۔

وَأَبْشِرُوا وَأُولَئِكَ هُوَ جَوَابُ الْجَنَّةِ الْتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ اس جنت کے حصول کی بشارت سن کر ہم سے جس کا تم سے عده کیا گیا ہے اور قرآن کریم سے ہمیں بتا لگتا ہے کہ دو جنتوں کا عده دیا گیا ہے۔ ایک اس زندگی کی جنت کا اور ایک آخری زندگی کی جنت کا۔ اس زندگی کی جنت کا عده جب انسان اپنی اس زندگی میں پورا ہوتا دیکھتا ہے تو اس کو یقین ہو جاتا ہے کہ جو دوسرا عده ہے وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو گا۔

سورہ توبہ میں فرمایا کہ مومن مرد بھی ہوتے ہیں اور مومن عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ مومن مرد ہوں یا مومن عورتیں ہوں اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدے کئے ہیں اور ایمان کی شرائط اس آیت میں بیان کی ہیں کہ صحیح اور سچے اور کامل مومن بن جاؤ اور تین تقاضے ہیں اس ایمان کے۔ جن مومنین اور مومنات کا یہاں ذکر ہے وہ تین تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں شرائط یہ ہیں کہ زبان سے اقرار کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور جو اس کا کلام نازل ہوا ہے اور جن چیزوں کے مانے کا اس نے حکم دیا ہے ہم ایمان لاتے ہیں کہ ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کے ساتھ وہ تعلق پیدا کریں جو خدا چاہتا ہے کہ پیدا کریں۔ مثلاً حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور پیار کا تعلق۔ مثلاً بے خوف و خطر یہ اعلان کرنا کہ خدا ایک ہے اپنی ذات میں بھی اور اپنی صفات میں بھی، اور لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ جَعَلَ (الشوریٰ: ۱۲) اس جیسی ہستی اور

کوئی نہیں اور وہ بڑا پیار کرنے والا ہے۔ وہ بڑا دیا لو ہے اور اسے کسی کی احتیاج نہیں اور ہر غیر کواس کی احتیاج ہے اور اس ایمان کے مطابق دل کی کیفیت ہوناق نہ ہو کہ دل میں سوبت ہوں اور زبان پر ایک خدا کا نام ہو یہ ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان کا لفظ عربی زبان میں جو معنی رکھتا ہے وہ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ زبان پر بھی خالص، سچا ایمان اور دل میں بھی خالص، سچا ایمان، وہ کیفیت دل کی ہو اور انسان کو خدا تعالیٰ نے جو بے شمار قوتیں اور طاقتیں دی ہیں اپنی زندگی میں ہزارہا کام کرنے کی۔ اس کے سارے کام اس بات کی گواہی دے رہے ہوں کہ اس نے زبان سے جو کہا تھا وہ حق تھا اور اس کے دل کی جو کیفیت تھی وہ ٹھیک تھی، حق تھی۔

تو قیم شرائط یہاں بیان ہوئی ہیں جو ایمان کے معنی میں پائی جاتی ہیں اور پانچ وعدے اس آیت میں بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے خالص، سچے حقیقی مومن سے ایسی جنتوں کا جن کے اندر ہمیشہ اپنی حالت پر رہنے کا سامان ہے جَنَّتٌ تَجْرِيْفُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ۔ تَجْرِيْفُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ کا ایک معنی یہ ہے (کہ جس طرح باغات ہیں نا) اگر باغ کا پانی نہ ہو تو باغ سوکھ جائے گا۔ تو ایسی جنتیں جن میں نہیں چلتی ہیں ان جنتوں کے سوکھنے اور اپنی افادیت کھو بیٹھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ اپنی پوری افادیت کے ساتھ قائم رہنے کا سامان خود ان جنتوں کے اندر اپنی حکمت کاملہ سے کر دیا ہے۔

تَجْرِيْفُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ تو ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے جن جنتوں کے متعلق یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جنتی یہ کہے کہ آج تو میرے کام آ رہی ہے لیکن کل اس کے درخت خشک ہو جائیں گے، کل اس کا پانی نہیں ہو جائے گا، کھارا ہو جائے گا میرے کسی کام کا نہیں ہو گا تو خدا تعالیٰ نے کہا ہے تَجْرِيْفُ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ اس کے اندر وہ نہیں چلتی ہیں (الْأَنْهَرُ) جن کی ان جنتوں کو ضرورت ہے۔ ایسی جنتیں جو ہمیشہ اپنی پوری افادیت کے ساتھ قائم رہنے والی ہیں ان کا وعدہ دیا گیا ہے۔

خُلِدِیْنَ فِيهَا اور یہ ابدی جنت جو ہے اس کے اندر داخل ہونے والے بھی ابدی زندگی پائیں گے یہ نہیں کہ دو ہزار سال بعد یا دس ہزار سال بعد یا دس کروڑ سال بعد یا دس ارب سال بعد پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت سے نکال دے۔ جس جنت میں جائیں گے وہ

جنت بھی اپنی پوری افادیت کے ساتھ قائم رہے گی اور ان میں داخل ہونے والوں کی زندگی بھی قائم رہے گی۔ ابدی زندگی ان کو ملے گی۔ وہ نکالے نہیں جائیں گے۔

ایک یہ کہا کہ جنتیں اپنی پوری افادیت کے ساتھ قائم رہنے والی ہیں اور جو لوگ اس کے اندر جائیں گے وہ ابدی زندگی پانے والے ہیں۔ نیز جو رہائش گاہیں ہیں ان کا ماحول پا کیزہ ہے۔ **مَسِّكَنَ طَيْبَةً** اور یہ پا کیزگی بھی ہمیشہ قائم رہے گی۔ **فِي جَنَّتٍ عَدُّنِ** یہ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ **رِضْوَانٌ جِنَّةٌ مِّنَ اللَّهِ** اور ہمیں **رِضْوَانٌ جِنَّةٌ مِّنَ اللَّهِ** کے متعلق بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیار اس زندگی کی جنت میں بھی اور مرنے کے بعد جس زندگی کی باتیں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان سے بھی پتا لگتا ہے کہ اس زندگی کی جنت میں بھی ہر آن بڑھتے چلے جانے والا پیار ہے جو انسان کو ملتا ہے یہاں بھی ملتا ہے وہاں بھی ملے گا تبھی تو آپ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گن نہیں سکتے۔ کوئی گھڑی ہے کہ آپ پر خدا تعالیٰ اپنی نعمتوں کے ساتھ جلوہ گرنہیں ہوتا اور جنت کے متعلق تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر آنے والی صبح پہلے دن کی صبح سے ارفع اور بالا ہوگی۔ زیادہ پیار کو حاصل کرنے والا ہوگا جنتی۔ تو سب سے بڑھ کر یہ کہا یہاں کہ **رِضْوَانٌ جِنَّةٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ** سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، اس کا پیار ہے، اس کی خوبصورتی ہے اور یہ پیار اس کا ہر آن بڑھنے والا ہے۔

پھر سورہ محمد میں فرمایا **مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقِينَ** متقيوں سے جن جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (ترجمہ میں پڑھ چکا ہوں) اس میں بنیادی شرط رکھی ہے۔ تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرنا۔ فرمایا اگر تم تقویٰ کی ساری را ہوں کو اختیار کرو گے اور خدا تعالیٰ کی حدود کے قریب بھی نہ جاؤ گے اور اس کے ہر حکم پر عمل کرو گے اور اس کی پناہ میں آ جاؤ گے اور اس کے پیار کو حاصل کرو گے (بڑا وسیع مضمون ہے تقویٰ کے اندر) پس فرمایا اگر مؤمن تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرتا چلا جائے گا تو اس آیت میں چار وعدے اللہ تعالیٰ کرتا ہے **وَعْدَ الْمُتَّقِينَ** چھ وعدے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو متقيوں کو اس آیت میں دیئے گئے ہیں۔ پہلا وعدہ ہے **فِيهَا أَنَهْرٌ مِّنْ مَاءٍ غَيْرِ أَسِنٍ** اس کے متعلق دوسرا آیت

کے حوالے کی ضرورت ذہنی طور پر ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا
(الأنبياء: ۳۱) اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندہ کیا ہے تو ہماری زندگی جو ہے اس دنیا کی۔ اس کا انحصار بہت حد تک پانی پر ہے لیکن جو ہمارے جسم کا پانی ہے اس میں یہ خاصیت نہیں کہ کوئی نفیکشن اس کے اندر نہ آ جائے۔ پیاری کے جراائم یا اسرار اس کے اندر نہ پلنے شروع ہو جائیں تو وہی پانی جو ہمارے لئے زندگی کا موجب بنتا ہے وہی ایک وقت میں ہماری موت کا موجب بن جاتا ہے جب اس میں نفیکشن پیدا ہو جائے۔ جب سڑ جائے پانی ہمارے جسم کا تو موت ہے ہماری۔

تو یہاں ایسی جنت کا وعدہ دیا گیا ہے جس کا پانی جو زندگی کی بنیاد بنتا ہے، وہ سڑے گا نہیں اور اپنی یہ خصوصیت کہ وہ زندگی کا موجب ہے وہ کبھی نہیں کھوئے گا یعنی جو جنتی ہیں ان کو ایسا پانی ملے گا کہ جوابدی زندگی کا موجب ہوگا۔ وہ پانی پیتے رہیں گے اور ان کی زندگی قائم رہے گی۔

وَأَنْهَرُ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ پُلِّيْ تَحْسَوْلَ زَنْدَگِيْ قَائِمَ رَبِّنَے كَالْكِنْ زَنْدَگِيْ
قائم رہتے ہوئے بھی انسان کے قوی ہیں۔ ان میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ انھاطاً پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا تعلق یہاں ”لَبَنٌ“ کے ساتھ ہے تو ایسی نہریں ہوں گی دودھ کی جن کا مزہ بد لے گا نہیں۔ وہ پھٹ نہیں جائے گا۔ وہ اپنی خاصیت کو اور کیفیت کو کھونہیں بیٹھے گا اور اس کے تیجہ میں جنت میں رہنے والے جسم کی جو طاقتیں ہیں وہ اپنے جوبن پر، اپنے عروج پر ہمیشہ رہیں گے کیونکہ ان کو ایسا دودھ ملے گا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ۔

تیسرا فرمایا وَأَنْهَرُ مِنْ حَمْرٍ لَذَّةِ لِلشَّرِبِينَ یہ خمر وہ نہیں جو حرام شراب ہے کیونکہ حرام خمر کے ساتھ خمار بھی ہے۔ اس کے ساتھ ذہنی قوی کا عارضی یا مستقل طور پر کمزور ہو جانا بھی ہے۔ بہت ساری برائیاں اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ یہ میرا مضمون نہیں ہے۔
یہاں یہ بتایا کہ ان کو پینے کے لئے ایسی شراب، ایسا شربت ملے گا۔

لَذَّةِ لِلشَّرِبِينَ جو پینے والوں کی بیشاست اور امنگ اور قوتِ عمل کو بڑھانے والا ہوگا۔ بہت سارے لوگ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں جن کو خدا تعالیٰ نے صحت بھی دی ہے اور

ان کو تو تیس بھی دی ہیں لیکن امنگ کوئی نہیں تو یہاں بتایا کہ جو جنتی ہیں، وہ پوستیوں کی سی زندگی نہیں گزاریں گے۔ اُخروی جنت میں بہت زیادہ عمل کی زندگی ہے لیکن ابتلا والا عمل نہیں۔ امتحان والا عمل نہیں۔ یہ نہیں کہ نئے سرے سے نتیجہ لکھنا ہے۔ وہ تو جزا والا عمل ہے خدا تعالیٰ کے ذکر میں ہمہ وقت مشغول رہنا اور جو خدا تعالیٰ حکم دے اس کے مطابق زندگی گزارنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

آخری جنت کی باتیں سن لیا کرو بحث نہ کیا کرو کیونکہ وہ ایسی چیزیں ہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سینیں جو وہاں جائیں گے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں لے جائے) وہ آپ ہی معلوم کر لیں گے لیکن وَأَنْهَرُ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٌ لِّلشَّرِبِينَ بثاشت اور امنگ کو قائم رکھنے والا شربت ان کو وہاں ملے گا۔ زندگی قائم رہے گی۔ خرابی کوئی نہیں پیدا ہوگی۔ زندہ رہیں گے وہ۔ پانی سڑنے والا نہیں اور جو قویٰ ہیں ان کی طاقتیں قائم رہیں گی اور بثاشت اور امنگ رہے گی۔ ان کا استعمال ہوگا اپنے پورے عروج کے اوپر عمل ہوگا۔ وَأَنْهَرُ مِنْ عَسَلٍ مَّصَفَّى اور جنت میں یماری کوئی نہیں ہوگی کیونکہ فِيهِ شَفَاَجَهْ لِلنَّاسِ (النحل: ۲۰) دوسری جگہ فرمائے اسی آیت کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے لیکن انسانی ہاتھ سے صاف کیا ہوا شہد بعض دفعہ بہت سارے بیکٹیریا (Bacteria) بھی اپنے ساتھ لے آتا ہے۔ اس واسطے خالی ”عَسَلٍ“، نہیں کہا بلکہ یہ کہا کہ ایسا شہد ہے جسے خدائی حکمت نے اس طرح صاف کیا ہے کہ وہ محض شفا ہے۔ اس کے اندر کوئی خرابی پیدا ہی نہیں ہو سکتی اور وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الشَّمَرَاتِ جو وہ اعمال کرتے رہے ہوں گے اس دنیا میں ہر عمل کی جزا، ہر عمل کا پھل ان کو اس جنت میں ملتا رہے گا۔ ان ساری چیزوں کے باوجود دیکھ اور چیز کی ضرورت تھی اور وہ یہ کہ انسان غلطیاں کرتا ہے، کوتا ہیاں کرتا ہے، گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، بھول پوک انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ بشری کمزوریاں ہیں اس کے ساتھ جب تک خدا تعالیٰ کی مغفرت نہ ہو یہ کچھ مل نہیں سکتا تو یہاں ہمیں تسلی دے دی وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ تمَّ لَهُمْ تھماری ساری کمزوریاں، غلطیاں، کوتا ہیوں اور گناہوں کو جنت میں لے جانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا اور وہاں جا کے کسی قسم کی تکلیف

تمہارے اپنے کسی گناہ اور غلطی کی وجہ سے تمہیں نہیں پہنچے گی۔

میں نے چند مثالیں دے کر آپ کو یہ بتانا تھا کہ یہ جو کہا گیا کہ رَبَّنَا وَأَتَنَا مَا وَعَدْنَا بہت ساری آیات کا اس کے ساتھ تعلق ہے جن میں سے بعض کو میں نے چنان اور سب کو میں اس وقت بیان بھی نہیں کر سکا۔ دیر ہو گئی ہے۔ تو یہ کافی ہے سمجھنے کے لئے۔ اس سے یہ پتا لگتا ہے کہ قرآن عظیم واقعہ میں کتنا عظیم ہے۔ ہر چیز کو کھوتا چلا جاتا ہے اور حسن کی ایک عظیم دنیا ہمارے سامنے قرآنی تعلیم پیش کرتی چلی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اس عظیم، اس پاک اور مطہر اور اس حسین تعلیم کا پیار پیدا کرے اور اس ماہِ رمضان میں خصوصاً کہ ماہِ رمضان کے ساتھ قرآن کریم کا تعلق ہے اور دعاوں کا تعلق ہے تو اس مہینے میں اس کی کثرت سے تلاوت کرو اور دعاوں کے ساتھ تلاوت کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی گہرائیوں، اس کی وسعتوں کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اس کے مطابق ہمیں اپنی زندگی کے دن گزارنے کی بھی توفیق عطا کرے۔ آ میں (روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۷ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۷)



خدا کی صفت غفور اس بات کی ضامن ہے کہ انسان جنت میں جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۷۹ء اگست میں مسجد القصی ربوہ)

تشریف و تقدیر اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ تلاوت فرمائیں:-

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعَدَّتْ لِلْكُفَّارِينَ ﴿٧﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ ﴿٨﴾ وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعَدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩﴾ الَّذِينَ يُنْفَقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَاءِ وَالْكَظِيمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أُوْظَلُمُوا أَنفُسُهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفِرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۖ وَلَمْ يُصْرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١١﴾ أُولَئِكَ جَرَأَوْهُمْ مَعْفَرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَجَلَّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خَلِدِينَ فِيهَا طَ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سَنَنٌ لَا يُسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوهُمْ كَيْفَ كَانُوا عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣﴾ هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمُوعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٤﴾ وَلَا تَهُنُوا وَلَا تَحْزُنُوا وَآتُنُّمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾

(آل عمران: ۱۲۰-۱۳۲)

پھر حضور انور نے فرمایا: - ال عمران کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

اور اس آگ سے ڈرو (نار جہنم سے) جو مکروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اپنے رب کی طرف سے نازل ہونے والی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی قیمت آسمان اور زمین ہیں اور جو متقيوں کے لئے تیار کی گئی ہے بڑھو۔ وہ مقی جو خوشحالی میں بھی اور تنگ دستی میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو کسی برا کام کرنے کی صورت میں یا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی قصور معاف کر سکتا ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہوتا ہے اس پر دیدہ و دانستہ ضد نہیں کرتے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کی جزا ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت اور ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں بنتے چلے جائیں گے اور کام کرنے والوں کا یہ بدلہ کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔ تم سے پہلے کئی دستور اعمل گزر چکے ہیں جن کے نتائج دیکھنے ہوں تو زمین میں پھر اور دیکھو کہ ان قوانین کو جھلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ **هذا بیان** یہ قرآن کریم جو ہے یہ ذکر لوگوں کے لئے بہت وضاحت کرنے والا ہے اور متقيوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے اور تم کمزوری نہ دکھاؤ اور نہ غم کرو اور اگر تم مومن ہو تو تم ہی بالا رہو گے۔

آج ماہ رمضان کی تینیوں میں تاریخ ہے اور اگر ۲۹ کا یہ مہینہ ہوا تو آج کا جمعہ ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہے اور اگر تیس روزوں کا یہ مہینہ ہوا تو آئندہ آنے والا جمعہ ماہ رمضان کا آخری جمعہ ہو گا۔ بعض لوگوں نے ماہ رمضان کے آخری جمعہ کے ساتھ بہت سی بدعات کو بھی چھٹا دیا ہے۔ مہدی معہود علیہ السلام کا ایک منصب، آپ کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ تمام بدعات کو اسلام میں سے، مسلمانوں کی زندگی میں سے نکال باہر کریں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت ہے کہ جب مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی کثرت سے سب خطہ ہائے ارض میں بنسنے والے مسلمانوں کی زندگی میں بدعات شامل ہو جائیں گی اور مہدی ان بدعات سے

اسلام کو پاک کر کے جب اسلام کا خالص اور منور چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرے گا تو دنیا کہے گی کہ اس نے اپنا کوئی نیا دین بنالیا ہے، یہ وہ اسلام تو نہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔ اس کثرت سے غلط با تین عقائد اس میں شامل ہو جائیں گی مثلاً مصر میں ایک وقت میں دریائے نیل کی پرسش کی جاتی تھی اسلام سے پہلے اور افریقہ میں جہاں حضرت عثمان فودیٰ پیدا ہوئے وہاں مسلمانوں نے اپنے علاقہ کے دریا کی پرسش شروع کر دی اور اس طرح جاہلیت کے زمانہ کی نقل کر کے بدعت میں پھنس گئے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے سنت اور بدعت میں تفریق کرنے کے لئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے کھڑا کیا ہے کہ اسلام میں جو بدعاں شامل ہو چکی ہیں میں اسلام سے ان کو نکال کے باہر پھینک دوں۔ ان کی بھی مخالفت ہوئی۔ ہر زمانہ میں جب خدا تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ اسلام کی خدمت کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کی مخالفت ہوا کرتی ہے۔ یہی دستور چلا آیا ہے لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ انسان کو سمجھ عطا کرتا اور نور اور ہدایت کی طرف انہیں لے آتا ہے اور خالص اسلام کی جو برکات ہیں ان سے وہ استفادہ کرنے لگتے ہیں۔

ہمارے لئے ہر دن ہی مبارک ہے خدا نے اسے ہماری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ کہا کہ دنیا جہان کی ہر چیز میں نے تمہارے لئے بنائی تو اس میں آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھنے والا زمانہ بھی ہے۔ پس زمانہ کا ہر ٹکڑا یعنی ہر دن بھی ہماری خدمت پر لگا ہوا ہے اور اس سے پوری خدمت لینی چاہیئے۔ ہر دن کے لئے خدا تعالیٰ نے ہدایتیں دی ہیں مثلاً یہ ہدایت کہ ایک دن میں پانچ نمازیں باجماعت ادا کرو سوائے معقول عذر کے۔ دوسرا ہدایتیں ہیں، لوگوں کے حقوق ادا کرنے ہیں، اخوت کو قائم کرنا ہے، کسی کو بھوکا نہیں رہنے دینا، کسی کی تکلیف کو نظر انداز نہیں کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ہر دن کے ساتھ مستقل ہدایتیں، ہر دن کے ساتھ غیر مستقل عارضی ہدایتیں لگائی گئی ہیں۔ ہر دن جو چڑھا بڑی برکتیں لے کر آیا اسلام پر ہر سورج جو چڑھا وہ برکتیں لے کر نمودار ہوا۔ نحو تین تو انسان خود سمیٹ لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو برکتیں ہی برکتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسان کو دی تھیں۔ رمضان میں بہت سی عبادتیں اکٹھی کی گئیں۔ اس میں ایک سے زائد برکتیں ہیں۔ رمضان کے

ساتھ کثرت سے تلاوت قرآن کریم کا تعلق ہے۔ رمضان میں زیادہ دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے کچھ اور برکتیں شامل ہو گئیں۔ پھر ہر جمعہ، جمعہ کی برکتیں لے کے آتا ہے۔ رمضان کا ہر جمعہ رمضان کی برکتیں اور جمعے کی برکتیں ہر دو برکتوں والا جمعہ ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں جب خدا کا بندہ خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت کا نشان مانگتا اور لیلۃ القدر کی خواہش رکھتا ہے، اس کے اثرات اپنی زندگی میں دیکھنا چاہتا ہے اس میں بھی برکتیں ہیں۔ لیکن یہ تصور تو کسی احمدی کے دماغ میں نہیں۔ (اور اگر کسی نئے آنے والے کے دماغ میں ہوتو وہ نکال دے) کہ کوئی ایسا دن بھی ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر سارا سال نمازیں چھپوڑے، مالی حرام کھائے، لوگوں کو دکھدے، لوٹ مار کرے، حقوق تلف کرے، حقوق غصب کرے اور اس امید پر کرے کہ آخری جمعہ رمضان کا آئے گا اس دن ہر گناہ کی میں معافی مانگوں گا اور مجھے معافی مل جائے گی۔ جو شخص دیدہ و دانستہ اس طرح کرتا ہے اس کو تو ترساں رہنا چاہیے اور اس بات سے خوش نہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے چاہے تو معاف کر دے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ میرے پیار کو حاصل کرنا ہے تو میرے بتائے ہوئے طریق اور میرے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلو، میری اطاعت کرو، میرے رسول کی اتباع کرو، اس کے اسوہ کو اپناو، اس کے نقشِ قدم پر چلو، اس سے محبت رکھو، اس اتباع اور محبت کے نتیجہ میں مجھ سے تم محبت کا اظہار کرو گے اور میں تم سے محبت کروں گا۔

قرآن کریم نے متعدد جگہ مختلف طریق پر ہمیں خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ سے بچنے کی تعلیم دی اور اس کی راہیں جو بیان کی ہیں ان آیات میں سے میں نے بعض کا اختبا کیا ہے۔ جو میں نے ابھی پڑھی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاتَّقُوا النَّارَ أَتَتِيَ أَعْدَثُ لِلْكُفَّارِ بِينَ اس آیت میں اول ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کافروں کے لئے خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ بھڑکائی گئی ہے، وہ کافر اور منکر جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتے، وہ مخالف ہیں خدا کے دین کے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی اتباع نہیں کرتے۔ آپ سے پیار کا تعلق نہیں رکھتے، ان کافروں کے لئے ایک آگ تیار کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اس آگ سے اپنا بچاؤ کرو وَاتَّقُوا یہ بچاؤ تقوی کے ذریعہ سے کرو اور دوسرا یہ کہ خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ

سے بچنے کے سامان خدا کی پناہ میں آ کر پیدا کرو۔ تیسرے یہ کہ اس کی راہ کیا ہے؟ وَأَطِيعُوا اللَّهَ اللَّهُ تَعَالَى کی اطاعت کرو، اس کے سب احکام کو ہمہ وقت بجالانے کے لئے ہر دم تیار رہو یعنی یہ نہیں کہ جس طرح جاہلیت کے زمانہ میں ”نسئی“ کے طریق پر حرمت والے ممینوں کو آگے پیچھے کر دیتے تھے تو ہماری زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کے لئے وقف ہونا چاہیے۔ اس معنی میں کہ اس کی جو بے شمار دنیوی نعمتیں ہمارے اوپر نازل ہوئی ہیں ہم ان کو جائز طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور جائز طریقے پر ان کو خرچ کرنے والے ہوں تو اس آگ سے بچنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس کے احکام ہر دم بجالانے کے لئے تیار رہو اور مجاہدہ اپنے نفس کے ساتھ کرو۔

چوتھے یہ کہ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُؤْخِذُ إِلَّا (یونس: ۱۶) میں اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میرے پر خدا تعالیٰ نے نازل کی۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اس معنی میں کہ تم بھی اس وحی کی اتباع کرو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ دوسرے قرآن کریم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے انسانوں کے لئے، رہتی دنیا تک کے لئے، اسوہ بنا کر ہمارے سامنے رکھا یعنی ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلانا اور آپ کے اسوہ کے مطابق زندگی گزارنا خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے پیار کو حاصل کرنا ہے۔ پانچویں بات یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رنگ بننے کی کوشش کرو اور فرمایا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے رحم کا سلوک کرے گا اور اس کی محبت اور اس کے پیار کے تم وارث ہو گے۔

چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ جو رحم اور پیار کا سلوک کرے گا اس کی دو صورتیں یا دو شکلیں ان آیات میں بتائی گئی ہیں۔ آگے یہ ذکر ہے وَسَارِخُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ زِيَّكُمْ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے رحم کی دو شکلیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک اس کی مغفرت، جب وہ اپنی مغفرت سے ڈھانپ لے تو انسان اس آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جس سے یہاں ڈرایا گیا، جس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ مغفرت رب کی طرف سے نازل ہونے والی بخشش ہے

جس کے بغیر انسانی اعمال بے ثمر ہیں اور نارجہنم سے بچانا ممکن ہے۔

ساتویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایک ایسی جنت کی شکل میں انسان کے سامنے رکھی گئی ہے جس کی قیمت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ ہر آدمی یہ بات آسانی سے سمجھ نہیں سکتا۔ چنانچہ سورۃ لقمان میں فرمایا کہ:-

آَلَمْ تَرَوْا أَتَّ اللَّهُ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان: ۲۱)

اور سورۃ جاثیہ میں فرمایا:-

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۳)

اس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اس شکل میں بھی آتی ہے (میں یہ ترتیب ذرا بدل دوں گا آپ کو سمجھانے کے لئے) کہ ایسی جنت ملتی ہے جس کی قیمت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے (یعنی آسمانوں اور زمین میں ہرشے جو ہے تم اس کی جو بھی قیمت لگاؤ وہ خدا تعالیٰ کی موعودہ جنت کی قیمت ہے اور وہ اس طرح پر کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں انسان اسلام کی ہدایت کی روشنی میں اپنی سب طاقتیں اور استعدادوں کو بروئے کارلاتا ہے۔ حکم یہ ہے انسان کو کہ جو تمہیں میں نے طاقتیں، قوتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں دی ہیں وہ ساری میرے حضور پیش کر دو۔ میرے حکم کے مطابق، میری بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق، میری رضا کے حصول کے لئے، میرے پیار کو پانے کے لئے تم ان کو خرچ کرو تو ”آسمانوں اور زمین کی ہرشے“ کے فقرہ میں نوع انسان کی وہ طاقتیں بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیں اور یہ استعدادیں، یہ طاقتیں اتنی عظیم ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، کہ جن سے انسان خدمت نہ لے رہا ہو یا خدمت نہ لے سکتا ہوا اور بعض جگہ بعض چیزیں پوشیدہ ہیں۔ ابھی تک ہمارے علم میں نہیں انسان کو یہ طاقت دی کہ دنیا کی ہرشے سے خدمت لے سکتا ہے، اپنی بھلائی اور خوشحالی کے سامان پیدا کر سکتا ہے اس دنیا کی خوشحالی کے بھی اور مرنے کے بعد کی زندگی اخروی زندگی کی خوشحالی کے بھی۔ کیونکہ فرمایا کہ جو اس دنیا میں

اندھا ہوگا وہ اخروی زندگی میں بھی اندھا ہوگا تو وہاں دیکھنے کی آنکھ یہاں حاصل کرنی پڑتی ہے۔ ان سامانوں کو استعمال کر کے قوتیں اور استعدادوں کی صحیح اور کامل نشوونما کر کے وہاں کے سامانوں سے استفادہ کرنے کی طاقتیں اور احساسات حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ لیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں انسان اپنی سب طاقتیں اور استعدادوں کو بروئے کارلاتا اور آسمانوں اور زمین کی ہرشتے سے خدمت لیتا اور اسے خرچ کرتا ہے۔ انسان جب اپنی ساری کی ساری طاقتیں اور آسمانوں اور زمین کی ہرشتے خرچ کر کے جنت کا سودا کرتا ہے تو جنت کی یہی قیمت ہوئی۔ یہ مراد ہے عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ سے۔ آٹھویں یہ کہ اس جنت کی اتنی بڑی قیمت ہے کہ تمہیں خدا تعالیٰ نے بہت طاقتیں دیں اور زمین و آسمان کو تمہاری خدمت پہ بھی لگا دیا تھیں یہ طاقت دی کہ تم ان سے خدمت لے سکو اور یہ جنت جس کی اتنی بڑی قیمت ہے تقویٰ کی را ہوں پر عمل کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ نویں خلاصہ یہ کہ جس جنت کے حصول پر تمہاری ساری ہی قوتیں، تمہاری ساری ہی استعدادیں، تمہاری صلاحیتیں ایک طرف اور آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھنے والی ہرشتے اور ظاہری اور باطنی اور آسمانی اور زمینی ہرنعمتِ باری دوسری طرف خرچ ہوئی ہے اس عظیم جنت کے پانے کے لئے آگے بڑھو (سَارِ عُوَّا) اور یہ ہے وہ عظیم جنت جو متقيوں کے لئے تیار کی گئی ہے اور جسے متفقی مغفرت باری کے حصول کے بعد حاصل کریں گے اور پھر متقيوں کی کچھ بنیادی صفات بیان کی گئی ہیں۔

وسیں ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ فراغی اور خوشحالی کی حالت میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مال دیتا ہے تو یہ منعم علیہ جنات کا علیحدہ رہنے والوں کا، عوام سے بے تعلقی اختیار کرنے والوں کا، ان کے مسائل سے بے تو جہی برتنے والوں کا گروہ نہیں بن جاتے بلکہ جس وقت فراغی ہوتی ہے اور خوشحالی ان کے نصیب میں ہوتی ہے تو تکبر کی را ہوں کو وہ اختیار نہیں کرتے بلکہ تکبر سے بچتے اور مستحقین سے غفلت نہیں برتنے بلکہ جو حق دار ہیں جو مستحق ہیں، جن کے حقوق اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں، جن سے اخوت کا رشتہ باندھا گیا ہے ان کے تمام حقوق خدا تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے مطابق وہ ادا کرنے والے ہیں۔

گیارہوں فرمایا کہ ہمیشہ فراغی اور خوشحالی کی حالت ہر انسان کے لئے تو نہیں رہتی، تنگی بھی ہے تکلیفوں کا زمانہ بھی ہے، قحط کے آثار بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور قحط کے آثار میں بھی۔ طبقات طبقات میں فرق پڑ جاتا ہے، غریب کے لئے زیادہ مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ امیر کے لئے نسبتاً کم مشکلیں، تو فرمایا کہ وہ تکلیفوں اور تنگی کی حالت میں اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے تنگ دل نہیں ہو جاتے وہ اپنے مقدور کے مطابق سخاوت کرتے چلے جاتے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت کے ذریعہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب کریم کے پیار کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس موعودہ جنت کا بیہاں ذکر ہے اس کے حق دار بننے کے لئے وہ ایک جہاد کر رہے ہوتے ہیں۔

بارہوں بیہاں یہ بات بتائی کہ یہ متفقی وہ ہیں جو غصہ پی جاتے ہیں۔ غصہ ایک جذباتی کیفیت ہے، غصہ انسان کو پا گل کر دیتا ہے۔ غصہ اور عقل سلیم ایک جا کٹھنے نہیں ہو سکتے، غصہ کرنے والے ہمیشہ بے وقوفی کی باتیں کرتے اور احمقانہ اعمال بجالاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا مومن غصہ نہیں کرتا۔ متفقی غصہ پی جاتا ہے اس کے سب کام خدا کی رضا اور اس کی مخلوق کی بہبود کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ غصے میں آ کر لوگوں کے اوپر ظلم کے لئے تیار نہیں ہو جاتا۔

پھر تیرہوں یہ بتایا کہ متفقی وہ ہیں جو یاد گو اور ظالم طبع لوگوں کے جملہ کو معاف کر دیتے ہیں۔ بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے۔ بڑا وقار ہے متفقی میں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یہ بات یاد رکھو کہ ”قرآن نے تعلیم یہ نہیں کہ خواہ خواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے۔ بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشش کا ہے یا سزادینے کا۔ پس مجرم کے حق اور نیز عامہ خلافت کے حق میں جو کچھ فی الواقع بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزانہ جلد نمبر ۱۰۔ صفحہ ۳۱۵)

چودھویں بات ان آیات میں (اگلی آیت شروع ہو گئی ہے) یہ بتائی کہ ان متفقیوں کے لئے یہ جنتیں بنائی گئی ہیں کہ جب وہ کسی بشری کمزوری کے نتیجے میں بے حیائی کا کام کر بیٹھیں یا

اپنی جانوں پر ظلم کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کو یاد کریں یعنی ”غلطی“، بشری کمزوری سے ہو ہی جاتی ہے لیکن اس کمزوری پر اصرار نہ کریں بلکہ جب گناہ سرزد ہوتا وہ فوراً توبہ کریں۔ اگر بے حیائی کا، خشنا کا کوئی فعل ان سے سرزد ہو جائے، ماہ رمضان میں کوچہ بازار میں لڑپڑیں کسی سے یا اپنے نفسوں کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت بر تین یا دوسروں کے حقوق تلف کر کے اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اسی وقت توبہ کریں اور خدا سے کہیں کہ اے خدا! میں نے غلطی کی۔ میں کمزور انسان ہوں تو مالک ہے مجھے سزا بھی دے سکتا ہے لیکن تو بڑا پیار کرنے والا ہے اور معاف کرنے والا بھی ہے میری استدعا ہے کہ تو میرے گناہوں کو معاف کر دے جو میری غلطی اور گناہ ہے اس کے بداثرات سے، اپنے قہر کے جہنم سے، عذاب سے مجھے بچالے، مغفرت کی چادر کے اندر مجھے ڈھانپ لے۔

اور پھر پندرھویں بتایا کہ بے حیائی کا کام کرنے کے بعد اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ جو حالت اصرار کی ہے وہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک گناہ کرنا پھر اسی کو دوبارہ کرنا پھر اسی کو دوبارہ کرنا پھر اور دلیر ہو جانا، اگر کوئی توجہ بھی دلائے تو اس کے سامنے اکثر جانا کہ تو بڑا متقی بنا ہوا ہے مجھے سمجھاتا ہے۔ سمجھانے والوں کو بھی چاہیے کہ علیحدگی میں سمجھائیں جہاں شیطان کے وار کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ پس اس میں یہ بتایا کہ متقی وہ ہیں جو اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ بے حیائی ہو جاتی ہے، بشری کمزوری ہے۔ اپنی جانوں پر ظلم ہو جاتا ہے کمزور ہے انسان لیکن فوراً سنبھلتا ہے، اپنی طاقت کی طرف رجوع نہیں کرتا، اپنے پیدا کرنے والے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اور خدا کو کہتا ہے کہ اے خدا تو بخش سکتا ہے، تو مجھے بخش دے، تو مغفرت کی چادر کے نیچے مجھے ڈھانپ سکتا ہے تو مجھے ڈھانپ لے، تجھی میں یہ طاقت ہے مجھے میں نہیں کہ میرے گناہ کے بداثرات جو ہیں ان سے میں محفوظ رہوں۔ اے خدا! تو مجھے میری بداعمالیوں، میرے گناہوں کے بداثرات سے محفوظ رکھ۔ تو ان کا خدا انہیں بخش دے گا۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا چونکہ بخش دے گا اس واسطے جو مرضی کرتے جاؤ۔ خدا مالک ہے، وہ بخشنما بھی ہے مالک کی حیثیت سے اور مالک کی حیثیت

سے وہ سزا بھی دیتا ہے۔ خدا مالک ہے چاہے سزادے چاہے گناہ بخش دے۔ اس واسطے انسان کو گناہ پر دلیر نہیں ہونا چاہیے لیکن انسان سے انسانی کمزوری بشری کمزوری کے نتیجہ میں چھوٹی بڑی غفلتیں، گناہ، کوتاہیاں اور قصور ہو جاتے ہیں۔ انسان انسان میں فرق ہے۔ اس وقت انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اسی سے معافی مانگے اور بخشش طلب کرے اور اس کے پیار کو حاصل کرے۔ اس کے دامن کو پکڑے اور کہے کہ ہاتھ تو گندے ہیں اے میرے خدا! پر تیرے دامن کی پاکیزگی کو میرے گندے ہاتھ ناپاک نہیں کر سکتے۔ تیری پاکیزگی میرے ہاتھوں کو پاکیزہ بنا سکتی ہے۔ مجھے پاک بنادے۔

سو ہویں یہ بتایا کہ یہ متقی وہ لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ خدا کے حضور پیش کرنے والے، اپنی تمام طاقتوں کو خدا کے لئے پروش کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور زمین و آسمان کی نعمتوں کو پھر اس کے حضور پیش کر دینے والے اور اس کی تعلیم کے مطابق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے ہیں۔ ان متقویوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت ہے اور چار باتیں یہاں بیان ہوئی ہیں۔

(۱) ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والی مغفرت ایسے متقویوں کی جزا ہے۔ مغفرت کے معنی ہیں گناہ کو ڈھانپ لینا، گناہ کو معاف کر دینا، گناہ کی اصلاح کر دینا، آئندہ کے لئے گناہ کے دروازے کو بند کر دینا اور عذاب سے محفوظ کر لینا، حفاظت کرنا۔

عذاب جو ہے، عقلًا زمانہ کے لحاظ سے عذاب کے دوزمانے ہیں۔ انسانی زندگی میں عذاب کے دوزمانے ہیں۔ ایک جنت میں جانے سے پہلے کا زمانہ (عقلًا میں نے کہا ہے) اور ایک جنت میں جانے کے بعد کا زمانہ۔ ابھی میں اس کو کھول کر بیان کر دوں گا آپ کے سامنے۔ جنت میں جانے سے پہلے کا زمانہ تو صاف ہے۔ مثلاً جہنم جو ہے حدیث میں آتا ہے کہ وہ ایک اصلاحی ادارہ ہے اور اس میں قہر کے سخت جلوے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ایک سینڈ کا بھی خدا تعالیٰ کے قہر کا عذاب انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ برداشت کرے، لیکن جن کو بھیجا جائے گا۔ جہنم میں ان کو ہمیشہ کے لئے نہیں بھیجا جائے گا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک وقت جہنم پر ایسا آئے گا کہ اس کے دروازے کھلے ہوں

گے۔ تمثیلی زبان میں ہمیں سمجھانے کے لئے بات کی گئی کہ وہاں پہریدار ہیں، دروازے ہیں، قفل لگے ہوئے ہیں کہ کوئی باہر نہ چلا جائے لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دروازے کھلے ہوں گے اور ہوا سے دروازے ہل رہے ہوں گے کیونکہ اندر کوئی ہوگا ہی نہیں، سب نکل چکے ہوں گے۔ جنت میں چلے جائیں گے اپنی سزا بھگت کے اپنی اصلاح کے بعد، کوئی تھوڑے زمانہ کے بعد، کوئی لمبے زمانہ کے بعد۔ لیکن اس سے بھی کسی کے دماغ میں دلیری پیدا نہ ہو کیونکہ ایک کروڑ سال کے بعد۔ وہ جہنم سے نکل کے جنت میں گیا تو بے پرواہی کا کیا فائدہ جہنم تو وہ ہے جیسا کہ میں نے بتایا کہ ایک سینڈ کے لئے بھی انسان برداشت نہیں کر سکتا یہ سوچنا کہ خدا تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے۔ اس کی تو یہی خواہش، یہی دعا، یہی کوشش اور اسلام پر عمل کرنے کا یہی مقصود ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیار ملے اور ان لوگوں میں شامل ہو جن کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے کہ ان کو جہنم میں جلنے والی آگ کی آواز بھی نہیں پہنچ گی، اتنے محفوظ ہوں گے وہ جہنم کی ایذا سے۔ یہ تو ہے جنت میں جانے سے پہلے کا عذاب۔ پھر معافی مل گئی، پھر ایک گروہ نکل گیا، پھر دوسرا نکل گیا، یہاں تک کہ سارے نکل گئے۔

جنت میں جانے کے بعد کا عذاب عملًا ایسا نہیں ہوگا لیکن عقل ہمیں یہ کہتی ہے کہ اگر جنت کے قیام کے زمانے کا انحصار صرف انسان کی اپنی کوشش پر ہو کہ جتنی کسی انسان نے کوشش کی، اعمال صالحہ بجالا یا، اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی، اپنی سی کوشش کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم رنگ بنا، سب کچھ کیا لیکن محدود زندگی میں، بڑی محدود زندگی میں، بیس سال، تیس سال، پچاس سال ستر سال، اسی سال کتنے سال! کوئی زندگی ہے۔ اس محدود زندگی میں جتنے بھی کوئی زیادہ عمل کر لے، ابدی جنت کا وہ اپنے اعمال کے نتیجے میں وارث نہیں بتا۔ اسی وجہ سے بعض مذاہب نے یہ کر دیا کہ اپنی کوششوں کے نتیجے میں جس جنت کا وہ مستحق بن۔ جب وہ زمانہ استحقاق کا ختم ہوگا تو وہ پھر نئی جوں میں آجائے گا اور عمل کرے گا نئے اور پھر وہ ایک نیا دور شروع ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد وہ جہنم میں جائے گا یا جنت میں جائے گا یا جو بھی ہوگا۔ ان کے دماغ نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ ابدی جنت کے لئے محض انسانی کوشش کافی نہیں۔ تو یہ جو کہا گیا کہ عذاب سے بچا۔ مغفرت

کے معنے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم سے مغفرت کا سلوک کر، مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے، اصلاح کر دے ہماری، ایک تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ذرا بھی سزا نہ ملے یعنی جنت میں جانے سے پہلے جہنم میں ہم ایک سینکڑے کے لئے بھی نہ جائیں۔ یہ ہے عذاب سے بچنا اور دوسرا عذاب سے بچنا یہ ہے کہ جب جنت میں چلے جائیں اور ہماری عقل کے مطابق جو ہمارا استحقاق ہے کہ اتنا عرصہ ہم رہیں جنت میں مثلاً اگر ایک نیکی کی ایک ہو جزا تو ستر سالہ نیکیوں کا استحقاق بتا ہے ستر سالہ جنتی زندگی۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ دس گنا تمہیں دے دوں گا تو سات سو سال بن گئے۔ یا اس سے بھی زیادہ اگر وہ چاہے۔ عذاب سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا تیری مغفرت جب تک شامل نہ ہو یعنی تیرا یہ فیصلہ نہ ہو کہ مجھے تو نے کبھی بھی جہنم کا مزہ نہیں چکھانا اور اس لئے باوجود میری کوشش کے اور استحقاق کے نہ ہونے کے تو مجھے ابدی جنت میں بھیج دے۔ میں اپنے اعمال کے زور پر جنت کا وارث نہیں بن سکتا اور عذاب سے بھی تیرافضل بچاتا ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے نتیجے میں جنت میں نہیں جاسکتا۔ آپ کا مطلب یہی تھا کہ ابدی جنت میں ہمیشہ رہنے والی جنت میں کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نہیں جاسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی؟ آپ نے فرمایا میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر ابدی جنت میں نہیں جاسکتا۔ یہ تو عقلی موٹا ربعہ لگا لیں آپ۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنتیوں میں سب سے بلند مقام رکھنے والے اور اس دنیا میں خدا کی نگاہ میں سب سے ارفع مقام رکھنے والے انسان ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو ابدی جنت مجھے نہیں مل سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر انداز نہیں کیا۔ میرے اور تمہارے جیسا انسان کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔

تو یہاں اس آیت میں بتایا کہ متقویوں کے لئے یہ مغفرت ہے کہ عذاب سے حفاظت خدا تعالیٰ کہتا ہے نہ تمہیں جنت میں جانے سے پہلے میرا عذاب پہنچ گا نہ جنت میں جانے کے بعد میرا عذاب پہنچ گا۔ اس واسطے بہت سارے مذاہب کا بطلان یہاں ہو گیا کیونکہ مغفرت

ان کا جواب ہے یعنی خدا تعالیٰ کی قوتِ مغفرت، اس کی صفتِ غفور جو ہے وہ ضامن ہے کہ انسان جنت میں جائے تو پھر باہر نہ نکلے۔

(ب) اور یہاں یہ بھی بتایا کہ وہ ایسے باغات ہیں جو ہمیشہ سر بزر رہنے والے اور ہمیشہ ہر آن شمر آور رہنے والے ہیں۔ تَجْرِيْهُ مِنْ تَحْتَهَا الْأَنْهَرُ اس کی تھوڑی سی تغیریں ایک وقت میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور باغات بھی ہمیشہ سر بزر اور شمر آور یعنی اس کی افادیت پوری کی پوری ہمیشہ رہنے والی ہے خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے فضل کے ساتھ۔

(ج) اور انسان کی جتنی زندگی بھی ابدی ہے وہ اس میں یستے چلے جائیں گے۔

(د) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو متقی میرے احکام پر عمل کر کے میرے بتائے ہوئے طریقے پر اعمالِ صالح بجالائیں گے ان کے میں (دوسری جگہ آتا ہے کہ میں ان کے) اعمال کا پورا پورا بدلہ بھی دوں گا اور پھر اور بھی دوں گا، فضل دوں گا، مغفرت خدا کے فضل کو کھینچنے والی ہے، جذب کرنے والی ہے۔

ستر ہویں اس سے ہمیں پتا لگا کہ وَاتَّقُوا النَّارَ إِنَّمَا أُعِدَّتُ لِلْكُفَّارِ مِنَ مِنْ وَاتَّقُوا کے کیا معنی ہیں۔ یہ ساری تفصیل جو آئی ہے یہ وَاتَّقُوا کی وضاحت کر رہی ہے اور اس کو بیان کر رہی ہے۔

ان ساری تفصیل کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ تم اپنے ربِ کریم کا دامن پکڑو تو کبھی چھوڑونہ، وفا کا تعلق پیدا کرو تو بے وفائی کبھی نہ کرو، ثباتِ قدم رکھو، اور کامل توکل اس پر رکھو، کامل بھروسہ اس پر رکھو اس کو سب طاقتیوں کا مالک بھی سمجھو اور انتہائی طور پر پیار کرنے والا، پوری جزادی نے والا بھی سمجھو۔ مغفرت میں ڈھانپ لینے والا اپنے فضل سے، تھوڑے کئے پر ابدی جنت کا مستحق بنادیں والا یقین کرو۔ بڑا ہی فضل کرتا ہے۔ وہ مالک ہے، قادر ہے جو چاہے کرے۔

فرمایا اور سست مت ہو۔ اس دنیا میں جو خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں ان کے اوپر تو اس دنیا کے حالات پیدا ہوئے ہیں نا۔ جب خدا تعالیٰ سے تعلقِ قائم ہو گیا ایک دفعہ سست مت ہو۔ جس کا مطلب ہے کہ اگر مخالف مقابلے پر اتر آئے تو مقابلہ سے ہمت مت ہارو۔ سست مت ہو

مقابلہ سے، ہمت مت ہارو اور غم مت کرو اور کچھ اندیشہ مت کرو۔ کچھ اندیشہ دل میں نہ لاؤ۔ انجام کا رغلبہ اس دنیا میں بھی تم ہی کو ہو گا مگر شرط یہی ہے کہ جو تمہیں کہا گیا کہ تقویٰ کی راہوں کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنی حفاظت کرو، خدا تعالیٰ کے تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو اور اگر تم ایمان پر قائم رہو گے اور حقیقی اور واقعی مومن رہو گے تو تمہیں کوئی اندیشہ نہیں۔ آخر اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ہر شعبۂ زندگی میں فوکیت تمہیں حاصل رہے گی۔ اگر خدا تعالیٰ سے تمہارا تعلق پختہ اور حقیقی اور وفا اور ثباتِ قدم کا ہے اور اگر تم نے اس دامن کو پیار اور محبت اور ایثار سے پکڑا اور ایک لمحہ کے لئے بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو ہر شعبۂ زندگی میں فوکیت تمہیں حاصل رہے گی۔

اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے کہ اس کے بغیر ہم اپنی ذمہ داری نہیں نباہ سکتے کہ ساری دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر دل کے اندر قائم کیا جائے اور خدا تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا ہر سینہ میں گاڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔
(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۷)



عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور نعماء کے حصول کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اگست ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تَعْوِذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

سال روائی کے ماہ رمضان کا یہ آخری جمعہ اور آخری روزہ ہے۔ رمضان آج ختم ہو رہا ہے لیکن رمضان کی ذمہ داریاں اور رمضان کی برکات ختم نہیں ہوتیں ماہ رمضان کے خاتمه پر بلکہ سارا سال چلتی ہیں۔ یہ ایک قسم کا ریفیریشن کورس ہے یعنی عادت ڈالی جاتی ہے بہت سی عبادات کی اور امید رکھی جاتی ہے کہ ایک مومن بندہ سارے سال ان اسباق کو جو رمضان میں دیئے جاتے ہیں بھولے گا نہیں۔ نہیں یاد رکھے گا اور ان پر عمل کرے گا۔ یہ ماہ جو ہے اس میں ایک ہمہ گیر اور ہمہ پہلو مجاهدہ کا نظارہ ہے۔ اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا انسان کو حاصل ہو جائے۔ روزے ہیں، نوافل ہیں، کثرت سے تلاوت قرآن کریم ہے، دعائیں کثرت سے مانگی جاتی ہیں اور کثرت سے دعائیں کرنے کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ صدقہ و خیرات ہے۔ خدمت کے جذبہ کو ابھارا جاتا اور قربانی اور ایثار پیدا کیا جاتا ہے اور اپنے نفس کی اور اپنے ماحول کی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ مرکزی نقطہ ان تمام عبادات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اللہ مل جائے، پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی، نہ کسی اور ہستی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اس کے لئے ثبات قدم چاہیئے۔

سورۃ الرعد کی آیت ۲۳ میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی تاکید ہے کہ **وَالَّذِينَ صَبَرُوا**

ابْتَغَأَ وَجْهَ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَنَهُمْ سِرًا وَعَلَانِيَةً
وَيَدْرُءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (الرعد: ۲۳) اور جنہوں
نے اپنے رب کی رضا کی طلب میں ثابت قدمی سے کام لیا انہی کے لئے اس گھر کا بہترین
انجام مقدر ہے۔

تو جو اس باقی دیئے گئے، جو اخلاقی اور روحانی ورزشیں کروائی گئیں ماہ رمضان میں اس
کے متعلق خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان ثباتِ قدم سے عمل کرتا رہے ان پر۔ حالات کے
مطابق شکل بدل جائے گی لیکن دل نہیں بدلتے گا نہ نیتیں بدلتیں گی۔ اس بنیادی سبق کو مد نظر
رکھتے ہوئے اس وقت میں دو باتیں خدام کو دو انصار کو اور دو باتیں جماعت کو کہنا چاہتا ہوں۔

خدمام کو میں یہ دو باتیں کہنا چاہتا ہوں کہ اول کہ عاجزانہ دعا میں سارا سال ہی کرتے
رہو۔ خدا کے حضور گریہ وزاری کے ساتھ جیسے رمضان میں تم یا تم میں سے اکثر جھکتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کے دامن کو سارا سال ہی تھامے رہنا چھوڑنا مت۔ ہر خیر اس سے مانگو اور خدا کرے کہ
ہر خیر اس سے پاؤ اور دوسرے یہ کہ تم خادم ہو اس امت کے جس کے متعلق کہا گیا آخرِ جث

لِلثَّاسِ نوع انسان کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے اس امت کا وہ حصہ ہو جس کے ذمہ عملاً
خدمت کی ذمہ داری ہے۔ تمہارا کام ہے خدمت اور یہ بہت سے پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ کسی

پہلو کو نظر انداز نہ کرو۔ تمہاری خدمت کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کسی کو بھی دکھ میں دیکھ کر دکھ
میں رہنے نہیں دو گے جب کسی کو دکھ میں پاؤ گے اس کے دکھ کو دور کرنے کی کوشش کرو گے۔

اس کی کئی شکلیں ہیں مثلاً ایک گھرانہ ایسا ہے جس کے حالات اس قسم کے ہو گئے عارضی طور پر یا
ایک لمبا عرصہ کے لئے عارضی طور پر اس طرح کہ مثلاً بعض دنوں میں بعض بیماریاں وباً شکل

میں آتی ہیں ملیریا ہی آ جاتا ہے سارا گھر ملیریا میں پڑا ہوا ہے۔ دوالانے والا کوئی نہیں۔ ان کا
سودا سلف لانے والا کوئی نہیں۔ دوسری خدمت ان کا کرنے والا کوئی نہیں تو تم ان کی دوالاً

ان کا سودا سلف لاو۔ گھر کے اندر کے کام ہیں۔ اپنی بہنوں کو ساتھ لے جاؤ جو وہاں ان کے
کام کریں۔ ان کی اس تکلیف میں جب بیماری انہیں مجبور کرتی ہے، دکھ اٹھانے پر، ان کے دکھ

کو ان کی مدد کر کے دور کرو، تمہاری خدمت کی ایک شکل تمہارے پروگرام میں یہ بنی کہ اپنی

گلیوں اور سڑکوں کو صاف رکھو اور جو دکھ انسان کو سڑکوں کی گندگی کے نتیجہ میں یا اس لئے کہ ان کو Maintain نہیں رکھا گیا، پہنچ سکتا ہے۔ اس دکھ سے تم انہیں بچاؤ۔ وقارِ عمل کرتے ہو تم۔ آم کے موسم میں لوگ غلطی سے چھلکے اور گٹھلیاں باہر پھینک دیتے ہیں۔ بعض دفعہ گٹھلیاں دکانوں کے سامنے پڑی ہوتی ہیں اس کا خیال رکھو کیونکہ ایک شخص بھی اگر کسی آم کی گٹھلی یا چھلکے پر پھسلتا ہے تو خدام الاحمد یہ اس مقام کی اس شہر کی اور یہاں ربہ کی، ذمہ دار ہے کہ وہ دکھ سے بچا سکتی تھی اپنے بھائی کو اور انہوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر گرمی کی پریشانی ہے۔ رمضان سے پہلے سارا دن خدام کام کرتے رہے ہیں بعض مقامات پر اڈے وغیرہ پر۔ پیاس کی شدت گرمی کی وجہ سے تکلیف کا احساس پیدا کرتی ہے اس دکھ کو ٹھنڈے پانی سے دور کیا جاتا ہے ان کو وہ پلاو۔ قطع نظر اس کے کہ جس کی تم خدمت کر رہے ہو اور جس کا دکھ تم دور کر رہے ہو وہ کس عقیدہ، کس مذہب، کس قوم اور کس رنگت کا ہے اپنے خدمت کے پروگرام کو اس کی ساری وسعتوں کے ساتھ پوری طرح چوکس اور بیدارہ کردا کرو۔

انصار کو میں جو دو باتیں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں کہ عاجزانہ دعاوں سے اپنے رب کو راضی کرو اور تمہارا اصل کام تربیت کا ہے اس کی طرف پوری توجہ دو تاکہ آنے والی نسلیں آنے والی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور نباہنے والی ہوں۔

یہ تربیت گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اپنے بچوں اور لوواحقین (Dependents) سے اور پھر ماحول کی وسعتوں میں پھیل جاتی ہے۔ گھر سے گاؤں، گاؤں سے علاقہ، علاقہ سے ملک، ملک سے نکل کے جب بنی نوع انسان کو اپنے احاطہ میں لے لیتی ہے۔ آپ پر پہلی ذمہ داری ہے دعائیں کرنا۔ وہ دعائیں ہر ایک کے کام کے لحاظ سے اور ہر ایک کے ماحول کے لحاظ سے اور عمر کے لحاظ سے مختلف ہو جاتی ہیں ایک خادم کی دعا کا بڑا حصہ یہ ہے۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۵) ابھی وہ سیکھ رہا ہے۔ علم دین بھی سیکھ رہا ہے، علم اخلاقیات بھی سیکھ رہا ہے، علم روحانیات بھی سیکھ رہا ہے، وہ خدا سے کہے کہ اے خدا! تو نے مجھ پر خدمت کی ذمہ داری ڈالی لیکن اس کے لئے جن علوم کی مجھے ضرورت ہے کہ مجھے اخلاق کے سارے پہلو معلوم ہوں روحانیت میرے اندر پیدا ہو، مجھے یہ معلوم ہو کہ میں اپنے جسموں کی اور دوسروں کے جسموں

کی صحیح نشوونما اور تربیت کیسے کر سکتا ہوں، کس رنگ میں ان کی خدمت بجالا سکتا ہوں۔ یہ دعائیں ہیں خدام کی جو بڑے ہیں ان کی یہ دعا ہے کہ اے خدا ہماری ذریت کو اور ہمارے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو اپنا بندہ بنا۔ ان کے دلوں میں اپنا پیار پیدا کر۔ ہمارے لئے قرۃ العین ہوں وہ ہماری بدنامی کا باعث نہ بنیں۔ لوگ یہ نہ کہیں کہ خود تو انہوں نے دینی میدان میں ظاہری رنگ میں (باقی دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) بہت بلند مقام حاصل کئے لیکن ان کے بچے خراب ہو گئے۔ آنے والی نسلیں آباء کے مقام سے گر گئیں۔ یہ دعائیں ہیں ان کی اور تربیت کی ذمہ داری دعاؤں کے پہلو بہ پہلو آگے بڑھتی ہے۔ جس طرح خدام کیلئے خدمت کی ذمہ داری دعاؤں کے ساتھ۔

”دعا اور خدمت“ پہلو بہ پہلو آگے بڑھتے ہیں۔ انصار کے لئے تربیت کی ذمہ داری دعاؤں کے ساتھ ”دعا اور تربیت“ پہلو بہ پہلو آگے بڑھتے ہیں۔ اور جماعت کو جو دو باتیں میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہیں۔

ایک تو یہ کہ عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے ربِ کریم کی رضا اور اس کی نعماء کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ دعاؤں کے ساتھ اس ذمہ داری کو بناہے کے قابل بننے کی کوشش کرو کہ ساری دنیا میں اسلام کو پھیلانے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور نور کو متعارف کروانے کی ذمہ داری تم پر ہے اور دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ سے یہ نعمت حاصل کرو کہ تم واقع میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو سکتے ہو خدا کی نگاہ میں یعنی اس طور سے نقشِ قدم پر چلنے والے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کا صحیح معنی میں اور حقیقی رنگ میں دوسروں کے لئے اسوہ بن جاؤ اور تمہاری زندگیوں کو دیکھ کر اور تمہارے اعمال کو دیکھ کر تمہارے اسوہ کے حسن کے گردیدہ ہو کرو جو ابھی تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈے سایہ کے یہ نہیں آئے وہ اس طرف کچھ آئیں۔ جذب ہو تمہارے اندر۔ اپنے لئے نہیں چونکہ تمہارا مقام تو نیستی کا مقام ہے ہر دو پہلو سے (۱) اس لئے بھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں تمہارا مقام نیستی کا ہے اور (۲) اللہ تعالیٰ کے مقابلے تمہارا مقام نیستی ہے۔ وہ عظیم ہستی جس کے سامنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزانہ را ہوں کو اختیار کر کے اور فنا فی اللہ ہو کر

نیستی کا مقام حاصل کیا۔ جس مقام پر دنیا خیر کرتی آئی ہے اور خیر کرتی چلی جائے گی۔ تو کبر اور غرور نہیں بلکہ ”خدمت“، ”عاجزانہ دعاوں کے ساتھ تربیت کی توفیق پانا“، خدام و انصار کا اور اتنی بڑی ذمہ داری! اتنی بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے تم پر کہ رو فنگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب آدمی سوچتا ہے کہ ذمہ داری کتنی بڑی ہے اور طاقت کس قدر تھوڑی۔ یہی سمجھ آتا ہے کہ خدا سے دعا مانگ کر جتنا زیادہ سے زیادہ انسان کر سکتا ہو کر دے اور باقی (جیسا کہ خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر تم اپنی سی کرلو گے تو کمی کو میں پورا کر دوں گا)۔

انسان دعا کرے کہ اے خدا! میری کوشش کو خواہ وہ حقیر ہی کیوں نہ ہو ایسا بنادے کہ قبول ہونے کے لائق ہو تیرے حضور اور جب خدا قبول کر لیتا ہے انسان کی کوشش کو تو خامیاں دور کر دیتا ہے اور نتائج پورے نکال دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خدام کو اپنی ذمہ داریاں، انصار کو اپنی ذمہ داریاں اور جماعت کو اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور عمل کرنے کی توفیق عطا کرے اور اس کے نتیجے میں اس نے جو نعماء کے وعدے اور بشارتیں دی ہیں وہ ہماری نسلوں میں ہماری زندگیوں میں اور آنے والی نسلوں کی زندگیوں میں پوری ہوں۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۳، ۲)



قرآن کریم حق و راستی پر مشتمل

اور شبہات سے بالا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ مئی ۱۴۷۹ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تَعْوِذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

کوئی چار روز ہوئے مجھ پر انفلوائنز ا کا بڑا سخت حملہ ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے فصل کیا جلد آرام آگیا۔ نسبتاً اس کا زور ٹوٹ گیا لیکن دو اثر پیچھے چھوڑ گیا۔ ایک تو ضعف کی شکایت اور دوسرے بلغم سینے اور گلے میں ابھی تک کچھ ہے۔

مضمون جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں آج وہ کوشش تو کروں گا اپنی طبیعت کو مدنظر رکھتے ہوئے مختصر کروں گا مگر آدمی جب بولتا ہے تو بہت مختصر بھی ہو سکتا ہے کچھ لمبا بھی ہو سکتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ مجھے کہنے اور آپ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل حق لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الحق ہے یعنی کامل سچائی اور تمام خوبیوں کا مجموع۔ میں نے غور کیا اس کو ہم اپنی زبان میں پوری طرح بیان نہیں کر سکتے یعنی کوئی چیز بھی اس کی ذات اور صفات میں ایسی نظر نہیں آتی جو کسی قسم کا شبهہ پیدا کرنے والی ہو جو حق سے دور ہو۔ صاف سیدھے اس کے جلوے دنیا پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ہماری پیش سے اوپر عرش پر پورے حق کے ساتھ وہ ذات قائم ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ جو الحق ہے کے مظہر اتم ہیں۔ اس صفت میں بھی اور جو کلام آپ لے کر آئے قرآن عظیم کی شکل میں وہ بھی الحق ہے۔ اسی واسطے اس کا نام فرقان بھی رکھا گیا یعنی

ایک ایسی تعلیم جو حق اور باطل میں فرق کرنے والی ہے، فرقان ہے۔ قرآن عظیم چونکہ ہر پہلو سے حق و راستی پر مشتمل اور ہر قسم کے شبہات اور شکوک اور ظنون سے بالا اور کھلی ہوئی کتاب ہے جس میں کوئی دھوکا اور فریب نہیں اور اپنے وعدوں میں ہر پہلو سے سچی ہے۔ قرآن کریم کے وعدے الحق اللہ تعالیٰ کی ذات سے نکلتے ہیں اور وہ اپنے وعدوں کا سچا ہے تو اللہ حق ہے اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے ایک عظیم ہستی ہے جس کی صفات تک ہمارے تصور ہمارے خیالات ہمارا ذہن ہماری فراست پہنچ نہیں سکتی۔ بڑی عظمتوں والا عرشِ عظیم پر قائم ہے۔ اس کی صفات کے مظہر بہت پیدا ہوئے لیکن مظہر اتم بنی نوع انسان میں ایک ہی پیدا ہوا اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب جہاں اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے مظہر اتم ہیں۔ الحق کی صفت کے بھی مظہر اتم ہیں۔ آپ کی ساری زندگی آپ کا ہر قول اور ہر فعل اس کی شہادت دیتا ہے جس کی تفصیل میں اس وقت میں جانیں سکتا۔

جو تعلیم آپ لے کر آئے وہ کامل صداقت اور راستی اور شکوک و شبہات سے پاک اور مطہر اور شکوک و شبہات کو دور کرنے والی اور باطل کو مٹانے والی اور جھوٹ کو جھوٹ ثابت کرنے والی اور سچائی کو قائم کرنے والی اس لئے پہلے دن سے ہی اس تعلیم کی مخالفت ہوئی اور بڑی ہی مخالفت ہوئی اور ہوتی چلی گئی مخالفت اور ہو رہی ہے آج تک۔ وقت آنے والا ہے جب یہ مخالفت قریباً مٹ جائے گی اور نوع انسانی اپنے محسن عظم کو پہچانے گی اور فرقان کی عظمت کو شناخت کرے گی اور فرقان عظیم، یہ قرآن انہیں بتائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے تمیز ایک پیدا کر دی جائے گی۔ ہم انہی ایام کے لئے زندہ اور کوشش ہیں۔ پہلے دن سے جو مخالفت شروع ہوئی اور بڑی عظیم مخالفتیں ہوئیں قریش مکہ نے مخالفت کی۔ مخالفت کو انتہا تک پہنچا دیا۔ عرب نے کی، کوئی کمی نہ چھوڑی، یہود اور نصاری نے کی اور سب سے آگے نکل گئے۔ اس ساری مخالفت کے دو بنیادی نقطے ہمیں نظر آتے ہیں۔ ایک جھوٹ اور ایک ظلم۔ ان دونوں کے گرد اسلام کی ساری مخالفت چل رہی ہے اور ان سے ایک مجھون مرکب بھی بنتی ہے یعنی **ظُلْمًا وَرُّؤْرًا** کی شکل میں جس کا قرآن کریم نے ذکر کیا ہے۔ اس قدر جھوٹ بولا انہوں نے کہ حد کر دی۔ جنہیں موقع نہیں ملا ان کی کتب پڑھنے کا ان کو حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا بہت کچھ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتانے کے لئے کہا کہ آپ نے اس زمانہ میں جب ابھی کتابیں عام نہیں ہوئی تھیں۔ کئی ہزار جھوٹے اعتراض اسلام کے اوپر عیسائیوں کی کتب سے جمع کئے اور آپ نے جو جمع کئے ان کے بھی اور جو دنیا کی فضائیں اسلام کے خلاف اور اسلام کے اللہ کے خلاف اور اللہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جھوٹ بولا جا رہا تھا اس کے بھی جواب دیئے۔ اس جھوٹ کو جھوٹ ثابت کیا اور پھر جو حقیقت تھی اللہ الحق کے متعلق اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الحق کے جو تھے ان کے متعلق اور اسلام کی عظمت اور شان اور اس کی حقیقت اور صداقت کے متعلق وہ اپنی کتب میں کھوکھو کر بیان کر دی اس رنگ میں کہ قیامت تک اب ہم اسلام دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں انہوں نے ظلم کئے۔ ظلم کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ ظلم ہوتا ہے مال لوٹ کر، مسلمانوں کے مال لوٹ لئے، ظلم ہوتا ہے جانیں لے کر، جس وقت یہ کالونیز (Colonies) انہوں نے بنائیں اس وقت جانیں لے لیں۔ ظلم ہوتا ہے فریب سے، اسلام جیسی عظیم تعلیم اور ایک انمول موتی سے فریب کے ذریعہ محروم کرنے کا ظلم بھی انہوں نے کیا۔ افریقہ میں ان کی جو تبلیغ تھی اس کا بڑا حصہ یہ تھا کہ مخلص دل والے باپوں کے بچے اگر عیسائی سکولوں میں داخل ہوئے تو تبلیغ کے بغیر، انجیل کی تعلیم تباۓ بغیر اسلام کے اوپر اعتراض کئے بغیر پہلے دن ان کے نام بدل کے عیسائی نام رکھ دیئے۔ محمد نام کا بچہ داخل ہوا تھا اور پہلے دن رجسٹر میں ایم پیٹر رکھا گیا اس کا اور اس قسم کے آہستہ آہستہ اس کے دماغ کے اوپر اثر ڈالے کہ جب وہ سکول سے نکلا تو اس کو یہ بھول گیا کہ ایم کس لفظ کا مخفف ہے۔ اس کو یہ یاد رہا کہ میں پیٹر ایک عیسائی ہوں کوئی ایسا پہلو ظلم کا آپ سوچ نہیں سکتے، کوئی ایسا پہلو ظلم کا تاریخ نے ریکارڈ نہیں کیا جو مسلمان کے خلاف وہ ظلم مسلمان کے دشمنوں نے نہ کیا ہو تو جھوٹ اور ظلم کے گرد ساری اسلام کی مخالفت گھومی۔

قرآن کریم نے ان باتوں کو لیا اور بیان کیا ہے۔ لمبا مضمون ہے بیسیوں آیات میں مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ میں نے چند ایک ان میں سے لی ہیں۔

چند پہلوؤں یہ ہیں ان پر روشنی پڑ جائے گی۔ سورہ بقرہ کی ۱۲۰ ویں آیت میں ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ هُمْ نَجْهَنَّبِيَّاً حَقًّا وَرَاسِتِيَّاً كَسَاتِحَ بِهِجَاجَ هُمْ

آیت ۱۰۹ میں ہے۔

تِلْكَ آيُّ اللَّهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَلَمِينَ یہ اللہ کی آیات ہیں جو حق پر مشتمل ہیں اور جنہیں ہم تجھے پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تمام جہانوں پر کسی قسم کا ظلم کرنا نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہے کہ دوسرے (یہ اس کی تفسیر ہے کہ) اس کے بندے ظلم کریں۔ اس کی تعلیم کا کوئی ایک حصہ بھی ایسا نہیں جو ظالمانہ ہو کوئی ایسا حکم نہیں جو کسی کے حقوق کو تلف کرنے والا اور ظلم کو برداشت کرنے والا ہو۔

ان آیات میں دونوں باتوں کا ذکر آگیا۔ ایک تواریخی کا۔ جھوٹ ناراستی، فریب، دھوکا اور کذب کی کوئی آمیزش اسلامی تعلیم میں نہیں پائی جاتی اور دوسرے یہ بات آگئی کہ اسلامی تعلیم ہر قسم کے ظلم کی جڑ کو کاٹنے والی ہے۔

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَلَمِينَ اور یہ تعلیم اس ظلم کی جڑ کو ہی نہیں کاٹتی جو صرف انسانوں سے تعلق رکھتا ہو بلکہ اس ظلم کی جڑ کو بھی کاٹ رہی ہے جو عالمین سے یعنی ہر دو جہان سے تعلق رکھنے والا ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اسلامی تعلیم میں ہر چیز کے حقوق متعین کئے گئے ہیں اور ان کی حفاظت کا سامان کیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیم کامل صداقت اور راستی اور ہر قسم کے ظلم سے محفوظ اور ہر قسم کے ظلم کو خواہ انسانوں پر ظلم کا سوال ہو یا غیر انسان پر ظلم کا سوال ہو رونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَقَدْ جَاءُوكُمْ وَظُلْمًا وَزُورًا (الفرقان: ۵) یہ ایک آیت کا آخری حصہ ہے اس سے پہلے ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور فرقان عظیم کا یہ انکار ظلم کی را ہوں کو اختیار کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور وہ جھوٹ اور باطل کے رستے پر چلتے ہیں اس انکار کے نتیجے میں جیسا کہ میں نے بتایا اسلام کی مخالفت شروع دن سے ہی ان دونیادی نقطوں کے گرد گھومی۔ اسلام نے مدافعت کی لیکن ظلم نہیں کیا۔ اسلام نے اپنی تعلیم کو پھیلایا لیکن سچی اور کھری بات کر کے پیار اور محبت کے ساتھ نوع انسانی کے دل جیتے۔ اس کے مقابلے میں ظلم بھی کیا گیا اور جھوٹ بھی بولا گیا اور فریب سے بھی کام لیا گیا اور دھوکہ دہی بھی کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّلَمِينَ** اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رضا پیار اور محبت سے

محروم کر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے بنی نوع انسان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک حقیقی مسلمان جونہ جھوٹ بولتا ہے نہ ظلم کرتا ہے ایک مخالف اسلام جس کی تمام مخالفانہ کوششیں ظلم اور جھوٹ کے گرد گھومنے والی ہیں تو ان کو کہا دیکھو سمجھ سے کام لو اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رضا، اپنے پیار اور محبت سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ آل عمران: ۱۳۱۔ پھر سورہ مائدہ: ۵۲ میں فرماتا ہے کہ **لَا يَهْدِي اللَّهُمَّ الظَّالِمِينَ** کامیابی ظالموں کے نصیب میں نہیں ہوتی۔ واقع طور پر عارضی رنگ میں دنیوی لحاظ سے بعض دفعہ کامیابی نظر آتی ہے لیکن وہ دیرپا نہیں ہوئی۔ وہ حقیقی نہیں ہوتی وہ حقیقی خوشیوں کا باعث نہیں بنتی۔ وہ دکھوں کو دور کرنے والی نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والی نہیں ہوتی۔ جس پر تمام خوشیوں کا مدار ہے۔

پھر سورہ انعام آیت ۵۹ میں فرمایا۔ **وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ** اللہ تعالیٰ ظالموں کی ظالمانہ کرتو توں سے خوب واقف ہے اور اگر وہ سمجھیں کہ ہم خدا تعالیٰ کی گرفت اور اس کے قہر سے محفوظ ہیں تو ظلم کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ ایک دن خدا تعالیٰ کا دست قہران کی گردن کو کپڑے گا اور سزادے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سورۃ کہف میں۔

**وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَيْهِ اطْلِيلٌ لِيُدْحِصُوا إِلَيْهِ الْحَقَّ وَاتَّخِذُوا إِلَيْهِ
وَمَا أُنْذِرُوا هُنَّا وَّا (الکھف: ۷۵)** اور جن لوگوں نے انکار کیا اور کفر کی راہوں کو اختیار کیا اور اسلام کی مخالف سرگرمیوں میں پڑ گئے وہ جھوٹ کے ذریعہ سے جھگڑتے ہیں۔ جھوٹ کے ذریعہ سے اس لئے جھگڑتے ہیں کہ جو حق ہے اس کو مٹا دیں۔ یعنی ان کی ساری کوششیں جھوٹ کے گرد، ظلم کے گرد گھومتی ہیں اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ان کی مفتریانہ تقریریں اور تحریریں اور بیان حق کو مٹا دیں گے اور وہ میرے نشانوں سے استہزا کرتے ہیں اور میرے انذار کو بھول گئے ہیں اور ہنسی کا نشانہ انہوں نے کیا ہے اسے حالانکہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح متنبہ کر دیا تھا کہ دیکھو اگر تم حقیقی خوشیاں حاصل کرنا چاہتے ہو اور اس ورلی زندگی میں بھی ایک جنت کا معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں جھوٹ چھوڑ کے راستی کی راہوں کو اختیار کرنا پڑے گا اور تمہیں ظلم سے اجتناب کرتے ہوئے حق و انصاف کے طریقے استعمال کرنے ہوں گے لیکن وہ حق و صداقت مقابلہ کو ہنسی کھیل سمجھتے ہیں اور خداۓ قہار کے

انذار کی وہ پرواہ نہیں کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَابٌ (المؤمن: ۲۹) جو حد سے بڑھ جائے اور بہت جھوٹ بولنے لگ جائے وہ کامیابی کی راہیں نہیں پاتا کامیاب نہیں ہوتا۔ عربی کے محاورہ میں کذاب کے یہ معنی نہیں کہ بڑے جھوٹ بولنے والے پر خدا کی گرفت آئے گی اور چھوٹے چھوٹے جھوٹ بولنے والوں کو خدا تعالیٰ نے کھلی چھٹی دے دی بلکہ عربی محاورہ میں کذاب یا اس صیغہ میں جو الفاظ آتے ہیں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نہ بڑے جھوٹ کو بغیر گرفت کے چھوڑے گا نہ کسی چھوٹے سے چھوٹے جھوٹ کو بغیر گرفت کے چھوڑے گا۔ اگر تم سچ کے مقابلہ میں جھوٹ کی راہوں کو اختیار کرو گے تو خواہ وہ چھلین (Lane) والی بڑی بڑی تھہاری آٹو بahn (Auto Bahn) ہوں جھوٹ کی یادہ پگڈنڈیاں ہوں خدا تعالیٰ کی گرفت کے نیچے آؤ گے تم کامیاب نہیں ہو سکتے اپنی کوششوں میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **هُمْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَحُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ** (الأنبياء: ۱۹) حق کو باطل پر اٹھا مارتے ہیں اور وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ باطل فوراً ہی بھاگ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جھوٹ میں فی نفسہ ناکامی کا خیر ہے اور صداقت اور حق کے اندر فی نفسہ کامیابی اور فوقيت حاصل کرنے کی صفت پائی جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا:-

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَرَأَهُقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (بنی اسرائیل: ۸۲)

سب لوگوں سے کہہ دے کہ قرآن عظیم جو فرقان کی حیثیت رکھتا ہے وہ آگیا، حق آگیا قرآن کریم کی شکل میں فرقان عظیم کی شکل میں اور اب باطل کے لئے سوائے بھاگ جانے کے اور کوئی راستہ نہیں۔ **إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا** باطل کی بنیادی صفت بھاگنا ہی ہے وہ حق کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتا۔

تو یہ جو جنگ ہے حق اور باطل کی، راستی اور ناراستی کی، سچ اور جھوٹ کی، ظلم اور عدل اور انصاف کی اس میں الہی منشاء اور قانون کے مطابق حق نے جیتنا ہے آخر کار جھوٹ اور ظلم نے پسپا ہونا ہے آخر کار لیکن مخالفت ہو رہی ہے۔ اسلام مختلف ادوار میں سے گذرتا ہوا ترقی کرتا چلا جا رہا ہے اور اب الہی منشاء کے مطابق **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ**

الْحَقِّ يُبَيِّنُهُ رَهْوَةً عَلَى الدِّينِ كَلِّهِ (الصّف: ۱۰) تمام ادیان باطلہ پر یہ بنیادی حقیقت کائنات کہ اللہ الْحَقُّ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم الْحَقُّ کے مظہر ا تم حق اور آپ کی تعلیم حق و صداقت پیش کرنے والی ایک عظیم تعلیم ہے۔ دنیا اسے پہچانے کی، دنیا اس سے فائدہ اٹھانے پر مجبور ہو جائے گی اپنی ناکامیوں کے بعد اور جیسا کہ یہ خوشخبری دی گئی ہے جونہ ماننے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ استثنائی طور پر چند لوگ ایک فیصد یا اس سے بھی کم فیصد رہ جائیں گے۔ ایک نمونہ انسان کو بتانے کے لئے کہ اسلام سے پرے ہٹ کر یہ شکل بن جاتی ہے کہ نہ ماننے والے چوڑھے چماروں کی طرح رہ جاتے ہیں۔ یہ تو دن آنے والا ہے لیکن جماعت کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نے ہمیں پہلے کہہ دیا تھا کہ ان کی زبانوں سے تمہیں بڑی ایذا والی باتیں سنی پڑیں گی۔ قرآن کریم نے کہا تھا کہ حق و باطل کی اس جگہ میں تمہیں صبر کرنا پڑے گا صبر کرو۔ قرآن کریم نے کہا تھا کہ حق و باطل کے اس مقابلہ میں دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت تمہیں حاصل کرنی ہوگی اس کے حضور عاجز انہ جگہ کو اس سے دعا کیں مانگو اس کی مدد طلب کرو اس سے کہو کہ اے خدا! تیری راہ میں پہلوں نے بھی قربانیاں دیں، ہم ان سے پچھے نہیں رہیں گے انشاء اللہ اور لیکن جس طرح تیری رحمتیں پہلوں پر نازل ہوئیں اس طرح ہم پر بھی تیری رحمتیں نازل ہوں۔ ہم اپنی طاقت اور قوت سے ثبات قدم نہیں پیش کر سکتے تیرے حضور، تو فرشتوں کی مدد نازل کرتا کہ ہمیں ثبات قدم حاصل ہو، ہمیں استقامت ملے صراط مستقیم پر (جس کو میں اب اس زمانہ کے لحاظ سے شاہراہِ غلبہ اسلام کہتا ہوں) آگے سے آگے چلنے کی توفیق دے اور جلد ہی وہ دن آئے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ اسلام کی تعلیم اپنے حسن و احسان کی وجہ سے نوع انسانی کے دل جیت کر تمام دنیا میں غالب آجائے اور لوگ محبت اور پیار کے مقابلہ میں توار اور ایڈم بم کو کوئی چیز نہ سمجھنے لگیں اور وہ یہ سمجھ جائیں کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے پیار اور محبت کے آگے۔ پیار میں اتنی طاقت خدا نے رکھی ہے اور حسن کے اندر اتنی تاثیر رکھی ہے اور احسان میں قوتِ جذب اس قدر ہے کہ ہمیشہ یہ کامیاب ہوتے ہیں ناکام نہیں ہوا کرتے مگر اس کے لئے خلوص اور نیک نیتی اور ایثار اور اللہ تعالیٰ سے پیار اور محبت اور اس سے دعا کیں مانگنا اور اپنے

آپ کو کچھ نہ سمجھنا اور تکبر نہ کرنا شیطان کی طرح بلکہ عاجز انہ را ہوں کو ایک لختے کے لئے بھی نہ چھوڑنا اور اپنے نفس کو خدا کے مقابلہ میں اور دین خدا کے مقابلہ میں ایک مرے ہوئے چھر کی حیثیت بھی نہ دینا ضروری ہے۔

عاجز انہ را ہوں کو اختیار کرو اور دعا کیں کرو اور صبر سے کام لو۔ ہونیں سکتا کہ تم خدا کے ہو جاؤ اور خدا تمہیں لاوارث چھوڑ دے اور تم ناکام ہو۔ کامیابی اور فتح تمہاری ہے۔ ذمہ داریاں تم نے ادا کرنی ہیں۔ ذمہ دار یوں کو ادا کرو۔ خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر چلو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کو حاصل کرو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آ میں

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۰ جولائی ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۲)



مسلمان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے

کہ وہ موحد اور مسلمان ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ ستمبر ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

دوست جانتے ہیں کہ کئی دفعہ دو ایک سال ہوئے مجھے Stroke لوگنے کا عارضہ ہو چکا ہے اور جسے اس طرح گرمی یا ماری کی شکل پیدا کر دے وہ گرمی سے ہمیشہ ہی تکلیف اٹھاتا ہے۔ گرمی یا ماری بن جاتی ہے۔ آج بھی بھلی ہم سے روٹھی ہوئی ہے اور گرمی بھی ہے میں مختصر آپ سے کچھ کہوں گا۔

جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگلے ماہ اُنیس، بیس، اکیس کو خدام الاحمد یہ کا اجتماع ہو رہا ہے اور اس سے ایک ہفتہ بعد انصار اللہ کے اجتماع کی تاریخیں مقرر ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح خیر کئے اور خیر سے یہ اجتماعات منعقد ہوں۔

پہلے بھی میں نے توجہ دلائی ہے ذکر کے ماتحت اس وقت بھی میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ خدام الاحمد یہ کے اجتماع میں خدام الاحمد یہ کی عمر کی نمائندگی ہر جماعت سے ہونی چاہیئے۔ خدام الاحمد یہ کے اجتماع سوائے چند تنزل کے سالوں کے ہمیشہ ہی پہلے سے بڑھ چڑھ کر تعداد کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں لیکن میرے دل میں یہ خواہش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جماعی تربیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ خدام و انصار کے اجتماع میں جماعت ہائے احمد یہ پاکستان کی تمام جماعتیں شمولیت اختیار کریں۔ یہ درست ہے کہ بعض جماعتیں بڑی ہیں اور

بعض تعداد میں بڑی ہی مختصر۔ بعض دفعہ دو چار گھر انوں پر مشتمل ایک جماعت ہوتی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ بعض جماعتیں فعال ہیں، تند ہی سے اپنے دینی فرائض انجام دینے والی ہیں اور بعض سست ہیں اور ان کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض اضلاع کے امراء اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے اور وقت خرچ کرتے اور توجہ سے کام لیتے ہوئے کوشش کرتے ہیں کہ جوان کی ذمہ داریاں ہیں وہ پوری طرح ادا کریں اور بعض اضلاع کے امراء نسبتاً سست، پوستی اور کمزوری دکھانے والے ہیں۔

یہ بھی درست ہے کہ ہمارے بعض مرتبی صاحبان کو اللہ تعالیٰ ایثار کے ساتھ اور محبت اور پیار کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق عطا کرتا ہے اور وہ جماعت کے لئے ایک نمونہ بنتے اور حقیقی معنی میں قائد ہوتے ہیں اور اپنے پیچھے دوسروں کو نیکی کی راہوں پر چلاتے ہیں لیکن ہمارے بعض مرتبی ایسے بھی ہیں جو اپنے کام کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ جن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے ساتھ پیار اس طرح نہیں جس طرح آگ بھڑک رہی ہوا رہے چین کر دینے والی ہوا اور اس کے نتیجے میں وہ علاقے جن میں کام کر رہے ہوتے ہیں سست ہو جاتے ہیں اور ان مرتبی اصحاب کو ایک منٹ کے لئے بھی کوئی فکر لاحق نہیں ہوتی حالانکہ ان کی تو نیندیں حرام ہونی چاہئیں اگر کسی جگہ وہ سستی اور کمزوری اور کوتاہی دیکھیں۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ بھی درست ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جس کا کوئی نمائندہ اس اجتماع میں شامل نہ ہو۔ اس لئے میں امراء اضلاع کو اور مرتبی صاحبان کو اور ان لوگوں کی نگرانی کرنے والے ہیں یہ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ذمہ دار ہیں اس بات کے کہ ہر جماعت سے خدام الاحمد یہ کے اجتماع میں نمائندہ آئے۔ اگر چھوٹی جماعت ہے ایک نمائندہ آئے مگر آئے ضرور۔ ہر جماعت سے انصار اللہ کے اجتماع میں نمائندہ شامل ہو خواہ ایک ہی ہو اگر وہ چھوٹی جماعت ہے لیکن آئے ضرور۔

ہمارے یہ اجتماع دنیوی میلے نہیں۔ یہ اجتماع ڈینی اور اخلاقی تربیت کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں۔ ڈینی تربیت کے لئے اس معنی میں کہ بہت سی نیکی کی باتیں شامل ہونے والوں کے

کانوں میں پڑتی ہیں اور ذہنوں میں جلا پیدا ہوتا ہے اور اخلاقی لحاظ سے اس معنی میں کہ اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے خدام و انصار کو کہ حقیقی مسلمان بننے کی کوشش کرو۔ (خُلُقُهُ الْقُرْآنُ)۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ایک نمونہ ہیں آنے والی نسلوں کے لئے اس معنی میں کہ آپ کے اندر دو خصوصیات نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔ ایک آپ حنیف تھے دوسرے آپ مسلم تھے۔ حَنِيفًا مُسْلِمًا (آل عمران: ۲۸) ہر وقت خدا تعالیٰ کے حضور بھکر رہنے والے اور ہر دم اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے والے اور اطاعت کرنے والے۔ یہ نمونہ ایسا ہے جسے نظر انداز آنے والی نسلیں بھی نہیں کر سکتیں نمایاں طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں یہ دو باتیں قرآن عظیم کے بیان کے مطابق پائی جاتی ہیں۔ حَنِيفًا مُسْلِمًا آپ کی زندگی کے متعلق تو اس وقت میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ مختصر کہنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے قریب تر وہ گروہ ہیں ایک وہ جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی جماعت میں شامل ہو گئے اور ایک وہ گروہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور امت مسلمہ میں شامل ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور نو ع انسانی کی خاطر عاجزانہ دعا میں بھی کیں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ان کے سامنے بیان کی اور غور سے دیکھا جائے تو صدیوں صدیوں اپنی نسل کو اس بات کے لئے تیار کیا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا وجود پیدا ہو تو اسے قبول کریں اور اس قابل ہو جائیں اس عرصہ میں کہ جو ذمہ داریاں کامل طور پر ایک کامل کتاب کے نازل ہونے کے ساتھ امت مسلمہ پر پڑنے والی تھیں جن کے پہلے مخاطب یہ لوگ ہونے والے تھے ان کو اٹھانے کے لئے وہ تیار ہوں۔

پس ایک مسلمان کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حنیف بھی ہو اور مسلم بھی ہو۔ خدا تعالیٰ کے حضور ہر آن عاجزانہ جھکنے والا بھی ہو اور خدا تعالیٰ کی کامل اطاعت کرنے کی کوشش کرنے والا بھی ہو۔ یہ دونوں باتیں ہزار ہا پہلو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ایک ایسا درخت ہیں جس کی ہزار ہا شاخیں ہیں۔ بعض پہلو ایسے ہیں جو ہم خدام الاحمد یہ میں نمایاں دیکھنا چاہتے ہیں بعض پہلو ایسے

ہیں جو ہم انصار اللہ کے نام سے جو جماعت موسوم ہے ان میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہر دو پہلو کا تعلق جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا اس حقیقت سے باندھا گیا ہے، وابستہ کیا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کی خیرخواہی اور خدمت کرنی ہے اور نوع انسانی کے سکھ کا سامان پیدا کرنا، ان کے دکھوں کو دور کر کے۔ یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے امت مسلمہ پر ۲۱۷۸ خیراً مَّلِیٰ اُخْرِجَتُ لِلنَّاسِ (آل عمران: ۱۰۰) کے اعلان میں۔

خدمت، خدام الاحمدیہ کا نام بھی یہ ذمہ داری بتاتا ہے، بہترین خدمت انسان دعا کے ذریعہ سے نوع انسانی کی کریمگی کے لئے انسان یا انسانوں کی کوئی جماعت اپنے طور پر کسی فلم کی کوئی طاقت نہیں رکھتی جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو توفیق عطا نہ کرے اور دنیا میں کوئی تبدیلی رونما ہو نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی منشاء کے مطابق خیر کی تبدیلی رونما کرنے کے سامان پیدا نہ کرے۔ اس واسطے سب سے کارگر اور موثر حرب، ہتھیار جو ایک مسلمان کو دیا گیا، وہ (ایم بم نہیں) دعا کا ہتھیار ہے اور اس سے زیادہ کارگر اور ہتھیار نہیں اور دوسرے نمبر پر جو ہتھیار دیا گیا وہ (ہائیڈ رو جن بم) کا ہتھیار نہیں یا اس سے بھی مہک ہتھیار ہے) بلکہ محبت اور شفقت، بے لوث خدمت اور لَعَلَكَ بَاخِعَ نَفْسَكَ (الشعراء: ۳) کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے وہ کیفیت سنتِ نبوی کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اندر پیدا کرنا، اس سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض پہلوایسے ہیں جو خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعض پہلوایسے ہیں جو انصار اللہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان اغراض کو سامنے رکھ کے بار بار یاد دہانی کرانے کے لئے یہ اجتماع ہر سال ہوتے ہیں۔ جماعت دعا کرے جیسا کہ میں نے شروع میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ سب خیر کے اور خیر سے یہ اجتماع منعقد ہوں اور خدا تعالیٰ جس مقصد کے لئے یہ اجتماع منعقد ہوتے ہیں اس مقصد کے حصول کے سامان پیدا کرے اور ہر جماعت کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ اس میں حصہ لینے والی ہو اور امراءَ اضلاع اور مریبان کو اور خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے عہدیداروں کو اللہ تعالیٰ ہمت عطا کرے کہ وہ اس بات میں کامیاب ہوں کہ کوئی جماعت ایسی نہ رہے جس کا نمائندہ نہ آیا ہو۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں پھر آئندہ سال پہلے کی نسبت زیادہ جماعتوں کی

نمازندگی ہوگی۔ اس لئے کہ ہر سال نئی جماعتیں بن جاتی ہیں اور پھر ایسے سامان پیدا ہوں خدا کرے کہ زیادہ سے زیادہ نئی جماعتیں بنیں۔ زیادہ سے زیادہ نئی جماعتوں کے نمازندے ہوں اور ہر سال جس طرح موسم بہار میں زندہ درخت ایک نئی شان اور پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ انسان کی آنکھوں کے سامنے اپنی سبزی کو ظاہر کرتے ہیں اور اپنے حسن کو پیش کرتے ہیں اس سے زیادہ ہمارے اجتماع عاجز انہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے دنیا کی نگاہ اور اللہ تعالیٰ کے حضور حسن بیان اور حسن عمل کو پیش کرنے والے ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل عطا کرے۔ ہمت اور عزم دے اور کامیابی کی انتہا ہمارے لئے مقدر کر دے۔ آمین

(روزنامہ افضل ربوبہ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۴)



جلسہ سالانہ بڑی اہمیت کا حامل

اور بڑی برکتوں والا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء، مقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام نے انسانی زندگی کے اجتماعی پہلو کو سنوارنے اور اس میں حسن پیدا کرنے کی طرف بڑی توجہ دلائی ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہر فرد اپنے رب کے سامنے اپنے نفس کا جواب دے ہے اور لَا تَزِرُّ وَأَزِرَّةٌ وَزِرَّ أُخْرَى (الانعام: ۱۶۵) ہر شخص نے اپنا بوجھ آپ ہی اٹھانا ہے۔ جب جزا کا وقت آئے میں۔ لیکن جہاں تک بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کا سوال ہے ایک دوسرے کے ساتھ ہر مومن مسلم کو باندھ دیا گیا ہے جو ہمارے بنیادی ارکان ہیں اسلام کے ان میں سے دو میں یہ پہلو نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ ایک نماز ہے دوسرے حج ہے۔

نماز باجماعت پر بڑا زور دیا گیا ہے اور نماز باجماعت کے وقت جو کمزور ہیں ان کا ان کی نسبت زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔ جو لمبی لمبی دعا کیں کرنے والے ہیں اپنے گھروں میں ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت ہو گئی۔ شکایت کرنے والوں نے کہا کہ ہم تھکے ہوئے آتے ہیں شام کو اور ہمارے امام الصلاۃ جو ہیں وہ بہت لمبی قرأت کر جاتے ہیں عشاء کی نماز میں اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو آپ بہت ناراض ہوئے اس بات پر کہ تم کیوں ان لوگوں کا خیال نہیں رکھتے اور نماز سے بد دل کر رہے ہو ان کو۔ ایسے لوگ جو گھر میں دو سنین

پڑھتے وقت پندرہ میں منٹ خرچ کر دیتے ہیں جب مسجد میں آتے ہیں تو امام کو حکم ہے کہ کمزور کا خیال رکھو۔ نہ بہت چھوٹی نماز کراو کہ نماز مذاق بن جائے۔ نہ اتنی بُحی کرو کہ بعض لوگوں کے لئے نماز تکلیف کا باعث بن جائے۔ اجتماعی عبادات، نماز باجماعت پر بڑا زور دیا گیا کیونکہ یہ بھی انسانی معاشرہ میں ایک حسن پیدا کرنے کی کوشش ہے اور امت محمدیہ کو امت واحدہ اور بنیان مخصوص آنَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ کے ماتحت بنانے کے لئے یہ ساری ہدایات دی گئی ہیں۔ نماز میں دو اجتماعی پہلو ہیں۔ ایک بُخ وقت نماز باجماعت، اس کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ بغیر لا وَلَدْ سپیکر کے موذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچ جاتی ہے وہ اس مسجد کا دائرہ ہے لیکن جمعہ کے روز جس طرح آج ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس میں شہر ہی نہیں بلکہ مضافات کے لوگ بھی جمع ہوتے ہیں۔ یہ جمعہ بھی ایک نماز ہے لیکن اس میں محلے کے ایک چھوٹے سے حلقے کے نمازی اکٹھے نہیں ہوتے بلکہ سارے شہر کے (سوائے اس کے کہ شہر بہت بڑا ہو) اور مضافات کے بھی احمدی مسلمان جن کی میں اس وقت بات کر رہا ہوں یا امت محمدیہ کے افراد دنیا میں ہر جگہ کے وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو اجتماعیت پر بڑا زور دیا گیا۔

حج کے بھی دو پہلو ہیں جمع ہونے کے۔ ایک فرضی طور پر حج ہے۔ فرض ہے زندگی میں ایک بار ساری دنیا کے مسلمانوں پر۔ وہ ایک وقت میں پہلے کم ہوتے تھے اب سہولتیں ہیں۔ آٹھ دس لاکھ بھی وہاں حج کے موقع پر اکٹھے ہو جاتے ہیں ایک نفل ہے اس کے ساتھ، عمرہ اسے کہتے ہیں۔ وہ سارا سال چلتا ہے لیکن اس میں بھی ایک اجتماعی پہلو ہے۔ عمرہ کرنے کے لئے بھی سارا سال دنیا سے لوگ ملکے میں جمع ہوتے ہیں اور مدینے کی زیارت کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف: ۱۵۹) جَمِيعًا کا لفظ عربی زبان میں ایک گروہ کے ہر فرد کے متعلق نہیں بولا جاتا بلکہ اجتماعی جوان کی شکل بنتی ہے۔ اس کے متعلق بولا جاتا ہے لیکن چونکہ سارے کے سارے اکٹھے اس میں آ جاتے ہیں۔ اس واسطے ہر فرد بھی اس کے اندر آ گیا۔ جَمِيعًا کے معنی ایک ایسی جماعت جس کے اندر افتراق و انشقاق نہ ہو۔ جو ایک دوسرے میں ملے جلے ہوں اور جن کو آنَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ایک جان کر دیا گیا ہو لیکن اس عظیم وحدت کا ہر فرد

اپنے طور پر جیسا کہ میں نے بتایا، اپنے نفس کا ذمہ دار ہے جہاں تک اس کی جزا اور سزا کا تعلق ہے لیکن وہ ذمہ دار ہے اپنے معاشرہ کا اس معنی میں کہ وہ ساری امت یا اپنے سارے حلقوے میں وہ معاشرہ اجتماعی رنگ میں پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ کوشش جیسا کہ ابھی میں نے مختصر آبتابا فرض کے طور پر بھی ہے جیسے نماز باجماعت یا جیسے حج اور نفل کے طور پر بھی ہے جیسے حج کے لحاظ سے عمرہ یا جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو جو نوافل تھے اکٹھا کر دیا اور باجماعت پڑھوانا شروع کر دیا یا جیسے اجتماعی دعائیں ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی ظاہری شکل کے لحاظ سے نماز نہیں لیکن نماز کا اس لحاظ سے تعلق ہے کہ نماز ”الصلوٰۃ الدُّعاء“ صلوٰۃ کے معنی ہی ہیں دعا کرنا خدا تعالیٰ کے حضور عاززانہ جھک کر۔ تو دعائیں انفرادی بھی کی جاتی ہیں یَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۲) اُنھیں بیٹھتے کھڑے ہوتے لیتتے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا اور اس کی حمد و شکر کرتا اور اس کی عظمت اور علوٰ شان کے ترانے گاتا ہے، اسے یاد کرتا ہے، اس سے مانگتا ہے، اس کے پیروں میں لوٹتا ہے، اپنی عاجزی کا اظہار کرتا ہے لیکن باجماعت یا نفلی شکل میں جو نماز ہم پڑھتے ہیں وہ شکل تو نہیں ہے لیکن ہے وہ بھی دعا۔ دعا جو ہے وہ انفرادی بھی ہے جس طرح صلوٰۃ کا ایک حصہ انفرادی بھی ہے سنتیں ہیں وہ نماز کی طرح ہی پڑھی جاتی ہیں فرض نہیں ہیں اور مستحب یہ ہے کہ انسان مسجد کی بجائے اپنے گھر میں پڑھے۔ اس میں انفرادیت زیادہ آجاتی ہے۔ تو فرض کے طور پر بھی اجتماعی عبادات ہیں اور نفل کے طور پر بھی ہیں۔ نفل کے طور پر جو عبادات ہیں ان کا حلقوہ بڑا وسیع ہے۔ جیسے میں نے کہا دوست اکٹھے ہو کے دعائیں کرتے ہیں، اجماع ہوتے ہیں، جلسے ہوتے ہیں، وعظ کی مجلسیں ہیں۔ جو سنانے کا حق رکھتے ہیں ان سے سننے کے لئے جمع ہونے کے موقع ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چلے جاتے تھے صحابہؓ اور ان سے بھی علم سیکھتے تھے، دوسرے صحابہ سے علم سیکھتے تھے۔ جو بہت سارے ہمارے بزرگ گذرے ہیں وہ مسجدوں میں یا اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے تھے اور آنیوالوں کے کانوں میں نیکی کی باتیں ڈالتے رہتے تھے۔ ایک قسم کا اجتماعی ماحول پیدا ہو جاتا تھا۔

یہ جو نفلی اجتماعی ماحول پیدا ہونے کے ذرائع ہیں یہ چھوٹے بھی ہیں بڑے بھی ہیں۔

ایسے بھی ہیں جو انسان عام ہدایت کے مطابق اپنے طور پر منعقد کرتا ہے جیسے خدام الاحمد یہ کے اجتماع ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے راہنمائی کی ہے۔ جیسے ہمارا جلسہ سالانہ ہے اور آج میں جلسہ سالانہ کے متعلق ہی کچھ کہنا چاہتا ہوں اس تہمید کے بعد۔

جلسہ سالانہ جو ہے ہمارا یہ ایک طویٰ نفلی اجتماع ہے لیکن بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے اور بہت سی برکات کا نزول ہوتا ہے اس موقع پر اور بڑی شان ظاہر ہوتی ہے اس کی اور اللہ تعالیٰ کے عظمت اور جلال کے معجزانہ جلوے دیکھنے والی آنکھ اس موقع پر دیکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے ہماری کسی کوشش کے نتیجہ میں نہیں ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ فضل کرتا رہے کبھی بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر کثرت سے بیماری نہیں آتی حالانکہ اتنا ہجوم ہوتا ہے چھوٹی سی جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں دوست، بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں صحت کو قائم رکھنے کے حافظ سے۔ کھانے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو جس کھانے کی عادت نہیں ہوتی وہ یہاں کھار ہے ہوتے ہیں۔ جس وقت کھانے کی عادت ہوتی ہے اس وقت وہ کھانیں سکتے۔ اس کا اثر پڑتا ہے۔ کئی لوگ ہیں ان کو ذرا بھی مردی زائد ہو جائے تو پچھل شروع ہو جاتی ہے وغیرہ ہزار قسم کی آزمائشوں میں سے اللہ تعالیٰ گزارتا ہے اور ہزار قسم کے مجرمات خدا تعالیٰ ہمیں اپنے دکھاتا ہے۔ ہر انسان جو شامل ہوتا ہے اس جلسوں میں اگر وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھے اور اپنے کان خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کھلے رکھے اور اپنی آنکھیں اس کے نور کے جلوؤں کو دیکھنے کے لئے کھلی رکھے، کان بھی اور آنکھ بھی تو بہت کچھ وہ دیکھتا ہے، بڑی برکتیں ہیں۔ پھر نیکی کی باتیں ہیں۔ وہ کانوں میں پڑتی ہیں۔ پھر دوست ہیں وہ آپس میں ملتے ہیں۔ اب تو ساری دنیا سے دوست یہاں آتے ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے ملاپ ہو جاتا ہے اور اس میں بڑی برکت ہے۔ اس میں بڑی خوشی کے سامان ہیں اور میں نے اپنی آنکھوں سے نظارہ دیکھا ہے کس طرح خوشی کے ساتھ پاکستان کے دوست غیر ممالک سے آنے والے بھائیوں کے ساتھ ملاقات کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک جذبہ ہوتا ہے، ایک تڑپ ہوتی ہے، ایک دوسرے سے آگے بڑھ کے ان سے مصافحہ کرنے کی خواہش کا نظارہ کئی دفعہ جلسے پر آتے جاتے آنکھوں کے سامنے آگیا۔ تو بڑی برکتوں والا ہے یہ جلسہ۔ اس کے کئی پہلو ہیں جن کی طرف ہر سال ہی توجہ دلائی جاتی ہے۔

ایک پہلو تو جلے کے نظام سے تعلق رکھتا ہے، ایک پہلو اہل ربوہ کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھتا ہے، ایک پہلو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے، ایک پہلو ربوہ میں باہر سے آنے والوں سے تعلق رکھتا ہے۔

جو ذمہ داری ساری دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ پر ہے وہ یہ ہے کہ اس جلسہ کی برکات کو حاصل کرنے کے لئے باہر سے ہر ملک سے دوستوں کو شریک ہونا چاہیے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض ملکوں سے بہت سے دوست ہر سال آجاتے ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ بعض ملک جو ہیں ان سے ابھی تک کوئی بھی نہیں آیا اور بعض ایسے ہیں کہ جو کبھی آتے ہیں کبھی نہیں آتے۔ جب سے آنے شروع ہوئے یہ شکل بنی ان کی اس میں شمولیت کی جو ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر خطہ سے جہاں احمدی بستے ہیں تھوڑے یا بہت کوئی نہ کوئی احمدی اس جلسہ میں شامل ہونے کے لئے یہاں پہنچتا کہ جو حاصل کرے وہ دوسرے تک پہنچانے کا اہل ہو سکے اور جو باتیں سنے وہ پہنچائے۔ جو دنیا میں انقلاب عظیم غلبہ اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پا کر رہا ہے وہ باتیں بھی سنائی جاتی ہیں وہ ہر ایک کو بتائے۔ آپس میں اتنا پہنچتہ اور پکا ابھی تعلق نہیں ہوا حالانکہ وسائل ہیں لیکن آہستہ آہستہ اور ہر جماعت توجہ کر رہی ہے۔

دوسرے آنے والے اب تک بغیر کسی منصوبے کے آتے تھے۔ مثلاً ایک ملک ہے وہاں سے پچاس آگئے، دوسرا ملک ہے اس سے چالیس آگئے، ایک ملک ہے وہاں سے ایک آگیا، ایک اور ملک ہے وہاں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ تو یہاں اس وقت موجودہ حالت میں جو انتظام ہے وہ ابھی زیادہ وسیع نہیں، محدود ہے۔ اس وقت تحریک جدید کو ابھی سے تحریک کرنی چاہیے کہ جہاں بھی احمدی ہیں وہ کوئی نمائندہ بھجوائیں اور ایسا منصوبہ بنانا چاہیے کہ یہاں آنے کے بعد وہ تنگی محسوس نہ کریں کیونکہ ابھی ان کو اتنی عادت نہیں پڑی جتنی کہ ہندوستان پاکستان میں رہنے والوں کو عادت پڑگئی۔ بڑے لمبے عرصے سے جلے میں شامل ہونے والے ہیں بچپن سے جلے میں شامل ہونے والے بھی ہیں۔ اتنا پیار پایا جاتا ہے۔ قادیان میں ”کسیر“ ایک اور گھاس تھا جو نیچے بچھایا جاتا تھا اور یہاں اب یہ پرالی ہے کسیر ہی تھی وہاں غالباً۔ یہاں پر الی ہے۔ اتنے شوق سے اور پیار سے سوتے ہیں جن علاقوں سے دو تین سال سے آ رہے ہیں

احمدی مثلاً امریکہ ہے ان میں سے بعض دوستوں نے کہا کہ ہمارے لئے چار پائیاں کیوں بچھاتے ہو، ہمارے لئے پرالی بچھاؤ جس طرح اور احمدی یہاں زندگی گزارتے ہیں ہمیں موقع دو کہ ہم بھی اسی طرح زندگی گزاریں اور خدا تعالیٰ کی برکات سے حصہ لینے والے بنیں لیکن بہر حال آہستہ آہستہ ان کو عادتیں یہ پڑیں گی۔ ہر ملک کی اپنی عادتیں ہیں جہاں تک ممکن ہے ان عادتوں کا ہم خیال رکھتے ہیں۔ رکھنا بھی چاہیئے لیکن جہاں تک ان کے لئے ممکن ہوا وہ ہماری عادتوں کے مطابق بھی کچھ زندگی کے دن گزارنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ایک تو ہر جگہ کے آئیں۔ دوسرے اتنی کثرت سے نہ آئیں کہ یہاں ہم ان کو سنبھال نسکیں فی الحال۔ ایک وقت میں تو جتنے مرضی آجائیں سنبھالے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن بہر حال کسی منصوبے کے مطابق ان کو یہاں آنا چاہیئے۔

دوسرے یہاں جب وہ آتے ہیں تو ان کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ لگے ہوئے ہوتے ہیں ان کی زبان بولنے والے، سمجھانے والے۔ اس کا بھی بہتر انتظام ہونا چاہیئے دلخواہ سے۔ ایک تو جو تقاریر ہوتی ہیں ان کے چاہیے دو صفحے کا نوٹ ہو صرف عنوانوں کے اوپر، وہ ان کی زبان میں یا ایسی زبان میں جنہیں وہ سمجھ سکیں روز رات کو تیار ہو جائے اور ان کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے، کچھ آدمی لگانے پڑیں گے اس کے اوپر۔ بہت سے تو وہیں سمجھ جاتے ہیں انہوں نے اپنا کوئی طریقہ ایسا بنا لیا ہے سمجھنے کا۔ بعض دوست مثلاً بعض امریکین شام کو مجھے ملے اور ان کو اس دن کی کارروائی کے متعلق اصولی طور پر یعنی جو مختلف پہلو بیان ہوئے تھے ان کے متعلق مختصرًا علم تھا کہ آج یہ موضوع زیر بحث آئے ہیں یا ان پر تقاریر کی گئی ہیں۔

جہاں تک یہاں کی جماعت کا تعلق، پاکستان کی جماعت کا، ان کا تو کام ایک ہے اور وہ اسے کرتے ہیں اور پیار سے اور عشق سے کرتے ہیں ان کا کام یہ ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ جلسے پر دوست آسکیں آئیں ہمیں معلوم ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ ایک گاؤں جو قریباً سارا احمدی ہو چکا ہے وہ سارے کا سارا آجائے۔ انہوں نے اپنے جانور بھی سنبھالنے ہیں، اپنے گھروں کو بھی سنبھالنا ہے، اپنے بیماروں کو بھی سنبھالنا ہے اپنے بوڑھوں کو بھی سنبھالنا ہے، وہاں اپنی

مقامی ایسی ذمہ داریاں ہیں جنہیں چھوڑ کے وہ نہیں آسکتے۔ ایک حصہ ایسا بھی ہے صرف ایک حصہ آتا ہے۔ ہر سال آنے والوں کی تعداد پچھلے سال سے بڑھی ہوتی ہے ہر سال دنیا کی جماعت احمدیہ کی تعداد بڑھ جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ یہ اس کا ایک منصوبہ اور تمدید ہے جو پوری ہو رہی ہے ہزاروں کی تعداد میں دوران سال نئے احمدی ہو چکے ہوتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں بچے جو مثلاً اکیلے یہاں نہیں آسکتے تھے اور ماں باپ کے ساتھ ہی آسکتے تھے وہ اکیلے آنے والے بن گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں طفل خادم بن گیا۔ خادم انصار اللہ میں شامل ہو گیا۔ چھوٹا بچہ جو ہے اس کو شوق پیدا ہو گیا کہ میں نے ضرور جانا ہے۔ بعض دفعہ چھ چھ سات سال کا بچہ پچھپے پڑ جاتا ہے کہ میں نے ضرور جلے میں شامل ہونا ہے، میں پچھپے نہیں رہ سکتا۔ ہر سال ایسے نئے آتے ہیں۔ بعض ان میں سے میرے سامنے بھی آتے ہیں مجھے بتاتے ہیں کہ یہ کچھ عذر بھی تھے لیکن بچوں نے کہا نہیں ہم تو نہیں چھوڑ سکتے جلسے۔ ایک تو یہ ہر سال زیادتی ہوتی ہے جلے کی تعداد میں زیادتی ہوتی ہے کئی وجوہات کی بنا پر۔ ایک یہ ہے کہ تعداد بڑھ گئی جماعت کی، شوق پیدا ہو گیا بعض لوگوں میں جو پہلے نہیں تھا اور جو ابھی احمدی نہیں ہوئے ان کو بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ جلسہ دیکھ آئیں، ان کی تعداد بھی ہر سال بڑھ جاتی ہے۔ قادیانی میں مجھے یاد ہے کہ دو ایک سو ایسے دوست آجاتے تھے دیکھنے کے لئے، سمجھنے کے لئے، تحقیق کرنے کے لئے، اعتراض کرنے کے لئے۔ اس نیت سے بھی آتے ہیں۔ آئیں بے شک کون روکتا ہے، تلقید کرو۔ اب یہ دو ایک صد نہیں بلکہ پانچ، دس، پندرہ، بیس، پچس ہزار کی تعداد میں آجاتے ہیں جو احمدی نہیں اس وجہ سے بھی زیادتی ہو گئی۔ ایسے بھی ہیں اس علاقے کے بہت سے لوگ جو صبح آتے ہیں شام کو چلے جاتے ہیں یا آدھا دن کی کارروائی دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اس سے بھی تعداد بڑھ گئی۔ یہ جو تعداد یہاں رہنے والوں کی بڑھی یا یہاں آنے والوں کی بڑھی اس کے نتیجہ میں اہل ربوہ کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں اس واسطے اب میں اس طرف آ جاتا ہوں یعنی پہلے میں کہہ رہا تھا جماعت۔ سو جماعت پاکستان کو میں یہ کہتا ہوں اپنی روایات کو سامنے رکھو پہلے سے زیادہ پیار کے ساتھ آؤ، زیادہ تعداد میں آؤ۔ خدا کرے کہ زیادہ برکتیں لے کے واپس لوٹنے والے ہو۔

ربوہ کو صاف رکھنا ظاہری صفائی اور باطنی صفائی کے لحاظ سے اور اسی طرح زبانوں کو بھی۔ کئی بے خیالی میں گند بول جاتے ہیں، گالی دے دیتے ہیں۔ باہر سے آ کے یہاں آباد بھی ہو رہے ہیں، بہت سارے خاندان ان کو باہر کی عادتیں پڑی ہوئی ہیں اور بدنام ہو جاتا ہے ربوہ ایک مہینہ پہلے اگر کوئی خاندان یہاں کسی گاؤں سے آ کے آباد ہو جائے اور ان کے بچے اپنے گاؤں کی گالیاں بھی سمیٹ کے ساتھ لے آئیں یہاں تو جب یہاں ربوہ میں ان کی زبان سے وہ گالی نکلے گی تو میرے پاس یہ خط نہیں آئے گا کہ ربوہ سے پچاہ میل پرے ایک گاؤں کے بچے کے منہ سے یہ گالی نکلی۔ میرے پاس تو یہ خط آئے گا کہ ربوہ کے جور ہے دالے بچے ہیں، ان کے منہ سے گندی گالیاں نکلتی ہیں کیوں؟ ٹھیک ہے ان کو ضرور مجھے اطلاع دینی چاہیئے ان کو ضرور غصہ آنا چاہیئے ان کی تربیت کیوں نہیں ہوئی لیکن مجبوری بھی ہے ایسی مجبوری نہیں کہ جو آپ دور نہ کر سکیں کاشسلی (Consciously) یعنی بیدار مغزی کے ساتھ چوکس رہ کے اپنے پچوں کو یہ عادت ڈالیں کہ سلام کہیں سڑکوں کے اوپر کتنا کوئی غصہ دلا دے، پچوں کو پیار بھی بڑی جلدی آ جاتا ہے اور غصہ بھی بڑی جلدی آ جاتا ہے کتنا ہی کوئی غصہ دلا دے زبان سے گالی نہیں نکلے گی دعا نکلے گا، سلام نکلے گا، دعائیں کرو یہ باطنی پاکیزگی ہے جو ہمارے ماحول میں پیدا ہوئی چاہیئے۔

پھر باطنی پاکیزگی کی بنیاد یہاں ابھی سے ہو جانی چاہیئے عادتیں ڈالوا بھی سے۔ جو دعائیں سب نے مل کے انشاء اللہ تعالیٰ اسی کے فضل کے ساتھ جلسہ سالانہ کے ایام میں کرنی ہیں اس کی بھی تو عادت ڈالوا بھی سے، اس کے لئے بھی تو تیاری کرو۔ قرآن کریم نے فرمایا **وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَاَعِدُّوا لَهُ عِدَّةً** (التوبۃ: ۳۶) کہ جب کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو اس کے لئے تیاری بھی کرنی ہوتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ کام تو میں نے کرنا تھا اور نظر یہ آئے کہ تیاری نہیں کی تو وہ شخص منافق ہے خدا کے نزدیک۔ اس کی بات ماننے والی نہیں وہ جو اس ماحول میں ستون آسمانوں تک پہنچتے ہیں دعاوں کے، اس کے لئے اہل ربوہ ابھی سے دعائیں کریں۔ خدا سے مدد مانگیں۔ بڑی ذمہ داری ہے، بڑی ذمہ داری ہے سارا انحصار جو ہے وہ ان چیزوں کے اوپر ہے کہ جلد تر غلبہ اسلام ساری دنیا میں ہو جائے۔

دعا نئیں کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلسے کی برکات سے حصہ دے، آنے والوں کو خیر سے لائے، خیر سے رہیں، خیر لے کے جائیں، پہلے سے زیادہ برکات کے وہ وارث ہوں، اور ان کے سارے دکھ اور تکالیف دور ہو جائیں اور پریشانیاں جاتی رہیں اور ہمارے بچے جو ہیں وہ پورے روشن دماغوں کے ساتھ دنیا کے علمی میدانوں میں آگے ترقی کرنے والے اور جتنا خدا اب دے رہا ہے اور بڑا دے رہا ہے ذہن اس سے کہیں زیادہ ہمارے بچوں کو وہ ذہن دے۔

بڑا لطف آتا ہے ہر طرف سے امتحان کے بعد سے یہ اطلاعیں ملتی ہیں کہ فلاں فرست آگیا اپنی کلاس میں، یونیورسٹی کی کلاس میں فلاں اس طرح سے آگے آگیا۔ باہر سے اطلاعیں آتی ہیں کہ سکالر شپ مل گئے۔ سکالر شپ سے یاد آیا کہ سکالر شپ نہ ملنے کے بھی ہمارے متعلق بعض بعض منصوبے ہوتے ہیں پر تمہیں اس سے کیا تم تو خدا سے مانگو، خدا کہیں نہ کہیں سے سامان پیدا کر دے گا۔ تمہارا حق جو ہے وہ تمہیں دے گا کیونکہ اس نے یہی فیصلہ کیا ہے جو بہت اونچے ہیں ان کو جماعت سننجال سکتی ہے اور سننجال رہی ہے کچھ سکالر شپ دے دیتے ہیں بعض جماعتوں نے غیر ممالک نے۔ بعض سکالر شپ کے متعلق ہمیں پتا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی ایسی فاؤنڈیشن بھی ہے غیر ممالک میں جو سکالر شپ دیتی ہے ابھی کل مجھے ایک نوجوان ایم۔ ایس۔ سی کا طالب علم مل کے گیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں جا رہا ہوں ولایت پڑھنے کے لئے۔ میں نے کہا تمہارے پیسے کا کیا انتظام ہے؟ اس نے ایک فاؤنڈیشن کا نام لیا اور کہا اس نے سکالر شپ دیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ لتنا دیا ہے؟ اس نے جو رقم بتائی وہ کم تھی۔ میں نے کہا اس سے تمہارا گزارہ نہیں ہوگا۔ فیسیں بھی نہیں پوری ہوں گی۔ اس نے کہا نہیں، فیس بھی وہ دیں گے۔ فیس کے علاوہ یہ دیا ہے۔ میں نے کہا پھر بے فکری کے ساتھ جاؤ تمہیں مالی لحاظ سے کوئی تنگی نہیں۔ تو سامان خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے تمہیں وفا کا تعلق اور ثبات قدم اور استقامت دکھانی چاہیے۔ میں نے بڑا سوچا، ایک دن میں خدا تعالیٰ کی اتنی نعمتیں انسان پر نازل ہو جاتی ہیں کہ پھر سارا سال اگلا اگر وہ شکر ادا کرے تو اس دن کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا تو جو باقی ایک دن کم سارے سال کے دن ہیں ان کی نعمتوں کا شکر کیسے کر سکتے ہیں۔ **أَسْبَعَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً** (لقمن: ۲۱) یہ کوئی تھیوری نہیں ہے، یہ کوئی اصول یا منطق نہیں

ہے، یہ ایک حقیقت ہے اور حقیقت زندگی ہے۔ دنیا نہیں دیکھتی اسے لیکن ہماری نظریں اسے دیکھتی اور پہچانتی ہیں۔ اس لئے کہ عملاً ہماری زندگیاں اس کی گواہ ہیں۔

تو یہ ذمہ داری ہے۔ میں اہل ربوہ کو توجہ دلارہا ہوں کہ آپ ابھی سے دعا نہیں کریں کہ خدا تعالیٰ اس جلسے کو ان تمام برکات سے بھروسے جن برکات کی بشارت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے جماعت احمدیہ کو دی گئی اور جن برکات کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسے کے تعلق میں دعا نہیں کیں۔ بڑی دعا نہیں کیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ آپ بھی ابھی سے دعا نہیں کریں کہ اس بڑی بنیاد کے ساتھ وہ مینار پھر اٹھنے شروع ہوں۔ اب تو آپ کہتے ہیں بچ ملائے بیس اکیس ہزار ہیں ربوہ میں۔ آپ کی ”ایک آواز“ رد کی دنیا نے۔ آپ کے لئے ووٹر بننے کے لئے فارم نہیں بنا اور آپ نے ووٹ نہیں بنایا لیکن آپ اگر خدا کے ہو جائیں تو آپ کی ہر آواز ہر پکار سننے کے لئے خدا تیار ہے۔ تو گھاٹے والا سودا تو نہیں ہوا یہ۔ پس دعا نہیں کریں ابھی سے جلسے کیلئے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے خیر اور برکت کا موجب بنائے اور ان دنوں میں جب اجتماعی رنگ میں دعا نہیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ماحول ہی ایسا پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے (یہاں آنے والوں کو جلسے کے موقع پر) کہ ہم اپنے ملک کے استحکام اور اس کی سلامتی کے لئے دعا نہیں کرنے والے ہوں اور وہ دعا نہیں مقبول ہوں اور بنی نوع انسان جو اس وقت ہلاکت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں ان کے لئے ہم یہ دعا کرنے والے ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو اپنے غصب اور قہر سے محفوظ رکھنے کے سامان پیدا کرے اور قرب کی را ہیں ان پر بھی اسی طرح کھلیں جس طرح آج وہ ہمارے پر کھولی گئی ہیں اور جو وعدے دیئے گئے ہیں امت محمدیہ کو کہ ایک زمانہ میں اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے گا اور اسلام سے باہر رہنے والے کسی شمار میں نہیں ہوں گے۔ اتنے تھوڑے کہ نام بھی ان کا کوئی نہیں لے گا، کوئی نہ جانتا ہو گا انہیں، وہ دن جلدی آجائیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ خدا تعالیٰ سے دوری اور مجبوری جو ہے یہ ایک ایسی جہنم ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہمارا دل اور ہمارا دماغ اور ہماری روح اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خدا کرے کہ ساری دنیا جو ہے وہ اس جہنم سے محفوظ ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے پیار کے ٹھنڈے سائے تک

جمع ہو جائے۔

اور اہل ربوہ کا دوسرا کام یہ ہے کہ اتنے رضا کار دے دیں کہ جلسہ کے نظام میں وقت محسوس نہ ہو۔ میں یہ نہیں کہتا سارے کے سارے آجائو کیونکہ سارے کے ساروں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جتنے کی ضرورت ہے اتنے دے دو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر کسی گھر میں چار بچے ہیں طفل یا خدام یا انصار ہیں ان کے کرنے کے بھی بعض کام ہیں، وہ گھر ضرور اس خدمت میں شامل ہو کے اس کی برکات لے اور کلی طور پر اپنے آپ کو محروم نہ کرے پھر وَسِعُ مَكَانَكَ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۱) خدائی حکم ہے ہر سال مکان بڑھتے ہیں۔ کچھ دباؤ بہت پڑ گیا باہر۔ زیادہ مکان بننے ہیں پچھلے سال دو سال میں جماعت کے ایک طبقہ کے والوں میں کچھ برکت پیدا ہوئی اس کی وجہ سے بھی قیمتیں بڑی بڑھادیں آپ نے زمینوں کی۔ بہر حال مکان بھی بنے۔ ہر مکان جو ہے میں جانتا ہوں اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان ٹھہرے ہوں گے۔ یہ مجھے علم ہے چونکہ میں افسر جلسہ سالانہ بھی رہا ہوں اور یہ جو وسعت ہے یہ دونوں طرف کی ہوتی ہے ایک مکانیت میں وسعت، وہ بھی پیدا کردے خدا۔ ایک تمہارے والوں میں وسعت پیدا ہوئی چاہیئے کہ تم بنشست کے ساتھ تنگی برداشت کر کے ایک حصہ مکان کا دو مہمانوں کے لئے ایک آنے والے مہمانوں میں وسعت پیدا ہوئی ہے اور ہوتی بھی ہے بڑی تجھب آنیز۔ ایک دفعہ میں افسر جلسہ سالانہ تھا اور ہمارے نگران آنکھیں کھلی رکھنے والے بھی پھرا کرتے تھے، مجھے اطلاع ملی کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور تیس مہمانوں کی روٹی وہاں جا رہی ہے، روٹی کا ضیاع ہو رہا ہے۔ یہ تو کہنے والوں نے کہا کہ وہ اتنا چھوٹا سا کمرہ ہے کہ وہاں تیس پہلو بہ پہلو آدمی لٹا دیئے جائیں تو تیس نہیں آتے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کر لیں گے چیک۔ میں نے ایسا انتظام کیا کہ جس وقت گیارہ اور بارہ کے درمیان ہم نے دیکھا کہ سب مہماں اپنی رہائش گاہوں میں جا چکے ہوئے ہیں اب کوئی بھی باہر نہیں آ رہا۔ اکٹھے ہو گئے ہیں وہاں۔ وہاں جا کے گئتی کروائی تو وہ تیس نہیں چالیس تھے وہاں اس کمرے کے اندر تو روٹی کا ضیاع نہیں ہو رہا تھا، کفایت شعاراتی سے کام لیا جا رہا تھا۔ تو یہ وسعت ہے ان کی۔ کسی کو پرواہ ہی نہیں کہ جگہ نگاہ ہے۔

پہلے بھی میں نے بتایا تھا کہ ایک نظارہ خدا کے ساتھ، اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار کا اور اس جلسے میں جو برکتیں نازل ہوتی ہیں ان کے ساتھ لگاؤ کا میں نے دیکھا۔ یہ بھی اسی زمانے کی بات ہے جب میں افسر جلسہ سالانہ تھا۔ ایک پیش گاڑی آرہی تھی میں بھی اتفاقاً وہاں چلا گیا دیکھنے کے لئے کہ کیا کیا انتظام ہے جس وقت گاڑی کھڑی ہوئی تو چند مہینوں کا بچہ ایک ماں کی گود میں تھا۔ اس کا خاوند دوسرے ڈبے میں تھا۔ گاڑی کھڑی ہوئی اسی وقت اس کا خاوند دروازے کے سامنے آگیا۔ وہ ماں اتنی جوش میں تھی اور اتنا جذبہ اس کے اندر پیدا ہو چکا تھا ربوہ میں پہنچنے کی وجہ سے کہ اس نے دو تین مہینے کے بچے کو پیار کے ساتھ جو مامتا کا تقاضا تھا اپنے خاوند کے ہاتھ میں نہیں دیا بلکہ یوں پھینکا اس کی طرف (حضور نے ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتایا) اس نے فوراً ہی اٹھالیا بچے کو، گرانہیں وہ، اس کو چوٹ نہیں آئی۔

لیکن وہ عجیب نظارہ تھا جو میری آنکھوں نے دیکھا۔ تو وہ اس جذبے کے ساتھ آتے ہیں۔ جس پیار اور محبت کے ساتھ اور قربانی کے جذبے کے ساتھ وہ آتے ہیں اور جہاں ہم سمجھتے ہیں کہ تیس آدمی بھی رات نہیں گزار سکتے وہاں چالیس چالیس آدمی رات گزارنے کی نیت کر کے یہاں آنے والے ہیں وہ لوگ ان کے جذبے کا آپ کے جذبے کے ساتھ مقابلہ ہے کہ جو کچھ وہ خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں خدا تعالیٰ سے بے شمار لینے کیلئے إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۳۸) یہ بِغَيْرِ حِسَاب ملتا ہے۔ آپ ان سے زیادہ لیتے ہیں یا کم یہ تو مقابلہ ہے نیکیوں کے حصول میں مسارعت اختیار کرنے کا اس میں میرا تعلق تو دونوں سے ہے۔ کبھی دل کرتا ہے آپ آگے بڑھ جائیں۔ کبھی دل کرتا ہے وہ آگے بڑھ جائیں۔ اب آپ اپنے عمل سے بتائیں کون آگے بڑھتا ہے۔

بہر حال مکانوں کی ذمہ داری ہے۔ پھر صفائی میں آپ نے شامل ہونا ہے خدام الاحمد یہ اور انصار اللہ کی طرف سے جو اجتماعی صفائیاں ہوں گی ان میں جس طرح غریب دہن ہوتی ہے (غریب دہن میں جان کے کہہ رہا ہوں) ایک غریب گھرانے کی بچی جس کو زیور بھی نہیں میسر جب دہن بنتی ہے تو صاف سترھی ہوتی ہے نا۔ اس وقت تو اس طرح صاف سترھار بوجہ کو

بنادو۔ ہمیں سنگھار کی ضرورت نہیں لیکن صفائی کی ضرورت ہے ایسا بنا دو ربوہ کو جلسہ سالانہ پر آنے والے دیکھیں کہ اہل ربوہ نے صاف سترہ اماحول پیدا کر کے ان کا استقبال کیا اور ان کی عزت افزائی کی۔

اس کے علاوہ منتظمین ہیں جلسے کا کام، جیسا کہ خود مجھے بھی تجربہ ہے اور میں علی وجہ البصیرت جانتا ہوں سارا سال ہی رہتا ہے۔ جب گندم کی پیداوار تھی اس وقت جلسے کی گندم خرید لی گئی ہوگی اب تو میں بھی بھول گیا ہوں۔ اس زمانہ میں جب میں افسر جلسہ سالانہ تھا مجھے یہ پتا تھا کہ آلو سب سے سستا کن دنوں میں ملتا ہے۔ بھیں کا گھنی میں استعمال کرتا تھا۔ اب تو مجبور ہو کے ڈالڈا استعمال ہونا شروع ہو گیا ہے۔ بہت زیادہ قیمتیں بڑھ گئی ہیں بھیں کے اصلی گھنی کی بھی سارے سال میں ایک قیمت نہیں رہتی۔ بعض دنوں میں قیمت کم ہوتی ہے بعض دنوں میں زیادہ ہوتی ہے مجھے پتا ہوتا تھا کہ کس موسم میں سب سے زیادہ مجھے گھنی مل جائے گا، گندم سب سے سستی کب ملے گی، آلو کب سستے ملیں گے اور کب وافر مقدار میں ملیں گے وغیرہ وغیرہ۔ بہت سارے چارٹ بن گئے ہیں اب ایک پورا نظام ہے جلسے کا بھی۔ اور ہر سال ترقی کرتا ہے۔ اس وقت میں نے یہ طریق شروع کیا تھا کہ اعلان کردیتے تھے کہ جنہوں نے جو بھی تجویز کی ہو کچھ دیں ان پر غور کریں گے اور اس کے مطابق جہاں تبدیلی ممکن ہوگی کر دیں گے۔ رضا کاروں کی فہرستیں بنانے کا کام ہے، تقسیم کارکا سوال ہے پیار سے ان کو سمجھانا ہے، سینکڑوں بچے ہوں گے جنہوں نے پچھلے سال جلسے کے نظام میں کام کیا اور ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے نہیں کیا۔ اس سال وہ بھی کام کر رہے ہوں گے، عمر جو بڑھ گئی ایک سال۔ پیار سے ان کو پتا کیں، انہیں برکتوں سے آگاہ کریں۔ وہ ماحدوں خود بہت کچھ کرتا ہے۔ ایسے ایسے خدمت کرنے والے دیکھے ہیں کہ اپنی دوائی بھی پیار کو پلا دیں اگر اس کو بخار چڑھا ہے اور اس کو یہ احساس نہ دلائیں کہ پلانے والے کو اس سے زیادہ تر اسے بخار چڑھا ہوا ہے اور اپنے لئے کے آیا تھا دوائی۔ تو بڑی محبت اور باہمی محبت اور اللہ تعالیٰ سے پیار اور محبت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور بی نوع انسان کی خدمت کا جذبہ اور بانی سلسلہ احمد یہ کا جو مشن ہے اور بعثت کی غرض ہے اس کے لئے انتہائی لگاؤ یہ ساری چیزیں اپنے سامنے

رکھ کے پھر اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کر کے ایک اور انسان بن جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ آپ وارث بن سکیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو زیادہ سے زیادہ آپ جذب کر سکیں اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہر آن اور ہر لمحہ معیت آپ کو حاصل ہو۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۷)



اسلامی تعلیم سے امن پیار اور اخوت کی فضا پیدا ہوتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ ستمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تَشَهِّدُ تَعْوِذُ اَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بَعْدَ حَضُورِ النُّورِ نَفَرَ مِنْيَا:-

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہو کر دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ رحمۃ للعالمین میں صرف انسان کا ذکر نہیں کہ آپ انسانوں کے لئے رحمت ہیں بلکہ انسان ہوں یا خدا تعالیٰ کی وہ مخلوق جو انسان نہیں غیر انسان ہے سب کے لئے آپ رحمت کا موجب ہیں اور اسلامی تعلیم شروع سے آخر تک غیر انسان مخلوق کے حقوق بھی بتاتی ہے اور ان کی حفاظت کے سامان بھی پیدا کرتی ہے۔

اس عظیم رحمت کا ایک بڑا حصہ انسان کو ملا اور آپ چونکہ عالمین کے لئے رحمت ہیں اور انسان عالمین ہی کا ایک جزو اور حصہ ہے اس لئے آپ عالمین میں انسان کے لئے بھی رحمت ہیں اور اعلان کیا گیا:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (الاعراف: ۱۵۹) میں بنی نوع انسان کی طرف اللہ کا رسول مبعوث کیا گیا ہوں اور گافَةٌ لِلنَّاسِ بَشِيرًاً وَنَذِيرًاً (سبا: ۲۹) بن کے آیا ہوں۔

جو انسانوں کے لئے آپ کا عظیم جلوہ ظاہر ہوا اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ ہر انسان کو یہ خوشخبری دی گئی کہ امن اور آشتی اور سلامتی کی فضا تمہارے لئے اسلامی تعلیم پیدا کرے

گی۔ یہ امن کا مذهب سلامتی کا مذهب ہے۔ یہ اعلان کیا گیا کہ تمہیں لڑنے نہیں دیا جائے گا بلکہ اگر تم اسلامی احکام پر کار بند ہو گے تو تمہارے لئے اخوت کی اور پیار کی اور امن کی فضا پیدا کرنے کی یہ تعلیم ہے، اس پر عمل کرنے سے امن کی فضا پیدا ہو جائے گی۔

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان کے شرف کو قائم کرنے کے لئے عزت کا وہ مقام جو خدا تعالیٰ نوع انسانی کو دینا چاہتا ہے۔ وہ انسان کو دینے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور تمام انسانوں کے لئے یہ امکان پیدا کر دیا کہ قُلْ إِنَّمَا آنَّا بَشَرٍ مِثْلُكُمْ (الکھف: ۱۱۱) جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معزز اور اشرف الخلق کے سردار ہیں اسی طرح یہ مخلوق بھی بڑی عزت والی، بڑے احترام رکھنے والی مخلوق ہے۔

اور اس کے لئے ضروری تھا کہ انسان، انسان میں تفریق نہ کی جائے بلکہ سب انسانوں کو مساوات کے ایک بلند مقام پر لاکھڑا کیا جائے۔ شروع سے لے کر آخر تک قرآن کریم کے احکام پر آپ غور کریں کہیں بھی مومن و کافر میں بھیت انسان فرق نہیں کیا گیا۔ اس کے بعض پہلوؤں پر میں بعض خطبوؤں میں پہلے روشنی ڈال چکا ہوں۔ آج میں نے دو احکام اسلامی لئے ہیں۔ ایک کا تعلق نواہی سے ہے۔ ایک کا تعلق اوامر سے ہے۔ آج میں خیانت اور عدل کے متعلق جو اسلامی تعلیم ہے اس کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورہ انفال میں فرماتا ہے:-
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أَمْتُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْتَكُمْ
 وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (الانفال: ۲۸) اے مومنو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی آپ کی امانتوں میں خیانت سے کام لو۔ پھر سورہ نسا میں فرمایا:-

وَلَا تَكُنْ لِلْخَاسِنِينَ حَصِيمًا (النساء: ۱۰۲) پھر سورہ انفال میں فرمایا:-

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَاسِنِينَ (الانفال: ۵۹) وَلَا تَكُنْ لِلْخَاسِنِينَ حَصِيمًا خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑے نے والا نہ بن۔ ان کی طرف داری نہ کر۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَاسِنِينَ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اگر تو ان کی طرف سے جھگڑے گا تو تو بھی انہی میں شامل ہو جائے گا۔

وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَاسِنِينَ (یوسف: ۵۳) اور یہ کہ خیانت کرنے والوں

کی تدبیر کو اللہ تعالیٰ کا میاب نہیں کرتا۔ خیانت کے معنی مفردات راغب^۱ میں یہ بیان ہوئے ہیں کہ:-

”الْخِيَانَةُ وَالنِّفَاقُ وَاحِدٌ لَا أَنَّ الْخِيَانَةَ تُقَالُ إِعْتِبارًا بِالْعَهْدِ وَ الْأَمَانَةِ وَالنِّفَاقُ يُقَالُ إِعْتِبارًا بِالدِّينِ ثُمَّ يَتَدَاخَلُانِ فَالْخِيَانَةُ مُخَالَفَةُ الْحَقِّ بِنَقْضِ الْعَهْدِ فِي السِّرِّ وَ نَقْبِضُ الْخِيَانَةَ الْأَمَانَةَ“ (المفردات: زیر لفظ الخاء)

خیانت اور نفاق ملتے جلتے ہیں اپنے معنی کے لحاظ سے اور عہد توڑنے اور ان میں خیانت کرنے کو خیانت کہا جاتا ہے اور نفاق کا لفظ جو ہے وہ ان کے متعلق بولا جاتا ہے۔ منافق کے معنے ہیں مذہب کے لحاظ سے عقائد کے لحاظ سے اپنے دعویٰ کے لحاظ سے، اپنے اعمال کے لحاظ سے نفاق کی پور کھنے والا وہ لکھتے ہیں کہ پھر یہ آپس میں دونوں مل جاتے ہیں خیانت اور نفاق اور خیانت کے معنے ہیں حق اور صداقت کی مخالفت کرنا۔ عہد کو توڑ کے اور چھپ کے اور یہ امانت کے مقابلے میں آتی ہے۔

ان آیات سے جو میں نے ابھی پڑھی ہیں مندرجہ ذیل باقوں کا ہمیں پتا لگتا ہے۔

اول یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی خیانت نہ کرو اور خیانت امانت کی ضد ہے جیسا کہ ابھی میں نے بتایا اور امانت کے معنی ہیں ما فَرَضَ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ امانت کے ایک معنی یہ ہیں۔ سو جب یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی خیانت نہ کرو تو یہ حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرض عائد کئے ہیں اپنے بندوں پر ان فرائض کو ان ذمہ داریوں کو پورا کرو۔ ان عہدوں کو جو تم سے لئے گئے ہیں، نباہو۔ ان حقوق کو جو قائم کئے ہیں تم قائم کرو اور خدا تعالیٰ کے بندوں میں تفریق نہ کرو۔

اور دوسرے ہمیں یہ فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت سے پیش نہ آؤ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عہد لیا گیا ہے ہم سے اور جو ہم پر فرض کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو اسوہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے پیش کریں اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارو۔ ہر وہ شخص جو اسوہ نبویؐ کو چھوڑ دیتا ہے اور ان قدموں کے نشانوں کی پیروی نہیں کرتا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم ہیں وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ باہمی امانتوں میں خیانت نہ کرو وَ تَخُونُوا أَمْنِتُكُمْ

بآہمی امانتوں کے متعلق جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ان کے معنے فرض کے اور عہد کے ہیں اور آپس کے جو حقوق ایک دوسرے کے اللہ تعالیٰ نے قائم کئے وہ بنیادی طور پر اور اصولی لحاظ سے بہت سے ہیں جن میں سے آج میں نے چند ایک مثالیں آپ کو سمجھانے کیلئے منتخب کی ہیں۔

بآہمی امانتیں ہیں۔ مال سے تعلق رکھنے والی تو فرمایا کسی کا مال نہ کھاؤ۔ یہ بد دیانتی، خیانت اور امانت کے خلاف یہ غلط مختلف شکلوں میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ ایک شخص اپنے مال کا ایک حصہ دوسرے کے پاس بطور امانت کے رکھ دیتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ جب وہ مانگے اسے واپس دے۔ ایک مال کا یہ حق ہے کہ خرید و فروخت کے وقت جتنا پہیہ جتنی رقم کوئی شخص دے اس کے مطابق اس کو سودا دیا جائے اگر ایک کلوکی قیمت دورو پے ہے تو جو دکاندار دورو پے لے لیکن تو لئے وقت وہ ہوشیاری کے ساتھ ایک کلوکی بجائے کسی کو پندرہ چھٹا نک دیتا ہے تو یہ مال کے حقوق کو اس نے غصب کیا ہے۔ وہ خیانت کرنے والا بن گیا۔

ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ تیموں کا مال کھایتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس تفصیل میں جا کے بھی بہت سی چیزوں کے متعلق روشنی ڈالی۔ کچھ ہدایتیں ہمیں اصولی طور پر دے دیں کہ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں ان ہدایات سے روشنی حاصل کر کے صداقت اور حق پر اپنے اعمال کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

پھر جان کے حقوق ہیں۔ یہ دوسرا چھوٹا عنوان ہے بآہمی امانتوں کے متعلق جان کا ایک حق تو یہ ہے کہ بغیر حق کے کوئی جان نہ لی جائے۔ قرآن کریم نے یہ اعلان کیا ہے اور یہ بڑا زبردست اعلان ہے۔ پھر جان کا ایک حق یہ ہے کہ ایسا فتنہ نہ پیدا کیا جائے کہ کسی جان کو ایذا اور دکھ پہنچے۔ **الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ** (البقرة: ۱۹۲) اور اسلام نے کسی کی جان لینے سے زیادہ اس کو اہمیت دی ہے کہ سولی پر لٹکائے رکھنا، زندگی اجیرن کر دینا، جان کا حق یہ ہے کہ اس کی پروردش کے لئے جو کچھ اسے چاہیے وہ اسے دیا جائے۔ ایسی میسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

پھر انسان کی عزت کے حقوق ہیں۔ ہر انسان اشرف الخلوقات کا ایک فرد اور خدا کی نگاہ میں بڑا معزز ہے۔ اپنی پیدائش کے لحاظ سے، اپنی خلق کے لحاظ سے، اپنی طاقتیں اور قوتیں

کے لحاظ سے، رفت کے حصول کے لئے جو ممکن را ہیں اس پر کھولی گئی ہیں ان کے لحاظ سے، خدا تعالیٰ کے پیار کو جس طرح وہ حاصل کر سکتا ہے کوشش کر کے اس کے لحاظ سے **إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا** (النساء: ۱۲۰) حقیقی عزت تو وہ ہے جو کوئی شخص اپنے رب کریم کی نگاہ میں رکھتا ہے۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے مادی اور غیر مادی سامان پیدا کئے ہیں جو عزت کے حقوق قائم کرتے ہیں اور وہ سامان ہر انسان کو ملنے چاہئیں۔ حقارت کی نظر نہیں ڈالنی۔ حقارت کا کلمہ نہیں بولنا۔ حقارت کا سلوک نہیں کرنا۔ اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا۔ کسی کے خلاف تکبر نہیں کرنا۔

پھر ایک بڑا حق باہمی امنتوں کا جو قائم کیا گیا ہے، وہ اُجرت کے حقوق ہیں۔ ایک شخص اپنا وقت دوسرا کو دیتا ہے اور اس Understanding اس معاملہ پر اس عہد کے نتیجہ میں کہ وہ اس کے وقت کے بد لے میں اس کو یہ دے گا تو جو بدلہ میں دینا ہے وہ اس کی امانت ہو گئی نا۔ یہ امانتیں پڑی رہتی ہیں بعض دفعہ یا اُجرت کے بعض حصے سال میں ایک یا دو دفعہ مزدور کو بھی اس آج کل کی اقتصادی دنیا میں بونس کی شکل میں ملنے ہیں۔ جب تک ان کو نہیں ملتے وہ بطور امانت کے پڑے ہوئے اس لیمیٹڈ کمپنی یا کسی اور سرمایہ کاری کے یونٹ میں۔

پھر اہلیت کے حقوق ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر فرد واحد کو، مرد ہو یا عورت بہت سی اہلیتیں دے کر، استعدادیں عطا کر کے، قوتیں دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ ہر شخص کو اس کی اہلیت کے مطابق ملنا چاہیے۔ یہ اس کی امانت ہے۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ کہا ہے کہ جواہل ہیں اپنی اہلیت کے نتیجہ میں اہل بن گئے وہ، تم ان کی امانت ان کو دو۔

چوتھے یہ فرمایا کہ جو خیانت کرنے والے ہیں ان کی طرفداری نہ کرو۔ اتنا فساد پیدا ہوا ہے دنیا میں خدا تعالیٰ کے اس حکم کو نہ مان کر۔ خیانت کرنے والوں کی پناہ بن کر، ان کے وکیل بن کر، ان کی طرفداری کر کے کہ اس نقضان کا اندازہ بھی انسانی عقل نہیں لگا سکتی اور یہ ظالمانہ کھیل دنیا کے ہر ملک میں ہی کھیلا جا رہا ہے، کسی جگہ تھوڑا کسی جگہ زیادہ۔ اگر انسان اس اصول کو مضبوطی سے پکڑ لے کہ چونکہ خیانت نہیں کرنی اس واسطے خیانت کرنے والے کی طرفداری بھی نہیں کرنی تو دنیا کا معاشرہ ایک کروڑ گنا شاید ارب گنا زیادہ حسین ہو جائے آج کے

معاشرہ سے لیکن حسن تو انسان کے سامنے اسلامی تعلیم میں پیش کیا گیا لیکن اسے قبول کرنے میں وہ بچکا ہٹ محسوس کر رہے ہیں۔

پانچویں ہمیں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ خائن کو، خیانت کرنے والے کو اپنے پیار سے محروم کر دیتا ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا جو خائن کی، خیانت کرنے والے کی طرفداری کرنے والا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے پیار سے، اس کی محبت سے اس کی نعمتوں سے، اس کی طرف سے آسانوں سے آنے والی عزت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور چونکہ خیانت کرنے والے خدا تعالیٰ کے پیار سے محروم کر دیئے جاتے ہیں، چھٹی بات ہمیں یہ بتائی ان آیات میں کہ جو خیانت کرنے والا ہے وہ اپنی تدبیر اور کوشش میں ناکام ہوتا ہے۔ خیانت کرنے والے جس مقصد کے حصول کے لئے خیانت کرتے ہیں حقیقی طور پر اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مثلاً چور بھی خیانت کرنے والا ہے۔ دوسرے گھر میں گھستا اور بغیر حق کے ڈاکہ مارتا ہے دوسرے کے مال پر۔ نہ اس کی کوئی عزت، نہ اس کے مال میں کوئی برکت۔ کروڑوں کی چوری کرنے والے بھی فقیروں سے بھی گندے کپڑوں کے اندر پھرتے دیکھے گئے۔ پھر ہر وقت دل کو دھڑکتے ہیں۔ اندر کی ضمیر ان کو چھنجوڑتی ہے کہ تم نے کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جو حقیقی کامیابی ہے اس میں ایک خیانت کرنے والا کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حقیقی کامیابی اسے مل نہیں سکتی اور وہ ناکام ہوتا ہے۔

یہ بہت ساری باتیں میں نے ان آیات میں سے نکال کر آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ کسی ایک حکم میں بھی مومن اور کافر میں بحیثیت انسان فرق نہیں کیا گیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایک مومن کو تو یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خیانت نہ کر لیکن کافروں کو ہم کہتے ہیں بے شک خیانت کرو، تمہیں کپڑ کوئی نہیں ہوگی۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف مومنوں کے لئے اُسوہ ہیں۔ اگر آپ کی بعثت اور رسالت **کافَّةَ لِتَّائِسِ** ہے تو آپ کا مقام اُسوہ ہونے کا بھی بنی نواع انسان کے لئے ہے کسی ایک گروہ کے لئے نہیں۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ مسلمان کے مال میں خیانت نہ کر اور غیر مسلم کے مال میں خیانت کرتا رہ، تجھ پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ مومن و کافر کسی کے مال میں بھی خیانت نہیں کرنی۔

جان کے حقوق میں نے بتائے ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مسلمان کی جان نہ لے، غیر مسلم کی بغیر حق کے جان لے۔ حق تو صرف حکومتوں کو ہے یا قصاص میں اگر وہ اسلامی اصول چل رہا ہو یا یہ نہیں کہا مسلمان کی زندگی دکھوں سے نہ بھر غیر مسلم کو ہر وقت دکھ دیا کر۔ یہ بالکل نہیں کہا بلکہ یہ کہا ہے کہ مسلم ہو یا غیر مسلم جو تمہاری باہمی امانتیں ہیں (قرآن کریم نے ان کی تفصیل دوسری جگہ بیان کی ہے) وہ تمہیں ادا کرنی ہوں گی یہ نہیں دیکھنا ہوگا کہ جس کا یہ حق ہے وہ اللہ پر اس کے رسول پر ایمان لاتا بھی ہے یا نہیں لاتا۔

عزت کے حقوق ہیں۔ عزت کے حقوق میں جذبات کا خیال رکھنا بھی آ جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا کہ مسلمان کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ یہ کہا کہ شرک ہے تو سب سے بڑا ظلم اور گناہ لیکن ایک مشرک کے جذبات کو بھی ٹھیس نہیں پہنچے گی تیری زبان سے۔

لَا تَسْبِّحُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ (الانعام: ۱۰۹) یہ نہیں کہا کہ اگر مزدور مسلمان ہے تو اجرت کے حقوق اسے ادا کر، اگر غیر مسلم ہے تو نہ کر۔ یہ کہا کہ جس سے تو اجرت لیتا ہے وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، مونمن ہے یا کافر، موحد ہے یا مشرک، جو بھی اس کا عقیدہ ہے جو بھی اس کے خیالات ہیں، جتنا اس نے کام کیا وہ اس کا حق بتاتا ہے وہ امانت ہے تیرے پاس، اس کا حق ادا کر، اس کی اجرت پوری دے اور وقت پر دے۔ یہ نہیں کہا کہ الہیت کے لحاظ سے جو حقوق قائم ہوتے ہیں وہ مسلمانوں کے ادا کرو اور جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے خدا تعالیٰ پر یہ الزام لگاؤ کہ اس نے ان کو وہ الہیت کیوں عطا کی اور غلطی کی خدا نے اور ہم اس کی اصلاح کرنے لگے ہیں۔ یہ کہا جس کو خدا نے اپنے فضلوں سے، اپنی ربوبیت کے نتیجہ میں، اپنی رحمانیت کے جلووں کے ذریعہ (اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت تو مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں کر رہی) الہیت پیدا کی ہے تم نے اس الہیت کے حقوق کو ادا کرنا ہے اور اہل کو ان کی امانتیں دینی ہیں۔ خیانت کرنے والا مسلمان بھی ہو سکتا ہے اور غیر مسلم بھی۔ قرآن کریم نے یہ نہیں کہا کہ اگر خیانت کرنے والا غیر مسلم ہے تو اس کی طرف داری نہ کر اور اگر مسلمان ہے تو اس کی طرف داری کر۔ یہ کہا ہے کہ خیانت کرنے والا مسلمان ہے یا غیر مسلم ہے اس کی تم نے طرف داری نہیں کرنی۔ خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ خیانت کرنے والے کو بھی اپنے

پیار سے محروم کروں گا۔ یہ اعلان نہیں کیا کہ خیانت کرنے والا اگر غیر مسلم ہے تو میں اپنے پیار سے محروم کروں گا اگر مسلمان ہے تو پھر میں اُسے اپنے پیار سے محروم نہیں کروں گا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو خیانت کرنے والا ہے وہ اپنی تدیر اور کوشش، حقیقی اور سچی کامیابی حاصل نہیں کرے گا۔ یہ نہیں کہا کہ اگر وہ کافر ہے تو حقیقی اور سچی کامیابی حاصل نہیں کرے گا۔ اگر وہ مومن ہے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ بالکل نہیں بلکہ مومن و کافر ہر دو کو ایک مقام پر لا کے کھڑا کیا۔ ہر دو کے حقوق قائم کئے۔ ہر دو کی ذمہ داریاں بتائیں اور کوئی فرق نہیں مسلم اور غیر مسلم کا جیسا کہ میں نے بتایا موحد اور غیر موحد کا کوئی فرق نہیں کہ جی مشرک ہے اس واسطے اس کے حقوق ہم نے تلف کر لینے ہیں یہ کوئی نہیں، نہ ان کو حق پہنچتا ہے حقوق کے تلف کرنے کا، نہ کسی مسلمان کو حق پہنچتا ہے۔

دوسرا ہے عدل۔ جیسا کہ میں نے بتایا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافہ للناس مبعوث ہوئے۔ اس واسطے جہاں بھی ”سُكُمْ“ کی ضمیر آئی ہے سوائے اس کے کہ وہاں قرینہ ہو کہ اس کو ہم محدود کر دیں وہ سارے انسانوں کی طرف پھرتی ہے سارے قرآن کریم میں۔ سورہ شوریٰ میں ہے وَأَمْرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ: ۱۶) مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں تم سب انسانوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کروں اور بنی نوع انسان میں عدل کو قائم کروں۔ تو بَيْنَكُمْ کی ضمیر جیسا کہ میں نے بتایا یہ سب انسانوں کی طرف پھرتی ہے قطع نظر اس کے کہ ان کے عقائد کیا ہیں یا ان کا علاقہ کیا ہے۔

عدل کے معنی کئے گئے ہیں التَّقْسِيطُ عَلَى سَوَاءٍ۔ (المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ عدل) برابر کا سلوک کرنا۔ یہ مفردات میں ہے۔ وَالْعَدْلُ ضَرُبَانْ دو قسم کا عدل ہے۔ ایک مطلق عدل جس کو ہماری عقل اور ہماری فطرت عدل قرار دیتی ہے اور قرآن کریم اس کے اوپر روشنی ڈالتا ہے اور یہ وہ عدل ہے جس کے حسن کی عقل بھی گواہی دیتی ہے، انسانی فطرت بھی، قرآن کریم کی تعلیم بھی اور وہ تعلیم مستقبل نوعیت کی ہے۔ حالات کے ساتھ یہ اجازت نہیں ہے کہ اس کے اندر کوئی تبدیلی آئے۔ مثلاً أَلْأَحْسَانُ إِلَى مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْكَ (المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ عدل) جو شخص تم پر احسان کرتا ہے تم بھی اس پر احسان

کرو۔ یہ عدل ہے۔ کسی حالت میں بھی یہ حکم بدلتا نہیں۔ دوسری قسم کا عدل ہے۔ وَ كَفَ الْأَذِيَّةُ عَمَّنْ كَفَ آذَاهُ عَنْكَ (المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ عدل) اور جو تمہیں دکھنے پہنچاتا تم بھی اسے دکھنے پہنچاؤ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ایک عدل ایسا ہے جس میں شرع نے مناسب حال (اعمال صالح کہتے ہیں اسے) کام کرو۔

اس میں اس کی شکل بدلتی ہے مثلاً وَ جَزْوُ أَسَيْعَةٍ سَيْئَةٌ مِثْلُهَا (الشوری: ۳۱) اب جتنا کوئی کسی کو دکھ پہنچائے یا کسی کو نقصان پہنچائے اسی قدر اس کو سزا دینا، یہ حکم ہے، یہ عدل ہے لیکن یہاں قرآن کریم نے ساتھ ہی کہہ دیا۔ فَمَنْ عَفَأَ وَأَصْلَحَ تو اس میں عدل سے زیادہ مہربانی کرنے کا ایک راستہ کھول دیا۔ عدل سے کم کا راستہ کوئی نہیں کھولا قرآن کریم نے لیکن عدل سے اوپر اٹھا کے کہا۔

احسان کرو تو عدل کے معنی ہیں هُوَ الْمُسَاوَاهُ فِي الْمُكَافَاهِ (المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ عدل) کسی کے عمل کے مطابق بدله دینا۔ وہ عمل اچھا ہو، اچھا بدلہ، بُرا ہو، بُرا بدلہ لیکن اسی کے مطابق۔

تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وہ ساری تعلیم جو میں تمہاری طرف لے کے آیا ہوں وہ اس لئے ہے کہ تمہارے درمیان عدل قائم کیا جائے اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ”بَيْتَكُمْ“ کی ضمیر بنی نوع انسان کی طرف پھرتی ہے۔ سورہ مائدہ میں فرمایا:-

وَلَا يَجْرِي مَنَكُمْ شَيْءٌ قَوْمٌ عَلَىٰ أَلَا تَعْدِلُوا إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلشَّقْوَىٰ (المائدۃ: ۹) یہ جو ہے کسی قوم کی دشمنی اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں جو حکم ہے وہ یہی ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کے بغیر تم نے عدل کو قائم کرنا ہے کیونکہ مسلمانوں کے متعلق تو یہ فرمایا۔

آلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳) تو مسلمان کی تو آپس کی دشمنی کو قرآن کریم تسلیم ہی نہیں کرتا کہ ایک مسلمان، مسلمان ہوتے ہوئے دوسرے مسلمان سے دشمنی رکھے۔ یہاں ذکر ہے دشمنی کا۔ معلوم ہوا یہاں غیر مسلم کے

متعلق بات ہے۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔ تم عدل و انصاف سے کام لو۔ **إِعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِتَّقْوَىٰ** عدل و انصاف تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ تقویٰ کے معنے ہیں خدا تعالیٰ کی حفاظت میں آجانا۔ تو فرمایا کہ عدل اور انصاف کی راہ کو اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے گے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تم اسلام کے دشمن سے بھی عدل اور انصاف سے کام نہیں لو گے تو تم خدا تعالیٰ کی پناہ سے نکل جاؤ گے۔ اس لئے تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی اس کی پناہ ہی ہمیشہ ڈھونڈتے رہو اور کوئی دشمنی تمہیں کسی ایسے کام کے کرنے پر مجبور نہ کرے کہ جس کے تیجہ میں تم خدا تعالیٰ کی پناہ سے باہر نکل جاؤ اور خدا تعالیٰ کے دربار سے دھنکارے جاؤ۔ پھر حضور انور نے فرمایا:-

وَإِذَا أَقْلَتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ (الانعام: ۱۵۳) جب کوئی بات کہو تو خواہ وہ شخص جس کے متعلق بات کی گئی ہے تمہارا قریبی ہی ہو (یعنی تعصب اس کے حق میں بھی آ سکتا ہے) تعصب نہ آنے دو۔ عدل و انصاف سے کام لے کے بات کرو اور اگر ایسا کرو گے **وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا** (الانعام: ۱۵۳) تو خدا نے جو عہد لیا ہے تم سے جو فرائض تم پر عائد کئے ہیں تم ان کو پورا کرنے والے ہو گے۔ اگر ایسا نہیں کرو گے، اگر اپنوں کے لئے حق و انصاف کی بات کو چھوڑ دو گے تو خدا تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض کو توڑنے والے ہو گے اس عہد کو نباہنے والے نہیں ہو گے خیانت کرنے والے ہو جاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سورۃ نکل میں فرماتا ہے۔ (جو آیت میں نے لی وہ تو دوسرے مضمون کا حصہ ہے)۔ **هَلْ يَسْتَوِيُ الْهُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ** (النحل: ۷۷) مفہوم میں نے پہلی آیتوں کا لیا ہے تاکہ اگلا مفہوم واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی حالت بیان کرتا ہے جن میں سے ایک تو گونگا ہے جو کسی بات کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ہمارے ملک میں شرافت گونگی ہے۔ آواز نہیں لٹکتی شرافت کے حق میں۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دو شخصوں کی حالت بیان کرتا ہے اللہ۔ جن میں سے ایک تو گونگا ہے جو کسی بات کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر بے فائدہ بوجھ ہے۔ جدھر بھی اس کا آقا اسے بھیجے، جو ذمہ داری بھی اس کے سپرد کی جائے۔

وہ کوئی بھلاکی کا کرنے نہیں لاتا، ناکام ہوتا ہے اپنے مشن میں، اپنے کام میں۔ ایک تو وہ شخص ہے کیا وہ شخص جس کا اوپر ذکر ہے جو گونگا ہے اور خیر کی طاقت نہیں رکھتا اور ناکام ہوتا ہے وہ شخص اور وہ دوسرا شخص جو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود بھی سیدھی راہ پر قائم ہے باہم برابر ہو سکتے ہیں؟ یہاں موازنہ کیا گیا ہے اس شخص کا جو خود بھی عدل کرتا ہے علیٰ صراط مستقیم پر قائم ہے اور اپنے ماحول میں بھی عدل کی تعلیم کو قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ شخص ہے۔ جہاں نفی ہوئی پہلی چیزوں کی۔ اس شخص کے حق میں نفی ثابت میں بدل جائے گی۔ یہ وہ شخص ہے کہ جدھر بھی اس کا آقا سے بھیجے وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا اور بھلاکی کما کر لاتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو گونگا نہیں جو کسی بات کی طاقت نہ رکھتا ہو اور یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک پر بے فائدہ بوجھ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے جس غرض کے لئے انسان کو پیدا کیا اس غرض کو پورا کرنے والا ہے یہ شخص اپنی زندگی اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ بڑی عظیم تعلیم ہے یہ۔ عدل پر قائم رہو۔ عدل و انصاف کی بات کرو۔ حق و انصاف کا کام کرو لیکن شیطان تمہارے پیچھے پڑا ہوا ہے شیطان تمہیں صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ کس راستے سے وہ آئے گا، وہ ہم بتادیتے ہیں وہ دروازہ بند کر دو شیطان کے لئے شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ **فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا** (النساء: ۱۳۶) خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کرو ورنہ تم عدل پر قائم نہیں رہ سکو گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پیار کو حاصل کرنے کے لئے عدل پر قائم رہنا ضروری ہے اور عدل پر قائم رہنے کے لئے ضروری ہے کہ شیطان تمہارے دل اور دماغ اور روح میں کوئی فتنہ اور شیطانی وساوس پیدا نہ کرے، اور یہ فتنہ شیطان پیدا کرتا ہے ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانی کے ذریعہ سے۔ تو ہم تمہیں کہتے ہیں شیطان خواہشات نفسانی پیدا کرے گا کیونکہ ہم نے اس کو اجازت دی ہے۔ اس کو کہا بے شک کر، تمہیں کہتے ہیں اس کی بات نہ مانو **لَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ**۔ تم اگر خواہشات نفسانی کی پیروی نہیں کرو گے تو عدل کے مقام سے کبھی نہیں گرو گے اور اگر عدل کے مقام سے تم نہیں گرو گے تو میرے پیار کو تم حاصل کرو گے۔ تم صراط مستقیم پر ہو گے جس کا پچھلی آیت میں ذکر ہے جو سیدھی میری رضا کی جنتوں کی طرف

لے جانے والی ہے۔ ان آیات سے (کچھ تو میں نے ان کے ترجمے کے وقت بتا دی ہیں اس کو دہرا دیتا ہوں) جن باتوں کا پتا لگتا ہے وہ یہ ہیں کہ تمام انسانوں کے درمیان عدل کرنے کا حکم ہے تمام انسانوں کے درمیان۔

دوسرے یہ کہ دشمنی عدل کے خلاف آمادہ نہ کرے۔ اس زمانہ میں بد قسمتی سے آپس میں **آلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ** کے باوجود فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا کے باوجود مسلمان مسلمان بھی لڑپڑتے ہیں لیکن جو اس کے حقیقی مصدق تھے وہ تو ایسا نہیں کرتے تھے۔ غیر مسلم کی دشمنیوں کی طرف اشارہ کیا گیا تھا کہ ان کی دشمنیاں بھی، اے میری بات ماننے والو! تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کریں کہ عدل کی جو تعلیم تمہیں دی گئی ہے تم اسے چھوڑ کے خیانت اور بے انصافی کی را ہوں کو اختیار کرو۔ ہمارا حکم یہی ہے کہ دشمن سے بھی عدل و انصاف کیا جائے۔

تیسرا بات یہ بتائی گئی کہ عدل تقویٰ کے سب سے قریب ہے۔ **أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ** یعنی اگر تم میری پناہ میں آنا چاہتے ہو، اگر تم تقویٰ کی چادر میں اپنے وجود کو لپیٹ کر شیطان کے تمام حملوں سے محفوظ رہنا چاہتے اور میرا پیار حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں عدل کے مقام پر قائم رہنا ہوگا۔

چوتھے یہ بتایا کہ جب تک کوئی شخص عدل کے مقام پر مضبوطی سے قائم نہ رہے وہ یہ خیال دل میں نہ لائے کہ اسے پھر خدا کی پناہ بھی ملے گی اور اس کی مدد اور نصرت بھی حاصل ہوگی۔ پانچویں یہ کہا کہ انصاف کرو اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔

چھٹے یہ بتایا کہ جو عدل نہیں کرتے وہ پھر کسی خیر کی طاقت نہیں رکھتے۔ فساد ہی پیدا کرنے والے ہیں۔

ساتویں یہ بتایا کہ جو عدل نہیں کرتے وہ صراط مستقیم پر نہیں۔ بھٹکے ہوئے ہیں۔ مقصدِ حیات کو وہ حاصل نہیں کر سکتے۔

آٹھویں یہ بتایا کہ خواہشات نفس کی پیروی عدل و انصاف کی راہ سے دور لے جاتی ہے۔ اس واسطے ہوائے نفس کی پیروی نہیں کرنی اور نویں یہ بتایا (۱) جو اہل ہیں ان کو ان کی امامتیں دو اور (ب) جو فیصلے ہوں ان میں عدل ہو۔ یہ دوسری آیت ہے جو پڑھنے سے رہ گئی ہے۔

تَؤَدُّ وَالْأَمْنَتِ إِلَىٰ أَهْلِهَاٌ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا
بِالْعَدْلِ (النساء: ۵۹) جو اہل ہیں ان کو ان کی امانتیں دو۔ الہیت خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت
سے ثابت ہوتی ہے۔ الہیت خدا تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتیں کی نشوونما سے ظاہر ہوتی ہے ایک
شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے کہ وہ یونیورسٹی میں فرست آتا ہے اور ریکارڈ توڑتا ہے خدا کہتا
ہے جو اہل ہے اس کو اس کی امانت دو۔ اس کی Appreciation کرو ایک تو یہ ہے۔ پھر اگر
کوئی وظیفہ فرست آنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو یہ کوشش نہ کرو کہ اس شخص کو نہ ملے بلکہ
ہمارے کسی دوست کے بیٹے کو ملے جو فرست نہیں آیا۔ دنیا میں یہ ہوتا رہتا ہے۔ ساری دنیا ہی
گند میں ملوث ہوئی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ نے پھر یہ کہا کہ الہیت کی بنابر ہی نہیں بعض ایسے
حقوق ہیں۔ دراصل تو ہر حق ہی الہیت کی بنابر آتا ہے اور اسی کے ساتھ یہ ہے کہ بعض تو ایسے
فیصلے ہیں جن کا تعلق حاکم وقت سے نہیں مثلاً یونیورسٹی نے فیصلہ کرنا ہے۔ بعض کا فیصلہ باہمی
پنجابیتوں نے کرنا ہے۔ باہمی گفت و شنید نے کرنا ہے۔ بعض کا فیصلہ باہمی اقوام نے کرنا ہے
یہ بہت ساری ایسی اہلیتیں جن کا تعلق حاکم وقت سے نہیں۔ تو پہلے یہ اصول بتا دیا کہ ہر الہیت
جو بھی مطالبہ کرتی ہے وہ امانت ہے اور وہ امانت حق دار کو، جو اہل ہے اسے ملنی چاہیئے اور
دوسرے یہ کہا کہ اپنے ملک کے اندر حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ انصاف اور عدل کو ہاتھ سے نہ
چھوڑے اور تعصبات سے بالا ہو کر عدل کے مقام کو مضبوطی سے پکڑ کے اسلامی تعلیم کی روشنی
میں وہ حکومت چلانے تاکہ ملک کے اندر رخو شحالی پیدا ہو۔

تعصب جو ہے میں بہت دفعہ پہلے بھی سمجھا چکا ہوں آپ کو، یہ صرف جماعت احمدیہ
کے خلاف ہی تو تعصب نہیں ہمارے ملک میں بے شمار تعصبات ہیں۔ بڑی تکلیف ہوتی ہے
دیکھ کے۔ مثلاً ایک وقت میں ہمارے سامنے آگئے صوبائی تعصبات۔ ہمارے سامنے آگئے
زبان کا جو فرق ہے اس کا تعصب پشتہ بولنے والا پنجابی بولنے والے کو پسند نہیں کرتا، پنجابی
بولنے والا پشتہ بولنے والے کو پسند نہیں کرتا وہ اس کے حقوق مارنے کے لئے تیار۔ یہ اس کے
حقوق مارنے کے لئے تیار۔ خدا نے کہا اس طرح نہیں کام چلے گا۔

پھر تعصب اپنے نا اہلوں کے حق میں تعصب غیر اہل کے خلاف یہ تعصب ہے یعنی جو

اہل نہیں، اس کو دے دینا جو اہل ہے اس کو نہ دینا۔ بے شمار شکلیں ہیں تعصبات کی، بے شمار شکلیں ہیں خدا تعالیٰ کی اس حسین تعلیم کو توڑنے کی جو ہمیں نظر آتی ہیں۔ ہمارا کام تو ہے وعظ کرنا۔ وعظ کر دیتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارا یہ کام ہے کہ ہم یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو اس عظمت سے شناسا کرے جو عظمت خدا تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا کی اور جن رفعتوں تک خدا تعالیٰ انسان کو لے جانا چاہتا ہے نوع انسانی اس رفتہ کو حاصل کرے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چل کے وہ اس یقین پر پہنچیں کہ واقعی ایسی چنتیں جن کے حسن کی، جن کی لذت کی، جن کے سرور کی کوئی مثال نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی رضا کی ان جنتوں تک ہمیں لے جانے والے ہیں ہمارا کام ہے دعا میں کریں اور وعظ کریں۔ وعظ بھی ہم کر دیتے ہیں اور دعا میں بھی۔ آپ کو بھی جتنی توفیق ملے بہت دعا میں کریں۔ نوع انسانی کے لئے دعا میں کریں پہلا حق تو ان کا ہے نا۔ پہلا حق اس کا ہے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے کہا میں تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں وہ کَافِةً لِّلثَّالَّاسِ۔ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ اے لوگو! میں ساروں کی طرف آیا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تم سب کی طرف اے انسانو! مبعوث ہو کے آیا ہوں اور اگر ہم اپنی دعاؤں میں سب انسانوں کو بھول جائیں تو پھر ہمارا کیا پیار باقی رہ جائے گا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقائق کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور مقام کو اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے حسن اور اس کے احسان کو اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور اور آپ کے اسوہ کو پہچانتے نہیں، توفیق عطا کرے وہ ان سب کو پہچانے لگ جائیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کی جنتوں میں داخل ہونے کا ان کے لئے سامان پیدا ہو جائے۔ آمین

(روزنامہ افضل ربہ ۱۱ اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۶)



پاک اور متنقی وہی ہے جسے خدا پاک اور متنقی قرار دے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

انسان خدا سے دور ہو کر ہی انا نیت کا چولہ نہیں اوڑھتا اور تکبر اور فخر اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے کی لعنت میں بیٹلا نہیں ہو جاتا اور خدا سے دوری کی راہوں کو اختیار کرنے کے بعد ہی اس قسم کی انا کا، انا نیت کا مظاہرہ نہیں کرتا جس قسم کی انا نیت کا مظاہرہ فرعون نے آنار بُكْمُ الْأَعْلَى (النُّزِعَة: ۲۵) کہہ کر کیا تھا بلکہ خدا پر ایمان لانے کے بعد بھی اس ابتلا کا دروازہ انسان پر کھلا رہتا ہے۔ اسلام نے مذہب کی جو بنیادی حقیقت ہمیں سمجھائی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا کام ہے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر اخلاص کے ساتھ اور نیک نیت کے ساتھ ان اعمال کو وہ بجالائے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بجالا و اور ان سے اجتناب کرے جن سے بچنے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اعمال کو قبول کرنا یا نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ان چھپی ہوئی پوشیدہ ایسی کمزوریوں کو جانتا جن پر انسان خود بھی اطلاع نہیں رکھتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ یہ انسان کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اسلام کی اس تعلیم کا جو حصہ ہے، اس کا خلاصہ اس فقرہ میں بیان کیا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد سمجھو کہ کچھ نہیں کیا۔ اس لئے کہ قبول کرنا یا نہ کرنا، یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کوئی شخص ساری ساری رات خدا کے حضور بظاہر دعا میں کرنے کے باوجود خدا کا پیارا نہیں بنتا۔ مالی قربانیاں دینے کے بعد، وقت کی قربانی دینے کے

بعد، نفس کی قربانی دینے کے بعد عزت کی قربانی دینے کے بعد خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول نہ کرے۔ اس سلسلہ میں حکم قرآن کریم میں یہ بیان ہوا ہے کہ **لَاتَّرْكُواْ أَنْفُسَكُمْ** (النّجّم: ۳۳) خود اپنے نفس کو اور ایک دوسرے کو (یہ دونوں مفہوم اس میں آتے ہیں) پاک اور مطہر نہ فرار دیا کرو۔ مختلف آیات میں یہ مضمون اور اس کے مختلف پہلو بیان ہوئے ہیں۔ چند ایک آیات آج کے خطبہ کے خطبہ کے لئے میں نے منتخب کی ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ مختصر خطبہ دوں کہاں تک کامیاب ہوتا ہوں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

سورة نجم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى (النّجّم: ۳۳)

دنیا میں خدا کے علاوہ کوئی وجود تمہیں اتنا نہیں جانتا جتنا خدا جانتا ہے۔ سب سے زیادہ تمہیں اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ آگے دلیل دی کیونکہ اسلام حکمت سے پر مذہب ہے۔ **إِذَا نَشَأْ كُمْ مِنَ الْأَرْض** (النّجّم: ۳۳) اس وقت سے جانتا ہے کہ جب اس نے زمین کے ذریوں کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہارے وجود کا حصہ بنیں۔ ابھی ماں کے پیٹ میں تم نہیں گئے لیکن زمین کے ذرے کچھ ایسے پیدا کئے گئے تھے جو تمہارے جسم کا حصہ بنے۔ ہر فرد واحد مختلف مجموع ہے ذرات کا۔ وہ ذرات اس کے جسم کا حصہ بنتے ہیں۔

إِذَا نَشَأْ كُمْ مِنَ الْأَرْض جب تم کو اس نے زمین سے پیدا کیا اس وقت سے وہ تمہیں جانتا ہے تو یہ ذرات ہیں جو فلاں فرد واحد کے جسم کا حصہ بنیں گے۔ وہ اس کا جسم بنادیں گے۔

وَإِذَا نَتَمْ أَجْهَنَةً فِي بُطُونِ أُمَّهِتِكُمْ (النّجّم: ۳۳) اور جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں ابھی پوشیدہ تھے۔ پیدائش بھی تمہاری نہیں ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ اس وقت بھی جانتا تھا۔ تم اس وقت اپنے آپ کو جانتے تھے؟ نہیں، کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اپنے ہوش و حواس میں کہ میں اپنے نفس سے واقف تھا اس وقت جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔ پیدائش کے بعد کے واقعات بھی نہیں جانتا۔ بعض بڑے ذہین بچے ہیں ان کو بہت بچپن کی باتیں یاد ہیں لیکن پیدائش کے بعد کی جو چیز نکلی اس کے منہ سے وہ کسی کو بھی یاد نہیں ہو گی لیکن خدا کہتا ہے میں تمہیں اس وقت بھی جانتا تھا جب ابھی تم اپنی ماں کے پیٹ میں پوشیدہ تھے اس لئے

فَلَا تُرْكَوْا أَنفُسَكُمْ تِمَّ پاکیزگی کا دعویٰ میرے سامنے مت کرو۔ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى
خدا جانتا ہے کہ تم میں کون مت قی ہے اور کون مت قی نہیں ہے۔

سورہ ال عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ
لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا
يُنَزَّلُ عَنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ○ (ال عمران: ۷۸)

کہ بہت سے لوگ دنیا میں ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے عہد باندھتے ہیں۔ قربانیاں کرنے کے خدا تعالیٰ سے عہد باندھتے ہیں۔ ایشار کرنے کے، مال اس کے حضور پیش کر دینے کے، اپنے بچوں کو وقف کر دینے کے وغیرہ وغیرہ اور فتنمیں کھاتے ہیں کہ جو انہوں نے عہد باندھا رب سے وہ ضرور پورا کریں گے لیکن پھر ایک وقت ان کی زندگی میں ایسا آتا ہے کہ وہ اپنے عہدوں اور قسموں کے بدلے میں تھوڑی سی دنیوی قیمت لے لیتے ہیں۔ دنیا کے اموال انہیں ان کے عہد اور ان کی فتنمیں بھلا دیتے ہیں۔

دنیا کی عزتیں اور وجہاتیں اور انتخابات میں حاصل ہونے والے عہدے ان کو دنیا کی طرف کھینچ لیتے ہیں اور خدا سے دور لے جاتے ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دنیا میں تو وہ ایسا کر لیتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ان کو اس قابل بھی نہیں سمجھے گا کہ ان کی طرف منہ کر کے ان سے بات کرے۔ وَلَا يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ اور نہ ان کی طرف نظرِ التفات سے دیکھے گا۔ وَلَا يُنَزَّلُ عَنْهُمْ بڑے بڑے دعوے ان کے اپنی زندگی میں تھے کہ ہم پاک مطہر ہیں لیکن وَلَا يُنَزَّلُ عَنْهُمْ قیامت کے دن خدا اعلان کرے گا کہ میری نگاہ میں یہ لوگ پاک اور مطہر نہیں ان کو پاک نہیں ٹھہرائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب اس نے مقدر کر رکھا ہے۔ جو پاک اور مطہر، خدا کی نگاہ میں ہواں کی جزا ان کو نہیں ملے گی، اس پاک اور مطہر کی جزا جو قرآن کریم میں بیان کی ہے جس کا ابھی ہم ذکر سنیں گے بلکہ عذاب ایسے ان کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ^ع وَمَنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَ إِثْمًا عَظِيمًا ○ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُونَ أَنفُسَهُمْ طَبَلَ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلِمُ مَوْلَانَ فَتَيْلًا ○ (النساء: ۴۹، ۵۰)

اللہ اس بات کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے اور جو گناہ اس سے ادنیٰ ہوا سے جس کے حق میں چاہے گا معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت (رحمتی) وسعت کل شئیں (الاعراف: ۱۵۷) فرمایا گیا ہے) ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ایک دن میں سوچ میں پڑ گیا کہ مشرک کو کلیّۃ معاف نہ کرنا بھی خدا تعالیٰ کی اس رحمت کے خلاف نظر آتا ہے میرے جیسے عاجز انسان کو۔ تو مجھے یہ سمجھ آئی کہ جو شرک کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں خدا تعالیٰ کلیّۃ اگر چاہے، اس کا فضل اور رحمت نازل ہوتا معاف کر دیتا ہے لیکن شرک کو کلیّۃ معاف نہیں کرتا عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔ اس کی سزا کے متعلق یہ کہیں اعلان نہیں کیا قرآن کریم میں کہ میں مشرک کی جو سزا ہے اس میں تخفیف نہیں کروں گا۔ یہ کہا ہے کہ شرک کا کوئی گناہ معاف نہیں ہوگا۔ سزا ضرور ملے گی۔

اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا ہو تو سمجھو کہ اس نے بہت بڑی بدی کی بات بنائی اور افترا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُونَ أَنفُسَهُمْ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ایسے مومن جو ساتھ شرک میں بھی مبتلا ہیں وہ تزکیہ نفس کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اس دنیا میں اور یہ نہیں سمجھتے کہ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ اصل تزکیہ نفس اللہ سے ملتا ہے اور وہی حقیقت تزکیہ نفس ہے جو خدا کی نگاہ میں تزکیہ نفس ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کو میں مزکی مطہر نہیں ٹھہراؤں گا بلکہ ان کو عذاب دوں گا جیسے پہلے بھی ذکر ہے لیکن وَلَا يُظْلَمُونَ فَتَيْلًا عذاب ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے، خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیئے کی وجہ سے ملے گا۔ ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

ابھی میں ایک اگلی آیت لے رہا ہوں جس میں وضاحت سے یہ بات کہی گئی ہے کہ ایمان کے ساتھ شرک بھی ہے۔ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ بِكُثُرٍ هُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ○ أَفَأَمْنَوْا أَنْ تَأْتِيهِمْ
غَاشِيَةً مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيهِمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○
(یوسف: ۱۰۸، ۱۰۷)

اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر۔ یہ ”نہیں“ جو ہے وہ اگلے حصے کے ساتھ لگتا ہے یعنی ایمان بھی لاتے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ بِكُثُرٍ هُمْ بِاللَّهِ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر اس حالت میں بھی ان کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کا شرک بھی کر رہے ہیں۔ ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور مشرکانہ عمل بھی ہے۔ دونوں پہلو بہ پہلو ان کی زندگی میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ بِكُثُرٍ هُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ کہا یہ لوگ اس بات سے محفوظ اور بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں سے کوئی سخت عذاب آجائے یا اچانک ان پر وہ گھڑی آجائے جس کی پہلے سے خبر دی جا چکی ہے۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور ان کو پتا بھی نہ لگے اس قدر اچانک خدا تعالیٰ کی گرفت انہیں پکڑے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تزکیہ چاہتے ہو اور طہارت پسند کرتے ہو اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مزکی بننا چاہتے ہو۔ تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ یَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا پہلے میں نے بتایا ہے نا آیت میں تھا وَمَا يُؤْمِنُ بِكُثُرٍ هُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ تو یہاں آگے اس آیت میں جوابی میں پڑھوں گا یہ فرمایا کہ جب تم ایمان لاو تو پھر (دوسرا حصہ جو ہے اس میں بڑا وسیع مضمون بیان کر دیا) چھوٹا بڑا گناہ نہ کرو۔

يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَبِعُوا حُطُوطَ الشَّيْطَنِ ○ وَمَنْ يَتَبَعْ حُطُوطَ
الشَّيْطَنِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
مَا زَكَ مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا ○ وَلِكِنَّ اللَّهَ يُرِكِي مَنْ يَشَاءُ ○ وَاللَّهُ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ (النور: ۲۲)

کہ اے مومنو! اگر تم ایمان لانے کے بعد اس پیار کو حاصل کرنا چاہتے ہو جو خدا تعالیٰ کے مطہر بندے اپنے ربِِ کریم سے حاصل کیا کرتے ہیں تو اس نصیحت کو مضبوطی سے کپڑو کہ شیطان کے قدموں پر مت چلو اور یہ یاد رکھو کہ جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے شیطان تو

بدیوں کا حکم دیتا ہے غشاء کا حکم دیتا ہے، ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے وہ اس منکر یعنی ناپسندیدہ بات کا حکم دیتا ہے جس کو خدا بھی پسند نہیں کرتا۔ جس کو تمہاری فطرت صحیح بھی پسند نہیں کرتی اور **وَلَوْ لَا فَضْلٌ اللَّهُ عَلِيُّكُمْ وَرَحْمَةٌ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَفُولٌ** اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم تم پر نہ ہوتا تو بھی بھی تم میں سے کوئی پاک باز نہ ہوتا۔ پاکباز بننے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کی ضرورت ہے۔ **وَلِكِنَّ اللَّهَ يُرِيُّكُمْ مَنْ يَشَاءُ** لیکن خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی نگاہ میں پاکباز نہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے کہ خدا کے بندے اس کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کر سکیں۔ رحمت اور فضل کو جذب کرنے کے لئے بیسیوں طریق بتائے ہیں یہ اعلان فرمایا:-

قُلْ مَا يَعْوَبُ إِلَيْكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان: ۸۷) کہ اگر دعاوں کا سہارا نہیں لو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری کیا پرواہ کرے گا۔ اس کا فضل اور اس کی رحمت تمہیں حاصل نہیں ہوگی۔ **وَلِكِنَّ اللَّهَ يُرِيُّكُمْ مَنْ يَشَاءُ** خدا تعالیٰ جسے پسند کرتا ہے اسے مطہر پاک بنادیتا ہے، پاکباز بنادیتا ہے اور **وَاللَّهُ سَمِيعُ** خدا تعالیٰ دعاوں کو سننے والا ہے۔ ان کو صحیح طریق پر دعا کرنے کی توفیق دیتا ان کی دعاوں کو سنتا اور ان کی دعاوں کوں کرشیطانی حملوں سے انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور کبر اور غرور ان کی فطرت میں ان کے اعمال میں پیدا نہیں ہوتا اور جیسا کہ خدا نے پسند کیا وہ آسمانوں کی طرف پرواز کریں اور اس کے قرب کو حاصل کریں۔ وہ آسمانوں کی طرف پرواز کرتے اور اس کے قرب کو حاصل کرتے ہیں۔ زمین کی طرف جھکتے اور اس میں ڈھنس ہی نہیں جاتے **وَاللَّهُ سَمِيعُ** دعاوں کو سننے والا ہے اور ظاہری دعاوں کا نہیں **عَلِيهِ** یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری ظاہری، دکھاوے کی جو آہ و بکا ہے وہ اسے پسند آجائے گی۔ وہ تو تمہارے چھپے ہوئے سینے کے رازوں کو بھی جاننے والا ہے۔ نیک نیتی کے ساتھ اور خلوص کے ساتھ اور ایثار کے جذبات کے ساتھ اور اسی کے پیار اور اس کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مست ہو کر اس کے سامنے جھکو۔ وہ تمہاری دعاوں کو قبول کرے گا۔ اپنی رحمت اور فضل کا تمہیں وارث بنائے گا اور تمہیں پاک اور مطہر کر دے گا۔ سورہ اعلیٰ میں فرماتا ہے:-

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَّلَّ (الاعلیٰ: ۱۵) جس نے اس طرح تزکیہ اور طہارت حاصل

کرنے کی کوشش کی وہ کامیاب ہو گیا اور پاکیزہ را ہوں کی اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے اسے توفیق ملی ہے تو وہ ناکام نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا اور **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَكَ** کے بعد خدا تعالیٰ کے پاس جو شخص مومن ہونے کی حالت میں آتا ہے مومن تو پہلے بھی آیات میں آیا تھا لیکن یہاں بالکل واضح ہے کہ مومن سے وہ مراد ہے جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مومن ہے اور جس کے اعمال میں شرک کی، نہ شرک خفی، نہ شرک جعلی، نہ ظاہر و باطن کسی قسم کے شرک کی کوئی ملوثی نہیں۔ **وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا** جس نے کوشش کی پاک اور مطہر ہونے کی اور خدا کے حضور وہ اس حالت میں پہنچا کہ خدا کی نگاہ نے بھی اسے پاک اور مطہر پایا اور **قَدْ عَمِلَ الصَّلِحَاتِ** اس حالت میں مومن کہ اس نے حالات کے مطابق نیک اعمال کئے تھے یعنی جہاں خدا نے جس رنگ میں جو عمل صالح کرنے کی اجازت دی تھی اور حکم دیا تھا اس کے مطابق وہ اعمال صالحہ بجالا یا تھا۔ **فَأَوْلِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى** (طہ: ۲۷) یہ لوگ ہیں جو اعلیٰ درجہ پائیں گے۔ یہ اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ **جَنَّتُ عَدُّنِ** ہمیشہ رہنے والی جنات ہیں۔ یہیں شاید ایک خطبہ میں میں نے اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔ **خَلِيلِينَ قِيهَا جَنَّتٍ** جناتی حاصل کرتے ہیں۔ کسی وقت بھی اس افادیت کو ہمیشہ قائم رکھنے والا اور اس سے جو کچھ جنتی حاصل کرتے ہیں۔ یہ جو آیات میں کمی نہیں آنے والی اور ان کی اپنی زندگی بھی نہ ختم ہونے والی ہے۔

خَلِيلِينَ قِيهَا طَوْذِيلِكَ جَرَزْ وَأَمِنْ تَرَكَ (طہ: ۲۷) یہ اس شخص کی جزا ہے جو خدا کے نزدیک پاک اور مطہر ہوا لیکن جنہوں نے بڑے بڑے دعوے کئے جیسا کہ دوسرا آیت میں ہے لیکن خدا کی نگاہ میں وہ پاک اور مطہر نہیں ہوا بلکہ ان کی یہ جزانہیں۔ یہ جو آیات میں نے اکٹھی پڑھیں ان میں ہمیں پندرہ باتیں نظر آتی ہیں۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو خوب جانتا ہے جیسا کہ میں نے بتایا وہ اس وقت سے جانتا ہے قرآن کریم کے کہنے کے مطابق جب ابھی زمین کے ذرات میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے تمہارے اجسام پھر جب تم اپنی ماں کے رحم میں پوشیدہ تھے اپنا تمہیں کچھ ہوش نہ تھا یعنی یہ احساس نہ تھا کہ میں ہوں ماں کے پیٹ میں تو بچے کو یہ احساس Consciousness

نہیں ہوتا۔ خدا کو تمہارا علم ہے اس وقت سے میں جانتا ہوں۔ ایک یہ کہا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں وہ اس وقت سے ہمارا واقف ہے کہ جب ہم، ہمارا جسم مٹی کے ذرور کے اندر تھے اور انہیں ادھر ادھر ہوا تھیں اڑا کے کہیں سے کہیں لے جا رہی تھیں، پھر خدا تعالیٰ نے ایک وقت میں ان کو اکٹھا کر دیا مختلف طریقوں سے۔ اس وقت ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ حکم دیا کہ اپنی جانوں کو پاک مت قرار دو۔

تیسرا یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ مقی کون ہے۔ کوئی شخص اپنے متعلق کسی کے واقعی اور حقیقی اور مثبت طور پر متفق ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا اور نہ کسی کے متعلق ایسا اعلان کر سکتا ہے۔

چوتھے پھر فرمایا کہ بعض لوگ خدا تعالیٰ کے حضور بڑے عہد باندھتے ہیں، بڑی قسمیں کھاتے ہیں، لوگوں کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم اس طرح کے فدائی اور جانثار اور ہر قسم کی قربانیاں کرنے والے خدا کے حضور ہیں لیکن جب دنیا کے مال و متناع ان کے سامنے اور دنیا کی Commodities ان کے سامنے آئیں تو ساری قسمیں اور عہد جو ہیں وہ تیج کے دنیا لے لیتے ہیں اور اپنے عہد کو توڑتے اور اپنی قسموں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

پانچویں یہ فرمایا کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتے اور اللہ کی رضا جو حاصل نہ کر سکے اس کے متعلق اس آیت میں تین باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ آخرت میں ان کا تحوڑا اسا حصہ سے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں اور آخرت کی جو عظمت ہے۔ اخروی زندگی کی جو عظمت اور شان ہے وہ یہاں بیان ہوئی ہے۔ وہ جنتیں، وہ پھل جیسے بھی ہیں اس زندگی کے لئے وہاں کا وہ پانی، وہاں کا وہ شہد وہاں کا وہ گوشت لَحْمٍ طَيْرٍ مَّا يُشَهِّدُونَ (الواقعة: ۲۲) کے جو تم پسند کرو گے وہ تمہیں مل جائے گا۔ ٹھیک ہے یہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن بنیادی طور پر جو عظمت ہے اخروی زندگی میں وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ یہاں یہ اعلان کیا آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور تیسرا بات یہ بتائی کہ نظر التفات سے بھی ان کو نہیں

دیکھے گا۔ خدا تعالیٰ کی نظر سے تو کوئی غالب نہیں، کوئی چھپا ہو انہیں ہر چیز اس کی نظر میں ہے۔ تو یہاں یہ جو کہا کہ **لَا يَنْتَرُ إِلَيْهِمْ يَرَى نَظَرَ الْفَاتَةِ** یہ نظر التفات ہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی آنکھ میں بھی وہ پیار نہیں پائیں گے اور یہ محرومی بہت بڑی محرومی ہے۔ جنت کی بڑی عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ حاصل ہو۔ انسان وہاں اپنے رب کریم کی نگاہ میں پیارا پنے لئے دیکھے اور اس کو پھر کیا چاہیے۔ اور چھٹی بات یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ قہر کا جلوہ دیکھیں گے۔

اور ساتویں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا بلکہ ہاں اگر چاہے تو اپنی رحمت سے کسی مشرک کی سزا میں کمی کر سکتا ہے لیکن بلکہ شرک معاف کر دے، یہ نہیں۔ اور یہ بڑا زبردست اعلان ہے اور ہمارے سوچنے کے لئے ایک بڑی خطرناک بات ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے قہر کے جہنم میں ایک لحظہ کے لئے بھی انسان اگر سوچ تو وہ زندگی برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک لحظہ کی جہنمی زندگی ہماری عقل، ہماری روح، ہماری فطرت برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو یہ کہا گیا ہے کہ شرک سے بچو۔ اس واسطے کہ تمہیں اگر شرک کرو گے تو بہر حال میرے قہر کے جہنم میں سے گزرنا پڑے گا۔ تھوڑے عرصہ کے لئے یا زیادہ عرصہ کے لئے، اس کی رحمت پر اس کا انحصار ہے اس کا ہم کیا کر سکتے ہیں عاجز بندے۔

اور آٹھویں بات ان آیات میں یہ بتائی گئی ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں دنیا میں جو اپنی پاکیزگی کا ڈھنڈو را پیٹتے ہیں کہ ہم بڑے پاک ہیں حالانکہ پاک وہ ہیں جنہیں ہم پاک قرار دیں۔ اور نویں یہ بتایا کہ ایسے لوگ جو اپنی پاکیزگی اور طہارت کا ڈھنڈو را پیٹنے والے ہیں وہ خدا کی نگاہ میں پاک اور مطہر نہیں بلکہ اس کی سزا کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

اور دسویں یہ بتایا کہ اکثر لوگ ایمان کے دعوے کے ساتھ ساتھ شرک میں بھی ملوث رہتے ہیں۔ شرک ہزار قسم کا ہے شرک بتوں کا ہے پھر آگے بتوں میں بھی مشرک نے تقسیم کر دی۔ پتھر کا بات ہے، لکڑی کا بات ہے، ہاتھی دانت کا بات ہے، مٹی کا بات ہے، سونے کا بات ہے، چاندی کا بات ہے، ہیرے اور جواہرات کا بات ہے، کیا کیا بات بنالئے انہوں نے اور یہ نہ دیکھا کہ یہ بت اور ہم سیدھے جہنم میں جانے والے ہیں ایک تو یہ کھلا، صاف اور Crude قسم کا شرک ہے جو انسان کرتا ہے۔

ایک شرک ہے سیاسی اقتدار کا، سفارشوں کے پچھے لوگ دوڑتے ہیں۔ خدا تعالیٰ پر تم توکل نہیں کرتے اور سفارش پر زیادہ توکل کرتے ہو۔ ایک شرک ہے رشوت کا، رشوت کو بت بنالیا کہ ہمارا کام دعا سے نہیں رشوت سے ہو جائے گا۔ پھر شرک ہے اپنے نفس کی موٹائی کا کہ میں ایسا ہوں، میں ایسا ہوں، میں وہ ہوں جیسا کہ میں نے بتایا ہمارے ایک مسلمان بادشاہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا جس نے الحمراء کا محل بنایا تھا کہ میں اتنا عظیم بادشاہ ہوں کہ کئی ہزار مزدor الحمراء کا محل بنارہا تھا صرف پھر کھونے والے تھے کئی ہزار جو ساری دنیا سے آئے ہوئے چوٹی کے کارگر تھے۔ یہ انا، میں، میں تو اتنا غالب آیا شیطان کہ ہر چیز میں انانیت کے جلوے اس کو نظر آئے مگر خدا تعالیٰ نے اس کی کوئی نیکی قبول کی ہوئی تھی اس وقت خدا نے کہا فرشتوں کو میرے بندے کو جا کر بتاؤ، جھنجورو، سنبحالو اسے تو خدا تعالیٰ کے حکم سے اسے سنبحالاً گیا اور یکدم اسے احساس ہوا کہ میں خدا کو چھوڑ کے انانیت کی طرف کیسے جھک رہا ہوں گھوڑے سے چھلانگ ماری اور مصلحتی بچھائے بغیر زمین کے اوپر سجدہ ریز ہو گیا۔ واپس آگیا کہا میں اس محل میں نہیں ٹھہر سکتا۔ جب تک اس کوئی سجاوٹ نہ پہناؤ لا **غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ** اس کا Motive ہے۔ قریباً دواڑھائی گز کی پٹی ہے چاروں طرف کمرے ہیں۔ ہر کمرے میں لا **غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ** کہیں چھوٹی پٹی میں، کہیں گول دائرہ کے اندر لکھا ہوا ہے۔
لا غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ سے انہوں نے سجادیا۔

اگر کوئی شخص اپنے دل میں حقیقی طور پر لا **غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ** کے مفہوم کو سمجھتا ہے انانیت وہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ مار دی اس بادشاہ نے اپنی انانیت لا **غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ** کے عملی اعلان کے ساتھ اور جب وہ محل لا **غَالِبٌ إِلَّا اللَّهُ** کے سامنے میں آگیا تو پھر بادشاہ اس میں آگیا۔ پھر اس نے وہاں رہائش اختیار کی۔ میں نے جا کے دیکھا، نماز کے لئے ایک چھوٹا سا حجرہ بھی بنایا ہوا ہے۔ میں نے منصورہ بیگم کو کہا ویسے تو انہوں نے اجازت نہیں دی ہوئی میں نے کہا یہاں سجدہ کر لودعا کرو ان لوگوں کے لئے تو انہوں نے وہاں سجدہ کر لیا۔

ہمیں توفیق مل گئی۔ کسی وقت وہ ساری چیزیں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کو مل جائیں گی لیکن بہرحال ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

بعض لوگ اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں اپنی پاکیزگی اور طہارت کا ڈھنڈوڑہ پیٹتے ہیں حالانکہ خدا کی نگاہ میں وہ سزا کے مستحق ہیں، پاک نہیں ہیں اور اکثر لوگ ایمان کے دعوے کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں جیسا کہ یہاں میں نے مثال دی تھی بادشاہ سلامت کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو شرک سے بچایا اور پختہ ایمان پر ان کو قادر کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم پاکیزہ بننا چاہتے ہو تو ضروری ہے کہ شیطان کے ہر حملہ سے تم اپنے آپ کو محفوظ کرو اور اس کے لئے تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اے مومنو! تم شیطان کے قدم پر نہ چلو بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے حصول کے لئے جو طریق قرآن کریم نے بتائے ہیں ان پر عمل کر کے رحمت اور فضل کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

تیرھویں اور اگر خدا تعالیٰ تمہیں اس کوشش میں کامیاب کر دے (اللہ ہی اپنے فضل سے پاک بننے کی توفیق دیتا ہے) اگر تم اپنی دعاویں سے، اپنے اعمال سے، اپنے رب کو خوش کر لو گے اور اس کی مغفرت تمہاری کوتا ہیوں کو ڈھانپ لے گی اور اس کا فضل تمہارے عمل سے زیادہ جزا دے دے گا اور اس کی رحمت کے سمندر میں تم نہانے لگو گے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

اور پندرھویں کامیابی اور جزا جوان آیات میں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے درجات الدّرَجَاتُ الْعُلَى بہت بلند درجات ہوں گے۔ یہاں میں سمجھتا ہوں اسی طرف اشارہ ہے کہ خدا تم سے کلام کرے گا اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں تمہیں اپنے لئے محبت اور پیار نظر آئے گا۔ پیار کی، اور رضا کی نظر اللہ تعالیٰ کی تم پر پڑے گی اور اس کے علاوہ پھر اس کے کم درجے کے فضل بھی تمہیں ملیں گے ایسی جنتیں جہاں ہر قسم کے آرام ہوں گے، ہر قسم کی ضرورت کو پورا کیا جائے گا وہاں کے جسموں کے مطابق وہاں کی روح کے مطابق۔ یہ جنتیں ہمیشہ فائدہ پہنچاتی رہیں گی۔ اپنے مکینوں کو اور مکین ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ جنتوں میں رہیں گے اور ہمیشہ جنتوں سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ جنتیں ہمیشہ (محروم وقت تک کے لئے نہیں) اپنے مکینوں کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی اور ان جنتوں میں بسنے والے مکین ہمیشہ ان جنتوں سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے ہم سب کو ان جنتوں کا وارث بنائے۔ آ میں

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸ اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۶)

اللہ صبر و استقامت دکھانے والوں سے وعدوں کے مطابق پیار کرے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تَشَهِّدُ وَتَعْوِذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بعد حضور انور نے درج ذیل دو آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفْنَكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ○ (الروم: ۶۱)
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
بِالْعُثْمَى وَالْإِبْكَارِ ○ (المؤمن: ۵۶)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

قرآن عظیم میں صبر کے موضوع پر ایک سو سے زائد آیات میں بیان ہوا ہے۔ یہ ایک بنیادی حکم ہے جس کا تعلق تمام قرآنی احکام سے ہے اور امر ہوں یا نو اہی ہوں۔ صبر کے معنی ہیں جیسا کہ میں نے ایک پہلے خطے میں بھی ذرا تفصیل سے بیان کیا تھا اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ حَبْسُ النَّفْسِ عَلَى مَا يَقْتَضِيهِ الْعُقْلُ وَالشَّرْعُ أَوْ إِمَّا يَقْتَضِيَانِ حَبْسَهَا عَنْهُ (مفردات زیر لفظ صبر) نفس کو روک کر کھانا قابو میں رکھنا ان چیزوں کے کرنے نہ کرنے سے جو عقل کا تقاضا ہو یعنی فطرت انسانی کا حکم ہو یا شریعتِ اسلامیہ کا تقاضا ہو اور مفردات راغب نے لکھا ہے کہ یا ہر دو کا تقاضا ہو۔ چونکہ اسلام دین حکمت ہے اس لئے تمام اسلامی احکام شریعت کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں اور انسانی فطرت اور عقل کے

تفاضلوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں۔ اس کے معنی میں بہت وسعت ہے۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو وہ صبر سے کام لے یعنی بلا وجہ نا مقول طور پر وہ رونا پیٹنا نہ شروع کر دے بلکہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اس حد تک اور اس طریق پر غم کا اظہار کرے جس کی انسانی فطرت یا شریعتِ اسلامیہ نے اجازت دی ہے یا جب مخالف زور کے ساتھ اور طاقت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کی کوشش کرے تو اس وقت صبر اور استقامت کے ساتھ اس کے مقابلے میں شریعتِ اسلامیہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کھڑے ہو جانا اور پیٹھے نہ دکھانا یہ صبر ہے اور باقاعدگی کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ نماز باجماعت کا ادا کرتے رہنا اس پر استقامت اختیار کرنا یہ صبر ہے۔ تو ہر حکم کے ساتھ اس کا اصل میں تعلق آ جاتا ہے کہ نفس کو روک کر رکھنا اس چیز سے جس چیز سے روکا گیا ہے یعنی وہ نہ کرے اور جس چیز کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کو نہ کرنے کی طرف مائل نہ ہو، اس میں سستی نہ دکھائے۔ یہ جو دو آیات میں نے اس وقت تلاوت کی ہیں ان ہر دو کا جو ترجمہ ہے وہ میں پہلے پڑھ دیتا ہوں۔

پس استقلال سے اپنے ایمان پر قائم رہو۔ **فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ** اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور چاہیے کہ جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تجھے دھوکہ دے کر اپنی جگہ سے ہٹانہ دیں۔ **فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَخْفِرْ لِذِنْبِكَ** پس تو صبر سے کام لے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا اور خدا تعالیٰ سے بخشش مانگتا رہ اور اپنے رب کی شام اور صحیح حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح بھی کرتا رہ۔

ان آیات میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ہر حالت میں صبر پر قائم رہنا ہے۔ انسانی زندگی میں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آتا کہ جہاں بے صبری کی اسے اسلام نے اجازت دی ہو۔ دوسری بات چونکہ اسلام حکمت کا مذہب ہے دلیل بھی ساتھ ساتھ دیتا ہے۔ جو لوگ صبر و استقامت دکھاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ان سے عظیم وعدہ یہ ہے کہ وعدوں کے مطابق ان سے وہ پیار کا سلوک کرے گا۔ جیسے جیسے اعمال ہیں ان کی جو جو جزا اور ثواب اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں بیان کیا ہے اس کے وہ حقدار بن جائیں گے محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

تیسرے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اگر کوئی حکم دینے والی ہستی ایسی ہو کہ حکم دے اور وعدہ بھی کرے لیکن ایفائے عہد کی طاقت نہ رکھتی ہو تو انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے کہ میں جو احکام ہیں ان کو بجا بھی لاوں لیکن فائدہ یقینی نہیں۔ تو یہاں یہ تسلی دلائی گئی ہے کہ اگر دنیا دار کوئی وعدہ کرے تو ہزار بدظیاں ہو سکتی ہیں۔ دنیا دار اگر کوئی وعدہ کرے تو ہزار امکان اس بات کا ہو سکتا ہے کہ خواہش کے باوجود وہ اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ ہزار حالات ایسے پیدا ہو سکتے ہیں کہ پہلے طاقت رکھتا تھا وعدہ پورا کرنے کی اب اس سے وہ طاقت چھین لی گئی۔ ہزار امکان ایسا ہے کہ پہلے اس کا دل خدا کی طرف جھکا ہوا تھا اور اب شیطان کے قبضے میں آچکا اور اس لئے وہ وعدہ پورا نہیں کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر تو اس قسم کی کوئی بدظی کی ہی نہیں جاسکتی۔ **آللَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ** جو خدا کا وعدہ ہے وہ بہر حال پورا ہو کر رہے گا لیکن جیسا کہ ہمیں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے متعلق یہ اصولی بات بتائی کہ خدا کا وعدہ اس رنگ میں اور اس وقت پورا ہوگا جس رنگ میں اور جس وقت وہ پورا کرنا چاہے گا۔ انسان اللہ تعالیٰ کو ڈکٹیٹ (Dictate) نہیں کر سکتا۔ زور بازو سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنا وعدہ اس شکل میں اور اس وقت پورا کر۔ بہت سی ایسی قویں ہمیں تاریخ انسانی میں نظر آتی ہیں جن سے کئے گے وعدے صدیوں بعد اسی طرح پورے ہوئے جس طرح وعدے کئے گئے تھے لیکن صدیاں انہوں نے انتظار میں گزاریں۔ ایسی قوم بھی ہمیں نظر آتی ہے کہ وعدہ چار سال کے بعد پورا ہو گیا۔

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جب میں پسین میں گیا تو بڑی بے چینی اور پریشانی اس ملک کے متعلق ہوئی کہ سات سو سال مسلمانوں نے وہاں حکومت کی اور جب وہ مغلوب ہوئے تو مخالفین نے ایک بھی مسلمان باقی نہیں چھوڑا۔ بہت دعائیں کرنے کی ایک رات توفیق ملی کہ خدا یا تیری رحمت میں رہے صدیوں، تیری رحمت سے محروم ہوئے صدیاں گزر گئیں۔ پھر ان کے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کر۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ سامان تو پیدا کر دیجے جائیں گے لیکن تیری خواہش کے مطابق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا وہ سامان پیدا کرے گا اور آخر یہ غلبہ اسلام کا زمانہ

ہے۔ غلبہ اسلام کے دائرہ سے سپین کی قوم باہر نہیں رہے گی۔

تو إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ خدا تعالیٰ پر انسان بدنی نہیں کر سکتا۔ بدنی کرنے والا ہلاک ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی جو طاقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی آج بھی وہی طاقت ہے اس کی۔ اس کی طاقتوں میں کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی جو عظمت اور علوٰ شان اور اس کی کبریائی پہلے تھی جو پہلے ہمیشہ رہی وہ آئندہ ہمیشہ رہے گی۔ پچھلی طرف منہ کریں تو نہ پہلے زمانہ کی کوئی انہاتا ہے جہاں ہماری نظر ٹھہر جائے نہ آئندہ کے متعلق ہماری عقلیں مستقبل کا کوئی ایسا مقام ڈھونڈ سکتی ہیں کہ جس کے بعد کوئی زمانہ نہ ہو اور جس کے بعد خدا تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے جلوے ختم ہو جائیں۔ از لی ابدی خدا ہمیشہ پیار کرنے والوں سے پیار کرنے والا، قربانی دینے والوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں لے جانے والا ہے آزمائش کرتا ہے تا سچ اور جھوٹے میں فرق کرے تا پختہ اور منافق ایمان والے میں فرق کرے تا کمزور ایمان والے کی جو تھوڑی سی عظمت ہے اس میں اور اس عظیم عظمت میں فرق کرے تا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے عظیم تھے ان کی عظمتوں میں اور آپ کی امت میں جو آپ کے غلام جو آپ کے پاؤں کے قریب بیٹھنے والے جو خود کو آپ کی جوئی کے برابر بھی نہ سمجھنے والے ہیں اور اس فدائیت اور پیار اور جاں ثاری کے نتیجہ میں خدا کے پیار کو حاصل کرنے والے ہیں ان دو فرقوں کو وہ ظاہر کرے۔ یہ اپنی جگہ درست لیکن خدا کا وعدہ خدا کا وعدہ ہے۔ وہ جو اتنی عظمتوں والا ہے کہ جن عظمتوں کا انسان تصور نہیں کر سکتا جو تھوڑے وعدے یا چھوٹے وعدے جن کو ہم نسبتاً چھوٹے کہتے ہیں وہ بھی بڑے عظیم ہیں کیونکہ ان کا سرچشمہ اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تو تیسرا بات یہ فرمائی کہ **إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ** گھبرا نہیں۔ بدنی نہ کرنا، جادہ استقامت کو چھوڑنیں دینا دامن جو پکڑا ہے وہ تمہارے ہاتھ سے چھوٹے نہیں، ثبات قدم دکھانا ہے وفا کے نمونے ظاہر کرنے ہیں اور خدا کے پیار کو حاصل کرنا ہے۔

چوڑھی بات ان آیات میں ہمیں یہ بتائی گئی **لَا يَسْتَخِفَنَكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ**۔ کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔ **لَا يُوقِنُونَ** میں واضح کر کے یہ نہیں بتایا گیا

کہ کس بات پر یقین نہیں رکھتے اس واسطے ہم نے اپنی عقل اور اسلام کی عام تعلیم کے مطابق اس کی تفسیر کرتے ہوئے بعض بنیادی باتوں کو اٹھانا ہے تو لَا يُوْقِنُونَ کے ایک معنی ”اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں“۔ دوسرے اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ جو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگ ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ ایک ایسا گروہ بھی ہے۔ تو چوتھی بات ہمیں یہ پتا لگی کہ دنیا میں ایسے انسان بھی ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ یہ یقین نہیں رکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہے، جیسے دہر یہ ہیں، جیسے کمیونٹ ہیں جیسے خدا تعالیٰ کے ایسے دشمن جو یہ اعلان کرتے ہیں کہ زمین سے اس کے نام اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے نامعقول دعوے ہیں لیکن بہر حال ایسا دعویٰ کرنے والے تو موجود ہیں یہ دعویٰ کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ موجود نہیں اور سب کچھ ویسے ہی چلا آ رہا ہے اور انسان کو خدا پر بھروسہ رکھنے اس پر توکل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے مانگنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے نزدیک ملے گا کچھ نہیں اور جو وعدہ دیا گیا ہے چونکہ خدا تعالیٰ پر یقین نہیں لفظ پر کیسے یقین ہوگا۔ اس پر یقین نہیں تو وہ خدا پر یقین رکھنے والوں میں سے بعض کے دلوں میں بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دنیا کی طرف بلاتے ہیں۔ زمین کی طرف کھینچتے ہیں ان لوگوں کو جو آسمانوں کی رفتاروں کی تلاش میں اپنی زندگیاں گزارنے والے ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جن کو خدا کے وعدہ پر یقین نہیں۔ ایک گروہ ایسا بھی ہے دنیا میں کہ جو امپرشن گاؤ (God Impersonal) پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنا عظیم اور انسان کی کیا ہستی ہے۔ اس کے مقابلے میں شے ہی کوئی چیز نہیں لا شے محض ہے۔ اس کو کیا ضرورت پڑی کہ ہم سے ذاتی تعلق رکھے۔ اگر خدا اپنے بندوں سے ذاتی تعلق نہیں رکھتا تو خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو وعدے بھی نہیں دے گا اور اگر وعدہ کا کہیں اعلان ہو تو وہ اعلان ایسے لوگوں کے نزدیک غلط ہوگا۔

تو پانچویں بات یہ فرمائی کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے جس کے متعلق میں نے بڑے اختصار کے ساتھ ابھی کچھ بتایا ہے اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے ایسے لوگ تجھے دھوکہ دے کر مقام صبر سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔ اس میں وہ کامیاب نہ ہوں ان سے ہوشیار رہنا۔

چھٹی بات جو خدائی وعدے ہیں وہ بہر حال اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔ دنیا جتنا چاہے زور لگائے اللہ تعالیٰ کے وعدوں نے تو بہر حال پورا ہونا ہے۔ ان وعدوں کے پورا ہونے کے وقت جنہوں نے ان وعدوں کے پورا ہونے کی برکتوں سے فائدہ اٹھانا ہے وہ ہوں گے جو صبر اور استقلال اور استقامت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حکم بجالانے والے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ جب ہم صبر کریں گے جب ہم خدا تعالیٰ سے جو وفا کا عہد باندھا ہے اسے توڑیں گے نہیں بلکہ اس کے وفادار بندے بن کر اپنی زندگیاں گزاریں گے وہ انعام پائیں گے اس وقت جب وہ وعدہ پورا ہوگا اور جو لوگ کسی کے بہکانے میں آجائیں گے دہریہ منکر دشمن خدا کے بہکانے میں یا ان لوگوں کے بہکانے میں جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر یقین نہیں رکھتے وعدہ پورا ہونے کے وقت ان وعدوں کی برکتوں میں اس گروہ کا تو بہر حال حصہ نہیں ہوگا۔ اس واسطے ہمیں یہ تنبہ کیا گیا ہے کہ ایسے لوگ تجھے دھوکہ دے کر اپنی جگہ یا مقامِ صبر ثبات قدم استقامت استقلال کا جو مقام ہے انسان کا ایک بڑا بزرگ مقام وہاں سے ہٹانے کی کوشش کریں گے ان کے جال میں نہ پھنسنا یہ چھٹی بات ہے یعنی پہلے تو یہ تھا ناکہ کوشش کریں گے وہ۔ چھٹے ہمیں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسے لوگوں کے فریب سے بچ رہنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ ساتویں ہمیں یہ بتایا کہ ان کے مکرا اور فریب سے بچ رہنے کے تین اصول تین گریں ہیں ایک کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں یعنی صبر و استقامت کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ دوسرا ذریعہ اس فریب سے بچنے کا استغفار ہے۔ انسان بہر حال کمزور ہے اور بشری کمزوری کے نتیجہ میں ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو خدا تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں۔ انسان محض اپنی طاقت سے شیطانی حملہ سے بچ نہیں سکتا اس کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شاملِ حال ہو اور خدا تعالیٰ شیطانی حملہ سے اپنی تدبیر سے اپنی رحمت سے اسے بچائے اس واسطے کہا استغفار کرو۔

خدا تعالیٰ سے مغفرت چاہو، مغفرت کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ سرزد نہ ہو انسان اپنی کوشش سے گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس طرح کہ وہ پاک اور مطہر بن جائے کیونکہ بتایا گیا تھا **لَا تَرْكُوا أَنفُسَكُمْ** اپنی کوشش، اپنی تدبیر سے تم خدا کی نگاہ میں پاک اور مطہر نہیں بن سکتے اور دوسرے استغفار کے معنی یہ ہیں کہ گناہ سرزد ہو گیا اس کے بدنتانج سے انسان بچنے کی

خواہش رکھتا ہے لیکن طاقت نہیں رکھتا۔ طاقت خدار کھتا ہے کہ جو اس سے گناہ سرزد ہوا اس کے بدن تنائج سے وہ اپنی رحمت سے اسے محفوظ کر لے تو ایک تو استغفار ذریعہ بتایا کہ خدا سے کہو کہ خدا یا ہم پر ایسے فضل کر۔ یہ استغفار کے معنوں کا حصہ ہے، ایسا فضل کر ہم پر کہ ہم سے گناہ سرزد نہ ہوں ایسی بتیں نہ کریں ہم، ایسے اعمال نہ بجالائیں جو تیری ناراضگی کا موجب ہو جائیں اور اگر بشری کمزوری کے نتیجہ میں ہم سے ایسے گناہ سرزد ہو جائیں تو ان کے بدن تنائج سے ہمیں محفوظ کر لے۔ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔

اور آٹھویں اور آخری بات جو اس وقت میں کہنا چاہتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بتائی کہ جس فضل اور رحمت کا تعلق استغفار سے ہے انسان کہتا ہے اے خدا! اپنے فضل اور اپنی رحمت سے گناہ سرزد ہونے سے بچالے سرزد ہو جائے تو ان کے بدن تنائج سے بچالے۔ یہ فضل اور رحمت انسان اپنے زور اور طاقت سے یا اپنی تدبیر سے اللہ تعالیٰ سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے یہ بتایا گیا وَسَيِّدُ الْعَالَمِينَ وَالْأَبْكَارِ کہ صبح و شام اٹھتے بیٹھتے خدا کی حمد کے ساتھ تسبیح کر۔ دوسری جگہ فرمایا یہ ذکر رونَ اللَّهَ قِيمًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُنُوبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۲) تو خدا کی حمد میں مصروف رہو خدا کی تسبیح میں مصروف رہو اس کے نتیجہ میں فضل ملے گا فضل کے نتیجے میں گناہ کے سرزد ہونے سے محفوظ ہو جاؤ گے گناہ سرزد ہو جائیں تو ان کے بداثرات سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ استغفار کی دعا قبول ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوگا۔ اگر تم خدا کو یاد رکھو گے خدا تمہیں یاد رکھے گا اُذُكُرُوْا اللَّهَ يَذُكُرُكُمْ۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ایک تو فرائض ہیں۔ حکم ہے کہ یہ عبادات بجالا و۔ ایک وہ عبادات ہیں جو فرائض نہیں نوافل کہلاتے ہیں۔ فرض تو وہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو یا اللہ اپنے بندے کو جھنجوڑ کے کہتا ہے کہ پانچ وقت مسجد میں جا کے نماز پڑھو۔ یہ فرض ہے کہتا ہے کہ نہیں کرے گا تو میں تجھ سے ناراض ہو جاؤں گا۔ ناراضگی سے بچنے کے لئے فرائض ہیں۔ فرائض کے ساتھ جو اس کی رحمتیں لگی ہوئی ہیں ان کے حصول کے لئے فرائض ہیں لیکن بلندیوں کے حصول کے لئے (مسجد کے اندر دوسروں کے کندھوں پر سے آگے آتے ہوئے ایک شخص کو دیکھ کر حضور نے فرمایا):-

دیکھو پچھے سے چھلانگیں مار مار کے آگے نہ آؤ مسجد کے آداب بھی ہیں ان پر بھی صبر سے استقامت کے ساتھ قائم رہنا چاہئے اور وہ بھی سکھانے والے ہمارے پیارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور یہ ہمارے علماء کا اور بڑوں کا اور تربیت یافتہ لوگوں کا کام ہے کہ وہ آداب زندگی ہر شعبۂ زندگی کے متعلق بتاتے رہا کریں۔ بہر حال اب میں یہ بتارہا ہوں کہ ایک عبادت ہے فرائض سے تعلق رکھنے والی اگر کوئی نہ کرے گناہ گار ہو جاتا ہے۔ اگر کرے تو اس انعام کا وارث ہوتا ہے جس انعام کا اس فرض سے تعلق ہے ایک عبادت ہے نوافل سے تعلق رکھنے والی۔ اگر وہ عبادت نہ کرے گناہ گار نہیں ہوتا لیکن رفعتوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے اس انتہائی پیار کو حاصل نہیں کر سکتا جس انتہائی پیار کے حصول کے لئے انسان کو پیدا کیا اور ہر انسان کو دائرۂ استعداد تک اس رفعت کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اس کو طاقتیں دیں۔ اس کے لئے نوافل ہیں تو وَسِيْحٌ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشَيْ وَالْأُبَكَارِ میں فرائض بھی آتے ہیں کیونکہ ہم تسبیح اور تحمید اپنے فرائض میں بھی کرتے ہیں لیکن محض وہ نہیں بلکہ یہاں عام رکھا گیا ہے اور فرائض کی ادائیگی تھوڑی سی مشکل بھی ہو جاتی ہے نفس کے اوپر بار بھی گزرتا ہے ایک آدمی رات کو دیر تک کام کرتا رہا صبح کی نماز کے لئے اس کے لئے اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن وہ سمجھتا ہے خدا نے میرے پر فرض مقرر کیا ہے میں جاؤں لیکن یہاں جو یہ کہا گیا ہے کہ صبح و شام، دوسری جگہ کہا گیا ہے کھڑے ہو، بیٹھے ہو، لیٹے ہو، میرا ذکر کرتے رہو یہ تو خدا تعالیٰ کا پیار مطالبہ کرتا ہے اور تمہارے اوپر کوئی بار نہیں ڈالتا۔ یہ نہیں کہا کہ لیٹے ہو تو بیٹھ کے تسبیح اور تحمید کرو یہ کہا ہے لیٹے ہوئے کرو۔ ہر وقت مجھے یاد رکھو تو مقامِ محمود جو ہے ہر شخص کے دائرۂ استعداد کے اندر یعنی سب سے بلند مقام جو وہ شخص حاصل کر سکتا ہے وہاں تک وہ پہنچ جائے گا۔ اگر وہ محض فرائض تک رہے گا تو دوزخ سے فج جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک زمیندار آئے باہر کے علاقہ سے، کہنے لگے یہ فرض یہ فرض آپ کہتے رہے ہاں، کہنے لگا کہ میں سارے فرائض تو ادا کروں گا پر نفل میں نے کوئی نہیں پڑھنا تو جب اٹھ کے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اپنی بات پر قائم رہے کہ سارے فرائض ادا کر دے تو دَخَلَ الْجَنَّةَ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس کا انعام ہے

لیکن جنت کے بلند مقام کا یہ حقدار نہیں بنے گا دوزخ میں نہیں جائے گا وہاں دَخَلَ الْجَنَّةَ اظہار اس بات کا ہے کہ پھر یہ دوزخ میں نہیں جاتا خدا نے جو فرائض اس کے لئے ضروری قرار دیئے تھے وہ اس نے پورے کر دیئے لیکن جنہوں نے اس دنیا میں اور آنے والی زندگی میں خدا تعالیٰ کے انہنائی پیار کو حاصل کرنا ہو وہ بغیر کسی بار کے جو محسوس کریں ذکر کی عادت ڈالیں۔ یہ عادت کی بات ہے۔ ذکر جو ہمیں اسلام نے سکھایا ہے عادت سے تعلق رکھتا ہے۔

ایک دفعہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا میں کالج میں پرنسپل تھا تو جب امتحان کے پرچے بھجوائے جاتے تھے تو کئی سو دستخط کرنے ہوتے تھے اچھے پندرہ میں منٹ لگ جاتے تھے ایک کل کر تیز کام کرنے کے لئے پاس کھڑا ہوا ورقہ اللہ تھا مجھے خیال آیا میں نے اسے کہا کہ دیکھو میں ساتھ ساتھ تمجید اور تسبیح بھی کرتا ہوں جو آسانی سے سو، ڈیڑھ سو دفعہ ہو جاتی ہے۔ دستخط بھی کرتا جاتا ہوں۔ دستخط کرتے وقت سبحان اللہ کہنا دستخط کرنے میں روک تو نہیں وہ تو مسل (Muscle) کی عادت ہے کرتا ہے۔ بڑی تیزی سے میں اپنے دستخط کرتا ہوں تو تم بھی ذکر کرو، تم اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہو تم ورقہ اللار ہے ہو ساتھ تسبیح و تمجید پڑھو۔ اب مجھے تعداد یاد نہیں لیکن جس وقت دستخط ختم ہو گئے تو وہ کل کر مجھے کہنے لگا کہ آپ نے تو عجیب نہیں بتایا میں اتنی دفعہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمُ پڑھ چکا ہوں اور وہ بڑا خوش اور ایکسا یکٹڈ (Excited) تھا کہ اس وقت اس پر کوئی دھیلہ خرچ نہیں آتا۔ ایک منٹ آپ کی زندگی کا زائد خرچ نہیں ہوتا۔ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں کہ اگر آپ خدا تعالیٰ کو وہ کام کرتے ہوئے یاد رکھیں تو اس کام میں نقص پیدا ہو جائے۔ ہے ہی کوئی نہیں۔ صرف عادت کی بات ہے۔ عادت ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ سے زیادہ پیار کو حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربہ ۲۳ اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۵)



کائنات عالم کی بنیادی حقیقت

خدا کی وحدانیت ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تشہد و تَعْوِذُ اور سورة فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو یہ توفیق مل رہی ہے کہ ان کے خدام و اطفال اور لجھنے آج اپنا سالانہ اجتماع مرکز سلسلہ میں شروع کریں اور ہم حکومت وقت کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے موجودہ حالات میں بھی اس کی جماعت کو اجازت دی۔

یہ جمعہ جس دن اجتماع شروع ہوتا ہے اجتماع کا ہی ایک حصہ ہے عملًا اور کبھی ہم اسلام کی باقی تفصیل میں جا کر کرتے ہیں، کبھی بنیادی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آج میں سب سے اہم بنیادی بات جو ہے اس کی طرف جماعت کو، جماعت کے بڑوں کو، جوانوں اور چھوٹوں، مردوں اور عورتوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس کائنات کی بنیادی حقیقت خدا تعالیٰ کی وحدانیت ہے یعنی ”اللہ“ ہے اور واحد و یگانہ ہے۔ اس کی ذات اور اس کی صفات میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا خلّق کلّ شَيْءٍ (الانعام: ۱۰۲) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وَهُوَ عَلٰی كُلّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (التغابن: ۲) اور اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ایک تو مادی چیزیں پیدا کیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ایسی استعدادیں پیدا کیں جو ان مادی اشیاء سے استفادہ کرتی ہیں۔ یہ استعدادیں صرف انسان میں نہیں بلکہ ہر چیز دوسرے سے استفادہ کرنے والی ہے اور دوسرے

کے ساتھ ایک نہایت حسین اور منطقی جوڑ رکھتی ہے۔ ساتھ لگی ہوئی ہے تعلق رکھتی ہے مثلاً گندم کے دانے میں یہ طاقت اللہ تعالیٰ نے رکھی کہ وہ زمین سے اپنی خوراک حاصل کرے اور پودا بنے اور اس میں قرآن کریم نے یہ اعلان کیا کہ اتنی طاقت ہے کہ ایک دانہ سات سودا نے تک پیدا کر سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ گوانسانی علم ابھی تک وہاں نہیں پہنچا۔ اسی طرح دوسری مادی اشیاء اور حیوانات ہیں اور انسان ہے لیکن انسان ان طاقتوں اور استعدادوں میں نمایاں ہو کر اس رنگ میں ہمارے سامنے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ ساری طاقتیں عطا کر دیں جن کے نتیجہ میں وہ غیر انسان کی تمام صفات سے استفادہ کر سکتا ہے اور انسان کا علم ہر روز ترقی پذیر ہے اور ہر روز ہی دانا محقق اور سائنسدان اس حقیقت پر قائم ہوتا ہے کہ ابھی تو میں علم کے سمندر کے کنارے پر کھڑا ہوں اور جو مجھے نہیں معلوم اس کی کوئی انتہا نہیں۔

انسانی زندگی کی جو بنیادی حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ وہ طاقت رکھتا ہے۔ اسے یہ طاقت دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو چاہے تو جذب کر سکتا ہے اور اسے چاہیئے کہ وہ جذب کرے اور اس کے لئے کوشش کرے اور مجاہدہ کرے اور جو طریق قرآن کریم نے اس کا بتایا وہ دعا ہے۔ قرآن کریم نے دعا پر بیسیوں آیات میں بہت کچھ بیان کیا اور ہر جگہ ایک نئے پہلو سے اس پر روشنی ڈالی۔ قرآن کریم نے ایک جگہ یہ فرمایا:-

وَإِذَا مَسَّ الْأَنْاسَ ضُرُّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ (الرّوم: ۳۳)

سورہ روم کی یہ آیت ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہنچ، مضرت ہوا اور جیسا کہ دوسری جگہ اس کی وضاحت آئے گی۔ سب دروازے تکلیف سے نجات کے بند ہو جائیں اور ما یوئی اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور ہر طرف سے وہ ما یوں ہو جائے۔ اس وقت جب وہ دعا کرتا ہے تو وہ اس کے تنزل کے جذبات ہوتے ہیں۔ وہ جھلتا ہے خدا کے حضور اور خدا سے کہتا ہے کہ اے میرے رب! ہر طرف سے میں دھنکارا گیا تو مجھے مت دھنکار اور میری دعاوں کو سن اور میری تکالیف کو دور کر اور میری ضرورتوں کو پورا کر۔ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور اپنی رحمت سے اسے نوازتا ہے۔ یہ بھی آیت ہے اس کے ایک حصہ کے عربی کے الفاظ میں نے پڑھے ہیں۔

دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے لیکن انسانوں میں سے پھر کچھ لوگ وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ ان کی دعا کو سنتا اور ان کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور اپنی رحمت سے نوازتا ہے تو تکلیف کو دور کرنے میں وہ دوسروں کو شریک کر دیتے ہیں اور مشرک بن جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی توحید پر قائم نہیں رہتے۔ تکلیف کے وقت سوائے خدا کے انہیں کچھ یاد نہیں رہتا۔ تکلیف دور ہونے کے بعد ہزار بُت ہیں جو سامنے آ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ بھی فرماتا ہے کہ:

آمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ (النمل: ۶۳) کہ کون کسی بے کس کی دعا سنتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے۔ جب وہ خدا سے دعا کرے خدا تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا کہ:- **وَأَدْعُوهُ خَوْفًا وَظَمَعًا** (الاعراف: ۵۷) خدا تعالیٰ سے دعا میں کرو خوف اور طمع کے ساتھ۔ اس آیت سے پہلی آیت میں کہا گیا تھا کہ تزلیل اور اضطراری کیفیت کے ساتھ اور چکے چکے دعا میں کرو۔ اس میں کہا گیا ہے کہ ہماری زندگی میں دو ہی حالتیں ہیں یا تم تکلیف میں ہو اور خوف کی حالت طاری ہے کہ تمہیں یہ نقصان پہنچ جائے گا۔ تکلیف شروع ہو چکی ہے کوئی تکلیف دور ہو گی یا نہیں ہو گی۔ یہ خوف ہے پھر یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ مومن بندہ کو یہی خوف ہوتا ہے اور ظمغاً طمع کے ساتھ اس امید پر کہ دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ دعا کو سنے گا اپنی رحمت سے ہمیں نوازے گا خدا تعالیٰ کی رحمت کی امید پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی برکت کے حصول کے لئے اور اس امید پر کہ وہ اپنی برکتوں اور اپنے فضلوں سے نوازے گا۔ اس کے حضور جھکو اور اس سے دعا میں کرو اور اس خوف سے کہ کہیں اگر دوری ہو جائے اگر قرب کی را ہیں وانہ ہوں ہماری زندگی میں تو شیطان کا میا ب محملہ آور نہ ہو جائے ہم پر اور ہم خدا کی بجائے شیطان کی گود میں نہ چلے جائیں اس خوف سے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو کہ اس کی مدد کے بغیر کچھ مل نہیں سکتا۔

انسانی زندگی کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ مولا بس۔ کہ سب کچھ خدا ہی خدا ہے اور خدا سے ہی سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے اور وہ لوگ جو خدا کی طرف نہیں جھکتے اور جنہوں نے ہزاروں بت اپنے چھن سینہ میں یا اپنے ماحول میں بنا رکھے ہیں حقیقی کامیابیاں انہیں نصیب

نہیں ہوتیں اس لئے وہ جو کائنات کی بنیادی حقیقت ہے اس بنیادی حقیقت سے ایک حقیقی تعلق قائم ہو جانا ضروری ہے انسان کی زندگی میں۔ اگر وہ خدا کی نگاہ میں کامیاب ہونا چاہتا ہے اور فلاح حاصل کرنا چاہتا ہے اور خدا تعالیٰ نے سورہ مومن میں فرمایا:-

وَقَالَ رَبُّكُمْ أَدْعُوكُنِي خَدَا تَهْبِئُ حَكْمَ دِيَتَا هَيْ كَدْعَا كَرُوْجَهْ سَأَسْتَجِبُ لَكُمْ
 میں تمہاری دعا قبول کروں گا اگر وہ شرائط کے ساتھ ہو۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ شرائط بیان کی ہیں وہ Understood ہے ظاہر ہے وہ **إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي**
 جو انسانوں میں سے میری عبادت تکبر کے نتیجہ میں نہیں کرتے یا یوں کہنا چاہیے کہ تکبر کی وجہ سے میری عبادت کا حق ادا نہیں کرتے۔ **سَيَدُ الْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دِخْرِيْنَ** (المؤمن: ۲۱) وہ رسوا کے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ کے اندر ان کو ڈالا جائے گا۔ یہاں حکم دیا گیا ہے دعا کا **وَقَالَ رَبُّكُمْ أَدْعُوكُنِي** تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھ سے ہمیشہ دعا کرو۔ تمہارا رب کہتا ہے کہ ہر چیز کے لئے مجھ سے مدد مانگو۔ تمہارا رب کہتا ہے کہ ہر برائی سے بچنے کے لئے میرے فضل کی تلاش کرو۔ تمہارا رب کہتا ہے کہ شیطان کے حملوں سے حفاظت چاہتے ہو تو دعاوں کے ذریعہ میری پناہ میں آنے کی کوشش کرو۔ خدا کہتا ہے کہ اگر دنیا میں ترقی کرنا چاہتے ہو، حقیقی ترقی ایسی ترقی جس میں کوئی گندگی شامل نہ ہو تو میری طرف رجوع کرو۔ خدا کہتا ہے کہ اپنی زندگی کے ہر کام میں میری طرف متوجہ ہو۔ میرے سامنے جھکو، مجھ سے مانگو جو شرائط دعا ہیں ان کو پورا کرو **أَسْتَجِبُ لَكُمْ** میں تمہاری دعاوں کو سنوں گا اور جو تم مانگو گے وہ تمہیں دیا جائے گا اور اگر انسانوں میں سے کوئی میرے اس حکم کو مانے گا نہیں اور باوجود اس کے کہا **أَدْعُوكُنِي** مجھ سے مانگو اور مجھ سے پاؤ۔ باوجود اس کے غیر اللہ کی طرف منه پھیریں گے غیر اللہ پر امیدیں رکھیں گے تو کامل توکل مجھ پر نہیں ہو گا۔ بھروسہ ان کا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری کمزور طاقتیں اور لاشی محض پر ہو گا۔ سفارشوں پر، رشوتوں پر، لوٹ مار پر، ہزار قسم کے عیوب ہیں جن کو بعض یقوقف ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ سے منہ موڑتا ہے وہ مٹکبر اور ذریعت شیطان ہے۔ **أَبِي وَأَسْتَكْبَرَ** (البقرة: ۳۵) یہ شیطان کے متعلق بنیادی طور پر کہا گیا ہے کہ شیطان نے انسانی زندگی میں ابا اور استکبار

کی بنیاد ڈالی تو جو شیطان کی ذریت بنا اور میرے بندوں میں شامل نہ ہوا اور میری عبادت کا حق ادا نہ کیا اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ رسولی اس کے نصیب میں ہے اور میرے غصب کی جہنم میں اسے داخل ہونا پڑے گا۔

لپس جس طرح اس کائنات کی بنیادی حقیقت خدا تعالیٰ کی وحدانیت ہے خدا تعالیٰ واحد و یکانہ تمام صفات سے متصف ہر عیب سے پاک اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں اسی طرح انسانی زندگی کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا میں ہو کر زندگی گزارے اور خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کا وارث بنے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ ذریتِ شیطان ہے اور خدا تعالیٰ سے دوری کی راہوں پر وہ گامزن ہے اور کامیابی اس کے نصیب میں نہیں ہو سکتی۔ اس دنیا کی زندگی پر ہم نے بڑا غور کیا۔ بڑے بڑے امیر ملکوں کے بڑے بڑے دولتمندوں کے بھی بے چینی، مایوسی اور تکلیف کی زندگی میں ہیں۔

اور دعاؤں میں اسلام نے بڑی وسعت پیدا کی جیسا کہ میں نے ابھی کہا۔ ہر چیز خدا سے مانگو، ہر چیز میں وہ ہر چیز بھی آگئی جس کا تعلق ایک شخص، فرد و احاد کے نفس کے ساتھ ہے وہ ہر چیز بھی آگئی جو اس کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے وہ ہر چیز بھی آگئی جو اس کے علاقہ سے تعلق رکھتی ہے وہ ہر چیز بھی آگئی جو اس کے ملک سے تعلق رکھتی ہے وہ ہر چیز بھی آگئی جو اس دنیا اور اس کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے وہ ہر چیز بھی آگئی جو آنے والی نسلوں اور آنے والے زمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ خدا کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو، مجھ سے پاؤ۔

میں سب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر وقت اور ہر آن اسے سامنے رکھیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزاریں اپنے ملک کے لئے بھی دعائیں کریں اور نوع انسانی کے لئے بھی دعائیں کریں اپنی نسل کے لئے بھی دعائیں کریں اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعائیں کریں۔ اپنے نفس کیلئے بھی دعائیں کریں اور اپنے بچوں اور اپنے خاندان کے لئے بھی دعائیں کریں اور دعاؤں کے نتیجہ میں بھی آپ کے ذہن میں پھر خود بہت سی ذمہ داریاں بھی آتی چلی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بنیادی حقیقت کو سمجھنے اور ہر وقت ذہن میں حاضر رکھنے کی توفیق عطا کرے

کہ مولا بس۔ خدا ہی خدا ہے۔ اللہ ہی اللہ اور خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس حقیقت کو بھی پچانیں جو انسانی زندگی کی بنیادی حقیقت ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ سے تعلق قائم نہیں ہوتا کوئی صحیح چیز نصیب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خیر ہی خیر کے حالات پیدا کر دے۔

آمین

میں نمازیں جمع کراؤں گا اور دوست سارا وقت دعاوں میں مصروف رہیں اور نیکی کے خیالات، نیکی کے پھیلانے کے خیالات میں مصروف رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۳۱ / اگست ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۴)



تحریکِ جدید کے چھیالیسوں سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ راکٹوبر ۱۹۷۹ء، بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تَشَهَّدُ وَتَعُوذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلَاوِتْ كَيْ بَعْدَ حضُورِ النُّورِ نَفَرَ مِنْيَا:-
 اللَّهُ تَعَالَى كَيْ فَضْلَ سَعَيْ آجِ الْأَنصَارِ اللَّهُ كَيْ اجْمَاعَ شَرْوَعَ هُورَهَا هِيَهُ اور اجْمَاعَ جَسْ دَنْ
 شَرْوَعَ هُو خَدَامَ كَايَا اَنْصَارَ كَا خطبَهُ جَمَعَهُ بَھِي اسی کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔
 اَنْصَارِ اللَّهِ كَيْ اجْمَاعَ کَيْ جَمَعَهُ کَيْ خطبَهُ کَيْ خَصْوَصِيَتَ يَهُ ہے کَيْ اس دَنْ مِنْ تحریکِ جدید
 کَيْ سَالِ نُوكَا اعلان کیا کرتا ہوں۔

تحریکِ جدید کو شروع ہوئے پینتالیس سال ہو چکے ہیں اور دفتر دوم کو شروع ہوئے
 پینتیس سال ہو چکے ہیں اور دفتر سوم کو شروع ہوئے چودہ سال ہو چکے ہیں۔ یہ چھیالیسوں
 سال کا اعلان ہے جو میں اس وقت کر رہا ہوں اور دفتر دوم کے چھتیسوں اور دفتر سوم کے
 پندرھویں سال کا اعلان۔

پینتالیس سال پہلے تحریکِ جدید جب شروع ہوئی تو پینتیس سال پہلے یعنی اس کے دس
 سال کے بعد دفتر دوم کا اعلان ہو گیا لیکن اس کے بعد پیسوں سال جب دس سال پھر گزر
 گئے تو دفتر سوم کا اعلان ہونا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوا۔ وقت گز رگیا۔ بہت ساری وجہات تھیں ان
 میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال آج سے چودہ سال پہلے میں نے اس کا اعلان کیا۔
 اعلان اس لئے کیا کہ دفتر اول میں جو دوست شامل ہوئے ان کا اس لمبے عرصہ کے گزر جانے

کی وجہ سے چندہ، ان کی مالی قربانی اتنی نہیں رہی تھی کہ تحریک کے بوجھ کو وہ اٹھا سکیں اور ایک وقت ایسا آیا کہ جب تحریک جدید کا سارا چندہ قریباً ایک جگہ ٹھہر گیا اور ضروریات تو ہر سال بڑھتی ہی ہیں اور جماعت کا قدم تو ہر سال آگے ہی بڑھنا چاہیے اس وقت یہ بات ذہن میں آئی کہ دفتر سوم کا اعلان ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوا۔ وہ اعلان کیا گیا۔

۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں پہلی دفعہ دفتر سوم کا چندہ تحریک جدید کے چندہ میں شامل ہوا۔

۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء میں دفتر اول کا چندہ ایک لاکھ تریسیٹ ہزار تھا اور دفتر سوم کا پہلے سال کا چندہ پانچ ہزار دوسوستاون ہوا۔ کام شروع ہو گیا اور اس نے ترقی کرنی تھی۔ آہستہ آہستہ پہلے سال اس طرف توجہ نہیں دی گئی دوستوں کو توجہ نہیں ہوئی۔ کچھ لوگ دفتر دوم میں شامل ہوتے رہے جن کو توجہ ہوئی اس طرف اور سال روائی یا پچھلے سال کہنا چاہیے یعنی ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۹ء میں دفتر اول کا چندہ ایک لاکھ تریسیٹ ہزار دوسو اٹھائیں سے گر کے ایک لاکھ ایکس ہزار تین سو اٹھہتر رہ گیا۔

یعنی یہ نیچے جا رہے تھے۔ دوست فوت ہو رہے تھے دوست پنچش پر جا رہے تھے بڑی عمر کی وجہ سے۔ آمدی میں کمی ہو رہی تھی وہ اس قدر مالی قربانی نہیں دے سکتے تھے۔ حصہ لینے پر بھی جو پہلے دیا کرتے تھے یا فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی احسن جزا دے۔ دفتر دوم ۱۹۶۶ء، ۱۹۶۷ء کو پانچ ہزار دوسوستاون روپے سے شروع ہوا اور ۱۹۶۷ء، ۱۹۶۸ء میں ایک لاکھ ستر ہزار ایک سو چورانوے تک پہنچ گیا یعنی جس وقت یہ شروع ہوا اس وقت دفتر اول کا چندہ تھا ایک لاکھ تریسیٹ ہزار اس سے دس ہزار سے بھی زیادہ رقم ۱۹۶۸ء، ۱۹۶۹ء سے آئی شروع ہو گئی۔ اس سال تو نہیں کیونکہ میں مشورہ نہیں کر سکا اور حالات کا جائزہ نہیں لے سکا۔ سوچ اور غور اور فکر نہیں کر سکا اور دعا کیں نہیں کر سکا اس لئے دفتر چہارم کا اعلان نہیں کروں گا لیکن یہ جو کھڑا ہو گیا تھا چندہ۔ اس کے نتیجہ میں تحریک جدید کو اپنے کام میں دقتیں پیدا ہوئی شروع ہو گئیں جس کو ایک حد تک دفتر سوم نے سنھالا لیکن بعض ایسے ذرا رائج آمد تھے جو یک دم بند ہو گئے اور ان کی وجہ سے بہت وقت کا سامنا ہوا۔ پھر میں نے جماعت کو ایک ٹارگٹ دیا پندرہ لاکھ روپے کا۔

آٹھ اور دس لاکھ کے درمیان کہیں کھڑی ہو گئی تھی تحریک مالی قربانیوں کے میدان میں۔

اور ٹارگٹ کے لئے جماعت کو شش کرتی رہی لیکن ٹارگٹ تک پہنچنی نہیں۔ یہ کئی سال کی بات ہے۔ اس واسطے میں نے ٹارگٹ بڑھایا نہیں۔ ہر سال میں کہتا رہا میرا پندرہ لاکھ کا ٹارگٹ ہے یہاں تک پہنچو۔ پچھلے سال کی وصولی تیرہ لاکھ ننانوے ہزار ہے۔ سال روائی میں ۲۲ اکتوبر تک آٹھ لاکھ کی وصولی ہو جانی چاہیے تھی اس میں سے سات لاکھ اسی ہزار وصول ہو چکا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ سال روائی میں کم و بیش پندرہ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ پاکستان کی جماعتوں کی مالی قربانی ہے۔

تحریک جدید کو جہاں یہ دقت پیش آئی کہ ساری دنیا کے اقتصادی حالات کے نتیجہ میں پاکستان سے باہر دین اسلام کی خدمت کے لئے جماعت کوئی رقم قانوناً بھجو انہیں سکتی تھی اور نہیں بھجوائی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں یہ سامان پیدا کر دیا کہ باہر اس قدر ترقی جماعت کو خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے ہو گئی کہ باہر کی جماعتوں نے، بیرون پاکستان کی جماعتوں نے۔ بیرون پاکستان کے بہت بڑے بوجھ خود اٹھانے اور خود کفیل ہونے۔

یہاں جو اخراجات ہیں وہ اب کم ہو گئے ہیں لیکن جو ہیں وہ بہت ضروری ہیں مثلاً مبلغین کا تیار کرنا۔ جامعہ احمدیہ کا خرچ ہے۔ مبلغین کا تیار کرنا جماعت کی ذمہ داری اس معنی میں بھی ہے کہ تیاری کا خرچ جماعت مہیا کرے اور جماعت کی ذمہ داری اس معنی میں بھی ہے کہ خرچ کروانے کے لئے اپنے بچے وقف کرے اور بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق ملخص نوجوان آگے آئیں۔ اس سلسلہ میں جو چیز نمایاں ہو کر میرے سامنے آئی وہ یہ ہے کہ جو ہماری نوجوان واقفین کی نسل ہے ان میں بڑی بھاری اکثریت محبض اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت ملخص اور قربانی دینے والی اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو صحیح معنی میں وقف کرنے والی ہے اور صرف نوجوان واقفین ہی نہیں جماعت احمدیہ کی نوجوان نسل احمدیوں کے گھروں میں پیدا ہوئی ہے یا احمدی ہوئی ہے اور اسی طرح وہ احمدی نوجوان نسل بن گئی۔ خدام احمدیہ بن گئے ان کے اندر بڑا جذبہ پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بڑا پیار پایا جاتا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑی محبت پائی جاتی ہے۔ یہ احسان پایا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توحید کو دنیا میں قائم کرنا اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کو انسانی دل میں پیدا کرنا ہے تو انہیں بہت سی قربانیاں دینی ہوں گی جس کے لئے وہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ تیار ہیں ذہنی طور پر بھی اور قلبی طور پر بھی اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ علمی طور پر بھی اس کے لئے تیار ہوں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن دوسری طرف جو کمزور تھا وہ زیادہ کمزور ہو گیا۔ مقابلے میں آگیا نا بہت زیادہ مخصوصیں کے۔ تو ہزار میں سے ایک شاید بیس ہزار میں سے ایک شاید ایک لاکھ میں سے ایک ہو لیکن ان کی جو شرارتیں اور ان کی نالائقیاں تھیں اللہ تعالیٰ سے ان کی جوبے و فائیاں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی جوبے پرواہی تھی وہ نمایاں طور پر ہمارے سامنے آنے لگ گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت کے بھی سامان پیدا کرے اور مخصوصیں کی اس نسل کو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کی حفاظت میں رکھے اور شیطان کے ہر حملہ سے انہیں محفوظ رکھے۔

تو آج میں پندرہ لاکھ کے ٹارگٹ کے ساتھ ہی تحریک جدید کے سال نو کا اعلان کرتا ہوں تین شکلوں میں دفتر اول کے چھیالیسوں سال کا۔ دفتر دوم کے چھتیسوں سال کا اور دفتر سوم کے پندرھویں سال کا، جو نئے کمانے والے ہیں، جو نئے بلوغت کو پہنچنے والے ہیں۔ جو پہلی دفعہ اپنے دلوں میں یہ احساس محسوس کر رہے ہیں کہ انہیں خواہ ٹھوڑا ہی کیوں نہ ہو، خواہ روپیہ دوروپے ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ کے دین کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور مالی قربانیاں بھی پیش کرنی چاہیں۔ وہ اس کو مضبوط کریں۔ مالی جو پہلو ہے اس کو بھی اور جو اس سے اہم دوسرے پہلو ہیں انہیں بھی مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے اور اللہ پر توکل اور اس سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گی اور ان کو ادا کرنے کی اپنے رب کریم سے توفیق پائیں گی۔

انصار اللہ کا اجتماع آج شروع ہے۔ جو انصار سے تعلق رکھنے والی تفاصیل ہیں ان کے متعلق تو انشاء اللہ ان کے اجتماع میں بیٹھ کے ان سے گفتگو ہو گی لیکن بعض بنیادی حقیقتیں ہیں انسانی زندگی کی اور چونکہ انصار اللہ کی زندگی بھی انسانی زندگی ہی ہے ایک پہلو اس کا۔ اس لئے بعض بنیادی باتیں اس وقت میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْرَنُونَ (المائدة: ۷۰)

(الحادیع) کو حاصل کرنے، اس کی معرفت پانے، اس کی رضا حاصل کرنے، اس کا پیارا بننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں منطقی ترتیب کے ساتھ تین باتوں کا ذکر کیا ہے ایک ایمان باللہ ہے، خدا تعالیٰ پر ایمان لانا یعنی خدا تعالیٰ کو وہ ماننا جو وہ ہے۔ وہ سمجھنا، وہ شناخت کرنا جو حقیقت ہے اس کی ہستی اور وجود کی جس کو ہم عام طور پر عرفان باری، اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام دینتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ایک بے مثل ہستی ہے اور اس کی صفات میں بھی اس کا کوئی مثیل نہیں۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا انسان سے تعلق ہے خدا تعالیٰ کی ساری صفات کی حقیقت یہ ہے کہ **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا** (آل عمران: ۱۹۲) کہ ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے نکلی وہ باطل نہیں ہے۔ کسی مقصد کے بغیر نہیں۔ ایک مقصد ہے ہر پیدائش کا اور جیسا کہ دوسری آیات سے اور قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے ہمیں پتا لگتا ہے۔ انسان کی پیدائش اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا بندہ بنے اور خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کے لئے اسے جس چیز کی بھی ضرورت اپنی انفرادی زندگی سے باہر تھی وہ سب ضرورت اللہ تعالیٰ نے مادی چیزوں کی پیدائش اور غیر مادی چیزوں کی پیدائش کے ساتھ پوری کردی تو **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا** کا جب انسان اعلان کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں جس نے ہمیں اپنا عبد بننے کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے پیدا کیا کہ ہماری زندگی میں اس کے رنگ کی، اس کے نور کی جھلک ہوا اور ہماری صفات پر بھی اس کی صفات کا رنگ چڑھے اور اس عظیم مجاہدہ کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی انسان کو وہ اس نے پیدا کر دی اور اس نے کوئی ایسی چیز پیدا نہیں کی جس سے فائدہ اٹھا کر ہم اپنی زندگی کے اس مقصد کے حصول میں کام نہ لیں۔

تو ایمان باللہ جو ہے یہ انسان اور خدا کے تعلق میں ایک بنیادی حقیقت ہے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت کا حاصل کرنا اور یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا عبد بنانے کے لئے ہمیں پیدا کیا اور یہ نہیں کہ اس نے ہمیں یہ تو کہہ دیا کہ میرے عبد بنو میری صفات کا رنگ اپنی خصلتوں پر، اپنے اخلاق پر چڑھا، لیکن ایسا کرنے کے سامان پیدا نہیں کئے۔ یہ نہیں بلکہ جب اس نے یہ کہا

اے انسان! میرا بندہ بن تو ساتھ ہی اس نے اپنا بندہ بننے کے سارے ہی سامان جو ہیں وہ اس کے لئے پیدا کر دیئے۔ یہ اصولی طور پر ہر چیز نوع انسانی کی خدمت پر لگی ہوتی ہے اور انفرادی طور پر فرد فرد میں جو فرق ہے ہر فرد نے اپنے اس مقصد کے حصول کے لئے زبان حال سے جس چیز کا بھی مطالبہ کیا کہ اے خدا! تیری طرف بڑھنے کے لئے مجھے یہ چاہیے اس نے اس کائنات میں اس چیز کو پایا جو پہلے سے موجود تھی اور وہ خدا پر یہ گلہ نہیں کر سکتا کہ مجھے بندہ بننے کے لئے تو کہا گیا ہے لیکن بندہ بننے کے سامان پیدا نہیں کئے گئے۔

یہ ایمان باللہ ہے پہلی چیز جو ضروری ہے انسان کے لئے اگر وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا چاہتا ہے۔ ایمان باللہ سے اور مَاخَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سے ہمارا دوسرا قدم یہ اٹھتا ہے۔ ہماری فطرت کی آواز ہماری عقل کا نتیجہ کہ جب کوئی چیز بھی باطل نہیں۔ بے فائدہ اور بے مقصد نہیں تو انسانی زندگی کیسے بے مقصد ہو سکتی ہے جس کے لئے ہر چیز کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس واسطے ہماری زندگی اس دنیا میں ختم نہیں ہوتی۔ وَالْيَوْمُ الْآخِرِ ایمان بالآخرت ضروری ہو جاتا ہے یعنی حقیقی معرفت باری، ایمان بالآخرت پر منصب ہوتی ہے یعنی دوسرا ایمان اس کے پیچھے آتا ہے اور اس سے انسانی عقل انکار نہیں کر سکتی جیسا کہ اس کی نظرت اس سے انکار نہیں کر سکتی۔

یہ جو دوسرا پہلو ہے وَالْيَوْمُ الْآخِرِ حشر کا دن، زندہ ہونا اور اس دن خدا سے اس کی بے شمار نعماء کو حاصل کرنا یا اپنی غلطیوں اور کوتا ہیوں اور دوری کی راہوں کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں اس کے قہر کے جلووں کا دیکھنا اس کا تعلق ہے وَالْيَوْمُ الْآخِرِ کے ساتھ۔

پھر انسان کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ معرفت باری کے بعد یہ یقین ہو گیا۔ یہ یقین جس کے اوپر بڑا ذردا ہے اسلام نے۔ اس کے بغیر ایمان باللہ بھی نہیں رہتا کیونکہ کامل ایمان جیسا کہ میں نے بتایا ہے کامل ایمان باللہ اس ایمان کو چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے اور یوم آخرت ہے اور المساعۃ ہے اور قیامت ہے مختلف الفاظ میں اور مختلف پیرا یوں میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ تو جب جزا و سزا ہے۔ یوم آخرت الْيَوْمُ الْآخِرِ میں قیامت کے دن تو اس کے لئے ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

وَعَمِلَ صَالِحًا تیرا منطقی نتیجہ اگلا یہ نکلتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا

ضروری ہے۔ اس معرفت سے ہمیں پتا لگا کہ ہم بندگی کے لئے، عبد بنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کوئی فعل اور کوئی خلق، پیدائش اور کوئی چیز جو اس نے پیدا کی ہے وہ باطل نہیں ہے۔ ہماری زندگی بھی باطل نہیں، **وَالْيَوْمُ الْآخِرِ** قیامت کا دن ہے ہم زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ یہ اپنا ایک لمبا مضمون ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں تفصیل سے آیا ہے۔ دوستوں کو ان کتب کو بھی پڑھنا چاہیئے تاکہ قیامت اور **وَالْيَوْمُ الْآخِرِ** کی جو حقیقت ہے وہ بھی بہر حال ہمارے دماغ میں حاضر رہے۔ تو پھر سوال انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کیسے قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کروں تو فرمایا وَعَمِلَ صَالِحًا عمل صالح کرے۔

قرآن کریم میں اعمال صالح کی تعریف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق، خدا تعالیٰ کی نواہی اور خدا تعالیٰ نے جو امر بتائے ہیں ان کے مطابق موقع اور محل پر عمل صالح کرے یعنی موقع اور محل کے مطابق عمل کرے۔ عمل صالح ہے لیکن انسانی کوشش جب انسان اپنے متعلق غور کرتا ہے۔ بڑی حقیر ہے اور کوئی شخص اپنے ہوش و حواس میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں اپنے عمل سے اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر سکتا ہوں **الْعَيَاذُ بِاللّٰهِ** اس لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

قُلْ مَا يَعْبُدُ أَبْكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان: ۸۷) تو عمل صالح اچھا تیجہ کسی شخص کے لئے صرف اس حالت میں پیدا کر سکتا ہے جب وہ عمل مقبول ہو۔ خدا تعالیٰ اسے قبول کرے تب اس کو جزادے گا۔ اس لئے جہاں تک انسانی کوشش کا سوال ہے عمل صالح کا۔ اس کی بنیادی حقیقت دعا ہے یعنی خدا اسے اس کے فضل کو مانگنا تاکہ انسان اس کے قرب کی راہوں میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے اور دعا ہے اس کی مغفرت کے لئے التباہ کرنا اور چیخ و پکار کرنا تاکہ جو باتیں، جو اعمال اس کو ناپسندیدہ ہیں اور جو اس سے دور لے جانے والے ہیں۔ وہ اول سرزد ہی نہ ہوں اور اگر سرزد ہو جائیں تو ان کے پدنٹانج سے ہمارا رب ہمیں بچالے۔ اس مغفرت کے لئے دعا کرنا۔ سو یہ دعا کے دو حصے ہیں۔ نیکیوں کی توفیق پانے کے لئے اعمال صالح مقبولہ کی توفیق پانے کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو طلب کرنا

اور اپنی کوتا ہیوں اور غفلتوں اور بد اعمالیوں اور بھول چوک سے بچنے کے لئے یا ان کے بدناتج سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کی مغفرت کا طالب ہونا اس کے بغیر وہ عمل صالح جو روکھا پھیکا انسان کا اپنا عمل صالح ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کا فضل شامل نہیں اور خدا تعالیٰ نے جسے قبول نہیں کیا ایک کوڑی قیمت نہیں رکھتا نہ خدا کے نزدیک نہ انسانی فطرت کے نزدیک کیونکہ جس نے جزادی ہے اس کو اگر وہ عمل پسند آئے گا تبھی وہ اس کا بدلہ احسن رنگ میں مقبول اعمال کے متعلق جو وعدے دیئے گئے ہیں اس طور پر اپنے بندوں کو دے گا اور جو خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے یوم آخرت پر بچتہ ایمان رکھتا ہے جیسا کہ اسلام نے تعلیم دی اور اس کے مقبول اعمال صالح ہیں اس کے متعلق خدا نے کہا **فَلَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْرَنُونَ** کہ اللہ تعالیٰ کے ایمان کو قبول کر لینے کی علامت یہ ہے یعنی خدا تعالیٰ نے جو اس کے ایمان کو اور اس کے دلی عقیدہ کو اور اس کے اعمال صالح کو قبول کر لیا اس کی علامت یہ ہے کہ سچے موننوں کو نہ تو آئندہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ سابق کوتا ہیوں کے بدناتج کا شکار ہوتے ہیں تو جب ان کی اسی زندگی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں جب یہ حالت ہو تو اس سے پناگلتا ہے کہ ایمان سچا ہے۔ دلی عقیدہ صادق اور اعمال صالح خدا کو مقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا کرے اور ہم سب کو جو انصار اللہ سے تعلق رکھنے والے ہیں اپنی عمر کے لحاظ سے انصار کی تنظیم میں ہیں۔ ہم سب کو ان تین حقیقوں پر قائم ہو کر اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق عطا کرے تاکہ ہم ان کے لئے جو عمر میں ہم سے چھوٹے یا علم میں اتنے بچتے نہیں یا جو تجربہ میں کم ہیں یا بعد میں آنے والی نسلیں ہیں ان کے لئے نیک نمونہ نہیں۔ بد نمونہ نہ بنتیں تاکہ ہر نسل اپنے دور میں سے گزر کے جب انصار اللہ میں شامل ہو تو آنے والی نوجوان نسلوں کے لئے وہ نمونہ بنتی چلی جائے تاکہ وہ کام جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے مسلمان کے سپرد کیا ہے کہ ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرے وہ جلد پورا ہو اور یہ مقصد ہمارا اس زندگی میں بھی ہمیں حاصل ہو اور دنیا جہان کی خوشیاں مل جاتی ہیں اگر یہ مقصد حاصل ہو جائے کہ نوع انسانی ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے تلنے جمع ہو اور

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار اور محبت میں مست اور سرشار آگے ہی آگے خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں پر چلتی جائے۔ یہ نظارہ ہم دیکھیں۔ جو دوری کی راہیں آج دنیا اختیار کئے ہوئے ہے خدا کرے وہ دوری کی راہیں قرب کی راہوں میں بدل جائیں اور اس میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہواں رنگ میں کہ خدا ہماری کوششوں کو قبول کرے اور ہمیں بھی اس کی محبت اور پیار حاصل ہو۔ آمین۔

اجتماع کی وجہ سے نمازیں جمع ہوں گی۔ جمعہ کی نماز کے ساتھ میں عصر کی نماز بھی

پڑھاؤں گا۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۵)



اسلام کہتا ہے کہ دنیا میں رہ کر خدا کے بنو اور اسی کے لئے زندگی گزارو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا أَتَيْنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ○
وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا أَتَيْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ○ (البقرۃ: ۲۰۱، ۲۰۲)

ترجمہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا کے آرام و آسائش دے اور آخرت کے متعلق ان کو نہ کوئی یقین ہوتا ہے اور نہ دعا کیں ہوتی ہیں نہ اس کے لئے کوشش ہوتی ہے۔ ان کی ساری توجہ اور ان کے اعمال کا سارا دائرہ اس دنیا تک محدود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخرت میں ان کا کچھ بھی حصہ نہیں ہوتا۔ ایک تو لوگوں کا گروہ یہ ہے۔

انسانوں کا ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ دعا کرتا ہے۔ فرمایا: ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیا کی زندگی میں بھی آرام و آسائش اور کامیابی و فلاح عطا کرو اور آخرت میں بھی خوشحالی کے سامان، کامیابی کے سامان اور اپنی رضا کے حصول کے سامان پیدا کر۔ اس طرح پر ہر دو جنتوں کا ہمیں وارث بنا، دینیوی جنت

کا بھی اور آخری جنت کا بھی اور ہر دو جہنم سے ہمیں محفوظ کر، دنیوی جہنم سے بھی اور آخری جہنم کی آگ اور اس آگ کے عذاب سے بھی ہمیں بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ دوسری آیت
 وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا أَتَيْنَا إِلَيْنَا حَسَنَةً جو ہے، اس میں رَبَّنَا کا لفظ پورے پورے شعور کے ساتھ اور اس کے معنی کو سمجھتے ہوئے بولا گیا ہے اور اس میں توبہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ”رَبَّنَا“ اور مانگتے ہیں صرف اس دنیا کے آرام و آسائش کو، نہ انہیں رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے نہ اس کے معنی کو وہ پہچانتے ہیں اور نہ اپنے زندگی کے مقصود کا انہیں احساس ہوتا ہے اور نہ اس کے لئے وہ کوشش ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ توبہ کا جواشارہ ہے اس میں، یہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسان ایک وقت تک اللہ کے علاوہ، رب حقیقی کے علاوہ بعض دیگر ارباب بھی اپنے سامنے رکھتا ہے۔ اس نے حقیقی رب، رب کریم کو چھوڑ کے یا اس کے ساتھ ہی دوسرے خدا، ارباب بنائے ہیں۔ تو یہاں جواشارہ ہے توبہ کا اس کے یہ معنے ہیں کہ جو ہم نے بہت سے ارباب اس سے پہلے بنائے ہوئے تھے اب ہم ان کو چھوڑتے ہیں اور ان سے تعلق جو تھا ہمارا اس سے توبہ کرتے ہیں اور اے رب حقیقی! رَبَّنَا! ہم تیری طرف آتے ہیں اس توبہ کے بعد۔ اور جب یہ حقیقی معنے میں استعمال ہو دعا میں تو اس میں درد بھی ہے اس احساس کی وجہ سے کہ غیر اللہ کو رب بنائے رکھا اور سوز و گداز بھی ہے اس غم کی وجہ سے کہ جو رب حقیقی تھا اس سے پورا اور کامل اور حقیقی اور ذاتی تعلق ہم نے قائم نہیں کیا اور اس ہستی کو جو رب ہے اور بتدریج کمال کو پہنچانے والی اور پرورش کرنے والی ہے اس سے ہم دور رہے اور اس حقیقت کو نہیں پہچانا کہ انسان کی زندگی کا ایک مقصد تھا اور یہی دنیا سب کچھ نہیں تھی۔ مرنے کے بعد زندہ رہنا تھا انسان کی روح نے اور خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو بتدریج ارتقا اور اوار میں سے گزرنے کے بعد پہلے سے زیادہ حسن میں، پہلے سے زیادہ لذت والی خاصیت رکھنے میں ہمیں وہ نعماء ملتی تھیں اور ان کو ہم بھول گئے اور اسی کو سب کچھ سمجھ لیا تو اس درد اور سوز و گداز کے ساتھ انسان کہتا ہے رَبَّنَا اے ہمارے حقیقی رب! اے رب کریم!! ہم بھٹکے ہوئے تھے، ہمیں تو نے

روشنی کھائی اور اب ہم تیری طرف لوٹتے ہیں۔ اس معنی میں اس ندا اور انجا میں توبہ کا ایک پہلو بھی ہے لیکن جو رَبَّنَا کہنے والے اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ذکر پہلی آیت میں ہے انہیں تو غیر اللہ سے (انہوں نے جوار باب بنالنے اللہ کے علاوہ ان سے) انہیں چھکار نہیں ملا، وہ اللہ پر بھی ایمان لاتے ہیں بظاہر، اپنے حیلوں پر اور دغا بازیوں پر بھی بھروسہ رکھتے ہیں جھوٹ اور افتراء پر ان کا توکل ہے۔ اپنے علم اور قوت پر ان کو گھمنڈ ہے، اپنے حسن یا مال یا دولت پر ان کو فخر ہے، چوری اور راہرنی اور فریب کو انہوں نے اپنا رب بنایا ہوا ہے اور ساتھ ہی رُبِّ حقیقی کو بھی پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دنیا کا مال ہمیں دے، مال حلال ہو یا حرام ہو ہمیں دنیا کا مال چاہیئے، اس دنیا کا اقتدار دے خواہ وہ تیرے بندوں کی خدمت کرنے والا ہو یا نہ ہو، جو حیلے اور دغا بازیاں ہم کریں، جو جھوٹ اور افتراء ہم باندھیں، جو علم ہم نے حاصل کیا ہو، جو قوت تو نے ہمیں عطا کی ہے اس کو صحیح استعمال کریں یا غلط ہماری منشاء کے مطابق ان کا نتیجہ نکال اور اس دنیا میں ہمیں کامیاب کر، ہمارے ذاتی حسن جسمانی حسن کے لوگ عاشق بنیں اور حقیقی حسن جو اخلاق کا حسن، روح کا حسن ہے وہ ہم میں پیدا ہو یا نہ ہو وغیرہ وغیرہ، سینکڑوں بت ہیں جو بنائے ہوئے ہیں۔ رب کے علاوہ سینکڑوں رب ہیں جن کی پرستش کرتے ہیں اور جو رب حقیقی ہے اس کی دھندری سی تصویر کو جس کی حقیقت اور معرفت ابھی انہوں نے حاصل نہیں کی اس کو بھی اپنے سامنے رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور دعا یہی ہوتی ہے کہ یہی دنیا ہے سب کچھ اس دنیا میں صحیح یا غلط طور پر ہمارے رفعتوں کے سامان دنیوی لحاظ سے کردے اور ہمیں اونچا کر دے، ہماری قوت کو زیادہ کر دے خواہ وہ ظالمانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے فریب کو اور ہماری چوری کو ننگا نہ ہونے دے اور جو ہم فائدہ حاصل کریں چوری کے ذریعہ سے وہ مال ہمارے پاس ہی رہے اصل مالک کے پاس واپس نہ جانے پائے۔

یہ دعا ہے ان کی جب وہ کہتے ہیں کہ اس دنیا کی چیز ہمیں دے دے اس حال میں کہ آخرت کا، خدا کے پیار کا، خدا کی نعمتوں کا ان کے دماغ میں صحیح تصور قائم نہیں ہوتا۔ وہ جو رَبَّنَا کہا گیا ہے۔ پہلی آیت میں جس کا تعلق مانگنے والوں کا تعلق، وہ ندا کرنے والوں کا تعلق صرف اس دنیا اور اس دنیا کی زندگی کے ساتھ ہے لیکن یہ جو دوسرا گروہ ہے وہ تو رُبِّ حقیقی کو

ماننے والا ہے اور غیر اللہ سے کامل طور پر قطع تعلق کرنے کے بعد جو حقیقی مولا اور رب ہے اس کی طرف وہ رجوع کرنے والا ہے اور اسی کے سامنے سر نیاز کو جھکانے والا ہے اور اس کے علاوہ ہر شے کو مرے ہوئے کیڑے جتنی بھی وقعت نہیں دیتا۔

توجہِ رَبَّنَا بیہاں دو آئیوں میں ہے ان کے معانی میں فرق ہے ایک معنی وہ ہیں جو ایک دنیادار، دماغ کے ذہن میں ہیں اور جو حقیقی معنے نہیں، جس میں خدا کی خوشنودی کے حصول کے لئے رَبَّنَا کی ندانہیں کی جاتی۔

اور ایک دوسرے معنی ہیں جو ایک عارف کی ندا ہے، جو خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کی معرفت رکھنے والے کی دعا ہے جو خدا کے علاوہ ہر شے سے بیزار ہونے والے کی دعا ہے جو ہر چیز اپنے رب سے پانے کی امید رکھنے والے کی دعا ہے اور وہ دعا یہ نہیں کہ صرف یہ دنیا مجھے چاہیئے۔ دعا یہ ہے کہ اے خدا! اس دنیا کی وہ چیز مجھے نہ دے جو آخرت کی نعماء سے مجھے محروم کرنے والی ہو۔ صرف وہ نعماء اس دنیا کی مجھے دے جو بتدریج تیری روپیت کے سایہ میں تیری بہتر سے بہتر نعماء تک لے جانے والی اور تیرے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے میں میری مدد اور معاون ہونے والی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں آنے والے مصائب، شدائد، ابتلاء وغیرہ جو ہیں ان سے وہ امن میں رہے۔ (یہ بیان میں اپنے الفاظ میں کر رہا ہوں) اور دوسرے یہ کہ فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتی ہیں، دنیوی نعمتوں کا غلط استعمال دنیوی نعمتوں کا مہلک استعمال جن کے نتیجے میں جسمانی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ذہنی تنزل بھی پیدا ہوتا ہے، جن کے نتیجے میں اخلاق بھی جمل کے راکھ بن جاتے ہیں، جن کے نتیجے میں وہ روحانی طاقتیں جو اس لئے انسان کو دی گئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ زمین سے اٹھا کر اسے آسمانوں پر لے جائے وہ ضائع ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ تو بعض لوگ جو ایک حد تک رفتیں حاصل کرتے ہیں وہاں سے گرتے ہیں زمین پر اور ریزہ ریزہ کر دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے۔ تو فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اسے خدا سے دور لے جانے والی ہیں وہ اس سے نجات پاوے۔

دو چیزوں کی اپنی خوشحالی کے لئے انسانی نفس کو ضرورت ہے۔ مصائب اور شدائد اور ابتلاؤں سے امن میں رہے اور فسق و فحور اور روحانی بیماریوں سے نجات اسے حاصل ہو۔

پس دوسری آیت میں **أَتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** جو کہا گیا ہے دنیا کا حسنہ یعنی دنیا سے تعلق رکھنے والی خدا کی نگاہ میں جو اچھی چیز انسان کو ملتی ہے وہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی، انسان ہر ایک بلا اور گندی زیست اور ذلت سے محفوظ رہے یعنی خدا ہر ایک پہلو سے، دنیا کا ہو یا آخرت کا، اسے ہر بلاسے محفوظ رکھے اور جس رنگ میں خداد کیکنا چاہتا ہے انسان کو اور اس کے اعمال کو اس رنگ میں اسے اعمال صالح بجالانے کی توفیق عطا ہو۔

یہ ہے **فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً** کے معنی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہے ہیں اور **فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً** کے معنے آپ نے یہ کہے کہ دنیوی حسنہ کا اس طور پر استعمال کہ جس کے نتیجہ میں اخروی حسنات انسان کو ملیں اور آپ فرماتے ہیں آخرت کا جو پہلو ہے وہ دنیا کی حسنہ کا شترہ ہے۔ اس تمثیل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کی حسنات کو ایک درخت کی شکل میں پیش کیا اور اخروی زندگی کی حسنات کو ان درختوں کے پھل کی حیثیت سے پیش کیا تو جو خدا کا موسن بنده اور معرفت الہی رکھنے والا ہے وہ دعا کرتا ہے رَبَّنَا! اے ہمارے رب! توبہ کرتے ہوئے تیری طرف واپس لوٹا ہوں، تیرے غیر کو کچھ چیز نہیں سمجھوں گا کامل بھروسہ تجھ پر رکھوں گا، ساری امیدیں تجھ سے وابستہ رہیں گی میری، مجھے جو اس دنیا میں تو نے (جیسا کہ قرآن کریم نے اعلان کیا) ان گنت نعماء سے نوازا ہے ان کے استعمال کی صحیح توفیق دے۔ جس کے نتیجہ میں میری قوتیں اور استعدادیں صحیح نشوونما حاصل کر کے ایسے اعمال صالح بجالانے والی ہوں جو تجھے پسندیدہ ہوں جن پر تو مجھے انعام بھی دے، مقبول اعمال صالح کی مجھے توفیق دے اور اس کی شکل یہ بن جاتی ہے کہ اگر دنیا کے اعمال اور دنیا کی جدوجہد اور مجاہدہ حسنے کہا گیا ہے وہ درخت ہے تو اخروی حسنے جو ہے وہ ان درختوں کے پھل ہیں، اس لئے جب یہ شکل بنی تو ضمناً یہ بات بھی ہمارے سامنے آگئی کہ اسلام جو ہے وہ رہبانیت ان معنی میں کہ دنیا کی بہت سی جائز چیزوں کو بھی چھوڑ دینا، اس کو جائز نہیں سمجھتا۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ اور میرے پاس آ۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کا صحیح استعمال کر اور

میرے پاس آ۔ اگر چھوڑے گا ناشکرا ہوگا اور خدا کے نزدیک ناشکرا اور کافر ہم معنے لفظ ہیں اور اگر دنیا کو چھوڑے گا نہیں میرے بتائے ہوئے طریق پر میری نعمتوں کو استعمال نہیں کرے گا، میری عطا کردہ قوتوں کو میرے بتائے ہوئے طریق پر خرچ نہیں کرے گا تو جنت سے نکال دوں گا تھے۔ دنیا کو چھوڑنا نہیں، دنیا میں رہ کر خدا کا بننا ہے، خدا کا ہو کر خدا کے لیے دنیوی زندگی گزارنی ہے، یہ ہے **رَبَّنَا أَتَيْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً** دنیا میں جو حسنة ملتی ہیں جو چیزیں جو نعماء ملتی ہیں وہ سب اخروی حسنة کے حصول کا سامان پیدا کرنے والی ہیں۔ موٹی مثال ہے صحت جسمانی۔ صحت کا ہونا خدا تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اور ایک صحت مند بدمعاشریوں میں بھی اپنی صحت خراب کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتا ہے لیکن خدا کا صحت مند بندہ خدا کے حضور اپنی صحت کے نتیجے میں ایثار و اخلاص کے وہ کارنا مے دکھاتا ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مثلاً صحابہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کسری اور قیصر سے جنگیں ہوئیں ان میں (تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے) اتنا فرق ہوتا تھا تعداد میں۔ مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم اور کسری کی حکومت جو بہت بڑی ایمپائر تھی اس وقت کی دنیا میں اور قیصر کی حکومت جو بہت بڑی ایمپائر تھی اس وقت کی دنیا میں ان کی فوجیں پانچ گنا سات گنا بعض دفعہ آٹھ گنا زیادہ ہوتی تھیں۔ اگر پانچ گنا زیادہ بھی ہوں اور ساڑھے سات گھنٹے لڑائی ہو دن میں تو ہر ڈبیٹھ گھنٹے کے بعد نئی تازہ دم فوج مسلمان کے سامنے آجائے گی اور ایک مسلمان ساڑھے سات گھنٹے لڑتا رہے گا ہر ڈبیٹھ گھنٹے کے بعد تازہ دم فوج میں سے کسری اور قیصر کی فوجوں کا ہر سپاہی صرف ڈبیٹھ گھنٹے لڑے گا۔ مسلمان سپاہی ساڑھے سات گھنٹے ان کے مقابلہ میں لڑ رہا تھا۔ یہ شکل بنی لڑائی میں۔ میں نے بڑا سوچا اور بڑا ہی حیران ہوا ہوں کہ کس قدر صحت اور عزم ایک مسلمان کو خدا تعالیٰ نے دیا۔ اگر عزم ہو اور صحت نہ ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر صحت ہو اور عزم نہ ہو تو کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے کہا ہے کچھ ہونیں سکتا۔ اب میں کہتا ہوں کچھ نہیں ہو گا تو ان کو صحت بھی دی خدا نے۔ عزم بھی دیا خدا نے۔ تو صحت جسمانی دنیوی حسنة ہے اس دنیا سے جسم کا تعلق ہے۔ خدا کہتا ہے مجھ سے مانگو صحت اس لئے نہیں کہ عیاشی میں اسے ضائع کرو گے اس لئے مانگو کہ میری راہ میں اس کو خرچ کرو گے اور میرے پیار

کو حاصل کرو گے۔ ہر دنیوی نعمت کی ایسی ہی مثال ہے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ صحت کے علاوہ عزت ہے، دنیوی مال و دولت ہے۔ دنیا کی اولاد ہے خاندان ہیں، عافیت کی فضا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہر چیز جو ہے خدا کہتا ہے مجھ سے مانگو لیکن مجھ سے لے کر میری خوشنودی کے لئے میری بتائی ہوئی راہ پر اسے خرچ کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی تفسیریہ کی ہے کہ انسانی تجربہ بتاتا ہے کہ جہنم اس دنیا کی بھی ہے۔ جہنم وہ بھی ہے جو مرنے کے بعد ہے (اللَّهُ مَحْفُوظُ رَكْهِ)۔ خدا تعالیٰ ان پر اپنے قہر کی تخلی نازل کرنا چاہے گا جہنم میں بیچج دے گا۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ انسان کا تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس ورلی زندگی کے ساتھ طرح طرح کے عذاب اور تکلیفیں لگی ہوئی ہیں۔ خوف کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ خون خرابہ، لڑائی ہو جاتی ہے۔ یہاں میں بعض دفعہ کھیتوں کے کنارے، زمیندار آدھے مرلے پر بھی لٹرمرتے ہیں۔ فقر و فاقہ کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک غربت ہے جو ورشہ میں ملتی اور آگے اگلی نسل کو ورشہ میں چھوڑی جاتی ہے۔ ایک غربت ہے جو ایک امیر آدمی دیوالیہ ہو جاتا ہے اور وہ جو لاکھوں کا مالک ہوتا ہے وہ چند لقوں کے کھانے کی بھی توفیق نہیں رکھتا، مانگنا پڑتا ہے اس کو، بیماریاں ہیں، کوشش انسان کرتا ہے، اس کے مختلف اور سینکڑوں میدان ہیں، ناکامیاں بھی سینکڑوں ہیں۔ ذلت و ادب کے اندیشے ہیں۔ ہزار قسم کے دوسرا دکھ ہیں۔ اولاد بیوی وغیرہ کے متعلق تکلیف ہے۔ بچہ بیمار ہو جائے رات کا چیلن اٹھ جاتا ہے۔ بیوی کے ساتھ ناراضی پیدا ہو جائے وہ پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔ پھر رشتہ داریاں ہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں اچھکن پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی ورشہ کی کبھی یہ کہ مجھ سے پیار کا اتنا سلوک نہیں کیا جتنا کسی دوسرا رشتہ دار سے کر دیا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں یہ ساری تکالیف اور پریشانیاں جو ہیں یہ دنیا کی جہنم ہے اور مومن دعا کرتا ہے رَبَّنَا أَتَنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً كَمَا أَنْدَى اس دنیا کی آگ سے ہمیں بچا۔ ہر قسم کی تکلیف، دکھ درد پریشانی جو ہے اس سے تو ہمیں محفوظ رکھ اور ہماری زندگی کبھی بھی تلخ نہ ہو اور انسان یہ دعا کرتا ہے کہ اے خدا! تو ہمیں صحت سے رکھ، ہم

سب کو ساری جماعت کو خدا صحت سے رکھے۔ ہر نماز میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ساری جماعت کو خدا صحت سے رکھے اور بیماروں کو شفا دے۔ ہمیں وعدے دیئے گئے کہ تمہارے مال میں کثرت بخشی جائے گی اولاد میں کثرت بخشی جائے گی۔

ہم دعائیں کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان بشارتوں کا وارث بنائے، عافیت سے رکھے اور پھر ہمیں توفیق دے کہ یہ ساری نعمتیں پانے کے بعد اعمال صالحہ بجالانے والے ہوں اور خدا کے پیار کو حاصل کرنے والے ہوں اور دنیا کے جہنم سے بھی ہم محفوظ رہیں، دنیوی جنت بھی ہمیں ملے لیکن یہاں پر ختم نہ ہوں خدا تعالیٰ کے انعام ہم پر۔ جہاں اس دنیا کی جو جہنم ہے اس کی آگ سے ہمیں بچایا جائے۔ وہاں مرنے کے بعد کی جو جہنم ہے اُس آگ سے بھی ہمیں بچایا جائے اور جہاں اس دنیا کی جنت ہمیں ملے وہاں مرنے کے بعد کی جنت جو اللہ تعالیٰ کے پیار اور رضا کی جنت ہے وہ بھی ہمیں ملے۔

یہ ہے دعا جو رَبَّنَا أَتَيْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ میں سکھائی گئی ہے ہمیں۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کے ہر پہلو کو سمجھنے اور ہر پہلو سے ہی خدا سے یہ دعا مانگنے کی ہمیں توفیق دے اور اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے کہ وہ اس دعا کو قبول کرے اور ہمارے لئے ہر دو جہنم کی حفاظت مقدر کی جائے اور ہر دو جنتیں ہمارے نصیب میں ہوں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۲ ربیعہ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۵)



اللہ کی صفات کے جلوے منکروں میں حسد پیدا کرتے ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ نومبر ۱۹۷۹ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعود اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت اور ان کا ترجمہ پڑھ کر سنایا:-

وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌۚ وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِإِلَهٍ الْعَرِيزِ الْحَمِيدِۚ إِنَّ الدِّيْنَ لِهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌۚ إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَمُوْبُوا فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ الْحَرِيقِۚ (البروج: ۸-۱۱)

ترجمہ:- اور وہ لوگ مونوں سے جو کچھ کر رہے ہیں ان کا دل اس کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور وہ ان سے صرف اس لئے دشمنی کرتے ہیں کہ وہ غالب اور سب تعریفوں کے مالک اللہ پر ایمان کیوں لائے۔ وہ اللہ جس کے قبھے میں آسمانوں اور زمین کی باادشاہت ہے اور اللہ ہر چیز کے حالات سے واقف ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو عذاب میں بنتا کیا پھر اپنے فعل سے تو بھی نہ کی انہیں یقیناً جہنم کا عذاب ملے گا اور اس دنیا میں بھی انہیں دل کو جلا دینے والا عذاب ملے گا۔

پھر حضور انور نے فرمایا:-

ان آیات میں تین جماعتوں کے متعلق اصولی باتیں بتائی گئی ہیں تین ایسی صداقتیں جو

آدم سے لے کر قیامت تک صحیح ثابت ہوتی رہیں، ہوتی رہیں گی ان آیات میں جن تین جماعتوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں۔ ایک ایسے غیر مومن منکر جوانکار پر اصرار کرتے ہوئے اس جہان فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ ایک ایسے مومن جو جب اللہ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور حقیقی توحید پر وہ قائم ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دامن کو وہ پکڑتے ہیں تو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور پھر مرتبے دم تک اسے چھوڑتے نہیں۔

اور تیسری جماعت جس کا ذکر یہاں ہے وہ ان لوگوں کی جماعت ہے جو منکروں میں شامل رہے اور ایسے اعمال بجالاتے رہے جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ناپسندیدہ تھے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور انہیں اس بات کی توفیق دی کہ وہ توبہ کر لیں اور جس گروہ کے وہ مخالف اور دشمن تھے (مومنوں کا گروہ) اس گروہ میں وہ شامل ہو جائیں اور ان کا وہ انعام پائیں اور جس جماعت کو وہ چھوڑ کے آئے ہیں ان کی سزا سے خود کو محفوظ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اس سورۃ کی پہلی آیات میں) جس قسم کی دشمنی کا اظہار پہلی جماعت، دوسری جماعت، غیر مومن منکر جماعت، مومن جماعت کے خلاف کرتی ہے جس قسم کی ہلاکت کے منصوبے وہ بناتے ہیں ہلاکت کے لئے کوشش کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شَهِودٌ۔ جو کچھ وہ مومنوں سے کرتے ہیں ان سے جہنوں نے اللہ تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے اس کی حقیقت کو ان کی عقل بھی اور ان کی فطرت بھی ہمیشہ سمجھتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ وہ اس یقین پر قائم نہیں ہوتے کہ خدا تعالیٰ پر مضبوطی کے ساتھ حقیقی ایمان لانے والوں کے خلاف منصوبے بنانا واقعہ میں ٹھیک بات ہے اور ہمیں ایسا کرنا چاہیئے۔ اس حقیقت پر قائم نہیں ہوتے۔

افعال بد، خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ناپسندیدہ اعمال بھی کرتے ہیں اور دل سے یہ ندا بھی اٹھتی ہے کہ کہیں ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے گرفت نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دشمنی جو وہ کرتے ہیں مومین باللہ سے وہ کسی دلیل پر کسی صداقت پر کسی سچے واقعہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ وہ دشمنی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ مومن اس اللہ پر ایمان لے آئے جو تمام صفاتِ حسنے سے متصف

اور ہر قسم کے شخص اور کمزوری سے مبررا ہے۔ وہ ہر قسم کی صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ ان صفات میں سے جو صفات اس دشمنی کی وجہ بنتیں ان کا یہاں ذکر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے بندوں کی دشمنی وہ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صفتِ عزیز سے متصف ہے اللہ تعالیٰ صفتِ حمید سے متصف ہے اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ صفتِ مالکیت سے وہ متصف ہے اور اللہ تعالیٰ صفتِ شہید سے متصف ہے چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ چار صفات اپنے ان بندوں کی زندگی میں اپنے جلوے دکھاتی ہیں جن کا وہ مشاہدہ بھی کرتے ہیں اس لئے حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکتی ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں سے دشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔

صفتِ عزیز کے کئی معنی ہیں۔ ایک تو اس کے معنی ہیں بڑی طاقت والا بڑے غلبہ والا اور ایسا غالب کہ الْمُنْبَيِعُ الَّذِي لَا يُنَادِي لَا يُغَالِبُ وَ لَا يُعَجِّزُهُ شَيْءٌ کہ جو انسانی منصوبوں اور انسانی دشمنیوں اور انسانی کروتوں کی دسترس سے بالا ہے (لَا يُنَادِي) اور دنیا کی ساری طاقتیں مل کر اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکتیں (وَ لَا يُغَالِبُ وَ لَا يُعَجِّزُهُ شَيْءٌ) اور جو وہ کرنا چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت دنیا کا کوئی منصوبہ اسے اس کے منصوبوں میں ناکام نہیں کر سکتا عاجز نہیں بنا سکتا۔ پھر عزیز کے معنے ہیں المکرم وہ صاحبِ عزت ہے اور عزت کا سرچشمہ ہے۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَإِللَّهُ الْعِزَّةُ جَمِيعًا (فاطر: ۱۱) کہا گیا ہے۔ وہ عزیز ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس جہان اور اگلے جہان میں صاحبِ عزت و اکرام ہوا سے چاہیے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے رب سے تعلق قائم کرے اور حقیقی عزت اس سے حاصل کرے نہ کہ دنیا کے دوسرا عزت کے جھوٹے سرچشموں سے حقیقی عزت کے وہ سرچشمے نہیں ہیں۔ اصل عزت دینے والا خدا تعالیٰ کی ہستی اور ذات ہے اور اپنی اس صفت کے جلووں میں کہ وہ طاقت کا سرچشمہ ہے، وہ عزت کا سرچشمہ ہے، وہ ہر پہنچ سے دور ہے، کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا اس کی صفات کے جلوے ان کو نظر آتے ہیں اس دنیا میں خصوصاً (جہاں تک انسان کا تعلق ہے) ان لوگوں کی زندگیوں میں جو حقیقی طور پر موحد ہیں اور خدا تعالیٰ سے ایک زندہ تعلق رکھنے والے ہیں۔

یہ سارے جلوے جو ہیں یہ خدا تعالیٰ کی حمد کی طرف انسان کو متوجہ کرتے ہیں وہ حمید

ہے، سب تعریفوں کا مرجع بھی وہ ہے اور سب حقیقی تعریفوں کا مستحق بھی وہ ہے اور جو اس سے تعلق رکھنے والے ہیں ان سے بھی پسندیدہ افعال سرزد ہوتے ہیں (اللہ عزیز ہے اور سب سے بڑی طاقت انسان کی یہ ہے کہ وہ یہ یقین کرے کہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں لیکن جس خدا پر میں ایمان لا یا ہوں اس میں ہر طاقت موجود ہے اس واسطے مجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے) جو خدا کے ساتھ تعلق رکھنے والا ہے وہ تو خدا تعالیٰ کی ہدایت میں خدا تعالیٰ کے تصرف کے نیچے آ گیا اس سے بھی ایسے افعال سرزد ہوں گے کہ جس طرح سب تعریفوں کا مرجع اور مستحق اللہ ہے خدا تعالیٰ اس کی بھی حمد کرتا ہے آسمانوں سے اور لوگوں کی نگاہ میں بھی ان کو ایسا بنادیتا ہے۔ ایک بت کی شکل میں نہیں ایک ایسے فعال وجود کی شکل میں جس کا ہر فعل نوع انسانی کی خدمت میں، ان کے دکھوں کو دور کرنے میں، ان کے لئے سکھ کے سامان پیدا کرنے میں لگا ہوا ہے۔ لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ تعریف دو طرح کی جاتی ہے یا حسن کے نتیجہ میں یا احسان کے نتیجہ میں۔ حقیقی حسن خدا تعالیٰ کا ہے **أَللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** (النور: ۳۶) اور احسان تو کسی اور کا تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔ اس نے پیدا کیا، اس نے طاقتیں دیں۔ اس نے ہر دو جہاں کی ہر چیز کو خادم بنادیا انسان کا۔ اس سے بڑا اور کیا احسان ہو سکتا ہے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی ہمارے لئے بطور راہبر اور ہادی کے مبعوث کر دیا تو جو اس کے کہنے پر اور اس کے حکم کے مطابق اپنے اندر اپنے وجود میں اپنے افعال میں **نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** کی جھلک رکھتا ہوگا، وہ حسن اس میں پیدا ہو گیا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے احکام کے مطابق دنیا کے محسن اعظم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا پر احسان کرنے والا ہوگا اس سے بڑا کون احسان کرنے والا ہے سب لوگ اس کی تعریف کرنے لگ جائیں گے۔ دشمن بھی تعریف کرتے ہیں ایسوس کی اور اپنے بھی کرتے ہیں۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ الْمَلِكُ کے معنے ہیں **الْعَظُمَةُ وَالسَّلَطَةُ** عظمت اور رعب، اور **الْمَلِكُ** کے معنی ہیں صاحب الامر و السلطۃ نیز قادر علی التصریف، تصرف کرنے پر قادر۔ **تو الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ ہر دو جہاں کی ہر شے میں اپنی مرضی کے

مطابق تصرف کر سکتا ہے اور تصرف جو ہے وہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک قانون کا تصرف، جو دنیا کی بادشاہیں کرتی ہیں، قانون بنا دیتی ہیں اور پھر ان کے کارندے جو ہیں وہ اس کے مطابق شہری زندگی چلاتے ہیں۔ غلطی کرتے ہیں کبھی ٹھوکر کھاتے ہیں کبھی قانون کے مطابق کام کر رہے ہوتے ہیں۔ انسان ہے، قانون بھی کمزور اس کا اور اس کا اجرا کرنے والے بھی ہزار ضعف رکھتے ہیں اپنے اندر لیکن خدا تعالیٰ ”قَادِرٌ عَلَى التَّصْرُفِ“، قانون کے لحاظ سے بھی ہے یعنی اس نے کائنات کی ہر چیز کو دوسرا چیز کے ساتھ ایک عظیم قانون سے وابستہ کیا ہوا ہے۔ اسی واسطے ہمارے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے نوبل پرائز لے لیا تھا۔ ایک نیا قانون باری ایک نئی جھلک اس صفت کی ان کی تحقیق نے معلوم کی لیکن خدا تعالیٰ صرف قانون کے ساتھ تصرف نہیں کرتا۔ بلکہ وہ متصرف بالارادہ ہے اس نے صرف یہ قانون نہیں بنایا کہ بعض درخت موسم بہار میں پت جھٹکرتے ہیں۔ موسم بہار میں جان کے کہہ رہا ہوں خزان کی بجائے۔ بعض درخت ایسے ہیں جو موسم بہار میں پت جھٹکرتے ہیں اس نے یہ قانون بنایا ہے، قانونی تصرف بھی ہے اس کا، کہ یہ درخت جو ہیں درختوں کی فہمیں یہ موسم بہار میں اپنے پتوں کو گردیں گی اور نئے پتے اگیں گے ان میں لیکن وہ متصرف بالارادہ ہے اس قانون کے ہوتے ہوئے بھی۔ ہر پتہ جو گرتا ہے وہ اس کے حکم سے گرتا ہے، ایک دفعہ دیر کی بات ہے میں کالج کی لاج میں رہا کرتا تھا تو ایک ایسا ہی درخت ہمارے گھر کے چھوٹے ہو گا۔ ایک دن اس طرف میرا خیال گیا۔ پت جھٹکا موسم تھا میں نے کہا دیکھیں خدا تعالیٰ کا تصرف بالارادہ جو ہے وہ کس رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تو شام کے وقت، پت جھٹکا ہو رہی تھی نا ایک وقت میں تو سارے پتے نہیں جھٹکتے، کچھ پتے زرد کچھ زیادہ زرد کچھ کی پتے کے ساتھ ایک چھوٹی سی ڈنڈی ہوتی ہے جو ٹھنڈی کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی جب تک زرد نہ ہو وہ جھٹکتے نہیں اور کچھ سبز بالکل۔ تو میں تین چار پتے شام کو دیکھتا تھا زرد، نیم زرد اور بالکل سبز اور صبح جا کے دیکھتا تھا اس درخت کے نیچے تو سبز پتے نیچے گرا ہوا ہوتا تھا اور زرد پتا درخت کے اوپر لگا ہوا ہوتا تھا۔

اگر صرف قانون کی حکومت ہوتی خدا تعالیٰ کی توجوں جوں زردی اور موت کی کیفیت پتے پر زیادہ ہوتی چلی جاتی اس کے گرنے کا امکان زیادہ ہوتا لیکن ایک بظاہر نسبتاً زیادہ زندگی

رکھنے والے پتے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ درخت سے نیچے گر جا اور جوز رد پتا تھا جس کا زیادہ امکان تھا شام کے وقت کہ وہ گر جائے گا صحیح کو وہ درخت پر لگا ہوا تھا اسی طرح، یہ درخت بھی ہمارے معلم ہیں، اسی واسطے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو آیات کے زمرہ میں رکھا ہے۔ یہ بھی پوائنٹر (Pointer) ہیں۔ یہ علمتیں ہیں جو ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی تعلیم اور قرآن کریم میں جو صفات اس کی بیان ہوتی ہیں ان کی حقیقتوں کو واضح کرنے والی ہیں۔ تو میں مالک کے متعلق خدا تعالیٰ کی جو مالک ہونے کی صفت ہے اس کے معنے بتارہ ہوں کہ اس کی ملکیت ہے ہر چیز۔ ہر چیز کا وہ خالق ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس نے پیدا نہیں کی اور ہر چیز کا وہ مالک ہے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کسی بت نے بنائی ہو یا امریکہ نے بنائی ہو یا کسی اور ملک نے۔ ہر چیز اس نے بنائی۔ انسان نے جو بنایا اس کی بنائی ہوئی چیزوں میں اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق تصرف کر کے، اس کی بنائی ہوئی قوت اور استعداد اور صلاحیت کے نتیجہ میں تصرف کر کے، انہوں نے ایک نئی شکل اس کو دے دی لیکن گھر سے تو کچھ نہ لائے سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا تھی۔ اس کی قوتیں اور استعدادیں بھی اور وہ جو مادہ تھا جس کو اس نے استعمال کیا یا جو تھیوری تھی جو اس کے ذہن میں آئی وہ اور جو قانون قدرت جس کے عین مطابق اگر ہو تو حقیقت ہے ورنہ نہیں یہ سب کچھ خدا تعالیٰ نے بنایا۔ تو وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے اور وہ تصرف کرنے پر قادر بھی ہے تصرف کرتا بھی ہے۔ تصرف صرف قانون نہیں کرتا بلکہ تصرف بالارادہ کرنے والا ہے۔ تصرف بالارادہ کے منع سے مجبوات پھوٹتے ہیں۔ اس کا اپنا قانون ہے۔ وہ بھی اس کے قانون کے خلاف نہیں لیکن خدا تعالیٰ کے جو قوانین ہیں ان پر انسانی عقل حاوی نہیں ہو سکتی، محیط نہیں ہو سکتی۔

اور شہید کے معنی ہیں الَّذِي لَا يُغَيِّبُ شَيْءًا عَنْ عِلْمِه۔ جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہر شے پر جس کا علم احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تو یہ جو صفات یہاں بیان ہوئیں عزیز حمید اور لَهُ مُلْكُ میں مالک ہونے کی اور شہید۔ یہ چار صفات کے جلوے جب جماعتِ مونین کی زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں تو اس وقت جو مخالف اور منکر ہیں ان کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ وہ عزت مثانا چاہتے ہیں، خدا تعالیٰ

عزت دے دیتا ہے۔ وہ کمزور کرنا چاہتے ہیں القویٰ خدا تعالیٰ طاقت دے دیتا ہے۔ اب جتنا زور روؤسائے مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند گنتی کے ساتھیوں کے خلاف لگایا کہ مٹ جائیں۔ نہیں مٹا سکے۔ اس واسطے کہ ان کا تعلق زندہ تعلق، معرفت اور عرفان کا تعلق اس خدا سے تھا جو غالب ہے پھر جس وقت عرب اپنے معاشرہ اور معيشت اور اقتصادی لحاظ سے ایک کمزور ملک تھا۔ دنیا میں طاقتو رمماں ک دو تھے بڑے، کسری ایک طرف، قیصر ایک طرف، جب کسری نے ساری توجہ مسلم عرب کی، مسلمان عرب جو تھا اس کی توجہ اپنی طرف کھینچنی ہوئی تھی جملہ کر کے اور اس وقت قیصر نے سمجھا کہ یہ موقع ہے مٹا دو اور فیصلہ کیا کہ مٹا دے۔ طاقت تھی دنیوی وہ اکٹھی کی۔ کہتے ہیں چالیس ہزار کے مقابلہ میں تین لاکھ کی فوج لے کے آیا اور ان کو حکم یہ تھا کہ یہ رائی عام رائیوں کی طرح نہیں جس طرح پہلے رائی گئی ہیں اسی طرح یہ رائی لڑی جا رہی ہے کہ میدانِ جنگ میں اتنی بڑی طاقت میں بھیج رہا ہوں۔ تین لاکھ، چالیس ہزار کے مقابلے میں۔ ہر دس ہزار کے مقابلے میں پچھتر ہزار سپاہی زیادہ اچھے ہتھیاروں سے ہتھیار بند ہیں کہ تم ان کو وہاں قتل کرو اور پھر مدینے میں جا کے سارے مسلمانوں کو مارو۔ وہ جنگ یرموک کھلاتی ہے وہ جنگ یرموک نہیں تھی وہ اسلام کی جنگ تھی یعنی اس معنی میں کہ قیصر نے فیصلہ کیا تھا کہ اس جنگ کے ساتھ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دے گا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا اس عزیز خدا کے ساتھ مقابلہ ہے اور اس حمید خدا کے ساتھ مقابلہ ہے جس سے انہوں نے وہ طاقتیں اور قوتیں حاصل کی ہیں جو تعریف کے قابل ہیں اور تین لاکھ کیا تین کروڑ کی بھی اگر اس جگہ آ جاتی فوج اور خدا تعالیٰ جو مالک اور متصرف بالارادہ ہے کا منشاء یہ ہوتا کہ مسلمان جیتیں گے ہاریں گے نہیں تو تین کروڑ بھی وہاں شکست کھاتا اور وہ مسلمان کو شکست نہ دے سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا ہر دو جہاں کو کہ اسلام اس میدانِ جنگ میں جیتے گا، ہارنے کیلئے نہیں اسلام کو قائم کیا گیا۔ یہ ہے متصرف بالارادہ۔ تو یہ جب متصرف بالارادہ رب کی صفت کے جلوے مخالف دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھتا یا منکر باری ہے یا صحیح حقیقی تو حید پر قائم نہیں، تو اس کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے۔ جلن پیدا ہوتی ہے۔ **مُوْتُوا بِعَيْظُكُمْ أَوْ بَھِي** پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں منصوبے اور بھی تیز ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ

کی رحمتیں اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ نازل ہوتی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فرشتے اور بھی زیادہ آتے ہیں اور اسلام کی اور مونین کی اس جماعت کی حفاظت کرتے ہیں۔

پھر کوئی منصوبہ چھپ کے خدا کے خلاف کیا نہیں جاسکتا۔ ایک تو اپنے عزیز ہونے کے لحاظ سے پھر حمید ہونے کے لحاظ سے کوئی فعل ایسا تو نہیں خدا کر سکتا کہ جو اس کے اوپر اعتراض آجائے کہ خدا تعالیٰ تو نے جو بشارتیں دی تھیں اپنے بندوں کو وہ پوری نہیں ہوئیں تو پھر حمد تو نہیں ہوگی نا۔ حمد تو اسی وقت ہوگی کہ جو خدا نے کہا ویسا پورا کردھایا اور وہ کرتا ہے اور کوئی چیز اس سے غائب نہیں ہے اس کے علم نے ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور یہ Surprise کا Element جنگ اور مقابلے میں فوجوں نے اصطلاح بنائی ہوئی ہے۔ وہ فوجوں کی اصطلاح ہے کہ جیتنے کے لئے ایک سرپراز (Surprise) اچانک، لاعلمی میں۔ لاعلمی میں حملہ کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا ہتھیار ہے جس کو دشمن یا مقابلہ استعمال کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلے میں سرپراز (Surprise) تو نہیں۔ لاعلمی میں حملہ ہوئی نہیں سکتا کیونکہ ہر چیز کا اس کے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ تمہارے دل میں جب خیال پیدا ہوتا ہے اس کا اس کو علم ہے تم جب اپنی مجلس میں بیٹھ کے کوئی منصوبہ زیر بحث لاتے ہو اس کا اسے علم ہے۔ جب کسی فیصلے پر پہنچتے ہو اس کا اسے علم ہے۔ جب اس فیصلے کے مطابق تم مادی سامان پیدا کرتے ہو اس کا اسے علم ہے، جب اس فیصلے کو کامیاب کرنے کے لئے ضرورت کے مطابق تم تربیت دیتے ہو اس کا اسے علم ہے۔ تو لاعلمی میں تو کوئی حملہ خدا کے منصوبہ پر نہیں ہو سکتا تو اس سے بھی جو منکریں ہیں، مخالفین ہیں، جو دشمنی کرنے والے ہیں، مونین کی جماعت سے وہ بڑے تلمذاتے ہیں کہ کوئی راہ ان کو اپنی کامیابی کی نظر نہیں آتی۔ دکھ دیتے ہیں لیکن مونین کی جماعت دکھ سہہ لیتی ہے اور ان کے لئے دعائیں دیتی ہے اور ان کے لئے جو حريق ہے کہ دل بھی ان کے آگ میں جل رہے ہوں گے وہ دعا ان کے ایسا آدمی تو اس کا دل بھی آگ میں جل رہا ہے۔

تو یہاں یہ فرمایا گیا کہ جو خدا العزیز ہے طاقتور، عزت والا، غالب جس کا غالبہ اور جس کی طاقت ہر شے ہر قوت کی دسترس سے بالا اور کوئی طاقت اتنی نہیں جو اس کو مغلوب کر سکے کوئی منصوبہ ایسا نہیں جو اسے عاجز بنا سکے اور حمید ہے جو اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں ان کے

اندر بھی وہ حسن اور وہ احسان کی طاقت پیدا کرتا ہے کہ دنیا ان کی تعریف پر مجبور ہو جاتی ہے۔ وہ مالک ہے متصرف بالارادہ ہے۔ قانون کے اوپر نہیں اس نے ہر چیز کو چھوڑا ہوا۔ قانون بھی اسی کا چلتا ہے لیکن قانون در قانون اس طرح اس نے بنادیا ہے کہ انسانی عقل تو ان گھرائیوں تک پہنچ ہی نہیں سکتی۔

اور وہ شہید ہے۔ اس خدا سے، یہاں چونکہ یہ باتیں تھیں جو دشمن کے دل میں آگ بھڑکانے والی حسد پیدا کرنے والی جب تک معرفت حاصل نہ ہو اور توہبہ کا دروازہ نہ کھلے دشمنی میں ان کو بڑھانے والی ہیں ان صفات کا یہاں ذکر کر دیا کہ مومن باللہ ہیں کہ چونکہ وہ ایک ایسی ہستی پر ایمان لائے کہ جو اللہ ہے تمام صفاتِ حسنہ سے متصف، ہر عیب سے پاک اور ان صفات میں صفتِ عزیز ہے اس کی ایک صفت۔ پھر الحمید ہے وہ، پھر المالک ہے وہ، پھر وہ شہید ہے اور یہ صفتیں جو یہاں بیان ہوئی ہیں یہ دشمنی کا باعث بنتی ہیں اس لئے یہاں ذکر کیا گیا ہے اور یہاں یہ نتیجہ لکھتا ہے ان آئیوں پر غور کر کے کہ تمہیں تمہاری دشمنی اور تمہارے منصوبوں کے مطابق خدا جزادے گا۔ چھپے ہوئے تو نہیں ہوتم یا تمہارے منصوبے یا تمہاری دشمنیاں اور اس کے مومن بندے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے نتیجے میں، جو خدا سے ان کو پیار ہو گا، اس کے نتیجے میں جو اللہ تعالیٰ کے نور سے وہ حصہ لینے والے ہوں گے اس کے نتیجے میں، جو توحید حقیقی پر قائم ہونے کی وجہ سے کہ اپنے آپ کو محض لاشے سمجھنا اور کچھ نہ سمجھنا، سب کچھ کر کے سمجھنا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا کیونکہ سب کچھ اسی کا تھا اس کے سامنے لوٹا دیا ہے کون سا احسان کیا اپنے رب پر۔ احسان تو اسی کا ہے ہم پر۔ تو یہ صفات، جو اللہ ان کے دلوں کے حالات اور اسرار کو جاننے والا ہے جو مومنوں کے حالات اور اسرار کو جاننے والا ہے وہ مومنوں کو ان کے حالات کے لحاظ سے، ان کے اعمال کے لحاظ سے، ان کے جہاد کے لحاظ سے ان کی ہجرت کی کوششیں کہ گند نہ ہمارے قریب آئے، اس کے لحاظ سے وہ ان کو جزادے گا اور اسی نسبت سے جو دشمنیاں ہیں اس کے مطابق دشمن اس کی گرفت میں ہیں اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اس دنیا میں بھی اس کی گرفت ظاہر ہوتی ہے جب وہ چاہے جب ہم چاہیں نہیں۔ جب وہ چاہے اور مرنے کے بعد تو اس کی گرفت جس پر وہ چاہے وہ ظاہر ہو جائے گی۔ ہمیں تو یہ خوشی ہے کہ ہم سے یہ وعدہ کیا گیا

ہے کہ توحید حقیقی ہو، عزیز کے ساتھ تعلق ہو، حمید کے ساتھ تعلق ہو، تو کوئی گندگی، کوئی ناپاکی، کوئی پلیدگی تمہارے جسم اور اخلاق اور روح کے ساتھ لگی ہوئی نہ ہو۔ تبھی حمید کے تم بندے بنو گے نا۔ اور متصرف بالارادہ ہے وہ قادر خدا۔ تم بھی معمور الاؤقات بنو گے وہ مطالبہ یہ کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کا متصرف بالارادہ ہونا کہ ہر چیز کے متعلق چھوٹے چھوٹے پتے کو بھی براہ راست اس کا حکم آنا کہ گریانہ گر۔ یہ میں سبق سکھاتا ہے کہ ایک لحظہ بھی اپنی زندگی کا ضائع نہ کرو اور خدا کی راہ میں اس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے اپنی معمور زندگی گزارو اور جس طرح اس کے احاطہ علم سے کوئی چیز باہر نہیں اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ خود سوچ کے، پڑھ کے جو ریسرچ کرنے والے ہیں وہ ہمہ تن، ہمہ وقت مصروف ریسرچ، مصروف تحقیق رہ کے خدا تعالیٰ کے قانون اور خدا تعالیٰ کے تصرف بالارادہ جو ہے بڑا عظیم مضمون ہے یہ چھوٹی سی مثال ابھی میں نے درخت کے پتوں کے گرنے کی دی ہے متصرف بالارادہ ہے، بالکل۔ بڑا غور کیا اس مادی دنیا پر اور سوائے اس کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات متصرف بالارادہ ہے۔ تم بھی دعا میں کرو کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ اس کا متصرف بالارادہ ہونے کے لحاظ سے حکم تمہارے حق میں نکلے اور تم اس کی قانون کی گہرائیوں اور اس کے حسن کو جاننے والے اور دنیا تک پہنچانے والے ہو اور جو شہید ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اس سے دعا کرو کہ اے خدا! جو غلطیاں ہوئیں جو کوتا ہیاں ہوئیں جو کمزوریاں ہوئیں وہ بھی تو جانتا ہے۔ تجھ سے ہم چھپا تو نہیں سکتے مگر تجھ سے مغفرت کی دعا تو ماگ سکتے ہیں۔ تو اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے ہمیں دبائے اور جو اگر کوئی ایسا عمل ہوا جسے تو نے پسند کیا اور رد نہیں کیا وہ بھی تو جانتا ہے۔ تو ہمارے عمل کے مطابق نہیں بلکہ اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ اگر تو چاہے تو بغیر حساب کے جزادے دے گا۔ ہمیں جزادے دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل کرے۔ اللہ تعالیٰ انسانیت پر بھی فضل کرے۔ اس وقت انسان بھی بڑے اندھیروں میں بڑی پریشانیوں میں بڑے خطروں میں گھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور ان کے لئے خوشحالی کے سامان پیدا کرے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۵ راگست ۱۹۸۲ء صفحہ ۱۵)

جلسہ پر زندگیوں میں روحانی انقلاب بپا کرنے کے لئے آئیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آج میں جلسہ سالانہ کے متعلق بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ پچھلے ایک خطبہ میں میں نے بہت سی ہدایتیں دی تھیں بہت سی باتوں کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی، بڑوں کو بھی اور چھوٹوں کو بھی۔ اس وقت اس تفصیل میں جائے بغیر میں یہ یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ ان باتوں کو اپنے سامنے رکھیں اور حتیٰ الوعظ کوشش کریں کہ جو ذمہ داریاں جلسہ سالانہ سال کے اس حصہ میں ہم پر عائد کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم ان ذمہ داریوں کو اس کی رضا کے مطابق اور غشاء کے ماتحت ادا کرنے والے ہوں۔

باہر سے جو دوست تشریف لاتے ہیں جلسہ کے موقع پر مرکزِ سلسلہ میں آج میں انہیں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کئی گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں بعض پہلووں کے لحاظ سے کچھ تو وہ ہیں جو نئے نئے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں اور پورے طور پر تربیت یافتے نہیں۔ تربیت پر وقت لگتا ہے۔ اپنے وقت پر وہ بھی (اللہ سے ہم امید رکھتے ہیں) تربیت یافتے مخلصین کی صفوں میں شامل ہو جائیں گے۔ کچھ نئی پود ہے جو پہنپنے سے نکل کر شعور یا نیم شعور میں داخل ہوئی ہے۔ انہیں بھی روایاتِ سلسلہ اور روایاتِ جلسہ کا زیادہ علم نہیں۔ پھر وہ ہیں جو بڑی عمر کے ہیں پرانے احمدی، بہت سے جلے انہوں نے سنے، بہت سے جلسوں کی ذمہ داریاں

انہوں نے ادا کیں، بہت سے جلسوں میں دعائیں کرنے کی انہیں توفیق ملی اور اللہ نے ان کی بہت سی دعاؤں کو قبول کیا اور اپنے زندہ ہونے کا اور قادر ہونے کا اور **غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ** ہونے کا ثبوت بھم پہنچایا۔ ان کے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ جوان سے تعلق رکھنے والے ایسے احمدی ہیں جن کے کانوں میں سلسلہ عالیہ احمدیہ جلسہ سالانہ کے موقع کی جماعت کی جور و ایات ہیں وہ پڑنی چاہئیں۔ وہ ان کے کانوں میں ڈالیں، بار بار ڈالیں۔ بچوں کو کہیں شور نہیں کرنا آواز نہیں کرنے۔ میری ہوش میں صرف ایک جلسے کے موقع پر کان میں اوپنی آواز (جس کو آوازہ کسنا کہتے ہیں) پڑی، اسی وقت میں نے توجہ دلائی اور خاموشی ہو گئی۔ یہاں جو آتے ہیں وہ قربانی دے کر آ رہے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کا کچھ کھو کر اللہ سے بہت کچھ حاصل کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ بھول ہو جاتی ہے۔ غفلت ہو جاتی ہے، نئے ہیں انہیں پتا نہیں۔

جب گھر سے چلیں ان کو بتائیں کہ ربوہ جلسہ پر جا رہے ہیں شور نہیں کرنا، جور استے مقرر ہیں انہی راستوں پر چلنا ہے، نظریں پیچی رکھنی ہیں، زبانوں سے شہد ٹپکنا ہے، چہروں پر غصہ نہیں آنا، خدا تعالیٰ کے حضور عاجزی سے ہر وقت جھکے رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رکھنے کا سبق سیکھنا ہے، ایسا سبق جو زندگی میں پھر کبھی بھلا یا نہ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو خواہشات جماعت کے ساتھ وابستہ کیں ان خواہشات کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا، اپنی زندگیوں کو گزارنا ہے ان کے کانوں میں ڈالیں کہ یہ جلسہ میلہ نہیں نہ عام جلسوں کی طرح ایک جلسے ہے۔ محض خدا کے لئے گھروں کو چھوڑنے والے گھروں کو چھوڑتے اور یہاں آ جاتے ہیں۔ محض خدا کی خاطر بہت سے غریب سارا سال پیسے بچاتے رہتے ہیں تاکہ جلسے میں شمولیت اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزادے اور اس کی توفیق دے کہ یہاں آ کر وہ جھولیاں اتنی بھر لیں، اتنی بھر لیں کہ پھر ان کی جھولیوں میں مزید کی گنجائش نہ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گنجائش میں بھی وسعت پیدا کرے اور انعامات بھی۔ جلسہ پر آنے والے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے متعلق جو قرآن عظیم کے بیان میں وہ سننے کے لئے آتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں وہ خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کرنے کے لئے اور اس یقین میں چنتگی پیدا کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں۔ وہ

ایک روحانی انقلاب عظیم اپنی زندگیوں میں بپا کرنے کے لئے یہاں آتے ہیں اور بہت ہیں جن کی زندگیوں میں ایک ایسا انقلاب بپا ہو جاتا ہے کہ دنیا دار نگاہ دیکھتی اور حیران ہوتی ہے اور سمجھنہیں پاتی کہ ہو کیا گیا، کہاں کے تربیت یافتہ ہیں یہ لوگ۔ یہ باقی اپنے بچوں کے اپنی عورتوں کے کانوں میں ڈالیں۔ مردوں کی طرح عورتیں بھی بڑی مخلص ہیں۔ پھر بچیاں بھی ہیں، ناصرات سے تعلق رکھنے والی بھی ہیں۔ نئی نئی احمدی ہونے والی بھی۔ اسی سال کے دوران بہت سے مردوزن اللہ تعالیٰ کے فضل سے خواہیں دیکھنے کی بناء پر احمدیت کو قبول کرنے والے بھی ہیں۔ ان کو صداقت آسمان پر نظر آئی، انہوں نے قبول کر لیا۔ اس صداقت کے تیجہ میں جو زمین پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ ان کے سامنے آئیں گی۔ انہیں سمجھنا چاہیے۔ ساری دنیا کے خادم بنا کر ہمیں اکھٹا کر دیا۔ بُنِیَانٌ مَرْصُوصٌ کی طرح کہ ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں رہا اور سب کے لئے دعائیں کرنے والا بنا دیا ہمیں۔ تو ان چیزوں کو ذہن میں حاضر رکھ کے یہاں آئیں۔

دوسرے جلسے پر آنے والوں میں پاکستان کے مختلف مقامات سے آنے والوں میں بھی اور یروںی ممالک سے آنے والوں میں بھی ایسے بھی ہیں جو احمدی نہیں جلے پر آتے ہیں دوستوں کے ساتھ، بہت کچھ انہوں نے سنا ہوتا ہے وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جو انہوں نے سنا جماعت کے خلاف وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ان کو بھی آپ سمجھائیں کہ جس جگہ آپ جا رہے ہیں اس کی فضاس کا ماحول اس کی روایات ہر شخص سے جو یہاں آتا ہے کچھ مطالبه کرتی ہیں اس مطلبے کو آپ پورا کریں۔ بہت سی باقیں تو یہاں کا ماحول خود ہی سمجھا دیتا اور مطالبه اپنا خود ہی پورا کروالیتا ہے لیکن جو ہمارا فرض ہے وہ ہمیں ادا کرنا چاہیے۔

جو غیر ممالک سے آنے والے ہیں وہ دو گروہ ہیں ایک وہ جو نمایاں ہو کے پچھلے سالوں میں ہمارے سامنے آتے رہا اور ایک وہ جو نظر انداز ہو گیا جو نمایاں ہو کے ہمارے سامنے آیا وہ وفود کی شکل میں امریکہ سے پچھلے سال ہی اٹھائیں مردوزن آئے، یورپ سے آتے ہیں ناروے، سویڈن ڈنمارک (کبھی کم کبھی زیادہ) جرمنی سے بھی اور سویٹزرلینڈ سے آتے ہیں۔ انگلستان سے بھی شاہزاد فد کی صورت میں بعض آتے ہیں۔

ایک تو وفد کی صورت میں آتے ہیں۔ ان کی رہائش کا انتظام بھی جماعت کرتی ہے۔ کچھ تو رہائش گاہیں بن گئیں۔ وسیع بن گئیں۔ بہت سے کمروں پر مشتمل بن گئیں۔ جب بنی تھیں بڑی نظر آتی تھیں۔ جب بن چکیں تو مکین زیادہ ہو گئے اور رنجائش کم ہو گئی جو باہر سے وفاد آتے ہیں وہاں کی جماعت کو وہاں کے نظام کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کوشش کریں کہ اکثریت ان وفود میں نئے آنے والوں کی ہو۔ کچھ فیصلہ پرانوں میں سے بھی ہوں وہ ان کو بتائیں گے بہت سی باتیں اور فائدہ ہو گا اس کا لیکن اکثریت جو ہے وہ نئے آنے والوں کی ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ بیرونِ ممالک بننے والے احمدیوں کا ذاتی تعلق مشاہدہ کر کے، سن کے، فضا کو سونگھ کے مرکز سلسلہ سے اور جماعتی نظام کے ساتھ ہو جائے۔ جب شروع میں میں نے تحریک کی کہ وفود آئیں تو انڈونیشیا سے پہلے سال میرے خیال میں کوئی بھی نہیں آیا یا بہت کم نہ ہونے کے برابر لیکن پچھلے سال ان کی تعداد بھی غالباً میں سے زیادہ ہو گئی حالانکہ پچھلے سال جب وہ سفر کی تیاری کر چکے تھے اور رقم انہوں نے کرائے کی جمع کر لی تھی یکدم کرائے بڑھ گئے اور بعض کو ایسا کرنا پڑا کہ بیوی آگئی یا میاں آگیا کیونکہ ہر دو کے کرایہ کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے لیکن پھر بھی کافی تعداد میں آگئے۔ پس جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ خیال رکھیں کہ اکثریت نئے آنے والوں کی ہو۔

لیکن باہر کے مختلف ممالک سے آنے والے وہ دوست بھی ہیں جو نظر انداز ہوتے رہے اس سال نہیں ہونے چاہئیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے رشتہ دار عزیز یہاں ہیں۔ بعض کے گھر یہاں ہیں۔ بعض نے اپنے بیوی بچے یہاں چھوڑے ہوئے ہیں۔ وہ آگئے اور ایام جلسہ میں جو ایک مخصوص فضا، ایک وسعت، ایک فراخی، ایک رفت، ایک بحوم ہے اس کے اندر شامل ہوئے اور غائب ہو گئے جس طرح سمندر میں قطرہ غائب ہو جاتا ہے۔

انگلستان سے ہی بیسوں ایسے احمدی آتے ہیں جن کا اندر اج کہیں نہیں ہوتا کہ وہ جلسے کے لئے انگلستان سے یہاں آئے۔ امریکہ کے اور دوسرے ممالک کے دوست اپنے طور پر آتے ہیں، ان کا رہائش کا اپنا انتظام ہوتا ہے، ویسے تو لگر چلتا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ ہمارے لئے تو سارا سال ہی چلتا ہے وہ لیکن جواب پر میسے خرچ کر کے جلسے کے دنوں

میں اپنے گھر میں بھی کھانا پکاتے ہیں وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لگنگر کا ایک حصہ ہی بن جاتا ہے۔ برکات کے حصول کے لئے اس طور پر کہ وہ بھی اپنے گھر ٹھہرے ہوئے مہمانوں کے لئے کھانا منگوا لیتے ہیں لنگر سے، کبھی آپ پکا کے کھلا دیتے ہیں جو بیوی بچوں کے پاس آیا ہے۔ یہاں اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کبھی لنگر کا کھایا کبھی گھر کا کھایا۔ گھر بھی میں نے بتایا کہ مہدی کے لنگر کا ہی حصہ ہے یہ بات اس سے واضح ہوئی ایک دفعہ کہ جب کسی وجہ سے روٹی ٹھٹھ گئی اور صبح کی نماز کے لئے مسجد میں جا رہا تھا کہ مجھے روٹی ٹھٹھ گئی ہے وقت کے اندر ہم کھانا نہیں کھلا سکتے اس واسطے آپ اعلان کر دیں۔ میں نے اعلان کیا کہ آج اس وقت سارے دوست ہی ایک روٹی کھائیں گے۔ چاہے وہ گھروں میں پکی ہوئی ہو چاہے وہ لنگر خانے کے تندروں میں پکی ہوئی ہو تو لنگر کا حصہ بن گئے ناگھر اور میں نے کہا جو گھروں میں زائد پکی ہوئی ہے وہ لنگر میں پہنچا دو انہوں نے پہنچادی اور بیسوں شانک سینکڑوں گھرانے ایسے تھے کہ جنہوں نے یہ آواز سننے کے بعد جتنا آٹا انہوں نے گوندھا ہوا تھا اس سے زیادہ گوندھ لیا لنگر کو پہنچانے کے لئے۔ پھر اخلاص ہے ضرورت کے مطابق ابھرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے آدمی ہر چیز پیش کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مجھے سینکڑوں ایسے آدمیوں کا علم ہے جنہوں نے کہا اچھا ایک روٹی کھانی ہے۔ تو اب جب کی نہ رہے گی اس وقت بھی ایک ہی کھائیں گے۔ سارا جلسہ وہ ایک ہی روٹی پر گزارہ کرتے رہے۔ فرق کوئی نہیں پڑتا۔ جو دوست باہر سے آئے پسیے خرچ کر کے آئے۔ عزیز رشتہ دار بیوی بچے یہاں ہیں یہ تو درست ہے لیکن ہر احمدی جو جلسہ سالانہ کے ایام میں آتا ہے اس کی راہ میں بہت سی دقتیں بھی ہیں مثلاً انگلستان میں ہمارے بعض احمدی ہوائی کمپنیوں میں ملازم ہیں وہ مانگتے ہیں چھٹی تو کمپنی کہتی ہے کہ ہمارے تو کرسس کے دن ہیں۔ عیسایوں کی تہوار ہمارے عیسائی کا کرن چھٹی پہ جا رہے ہیں تمہیں کیسے فارغ کر دیں۔ ان کو تگ دو منت سماجت کرنی پڑتی ہے چھٹی لینے کے لئے۔ وہ یہاں آ کر تو مجمع میں مل گئے۔ ایک قطرہ سمندر میں جا شامل ہوا لیکن ہیں تو جلسے کے مہمان۔ اس کا ریکارڈ رکھا جانا چاہیئے۔ یہ ریکارڈ جو ہے وہ کسی نمائش کے لئے نہیں۔ یہ ریکارڈ ہے آنے والی نسلوں کو تھائق بتانے کے لئے ورنہ آنے والی نسلیں کہیں گی

کہ عجیب تھے ہمارے بزرگ ہمیں بتایا ہی نہیں کہ اس قسم کے لوگ کتنے غیر ممالک سے آئے اور جلسوں میں شامل ہوئے بڑے دلچسپ ان کے لئے ہوں گے یہ اعداد و شمار۔ یہ گوشوارے ان کو دینی اس باق دینے والے جذبہ قربانی پیدا کرنے والے ہیں۔ ان کے مرتبی ان کو جب یہ باتیں بتائیں گے تو اگر انہوں نے محض وفود کی باتیں جو رہائش گا ہوں میں ٹھہرنا والے ہیں سامنے رکھیں تو جو دوسرا ہیں اور جو شائد ان سے پانچ گئے شائد دس گئے شائد بیس گئے زیادہ ہوں اور ان کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے لیکن اس کی ذمہ داری صرف ہماری نہیں ہے کہ نظر انداز کر دیا گیا اس کی ذمہ داری باہر سے آنے والوں پر ہے۔ انہوں نے کوتا ہی کی ہے کہ وہ اطلاع نہیں دیتے اس لئے میں باہر سے آنے والوں سے کہتا ہوں کہ آپ جلسہ سالانہ کے دفتر کو تحریری اطلاع دیں گے اس سال کہ ہم فلاں ملک سے جلسوں پر آئے ہیں اور کوئی ایک باتی نہ رہے جس نے اطلاع نہ دی ہو۔

ایک بات اور جو اس وقت میں کہنا چاہتا ہوں وہ تو ہے ہماری جان۔ وہ ہے دعا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آ کے ہمیں سمجھایا کہ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی رفتقوں اور اس کی کبریائی کو کس طرح سے بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی تعلیم کھول کے ہمارے سامنے رکھی۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو اس کے ایک حصے پر انشاء اللہ اگلے خطبے میں میں روشنی ڈالوں گا۔ اتنی عظیم ہستی لیکن دنیوی عقل بہکی تو اس وقت انہوں نے اپنے غلط عقائد بنالئے اللہ کی ذات کے متعلق بنیادی چیز تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بتاسکتا ہے۔ اتنی عظیم اور وسعتوں والی ہستی ہے۔ میں اور تم کیسے اس کے متعلق بات کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کر کے اپنی ذات اور صفات کے متعلق جو بتایا ہے وہ نہ ختم ہونے والا سمندر ہے۔ معرفت پیدا کرنے کے لئے اور ہمارے عرفان کو بڑھانے کے لئے ہمیں جو باتیں بتائی گئی ہیں ان کا ایک بنیادی نتیجہ یہ نکتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اگر تم نے دوری اختیار کی تو وہ ہلاکت کی راہ ہے اور جس کے معنے یہ ہیں کہ ہر وقت عاجزانہ دعاؤں میں لگے رہو اور خدا سے مانگ کر خدا کے قرب کو حاصل کرو۔ ہر چیز ہی اس سے مانگو جس چیز کو دنیا ناممکن کہے وہ بھی مانگو اور جس چیز کو دنیا اتنی آسان سمجھے

کہ وہ کہے کہ نوکر سے بھی مجھے مدد لینے کی ضرورت نہیں وہ بھی مانگو خدا سے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ جو تے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا سے مانگ، بڑی بنیادی صداقت اس کے اندر بیان ہوئی ہے۔

سنو! آج کا انسان ہم سے یہ مطالیہ کرتا ہے کہ ہم اس کے لئے خدا سے حفاظت اور امان کی استدعا کریں۔ بڑے پریشان کن حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کبھی سوچتا ہوں کہ انسانیت ہلاکت کے کنارے کھڑی ہوئی ہے اس وقت۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اپنے حرم سے ان تمام طاقتوں کو (جو خود انسان ہی نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیں اپنی ہلاکت کے لئے) ان طاقتوں کو ناکام کرے اور باوجود انسان کی غفلتوں اور کوتا ہیوں اور اس قسم کے جرم کے کہ وہ خدا سے دور ہو گئے اور خدا کا غصب انہوں نے اپنے پہ بھڑ کایا اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے کہ ان کے دل بدل جائیں۔ ہم جب کوئی کام کرتے ہیں وقت لگتا ہے اس پر۔ ایک درخت لگانا ہو تو سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں سے سب سے اچھا درخت لیا جائے۔ پھر سوچنا پڑتا ہے کہ کیسی زمین میں لگایا جائے۔ پھر سوچنا پڑتا ہے کہ کس قسم کی اسے کھادوی جائے، کتنے وقٹے کے ساتھ اس کو پانی پلایا جائے۔ پھر سوچنا پڑتا ہے کہ گرمی یا سردی میں اس کی حفاظت کی ضرورت ہے یا نہیں اور پھر اس کی پروش کرنی پڑتی ہے۔ پھر کوئی درخت تین چار سال، کوئی درخت آٹھ دس سال خدمت کروا کے، کوئی درخت بیس تیس سال خدمت کروا کے پھل دیتا ہے۔ ہمارا خدا ایسا نہیں۔ اسے تو انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ قرآن کریم نے فرمایا وہ کہتا ہے **مُنْ فَيَكُونُ**۔ وہ چیز ہو جاتی ہے تو اس سے مانگو جو قبول کرتا ہے تو دیر نہیں لگتی۔ جب اس نے دعا قبول کر لی کہا میں دوں گا تو پھر وہ دیر نہیں لگاتا۔ وہ خسیں اور بخیل بھی نہیں ہے اتنا دیا لو ہے اتنا وہاب ہے عظیم بشارتیں دیئے والا اور انہیں پوری کرنے والا ہے۔ ہم اس کا حکم نہیں مانتے، وہ روکتا ہے ہم گناہ کر دیتے ہیں، نہیں جانتے کہ ہم اس کا کفارہ کیسے ادا کریں مگر وہ اتنا پیار کرنے والا ہے کہ گناہ کار کو کہتا ہے کہ اس طرح کر تیری دعا قبول کرلوں گا، تیرے گناہ کو اپنی مغفرت کی چادر کے نیچے ڈھانپ لوں گا یعنی جس کا گناہ کیا ہے وہ بتاتا ہے راستہ اس گناہ کے بداثرات سے

پچھے کا، حفاظت کا، کبھی بھی یہ انسان بھی گھوڑی سی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کی۔ ایک عرب کے متعلق مشہور ہے کہ اس زمانے میں اس علاقے میں سب سے تیز گھوڑی بھی اس کی تھی (نمبر ۱) اور دوسرے نمبر کی گھوڑی بھی اس کی تھی۔ سارے عرب میں مشہور تھا کہ فلاں سردار کے پاس جو دو گھوڑیاں ہیں وہ دونوں سب سے تیز ہیں۔ ایک سب سے تیز۔ ایک دوسرے نمبر پر وہ بھی اس کے پاس۔ چور بھی تاک میں تھے ایک دن ایک چور کا لگا داؤ۔ وہ خیموں میں رات گزارتے تھے اور بغیر کاٹھی کے بھی سوار ہو جاتے تھے۔ لب اس نے اس کا رسہ گھولا چھلانگ لگائی گھوڑی کی پیٹھ کے اوپر اور ایڈی لگادی۔ اتنے عرصے میں ماں کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دوسرے نمبر پر جو تیز گھوڑی تھی وہ گھولی اس کے اوپر بیٹھا اس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا اور قریب تھا کہ نمبر ۲ گھوڑی نمبر ۲ گھوڑی پکڑ لے اور اپنی گھوڑی واپس لے آئے۔ پھر اس کی غیرت نے جوش مارا۔ اس نے سوچا کیا کہے گا عرب کہ غلط مشہور تھی۔ وہ تو نہیں نمبر ۱۔ تو چور کو کہنے لگا اور خبیث اس قسم کی آواز منہ سے نکال تباہ یہ تیز دوڑے گی۔ چور نے وہ آواز نکالی اور گھوڑی ہوا ہو گئی اور ماں کا سے پکڑنہیں سکا۔ چوری کروادی گھوڑی لیکن نمبر انہی رہی۔ اس نے تو چور کی مدد اس طرح کی کہ لے جائیں گھوڑی مگر خدا تعالیٰ تو ماں کا ہے۔ اس نے دینا ہے۔ وہ چور کی اس طرح مدد کرتا ہے کہ کہتا ہے یہ دعائیں کرو، اس طرح صدقہ دو، اس طرح میرے حضور قربانیاں دو۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ بَكْبَحِ ما يُوْسَنَ نَهْ هُونَ مَجْحَسٌ۔ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (الزمر: ۵۳) اللہ سب گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اتنی بڑی بشارت دے دی۔ اس خدا سے ہم مانگتے ہیں اور پورے بھروسے کے ساتھ مانگتے ہیں۔ اگر مگر لگائے بغیر مانگتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس سے۔ آپ نے فرمایا ہے مانگو مانگنا تمہارا کام ہے۔ اس کی مرضی ہو گی تو دے گا، مرضی ہو گی نہیں دے گا۔ مرضی ہو گی تو جس شکل میں تم مانگ رہے ہو نہیں دے گا، وہ علام الغیوب ہے اس سے بہتر شکل میں تمہاری دعا کو قبول کرے گا۔ توجہ خدا سے مانگنا ہے تو اگر مگر نہیں۔ خدا سے مانگو تو اس طرح مانگو کہ دامن پکڑ لو اس کا۔ خدا سے کہو کہ اے خدا میں اقرار کرتا ہوں کہ میرے جیسا کمزور انسان، حقیر انسان، گناہ گار انسان کوئی نہیں، پر تیرا دامن

میں نے پکڑا ہے دیئے بغیر مجھے واپس کر دے گا؟ اور اگر وہ دعا قبول نہ کرے تو کوئی شکوہ نہیں۔ مالک ہے وہ۔ شکوہ تو اس سے ہوتا ہے جس پر آپ کا احسان ہو کہ ہم نے تم پر احسان کیا تم نے جواب میں احسان نہیں کیا۔ یہاں تو احسان ہی احسان ہیں اس کی طرف سے اور گناہ اور کمزوریاں اور غلطیتیں اور کوتا ہیاں ہیں ہماری طرف سے۔ نہیں مانتا اس کی مرضی لیکن مایوس نہیں ہونا۔ پھر مانگو، پھر مانگو۔ ایسے بزرگ گزرے ہیں کہ سالہاں سال تک ”نہ“ سننے کے بعد پھر ایک دن یہ آواز آگئی کان میں کہ پچھلے نو سال کی ”نہ“ کو ”ہاں“ میں میں نے بدل دیا اور ساری دعائیں قبول کر لیں۔

اس وقت پہلی دعا جو ہے وہ انسان کے لئے ہمیں مانگنی چاہیے۔ بہت سخت پریشانی کی حالت میں ہے انسان۔ کوئی سمجھتے ہیں کوئی نہیں سمجھتے۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی جو نہیں سمجھتے وہ بھی، کم ہیں جو خدا کو جانتے ہیں۔ ان کو کچھ پتا نہیں کہ ان اندھروں سے نکلنے کا راستہ کون سا ہے اور وہ کون سی ہستی ہے جس کا درہم کھلکھلا کیں تو ہمارے لئے روشنی وہاں سے ظاہر ہو جائے لیکن ہم تو جانتے ہیں کہ تمام ظلمات کو دور کر کے آسمانوں اور زمین کو نور سے بھر دینے کی طاقت اللہ تعالیٰ کو ہے اور ایک ٹੁکرے کے ساتھ وہ ایسا کر دیتا ہے۔ بتوں کی پرستش کرنے والے یا خدا تعالیٰ کے وجود سے انکار کرنے والے اور یہ دعوی کرنے والے کہ ہم زمین سے خدا کا نام اور آسمانوں سے خدا کے وجود کو مٹا دیں گے ان کا دل بھی (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق) اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں اس طرح ہے۔ اس طرح کردے انگلی تو اس کا زاویہ اور ہو گیا۔ اس طرح کردے تو اور ہو گیا۔ (حضور نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ بتایا) دل بدل جاتے ہیں۔ غصے سے بھرا ہوا عمر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے گھر سے نکلا تھا اور جب وہاں پہنچا تو ہاتھ بیعت کے لئے آگے بڑھا دیئے۔ عظیم تبدیلی پیدا ہو گئی۔ خدا تعالیٰ نے ایسے نظارے ہمیں دکھائے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہی ہے وہ سچ ہے اور کسی شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس میں۔

بہر حال میں بتا یہ رہا ہوں کہ دعا کریں (نمبر ۱) انسان کے لئے۔ (نمبر ۲) اپنے مالک کے استحکام کے لئے، امن کے قیام کے لئے، یہاں کے اپنے بھائیوں پاکستانیوں کی خوش حالی

کے لئے، ان کے دکھوں اور تکلیفوں کے دور ہونے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کچھ اس طرح بدل دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمتوں کے وہ وارث بن جائیں۔

پھر دعا کریں ساری دنیا میں یعنی والے احمدیوں کے لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جوانہ تائی سخت ذمہ داری اس وقت جماعت پڑا لی ہے خدا تعالیٰ اپنے ہی فضل سے وہ نباہنے کی توفیق دے اور ہمارا حصہ اگر سو میں سے ایک ہے تو نانوے اپنی طرف سے ڈال دے اور ہمارے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔

اور دعا کریں اپنے مرکز کے لئے، مرکز میں رہنے والے بعض بھی مرکز کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور آپس میں الجھتے بھی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرکز میں رہنے والوں کو یہ سمجھ عطا کرے کہ مرکز سلسلہ خود مرکز میں رہنے والے پر بعض الیکی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے جو دوسروں پر نہیں کرتا، وہ سمجھیں اور نباہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فضل کرے جلسا سالانہ اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آئے اور ہر خیر کے ساتھ وہ گزرے اور آنے والے خیریت سے یہاں آئیں خیریت سے گھروں کو واپس پہنچیں۔ یہاں یعنی والے ان کی خدمت کی توفیق پائیں اور کائنات سے خدمت یعنی کی قوت اور استعداد اپنے اندر پیدا کریں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے فضلوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کرنے والے ہوں اور خدا، خدا کا پیارا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انہیں مل جائے۔ اس طور پر کہ دل پھر بھی ان دو محبوتوں سے خالی نہ ہوں۔ آمین

پھر حضور انور نے فرمایا:-

گز شنبہ رات نواب محمد احمد خان فوت ہو گئے اور کوئی لمبی بیماری نہیں تھی۔ انفلوآنزا دو دن سے تھا۔ معلوم ہوتا ہے اُتھو (تشنجی کیفیت) آیا ہے اور پھر ٹوٹوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ بہر حال حضرت نواب محمد علی خان صاحبؒ کی ایک تو بڑی اولاد تھی جو نواب مبارکہ بیگم صاحبؒ (حضرت مسحی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی) کے بطن سے نہیں تھی۔ تین لڑکے، (لڑکوں کی میں بات کر رہا ہوں لڑکیوں کی نہیں) تین لڑکے تھے وہ تینوں پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگمؒ کے بطن سے دو لڑکے تھے۔ ان میں سے بڑے تھے اور یہ کل

فوت ہو گئے۔

بڑا مخلص، فدائی، درویش طبیعت رکھنے والا انسان تھا۔ بچپن سے میں جانتا ہوں کیونکہ اسکھے ہی ہم کھلیے، تربیت حاصل کی اس ماحول میں اور بڑھے۔ ان کا جنازہ انشاء اللہ تعالیٰ نماز عصر کے بعد بہشتی مقبرہ میں ہی ہو گا۔ دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وہ وارث نہیں۔ جو آتا ہے اس نے جانا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُو كُمْ أَيْكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً (الملک: ۳)

یہ زندگی اور موت جو ہے اس کا ایک مقصد ہے۔ یہ امتحان ہے جس کے ساتھ انعامات بھی وابستہ ہیں اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی بھی۔ تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانے والوں سے ناراض نہ ہو بلکہ خوش ہو اور جن کو اس نے ابھی یہاں رہنے کی اجازت دی ہے اس دنیا میں وہ بھی اس کے پیار کو حاصل کرنے والے ہوں۔ بہر حال میں نے جنازے کا اعلان کرنا تھا اور دعا کرنے کے لئے کہنا تھا۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۲۳ دسمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۶)



زندگی کا مقصد انسانوں کے دل توحید باری اور عظمتِ رسول کے لئے جیتنا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

آپ سب جانتے ہیں کہ گزشتہ چند روز میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی انتہائی پریشانی اور کرب کے گزرے۔ ایک آن ہونا واقعہ ہو گیا۔ فسادی مسجد حرام میں داخل ہوئے اور فساد کے حالات انہوں نے پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ حکومت وقت نے حالات پر قابو پالیا ہے۔ الحمد للہ۔ مگر یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں اور بیت اللہ خانہ کعبہ یا مسجد حرام کا تعلق صرف مناسکِ حج کے ساتھ نہیں ہے کہ عمر میں ایک بار ایک ایسا مسلمان مَنِ اُسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران: ۹۸) جو آسانی سے وہاں پہنچ سکتا ہو وہاں پہنچ کر حج کے مناسک بجالائے اور وہ لوگ جو اس زمرے میں نہیں آتے کہ مَنِ اُسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وہ اپنی اپنی نیت کے مطابق اپنے رب سے اپنی نیتوں کا اجر پاتے ہیں اور اپنے کرب کا اور اس دکھ کا کہ وہ نہیں جا سکے حج کے لئے، زادِ راہ نہیں تھی، راستے کھلنہیں تھے وغیرہ وغیرہ بہت ساری باتیں بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بے چینی کو دیکھ کر ان کی عظیم خواہش کو دیکھ کر جو پوری نہیں ہو رہی، ہم امید رکھتے ہیں کہ ان کو بھی اجر دیتا ہے کیونکہ پیار کرنا اس کا کام ہے، بندہ کا کام تو حقیر سے نذرانے اس کے حضور پیش کر دینا ہے، اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ ہم عاجز بندے اور کر بھی کیا سکتے تھے سوائے اس کے کہ عاجزی کے ساتھ پچھلے چند دن

ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور دعاوں میں گزارے اور اس سے اس کی رحمت کے طالب ہوئے اور اس سے ہمیشہ کے لئے ایسے حالات پیدا ہو جانے کے طالب ہوئے کہ کسی فسادی کو کبھی بھی آئندہ اس قسم کی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہو۔

میں نے بتایا ہے کہ مسجدِ حرام یا بیت اللہ جو ہے اس کا تعلق صرف مناسکِ حج کے ساتھ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بعثت کے ساتھ ہے اور اس کا تعلق بنی نوع انسان کے لئے عظیم رحمتوں کے پیدا کر دینے کے ساتھ ہے۔

خانہ کعبہ میں بننے والی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو قریباً اڑھائی ہزار سال تربیت دی گئی اور بتدریج ان کی قوت توں اور استعدادوں کو اس رفت تک پہنچایا گیا کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ان میں وہ لوگ پیدا ہوئے اور جوں جوں وہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے انہوں نے ان ذمہ دار یوں کو، اس عظیم بوجہ کو (جو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے قدموں میں انہیں جمع کر دینے کے لئے تھا) اٹھانے کی جو طاقت دی گئی تھی اس کا شاندار مظاہرہ کیا اور خدا کی راہ میں وہ قربانیاں دیں، اللہ تعالیٰ پر اس قسم کا تو گل انہوں نے کیا کہ انسانی آنکھ و رطہ، حرمت میں پڑ گئی کہ یہ کس قسم کی قوم اور کیسے لوگ ہیں۔ ایک وقت تک ان میں سے بہتلوں نے مخالفت کی اور چونکہ تو تین اور استعدادیں انتہا تک پہنچ چکی تھیں اپنی نشوونما میں، انہوں نے مخالفت میں بھی اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچایا تاکہ دنیا اس سے یہ سبق لے کہ جب خدا کی راہ میں قربانیاں دینے والوں نے قربانیاں دیں اس کے اچھے نتائج نکلے۔ بنی نوع انسان کے لئے تو وہ ان کی قوت توں اور استعدادوں اور قربانیوں کے نتائج نہیں تھے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تھی کہ اس نے ان قربانیوں کو قبول کیا اور اپنے منصوبہ کے مطابق جو تدبیر وہ جاری کرنا چاہتا تھا اس کو جاری کرنے کے لئے اچھے نتائج نکال دیئے کیونکہ وہی قوت اور استعداد اور وہی طاقت جب اسلام کے خلاف استعمال ہوئی تو ناکام ہوئی۔ وہی قوت اور استعداد جب اسلام کے حق میں استعمال ہوئی تو کامیاب ہوئی۔ اس سے عقل یہ نتیجہ نکلتی ہے کہ جو ان کی کوشش نہ ایثار کا نتیجہ ہے وہ ان کی قوت اور استعداد کا نتیجہ نہیں۔ اگر یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی استعداد کا نتیجہ ان کی اپنی

ہی طاقتوں کا نتیجہ تھا اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کا نتیجہ نہ تھا۔ وہ جو تاریخ نے دیکھا ان کے دو خلافت میں اگر یہ ان کی طاقتوں کا نتیجہ تھا تو جب وہ مخالفت کو انہا تک پہنچا رہے تھے اور دشمنی ان کی حدوں کو پھلانگ رہی تھی اسلام کے خلاف اس وقت ان کی صلاحیتیں اور طاقتیں کیوں بے نتیجہ رہیں، ناکام ہوئیں۔ طاقت تو وہی تھی، عمر کی قوت تو وہی تھے۔ اپنی ساری طاقتوں اور استعدادوں کے ساتھ، مگر پہلی کوشش ناکام ہوئی جو اسلام کے خلاف تھی۔ اسی عمر کی وہ قوتیں اور استعدادوں میں جب اسلام کے حق میں استعمال ہوئیں تو کامیاب ہوئیں اور بڑی شان کے ساتھ کامیاب ہوئیں۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب حضرت عمر کی کوششیں شان کے ساتھ کامیاب ہوئیں تو یہ شان خدا تعالیٰ کی رحمت تھی، حضرت عمر کی قوتیں اور استعدادوں کی نہیں تھیں۔

اڑھائی ہزار سال تک ایک قسم کا وقف تھا۔ بنی اسماعیل میں جو جاری تھا کچھ غلط خیال بھی ان میں پیدا ہوئے لیکن بتدریج وہ طاقتیں ترقی کرتی چل گئیں۔ جب ابتداء ہوئی اس وقف کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اور بعد میں آنے والے انبیاء کے زمانہ میں تو ان کو مخاطب کر کے یہ نہیں کہا گیا تھا **أَجَعَلْتُمْ سَقَايَةَ الْحَاجِ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمْنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمُ الْآخِرِ** (التوبۃ: ۱۹) لیکن انہیں کی نسلیں فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهُوْتِ (مریم: ۶۰) کے مطابق اور اس میں خدا تعالیٰ نے ایک حقیقت بیان کی ہے بعد میں آنے والی نسلوں کی۔ ان کو مخاطب کر کے قرآن کریم مذکورہ الفاظ میں ان سے مخاطب ہوا۔

خاتمة کعبہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جو عظیم تحریک بنی نوع انسان کے دلوں کو خداۓ واحدویگانہ کے لئے جینے کی جاری ہوئی اس کے مختلف پہلو جو تھے، ان کا تعلق مسجد حرام اور اس بیت اللہ کے ساتھ ہے۔ اس پر میں نے بہت سے خطبے ایک وقت میں دیئے تھے اور تینیں مقاصد تعمیر بیت اللہ اس میں میں نے بیان کئے وہ رسائل کی شکل میں اکٹھے چھپ چکے ہیں۔ بعض نے پڑھے ہوں گے۔ یاد رکھے ہوں گے۔ بعض نے پڑھے ہی نہیں ہوں گے۔ پھر اس کوتازہ کریں اپنے ذہنوں میں۔ سارا منصوبہ اسلام کی ترقی کا اس مرکزی نقطے کے گرد گھومتا

ہے۔ مسجد حرام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ میں، ان دونوں کو اکٹھا کر کے وہ مرکزی نقطہ بنتا ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس بعثت کے مقاصد کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک انتظام جو ہزاروں سال سے خدا تعالیٰ نے اس کو جاری کیا ہوا تھا۔

اس منصوبہ کی بنیاد اس پر ہے **إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وَّضَعَ لِلنَّاسِ** (آل عمران: ۹۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی بھلانی کا سامان پیدا کیا جائے۔ **وَّضَعَ لِلنَّاسِ**۔

میں نے تفصیل سے ان خطبات میں بیان کیا تھا کہ بنی نوع انسان کی بھلانی کی کوئی کوشش جو بیت اللہ سے تعلق رکھنے والی ہو یا کسی اور سلسلہ نبوت سے تعلق رکھنے والی ہو، بعثت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تاریخ انسانی میں ہمیں نظر ہی نہیں آتی۔ اسی سے میں نے نتیجہ یہ کالا کہ یہ سب کچھ جو ہر ہاتھا وہ خدا کے محبوب ہمارے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ہو رہا تھا اور جو ایک خوشخبری کا پیغام نوع انسانی کو دیا گیا تھا وہ **مَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَمِنًا** (آل عمران: ۹۸) ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو اس چار دیواری کے اندر داخل ہو وہ امن میں آ گیا۔ وہ بھی ہے لیکن محض وہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کی زندگی اس تعلیم کے احاطہ کے اندر آ کر شیطانی و ساؤں سے محفوظ ہو گئی۔ جس تعلیم کا تعلق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ سے ہے، وہ امن میں آ گیا۔ اب دنیا نے **بین الاقوامی** یعنی ساری دنیا کے لئے امن کی کوشش تو ابھی ماضی قریب میں شروع کی اور ناکام ہوتے چلے گئے۔ **بین الاقوامی** مجالس بہت سی بنائیں لیکن نہ جھگڑوں کو دور کر سکے نہ لڑائیوں کو مٹا سکے، نہ سکون قلب جو امن کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے پیدا کر سکے۔ اس لئے کہ دنیوی کوششیں جب اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کے منصوبے اور اس کی تعلیم اور ہدایت پر مبنی نہ ہوں وہ کامیاب نہیں ہوا کرتیں۔ اس منصوبہ، اس ہدایت کا تعلق بیت اللہ سے ہے۔ اس کا تعلق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے لئے یہ سارا کچھ کیا گیا تھا۔

بیت اللہ کے مقام پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشنی ڈالی۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ مسجد حرام یا بیت اللہ جسے ہم کہتے ہیں اس کی عظمت اس کی شان کیا ہے اور اس

عظمیم شان والی مسجد بیت الحرام کی بے حرمتی کی گئی جس نے ہمیں دکھ دیا، جس نے ہمیں آستانہ باری پر جھکا دیا اور دعائیں کرنے کی توفیق دی اس کی عظمتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ وہ آیات جن میں یہ منصوبہ بیت اللہ سے تعلق رکھنے والا بیان ہے وہ سارا منصوبہ جو ہے وہ شروع ہوتا ہے اس مرکزی نقطہ سے یعنی مسجد حرام سے اور اس کا دائرہ بڑھتے بڑھتے ساری دنیا میں پھیلتا اور بنی نوع انسان کو اپنے احاطہ میں لے لیتا ہے۔ ہمارے وجود کا ذرہ ذرہ اس منصوبہ پر قربان۔ ہماری تو زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہماری کوششوں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کچھ اس طرح نازل ہوں کہ نوع انسانی کے دل اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور رسالت کے لئے جیتنے جائیں اور توحید کے جھنڈے تلنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نوع انسانی کو لا بٹھایا جائے۔ ہم تو ایک سینکڑ کے لئے بھی اس پاک اور مطہر گھر کی بے حرمتی جس کا تعلق اس عظیم ہستی، اس عظیم وجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے برداشت نہیں کر سکتے لیکن ہمارے پاس جو ہے ہم وہی پیش کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک عارف دل ہے جو حقیقت کو سمجھتا اور ایسے حالات میں بے چین ہوتا ہے۔ ہمارے پاس وہ آنسو ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور جب ہم جھکتے ہیں تو سجدہ گاہ کو ترکر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس وہ پرسوز دعا ہے کہ جب وہ آسمانوں کی طرف بلند ہوتی ہے تو عرشِ الہی کو ہلا دیتی ہے۔

پس تمہاری خیر خدا منانے گا۔ خدا ہمیشہ تمہیں خیر سے رکھے تم خدا کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اپنی زندگیاں گزارو اور اللہ تعالیٰ کے ہر فتم کے انعام کو حاصل کرو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آ میں

موسم بارش کا ہے اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش کرے۔ اس وجہ سے میں نمازیں جمع کرادوں گا۔

(روزنامہ افضل ربوہ ۵ دسمبر ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۴)



یہ بنیادی حقیقت ہے کہ کائنات کی

بنیاد وحدانیت پر ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ نومبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جیسا کہ میں اپنے دوستوں کو بھی اور جب بیرون ملک سفر میں ہوں تو غیر مسلم دنیا کو بھی اس بنیادی حقیقت کی طرف ہمیشہ توجہ دلاتا ہوں کہ اس کائنات کی بنیاد وحدانیت پر ہے۔ خدا نے واحد ویگانہ نے اسے پیدا کیا۔ مادی اشیاء کو۔ کائنات کو بھی اور انسان کو بھی۔ اس کے متعلق کچھ تفصیل سے میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ تفصیل تو اللہ تعالیٰ کی صفات کی اس قدر بھی ہے کہ انسان پیدائش سے لے کے قیامت تک بھی بیان نہیں کر سکتا۔ بنیادی بعض باتیں اس وقت میں بتاؤں گا۔

ہمیں قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ **خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** (الانعام: ۱۰۳) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ (طہ: ۵۱) ہر چیز کو جس غرض کے لئے پیدا کیا۔ اس کے مطابق اور مناسب اعضا بھی دیئے اور مختلف کیمیا وی اجزا بھی دیئے اور قوتیں بھی دیں اور صلاحیتیں بھی پیدا کیں اور استعدادیں بھی عطا کیں اور ہر چیز کو ایک میزان میں اس نے باندھا۔ ایک ایسا قانون بنایا کہ اس قدر وسیع کائنات میں انتشار کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ہر چیز دوسرے سے بندھی ہوئی ہے۔ **وَضَعَ الْمِيزَانَ** توازن کا ایک اس نے قانون

اس میں جاری کیا۔ یہ جو توازن کا قانون ہے یہ قانون قدرت کی بنیاد بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بنیادی طور پر مختلف خلق کیں۔ ایک انسان اور ایک انسان کے علاوہ ہر شے اور یہ جو میزان ہے۔ یہ انسان کے علاوہ جو ہر شے ہے اسے میزان میں باندھا آپس میں توازن ایک بنایا ہے اور جو انسان ہے اسے بھی میزان میں باندھا۔ توازن اس کے اندر قائم کیا۔ اسے آنکھ دی دیکھنے کے لئے، کان دیئے سننے کے لئے، اس نے دوسرے حواس دیئے اور عقل دی۔ ان میں توازن پیدا کرنے کے لئے جو نتیجہ نکالتی ہے مختلف حواس کے مشاہدات کا۔ انسان اپنے طور پر بھی خود کائنات کا ایک بڑا حصہ ہے۔ شائد مادی و سعتوں کے لحاظ سے تو نہیں، یوں کہنا چاہیئے کہ یقیناً مادی و سعتوں کے لحاظ سے تو نہیں لیکن اپنی اہمیت اور مقصدِ حیات کے نتیجہ میں یہ کائنات کا بڑا حصہ ہے اس لئے کہ کائنات کی ہر شے انسان کی خادم بنائے پیدا کی گئی اور انسان کو بحیثیت انسان، بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ نے مجموعی طور پر اتنی عظیم اور وسیع طاقتیں دے دیں کہ کائنات کی ہر چیز سے وہ خدمت لینے کی طاقت اور قوت رکھتا ہے اور انسان کو مادی طاقتیں بھی دیں۔ اس کی پیدائش کی غرض بہت اہم بہت بلند تھی۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَنَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاريات: ۵۷) اس نے اپنے پیدا کرنے والے رب کی صفات اپنے اندر پیدا کر کے اپنی زندگی گزارنی تھی۔ اس مقصد کے لئے وہ پیدا کیا گیا تھا۔ صاحب اختیار ہے۔ کچھ اس مقصد کو پانے میں کامیاب ہوتے ہیں اپنے اعمال صالحہ کے نتیجہ ہیں اور کچھ ناکام ہوتے ہیں لیکن کامیاب ہونے کا امکان سب کے لئے موجود ہے کیونکہ وہ طاقتیں ان کو عطا کی گئی ہیں اور جہاں نوع انسانی کو بحیثیت نوع اور اجتماعی لحاظ سے وہ ساری طاقتیں اور صلاحیتیں دے دی گئیں کہ وہ کائنات پر بطور مخدوم کے خدا کے حکم کے ماتحت حکمرانی کر سکے۔ وہاں ہر فرد بشر جو دنیا میں پیدا ہوا ہر دوسرے فرد بشر سے مختلف ہے، اس لئے کہ انسان نے تمدنی زندگی گزارنی تھی ایک دوسرے کے ساتھ ان کا میزان کا تعلق ایسا تھا کہ انتہائی عروج کو اپنی ترقیات میں وہ اکیلانہیں پہنچ سکتا تھا بلکہ اس کی نوع نے پہنچنا تھا۔ اسی واسطے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں سے ایک بڑی عظمت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو امتی واحدہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اگر ہر شخص

کو مثلاً ساری دنیا کی ہر شے سے مادی کائنات، مادی دنیا کی ہر شے سے خدمت لینے کی طاقت دے دی جاتی تو کسی دوسرے کی مدد کا، اس کے بھائی چارے کا، تقسیم کا رکاوہ محتاج نہ ہوتا۔ وہ کپڑے بھی اپنے بناتا، وہ غذا بھی اپنی پیدا کرتا، وہ علم بھی خود اپنے طور پر حاصل کرتا کسی استاد کی اسے ضرورت نہ ہوتی کیونکہ یہ ساری چیزیں اس کے پاس خدا تعالیٰ نے رکھ دی ہوتیں۔ ایسا نہیں کیا بلکہ ڈویژن آف لیبر (Division of Labour) تقسیم کا رتمدن انسانی کی بنیاد بنا دی گئی اور اس کے نتیجے میں انسان انسان کی طاقتیں اور استعدادوں میں جزوی اور تفصیلی فرق آگیا اور نوع انسانی کو بحیثیت نوع کائنات کی ہر شے سے خدمت لینے کی طاقت عطا کر دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جو قانون قدرت بنایا اور جو میزان قائم کیا اور جو اتنی طاقتیں انسان کو دیں دو پہلو ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلووں کے۔ ایک یہ قانون بنادیا مثلاً گندم کا دانہ جب کھیت میں ڈالا جائے گا تو وہ اگے گا۔ فلق ہو گی اس کی۔ پھٹے گا وہ ایک پودا بنے گا اور دانے بنائے گا۔ وہ انسان کے لئے غذا پیدا کرے گا۔ قانون بنادیا کہ شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرائے گا۔

یہ اس کا قانون قدرت ہے۔ شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرائے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ قانون قدرت نے اس کو باندھا ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی صفات کا یہ جلوہ ہے لیکن بعض نادان، ناسمجھ، یہم پختہ عقل والے اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ امپرسل (Impersonal) اللہ ہے یعنی ذاتی طور پر تعلق نہیں رکھتا۔ اس نے قانون بنایا اور اس کا حکم چل پڑا۔ وہ کہتے ہیں انسان کی حیثیت ہی کیا ہے خدا تعالیٰ کے مقابلے میں۔ یہ درست۔ انسان کی کوئی حیثیت نہیں کہ اپنے طور پر اپنے زور سے خدا تعالیٰ سے ایک دھیلہ بھی وصول کر سکے لیکن اگر خدادینا چاہے تو ہر دو جہاں انسان کے قدموں میں لا کے رکھ دیتا ہے۔ اور یہ محض دعویٰ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اور آپ کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے اس قدر پیار کیا اور خدا تعالیٰ کے اس قدر پیار کو حاصل کیا کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفَلَاكَ (موضوعاتِ کبیر حرف اللام) ساری کائنات جو تھی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کے رکھ دی

گئی اور یہ فیصلہ کیا گیا خدا تعالیٰ تقدیر میں کہ نوع انسانی بھی ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم کے تلقے جمع ہو جائے گی اور امت واحدہ بن جائے گی۔ لیکن خدا پر سُنّت (Personal) ہے یعنی ذاتی تعلق رکھنے والا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ ایک تقدیر شیشم کے درخت کی جو میں نے مثال دی یہ ہے قانون قدرت کے مطابق خدا تعالیٰ کے حکم سے، اپنی مرضی سے نہیں، خدا کے حکم سے شیشم کا درخت موسم خزاں میں پتے گرا دیتا ہے اپنے لیکن موسم خزاں میں جب پتے گرا تا ہے تو خدا تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوتا ہے ہر پتے کے لئے کہ گرتبا وہ گرتا ہے ورنہ نہیں گرتا۔

قانون قدرت کے باوجود ایک سینڈ میں تو ہر درخت کے پتے یوں نیچے نہیں گرجاتے۔ کئی ہفتے لگتے ہیں پت جھٹر میں اور کچھ پتے صح گرے، کچھ دوپہر کو، کچھ شام کو پت جھٹر لگی ہوئی ہوتی ہے آخر وہ درخت ننگا ہو جاتا ہے لیکن یہ جو پتے گر رہے ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہر پتا ایک نئے کلام، ایک نئی وحی کے ذریعہ سے گرتا ہے ویسے نہیں گر سکتا یہ خدا تعالیٰ کی دوسری تقدیر ہے۔

انسان کو خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں دیں اپنے قرب کے حصول کی تو اتنا کافی نہیں سمجھا گیا کہ **مَاخَلَقْتُ الْجِنَّةَ وَالْإِنْسَانَ إِلَّا لِيَعْبُدُ دُونَ (الذریت: ۵)** کہ میرے عبد نہیں۔ میرے عکس کو اپنے اندر پیدا کریں۔ میری صفات کا نمونہ ان کے اخلاق کے اندر ظاہر ہو قانون بنا دیا نہیں بلکہ ہر فرد واحد کو بے شار وحی خفی یا اور جلی کے ساتھ اس کی ہدایت اور پروش کی گئی اور اس کی ربویت کی گئی۔

انسان کو جو اس میدان میں سب سے بڑی صلاحیت دی گئی وہ عقل ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا انسان کی ہر صفت پر اس توازن کا جو اصول چلتا ہے اس سے وہ کائنات کے ساتھ بندھی ہوئی ہے مثلاً آنکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھ دی دیکھنے کے لئے لیکن آنکھ دیکھ ہی نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ کائنات میں سورج کی روشنی نہ پیدا کرتا یا روشنی نہ پیدا کرتا کہنا چاہیے۔ پھر انسانی عقل نے خدا داد عقل نے بجلی بنائی۔ دیئے بنائے کبھی سرسوں کا تیل جلا یا روئی لگا کے، کبھی اس نے شمعیں بنائیں، کچھ لکڑیاں ایسی نکالیں جن کے اندر چکنائی تھی ان کی

مشعلیں بنادیں وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کی۔ ہر حال آنکھ اس وقت دیکھتی ہے جب یروان انسان خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ روشنی بھی ہو۔ رات کے اندر ہیروں میں آنکھ ٹولتی تو ہے انسان کا سارا ذہن ہی لگا ہوا ہے اسے کچھ عادتیں ہیں اپنے کمروں میں پھرنے کی۔ بغیر روشنی کے بھی وہ اپنا راستہ اندر ہیرے میں بھی تھوڑا بہت پالیتا ہے۔ کبھی گرتا ہے کبھی ٹھوکر کھا جاتا ہے کبھی اپنے آپ کو چوٹیں لگاتا ہے لیکن آنکھ کے لئے روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ انسان کے جسمانی قوی جو ہیں جسمانی صلاحیتیں، اس حصے پر میں پہلے بھی بہت کہہ چکا ہوں، اس کے مقابلے میں کائنات میں چیزیں پیدا کی ہیں انسان کے جسمانی قوی کی نشوونما کے لئے انسان کو متوازن کھانا ضروری ہے یعنی کھانے میں توازن ہو کیونکہ انسان کا جسم کسی ایک کیمیا دی شے یا ایک کیمیا دی ضروری مرکب سے نہیں بنا بلکہ بہت سے مرکبات ہیں جن سے مل کے وہ بن جاتا ہے مثلاً ہڈی سے موٹی چیزیں میں لیتا ہوں باریکیوں میں جائے بغیر۔ بچے بھی سمجھ جائیں گے۔ ہڈی ہمارے گوشت سے مختلف ہے۔ دل کا جو گوشت ہے یا جگر کا جو گوشت ہے وہ جو بکرے کا آپ گوشت کھاتے ہیں۔ آپ کے دانت آپ کی آنکھیں، آپ کی لمس محسوس کرتی ہے کہ یہ بکرے کے عام گوشت سے کچھ مختلف ہے۔ تو جس چیز سے اس کا دل بنتا ہے یا اس کی کلپنجی بنی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ بہت سارے مرکبات کا مجموعہ ہے۔ اس واسطے متوازن غذا کھانا ضروری ہے۔ خون ہے جو اس کی رگوں میں چل رہا ہے ممبرین (Membrane) ہیں۔ جھلیاں ہیں جو اس کی صحت کی اور جان کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ ایک عالم ہے انسان کے جسم کے اندر بھی اور صرف اس عالم کو پیدا کرنا خدا تعالیٰ تقدیر میں نہیں کیونکہ ہر چیز میں ایک توازن ہے جو کائنات کا حصہ ہے انسان کے علاوہ اس کو ایک قسم کے توازن میں باندھا۔ اللہ تعالیٰ نے اور انسان کو ایک اور قسم کے توازن کے اندر اس نے اس کو بالکل باندھ دیا اور پھر ان دو توازنوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر انسان کا تعلق اپنے ساتھ زوج کا یعنی پیار کے تعلق کا وہ اس کو باندھ دیا۔ جہاں وہ مقصدِ حیات پورا ہوتا ہے۔ اس کے لئے انسان کو جسمانی طاقتیں دی گئیں تاکہ خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ قربانیاں دے۔ وہ ایثار پیشہ بنے۔ پہلے بھی میں نے بتایا تھا وہ یہ نظارہ دنیا کے سامنے رکھے کہ کسری کی فوج کی ہر پہلی صفتوار چلانے والی آدھے گھنٹے، گھنٹے کے

بعد پچھے بلی جاتی ہے اور تازہ دم فوج آتی ہے آگے اور ایک مسلمان صف جو ہے وہ صح سے لے کر شام تک ہر گھنٹے بعد تازہ دم، ہر آدھے گھنٹے بعد تازہ دم فوج کے ساتھ وہ لڑ رہی ہے اور توار چلا رہی ہے اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل، اس کے رحم، اس کی ربوبیت کے نتیجہ میں اور عقولوں کی راہنمائی کے نتیجہ میں اور تجربہ کے نتیجہ میں اور مشق کے نتیجہ میں ان کو ایسا بنا دیا ہے کہ وہ صح سے شام کر دیتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ میں نے پہلے جب بتایا تھا تو یہیں آکے بات ختم کر دی تھی لیکن یہ تو دن کی بات تھی نا وہ تھکتے نہیں۔ جس وقت آدھا گھنٹہ گھنٹہ توار چلانے والی کسری کی فوج رات کو تھکی ماندہ گھری نیند میں پڑ جاتی ہے اس وقت سارا دن توار چلانے والا مسلمان رات کو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ میدان جنگ میں وہ تجد کی نماز ادا کر رہے ہیں۔

یہ ان طاقتوں کی نشوونما کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہے اس کی اپنی طاقتوں کے علاوہ اور دوسرے جہان سے علاوہ بھی یعنی جو کائنات جو طاقتیں پیدا کرنے والی چیزیں ہیں ان کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے ہمیں بتایا یہ جو دوسرا جلوہ ہے نا یہ اس کی ضرورت ہے کہ کوئی پتا نہیں گرتا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی آج کل گندم بیچ رہا ہے ہمارا زمیندار۔ یہاں بھی بہت سے بیٹھے ہیں سینکڑوں۔ کوئی دانہ گندم کا نہیں اگتا جب تک اللہ تعالیٰ کی وحی اس کو نہ ہو۔ حکم نہ اس تک پہنچے کہ اُگ اور میرے بندوں کے لئے گندم پیدا کر۔ اس کے بغیر مٹی بن جائے گا مٹی میں پڑ کے اور انسان کی طاقتیں بھی خدا تعالیٰ کی ہدایت کی محتاج ہیں اور سب سے نمایاں چیز ہمارے سامنے آتی ہے عقل۔ بہت ساری چیزوں کا سامنے رکھ کے اس سے کوئی نتیجہ نکالنا۔ اس وقت بہت سے لوگ ایسے پیدا ہو گئے اس زمانہ میں جو کہتے ہیں انسان کے لئے عقل کافی ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ عقل نہیں کافی جب تک عقل کی اس عام ہدایت کے مطابق جو عقل کو دی گئی۔ عقل کو ہر موقع کے اوپر جب اس کے استعمال کی ضرورت کسی فرد واحد کو پڑی ایک نئی ہدایت آسمان سے نہ ملے۔

آج دنیا میں ہزار ہائی عقلمند ایسے ہیں جنہوں نے مادی دنیا میں تحقیق کی اور اپنی عقل کا اور

تحقیق کا سکھ جمایا۔ چوٹی کے دماغ ان کو کہا جاتا ہے۔ قویں جن کی انہوں نے خدمت کی ان کی پیشوائی کے لئے نکلتی ہیں اور سینکڑوں سال ہو گئے ان کو مرے اور عزت کے ساتھ ان کا نام لیا جا رہا ہے کہ جی اس نے بجلی ایجاد کی۔ جس نے ترقی کی اور ہر جگہ یہ پہنچے چل رہے ہیں۔ یہ روشنیاں ہو رہی ہیں۔ بڑا احسان کیا ہے اس نے ہزاروں عقلمندوں میں سے کم ہیں جن کی عقل روحانیت کے میدان میں صحیح نتیجہ پہنچی اور انہوں نے اپنے خدا کو پہچانا اور جس کی حمد و احتجاج آتی ہے۔ ہر انسان پر اس کی انہوں نے حمد نہ کی اور تکبیر سے انہوں نے کام لیا اور خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کی بجائے شیطانی را ہوں کو انہوں نے اختیار کیا اور اعلان کر دیا کہ ہم دنیا سے اللہ تعالیٰ کے نام کو اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹا دیں گے۔ عقلمند ہی ہیں نا وہ۔ تو عقل کے ہر استعمال پر آسمانی روشنی، آسمانی وحی، آسمانی حکم امر کی ضرورت ہے یہ دوسرا قانون ہے۔

سورہ طہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَةً ثُمَّ هَدَى** (طہ: ۵) ہر چیز کو اس نے پیدا کیا۔ اس میں طاقتیں رکھیں اس کو صلاحیتیں بخیشیں۔ اس کو استعدادیں عطا کیں۔ پھر ان کے استعمال کے لئے اس کو طریقہ سکھایا اور سامان پیدا کئے ان کے لئے۔ یعنی دو چیزیں اس نے پیدا کیں۔ سامان پیدا کئے ان کی نشوونما کے۔ مثلاً گندم کا دانہ ہے وہی مثال لوں پھر، گندم کے دانے کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک تو عام قانون کے مطابق اس میں قوتیں رکھیں۔ ایک جہاں سے اس نے اپنا سامان لینا تھا۔ نشوونما کا سائل (Soil) میں فریلیٹی (Fertility) رکھی یعنی وہ اجزاء رکھے جن سے گندم کا دانہ قوت حاصل کر کے بڑھ کے ایک سے سات سو تک بھی بن سکتے ہیں خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق۔ ابھی تک انسان اس قابل نہیں ہوا۔ ناقص ہے اس کی عقل لیکن بن سکتے ہیں اور سامان پیدا کئے یعنی نشوونما کی طاقتیں رکھیں۔ نشوونما کے سامان پیدا کئے۔ پھر حکم ہوا کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ اجزاء کو حکم ہوا کہ ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ دوائی، بیمار ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے کہ ایک وقت میں ایک بیمار کو ایک دوا صحت نہیں دیتی دوائی کا کوئی اثر نہیں۔ ڈاکٹر کی تشخیص بھی صحیح اس کا نسخہ بھی صحیح اس کے اجزاء بھی درست اس کے نتیجے میں ملاوٹ نہیں چاک کی اور وہ کھارہا ہے اس کو آرام نہیں آ رہا اور دس پندرہ دن، بیس دن

گذر گئے پھر خدا تعالیٰ کے کسی بندے کی دعا یا اس کی اپنی دعا یا خدا تعالیٰ اگر اس کو آزمائش میں ڈال رہا تھا تو خدا نے فیصلہ کیا کہ اب میں اس کو آزمائش سے نکالتا ہوں زبانِ حال کی دعا اس کو ہم کہتے ہیں۔ اس کو اس نے سن، وہی بیمار، وہی بیماری، وہی دوا کھائی اس نے اور اس کو آرام آ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے دھکم نازل ہوئے جب آرام نہیں آ رہا تھا ایک دوا کو کہ اثر نہ کرو۔ ایک جسم کے اجزاء کو کہ قبول نہ کرو اور جب خدا نے فیصلہ کیا کہ اب اس کو شفاذینی ہے تو دونے حکم نازل ہوئے۔ دوا کو کہا اثر کرو اور جسم کے کیمیاوی اجزاء کو کہا کہ اس دوا کے اثر کو قبول کر۔ یہ قانونِ قدرت کا حصہ نہیں ہے۔ یہ امر کے اندر آتا ہے یعنی ہر واقعہ یا ہر تبدیلی جو ہوتی ہے اس کائنات میں وہ آسمان سے ایک حکم اترتا ہے تب ہوتی ہے۔ بے شمار حکم ایک گھنٹے کے اندر اتر رہے ہیں کائنات میں۔ اللہ تعالیٰ ہماری زبان سے تو نہیں بولتا کہ مختصر زبان میں یہاں بول رہا ہوں۔ کسی اور جگہ بات ہی نہیں کرسکتا۔ میرے لئے ممکن نہیں۔ خدا تعالیٰ کا تو کائنات کے ہر ذرے پر کلام نازل ہوتا ہے۔ اس کا امر جو ہے وہ نازل ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی کے مطابق متصرف بالارادہ ہے۔ ہر چیز میں تصرف اپنے ارادہ سے جیسے چاہتا ہے اس کے مطابق وہ کرتا ہے۔

يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ إِنَّمَا انسان! انسان کا یہ فرض تھا۔ انسان کی پیدائش کی یہ غرض اس کی زندگی کا یہ مقصد تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار کا ایک زندہ تعلق پیدا کرے۔ اس کے لئے ایک تو وحی، قانونِ قدرت کے مطابق وقفاً فوتفاً اللہ تعالیٰ کے نیک بندے آتے رہے۔ انبیاء آئے جن پر شریعتیں نازل ہوئیں۔ ایسے نبی پیدا ہوئے جنہوں نے يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ (المائدۃ: ۲۵) انہوں نے پہلی شریعت کے مطابق لوگوں کی ہدایت کے اور ان کی تربیت کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کی اور پھر ایک کامل شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور افراد اور نوع انسانی بحیثیت مجموعی خدا کے دربار میں داخل ہو، اس کے سامان پیدا ہونے شروع ہو گئے سورہ انبیاء میں ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أُنْذِرُ كُمْ بِالْوَحْيٍ (الانبیاء: ۲۶) جو میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ ان را ہوں کو اختیار نہ کرو جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہیں تو اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ وحی نازل ہوتی ہے کہ میں تمہیں کہوں کہ تم ان را ہوں کو اختیار نہ کرو

اور اس کے ساتھ وہ دوسری پہلو بھی عربی کے محاورے قرآن کریم کے محاورے کے لحاظ سے آ جاتا ہے اور میں ان را ہوں کی نشاندہی کرتا ہوں جن پر چل کر تم خدا کے قرب کو حاصل کر سکتے ہو اور اس کے پیار کو پاسکتے ہو۔ **وَلَا يَسْمَعُ الصُّصُو الدُّعَاء إِذَا مَا يُنذَرُونَ** (الأنبياء: ۳۶)

اور جب اس شخص کو جس کے کان کو ابھی حکم باری نہیں ملا کہ وہ وہی کی آواز کو سنے وہ نہیں سنتا۔ جب وہ انذار ہو اس کو کہا بھی جائے، بتایا جائے، نشان دہی کی جائے، عقل بھی ہے دوسرے ہوش و حواس بھی ہیں مگر خدا تعالیٰ کا حکم نہیں نازل ہوا تو یہ جو معنی میں کر رہا ہوں یہ اس آیت کے مطابق ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے میں نے مہر لگادی ہے لیکن وہ اپنا مستقل ایک مضمون ہے اپنے اپنے وقت پر بیان ہوتے رہتے ہیں۔ پھر سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ (ال Zimmerman: ۱۹) پہلے تو یہ تھا نہ سنتے نہیں۔ اس میں یہ ہے کہ سنتے ہیں پھر ان کو اللہ تعالیٰ یہ بھی ہدایت دیتا ہے اس فرد واحد کو، آتا ہے کہ تو سن اور سمجھ۔ پھر وہ پوری طرح سمجھتا ہے تو ہر تعلیم کے متعلق بنیادی حکم یہ ہے کہ عمل صالح کرو جو موقعہ اور محل کے مطابق ہو۔ بندے کو یہ اختیار دیا گیا ہے نا اور اسی وجہ سے اس کو ثواب ملتا ہے وہ سوچتا ہے کہ کون سا احسن طریق ہے اس حکم خداوندی پر عمل کرنے کا اس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے تو **الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ** جو بات کو سنتے ہیں خدا کے حکم کے ماتحت پھر جو سب سے بہتر عمل ہے اس کے نتیجہ میں **فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ** اس کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ **أُولَئِكَ الَّذِينَ هَذِهِمُ اللَّهُ يَعْمَلُ** اس واسطے احسن کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے رہا ہے اپنے زور سے نہیں وہ کر سکتے۔ ان کے اوپر احسن عمل کرنے کے لئے آسمانی ہدایت نازل ہوتی ہے اس شخص پر **أُولَئِكَ هُمُ أُولُو الْأَلْبَابِ** اور حقیقی اور صحیح معنی میں یہی لوگ عقلمند **أُولُو الْأَلْبَابِ** کہلا سکتے ہیں کیونکہ جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی اس غرض کو وہ پورا کرنے والے ہیں۔

تو عقل تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی لیکن اس کے لئے دو ہدایتیں دو قسم کے دو پہلوؤں کی ہدایت نازل کی۔ ایک عام قانون جس طرح قانون قدرت ہے اسی طرح قانون ہدایت بھی

ہے۔ یہ جو شریعت ہے۔ یہ ہدایت کے لئے ساری تعلیم ہے ناگر کوئی شخص صرف قرآن کریم کو پڑھ یا سن کے ہدایت نہیں پاسکتا یعنی یہ کافی نہیں ہے انسانی عقل کے لئے قرآن کریم ہے کافی ہے ہمیں خدا تعالیٰ کے امر کی انفرادی آسمانی حکم کی، ہماری عقل یہ جو وارد ہوتا ہے ہمیں بعض دفعہ پتا بھی نہیں لگتا اکثر پتا نہیں لگتا کہنا چاہیے لیکن بہر حال وہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اگر قرآن کریم کی ہدایت جو اس قدر کامل اور مکمل ہے اگر قرآن کریم کی ہدایت جو اس قدر حسن اپنے اندر رکھتی اور وقت احسان جس میں پائی جاتی ہے اگر قرآن کریم کی ہدایت جس میں اس قدر جذب ہے مقناتیں میں اتنا جذب نہیں جتنا اس کے اندر ہے۔ باہر جاتے ہیں قرآن کریم کی کوئی چھوٹی سی آیت پیش کر دیتا ہوں میں تو یوں کھنچتے ہیں اس کی طرف غیر مسلم یعنی اسلام کو نہیں مانتے لیکن اس وقت ان کے اوپر اثر ہوتا ہے اور وہ کھنچتے ہیں اس کی طرف۔ بڑا اثر رکھنے والی ہے۔ اگر یہ کافی ہوتی تو روسائے مکنے تیرہ سال تک جو مظالم ڈھانے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تبعین پر یہ نظارہ تو دنیا نہ دیکھتی۔ ہدایت ہے قرآن کریم جیسی ہدایت روحانی طور پر ایک ایسا نور کہ آنکھیں چندھیا جائیں عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن کریم کی ہدایت ہے روسائے مکہ وہاں رہ رہے ہیں جن میں حضرت عمر بھی ہیں اور بڑے غصے میں ہیں بڑے دلیر ہیں بڑے طاقتوں ہیں بڑے رعب والے ہیں اور ان کے دل میں خیال آتا ہے قرآن کریم کی ہدایت ہوتے ہوئے عمر کی عقل نے یہ فیصلہ کیا۔ قرآن موجود تھا جب عمر رضی اللہ عنہ کی عقل نے یہ فیصلہ کیا کہ جاتا ہوں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، انہوں نے تو محمد ہی کہا ہو گا سوچا ہو گا۔ گردن اڑا دیتا ہوں میں اپنی تلوار سے۔ ختم ہو جائے گا یہ سارا قصہ۔ کیا شور چایا ہوا ہے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اور ایک خدا کی منادی کر رہا ہے۔ یہ کیا فساد پیدا کیا ہے ہمارے معاشرہ کے اندر۔ ساری عمر کی عقل اس نتیجہ پہنچی۔ قرآن موجود تھا وہاں اور نتیجہ یہ نکلا عقل نے کہ جا کے قتل کر دیتے ہیں۔ اسلام کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس عقلی فیصلے کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے۔ وہی عمر ہی ان کی طاقت، وہی ان کا جوش، وہی ان کا جذب، وہی ولولہ، وہی ہاتھ میں تلوار، اور اس کی دھاراتی ہی تیز۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابھی پہنچ نہیں تو آسمان سے حکم نازل

ہو گیا کہ اسلام لا اور جب وہاں پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ کہدھر آئے ہو عمر۔ بیعت کرنے آیا ہوں۔ عمر کی طاقتیں عمر کی عقل جب گھر سے نکلے تھے وہ نہیں تھی جو اس وقت تھی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے؟ وہی تھی۔ ہماری عقل اگر ہم غور کریں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہے کہ ہماری عقل بھی صحیح فیصلے اسی وقت کرتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا انفرادی امر آسمان سے نازل ہو۔ ورنہ عقل تو اندھی ہے اگر نیر الہام نہ ہو۔ عقل تو دھنڈلکوں میں دیکھنے والی ہے اگر وحی کی روشنی اسے میسر نہ آئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فارسی میں اس مضمون کے کچھ شعر کہے ہیں۔ ان میں سے ایک دو میں نے آج کے لئے منتخب کئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

ہوشِ دارِ اے بشرِ کہ عقلِ بشر
دارِ اندرِ نظرِ ہزارِ خطر

اے انسانِ ہوش سے کام لے کہ انسانی عقل کو نظر و فکر واستدلال میں ہزار خطرات پیش ہیں۔ عقل سوجتی تو ہے نا یہ اس کا کام ہے لیکن خطرات ہیں اس کے سامنے بڑے۔

ہستِ بر عقلِ منتِ الہام

کہ ازو پختِ ہر تصویرِ خام (درثین فارسی صفحہ ۱)

عقل پر یہ وحی والہام کا احسان ہے کہ اس کی وجہ سے عقلِ ناقص کی سوچ پختہ ہو گئی اور اس نے دھنڈلکوں سے نکال کر عقل کو یقین کی روشنی میں پہنچا دیا۔

پھر آپ فرماتے ہیں اور بہت لطف آتا ہے اس شعر میں جو بیان کیا ہے جو استدلال کیا ہے جس طرح چھوٹی سی بات کہ کے آپ نے بیان کر دیا۔ جس سے شروع میں میں نے بھی استدلال کیا تھا۔

گرخِرِدِ پاکِ از خطا بودے
ہر خردِ مندِ با خدا بودے

اگر عقل نلطی سے پاک ہوتی، اگر عقل ہمیشہ نلطی سے پاک ہوتی تو ہر صاحبِ عقل با خدا ہوتا لیکن نظر تو یہ آ رہا ہے کہ جو عقلی میدانوں میں دنیوی لحاظ سے آسمانی رفتتوں تک پہنچے وہ

روحانی طور پر گندے زمین کے گندے حصوں میں ہمیں لوٹنے نظر آئے کیونکہ سب سے بڑا گند جو ہے اس زمین پر وہ شرک کا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے میں ہے۔ تو ایک طرف وہ کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے ان کو ترقیات دیں لیکن دوسری طرف خدا تعالیٰ کا حکم نازل نہیں ہوا اس واسطے ہر خرد مند باخدا بودے والا ناظر نہیں نظر آیا۔

تو ہم احمدی قرآن کریم کو پڑھنے والے اپنی علمی زندگیوں میں خدا کے جلوے دیکھنے والے اس کے پیار کو حاصل کرنے والے اس مقام پر علی وجہ البصیرت کھڑے ہیں کہ ہر خیر اور بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور ذرا سی بھی دوری سے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور خیر کا کوئی پہلو اس میں سے نہیں ہمیں مل سکتا۔ اس واسطے اپنے پیدا کرنے والے خدا سے ہمیشہ ہمیشہ ہمیشہ وفا کا تعلق قائم رکھو مضمبوٹی سے۔ اس کے دامن کو جب پکڑا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت تم سے وہ دامن چھڑوانہ سکے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمیں

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۷)



ہر احمدی بچے کو سن بھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷ دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

کل ایک نوجوان ملاقات کے لئے آئے تھے۔ مجھ سے مشورہ مانگنے لگے کہ میں ایم بی بی الیس کے آخری سال میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ پڑھائی چھوڑ دوں اور کوئی اور کام کروں۔ انہیں تو میں نے تاکید کی کہ پڑھائی نہیں چھوڑنی پہلے ڈاکٹر بنو۔ پھر نوع انسانی کی خدمت کرولیکن جس رنگ میں اس نوجوان نے مجھ سے بے تکلف یہ بات کی کہ ڈاکٹری کے آخری سال میں ہوتے ہوئے بھی پڑھائی چھوڑنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اس نے مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ جماعت پر واضح کروں کہ حصولِ علم کی بڑی اہمیت ہے۔

اگر ہم سارا ہی علم حاصل کر لیں اور ہم سے میری مراد نوع انسانی ہے پھر توجہ کم ہو جائے تو شائد۔ شائد اس کا کوئی عقلی، اخلاقی یا شرعی جواز ہو لیکن وہ کائنات جس کی ہرشے ہماری خدمت کے لئے پیدا کی گئی اور جس کی ہرشے سے خدمت لینے کے لئے ہمیں اس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے، وہ غیر محدود پہلو خدمات کے اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہرشے غیر محدود پہلو علم کے اپنے اندر رکھتی ہے۔ مجموعی طور پر وہ تمام اشیاء جن کا گلنا ہمارے لئے ممکن نہیں، ہمارے تصور میں بھی وہ تعداد نہیں آ سکتی اس کی وسعتوں کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ وہ کہاں ختم ہو گا۔ کب ختم ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے جو چیز پیدا ہوئی ہے اس کی غیر محدود صفات ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفات کے جلوے ہر آن اس کے اوپر ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا قیامت تک انسان کوشش کرتا رہے خخشش کے ایک دانے کی صفات کا علم حاصل کرنے کی۔ اس پر تحقیق کرے نئے سے نیا علم اس کے سامنے آئے گا۔ قیامت تک کوشش کرے وہ خخشش کے دانے کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ وہ سارا علم اسے حاصل نہیں ہو سکے گا تو علم کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اس کی وسعتوں کا اندازہ نہیں۔ اس لئے کہ کائنات کی وسعتوں کا اندازہ نہیں اس لئے کہ کائنات میں میں سے ہر شے پر خدا تعالیٰ کی صفات کے جو جلوے ظاہر ہوتے ہیں ان کی وسعتوں کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے جماعت کو بار بار اس طرف متوجہ کیا ہے کہ علم کی طرف وہ توجہ دے اور اپنی نسل کو، اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھائے۔ ابھی پچھلے دنوں میں نے یہ کہا تھا کہ ہر احمدی بچہ کم از کم دسویں جماعت پاس ہونا چاہیئے کم از کم اتنی تعلیم ہونی چاہیئے۔ علم کا حصول جو ہے نوع انسانی جس رنگ میں حاصل کرتی ہے اس میں بھی ہمیں ایک Pyramid نظر آتا ہے یعنی بنیاد اس کی چوڑی ہے اور پھر آہستہ و تنگ ہوتا جاتا ہے اور پھر چوٹی میں وہ لوگ پہنچتے ہیں جو چوٹی کے دماغ رکھتے ہیں ڈاکٹر عبدالسلام جیسے۔ مگر وہ ایک نہیں وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اس پر میں نے کل کی اس گفتگو کے بعد جو بچے سے ہوئی بہت سوچا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو میں نے یہ کہا تھا کہ کم از کم دسویں جماعت ہو وہ بھی صحیح نہیں کہا تھا بلکہ قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں مجھے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ ہر بچہ اس مقام تک ضرور پہنچے جس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے۔ استعداد، استعداد میں فرق ہے تو جس قدر تعلیم میں بچہ آگے نکل سکتا ہے وہاں تک اسے پڑھنا چاہیئے۔ عملی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے۔ پھر وہ عملی میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی دوسری قوتیں اور صلاحیتوں کو بروئے کارلا کر بی نواع انسان کی بہتر خدمت کر سکتا ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ ہر بچہ جہاں تک تعلیم حاصل کر سکتا ہے وہاں تک تعلیم حاصل کرے تو عملی جو اس کی شکل بنے گی اس کی ذمہ داریاں Shift کریں گی۔ اپنا مقام چھوڑیں گی۔ مثلاً

ایک بچہ ہے وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ وہ پرائمری تک بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی مدد نہ کی جائے۔

اس کی مدد ہونی چاہیئے۔ کئی خط میرے پاس آ جاتے ہیں ایسے کہ پرائمری تک تو ہم نے اپنے بچے کو پڑھا دیا مذل تک نہیں پڑھا سکتے۔ ہمارے بچے کے لئے کوئی انتظام کریں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے کرتے ہیں لیکن اس طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ جہاں تک پرائمری تک پڑھانے اور آگے پھر مذل تک پڑھانے کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قریباً ساری ذمہ داری مقامی جماعتوں کو اٹھانی چاہیئے۔ قریباً میں نے اس لئے کہا کہ بعض جگہ نئی نئی جماعتیں پیدا ہوتی ہیں اور تعداد کے لحاظ سے اور مالی وسائل کے لحاظ سے وہ عملًا پرائمری تک کی ذمہ داری اٹھانے کے بھی قابل نہیں ہوتیں۔ اس صورت میں مرکز کو جہاں تک ممکن ہو ان کی مدد کرنی چاہیئے۔

بعض ایسے خط آ جاتے ہیں کہ مذل تک پڑھا دیا آگے نہیں پڑھا سکتے اور بچہ پڑھنے کے قابل ہے اسے پڑھانا چاہیئے لیکن دسویں تک میں نے جو کہا اس کی ایک وجہ تھی اس وقت میرے ذہن میں۔ اور وہ یہ تھی کہ ساری دنیا نے۔ جو امیر دنیا ہے انہوں نے ایک معیار ایسا رکھا ہے جس کے بعد جو محض علم والا حصہ ہے اس میں ایک روک پیدا کرتے ہیں اور ہنر اور علم جہاں مل جاتے ہیں اس طرف ان کو پھیر دیتے ہیں مثلاً ایک بچہ ہے انگلستان کا ان کے ولیسے نام کلاسوں کے اور ہیں۔ اے لیول (A Level) اور او لیول (O Level) وغیرہ وغیرہ لیکن جو بھی ہیں ان کے نام وہ ایک خاص لیول (Level) کے بعد بچے کو کہتے ہیں کہ آگے تم نہ جاؤ۔ تمہارا ذہن ان جنیشن گن کی طرف جاتا ہے۔ بہت ذہن نہیں تم ان جنیشن نہیں بن سکتے لیکن اپچھے ٹیکنیشن بن سکتے ہو تو وہ ہنس سکھو۔ اس میں پھر وہ کہتے ہیں اور بچے کو یہ ہدایت کرتے ہیں، اس کو مشورہ دیتے ہیں، گائیڈ کرتے ہیں کہ تمہارا ذہن ایسا ہے کہ بھلی سے تعلق رکھنے والی ان جنیشن گن کے تم اپچھے ٹیکنیشن بن سکتے ہو۔ پھر ادھر اس کو منتقل کر دیتے ہیں تو ساری قوم مدد دیتی ہے بچے کو اس راہ کی تعین میں جس میں وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔ یہاں ایسے سامان نہیں۔ ماحول بھی ایسا نہیں۔ ہمارے ہاں ہماری جماعت میں قاضی محمد اسلم صاحب ماهر نفسیات کو اس

میں شغف ہے۔ بہتوں کو انہوں نے مشورے دیئے۔ اچھے بھی دیئے ہوں گے اچھے۔ اور اپنے بیٹے کو انہوں نے غلط مشورہ دے دیا۔ وہ کہے میرا دماغ نہیں جاتا سائنسز کی طرف مجھے آرٹس پڑھنے دیں اور یہ اس کو کہیں کہ نہیں میرا دل کرتا ہے کہ تم سائنسز پڑھو اور اس کو بڑی مشکل پڑی اور اس وقت شاید اس کا ایک سال ضائع ہوا یا نہیں ہوا بہر حال کچھ وقت اُسے تکلیف اٹھانی پڑی اور باپ ماہر، غلطی سے مظلوم بیٹے کو غلط راستے پر چلانا چاہتا تھا لیکن وقت پر اس نے اپنا مضمون بدلا اور اس میں وہ بڑی ترقی کر گیا آرٹس میں۔ اور مقابلوں کے امتحان میں بڑے اچھے نمبر لے کر وہ آگے نکلا۔

تو اس قسم کا ہمارے ہاں ماحول بھی نہیں۔ ہمارے پاس ماہر بھی نہیں لیکن جس حد تک ہو سکتا ہے ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے جو دسویں سے آگے نکلتے ہیں ان کو یعنی انتظامیڈیٹ، پری میڈیکل، پری انجینئرنگ اور آرٹس، تینوں جو حصے بنتے ہیں اس میں احمدی بچے کو چوکس رہ کر سنبھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے اور جو اس کے بعد یعنی انتظامیڈیٹ کے بعد مثلاً انہوں نے طب کالیا۔ میڈیکل کورس لیا یا انجینئرنگ کالیا یا سائنسز کے دوسرے مضامین ہیں وہ آگے جا کر بہت ترقی ان میں کر سکتا ہے۔ فزکس ہے، کمیٹری ہے، باٹنی زوالوجی ہے وغیرہ وغیرہ اب تو سائنسز کے نام بھی نئے علوم مدقن ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دفعہ میں نے بتایا تھا ایک نئی سائنس بن گئی۔ سائنس آف چانس۔ یہ اتفاق۔ اتفاق انسان جو کہتا تھا تو سوچنے والوں نے سوچا۔ فکر کرنے والوں نے فکر کی اور اس کو ایک سائنس میں تبدیل کر دیا اور اس نتیجہ پر پہنچ کر ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی خالق، کوئی رب، کوئی ایک واحد ہستی ایسی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔

بہر حال جو آگے جاتے ہیں وہ پھر کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو درمیانے درجہ کے ہیں یا درمیانے درجے کے بھی نچلے حصے میں ہیں۔ وہ ایم ایس سی کر لیتے ہیں لیکن ان کا ذہن بہت اچھا نہیں Genius نہیں۔ وہ یہاں کی تعلیم ہمارے ملک کی جو ہے وہ ان کے لئے کافی ہے۔ ان کو سہولت ملنی چاہیئے۔ ان کی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ان کی غذا کا خیال رکھنا چاہیئے، ایک صحت مند ایم ایس سی پیدا ہو جائے اس ملک کی خدمت کے لئے جو

اس سے اوپر کے دماغ ہیں وہ آگے دو حصوں میں بٹتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت اچھا نہیں لیکن کافی اچھا ہے۔ بہت اچھا نہیں کہ سارا بوجھ اس کی اعلیٰ تعلیم (Higher Studies) کا جماعت احمدیہ برداشت کرے اور یہ فرض ہو لیکن اتنا برا بھی نہیں کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے اگر اس کا خاندان اس کے اخراجات میں حصہ دار بنے تو کچھ جماعت کو ادا کرنا چاہیے۔ باقی بوجھ وہ اٹھائیں۔ جو ایسا طالب علم ہے جو بہت ہی اچھا ہے اس کا اگر سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے۔ یہ اگر کے ساتھ میں کہہ رہا ہوں دیسے۔ اگر سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے تو جماعت کو اٹھانا چاہیئے لیکن چونکہ وہ بہت اچھا ہے اس لئے اگر اس کا خاندان یہ کہے کہ ہم کچھ بھی نہیں دینا چاہتے باوجود اس کے کہ ہم مالدار بھی ہیں تو یہ غلط ہے۔ جس حد تک بھی وہ اس کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں ان کو اٹھانا چاہیئے اور اس کے علاوہ جو بوجھ بھی ہے وہ جماعت کو اٹھانا چاہیئے۔ ذہن کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ یہ آپ عہد کریں۔ جو ذہن اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی خاندان میں پیدا کیا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔

اب میں اوپر کے جو دو حصے بنتے ہیں۔ دو گروہ بنتے ہیں ان کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ ایک وہ ہے کہ جن کا سارا بوجھ بھی جماعت کو اٹھانا پڑے تو جماعت کو اٹھایا چاہیئے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں اس میں کچھ غلط فہمی بھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا ذہن بچہ، وہ میرے پاس آیا اس وقت مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ یہ سارا بوجھ ڈالنا چاہتا ہے کہتا ہے کہ میں امریکہ جانا چاہتا ہوں اور اس کے متعلق رپورٹ یہ تھی کہ وہ بہت اچھے ذہن کا ہے تو خیال یہ تھا کہ امریکہ میں ایک سال کے بعد کہیں نہ کہیں سے وظیفہ مل جاتا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے چلے جاؤ۔ اس کو یہاں سے دے دی کافی رقم پندرہ میں ہزار روپے کی دے دی۔ پھر اگلے سال اس نے مطالیبہ کیا پھر وہاں کی جماعت سے کہا اس پر خرچ کرو۔ پھر تیس چالیس ہزار، وہاں بھی تعلیم پر خرچ بڑھتا چلا جا رہا ہے سال بسال۔ پھر اس کا مطالیبہ آیا۔ پھر میں نے اس کو لکھا کہ تم نے جو شکل پیش کی تھی وہ کچھ اور تھی اور اب تم مانگ زیادہ رہے ہو۔ میں نے جماعت کو لکھا کہ پتا کریں کیوں اب ہم دیں؟ تو جماعت کے جو سمجھ دار لوگ تھے انہوں نے کہا یہ اتنا ذہن ہے اور یونیورسٹی میں اس کا انتشار ہے کہ اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ پھر تیسرے سال میں غالباً سائنٹسٹر ہزار یا کتنا تھا

وہ اس نے ماں کا پھر میں نے جماعت کو کہا دوسرا کو۔ پھر وہ غالباً اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا کیونکہ اس کے اگلے سال کا پھر مجھے علم نہیں۔ اس کو ضرورت نہیں پڑی ہو گی۔

تو ایسے جو ہیں۔ ایک بچہ یہاں تھا۔ اس نے ایم ایس سی فرکس میں یونیورسٹی کا ریکارڈ توڑا۔ اس کا خاندان اس کا خرچ نہیں برداشت کر سکتا تھا اس کا وہاں سارا خرچ پی ایچ ڈی کے لئے ہم نے مقرر کر دیا۔ دیں گے۔ یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے اس وقت وہ وہاں میرے ہوتے ہوئے۔ میں دورہ پر تھا، نندن میں تھا، جب وہ وہاں پہنچا، مجھے کہنے لگا آکے ایک دن کہ مجھے جماعت نے وظیفہ دیا ہے پی ایچ ڈی کرنے کے لئے۔ انگلستان کی کوئی یونیورسٹی مجھے پی ایچ ڈی میں داخل نہیں کر رہی۔ وہ کہتے ہیں پہلے ایم ایس سی کرو۔ ہمارا ملک شاید وہاں بدنام ہے یا کیا قصہ تھا واللہ اعلم، میں نے سوچا، میں نے اس کو کہا ٹھیک ہے۔ میں نے کہا اگر یہ تمہیں داخل نہیں کر رہے تو ان کا حق ہے اس لئے کہ تمہیں اور تمہارے ذہن کو یہ پہچانتے نہیں۔ وہ کہتے ہیں، نہیں داخل کرنا۔ اپنے ملک کے بچے کی سیٹ تمہیں کیوں دے دیں، پی ایچ ڈی کی کی۔ تو وہاں مشورہ کیا۔ گلاسکو کی یونیورسٹی اس کو ایم ایس سی میں داخل کرنے کے لئے تیار تھی۔ کچھ اور یونیورسٹیز سے بھی مشورہ کیا، انہوں نے کہا کہ گلاسکو کی یونیورسٹی زیادہ اچھی ہے۔ میں نے اسے کہا میری طرف سے اجازت ہے تم کو۔ ایم ایس سی میں جا کے داخل ہو جاؤ۔ ساتھ ہی میں نے اسے یہ کہا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ فضل کرے گا کہ چھ مہینے کے اندر اندر وہ تمہیں خود کہہ دیں گے کہ چلو جاؤ پی ایچ ڈی میں۔ جب تمہارے ذہن کو پہچاننے لگیں گے، پھر وہ کہیں ٹھیک ہے، آؤ پی ایچ ڈی کرو۔ تین مہینے کے بعد انہوں نے کہا بدلتا کو رس۔ ایم ایس سی کی بجائے پی ایچ ڈی کر لو اتنا ذہن تھا۔ ابھی اس نے پی ایچ ڈی ختم نہیں کی تھی۔ آسکافورڈ اور کیمرج دنیا کی چوٹی کی دو یونیورسٹیز ہیں۔ انہوں نے اسے لیکھ دینے کے لئے بلانا شروع کر دیا اور ابھی امتحان اس نے پاس نہیں کیا تھا۔ تو ایسے ذہن جو ہیں ان کو ہم کیسے ضائع کر سکتے ہیں۔ صرف اپنے فائدہ کے لئے نہیں، نوع انسانی کا یہ فائدہ ہے کہ ہر ذہن جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہواں کی صحیح نشوونما کی جائے تاکہ نوع انسانی اس کائنات کی ہرشے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے اور خدمت لے سکے۔

میں نے بتایا ۱۹۷۶ء میں اس نے ایم ایس سی فرکس کا ریکارڈ توڑا۔ کچھ لوگ تھے یہاں وہ کچھلے ریکارڈ سے اتنا آگے نکلا کہ بعض لوگوں نے یہ باتیں شروع کر دیں کہ ایک احمدی ہے بچ، اس نے ریکارڈ توڑ دیا، اتنے نمبر لے لئے، آگے کون آئے گا، پھر اس کا ریکارڈ توڑنا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ اس قسم کی باتیں شروع کر دیں۔ اس سال اسی یونیورسٹی سے یعنی یونیورسٹی آف دی پنجاب سے ہماری ایک احمدی لڑکی نے اس لڑکے کا ریکارڈ توڑ دیا۔

تو جو خدا تعالیٰ کی عطا ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اس کو سنبھالنا چاہیئے۔ میں نے بڑا سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عطا ہی عظیم ہے اور اس کا ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے بڑی عظیم یہ نعمت ہے اللہ کی کسی گھر میں ذہین پچے پیدا ہو جائیں، ذہن رسما سے زیادہ اور بڑی کوئی عطا نہیں کیونکہ ہر قسم کی خدمت پھر عطا سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت ذہن کے ذریعہ سے ہی ہوتی ہے نا۔

تو میں بتایہ رہا ہوں جماعت کو کہ جو اس قسم کے بچے ہیں ان کو تو ہم نے بہر حال سنبھالنا ہے خواہ کتنی مالی قربانی دینی پڑے جماعت کو لیکن جوان سے ذرا نیچے ہیں مثلاً واضح کرنے کے لئے، یہاں پچے بڑے بہت پڑھے ہوئے زمیندار بھی ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے میری بات، ذرا نیچے سے۔ میں بڑا لمبا عرصہ کالج کا پرنسپل بھی رہا ہوں۔ یونیورسٹی کی طرف سے کچھ وظائف ہوتے ہیں۔ کچھ محکمہ تعلیم کی طرف سے وظائف ہوتے ہیں وہ مثلاً، اگر کسی نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا تو سو دو سو، کافی تعداد ہے وظائف کی، یونیورسٹی یا محکمہ تعلیم کی طرف سے وہ وظائف مقرر ہیں۔ چوٹی کے اتنے لڑکوں کو وہ وظیفہ مل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ مثلاً جس نے ۲۲ فیصد نمبر لئے کم از کم معیار جو وظیفہ لینے والوں میں سے تھا وہ اس کا تھا یعنی باقی سب نے ۲۲ فیصد سے زیادہ نمبر لئے اور سب سے کم وظیفہ لینے والے نے ۲۳ فیصد نمبر لئے۔ اس سے نیچے ہے ۲۳ فیصد والا اور ۲۴ اور ۲۵ میں بڑا فرق نہیں لیکن قانون اس کو وظیفہ نہیں دے رہا ہے۔ ذہین اور ایسا ذہین بھی ہے بعض دفعہ کہ وہ اگلے امتحان میں اپنے اوپر کے بچوں سے آگے نکلنے والا ہے۔ اس کو کیسے ضائع کیا جاسکتا ہے۔ ایسے بچے جو ذرا کم نمبر لینے والے وظیفہ کی حد سے۔ احمدی بھی اور ہمارے دوسرے بچے بھی بیسوں کی تعداد میں ان کو ہر قسم کی سہولت دے کے

تعلیم الاسلام کا لج نے پڑھایا ہے۔ اس واسطے کہ مجھے ایک ہدایت بنیادی طور پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دی تھی جب میں کالج کا پرنسپل بنا اور وہ یہ تھی کہ کالج اس لئے کھولا گیا ہے کہ ہمارا ملک تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے ہے۔ مدد کرنی ہے قوم کی تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی۔ تبلیغ اس کی غرض نہیں۔ وہ دوسرے محلے ہیں تبلیغ کرنے کے، ہر قسم کا لڑکا آیا اور اس کو اگر وہ غریب تھا اور ذہین تھا کالج نے وظیفہ دیا۔

ایک ایسا طالب علم آیا میرے پاس جس نے بس ذرا کم نمبر وظیفہ سے لئے ہوئے تھے۔ یہ لاہور کی بات ہے اور مہاجر تھا اور ہندوستانی تھا۔ میں نے اس کے کوائف پوچھے تو کہنے لگا ایک بیسہ نہیں خرچ کر سکتا۔ مجھے کسی نے کہا ہے پڑھنا ہے تو تعلیم الاسلام کا لج میں چلے جاؤ۔ خیر میں نے پوچھنا شروع کیا۔ میں نے کہا تم کہتے ہو ایک بیسہ خرچ نہیں کر سکتا۔ تو دسویں کیسے تم نے پاس کر لی۔ یہ بتاؤ مجھے۔ پھر اپنی دکھ کی داستان مجھے سنائی۔ کہنے لگا میرا ایک بڑا بھائی ہے وہ کلرک ہے گورنمنٹ کے کسی محلے میں اور اس وقت تنخواہیں کم تھیں۔ اب تو زیادہ ہو گئی ہیں۔ سو کے قریب اس نے بتایا صحیح نہیں مجھے یاد کم و بیش سو، کچھ کم کچھ زیادہ۔ یہ اس کی تنخواہ ہے کہنے لگا میرے والد اور والدہ بھی زندہ ہیں اور دونوں نا بینا ہیں۔ میرا بھائی والدین کو بھی پالتا ہے اور تھوڑی بہت اس نے میری مدد بھی کی۔ مجھے کھانا کھلاتا رہا۔ گھر میں میں رہتا ہوں اس نے مجھے کھانا دیا اور تھوڑی سی مدد کی۔ کوئی پنسل لے دی کچھ اور سکول والوں نے میری فیس معاف کر دی اور اس طرح اس نے اتنے اچھے نمبر لئے کہ اگر دس نمبر اور لیتا تو وظیفہ مل جاتا اس کو۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے تمہیں داخل کروں گا لیکن میرے دماغ نے یہ سوچا کہ اگر پڑھنے کی خاطر اس نے خود اور اس کے خاندان نے قربانی نہ کی تو ممکن ہے یہ بے توجہ ہو جائے پڑھائی سے۔ یعنی اب میں بات کر رہا ہوں تب بھی مجھے دکھ ہو رہا ہے کہ میں نے اسے تکلیف دی لیکن وہ تکلیف پہنچانا ضروری تھا میرے نزدیک۔ میں نے اسے کہا کل آ جانا۔ دس روپے لے آنا میں تمہیں داخل کروں گا۔ میں نے اس کو فرست ائیر میں دس روپے لے کے داخل کیا۔ فیس وغیرہ ہر قسم کی۔ اور اس کے بعد ایک دھیلا اس سے نہیں لیا اور مجھے یقین ہے کہ ان کے گھروں میں ممکن ہے کہ ایک وقت کا کھانا بھی نہ پکا ہو اس وجہ سے۔ بڑی قربانی ہے یہ یعنی

اس قسم کے حالات میں دس روپے بڑی قربانی تھی اور وہی میں خود اس سے لینا چاہتا تھا اس کے پڑھنے کے لئے اس کے خاندان سے لینا چاہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا۔ مجھے پتا لگا میں نے اپنے ایک پروفیسر کو بھیجا۔ میں نے کہا اس کو تا نگے پر بٹھاؤ اور لے جاؤ چوٹی کے ایک ڈاکٹر تھے لاہور۔ اب وہ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو جا کر پہلے کہہ دینا وہ کپڑے دیکھے گا اس کے۔ بھیت کذائی دیکھے گا اور سمجھے گا غریب ہے تو جنہیں کرے گا۔ کہنا یہ لڑکا غریب ہے لیکن جس کالج میں یہ پڑھ رہا ہے وہ غریب نہیں۔ اس واسطے اس کی صحیح طرح تشخیص کرو اور بہترین، سب سے مہنگی دوائی جو تمہارے نزدیک اس کے لئے چاہیے، وہ اس کے لئے نسخہ لکھ دو تم۔ اس ایک مرض میں میرا خیال ہے قریباً تین سور و پیہ اس کے اوپر خرچ کیا۔ دس روپے اس سے لئے تھے لیکن دس روپے کا دلکش مجھے اب بھی ہے لیکن ضروری تھا میرے نزدیک۔

تو میں آپ کو بتایہ رہا ہوں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ جو ایک تو بہت اونچے ہیں لوگ اور ایک ان سے ذرا نیچے اور اس کی مثال میں میں نے کہا کہ دس بارہ نمبر لیتا تو وظیفہ لے لیتا لیکن جہاں تک ہماری طاقت تھی ہم نے بلا امتیاز عقیدہ اور علاقہ ہر ایک کو جو ہمارے پاس آیا ہم نے دیا۔ یعنی سینکڑوں کو تعلیم دلوادی اللہ کے فضل سے۔

یہ جو میں نے ابھی کہا کہ یہ جو ذرا کم وظیفہ لائیں سے ہیں وہ آگے بھی نکل جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک احمدی لڑکا تھا اپنا خرچ کر رہا تھا۔ بہت نچلے درجے کی سینکڑ ڈویژن یا اونچے درجے کی تھرڈ ڈویژن میں اس نے میٹرک پاس کیا اور ہمارے پاس آ کے ایف ایس سی پاس کیا یعنی بہت نچلے درجے کی سینکڑ ڈویژن یا اوپر کی تھرڈ ڈویژن میں اس نے ایف ایس سی پاس کیا اور اچھی بہت اچھی سینکڑ ڈویژن میں اس نے بی ایس سی پاس کیا اور فرست ڈویژن میں اس نے ایم ایس سی پاس کیا۔ اس طرح ترقی کرنے والے بھی دماغ ہیں۔ یہ تو جو تحریک کار ہیں وہ جانتے ہیں اور کئی ایسے بھی آتے ہیں جو سات ساڑھے سات سو نمبر لے کے آتے ہیں اور دماغ ان کا ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ پھر آگے تنزل کی سیڑھیاں اترتے ہیں۔ ترقی نہیں کرتے لیکن وہ استثناء ہیں ان کا پتا لگ جاتا ہے تو جماعت کے سامنے اس بچے کی کل کی گفتگو کے بعد میں

اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کھول کر بات کروں آپ سے۔ جو ہے اوپر کی ایک لائے کھینچیں آپ کہیں کہ اس سے اوپر جو ہے اسے ہم نے بہر حال سنجنالا ہے۔ اگر اور نہیں انتظام اس کا۔ یعنی جن کا انتظام ہے کئی ایسے چوٹی کے ہیں۔ اب جس لڑکی، اپنی بچی کا میں نے کہا، اس کو بڑا اونٹیفہ دے دیا آ کس فورڈ والوں نے، وہ گھبرائی ہوئی تھی اس کو پتا نہیں تھا وہاں کے اخراجات کا تو اس کے والد اپنی بیٹی کو میرے پاس لے آئے میں نے اس کو سمجھایا بالکل فکرناہ کرو۔ اتنا وظیفہ ہے کہ تم سے ختم نہیں ہوگا اور اتنی ذہین، اس نے اپنے کو اکاف بھیجے، ابھی فزکس میں آگے دولائنز تھیں جن میں سے ایک لے سکتی تھی تو وہ ڈانواں ڈول تھی کہ کون سی لائے، اس نے وہاں، جس سے خط و کتابت تھی، انچارج تھا داخل ہونے کا اس نے اس کو لکھا تم کوئی فکرناہ کرو۔ یہاں آ جاؤ۔ جو مرضی لے لینا داخل ہو جاؤ۔

کسبِ کمال گن کہ عزیز جہاں شوی

کوئی رستے میں اس کے روک ہی نہیں تھی۔ ویسے میں نے اسے مشورہ دیا کہ یہ لائے لو۔ تمہارے لئے اچھی رہے گی۔ اس وقت وہ نہیں مانی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جدھر جانا چاہتی ہو جاؤ لیکن وہاں جا کے حالات دیکھ کے اس نے وہی لائے لی جس کا میں نے پہلے اسے مشورہ دیا تھا۔ بہر حال دعا کریں انشاء اللہ اللہ اسے توفیق دے آگے سے آگے نکلنے کی۔

ایسے دسیوں ہمارے نوجوان ہیں بلکہ میسیوں کہنا چاہیئے جو آگے نکل گئے یا جو آرہے ہیں اس وقت سٹڈی کر رہے ہیں لیکن دسیوں کی تو تعداد جو ہے وہ تو ہمارے لئے کافی نہیں ہے ہمیں تو اگلے پندرہ بیس سال کے اندر پہلے سینکڑوں اور پھر ہزاروں کی تعداد میں ٹاپ (Top) کا سکالر (Scholar) چاہیئے ہر مضمون میں، اس واسطے کہ اس دنیا میں آج کے انسان نے علم کی اہمیت اور اس کے مقام کو پہچانا ہے اور علم نے اس کو نقصان بھی پہنچایا۔ یعنی علم کے میدان میں جب آگے بڑھے تو بہتوں نے سمجھ لیا کہ عقل کافی ہے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا بعض مغرور ہو گئے لیکن جو اچھے سائنسدان دنیا نے پیدا کئے یا دوسرے محققین۔ ان میں سے بڑی بھاری اکثریت مسکین، کوئی فخر نہیں، عاجز انسانوں کی ہے یعنی خدا کو انہوں نے مانا یا نہ مانا لیکن عجز اور انکسار ان کی طبیعتوں میں پایا جاتا ہے لیکن کچھ متکبر بھی ہو گئے۔ ان کو علم

نے نقسان پہنچایا۔ کچھ قوموں کو نقسان پہنچایا۔ یعنی جو خود عالم نہیں تھے مثلاً آپ کوئی قوم یورپ کی لے لیں۔ ایک حصہ تھا ان کا محققین کا۔ عاج منسر المزاوج انسانوں کا جنہوں نے علم کے میدان میں رفتیں حاصل کیں۔ چاند پر کمنڈاٹی۔ مرخ کی تصویریں حاصل کر لیں وغیرہ وغیرہ۔ ہر طرف وہ آگے بڑھے۔ آگے بڑھتے چلے گئے دنیوی لحاظ سے۔ بڑے ہی منسر المزاوج۔ اکثر ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے ان قوموں کو سنبھالا ہوا ہے مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ خدا تعالیٰ ہماری قوم پر عذاب کیوں نہیں نازل کرتا اتنے بداغلاق ہو گئے ہیں ہم۔ میں نے کہا تمہارے اندر ایک حصہ ایسا ہے کہ جو شراب نہیں پیتا، سکریٹ نہیں پیتا، جو شہوت کی نظر کسی لڑکی پر نہیں ڈالتا۔ اپنے کام میں مگن خدمتِ خلق کا جذبہ ہے اس کے اندر۔ کہتا ہے یہ میرا میدان ہے اس میں میں ترقی کروں گا۔ انسان کو فائدہ پہنچ گا اور ہر ملک میں لاکھوں ایسے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ کیسے ہلاک کر دے جو اس کے بندوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ اس کو نہیں پہچانتے۔ بہر حال ہم نے ان تک بھی تو خدا تعالیٰ کا نام پہنچانا ہے یہ جو علمی میدانوں میں آسمانوں کو چھوڑ رہے ہیں ان تک بھی تو خدا تعالیٰ کا نام پہنچانا ہے۔ ان پر بھی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ظاہر کرنا ہے۔ انہیں بھی توباتا ہے کہ کس وقتِ احسان کے مالک ہیں ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان سے تو انہی کے مقام پر علمی میدان میں پہنچا ہوا آدمی بات کر سکتا ہے اور تو نہیں کر سکتا۔

تو اس نقطہ نگاہ سے بھی یعنی ایک تو ہے خدمتِ خلق کا نقطہ نگاہ۔ اس لحاظ سے بھی کہ زیادہ سے زیادہ خدمت لینے کی طاقت نوع انسانی میں پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ وہ حصہ پائے ایک یہ نقطہ نگاہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا سے دور چلے گئے خدا کی کائنات میں تحقیق بھی کر رہے ہیں۔ نئے سے نئے علوم بھی نکال رہے ہیں۔ نوع انسان کی خدمت بھی کر رہے ہیں لیکن وہ جس نے سب کچھ پیدا کیا اس کو جانتے نہیں، بڑی محرومی ہے۔ ان کو ان محرومیوں سے نکال کے ان ظلمات سے باہر کھینچ کر نور کی طرف لانا یہ بھی تو ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ بھی تو ان کا حق ہے۔ یہ حق ہے کہ ان کو نور ملے۔ یہ حق ہے کہ وہ خدا کو پہنچائیں۔ یہ حق ہے کہ جس طرح دنیوی میدانوں میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی نعماء کو حاصل

کیا، روحانی طور پر بھی وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے اور اس کی رضا کی جنتوں کو پانے والے ہوں اس لئے جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے کسی بچے کو اس سے پہلے تعلیم چھوڑنے نہ دیں جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ جو بچہ اپنے ذہن کے لحاظ سے مذل تک پہنچ سکتا ہے اس کو پرانگری میں نہ چھوڑنے دیں تعلیم۔ جو میٹرک تک پہنچ سکتا ہے اسے مذل میں نہ چھوڑنے دیں تعلیم۔ جوانہ میڈیٹ میں پہنچ سکتا ہے اس کو دسویں جماعت کے بعد تعلیم نہ چھوڑنے دیں۔ جو بی اے۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی کر سکتا ہے اس سے پہلے وہ تعلیم چھوڑ کے دوسرے میدانوں میں نہ جائے۔ پہلے اپنی استطاعت اور قابلیت کے مطابق اپنی تعلیم کو پورا کرے۔ پھر وہ اس تعلیم سے فائدہ اٹھائے جو اس نے حاصل کیا، علم کے میدان میں۔ اس کی روشنی میں۔ دوسروں کے لئے ایک مفید وجود بننے کی کوشش کرے۔

اصل علم ہمارے نزدیک تو قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اور جتنے یہ سارے علوم سائنس وغیرہ جو ہیں ان کی بنیادی باتیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہیں بلکہ بعض ایسی بنیادی حقیقتیں ہیں جو علم کے میدان میں آگے بڑھنے والی قویں ہیں ان سے بھی وہ بنیادی حقیقت مخفی رہی اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہم پر اسے واضح کیا۔ مثلاً Mathematics ہے۔ حساب جو ہے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بالکل واضح اور اس میں کوئی غلطی اور کوئی خلط اور کوئی Confusion ہو ہی نہیں سکتا۔ دو اور دو چار اور آٹھ اور آٹھ سولہ ہیں۔ اسی طرح یہ سارا چلتا ہے لیکن جو حساب دا ان ہیں چوٹی کے انہوں نے یہ لکھا ہے میں نے خود پڑھا ہے کتاب میں کہ علم حساب جو ہے یعنی حساب کا علم۔ مفروضات کے اوپر اس کی بنیاد ہے، حقائق پر نہیں کہ بعض مفروضات ہم کرتے ہیں۔ پھر یہ علم آگے چلتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حساب کی بنیاد بعض حقائق کائنات پر ہے۔ اس وقت یہ میرا مضمون نہیں۔ میں لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اس وقت علم کے میدانوں میں وہ علم جن کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے بظاہر یا وہ علم جس نے غلط فکر نے، محض دنیوی علوم سمجھے جانے لگے وہ ان کی بنیادی باتیں قرآن کریم سے ہمیں پتا لگتی ہیں لیکن روحانی زندگی تو اس دنیوی زندگی کے مقابلہ میں ہر پہلو اور ہر جہت سے اہم بھی ہے اور اس قبل ہے کہ اس کے حصول کے لئے اس دنیا کی ہر چیز قربان کر دی جائے۔ یہ دنیا عارضی، تھوڑے وقت

کے لئے اس کی نعمتوں میں اگر مٹھاں ہے تو کڑواہٹ بھی ہے۔ اگر خوشنی ہے تو تلنچی بھی ہے۔ اگر آرام ہے تو دکھ بھی ہے ہر چیز ملی ہوئی ہے انسان کی زندگی میں لیکن اس کے مقابلہ میں جو اخروی زندگی ہے اس میں تو ایک ایسی زندگی ہے جس میں موت نہیں۔ ایسی صحت والی زندگی ہے جس میں بیماری نہیں۔ ایسا احساس سیری کا۔ سیری کا احساس ہر لحاظ سے ہوتا ہے صرف روٹی کھا کے نہیں ہوتا۔ سیری کا ایسا احساس ہے جس میں بھوک کا کوئی دخل نہیں۔ ترقیات کے ایسے دروازے ہیں جو کبھی بند نہیں ہوتے۔ یہاں تو اس زندگی میں بند ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے کی عمر آتی ہے۔ علم آدمی جو ساری عمر سیکھتا رہا، وہ بھول گئے۔ بڑا میں و آسمان کا فرق ہے۔ تو وہ علم جو اخروی رضائے الہی کی جنتوں کی نشاندہی کرنے والا۔ ان کی راہوں کو کھولنے والا ہے۔ وہ قرآن کریم کا علم ہے۔ اس واسطے میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جامعہ احمدیہ کے بھی طالب علم اور اساتذہ۔ اصل علم کے میدانوں میں جو قیادت کرنی ہے جو ہدایت دینی ہے۔ راہنمائی جن کے حصہ میں آئے وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو سمجھا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں میں ایک عظیم نور پیدا کرنے کی کوشش کی دعاویں کے ذریعہ سے بعض طالب علموں کو بھی چند دن ہوئے میں نے کہا تھا کہ تمہارے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جو تمہیں کتابیں پڑھائی جاتی ہیں قرآن کریم کی تفسیر ہے، احادیث ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا تعلق تمہارے اساتذہ اور کتب سے ہے ایک تمہارا کورس ہے جس کا تعلق صرف تم سے ہے اور وہ یہ ہے کہ تم دعا نہیں کرو کہ خدا تعالیٰ اس عظیم علم کے سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تمہیں توفیق عطا کرے اور یہ تو ہمارے جامعہ میں پڑھے ہوئے یا دوسرے علماء جو ہیں یا نہیں بھی پڑھے ہوئے وہ بھی پڑھ کے دعا نہیں کر کے علم حاصل کرتے ہیں۔ ساری جماعت کو، قرآن کریم کی روشنی سے روشنی لے کر روشن راہوں پر اپنی کوشش اور سعی کے قدم آگے بڑھانے چاہئیں۔ اگر مسلمان ہو کے، اگر قرآن کریم کو مانے کے بعد، اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے دعویٰ کے بعد، اگر توحید پر قائم ہونے کے بعد بھی انہیں ہے ہیں تو سارے دعوے جھوٹے، قرآن کریم نے کہا ہے کہ جو میرے ہو جاتے ہیں ان کے لئے ایک ایسا نور پیدا کیا جاتا ہے اور ایسا نور ان کو دیا جاتا ہے جو ان کی راہبری کرتا ہے آگے بھی اور پہلو پر بھی۔

تو یہاں میں ساری جماعت کو توجہ دلارہا ہوں کہ جو انفرادی عطیہ ہے ذہن کا یعنی ایک فرد کو مل گیا۔ ایک خاندان میں پیدا ہو گیا نہ اس کو ضائع کرنا ہے اور نہ جماعت کا مجموعی طور پر جو عطا خدا تعالیٰ نے دی اور بڑی دی۔ دوسرے سے زیادہ دی ہے نہ اس کو ضائع کرنا ہے ناشکر نہیں بننا۔ اس کے شکرگزار بندے بننے کی کوشش کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱ اگست ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۷)



محمد ﷺ لَوْلَكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ

کے مصداق ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جور رسول بھی دنیا کی طرف مبعوث ہوا وہ نذر پر بشیر کی حیثیت سے مبعوث ہوا لیکن جو بشارتیں انہوں نے دیں وہ اپنے مقام کے لحاظ سے دیں رسولوں کی رسالت میں فرق کرنا تو جائز نہیں۔ **لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ قُنْ رَسُولِهِ** (البقرۃ: ۲۸۶) ہر رسول خدا کا پیارا اور فرستادہ ہے۔ لیکن ہر رسول نے اپنے ماننے والوں کو جو بشارتیں دی ہیں ان میں بڑا فرق ہے۔ اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں تو غرض اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جو بشارتیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دیں وہ اپنے مقام کے لحاظ سے تھیں اور اس قدر وسعت ہے ان بشارتوں میں اور اس قدر رفتہ ہے ان بشارتوں میں کہ کوئی اور رسول اپنی بشارتوں کے لحاظ سے کوئی مقابلہ ہی نہیں رکھتا ان بشارتوں کے ساتھ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو بشارت دی وہ یہ تھی کہ اگر تم مجھ پر ایمان لاو۔ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرو۔ زندگیاں میرے اسوہ کے مطابق ڈھالو تو خدا تعالیٰ تمہیں یہ بشارت دیتا ہے۔ **وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا** آنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس: ۳) کہ اللہ تعالیٰ کے نزد یک ظاہر و باطن طور پر ایک کامل درجہ ایک بلند تر مقام تمہیں حاصل ہوگا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام خدا

کے نزدیک ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ (موضوعاتِ کبیر حرف اللام صفحہ ۵۹) کہ ہر دو جہان آپ کی وجہ سے ہی پیدا کئے گئے جو مقام آپ کا خدا کے نزدیک ہے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ میرا پیار لینا چاہتے ہو تو میرے محمدؐ کی اتباع کرو۔ فَاتَّبِعُونِي مُحِبِّبِكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲) پھر تمہیں خدا کا پیار بھی مل جائے گا۔ یہ جو ظاہر و باطن طور پر کامل درجہ کی بشارت ہے یہ اتنی بلند، اتنی رفعتوں والی، اتنی عظمتوں والی بشارت ہے، اتنی وسعتوں والی بشارت ہے کہ اس نے کامل انسان تک آپ کے تعین کو پہنچادیا۔ آپ کے قدموں میں مانے والوں کے اسوہ پر عمل کرنے والوں کو اکٹھا کر دیا۔

اتنا بڑا انعام حاصل کرنا مخصوص انسان کی کوشش سے ممکن نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہی امت کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکوں کو پسند کرتا ہے۔ پاکیزگی سے پیار کرتا ہے۔ ہر گندسے پاک ہو جاؤ گے تو ہر حسن سے منور ہو جاؤ گے۔ خدا کی نگاہ میں پاک ٹھہر و گے تو اپنی استعداد کے مطابق ظاہر و باطن میں ایک کامل درجہ خدا کے نزدیک تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ انسان اپنی کوشش سے نہیں کر سکتا۔ اس کے لئے خود ہمیں ایک راہ بتائی اور وہ راہ یہ بتائی کہ يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ أَهْمَوْا السُّتْعَيْبُوا بِالصَّدْرِ وَالصَّلُوَةِ (البقرۃ: ۱۵۳) کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ کرنے والا اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرنے والوکہ ہم خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو بشارتیں تمہیں ملی ہیں اگر تم انہیں حاصل کرنا چاہتے ہو، وہ بلند تر مقام جو تمہارے مقدار میں ہے اس بلندی اور رفتہ تک تم پہنچنا چاہتے ہو تو یاد رکھو اپنے زور سے وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ نہ اپنی کوششوں سے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے خدا تعالیٰ کی مدد کو حاصل کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اس کی مدد تمہارے شامل حال ہو۔ اگر اس کی نصرت تمہیں توفیق دے کر تم اس کے حضور بر بانیاں پیش کر سکو۔ اگر اس کی رحمت اور اس کا فضل تمہاری کوششوں میں تمہارے اعمال صالح میں ایک حسن پیدا کرے۔ ایک نور پیدا کرے تب یہ ممکن ہے اور صرف اس وقت ممکن ہے۔ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اگر اپنا مقدر حاصل کرنا چاہتے ہو۔ یعنی جہاں تک تم پہنچ سکتے ہو جس غرض

کے لئے تمہیں پیدا کیا امت مسلمہ میں، اس غرض کو اپنے زندگی کے اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہو، اس مقدار کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو خدا سے استعانت چاہو، اس کی مدد، اس کی نصرت، اس کا فضل، اس کی رحمت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کیسے کوشش کرو، صبر کے ساتھ اور صلوٰۃ کے ساتھ۔

صبر کا تعلق انسان کی اپنی جدوجہد، اس کی اپنی سعی کے ساتھ ہے۔ اپنے مجاہدہ کے ساتھ ہے جو روحانی میدانوں میں وہ بجالاتا ہے۔

صبر کا ایک پہلو یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ بُرا یوں سے بچے، اپنے نفس کو نواہی سے بچنے پر باندھ رکھے۔ یہ ہیں صبر کے معنی ایک پہلو کے لحاظ سے۔ پوری کوشش کرے کہ کوئی ایسا عمل اس سے سرزد نہ ہو جو (خدا کے فرمان کے مطابق) خدا کو ناراض کرنے والا ہے اور صبر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جرأت اور شجاعت کے ساتھ نیکیوں کی راہوں پر گامزن رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مدد حاصل کرو صبر کے ذریعہ سے کوشش کرو کہ تم سے گناہ سرزد نہ ہو اور کوشش کرو کہ ہمیشہ نیکیاں سرزد ہوتی رہیں۔ اعمال صالحہ تم بجالاتے رہو اور یہ تمہاری کوشش ہو۔ لیکن یہ کافی نہیں اس کے لئے بنیاد بناؤ اپنے عمل کو، اور صلوٰۃ کو، خدا سے دعا کئیں مانگو، خدا کو یاد رکھو، خدا کی صفات اور اس کی ذات کی معرفت حاصل کرو اور خدا تعالیٰ کی عظمتوں کو اپنے ذہن میں حاضر رکھتے ہوئے ان عظیم صفات کا واسطہ دے کر اس سے مانگو (مدد) کہ وہ قَدَمَ صِدْقٍ ظاہر و باطن طور پر جو ایک کامل درجہ مقرر ہے وہاں تک تمہیں پہنچا دے۔

اعمال صالحہ بجالا و بدیوں سے پر ہیز کرو مگر اس کے نتیجہ میں خوت پیدا نہ ہو بلکہ سمجھو اور یقین کرو کہ اپنی کوشش کوئی شے نہیں جب تک اس کے ساتھ صلوٰۃ دعا اور مقبول دعا کا جو نتیجہ ہے یعنی خدا تعالیٰ کا فضل، اس کا نزول نہ ہو اس وقت تک کچھ ہونہیں سکتا۔ اگر اس استعانت میں مدد کے حاصل کرنے میں تم اپنی نیت کے خلوص کے نتیجہ میں، اگر تم اپنے جذبہ ایثار اور قربانی کے نتیجہ میں، اگر تم اپنے پیار کی شدت کے نتیجہ میں اگر تم اپنے فدائیت کے حسن کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کر سکو گے تو تمہارے اعمال مقبول ہو جائیں گے جو صبر کی تعلیم کی روشنی میں تم بجالائے اور جب تمہارے اعمال مقبول ہو جائیں گے تب تم اس قسم کے مومن بن جاؤ گے۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا كہ جن کے متعلق بشارت دی گئی ہے آنَّا لَهُمْ قَدَّمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ جن کا خدا تعالیٰ کے حضور ظاہر و باطن طور پر ایک کامل درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حضور پیار اور رضا کی جنتوں میں جگہ دے اور وہ وعدے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کئے گئے ہیں ہماری زندگیوں میں وہ پورے ہوں اور ہم بھی اس کے وارث ہوں۔ جس طرح اور کروڑوں اس کے وارث ہوئے اور قیامت تک وارث ہوتے رہیں گے۔ آمین

(روزنامہ افضل ربوہ۔ ۳ رجنوری ۱۹۸۰ء صفحہ ۵، ۶)



سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ورلی زندگی کو ہی مقصود بنالیا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے سورۃ کہف میں فرمایا:-

قُلْ هَلْ سِئِسْكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا طَالَّ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ○ أُولَئِكَ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَاءَهُ فَحِظَّتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُقْيِمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمةَ
وَ زُنَاجًا ○ ذَلِكَ جَزَآءُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَ اتَّخَذُوا أَيْتَیَ وَ رَسِيلًا
هُرُوًّا ○ (الکھف: ۱۰۳-۱۰۷)

تفسیر صغیر میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔

تو (انہیں) کہہ (کہ) کیا ہم تمہیں ان لوگوں سے آگاہ کریں جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جن کی (تمام تر) کوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہو گئی اور (اس کے ساتھ) وہ (یہ بھی) سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے نشانوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کر دیا ہے اس لئے ان کے (تمام) اعمال گر کر (اسی دنیا میں) رہ گئے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے دن ہم انہیں کچھ بھی وقت نہیں دیں گے۔ یہ ان کا بدلہ (یعنی) جہنم اس وجہ سے ہو گا کہ انہوں نے کفر (کا طریق)

اختیار کیا اور میرے نشانوں اور میرے رسولوں کو (اپنی) بُنگی کا نشانہ بنالیا۔“

سورہ کہف کی ان آیات میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں ان لوگوں کے متعلق بتائیں جو سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں اپنے اعمال کے لحاظ سے۔ انسان مختلف قسموں میں بٹ جاتے ہیں اپنے اعمال کے لحاظ سے۔ ایک وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں، ایک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا عرفان نہیں رکھتے، ایک وہ ہیں جو زندہ مذہب سے تعلق رکھنے والے ہیں، ایک وہ ہیں جن کا زندہ مذہب سے تعلق نہیں ہوتا، ایک وہ ہیں جو دنیوی لحاظ سے شریفانہ زندگی گزارتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو دنیوی معیار کے مطابق بھی بدنزدگی گزارنے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے رب سے اپنے اعمال کے مطابق بدلہ پاتا اور جزا حاصل کرتا ہے اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کے پیار کو اپنی قوتیں اور استعدادوں کے دائرہ کے اندر اپنی اس سمعی کے مطابق جو وہ اس دائرہ میں اپنے خدا کے حضور مقبول سمعی کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اس کے مطابق وہ بدلہ پاتے ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے غصب کو حاصل کرتے ہیں اور قہر کی آگ ان کے حصہ میں ہے لیکن ان میں بھی فرق ہے۔ کسی پر اللہ تعالیٰ کم غصب نازل کرتا ہے کسی پر زیادہ کرتا ہے۔

یہاں یہ مضمون اس بات سے شروع کیا گیا ہے کہ جو سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے ہیں ان کے متعلق ہم تمہیں کچھ بتانے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ گھاٹا پانے والے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ ہیں کہ جو ایک تو خدا کو پہچانتے نہیں، اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے۔ دوسرے وہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان ظاہر ہوتے ہیں ان کو پہچانتے نہیں اور جس غرض سے وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ غرض ان کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے۔ بد قسمت ہیں وہ اس لئے کہ ان کی ساری توجہ، ان کی ساری کوشش، ان کا سارا عمل ان کا مقصد و اور ان کی ہمت جو ہے وہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس ورلی زندگی کو انہوں نے اپنا مقصود بنالیا۔

دوسری بات یہاں اللہ تعالیٰ یہ بیان کرتا ہے ان آیات میں اس زندگی کو ورلی زندگی کو

انہوں نے اپنا مقصود بنالیا، اس کے لئے وہ عمل، کوشش، سعی اور جہد کرتے ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اور اپنی پوری بہت کے ساتھ اس دنیا کو اور صرف اس دنیا کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دنیا کے اموال کے حصول کے لئے جائز و ناجائز میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ عزت کی خاطر، اپنی چوبڑاہٹ کی خاطر، اپنی بڑائی کی خاطر وہ ظلم اور انصاف کی کوئی تمیز نہیں کرتے اور جب حقیقت بعض دفعہ سمجھتے بھی ہیں تو ان کی عزت کی چیز جو ہے اپنی ذاتی دنیوی لحاظ سے جوانہوں نے اپنا ایک وقار جھوٹا بنایا ہوا ہے اس دنیا میں اس کی خاطر وہ حقیقت کو اور صداقت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ گھٹاٹا پانے والے اپنے اعمال کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے **صَلَّى سَعِيْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** ورلی زندگی ہی کو اپنا مقصود بنالیا۔ اسی سے انہوں نے غرض رکھی خدا کو بھول گئے جو خدا تعالیٰ نے آیات ظاہر کی تھیں ان کی اصلاح کے لئے اور جو ہدایت سمجھی تھی مختلف آنیاء کے ذریعے مختلف زمانوں میں یہ اصولی بات یہاں بیان ہو رہی ہے آدم سے لے کے قیامت تک اس کا بھی انہوں نے کوئی خیال نہیں کیا۔ بس دنیا ہے دنیا ہے، کھانا ہے، پینا ہے، سونا ہے، ناق ہے، گانا ہے، کپیں ہیں، چغلیاں ہیں، بدظیاں ہیں، اپنی بڑائی کی شیخی ہے، فخر کا اعلان ہے، اپنی جھوٹی عزتوں کی خاطر ہر قسم کا ظلم ہے وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کی برائیاں پھر ایسے شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں چونکہ ہر قسم کی برائی ایسے شخص کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اس لئے سب سے زیادہ گھٹاٹا پانے والا وہ بن جاتا ہے۔

اور پھر و هُمْ يَحْسُبُونَ **أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ** صُنْعًا اس کے ساتھ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ دنیا میں آگے نکل رہے ہیں۔ میں الاقوامی لیڈر شپ انہیں حاصل ہو گئی۔ بڑی طاقت ہے ایک دنیا کو دھمکی دیں تو آدمی دنیا لرز جاتی ہے کہ کہیں ہمارے اوپر کوئی آفت ہی نہ آجائے اور اس قسم کی فضا انہوں نے پیدا کی ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی اسی چیز کو صنِ عمل سمجھتے ہیں جو حقیقی صنِ عمل ہے اس سے وہ غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **يَحْسُبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ** صُنْعًا یہ تیسری بات تھی۔

اور چوتھی بات **أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاِيمَانِ رَبِّهِمْ** یہ اس لئے ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی آیات جو ہیں اس کا یہ انکار کرتے ہیں۔ قرآن کریم کی اصطلاح میں آیاتِ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو دنیوی لحاظ سے خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے ظاہر ہوتے اور دنیا میں ان جلووں کے نتیجے میں کچھ پیدا ہوتا ہے خلق یا امر کے نتیجے میں یعنی یا تو جو چیز پیدا ہوئی ہوئی ہے اس کی خاصیتوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے جلوے ان میں اضافہ کر کے ایک نئی چیز پیدا کرتے ہیں۔ بڑی کثرت کے ساتھ قرآن کریم نے آیات کے تحت اس قسم کے جلوے جو صفاتِ باری کے ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور دوسری وہ آیات ہیں جو انبیاء کے ذریعہ سے اور انبیاء کے فیضان کے نتیجے میں ان کے تبعین کے ذریعہ سے انسان کی ہدایت کے لئے، اس کی بہبود کے لئے، اس کی خوشحالی کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے وہ آیات ظاہر کی جاتی ہیں۔ اس میں سب سے آگے نکلنے والے ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے معجزات کا انسان شمار نہیں کر سکتا اور وہ تمام باتیں معجزانہ رنگ میں جو ظاہر ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے وہ بھی آیات ہیں۔ اسی واسطے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی کے بر سنے کا ذکر کرتے ہوئے اسے آیت شمار کیا اور اس پانی سے زمین کو زندہ کرنے کو اس نے آیت کہا اور اس سے کھیتیاں اگانے کو اس نے آیت کہا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیات باری ہمارے سامنے پیش کیں کلام باری کی شکل میں یعنی قرآن کریم، اس کے ہر ٹکڑے کو آیت کہا گیا۔ ساری آیات قرآنی ہیں نا۔ ہم گنتے ہیں کہ اس سورت کی اتنی آیات ہیں اس سورت کی اتنی آیات ہیں انہیں بھی آیات کہا جاتا ہے۔ تو یہ بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں قرآن کریم کی اصطلاح میں جن پر آیات کا لفظ بولا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ **أَخْسَرِينَ أَعْمَالًا** اس لئے ہیں کہ یہ انکار کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی ان آیات کا جو خدا تعالیٰ نے اس کائنات میں ظاہر کیں اس غرض سے کہ اس کے بندے ان آیات سے ہر قسم کا فائدہ حاصل کریں اور جس غرض کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے وہ وہاں تک پہنچیں۔

آیت کے جو بنیادی معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ ایک ایسی ظاہری علامت، جو کسی مخفی حقیقت کی طرف انسان کو لے جاتی ہے تو یہ ساری آیات ایک بنیادی حقیقت کی طرف لے جانے والی

ہیں وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت ہے۔ تو **كَفُرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ** خدا تعالیٰ نے جس غرض سے ان آیات کو نازل کیا تھا خواہ مادی دنیا میں جلوے ظاہر ہوئے اس کی صفات کے خواہ روحانی دنیا میں جلوے ظاہر ہوئے اس کی صفات کے انہوں نے ان آیات کا انکار کیا اور پہچانا نہیں اور جلوے اسلئے ظاہر ہوئے تھے کہ لقاء باری انسان کو حاصل ہوا اور چونکہ انہوں نے آیات ہی کو نہیں پہچانا ان کا انکار کیا۔ نہ مادی دنیا کی آیات سے نہ کائنات میں ظاہر ہونے والی آیات سے جو خدا تعالیٰ کی طرف نشاندہی کرنے والی تھیں، ہمیں راستہ دکھانے والی تھیں خدا کی وحدانیت کا نہ ان سے فائدہ اٹھایا نہ خدا تعالیٰ کا کلام جب نازل ہوا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ اس سے فائدہ اٹھایا اور جس غرض سے یہ آیات نازل ہوئی تھیں کہ یہ ان کو بتایا جائے کہ تم بے سہارا نہیں، تمہارا ایک سہارا ہے، تمہاری پیدائش کی ایک غرض ہے۔ تمہیں اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ تمہارا اس درلی زندگی میں بھی اپنے زندہ خدا سے ایک زندہ تعلق پیدا ہو تو پانچویں بات ہمیں یہ بتائی کہ وہ انہوں نے انکار کیا خدا تعالیٰ کی لقا سے یعنی وصل الہی اس دنیا میں ممکن ہی نہیں۔ نہ آیات کو مانا اور پہچانا نہ اس غرض سے واقف ہوئے اور اس کے لئے کوشش کی جس غرض کے لئے ان پر دو قسم کی آیات کو نازل کیا گیا تھا۔

اس کا نتیجہ ظاہر ہے **فَحِيطَتْ أَعْمَالُهُمْ** چھٹی بات یہ ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اعمال، ان کی کوششیں ان کا مقصود جو تھا ان کا تعلق آسمانی رفتگوں کے ساتھ نہیں تھا۔ ان کا تعلق اس بات سے نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی اس رنگ میں گزاریں کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کو حاصل کرنے والے ہوں۔ زمین کی طرف وہ جھک گئے اور دنیا سے انہوں نے تسلی پالی اور ایک عارضی خوشی جو تھی اس دنیا کی اسی کو سب کچھ سمجھ لیا اور ابدی خوبیوں کو اس عارضی خوشی پر قربان کر دیا۔ **حِيطَتْ أَعْمَالُهُمْ** ان کے اعمال گر کر اسی دنیا کے ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن صرف یہ زندگی تو نہیں۔ اس کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں قیامت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یعنی مرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ کہ جو شخص انفرادی طور پر

مرے اسی وقت اس کی ایک قیامت ہو جاتی ہے لیکن ایک وہ ہے جب حشر ہوگا اور سارے اکٹھے کئے جائیں گے اور خدا کا پیار حاصل کریں گے یا اس کی ناراضگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ان کے وہ اعمال جو دنیا کے لئے کئے گئے ہوں گے اور جن کے نتیجہ میں خدا کے پیار کو حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوگی بے وزن ہوں گے ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا، بے نتیجہ ہوں گے ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا، لا حاصل ہوں گے ان سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زندگی کا مقصد تھا کہ خدا تعالیٰ کے عبد بنے، اس کے پیار کو حاصل کرتے، ابدی جنتوں کے وارث بنے وہ ان کے وارث نہیں بنیں گے۔ یہ ہے جَزَآءُهُمْ جَهَنَّمُ یہ جہنم ہے یعنی کہا کہ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةَ وَرُزْنَا قیامت کے دن ہمارا پیار نہیں حاصل نہیں ہوگا۔ ذَلِكَ جَزَآءُهُمْ جَهَنَّمُ یہ جہنم ان کی جزا ہے اور اس لئے ہے کہ انہوں نے انکار کیا آیات کا۔

خدا تعالیٰ نے جو دو قسم کی آیات جیسا کہ میں نے بتایا نازل کی تھیں انسان کی ہدایت کے لئے ایک اپنے ان جلووں کے ذریعے جو اس نے کائنات میں کئے اور جن سے اس کی عظمت ثابت ہوتی ہے، جن سے ہمیں یہ پتا لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے ہر ذرے کے ساتھ ایک ذاتی اور ہمیشہ رہنے والا تعلق قائم ہے جس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ ایک لحظے کے لئے اگر خدا تعالیٰ کا یہ قرب نہ ہو اس جی و قیوم کا تو فاقاً آجائے اس چیز پر جس سے وہ قطع تعلق کرتا ہے۔ وہ ہلاکت ہے وہ عدم بن جاتا ہے اس کے لئے۔ تو چونکہ انہوں نے کائنات میں ظاہر ہونے والے جلووں کا انکار کیا اور جو روحانی ارتقاء کے لئے اور روحانی رفتگوں کے حصول کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لئے انہیاء علیہم السلام اور اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ نوع انسانی کے لئے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کی بھلائی کے لئے اب ایک زندہ نبی کی صورت میں قیامت تک انسانوں میں اپنے روحانی فیوض کے لحاظ سے زندہ ہیں اور موجود ہیں۔ اس اتنی عظیم کتاب اتنی عظیم آیات جس کا ایک ایک لفظ جو ہے وہ انسان کو حیران کر دیتا ہے اتنی ہدایتیں، اتنی خوبصورتیاں، حسن پاک کرنے کی اتنی طاقت، اتنا جذب ان کے اندر ہے لیکن اس کو پہچانا نہیں انہوں نے۔ أَخْسَرُونَ أَعْمَالًا تو ثابت

ہو گیا۔ خدا کے نزدیک بدترین عمل کے لحاظ سے وہ لوگ ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں جو ایت رَبِّہمْ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس لئے ان آیات کو ظاہر کیا تھا کہ ان کی جسمانی اور روحانی تربیت کرے، ربو بیت کرے رب ہے وہ ان کا۔ اس لئے کیا تھا کہ وہ اس کے نتیجہ میں اس کے پیار کو اس کی رضا کو اور اس کی رضا کی جنتوں کو حاصل کریں۔ ایک ابدی جنت ان کے نصیب میں ہو جہاں خیر ہی وہ چاہیں گے اور ہر خیر جو وہ چاہیں گے وہ ان کو ملے گی۔ بڑی عجیب ہے وہ دنیا جسے ہم آج سمجھ نہیں سکتے ہماری طاقت میں نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ ہماری یہ آنکھ، نہ ہمارے یہ کان، نہ ہمارا یہ دماغ اسے سمجھ سکتا ہے لیکن تمثیلی زبان میں اشارے اس کی طرف کئے گئے ہیں۔ وہ اس کی حقیقت کو اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو جو وہاں جانے والے حاصل کریں گے ہر آن رفعتوں کے حصول کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ دھندا سا نقشہ اس زندگی میں بتایا ہے اور پھر یہاں پیار کر کے بتایا ہے کہ اس زندگی میں جب میں پیار کرتا ہوں تمہاری امتحان کی ابتلا کی زندگی میں تمہاری غلطیوں اور کوتا ہیوں اور غفلتوں اور گناہوں کے باوجود جہاں ہر قسم کے گناہوں سے خدا تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ پاک کر کے بھیجے گا اس کا تو نقشہ ہی کچھ اور ہو گا۔ بہر حال یہ ان لوگوں کا بیان ہے ان آیات میں جو اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گرے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں۔

اور دعا کرتے رہنا چاہیئے اور اپنے عمل سے اور اپنی کوشش سے اور اپنی سمعی سے اور اپنی تربیت کے ہر رخ سے اور اپنی روحانی تڑپ سے اور محبت اور عشق کی راہوں کو اختیار کر کے یہ کوشش کرتے رہنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس بدترین گروہ میں ہمیں شامل نہ کرے اس گروہ میں بھی شامل نہ کرے کہ جن کے اعمال کچھ بھی تھوڑے سے اس کی نگاہ میں برے ہیں۔ یہاں تو ان کا ذکر ہے ناجوسب سے زیادہ گرے ہوئے اعمال والے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی مغفرت کا سلوک ہم سے کرے۔ ہمیں اس کا پیار حاصل ہو۔ ہمیں اس کی رحمت کے سامنے میں ہمیشہ سکون ملتا رہے روح ہمیشہ یہ آواز بلند کر رہی ہو رَضِیُّ اللہُ عَنْہُ رَبَّا وَ بِمُمَحَّمَّدٍ رَسُولًا وَ بِالإِسْلَامِ دِینًا۔ (بخاری۔ کتاب مواقيت الصلوة باب

وَقُثُّ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ) اللّٰہ سے ہم خوش، اسلام سے ہم خوش اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے محبوب ہیں ان سے بھی ہم خوش۔ وہ خدا تعالیٰ کے بھی پیارے ہیں اور خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ان سے پیار کرنے والے ہوں اور ان کے طفیل اور ان کے فیض سے ان نعمتوں کو حاصل کرنے والے ہوں جن کی بشارة اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے لئے دی ہے۔ آمین

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



سب سے بہتر۔ مفید اور ترقیات کی طرف لے جانے والی کتاب قرآن کریم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۷۹ء، مقام مردانہ جلسہ گاہ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:-

**بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ إِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ
الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ إِقْرَا وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمِ ۝ عَلَمَ
الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝** (العلق: ۱-۶)

اس کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ان آیات کے معنی یہ ہیں۔ اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور جس نے انسان کو خون کے لوقٹر سے پیدا کیا۔ قرآن کو پڑھ کر سناتارہ کیونکہ تیرارب بردا کریم ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا آئندہ بھی سکھائے گا۔ اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔

إِقْرَأْ کے معنے عربی زبان میں دو ہیں۔ ایک لکھی ہوئی تحریر کا پڑھنا۔ ہر طالب علم کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے قرآن کریم واقع میں ایک کریم کتاب، حقیقتاً ایک عظیم کتاب اور بلا شک و شبہ ایک مجید کتاب ہے اور حکیم کتاب ہے۔ إِقْرَأْ کے تفسیری معنی ہیں کتاب پڑھ کے علم کو حاصل کرو اور سب سے بہتر کتاب اور سب سے مفید کتاب، سب سے زیادہ ترقیات کی طرف لے جانے والی کتاب قرآن کریم ہے۔ اس لئے جس کتاب کے متعلق

خصوصاً زور دے کر کہا گیا کہ پڑھو وہ قرآن کریم ہے اور پھر قرآن کریم میں ہی سچائیوں پر مشتمل کتب ہیں وہ قرآن کریم ہی کی بالواسطہ یا بلا واسطہ تفاسیر ہی ہیں۔

دوسرے معنے ہیں سنوا اور پھر اسے دھراو۔ جو سنا ہے اسے دھراو۔ یہ علم سیکھنے کے لئے ضروری ہے کیونکہ علم سیکھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔ استاد کہتا ہے، طالب علم سنتا ہے پھر اسے دھراتا ہے۔ سنوا اور دھراو۔ جس طرح سیکھنے کے لئے ضروری ہے اسی طرح سکھانے کے لئے بھی ضروری ہے جو سیکھوا اسے دھراو۔ سیکھنے کے لئے، یاد کرنے کے لئے، اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے بھی دھراو۔ یہ سارے مفہوم اقرا کے اندر آ جاتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس رب کے نام سے جس نے پیدا بھی کیا اور جس نے تمہاری نشوونما اور ربوبیت کے سامان بھی پیدا کئے پڑھوا اور دھراو۔ جو سنا ہے اسے دوسروں کو پہنچاؤ۔ سناؤ اسے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ یہ خالق رب جہاں تک اس کائنات میں انسان کا تعلق ہے، اس خالق رب نے انسان کو علق سے پیدا کیا۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں جو انسان کی تخلیق کا ذکر ہے اس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ طین گیلی مٹی سے انسان کو بنایا۔ اس گیلی مٹی کو مختلف مدارج میں سے گزارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے ذیل سے مائع قطرے کی شکل دی جو مادر حرم میں پڑتا اور وہاں ایک فرد واحد انسانوں میں سے اس کا وجود بننا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر حرم مادر میں بہت سے مدارج میں سے وہ گزرتا ہے۔ پھر پیدائش کے وقت وہ انسان اپنے جسم کے لحاظ سے ایک وجود اپنی پہلی تکمیل میں ظاہر ہوتا ہے۔

عَلَقٌ جو ہے خون کا لوقہ، ان ارتقائی مدارج میں سے ایک ایسا درجہ ہے جن میں سے طین گیلی مٹی گزری اور انسان بننا کہ جس میں پہلے جو مدارج ہیں ان میں ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہو کے عَلَقٌ بنا اور پھر یہ مدارج میں سے گزرتا ہوا ایک انقلابی تبدیلی پیدا ہوئی اور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی۔ اس میں روح پڑ گئی اور وہ ایک جسم اپنی روح رکھنے والا پیدا ہو گیا۔

تو یہاں ہمیں یہ بتایا گیا کہ انسان کے متعلق بھی اگر علم حاصل کرنا ہے تو پہلی انقلابی

تبدیلی سے پہلے جو مارج ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ جن پر تحقیق کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات اور علامتیں جو خدائے واحد و یگانہ کی طرف لے جانے والی ہیں اس تحقیق کے اندر آپ کو ملیں گی اور جو خون کا لوہڑا بننے کے بعد مختلف مارج میں سے یہ خون کا لوہڑا گزرتے ہوئے انسانی جسم پورا زندہ اور روح والا بنتا ہے ان پر آپ جب تحقیق کریں گے، اس تحقیق پر مطالعہ کریں گے، آپ دوسروں کو سکھائیں گے تو اس میں بھی بہت سی آیاتِ باری جو ہیں وہ آپ کے سامنے آجائیں گی۔

إِقْرَأْ علم حاصل کرو۔ سیکھو کتاب سے بھی، سن کے بھی، وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ اور پھر تم اس تیجہ پر پہنچو گے کہ ربوبیت کرنے والا ہمارا پیارا خالق جو ہے وہ بڑا شرف رکھنے والا ہے۔ اس کے شرف کی کوئی انہما نہیں۔ وہ اپنی ذات میں بھی شرف رکھتا ہے اور جہاں بھی عزت و شرف آپ کو نظر آتا ہے وہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور یہاں یہ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ نویں انسانی کے علوم میں بہت زیادہ ترقی ہوئی اور انسان کی علمی ترقیات جو ہیں ان کے وسیع میدان کھولے جائیں گے اور یہ کام جیسا بعثت سے پہلے ہوتا تھا صرف **إِقْرَأْ** سننے کے معنے میں اور آگے سنانے کے معنے میں وہاں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کے علاوہ اس سے بڑھ کے ایک اور چیز آجائے گی کہ قلم سے زیادہ کام لیا جائے گا اور جب قلم سے علم سکھائے گا اللہ تعالیٰ تو یہ جو قلم ہم لکھتے وقت ہاتھ میں پکڑتے ہیں، کانے کی ملک بھی ہے پرانی طرز کی۔ نب بھی استعمال ہوئے۔ اب بال پوائنٹ بھی بن گئے۔ سکے کی بھی پنسلیں بن گئیں۔ وہ بھی قلم ہے۔ سرخ بھی بن گئی اور بہت ساری بڑی اچھی قلمیں بن گئیں جو عرب گھوڑے کی طرح بہت دوڑنے والی ہیں۔ یہ تو نہیں سکھاتی۔ قلم ذریعہ بنتی ہے ایک ایسی چیز کا جس نے دنیا میں علوم کا انتشار پیدا کر دیا اور وہ ایک کتاب ہے۔ قلم لکھنے کا کام کرتی ہے، قلم کچھ ظاہر کرنے کا، کچھ جو خیالات ہیں لکھنے والے کے ان کو قرطاس پر ظاہر کرنے کا کام کرتی ہے قلم۔ پھر وہ اوراق جو ہیں بڑے بلند علوم کے۔ بڑی اخلاقیات پر قرآن کریم کی تقاضی کی گئیں اور قرآن کریم کے جو خزانے ہیں وہ تو نہ ختم ہونے والے ہیں۔ چودہ سو سال میں ہمارے بزرگ علماء، اولیاء، اللہ تعالیٰ جو معلم حقیقی ہے

اس سے سیکھا اور پھر قلم سے، زبان سے بھی پہلا جو معنی ہے اُفرَا کا لیکن قلم سے بھی انہوں نے کام لیا اور کتب میں وہ علوم اسرار روحانی جوانہوں نے اللہ تعالیٰ سے حاصل کئے تھے لوگوں تک پہنچائے اور لکھوکھہا ایسی کتابیں دنیا میں لکھی گئیں جو انسان کی فلاح اور بہبود اور اس کے آرام اور سکون اور اس کے قلبی اطمینان اور اس کی ذہنی خلش کو دور کرنے والی اور خدا تعالیٰ کے قرب کی راہوں کو دکھانے والی، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں انسان کی مدد کرنے والی تھیں۔

تو اعلان کیا گیا کہ ایک انقلاب عظیم سیکھنے سکھانے میں بعشتِ نبوی کے ساتھ شروع ہو رہا ہے اور وہ **الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَ** خدا تعالیٰ نے اعلان کیا کہ اب میں قلم کے ذریعہ سے علم کے میدانوں میں انسان کی زندگی میں ایک انقلاب پا کروں گا اور کتابیں لکھی جائیں گی اور کائنات کے جو حقائق ہیں، حقائق زندگی جو ہیں انسان کے متعلق، دوسری آیاتِ رباني کے متعلق وہ لکھنے والا ایک جگہ پر ہوگا اور اس کے خیالات پہنچ جائیں گے۔ کتابوں کے ذریعہ ہزارہا میں پر **الَّذِي عَلَمَ بِالْقَلْمَ** قلم کے ساتھ ان علوم کو راجح کرنے کے زمانے کا اعلان کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ یہ جو ہے یہ پرانی باتیں بھی نئے شخصوں میں، نئی کتابوں میں نئی تالیف میں لکھی جا کر دنیا میں پھیلیں گی۔

عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور ہر صدی اس بات پر گواہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ اعلان عظیم جو کیا تھا کہ **عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** کہ انسان کو اس نے وہ علم سکھایا جسے وہ پہلے نہیں جانتا تھا حقیقتاً صحیح ہے ہر صدی میں نئے علوم نکلے روحانی بھی اور مادی بھی اور انسان ترقی کرتا ہوا اس زمانے تک پہنچ گیا جس کے متعلق یہ کہا گیا تھا۔ **إِذَا زُلْزِلتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا - وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا** (الزلزال: ۲، ۳) کہ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ زمین اپنے چھپے ہوئے خزانوں کو باہر نکال کے پھینک رہی ہے بڑی کثرت کے ساتھ نئے سے نئے علوم جو ہیں وہ پیدا ہو رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہر ماہ ساری دنیا کے نئے جو Points معلم اور محقق جو نکالتا ہے دنیوی میدانوں میں وہ بھی ہزاروں لاکھوں ہیں اور ہر روز ہی کہیں نہ کہیں خدا تعالیٰ روحانی نشان اپنے فیضان نبوی کے نتیجہ میں ظاہر کر رہا ہے اور دنیا علم کے اس میدان میں آگے چل رہی ہے کہ جب یہ میدان آخر میں اپنی

منزل کو پہنچنا نظر آئے گا انفرادی حیثیت میں اور اجتماعی حیثیت میں تو اس وقت انسان اس حقیقت کو پالے گا کہ اللہ ہی اللہ ہے۔ مولا بس۔ خدا تعالیٰ جو واحد و یگانہ ہے وہ اس کائنات کی بنیاد بنتا ہے اور اسی پر تمام علوم کی عمارت تعمیر ہوئی ہے اور اسی سرچشمہ سے ہر نور لکھتا ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الور: ۳۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا کرے اور ہماری نسلوں کو بھی کہ زیادہ سے زیادہ ہم ان حقائق کو حاصل کرنے والے ہوں جو واقع میں حقائق ہیں۔ جن میں کوئی کھوٹ نہیں۔ جن میں کوئی جھوٹ نہیں۔ جن میں کوئی ملاوٹ نہیں۔ جن میں کوئی اندر نہیں۔ جن میں کوئی ظلمات نہیں۔ وہ جونور سے نکلے ہمارے اندر نور پیدا کرے اور ہمارا ملاپ کر دے اس وجود کے ساتھ جونور ہی نور ہے۔ آمین

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



نبی کریم ﷺ نے جو فرمایا اور کیا اُسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ہر سال پہلے مہینہ میں میں وقفِ جدید کے سال نو کے آغاز کا اعلان کیا کرتا ہوں سو میں آج کر رہا ہوں۔

وقفِ جدید بنیادی طور پر خالصتاً تربیتی ادارہ ہے اور اس کے سپرد یہ کام ہے کہ انسانیت کے آداب جماعتوں میں جو معلم ہیں وہ سکھائیں اور جو اسلام نے بلند اخلاق ہمیں سکھائے جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے اس تعلیم کے مطابق اسلامی اخلاق کے بلند معیار پر جماعت کو لے جانے کی کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام و حشی کو انسان بناتا ہے، انسان کو با اخلاق بناتا ہے، با اخلاق کو روحانی رفتگیں عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے پیار تک لے کے جاتا ہے۔ اگر انسانیت نہ ہو تو روحانیت کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ انسان دوسرے جانوروں سے مختلف ہے بنیادی طور پر دوسرے جانوروں میں بھی ایک حد تک سیکھنے کی قوت اور استعداد ہے۔ انسان میں سیکھنے کی بہت حد تک قوت و استعداد ہے۔ اسلام و حشی کو، کرختگی کو، کرختگی والے انسان کو، وحشت دور کر کے نرمی اور رفق پیدا کر کے اور پاش کر کے اور حسن پیدا کر کے ابتدائی طور پر، اسے صحیح معنی میں انسان بناتا ہے۔

چھوٹی سی چیز ہے کھانا کھاتے وقت دوسرا کے احساس کا خیال رکھو۔ اس کا بلا واسطہ روحانی بلندیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں لیکن بالواسطہ ہے کیونکہ جب تک انسان انسان نہ بنے روحانی ترقیات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بیچ میں مدارج ہیں اور ان کا میں جان کے ذکر نہیں کر رہا۔ ضرورت نہیں۔ کھانا کھاتے وقت دوسروں کا خیال رکھو۔ یہ وحشت جو انسان کی ہے اس کو دور کرتا ہے۔ جانور کھاتے وقت دوسرا کا خیال نہیں رکھتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ گھوڑی اپنے بچے کا بھی خیال نہیں رکھتی۔ میں بعض دفعہ باہر لکھتا ہوں تو اپنے ہاتھ سے برسمان کو دیتا ہوں۔ تو اگر ساتھ گھوڑی کا بچہ ہو تو حالانکہ گھوڑی کے منہ میں لقمہ ہوتا ہے۔ میرے ہاتھ سے جو اس نے لیا، جب بچے کی طرف کرتا ہوں تو وہ منہ مار کے اس کو بھی چھیننے کی کوشش کرتی ہے۔ انسان کو جہاں یہ کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ ہاں یہ کہا کہ اگر اکٹھے کھا رہے ہو یا ویسے بھی تو ممّا یلیلیک (صحیح بخاری کتاب الاطعمة) جو تیرے سامنے ہے، اسے کھا۔ یہ نہیں کہ ادھر ادھر ہاتھ مار کے اور پسند کی بوٹیاں، اگر پلاو کا تحال ہے تو چن کے ایک شخص کھانا شروع کر دے اور دوسرا شخص جو ہے وہ ہاتھ ہی کھینچ لے۔

ایک ہماری عربی کتابوں میں واقعہ آتا ہے وہ اس وقت مجھے یاد آیا۔ ایک شخص نے لکھا ہے۔ بدوسرا دار تھا اس نے لکھا کہ میری بیوی میرے سامنے کھانا رکھتی تھی تو میری بیٹی ساتھ میرے کھایا کرتی تھی۔ وہ کہتا ہے اتنی ذہانت اس میں اور اتنی شرافت اس میں اور ادب انسانی سے واقف اور باپ کا خیال رکھنے والی کہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ جس لقمے کی طرف میری نگاہ اٹھی ہواں کا ہاتھ اس طرف اٹھ گیا ہو۔ پھر وہ بڑی ہوئی بیاہی گئی اپنے سرال چل گئی اور اس کی بجائے اس کا چھوٹا بھائی میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا تو اس کا یہ حال تھا وہ کہتا ہے کہ جس لقمے کی طرف میری نظر اٹھتی تھی اس لقمے کی طرف اس کا ہاتھ اٹھتا تھا۔

یہ مثال بتاتی ہے کہ جب پاٹش ہو جائے ایک حسن، آداب کہتے ہیں اس کو، آداب آ جائیں، صحیح، تو فرق پڑ جاتا ہے انسان انسان میں۔ ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ تیار ہو جاتا ہے اخلاقی میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے۔ جس نے آداب نہیں سیکھے وہ اخلاق نہیں سیکھ سکتا جس نے اسلامی اخلاق نہیں سیکھے وہ اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق روحانی میدانوں

میں آگئے نہیں بڑھ سکتا آسمانی رفتگوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔

عام طور پر ہمارا جو شاہد مبلغ ہے وہ گہرے فلسفوں میں تو جاتا ہے اسلام پر اگر اعتراض کوئی کرے غیر مسلم تو بڑے اپنے جواب دیتا ہے۔ کچھ اس نے سیکھے ہوئے ہوتے ہیں، کچھ اس میدان میں اللہ تعالیٰ سے وہ سیکھتا ہے عین اس وقت جب وہ اعتراض کو سنتا ہے لیکن بہت کم ہیں جو اس طرف توجہ کرتے ہیں کہ ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ جماعت کو اسلام کے بتائے ہوئے جو آداب ہیں وہ سکھائیں مثلاً مسجد ہے اس کے آداب ہیں۔ ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں آداب ہیں مسجد کے، وہ آنے چاہئیں، آداب ہیں مجلس کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں اس مجلس کے جس میں امام وقت بیٹھا ہوا ہو وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کھانے پینے کے وہ آنے چاہئیں۔ آداب ہیں کپڑا پہننے کے وہ آنے چاہئیں۔ اب یہ کہ پہلے دایاں پاؤں جو تے میں ڈالو اور بعد میں بایاں ان کا اخلاق کے ساتھ تعلق نہیں، آداب کے ساتھ تعلق ہے۔ حقیقت بڑی پیاری ہے۔ اس کے پیچھے لیکن تعلق اس کا آداب کے ساتھ ہے۔ کپڑا پہننے کپڑا اتنا نے کے آداب ہیں۔ ہزار قسم کے آداب اسلام نے سکھائے۔ ایک تو وقفِ جدید والوں کو چاہیئے کہ وہ آداب کے اوپر بھی کتابیں لکھنی شروع کریں اور میں بتایا رہا ہوں کہ زیادہ ذمہ داری معلمین کی آداب سکھانے پر ہے کیونکہ علمی لحاظ سے ان کو ہم نے اس طرح تعلیم نہیں دی اسلام کی قرآن کریم کی تفسیر کی جس طرح مبلغین کو ہم دیتے ہیں یا جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بار بار پڑھنے والے ہیں خواہ وہ شاہد نہیں ان کو جو علم ہے وہ وقفِ جدید کے معلم کو نہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وقفِ جدید کے معلم کی افادیت نہیں۔ وہ عام موٹے موٹے مسائل بھی بتاتا ہے لیکن بنیادی طور پر اس نے پاش کر کے ان کو انسان بنانا ہے۔ وہ انسان جو مسلمان کی حیثیت سے جب دوسروں کے سامنے آتا ہے تو دیکھنے والی نگاہ اس میں اور غیر مسلم میں ایک فرق پاتی اور محسوس کرتی ہے لیکن وضو کا طریق نماز میں کھڑے ہونے کا طریق، ایک نماز پڑھنے کی جو سنتِ نبوی ہے، ایک بڑی لمبی حدیث ہے غالباً بخاری میں ہے جہاں تک مجھے یاد ہے بچپن میں میں نے پڑھی تھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تقسیم اوقات کیا ہے قیام میں، رکوع، سجده، قعدہ، بین السجدتین، جو ہیں اس میں، اس میں بڑی تفصیل سے ذکر ہے کہ

وقتوں کی نسبتیں کیا تھیں وقت کے لحاظ سے جہاں ضرورت ہے اس کی وہ ہمیں بتادی۔ ایک تو جو تلاوت کی جاتی ہے یا جس کی اجازت دی گئی ہے جتنی لمبی تلاوت کی اس نے وقت بتایا جو دعا میں ہیں انہوں نے وقت بتایا۔ اس کا ایک حصہ تصوف کارنگ، عشق کارنگ، مستی کارنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک ہے دین العجائز، موٹی موٹی باتیں ہیں۔ موٹی موٹی سمجھو والے آدمی جو ایک عام مسلمان کا معیار ہے لیکن جب میں ایک عام مسلمان کا معیار کہتا ہوں تو میں کوئی گری ہوئی چیز کا ذکر نہیں کر رہا۔ وہ عام مسلمان کا معیار بھی آسمانوں کی رفتاروں پر ہمیں نظر آتا ہے۔ کوئی غیر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو یہ مسائل بھی وہ بتاتے ہیں آداب بھی انہیں بتانے چاہئیں۔

اور ان کا میں نے بتایا کہ اصل کام تو آداب سکھانا موٹے موٹے پھر مسائل بتانا ہے اور ضرورت اور اہمیت بڑی ہے۔ میرے پاس خط آتے ہیں، جی! ہمارے پاس ایک سال معلم رہا اب کہیں اور بحثیج دیا گیا ہے ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ یہ تو درست ہے کہ ایک سال آپ کے پاس رہنے کے بعد بھی آپ کو ضرورت ہے۔ ہر وقت وہاں رہنا چاہیے لیکن اس میں بھی کوئی شک اور شبہ نہیں کہ آپ کے پاس ایک سال رہنے کے بعد جو آپ کی ضرورت ہے اس سے زیادہ اس دیہاتی جماعت کی ضرورت ہے جہاں ایک سال بھی نہیں رہا وہ۔ رہا ہی نہیں ایک دن بھی۔ اس واسطے وہ بدل کے بھجنے پڑتے ہیں۔ اگر جتنی جماعتیں پاکستان میں ہیں اتنے معلمین ہوں یا اس سے دگنے ہوں کیونکہ ایک بھی بعض دفعہ نہیں سنبھال سکتا گاؤں کو۔ کام کی زیادتی کی وجہ سے، تو پھر تو ٹھیک ہے۔ پھر آپ کہیں کہ جی! ہم سے لے لیا گیا۔ ہمیں دیں لیکن اگر وقفِ جدید کے معلم اپنی تعداد میں تھوڑے اور یہ خدا کے فضل سے بڑھتی ہوئی جماعت اپنی تعداد میں اس کے مقابلے میں بہت بڑی اور ہر آن بڑھنے والی ہو تو معلمین کی تعداد بھی ہر آن بڑھنے والی چاہیے۔ اگر ان کی تعداد نہ بڑھے۔ ان کی تعداد تو اُس نسبت سے زیادہ بڑھنی چاہیے کیونکہ وقفہ بڑا ہے یعنی اگر نو سو جماعتیں فرض کریں یا ایک ہزار جماعت ہو اور دو سو معلم ہو تو ان کی تعداد تو اس نسبت سے بڑھنی چاہیے کہ ایک ہزار بن جائے، اس سے قبل کہ جماعتوں کی تعداد ہزار کی بجائے گیارہ سو بن جائے تو ویسے تو جب وہ گیارہ سو ہو جائے تو پھر گیارہ سو ہونے چاہئیں۔ جب دو ہزار بن جائے تو دو ہزار بننے چاہئیں۔ جب ایک لاکھ بن جائے تو ایک لاکھ معلم ہونا

چاہیئے آپ کے پاس۔

اس وقت کے پیش نظر میں نے ایک آنری معلم عام کی اصطلاح وضع کر کے کام شروع کروایا تھا لیکن اس کے اندر بعض قباحتیں بھی پیدا ہو گئیں اور ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی۔ اس واسطے آج میں یہ اعلان بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جن کو ہم اعزازی معلم کہتے رہے ہیں ان کو آئندہ سے اعزازی معلم نہیں کہیں گے بلکہ معلم درجہ دو میں ان کو ہم کہیں گے۔ معلم درجہ اول اور معلم درجہ دوم ان کا ہو گا لیکن اس کی طرف جماعت نے توجہ نہیں کی۔ میں نے کہا تھا کہ معلمین کا کافی تعداد میں فوری طور پر حاصل ہونا قریباً ناممکن ہے اس واسطے جو پرانا طریقہ تھا شروع اسلام میں رائج ہوا کہ ہر علاقے سے علاقے کو سنبھالنے کے لئے اور ہر شہر اور قبیلے سے اس کو سنبھالنے کے لئے آدمی ملیں۔ اسی سے یہ نتیجہ عقل نکالتی ہے اس شہر اور قبیلے کو سنبھالنے کے لئے آدمی آنے چاہیں تاکہ تفہیم فی الدین حاصل کریں اور جو کام معلم کا ہے وہ جا کے کریں۔ یہاں ان کو تین مہینے کا غالباً نصاب تھا ان کا لیکن کتابی نصاب کی طرف توجہ دی گئی اور خود ان کی اپنی تربیت اور ان کے اپنے مزاج کو بدل دینے کے لئے کوشش نہیں کی گئی۔ جو آتا ہے جس کو درجہ دوم کا اب ہم معلم کہیں گے اس کی ذہنیت ایک معلم کی ہونی چاہیئے۔ وہ با تجھواہ نہیں ہے وہ جا کے اپنا کام کرے گا لیکن خالی وقت میں جب مسجد میں آئے گا اس کو ابتدائی آداب اسلام موٹے موٹے سائل جو ہیں وضو کس طرح کرنا ہے اور نماز کس طرح ادا کرنی ہے وغیرہ وغیرہ موٹے موٹے سائل سے اس کو آگاہی ہو گی لیکن اس کے اندر یہ جذبہ اگر ہم پیدا نہیں کرتے کہ اس نے جا کے سکھانا ہے اور جہاں کہیں علم کی کمی کے نتیجہ میں عمل صالح پر دھبہ لگ رہا ہے اس کو دور کرنا ہے۔ علم نہ ہو تو دھبہ لگ جاتا ہے نا۔ وہ مثال تو صادق پوری نہیں آتی لیکن جب ۱۹۶۷ء میں میں نے اعلان کیا کہ مسجد تو خدا کا گھر ہے اس کے دروازے ہر موحد کے لئے خداۓ واحد دیگانہ کی پرستش کرنے والے کے لئے کھلے ہیں تو افتتاح کے معا بعد جمعہ تھا تو بتانے والوں نے بتایا کہ ویسے مسجد میں بھی کافی تھے شاید کئی سو آدمی ہوں ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا لیکن ان کو علم نہیں تھا کہ نماز پڑھتے کس طرح ہیں۔ اس واسطے جب ہم رکوع میں گئے تو انہوں نے ادھر ادھر بھی دیکھا اور معلوم کر لیا کہ یہ کس طرح رکوع کر رہے ہیں۔ اسی طرح ادھر ادھر

دیکھتے رہے وہ۔ لیکن ہم تو نماز میں جب داخل ہو جائیں یعنی نماز شروع ہو جائے تو اس وقت ادھر ادھر نہیں دیکھتے۔ وہ جوان کی غلطی تھی وہ عدم علم کی وجہ تھی۔ بہت ساری ایسی چھوٹی یا بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں اس لئے نہیں کہ نیت میں فتور ہے اس لئے کہ علم میں نقص پایا جاتا ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے ان کو اگر یہ چذبہ ہی نہیں کہ ہم نے جائزہ لیتے رہنا ہے کہ لاعلمی میں جہالت کے نتیجہ میں کوئی ایسی بات کوئی احمدی مسلمان تو نہیں کر رہا جو اسے نہیں کرنی چاہیے تب تو فائدہ ہے ان کا۔ جو میں نے کہا کہ خرابی پیدا ہو گئی وہ میری طبیعت پر یہ اثر ہے سارے نہیں شاید سو میں سے ایک ہو گا اعزازی معلمین میں سے جن کو پہلے اعزازی کہتے تھے جنہوں نے اپنے نام کے ساتھ آزری معلم تو لکھنا شروع کر دیا لیکن اپنے کام کے ساتھ آزری معلم کے کام کا سو میں سے ایک حصہ بھی نہیں لگایا تو وہ یہ کوئی آزری ڈگری اعزازی ڈگری نہیں تھی جو ان کو دی گئی تھی بلکہ یہ اعزاز ان کو جماعت کی طرف سے ملا تھا کہ وہ معلمین کی طرح اپنی جماعت میں اپنے گاؤں میں کام کریں اور دین کی واقفیت لوگوں میں پیدا کریں اور خدمت کا چذبہ ان کے اندر ہو اور جو اسلام کے اصول ہیں ان پر اپنی جماعت کو چلا کیں۔

یہ آداب جو ہیں انسانیت کے اور اخلاق جو ہیں اسلامی، اس سے پہلے صفائی ضروری ہے۔ عقیدہ کی صفائی یعنی بد عقائد کو دور کر کے عقائدِ صحیح سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنے کی یا ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرنا اور عزم کرنا بد عادات کے خلاف جہاد بڑا ضروری ہے۔ اس کے بغیر تو شاید کچھ مجبون مرکب بن جائے بد عادات کا اور اسلامی اخلاق کا لیکن اسلامی اخلاق صحیح معنی میں قائم نہیں ہو سکتے۔ بد عادات کے خلاف جہاد جو ہے اس کی بھی بڑی ذمہ داری، اصل ذمہ داری تو ساری جماعت پر ہے لیکن کافی حد تک یہ ذمہ دار ہیں معلم وقفِ جدید کے ان کو ایسی باتوں سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔ بڑے بڑے آدمی بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ ایک غیر ملک میں ہمارے ہیں نمائندہ انہوں نے توعید گندواہاں شروع کر دیا إِنَّا إِلَهُكُمْ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجِعُونَ لیکن جب جماعت کو علم ہوا تو ان کو سمجھانے کے لئے انتظام کیا گیا ہے تو بد عادات کو دور کر کے اخلاق شنیعہ کو دور کر کے اخلاق فاضلہ قائم کرنا اور بلند اسلامی اخلاق جماعت میں پیدا کرنا یہ ساری جماعت کا فرض ہے وقفِ جدید کا بھی فرض ہے۔

جو بدیاں ہیں اور جن کی طرف اس لئے توجہ نہیں دی جاتی کہ شاید چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں کوئی حرج نہیں۔ اول تو کوئی بدی بھی چھوٹی نہیں۔ اگر ایک چھوٹا سا عمل مقبول ہو جائے وہ انسان کو جنت میں لے جاسکتا ہے تو ایک چھوٹا سا گناہ جو خدا تعالیٰ کے قہر کو پھر کا دے وہ جہنم میں بھی لے جاسکتا ہے۔ ہمیں اپنی عقل سے کام لینا چاہیے۔ چونکہ وقتِ جدید کے کام کے متعلق میں اس وقت بات کر رہا ہوں بعض باتیں جو میرے علم میں آئیں ان میں سے ایک کو میں اس وقت لیتا ہوں اور وہ ہے بعض لوگوں میں گالی دینے سب و شتم کرنے اور لعنت بھیجنے کی بدعت اور سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو اور تو کوئی کام نہیں ہے صرف اس انتظار میں بیٹھتا ہے کہ ہم کسی کے خلاف بدعا کریں اور وہ فوراً اس کے مطابق دنیا میں اپنی تقدیر کو حرکت میں لائے اور اس کے اوپر اس کا غضب نازل ہو جائے۔

اس کے متعلق میں مختصرًا کہنا چاہتا ہوں کہ ساری جماعت یہ عہد کرے کہ کسی پر لعنت کوئی شخص نہیں بھیجے گا۔ نہ غیر انسان پر نہ انسان پر۔ زمیندار جو ہیں وہ اپنے بیلوں کو گالیاں دیتے ہیں مرجاں میں۔ توں ایہہ ہو جائے۔ تیرے اوپر خدا داغضب۔ خواخواہ غصہ ایک بے زبان حیوان کے اوپر اس کو تو نقصان نہیں پہنچا لیکن تمہیں گناہ گار کر گیا وہ تمہارا بیل۔ اتنی اہمیت دی اس چیز کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک سفر میں ایک اونٹ پر قومی سامان لدا ہوا تھا۔ تو ایک دو حدیثیں ہیں ایک میں مالک کا ذکر ہے ایک میں مالکہ کا ذکر ہے۔ اس کے منہ سے نکلا یہ کہ خدا کی لعنت ہوتی چھ پر۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں آواز پڑی آپ نے کہا اس اونٹ سے اس سامان کو اتار دو اور یہ اونٹ جو ہے یہاں سے نکال دو میرے قافلے سے اور آگے کبھی اس کے اوپر مسلمان کا سامان نہیں لادا جائے گا۔ (مسلم کتاب البر و الصلة باب النهي عن لعن الدواب) ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسی طرح آوارہ پھرتا رہا یہ اونٹ، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جو آواز تھی اس کو وقت کی امت مسلمہ نے اس طرح یاد رکھا کسی نے بھی اس کو پکڑ کے اس کے اوپر پھرا پنا سامان نہیں لادا۔ آپ نے کہا پھر اگر تم معلوم اس کو کہتے ہو تو امت مسلمہ میں کسی ملعون کی گنجائش نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو چاہے وہ حیوان ہو تو یہ معمولی چیز نہیں ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور فرمایا اس کے جواب میں کہ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! مشرکین پر بدوا کریں۔ اُذْعُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ تو آپ نے جواب دیا انہی لَمْ أُبَعِّثْ لَعَانًا مِّن دُنْيَا کی طرف لغتیں بھیجنے کے لئے معموت نہیں ہوا اِنَّمَا بُعْثُ رَحْمَةً (صحیح بخاری کتاب البر و الصلة) میں ترجمتوں کے ڈھیروں ڈھیر لے کے انسان کی طرف آیا ہوں۔ لعنت کا لفظ ویسے بھی برائی بھی انک معنی رکھتا ہے حضرت صحیح مسند علیہ السلام نے اپنی کتب میں حضرت صحیح علیہ السلام کی طرف جو بعض لوگ لعنت کو منسوب کرتے ہیں اس سلسلہ میں لعنت کے عربی لغت کے لحاظ سے جو معانی اور مفہوم ہیں ان کو بڑی بسط سے کھول کے شرح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بہت لمبا ہے میں اس وسعت کے ساتھ یہاں نہیں بتاؤں گا آپ کو۔ لعنت کے معنی ہیں دھنکارنا۔ ناراض ہو کر دور کر دینا۔ آخرت میں سزا دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بھی لعنت ہے اور دنیا میں جو شخص ملعون ہو خدا کی نگاہ میں رحمت سے محروم کیا جانا اور مقبول اعمال کی توفیق اسے نہ ملنا اور آرام سے کہہ دیا کہ خدا کی لعنت ہوتی پر۔ جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس دنیا میں خدا کی رحمت سے تم محروم رہو ہمیشہ اور تمہیں کبھی مقبول اعمال کی توفیق نہ ملے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لغتیں بھیجنے کے لئے نہیں آیا۔ میں رحمتوں کے سامان پیدا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ تو جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا اسی کی اتباع ہم نے کرنی ہے جو آپ کے مانے والے اور قبیعین کہلاتے ہیں۔

یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اپنے متعلق ہے اور یہ اسوہ ہیں ہمارے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مومن کے لئے بھی آپ کا ارشاد ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-**قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَانًا۔**

(ترمذی کتاب البر و الصلة باب ما جاء في اللعن و الطعن)

ترمذی کی حدیث ہے کہ مومن جو ہے وہ لغتیں بھیجنے والا نہیں ہوتا۔ وہ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے رحمتوں کو اکٹھا کرنا کچھ اپنے لئے کچھ اپنے ماحول کے لئے اور اس فیضان کو وہ پھیلاتا ہے۔

پھر ترمذی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- **لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالظَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيءُ**۔ (الترمذی کتاب البر والصلة باب ماجاء فی اللعنة) کہ مومن جو ہے وہ طعان جو ہے اس کے معنے ہیں عیب جو عیب گیر عیب لگانے والا۔ مومن جو ہے وہ دوسروں کے عیب کی تلاش میں نہیں رہتا عیب پکڑتا نہیں دوسروں کے اپنی فکر رہتی ہے اس کو اور عیب لگانے والا نہیں ہے وہ۔ یہ تینوں معنے اس لفظ کے اندر آتے ہیں۔ طعان کے معنی میں۔ تو مومن آپ نے کہا ایسا نہیں ہوتا کہ دوسروں کے عیب دیکھے۔ اپنے عیب دیکھو اپنا محاسبہ کرو اور استغفار کرو اور خدا کی پناہ مانگو اس سے مدد چاہو کہ تمہارے عیب دور ہو جائیں۔ دوسروں کے عیب دیکھ کے تمہیں کیا خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا لعنت نہیں کرتا ایک مومن۔ جس کے معنے میں ابھی بتاچکا ہوں۔ وہ بد دعا میں دینے والا وہ کوئی نہ دینے والا وہ خیر کی بجائے بدی چاہئے والا وہ سنت نبوی سے احتراز کرنے والا اس پر عمل نہ کرنے والا نہیں ہے مومن۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر ہی خیر تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمی زندگی میں ایک وقت میں یہ ارادہ کیا کہ طائف شہر جو چالیس میل پر مکے سے ہے وہاں جا کے تبلیغ کریں ان کو۔ شاید وہاں کوئی رجل رشید مل جائے جس پر اثر ہو آپ کی تبلیغ کا۔ قریباً دس دن وہاں ٹھہرے اور جہاں جاتے تھے وہاں بات سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ ایک بہت بڑے ریس کے پاس گئے اس نے بات سننے سے انکار کیا اور اس نے کہا کہ میرا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ آپ ہمارا شہر چھوڑ کے چلے جائیں۔ وہ مشورہ نہیں تھا۔ وہ دھمکی تھی۔ جب آپ نے دیکھا یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں آپ باہر نکلے تو شہر کے اوباش اور غنڈے جو تھے وہ ان روؤسائے طائف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیئے۔ جوزبان سے ایذا بھی دے رہے تھے اور جو ہاتھ سے ایذا بھی دے رہے تھے پھر بھی پھینک رہے تھے۔ آپ زخمی بھی ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے کچھ سوال کئے تو آپ نے فرمایا کہ اس موقع پر ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے یہ کہا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس لئے بھیجا ہے کہ جو آپ کو پہاڑ نظر آ رہے ہیں میں ان کے اوپر ہوں متعین فرشتہ کہ اگر آپ طائف

کے لئے بددعا کریں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو یوں آکٹھا کروں، ان کے اوپر، اور یہ پس جائیں جس طرح چکلی میں چیز پسی جاتی ہے۔ آپ نے کہا نہیں میں بددعا نہیں کروں گا ان کے لئے۔ اس لئے کہ یہ نسل آگے چلانے والی جنس ہے، نوع ہے۔ نسل ہے، اس کے بعد ایک الگی نسل پیدا ہوگی اور ان میں بڑے فدائی اسلام کے پیدا ہوں گے تو آنے والی نسلوں نے اس ظالم نسل کی حفاظت کر لی اس وقت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اذن دیا کہ بددعا کرو اور میں قبول کروں گا۔ حکم نہیں دیا۔ اذن دیا کہ بددعا کرو میں قبول کروں گا۔ اس اذن کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض کی کہ اے خدا! تیرے بندوں کے خلاف میں بددعا نہیں کروں گا۔

تو جس کوازن ہی نہیں، جس کوانزار ہے جو ابھی ہم دیکھیں گے وہ کیسے جرأت کر سکتا ہے۔ یعنی عقل نہیں کر سکتا، کرجاتے ہیں کئی لوگ۔ جس کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچی اور میں یہ بتیں کہ رہا ہوں آپ کے ساتھ۔ خدا کے بندوں پر لعنت بھیجننا شروع کر دیا کو سنا شروع کر دیا نہیں۔

طبرانی میں بحوالہ الترغیب والترحیب یہ روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ماحول ایسا تھا کہ اگر کسی شخص کے متعلق ہمیں یہ علم ہو جاتا کہ اس نے اپنے کسی دوسرے بھائی پر مسلمان مونمن پر لعنت بھیجی ہے کلمہ اس کے منہ سے نکلا ہے رأينا ان قدّاتي يأبا من الكبار تواسه ہم چھوٹا گناہ نہیں سمجھتے تھے کبیرہ گناہ سمجھتے تھے لعنت کرنا گالی دینا کو سنا کہ خدا تجوہ پر لعنت کرے تجوہ پر عذاب نازل کرے یہ کرے وہ کرے۔ یہ کبائر میں سے ہے معمولی بات نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ سنن ابو داؤد میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسروں پر لعنت نہ بھیجا کرو۔ یہ کہہ کر تجوہ پر اللہ کی لعنت پڑے یا یہ کہہ کر کہ خدا کا غضب تجوہ پر نازل ہو۔ یعنی وہ بھی لعنت میں ہی شامل کیا ہے اس کو یا یہ کہہ کر کہ تو جہنم میں جائے۔ (سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی اللعن)

ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر لعنت بھیجا ہے تو وہ لعنت جو ہے تمثیلی زبان میں آپ نے بات کی وہ جاتی ہے اُس شخص کے پاس جس پر لعنت بھیجی گئی ہے اور اگر اس شخص میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے پہلے ہی کہ

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں وہ ملعون ہے تو یہ لعنت بھی اس کو پہنچ جاتی ہے لیکن اگر اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی تو وہ لعنت خدا سے یہ کہتی ہے کہ اے میرے رب و جھٹے الی فلان مجھے فلاں کی طرف بھیجا گیا ہے لعنت کہتی ہے زبان حال سے فَلَمْ أَجِدْ فِيهِ مَسْلَكًا لیکن وہ تو لعنت کا مستحق نہیں مجھے تو کوئی رستہ نظر نہیں آتا کہ لعنت وہاں اس کے اوپر چھٹ جائے ولم اجد علیہ سبیلاً فیقال لها تو اس لعنت کو کہا جاتا ہے ارجعی من حیث جست کہ جو لعنت بھیجنے والا ہے اسی کو جا کے چھٹ جا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ا

(صفحہ ۳۰۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ”کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو“۔ یہ نقرہ اس لئے کہا ہے کہ پیچھے سے مضمون ہی ایک ایسا آرہا ہے ضروری تھا یہ نقرہ کہنا۔ ”کسی کی نسبت لعنت میں جلدی نہ کرو کہ بہتیری بدظیاں جھوٹی ہیں اور بہتیری لعنتیں اپنے ہی پر پڑتی ہیں۔ سنبھل کر قدم رکھوا رخوب پڑتاں کر کے کوئی کام کروا اور خدا سے مدد مانگو کیونکہ تم اندھے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ عادل کو ظالم ٹھہراو اور صادق کو کاذب خیال کرو۔ اس طرح تم اپنے خدا کو ناراض کر دو اور تمہارے سب نیک اعمال جب ہو جاویں۔“ (کشی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹ صفحہ ۳۱)

اور اسی کو لعنت کہتے ہیں سب اعمال نیک اعمال جو ہیں وہ جب ہو جائیں۔

تو وقفِ جدید کا جو کام ہے وہ تربیت کرنا ہے اور تربیت میں آداب سکھلانا بھی ہے اور اخلاق سکھلانا بھی ہے اور آداب و اخلاق سکھانے کے لئے بُری عادتوں کو چھڑوانا بعد عقائد کو مٹا کر صحیح عقائد کا قائم کرنا ہے اور بد خلقی کو مٹا کر اخلاقی فاضلہ قائم کرنا ہے۔

یہ ایک تنظیم ہے اس کو پیسے کی بھی ضرورت ہے۔ جو گوشوارہ مجھے دیا گیا وقفِ جدید کے آمد و خرچ کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ چار مدیں ہیں ان کی۔ دو چھوٹی سی ہیں، ان کو میں چھوڑ رہا ہوں وہ ہیں بھی ہنگامی نوعیت کی۔ مستقل مدیں ہیں ایک تو چندہ جماعت بالغان، بالغان کا نام اس لئے رکھا گیا کہ ایک وقت میں اطفال کے لئے علیحدہ دفتر کھول دیا گیا۔ اس میں قریباً پچاس ہزار کی زیادتی ہے جو اس سال میں جو ۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء کو ختم ہوا۔ کل آمد چندہ بالغان میں

۱۷۱، ۶۳، ۹۲۱، ۸ کی زیادتی ہے۔ تھوڑی تھوڑی زیادتیاں ہیں لیکن میں نے بتایا ہے کہ معلوموں کی بہت ضرورت ہے۔

اور ایک زائد چیز اب میں جو پہلے میں نے بات کرتے ہوئے نہیں بتائی وہ یہ کہ جب میں نے یہ کہا کہ ہر احمدی بچہ جو ہے وہ کم از کم میٹرک تک پڑھا ہوا ہونا چاہیے تو پہلے جو شرط معلمین کے لئے، وقفِ جدید کے معلمین کے لئے غالباً نہیں تھی، مجھے صحیح نہیں پتہ، لیکن میرا خیال ہے کہ نہیں تھی۔ اگر نہیں تھی تو اب یہ شرط ضرور لگا دیں کہ آئندہ جو لئے جائیں وہ کم از کم میٹرک پاس ہوں اور اگر پہلے سے ہی ہے تو ٹھیک ہے۔

اور دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ خالی میٹرک نہ ہو بلکہ ڈویژن میٹرک نہ ہو سکنڈ ڈویژن کا کم از کم ہو۔ اور اس کے اندر یہ قوت اور یہ استعداد ہو کہ جب وقفِ جدید کا نظام اس کے اخلاق کی چھپی ہوئی تاروں کو حرکت میں لائے اس کی جو خوابیدہ قوتیں ہیں وہ بیدار ہونے والی ہوں یعنی نکھد نہ ہو۔ اگر ہو تو فارغ کر دینا چاہیے۔ کہیں اور جا کے اپنے پیسے کمائے اور خدمتِ خلق کا جذبہ اور خدمتِ خلق کرنے کا جوش اس میں یا موجود ہو یا پیدا کیا جاسکے۔ جس معلم میں خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں اور اس کے لئے ہر وقت وہ بے چین نہیں، اور تریپ نہیں ہے اس میں کہ جہاں دکھ نظر آتا ہے اس کو حتی الوع دور کرنے کی کوشش کرے وہ ہمارے کام کا نہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے کسی اور کام کے لئے بنایا ہے تو اچھے معلم زیادہ معلم دیں جب معلم زیادہ ہوں تو جتنی رقم کی ضرورت پڑے اس کے مطابق رقم دیں۔ جو معلم ہیں وہ نیک نیتی اخلاق اور جذبہ کے ساتھ آئیں۔ جو تنظیمیں ہیں وہ ان کو ابھاریں اور ان کے لئے ایسا نصاہب اور ان کی ہدایت کے لئے ایسی چھوٹی چھوٹی کتابیں آداب کے متعلق اور اخلاق کے متعلق شائع کریں اور ان کی ایک نوٹ بک بنادیں سو صفحے کی۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ ڈیٹھ سو صفحہ ہو زیادہ سے زیادہ جس میں اسلام نے جو آداب سکھائے۔ اسلام نے جو اخلاق ہمیں بتائے ان کے اوپر ایک ایک فقرہ ہو باقی تفصیل ان کو زبانی بتادی جائے۔ عثمان فودی جو ایک مجدد گزرے ہیں پچھلی صدی میں شمالی ناپیغمبریا میں، اس وقت کا جغرافیہ اور تھاویہ پر کچھ اور علاقت بھی تھے۔ میں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے بدعت اور سنت پر۔ اور بڑی اچھی ہے حوالے دے کر حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سنت کے حوالے دے کر مختصر بھی ہے اور اس سے استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے کہیں نہ کہیں تو حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لینا ہے۔ انہوں نے اپنا استدلال کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے زمانے میں جو استدلال درست تھا اب اس کے اندر کوئی اور بطن چھپا ہوا، سامنے ہمارے نظر آجائے تو اس کو شامل کر لیں بڑی اچھی کتاب ہے۔

مثلاً انہوں نے کپڑے کے متعلق کہا ایک میں بات بتا دوں اگر اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور یقیناً اسلام ساری دنیا کے لئے ہے تو پھر ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔ یہ اس میں خشکی جب دماغ میں ہو یہ چیزیں نہیں لیتا۔ ہر ملک کا لباس اسلامی لباس ہے۔ اگر کسی ملک کا لباس اس قسم کا ہے کہ اس نگ کو وہ صحیح طور پر ڈھانپتا نہیں جو اسلام نے کہا ہے ڈھانپو۔ تو اتنی تبدیلی اس لباس میں ہو جانی چاہیے کیونکہ ایک اور حکم ہے جس کی خلاف ورزی کر رہا ہے وہ لیکن یہ کہنا کہ مغربی افریقہ کا لباس اسلامی نہیں باوجود اس کے کہ وہ یہ شرائط پوری کر رہا ہے کہ ستر جو ہے اس کو ڈھانک رہا ہے اور پنجاب کا جو لباس ہے وہ اسلامی ہے یا عرب کا لباس جو ہے وہ اسلامی ہے اور یورپ کا لباس اسلامی نہیں۔ یہ بات ہی غلط ہے۔ ساری دنیا کا وہ لباس جو ان شرائط کو پورا کرنے والا ہے وہ اسلامی ہے۔ ہم نے اپنے پورے لباس میں نماز پڑھنی ہے۔ اگر کسی ملک میں ایسا لباس ہے جو نماز پڑھنے میں وقت پیدا کرتا ہے تو اتنا حصہ درستی کے قابل ہے اس کی اصلاح ہو جانی چاہیئے۔ انہوں نے لباس پر لکھا ہے۔ اصل میں یہ مثال دینے لگا ہوں۔

انہوں نے لکھا ہے پورے حوالے دے کے، سر کا لباس اوپر کے دھڑ کا لباس، نچلے دھڑ کا لباس تینوں کو علیحدہ علیحدہ لیا ہے۔ چھوٹا سا ایک صفحہ پونا صفحہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی بھی پہنی سر پر۔ رومال بھی باندھا سر پر اور اس قسم کا جواب رواج ہے جس طرح عمائد عرب کا وہ بھی پہننا اور شلوار بھی پہنی، سارے حوالوں کا ذکر کر کے پھر اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت یہ ہے کہ جو لباس میسر آئے وہ استعمال کرو بڑا صحیح نتیجہ نکالا ہے اور ساری دنیا کے لئے بڑی عجیب گائیڈس دے دی جو میسر آتا ہے وہ پہنوا۔ ٹھیک ہے اسلام نے کہا ہے بعض نگ ہیں جن کو اسلام کہتا ہے ڈھانکو وہ ڈھانکنے

چاہئیں۔ اور اگر کوئی ضرورتیں ہیں وہ پوری ہونی چاہئیں۔ اسلام کہتا ہے کہ ایسی طرز نہ ہو کہ نمائش کے خیال سے پہنچا جائے۔ ضرورت کے لئے نہ ہو بلکہ نمائش کے لئے ہو۔ اسلام کہتا ہے کہ نمائش نہیں کرنی۔ اس حد تک وہ ٹھیک ہونا چاہیے۔

تو یہ جو آداب ہیں جو اخلاق پیں معلم کو موٹے موٹے ہی بتانے پڑیں گے اس کے لئے ایک چھوٹی سی نوٹ بک ان کے لئے تیار کریں اور نوٹ بک کی تیاری میں بھی نمائش نہ ہو سادہ زبان میں ہربات کو Cover کرنے والی ہو وہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے اور جس رنگ میں، جس لباس میں، جس ذہن کا، جس اخلاق کا، جس روحانیت کا انسان خدا تعالیٰ ہمیں دیکھنا چاہتا ہے، ہم وہی بن جائیں۔
پھر حضور انور نے فرمایا:-

کھانسی آ رہی ہے ایک خیال آ گیا۔ ہمارے جلسے سالانہ کی حسین یادیں اور گھرے اثرات تو چلتے ہیں، سالوں چلتے ہیں اگلے جلسے تک ان کے اندر اور شامل ہو جاتے ہیں کچھ اس قسم کی چیزیں بھی ہیں مثلاً کھانسی ہو گئی۔ اب جلسے کی کھانسی ہے وہ ابھی تھوڑی سی چل رہی ہے خطے میں نہیں آئی بعد میں آئی گئی میرے بھی۔ کافی فرق پڑ گیا ہے۔

راتستے میں میں نے دیکھا کہ دکانیں ہیں جسے میں ایک ان کا فائدہ تھا ضرورت مندوں کے لئے وہ چیزیں مہیا کر رہی تھیں، کھانے پینے کی، دوسرا۔ اب وہ چل گئیں ان کے اثرات پڑے ہوئے ہیں کھنڈ رنظر آ رہا ہے۔ کھنڈ رنہیں رہنا چاہیے اگلے جمعہ تک کہیں بھی۔ ان ملبوں کو خدام الاحمد یہ اٹھادے اور جس طرح میں نے کہا تھا کہ غریب دہن کی طرح ربوبہ کو سجادہ و جلسہ کے استقبال کے لئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس غریب دہن نے جلسہ کی خدمت کی ہے۔ کچھ خدمت میں دھبے پڑ جاتے ہیں۔ کہیں داغ پڑ گیا۔ سالن گر گیا، کہیں مٹی کا داغ لگ گیا۔ پھر اس کو دوبارہ غریب دہن کی طرح سجادو تا کہ اس کو یہ شکوہ نہ رہے کہ مجھ سے کام لے لیا اور پھر مجھے بھول گئے آپ۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲۶)



انسان بڑی ہولناک تباہی اپنے سامنے دیکھ رہا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:-
فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغُوا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 بَصِيرٌ (ہود: ۱۱۳)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے، کہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے وہی کے ذریعہ سے، اس کے مطابق صبر اور استقلال سے کام لو۔ اسی طرح وہ لوگ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ جنہوں نے اس ہدایت، اس تعلیم کو شن کر اُسے مانا اور اپنی گندی زیست کو چھوڑ کے تیرے قبیل بن گئے۔ تجھے انہوں نے تسلیم کیا اور تاب انہوں نے رجوع کیا اس گندی زیست سے اللہ تعالیٰ کی طرف مَعَكَ تیرے ساتھ مل کے۔ یعنی جس طرح خدا تعالیٰ کا حکم سن کے تو نے اپنی زندگی کے دن گزارے تیرے نقش قدم پر چل کر انہوں نے بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ تو بہ کی۔ **وَلَا تَطْغُوا اور مانے والوں کو حکم دیا اللہ تعالیٰ نے** یہاں کہ گناہوں میں حد سے نہ بڑھ جانا۔ **إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ** **بَصِيرٌ** خدا تعالیٰ تمہارے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کی نگاہ سے چھپی نہیں رہتی۔ اگلی آیت میں ہے۔

وَلَا تَرْكُمُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا (ہود: ۱۱۲) جو نظام لوگ ہیں۔ جو اپنی فطرت

کے خلاف، اپنی زندگی کے مقصود کے خلاف جو اسلامی تعلیم کے خلاف، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے خلاف عمل کرتے اور ظلم کرتے ہیں۔ ان کی طرف نہ جھکنا فَتَحَسَّسُكُمُ النَّارُ (ہود: ۱۱۳) کہ جب انہیں سزا ملے تو تم بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آجائے۔ وَلَا تَطْغُوا کے معنی جیسا کہ میں نے بتایا اس حکم میں یہ ہیں کہ گناہوں میں حد سے نہ بڑھو۔

اس کے ایک معنی یہ ہیں جو راہِ اسلام نے انسان کو دکھائی۔ جس راہ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا شہت ہیں۔ جس کی وجہ سے آپ ہمارے لئے اسوہ بن گئے۔ اس راہ کے اندر بھی بعض Discretions ہیں یعنی انسان کو انتخاب کا اختیار دیا گیا ضرورت کے مطابق جس کو ہم عمل صاحع کہتے ہیں یعنی انسان کے سامنے اسی راہ میں آگے چلتے ہوئے یہ بات آتی ہے کہ میں اس راہ کے دائیں طرف چلوں یا اس راہ کے باائیں طرف چلوں۔ اگر وہ غلطی کرتا ہے اور دائیں طرف نہیں چلتا۔ راہ وہی ہے۔ صراطِ مستقیم لیکن اس صراطِ مستقیم کے دائیں طرف نہیں چلتا باائیں طرف چلتا ہے۔ راستہ اس نے نہیں چھوڑا لیکن گناہ اس نے کر دیا کیونکہ موقع اور محل تقاضا کرتا تھا کہ وہ دائیں طرف چلے اور اس نے فیصلہ کیا اپنی سمجھ کے مطابق کہ میں باائیں طرف چلوں جو غلط فیصلہ تھا اور غلط فیصلوں پر تو ثواب انسان کو نہیں ملتا۔

یہ میں نے مسئلہ بیان کیا ہے۔ میں اب مثال دیتا ہوں اس کی۔ اسلام کہتا ہے اگر کوئی تمہارا گناہ گار ہو جائے، تم پر زیادتی کرنے والا ہو تو تمہارے لئے اسلام کی صراطِ مستقیم میں دورستے ہیں۔ ایک عنکوکردینے کا اور ایک انتقام لینے کا۔ ہر دو صراطِ مستقیم ہی ہیں یعنی عفو سے کام لینا موقع اور محل کے مطابق۔ یہ بھی صراطِ مستقیم پر چلانا ہے۔ موقع اور محل کے مطابق انتقام لینا، عفو نہ کرنا، یہ بھی صراطِ مستقیم پر چلانا ہے لیکن ایک شخص اپنا فیصلہ کرتا ہے جو اس کو اختیار دیا گیا لیکن غلط کرتا ہے تو گناہ گار بن گیا لیکن گناہ میں حد سے نہیں بڑھا۔ وہ جو حدود قائم کر دیں اللہ تعالیٰ نے اس راستے کی۔ صراطِ مستقیم کی۔ اس کے اندر ہی رہا ہے لیکن گناہ ہو گیا اس سے۔ وہ چیز ہو گئی جو خدا کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بہت جگہ فرمایا بڑا حرم کرنے والا ہوں۔ معاف کر دیتا ہوں۔ معاف کر دوں گا۔

جب انسان صراطِ مستقیم پر ہی رہے اور جو اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ یہ کریا وہ کر اس اختیار

میں غلطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ نہیں یہ عصیان میں حد سے بڑھنا نہیں۔ اس کا ذکر وَلَا تَطْعُوا میں نہیں یعنی جو یہ کہا کہ پھر تم خدا تعالیٰ کے عذاب کے نیچے آ جاؤ گے ایسے گناہ اس کے اندر نہیں آتے بلکہ ایسے جو گناہ ہیں وہ انسان کے جو دوسراے اعمال صالحہ ہیں اس کے اندر چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت جو ہے اس سے انسان محروم نہیں ہو جاتا لیکن ایک گناہ وہ ہے کہ اسلام کہتا ہے کہ سچ بول، جب بھی بول سچ بول اور ایک شخص متواتر جھوٹ ہی بولتا چلا جاتا ہے۔ عادت اس کی بن گئی ہے جھوٹ بولنے کی۔ یہ حد سے بڑھنا ہے یعنی اس نے صراط مستقیم کو چھوڑ دیا۔ جو اسلامی تعلیم کی شاہراہ تھی اس کے کبھی دائیں طرف نکل جاتا ہے باہر حدود سے اور کبھی بائیں طرف نکل جاتا ہے۔

وَلَا تَطْعُوا میں جو حکم ہے وہ یہ ہے کہ تعلیم کے اندر رہتے ہوئے جو تمہیں ہم نے اختیار دیا تھا کہ خود سوچو، غور کرو دعا نہیں کرو اور ایسے رنگ میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ قبول کرے اور تمہیں بتا دے کہ تم نے دایاں راستہ اختیار کرنا ہے یا بایاں اختیار کرنا ہے۔ اگر تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی، کی بھی تم نے۔ تمہارے اندر کوئی اور کمزوری ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ تو گناہ تو ہو گیا۔ اسلامی تعلیم کے خلاف ہوا کیونکہ اسلامی تعلیم یہ کہتی ہے کہ جہاں عفو کرنا ہے اگر تم عفو کی بجائے انتقام لو گے تو غلطی کرو گے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ سچ بولو اور قول سدید ہو۔ اس میں کوئی ایجھی پیچ نہ ہو۔ کوئی بھی نہ ہو۔ یہ تو بالکل واضح حکم ہے لیکن اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ جو سننے والا ہے تم اس کی عقل کے مطابق بات کرو۔ اب ایک شخص ہے وہ کسی کو سمجھا رہا ہے اسلامی تعلیم کسی عیسائی کو لیکن عقل کے مطابق بات کرنے کا جو حکم تھا اس کے مطابق اس کا فیصلہ نہیں، تو یہ گناہ تو ہے لیکن بات وہ سچی کر رہا ہے لیکن اس کی سمجھ کے مطابق، اس کی عقل کے مطابق نہیں کر رہا۔ یہ غلطی کر رہا ہے۔ یہ وَلَا تَطْعُوا وَلَا جو حکم ہے کہ عصیان میں، گناہ میں حد سے نہ بڑھو۔ یا اس کے نیچے نہیں آتا اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

اور بڑی ایک ہدایت اور راہنمائی کی یہ بات ہمیں بتائی کہ جو ظاہر طور پر بغیر کسی شک و شبہ کے ظلم کرنے والی اور ظلم میں حد سے بڑھنے والی قومیں یا گروہ یا جماعتیں ہیں ان کی طرف چھکلو مت بلکہ قائم رہو سیدھے ہو کر۔ سیدھا راستہ ہے اس کے اوپر تم اپنے مقصود کی طرف منہ کر کے

چلتے رہو۔

ظَلَمُوا میں یہ مراد نہیں کہ یونہی کسی کو کہہ دو کہ تم ظالمانہ را ہوں کو اختیار کر رہے ہو۔ یہاں یہ مراد ہے وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ الشَّارُ کہ ایسا ظلم جس کے متعلق کھلے طور پر انسان کی عقل کہتی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ مثلاً فساد پیدا کرنا، آپس میں لڑنا، مثلاً ناجائز علاقوں پر جانا، قبضہ کرنا اور وہاں قتل و غارت کرنا۔ مثلاً عالمگیر جنگیں لڑنا، دو جنگیں انسان لڑ چکا ہے۔ جوان جنگوں کے ذمہ دار ہیں جوان جنگوں کی تباہی سے انسان کو بچاسکتے تھے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا ان کا ظلم بالکل ظاہر ہے۔

اب اس وقت ایک تیسری عالمگیر جنگ کا خطرہ افت کے اوپر دھنڈ لاسا ہمیں نظر آنا شروع ہو گیا اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق اور ان پیشگوئیوں کے ظہور کے قرب کی جو آپ کو اطلاع دی گئی اس کے مطابق بتایا ہے ایک نہایت ہی خطرناک جنگ کا بھی خطرہ انسان کے سامنے آئے گا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ تیسری عالمگیر جنگ ہو گی یا چوتھی ہو گی یا پانچویں ہو گی لیکن یہ بغیر کسی شبہ کے انسان کہہ سکتا ہے کہ ہر جنگ پہلی جنگ سے زیادہ خطرناک، پہلی سے زیادہ فساد پیدا کرنے والی انسانی زندگی میں، بحثیت انسان ساری دنیا میں جو انسان بستے ہیں وہ ہیں میرے سامنے اس وقت، ان کے لئے بہت ہی زیادہ خرابی پیدا کرنے والی ہو گی۔

مثلاً جب دوسری عالمگیر جنگ میں غالباً دو ہی ایم بم استعمال کئے گئے تھے لیکن ان کی تباہی بھی اتنی تھی کہ پچاس سال پہلے انسان کا دماغ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسی تباہی بھی انسان پر آنا ممکن ہے مگر آگئی اس وقت زیادہ بنے بھی نہیں تھے۔ اس وقت ایم بم نے زیادہ ترقی بھی نہیں کی تھی یعنی تباہی کے جو سامان ہیں ان میں بہت زیادہ ترقی کر گیا انسان یعنی غلط را ہوں پہ وہ بہت زیادہ آگے نکل گیا۔ ہائیڈروجن بم بنالئے اور بہت سارے ہتھیار انسان کو مارنے کے لئے بنالئے انسان نے۔

اور سوچیں تو اس کا فائدہ ان قوموں کو بھی نہیں جنہوں نے یہ ہتھیار بنائے۔ تباہی ان پر بھی اسی طرح آئے گی جس طرح ان کی طرف جھکنے والوں کے لئے خطرہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا تھا کہ ایسے ہتھیار بھی انسان ایجاد کر لے گا کہ علاقے سے زندگی ختم ہو جائے گی یعنی خالی انسان نہیں مرنے گا بلکہ جانور بھی اور حیوان بھی، درندے بھی چرندے بھی (چرنے والے جانور) اور کمیرے مکوڑے بھی اور بیکٹیریا بھی اور وائرس (Virus) بھی۔ ہر قسم کی زندگی جو ہے وہ ختم ہو جائے گی اس ہتھیار کے نتیجہ میں۔

اس کے ایک دونوں نظرарے ہم نے دیکھے اور اگر خدا نخواستہ اس قسم کی تیسری عالمگیر جنگ ہوئی تو دنیا کے بہت بڑے علاقے ایسے ہوں گے جہاں سے نہ صرف انسان بلکہ زندگی کا خاتمه ہو جائے گا۔

وَلَا تَرْكُمُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ایسے ظالم جو ہیں اور یہ ظالم جو ہیں ہمیں نظر آ رہے آج وہ وہ ہیں جو دنیا میں سب سے زیادہ مہذب، سب سے زیادہ آگے نکلے ہوئے۔ سب سے زیادہ طاقتور، سب سے زیادہ انسان کو ڈرانے والے وہ تو میں ہیں وہ ذمہ دار ہیں اس کی۔ لَا تَرْكُمُوا جو کہا گیا کہ تم نہ ہو جاؤ۔ اس کی بنیادی شکل جو بنتی ہے کہ نہیں ہو جاؤ۔ وہ یہ بنتی ہے کہ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور انسان کی تباہی کے جو سامان ہیں ان کو استعمال کرنے کی یہ جرأت نہ کر سکیں ہم میں اتنی طاقت تو نہیں کہ ہم مثلاً امریکہ کا ہاتھ پکڑ لیں یا روں کا ہاتھ پکڑ لیں یا چین کا ہاتھ پکڑ لیں یا بعض دوسری قومیں ہیں ان کا ہاتھ پکڑ لیں لیکن ہمیں خدا تعالیٰ نے یہ سمجھ تو دی ہے کہ ہم اس کا دامن پکڑ لیں جو ان کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعائیں اور ہمارا یہ دعا مانگنا پوری بیداری کے ساتھ اور ہوش میں آ کر اور سمجھ کے ساتھ اور یہ جانتے ہوئے علی وجہ بصیرت کہ انسان تباہی کے گڑھے کے کنارے پہ کھڑا ہوا ہے اور سوائے خدا تعالیٰ کی رحمت کے اسے کوئی بچانہیں سکتا، ہم خدا کے حضور جھکیں اور اس سے کہیں کہ اے خدا! انسان پر انسان ظلم کرنے کے لئے تیار ہے تو فرشتوں کو نازل کر۔ ان کو سمجھ عطا کرو اور دنیا کے دلوں میں ایک تبدیلی پیدا کرو اور نیکی کی راہ کی طرف ان کو واپس لے کے آ کر تیرے فضل کے بغیر ایسا نہیں ہو سکتا۔

اگر ہم باقاعدگی کے ساتھ یہ دعا کریں تو خدا کی نگاہ میں ہم اس گروہ میں شامل ہونے

سے بُخ سکتے ہیں لَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا میں جس کا ذکر ہے۔ جوان کی طرف جھک جاتے ہیں یعنی جو ذمہ دار نہیں لیکن ان کی طرف جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔

پھر خدا کہے گا کہ میرے یہ بندے ایسے ظالموں کی طرف جھکے نہیں تھے۔ اگر جھکتے تو میرے حضور حاضر ہو کر مجھ سے عاجز انا ان کی ہدایت کی دعا میں نہ کرتے اور ان کے دل میں یہ تڑپ پیدا نہ ہوتی کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت بچالے ورنہ انسان بڑی ہولناک تباہی اپنے سامنے اپنی افتشا وقت دیکھ رہا ہے۔

تو وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ جس نار کا یہاں ذکر ہے جس رنگ میں بھی یہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے اور محفوظ رہنے کے لئے جو اس نے ایک یہ بتایا ہے کہ لَا تَرْكُنُوا اور لَا تَرْكُنُوا کا میں نے بتایا کہ بہت ساری شکلیں بن سکتی ہیں نہ جھکنے کا اعلان عملًا لیکن بنیادی چیز یہ ہے کہ ہماری دعا خدا کے حضور خدا کی نگاہ میں ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے گی کہ جوان کی طرف جھکنے نہیں بلکہ ان کی ہدایت کے سامان مانگتے ہوئے انہوں نے بے چینی اور تڑپ کے ساتھ اور عجز اور انکسار کے ساتھ خدا کے حضور دعائیں کیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی دعاؤں کی توفیق عطا کرے اور خدا کرے کہ انسان اپنی ہی غفلتوں اور بد اعمالیوں کے نتیجہ میں اور استثمار کے نتیجہ میں اور ایک حصہ انسانیت کو حقیر سمجھنے کے نتیجہ میں جو فتنہ اور فساد اور تباہی کی تیار کر رہا ہے اللہ اسے ہدایت دے اور اس تباہی سے اور اس قسم کے خوناک حالات سے سارے ہی انسانوں کو محفوظ رکھے۔

پچھلے خطبہ میں میں نے کہا تھا کہ جلسہ سالانہ کے وہ نشان جو اپنی افادیت کو پورا کرنے کے بعد باقی رہ گئے ہیں ان کو درست کر دیں آپ۔ بہت حد تک درست ہو گئے ہیں لیکن ابھی کچھ اور کام باقی ہے۔ رب وہ اس طرف توجہ کرے۔

(روزنامہ افضل ربوہ ۲۱ ستمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۳)



امتِ محمد یہ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ جنوری ۱۹۸۰ء، مقام مسجد احمد یہ اسلام آباد)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

میں نے اس خطبہ کے لئے قرآن کریم کی چند آیات اور ان میں بیان شدہ سات ارشادات باری تعالیٰ منتخب کئے تھے لیکن کوئی حکمت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تھی کہ میں اپنی عینک گھر بھول آیا ہوں۔ اس لئے وہ مضمون تو میں اس وقت بیان نہیں کروں گا۔

اور بہت سی باتیں ہیں۔ جماعت احمد یہ کا جہاں تک اسلام سے تعلق ہے اس سلسلہ میں، ان میں سے بعض باتیں میں آپ دوستوں کے سامنے اس وقت بیان کروں گا۔

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ ہمارے ایمان کے مطابق جنہوں نے آپ کو پہچانا قرآن کریم کی پیشگوئیوں اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوارشادات تھے تفسیری۔ قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی تفسیر کرتے ہوئے اور بہت سی ایسی باتیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتائیں لیکن وہ قرآن کریم کا حصہ نہیں بنائی گئیں ان کی روشنی میں جو خبریں دی گئی تھیں ان کے مطابق ایک شخص نے ہمارے ایمان کے مطابق یہ دعویٰ کیا کہ امت محمد یہ کو جو بشارتیں دی گئی تھیں وہ پوری ہو گئیں اور خدا نے مجھے مسیح اور مہدی بنا کر دنیا کی طرف بھیجا ہے کہ بی نوع انسان کو وحدانیت باری تعالیٰ کی طرف میں بلا واس اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جہنڈا جو ہے وہ ہر گھر پر لہرانے لگے۔ اسلام کو کامل غلبہ یعنی ظہراً علیٰ

الدینِ کلّه (التوبۃ: ۳۳) کے مطابق حاصل ہو جائے۔

یہ دعویٰ ہے حضرت مسح موعود علیہ السلام کا اور یہ دعویٰ ہے ہم احمد یوں کا جو آپ پر ایمان لائے کہ آپ کا یہ دعویٰ سچا ہے۔ اس لئے وہ تمام قربانیاں جو اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب کیں وہ ہمیں پیش کرنی چاہئیں اللہ تعالیٰ کے حضور ورنہ ہم اپنے ایمان میں جھوٹے ہوں گے خدا کی نگاہ میں بھی اور جب کبھی ہم تہائی میں اپنے گھروں میں خاموشی کے اوقات میں ہم سوچیں گے اپنے نزدیک بھی ہم جھوٹے ہوں گے۔

قرآن کریم نے صرف ان لوگوں کا ذکر نہیں کیا جو سمجھتے نہیں اور ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے گھل کے ان لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے جو سمجھتے ہیں اور ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اس گروہ میں پھر خود ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔

اس وقت اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو منصوبہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے وہ زور اور طاقت کے ساتھ اور brute force (وحشیانہ قوت) کے ساتھ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کا نہیں بلکہ محبت اور پیار کے ساتھ اور اسلامی تعلیم کی حقانیت ثابت کر کے اور آسمانی نشانات اور مجوزات کے ساتھ اور یہ ثابت کر کے آج کی دنیا کو۔ دنیا کے سامنے آج جو بڑا ہتھیار ہمیں دیا گیا ہے پیش کرنے کے لئے وہ یہ ہے کہ ہم دنیا کو یہ بتائیں کہ تمہاری ہرنا کامی اور تمہاری ہر ذلت اور ہلاکت کی طرف تمہارا ہر قدم جواہر ہ رہا ہے اور گندگی کی گھرائیوں کی طرف ہر فٹ جو تم نیچے کی طرف جا رہے ہو یہ اس لئے جا رہے ہو کہ تمہارے عقائد اور تمہارے ازم (Isms) اور تمہارے فلسفہ اور تمہارا اخلاقیات میں کمزوریاں ہیں اور اس کا نتیجہ تم بھگت رہے ہو۔ اس کے مقابلہ میں، ہر چیز کے مقابلہ میں اسلام ایک بہتر چیز پیش کرتا ہے۔

یورپ اور امریکہ اور روس اور چین اور دوسرے ممالک جو دنیوی لحاظ سے ترقی یافتہ ہیں انہیں خدا تعالیٰ نے ایک حد تک دنیوی عقل تو دی ہے، مفلوج ہیں۔ بعض باتوں کو وہ نہیں سمجھتے لیکن بہت سی باتوں کو وہ سمجھتے ہیں۔ بعض باتوں میں ان کی عقل ان کا ساتھ نہیں دیتی اور نا کامی کا منہ دیکھ رہے ہیں لیکن بعض باتوں میں ان کی عقل، عقل رسائی۔ چاند تک وہ پہنچ گئے۔

سورج کے گرد چاند سے بھی دور جو ستارے ہیں ان کی تصویریں انہوں نے یہاں زمین پر حاصل کر لیں لیکن ایک حصہ مفلوج بھی ہے اور کوئی مفلوج ہستی ترقی نہیں کیا کرتی حقیقی معنی میں۔ مثلاً پرنده ہے اور وہ مثال اس لئے آگئی کہ ہم بھی کبھی کبھی شکار کرتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے دو پر دیئے ہیں اڑنے کے لئے لیکن اگر شرہ لگے اور صرف ایک پر اس کا ٹوٹ جائے اس کا سارا جسم صحیح سلامت اس کا دوسرا پر صحیح سلامت۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں Winged یعنی اس کا ایک پر ٹوٹ گیا ہے اسی وقت وہ ہوا میں سے زمین پر گر جاتا ہے۔

تو یہ مفلوج ان کو کہہ لو۔ مفلوج ہیں، یہ Winged ہیں۔ یہ اپنے ہی شکار کر چکے ہیں۔ خود انہوں نے اپنا شکار کیا۔ اپنے تھیاروں سے اپنے لئے ہلاکت کے سامان پیدا کر لئے۔ ہم نے ان کے زخمی پر پر ہم لگانی ہے اور خدا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اور اسلامی تعلیم کو سمجھتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرتے ہوئے دنیا کے لئے ایک نمونہ اپنے نفسوں کو بنائیں گے تو ہم جو ہم ہم ان کے ٹوٹے ہوئے پر کو لگائیں گے اس پر کو جوڑ دے گی لیکن اگر ہم خود Winged ہو جائیں۔ اگر خود ہماری زندگی جو ہے وہ مفلوج ہو جائے۔ ایک حصہ میں ہم ترقی کرنے والے ہوں گے اور دوسرے حصہ میں ہم تزلیل کی طرف جانے والے ہوں تو دوسروں کی ہم نے کیا فکر کرنی ہے ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے پھر۔

اس وقت ہماری زندگی کا جو یہ وقت ہے اس کی طرف میں اشارہ کرتا ہوں قریباً نوے سال گزر گئے۔ ان نوے سالوں میں بڑے بڑے انقلاب آئے۔ اور میں نے بہت سوچا اور جو سوچنے والے ہیں ان سے میری گفتگو ہوئی۔ ہمارے دماغوں میں بڑی وضاحت سے یہ بات آئی ہے کہ ہر انقلاب جو اس نوے سال میں نوع انسانی کی زندگی میں پیدا ہوا ہے وہ غلبہ اسلام کے حق میں پیدا ہوا ہے۔ بعض ایسے انقلاب ہیں مثلاً جو اسلام سے بظاہر دور لے جانے والے ہیں مثلاً وہ علاقے جو پہلے ایک دھنڈا سا تصور اللہ تعالیٰ کا رکھتے تھے اب وہ دھریہ ہو گئے اور انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ ہم زمین سے خدا کے نام، آسمانوں سے خدا کے وجود کو مٹائیں گے۔ وہ انقلاب جو ہے وہ بھی اسلام کے حق میں ہوا ہے۔ اس لئے کہ جوختی تھی اس کے اوپر جو غلط

باتیں لکھی ہوئیں تھیں انہوں نے آ کر صاف کر دیا۔ اب ہمارا جو کام تھا وہ آسان ہو گیا۔
 جو دنیا میں بہت سے اتحاد ہوئے قوموں کے درمیان ملکوں کے درمیان ان پر غور کیا جب
 ہم نے، تو ہمیں پتہ لگا کہ یہ بھی ہمارے حق میں ہے اس لحاظ سے کہ جن مختلف برائیوں میں وہ
 پھنسنے ہوئے تھے، ان کا مجموعہ اتنا بڑا تھا کہ جو ہماری ذمہ داری تھی ان کو پاک اور مطہر کرنے کی
 یعنی ان را ہوں کو دکھانے کی جن پر چل کے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متین بن جائیں اتنا بڑا کام تھا
 کہ انسان کی روح کا پ جاتی ہے سوچ کے، یہ ذمہ داری ہم پر لگائی۔ جب انہوں نے اتحاد کیا
 تو اتحاد کے نتیجہ میں ہر قوم نے، ہر ملک نے اپنی برائیوں میں سے بعض چھوڑ دیں اتحاد کی خاطر۔
 تو اس حد تک ہمارا کام ہو گیا۔ جو ہم نے کام کرنا تھا اس کی بجائے انہوں نے خود کر دیا حالات
 نے ان کو مجبور کیا کہ ان برائیوں کو اس حد تک تم چھوڑ دو۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر، ہر تبدیلی انسانی زندگی میں، ہر انقلاب جو چھوٹا ہے یا بڑا انسانی زندگی
 میں وہ نوع انسانی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لارہا ہے اور خدا تعالیٰ کی تدبیر یہ
 ہے کہ اس نے مہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث کر دیا اور ایک جماعت کو قائم کیا جن میں اچھے
 بھی ہیں جن میں درمیانے درجے کے بھی ہیں سست بھی ہیں لیکن جن میں ابھی تک خدا کے
 فضل سے یہ احساس زندہ ہے کہ اجتماعی زندگی کی کمزوریوں کو ہم نے ایک دوسرے سے
 تَعَاوُنًا عَلَى الْإِيمَانِ وَالْتَّقْوَى (المائدۃ: ۳) کے ماتحت تعاون کرتے ہوئے دور کرنا اور
 ایسا بن جانا ہے کہ جس کے نتیجہ میں ہمارا عمل غیروں کے لئے ایک اسوہ بنے اور ایک نمونہ بنے۔
 اور ہماری فراست جو ہے اللہ تعالیٰ ایسا فضل کرے کہ وہ جہاں اندھیرے ہیں ان کو دور کرنے
 والی ہو۔ خدا تعالیٰ جو آل اللہ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (النُّور: ۳۶) نور ہی نور ہے
 سارے جہانوں کے لئے اور ہماری زندگیوں کے لئے بھی اس سے ہم نور کی شمع حاصل کریں اور
 اندھیروں کو دور کرنے والے بنیں۔

بڑی ذمہ داری ہے آپ پر، آپ میں سے ہر ایک پر، مرد پر بھی، عورت پر بھی آپ کی
 نسلوں پر بھی، آئندہ آنے والی جو نسلیں ہیں ان پر بھی ہے یہ ذمہ داری اور قیامت تک کے لئے
 ذمہ داری ہے کیونکہ کہا یہ گیا ہے کہ اسلام غالب رہے گا اس دنیا میں اور نوع انسانی کی بھاری

اکثریت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلنے جمع رہے گی اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے سایہ میں اس کے پیار کو حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے والی ہو گی قیامت تک اور پھر ان میں ایک بگاڑ پیدا ہو گا اور پھر ہمارے آدم کی نسل پر قیامت آجائے گی۔

شاید نسلوں کا کوئی فرق ہے لیکن جو ہم نے کچھلی تاریخ پر غور کیا تو تمیں نسلیں کم از کم ہم نے سنبھالنی ہیں۔ تین ان میں سے گزر چکیں اور ستائیں نسلیں سنبھالنی ہیں۔ ہمیں اپنی فکر نہیں، ہمیں اپنی نسلوں کی بھی فکر کرنی چاہیے۔ اپنی فکر بھی کرنی چاہیے مگر صرف اپنی فکر نہیں۔ اپنی نسلوں کی بھی فکر کرنی چاہیے اور خدا تعالیٰ نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ کوئی خاص قوم، کوئی خاص فرد ایسا ہے جس نے اجارہ داری لی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کی۔ خدا تعالیٰ نے تو یہ کہا کہ تم تقویٰ کی را ہوں کو اختیار کرو گے میرے پیار کو حاصل کرو گے۔ تقویٰ کی را ہوں کو چھوڑ دو گے۔ پیار کو حاصل نہیں کرو گے۔ بڑے بڑے آسمانوں تک پہنچتے ہوئے ہمارے بزرگ۔ خدا تعالیٰ کے پیارے اور محبوب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں، اپنے اپنے دائرہ میں کمال کو پہنچتے ہوئے اور ان کی نسلیں جو ہیں وہ اسلام کو چھوڑنے والی ہمیں نظر آتی ہیں۔ ان میں سے ایسے افراد ساری نسل نہیں میری مراد، ایسے افراد ہو گئے جنہوں نے اسلام کو چھوڑ کے دوسرے مذہب کو اختیار کر لیا۔

یہ ذمہ داریاں معمولی نہیں۔ یہ ذمہ داریاں غیر اہم نہیں۔ یہ ذمہ داریاں ایسی نہیں جن کو نظر انداز کر کے ہم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں پیار حاصل کر سکیں۔ ان ذمہ داریوں کو نبناہے کی کوشش کریں گے اگر آپ خلوص نیت کے ساتھ، ایثار کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی کوشش کے نتیجہ میں تو آپ نباہ لیں گے یہ ذمہ داریاں۔ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لیں گے۔ اگر نہیں کریں گے تو خدا تعالیٰ کا وعدہ تو پورا ہو گا۔ خدا نے کہا اس زمانہ میں اسلام غالب آئے گا۔ کچھ اور لوگ اٹھیں گے افریقیہ میں ہوں گے شاید، پھر خدا نے کہے کہ ایسا ہو یورپ میں ہوں گے شاید عربی زبان بولنے والے علاقوں میں ہوں گے شاید جزائر میں رہنے والے ہوں گے شاید مگر وہ نہیں ہوں گے جو خدا تعالیٰ کی تعلیم کو دھنکار کے نفس کی خواہشات کے پیچھے پڑنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

میں نماز یہ جمع کراؤں گا۔ عصر کی نماز دور کعت پڑھوں گا جو مقامی ہیں وہ دور کعتیں اور پڑھ کے چار پوری کریں۔ جو میری طرح مسافر ہیں باہر سے اور بھی کئی مجھے نظر آ رہے ہیں وہ دو رکعتیں پڑھیں۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



اسلام نے اپنی حسین تعلیم کے ذریعہ ساری دنیا پر غالب آنا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ کیم فروری ۱۹۸۰ء بمقام دارالذکر لاہور)

تشہد و تعوذاً اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-
 کئی سالوں کے بعد یہاں آنا ہوا ہے۔ مجھے یہ احساس نہیں تھا کہ یہ مسجد جو بنانے والوں
 نے بہت بڑی بنائی ہوئی تھی اس وقت، اس قدر چھوٹی ہو چکی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے
 کہیں زیادہ وسیع مسجد بنانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ سورۃ انعام میں فرماتا ہے:-

قُلْ أَعِمَّرَ اللَّهُ أَتَّخِدُ وَلِيًّا فَإِنَّ طَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ
 وَلَا يُطْعَمُ قُلْ إِنِّي أَمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
 الْمُشْرِكِينَ. قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ. مَنْ
 يُصْرَفُ عَنْهُ يَوْمٌ فَقَدْ رَجِمَهُ وَذَلِكَ الْفُورُزُ الْمُبِينُ۔ (الانعام: ۱۷-۱۵)

اسی طرح سورۃ یوس میں ہے:-

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ أَيَّاً نَّا بَيِّنَتِ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا اتَّبَعُ بِقُرْآنٍ
 غَيْرِ هَذَا آوْ بَدِيلَهُ قُلْ مَا يَكُونُنَّ إِنِّي أَبَدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِنَفْسِيِّ إِنْ اتَّبَعَ
 إِلَّا مَا يُوَحَّى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ.
 قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَوَوَّتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرِكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً

۳۰۷ مِنْ قَبْلِهِ أَقَلَّا تَعْقِلُونَ۔ (یونس: ۱۶، ۱۷)

اس کا ترجمہ تفسیر صیغہ سے یہ ہے قُلْ أَغَيْرُ اللَّهِ أَتَّخْذُو لِيًّا تو کہہ کیا میں اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے کوئی اور دوست بناؤں حالانکہ وہ (سب انسانوں کو) کھلاتا ہے اور (کسی کی طرف سے) اسے رزق نہیں دیا جاتا۔ کہہ دے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے بڑا فرمانبردار بنوں اور یہ کہ (اے رسول) تو مشرکوں میں سے مت بیو۔ تو کہہ دے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جس پر سے وہ (عذاب) ٹلایا گیا تو (سمجھ لو کہ) اس دن اس پر خدا نے رحم کر دیا۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمُ أَيَّاتٍ تَأْبِيثٍ اور جب انہیں ہماری روشن آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جو لوگ ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہہ دیتے ہیں کہ (اے محمد) تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آ۔ یا اس میں (ہی کچھ) تغیر (وتبدل) کر دے۔ تو (انہیں) کہہ (کہ یہ) میرا کام نہیں کہ میں اس میں اپنی طرف سے (کوئی) تغیر (وتبدل) کر دوں۔ میں (تو) جو (کچھ) مجھ پر (وجی سے حکم نازل) کیا جاتا ہے اسی کی پیروی کرتا ہوں اور اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے (ہولناک) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں (کہ مجھے نہ آپکڑے)۔

قُلْ نُوَشَاءُ اللَّهُ مَا تَكُوتُ هُ عَلَيْكُمْ اور تو (انہیں) کہہ کہ اگر اللہ کی (یہی) مشیت ہوتی (کہ اس کی جگہ کوئی اور تعلیم دی جائے) تو میں اسے تمہارے سامنے پڑھ کر نہ سناتا اور نہ وہ (ہی) تمہیں اس (تعلیم) سے آگاہ کرتا۔ چنانچہ اس سے پہلے میں ایک عرصہ دراز تم میں گزار چکا ہوں کیا پھر (بھی) تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

سورہ انعام کی جو آیات ہیں ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے نہ آسمان پیدا ہو گئے، نہ میں معرض وجود میں آئی اور آسمانوں اور زمین پر جب تم غور کرو جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا وَسَخَرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاثیہ: ۱۲) کہ اے انسانو! تمہیں اپنی بقا کے لئے اور اپنی نشوونما کے لئے اور اپنی بھرپور

زندگی کے لئے جو کچھ بھی چاہیے وہ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ہی کی طرف سے ملتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں، کوئی بغیر استثنائے کہ جس نے تمہیں کوئی ایسی چیز دی ہو جو خدا نے نہیں دی۔ سب کچھ خدا نے دیا۔ کوئی ایسی ہستی نہیں جس سے تم وہ پاؤ جو تم اللہ سے، اپنے پیدا کرنے والے رب سے نہ پاسکو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ اعلان کر دو کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے آنَّا كُونَ أَقَوَى مَنْ أَسْلَمَ کہ میں اس اطاعت گزارگروہ میں سے جو میری بعثت کے بعد امت محمدیہ کھلانے کی اور اس امت میں جو اطاعت گزار ہوں گے۔ سب سے بڑا اطاعت گزار، فرمانبردار سب سے بڑا مسلمان ہوں۔ یہ اعلان کر دو کہ یہ حکم ہے کہ میں ایسا بنوں سب سے بڑا مسلمان بنوں یعنی جس قسم کی اطاعت کے نظارے میری امت مجھ میں دیکھے وہ ایسے ہوں کہ کوئی اور انسان اس قسم کی فدائیت کے اور ایثار کے نظارے خدا تعالیٰ کے سامنے جو وہ فدائیت اور ایثار کے اعمال بجالا رہا ہو کسی کو نظر نہ آئیں۔ سب سے بڑا، سب سے بہتر مسلمان، سب سے زیادہ اطاعت گزار اور فرمانبردار بننے کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور دوسرے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی قسم کا بھی میں شرک نہ کروں۔

شرک صرف ظاہری نہیں ہوتا۔ شرک باطنی بھی ہے۔ شرک صرف یہ نہیں کہ کسی کی پرستش کی جائے شرک یہ بھی ہے کہ کسی سے ایسی امید رکھی جائے جو غیر اللہ سے نہیں رکھنی چاہیے۔ شرک یہ بھی ہے کہ انسان خدا سے سب کچھ پانے کے بعد یہ سمجھنے لگے کہ اپنی ذات میں میرے اندر کوئی خوبی یا بڑائی یا حسن یا طاقت ہے۔ شرک یہ بھی ہے کہ ہم دوائی کے متعلق یہ سمجھیں کہ اس نے ہمیں شفادی۔ شرک یہ بھی ہے کہ انسان غلطی خود کرے اور مَرِضُتُ نہ کہے کہ میں اپنی غفلت اور گناہ کے نتیجہ میں بیمار ہوا بلکہ اپنی مرض کو، اپنی تکلیف کو، اپنی پریشانی کو اپنے محسن رب کی طرف اپنی حماقت کے نتیجہ میں منسوب کرنا شروع کر دے۔ ہزارہا قسمیں شرک کی ہیں۔ بعض شرک کی ایسی قسمیں ہیں جن سے پرہیز کرنے کا حکم عامۃ الناس کو ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عامۃ الناس کو کہ بوجھی عورتوں کی طرح کا ایمان لے آؤ خدا تعالیٰ تم پر حرم کرے گا لیکن وہ جو خدا تعالیٰ کی محبت کی راہ میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور

خدا کے پیار کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں ہر وقت زندگی کے ہر لمحہ میں اپنا محاسبہ کرنا پڑتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے ہمارا پیارا ہم سے ناراض ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ کسی قسم کا بھی کوئی شرک ہواں کو نہیں کرنا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی کیونکہ سب سے بہتر، سب سے بڑا فرمانبردار بنتا ہے ویسے ہی سب سے زیادہ گناہوں سے بچنے والا اور استغفار کرنے والا اور خدا کی پناہ کی تلاش کرنے والا اور خدا کی پناہ پانے والا بنتا ہے۔

اور اس حکم کے بعد کہ آن آگوں آوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یہ فرمایا قائل یہ بھی اعلان کردو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یہ اعلان کردو اُنَّ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ میں اپنے رب کی نافرمانی کروں میں تو بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ جیسا کہ انہی آیات میں اشارہ ہے یہ ہولناک دن جو ہے یہ حشر کے دن جو معاملہ کیا جائے گا انسانی ارواح سے اور فیصلہ ہو گا کہ جہنم میں جانا ہے یا جنت میں جانا ہے یہ وہ دن ہے عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ جس کے متعلق کہا گیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ اول اسلامیین بنتا ہے۔ حکم ہے کہ شرک کی کوئی ملوثی تمہاری زندگی میں نہیں ہوئی اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں دوسری آیت جو دی ہے اس میں پھر یہ اعلان ہے کہ جو مجھے حکم تھا اس کے مطابق میں نے اپنی زندگی گزاری۔

ان تمام احکام کے باوجود یہ حکم بھی ساتھ ہے۔ حکم نہیں یہ اعلان بھی ساتھ ہے۔ اُنَّ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ یہ کہنے والے میں اور تم یا اور دوسرے لوگ نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کردو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے ہیں اُنَّ أَخَافُ میں ڈرتا ہوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے خدا کی نافرمانی کی تو میں بھی عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

پانچویں بات ان آیات میں یہ بتائی گئی ہے کہ یہ جس کو عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ کہا گیا ہے اس دن جس دن یہ عذاب ٹالا جائے گا۔ جسے اس عذاب سے حفاظت مل جائے گی اللہ تعالیٰ کی۔ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اس پر نازل ہو رہی ہو گی جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچے گا اور

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نتیجہ میں اس نے خدا کے فضل سے کامل اطاعت کی توفیق پائی ہوگی اور یہ جو ہے چنانیہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ **فَوْزٌ عَظِيمٌ** ہے یہ۔ عربی زبان میں عظیم کا فقط بولا جاتا ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں اور سب سے بڑی کامیابی انسان کو اپنی زندگی میں جو پھیلی ہوئی ہے دنیوی اور اخروی ہر دو زندگیوں پر یہ ہے کہ جس وقت حشر کا دن ہوگا اور جس کا ایک پہلو یہ ہے کہ کچھ لوگ عذاب یوں عظیم کے مستحق ٹھہرائے جائیں گے۔ اس دن جن لوگوں کو عذاب یوں عظیم کے مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا اور یہ عذاب ان سے ٹالا جائے گا اور اس عذاب سے ان کو محفوظ رکھا جائے گا، اس سے بڑی انسانی زندگی میں اور کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ إِنْ يَمْسِكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاسِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ (الانعام: ۱۸) اور اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا۔ یہ ضرر پہنچانا جو ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے گرفت یہ کی قسم کی ہے۔ اس زندگی میں ضرر پہنچانے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ جیسا میں نے ابھی کہا۔ **إِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينَ** (الشعراء: ۸۱) انسان کو اللہ تعالیٰ اس بات میں حفاظت نہیں دیتا کہ وہ غلطی نہ کرے اور یہاں نہ ہو اور اس کے نتیجہ میں یہاں ہو جائے تو یہ ضرر بھی اللہ تعالیٰ کی اس سہولت کی وجہ سے، اس اختیار کی وجہ سے ہے کہ وہ غلطی کر جائے۔ کھانے میں بد پر ہیزی کر جائے۔ وہ سردی سے اپنے جسم کی حفاظت نہ کرے اور اس کے جگر کو ٹھنڈگا جائے۔ اس کا نظام ہضم خراب ہو جائے گا تو سخر لکھ کے اندر یہ آجائے گا۔ اسلام نے یہ عقیدہ نہیں اپنایا کہ تکلیف پہنچانے والی کوئی اور ہستی ہے اور تکلیفیں دور کرنے والی کوئی اور ہستی ہے۔ وہ ایک ہی خدا ہے جو اختیار دیتا ہے انسان کو کہ غلطی کرنا چاہتے ہو، کروں تجہ بھگتو گے اس کا۔ لیکن جہاں یہ اعلان کیا کہ جب غلطی تم کرو گے تو یہ یاد رکھو کہ میں ہمیشہ تو یہ بول کرنے کے لئے تیار ہوں۔

فَلَا كَاسِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ جَبْ غَلْطَى كَرُوا۔ إِذَا مَرِضْتُ کی مثال ہی میں پھر لیتا ہوں یہاں ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد اگر یہ سمجھو کہ اس یہاں کو دور کرنے کے لئے مجھے خدا کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہے تو یہ شرک ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ **فَلَا كَاسِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ** اس

ضرر کو سوائے خدا کے اور کوئی دور نہیں کر سکتا۔ ہاں اس نے دوائیں پیدا کیں کسی اور نے تو نہیں پیدا کیں۔ اس نے انسانی ذہن یا انسانی اذہن میں سے بعض ذہنوں کو یہ قابلیت اور استعداد دی کہ وہ طب کے میدان میں آگے نکلیں اور مہارت حاصل کریں۔ جب طبیب کے پاس ہم جاتے ہیں تو اس لئے نہیں جاتے کہ طبیب اپنی ذات میں کوئی طاقت رکھتا ہے شفادینے کی، شفاغا خدا نے دینی ہے۔ بڑے بڑے ماہر طبیب غلطی کرتے اور اپنے مریضوں کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔ بڑے بڑے دعا گو چھوٹے قسم کے طبیب غلطی نہیں کرتے اور دعاوں کے نتیجے میں اپنے مریضوں کی شفا کا موجب بن جاتے ہیں۔ توفلًا کا شفاف لَهٗ إِلَّا هُوَ یہ شرک کے بہت سارے یا قریباً سارے ہی جو پہلو ہیں ان کو یہاں کاٹ کر رکھ دیا۔

وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ أَكْرَمْهُمْ كَوَّنَ خَيْرًا وَرَبَّهُمْ لَهُمْ بِهِمْ بَحْلَانِي
کہ ہر خیر اور بحلانی کا سرچشمہ اور منبع جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تمہارا دوست تمہیں بحلانی نہیں پہنچا سکتا، خیر نہیں پہنچا سکتا جب تک خدا نہ چاہے۔ تم خود اپنے آپ کو خیر نہیں پہنچا سکتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ (الانعام: ۱۹) وہ اپنے بندوں پر غالب اور متصرف بالارادہ ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا تعالیٰ کی جو طاقتیں ہیں ان سے باہر نکل کے اس کے احکام اور اوصار اس کی منشائے دور جا سکتا ہوں۔ نہیں۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے، ہاں اس کا یہ جو غلبہ ہے اس کا سلوک تصرف بالارادہ ہونے کی حیثیت کے لحاظ سے جو ہے وہ اس کی ان دو صفات کے ماتحت ہے۔ بڑی حکمتوں والا ہے۔ اپنی حکمتوں کو سامنے رکھ کے وہ اپنے فیصلے کرتا ہے اور سب حالات سے باخبر ہے۔ وہ باخبر تھا جس طرح قرآن کریم میں آتا ہے کہ ایک نیک کی اولاد کے خزانہ کی حفاظت کر لی اور ایک نیک کو برائی سے بچانے کے لئے اس کے پچے کی موت کا سامان پیدا کر دیا۔ تو وہ خبیر ہے اور حکمتِ کاملہ کا مالک ہے۔

سورۃ انعام کی جو یہ آیات ہیں اس میں جو بنیادی چیز آپ کے دماغ میں میں چاہتا ہوں حاضر رہے وہ یہ ہے کہ **أَمْرُتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ** کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ پاک اور مطہر اور خدا تعالیٰ کے پیارے اور محبوب رسول ہیں۔ کوئی انسان ایسا

نہیں جو آپ کی گرد کو بھی پہنچ سکے اور دوسرا یہ بات کہ اس کے باوجود سورۃ انعام میں آپ سے یہ بھی کہلوایا گیا لِنَّ أَخَافُ إِنْ عَصِيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے، محمد نے بھی نافرمانی کی اپنے رب سے تو عذاب یوْمٍ عَظِيْمٍ سے مجھے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

یہ نافرمانی کرنا جہاں تک خدا تعالیٰ کی اس محبت کو ہم دیکھتے ہیں جو آپ کے ساتھ تھی جہاں تک آپ کے عشق کو دیکھتے ہیں جو اپنے محبوب خدا کے ساتھ تھا بالکل ناممکن ہے۔ یہ اعلان کیوں کیا گیا؟ ہمارے لئے کیا گیا۔ ہمیں بتانے کے لئے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہم کہلواتے ہیں اِنَّ أَخَافُ إِنْ عَصِيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ تو تم اپنی فکر کرو۔ اس کے بعد ہم آتے ہیں سورۃ یونس میں وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ أَيَّاتٍ بَيِّنَاتٍ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن مبین کی جو آیات بَيِّنَاتٍ ہیں جب ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو سننے والوں میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو ان آیات بَيِّنَاتٍ کو سن کر انہیں سمجھنے کی کوشش کر کے، ان آیات بَيِّنَاتٍ کی ہدایت پر عمل کر کے، جن را ہوں کی نشاندہی وہ کر رہی ہیں ان را ہوں پر چل کے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کی بجائے کیونکہ وہ خدا پر ایمان نہیں لاتے، وہ خدا تعالیٰ کا انکار کر رہے ہوتے ہیں اور اپنی نظرت کی جو صحیح استعداد ہیں ہیں ان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا نور حاصل کر کے راہ مُتَقِّیٰ پر چلنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو قَالَ اللَّٰٰذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا آیات بَيِّنَاتٍ قرآن مبین نے پیش کر دیں انسان کے سامنے لیکن انسانوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہ خدا تعالیٰ سے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کیا ہوا ہے انہوں نے۔ جو دھریہ ہیں یا جن کا تصور اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک دھندا سا اور غلط ہے وہ اس کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت نہیں رکھتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا کچھ خدا تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے بنایا ہے اور کہتے ہیں یہ عزت اور شرف کو قائم کرنے والی تعلیم ہمیں نہیں چاہیے۔ خدا تعالیٰ تک پہنچانے والی صراط مُتَقِّیٰ، روشن اور منور اور ظاہر اور کشاور جو ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ نہیں چاہیے ہمیں۔ ایک نیا قرآن بنائے دو ہمیں۔ جو ہماری مرضی کے مطابق ہو یا ہماری مرضی

کے مطابق اس میں روبدل کر دو۔ پھر ہم اس کی طرف توجہ کریں گے۔

قُلْ اللَّهُ تَعَالَى فِرْمَاتٌ هُنَّا۔ اے محمد! ﴿عَفِيَ اللَّهُ عَنْهُ﴾ کہہ دو دنیا کو مایکون لی آن ابیدلہ مجھ میں قدرت نہیں کہ میں خدا تعالیٰ کے کلام میں اپنی طرف سے کچھ تبدیلی کر دوں۔ یہ جو پہلی چیز تھی نا۔ ائمۃ بِقُرْآنِ غَيْرِ هَذَا آس کے متعلق اگلی آیت میں جواب دیا جب یہ کہا گیا تھا کہ اسے بدل دو ہمارے لئے تو اس کا جواب **قُلْ مَا يَكُونُ لِّي آنْ أَبَدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي** میں دیا کہ انہیں کہہ دو خدا کا کلام ہے۔ خدا کے کلام میں کوئی اپنی طرف سے تبدیلی نہیں کر سکتا۔ یہ قدرت نہیں ہے اسے۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ یہاں قدرت کے کیا کیا معنے ہمارے سامنے آتے ہیں۔

گیارہویں بات یہاں بتائی کہ **إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَى إِلَيَّ** میں اپنی طرف سے تو کوئی نظامِ حیات نہیں تمہیں دے رہا۔ میں اپنی طرف سے کوئی تعلیم تمہارے سامنے پیش نہیں کر رہا۔ اس میں کچھ بدل نہیں سکتا۔ مجھ میں قدرت نہیں کہ میں اپنی طرف سے کچھ تبدیل کروں اس لئے کہ میں اپنی طرف سے تمہیں کچھ دے ہی نہیں رہا۔ جب میں اپنی طرف سے دے ہی نہیں رہا تو اپنی طرف سے تبدیل کیسے کر دوں۔ میں خود اتباع کرتا ہوں صرف اس وحی کی جو میری طرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ اور پھر یہاں پھر اسی آیت کو دھرا یا گیا ہے۔ یہ تین جگہ دھرا یا گیا ہے دو جگہ کا تو میں نے ذکر کیا ہے۔

إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوْحَى إِلَيَّ میں تو وحی باری، وحی خدا کا کامل تبع ہوں۔ تم میری پیروی کرو۔ **فَاتَّبِعُونِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ** میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کا کامل تبع، کامل اتباع کرنے والا ہوں۔ **إِتَّبِعُونِي** میرے پیچھے آؤ۔ تم بھی کامل اتباع کرو۔ اپنی طرف سے کوئی چیز بچ میں نہ گھسیرو۔ خدا تعالیٰ تم سے پیار کرنے لگ جائے گا جس طرح وہ مجھ سے پیار کرتا ہے، مجھ سے وہ پیار کر رہا ہے۔ اس حالت کو بدل کے میں اپنی حالت کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ **إِنَّ أَخَافُ خَوْفَ مَيْرَے دَلِ** میں پیدا ہوتا ہے کہ اگر میں نے نافرمانی کی **إِنْ حَصِيتُ رَبِّيَ عَذَابَ يَوْمِ عَظِيمٍ** تو پھر دنیا کی کوئی طاقت عَذَابَ يَوْمِ عَظِيمٍ سے مجھے محفوظ نہیں کر سکتی۔

یہ جو کہا تھا کہ ائٹ بِقُرْآنِ غَيْرِ هَذَا آس کا جواب سورۃ یوس کی الگی آیت ستر ھویں آیت میں دیا ہے۔ پہلی سوالوں میں آیت تھی اور فرمایا قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ ان کو کہہ دو اگر خدا تعالیٰ اس قرآن کی بجائے کوئی قرآن، یہ تو یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر مضبوطی سے قائم ہیں کہ خدا نے بھیجا ہے، تو کہا کہہ دو کہ اگر خدا نے یہ بھیجا ہے، اگر خدا یہ چاہتا کہ اس کی بجائے کوئی قرآن نازل نہ کرتا تو خدا مجھے یہ نہ کہتا کہ آج میں نے تمہاری تعلیم کو مکمل کر دیا ہے قیامت تک کے لئے۔ پھر میرے پر کوئی اور قرآن نازل ہوتا۔ پھر جب خدا کی وجی اور الفاظ میں نازل ہوتی میں وہ تمہارے سامنے پیش کر دیتا لیکن میرے پر تو یہ وجی نازل ہوئی ہے اور میں نے تمہارے سامنے پیش کر دی ہے۔ دوسرے یہ کہا کہ اگر خدا چاہتا تو کوئی اور قرآن کسی اور شکل میں کسی اور پر نازل کرتا۔ وَلَا أَدْرِي كُمْ بِهِ وہ تمہیں اس تعلیم سے آگاہ نہ کرتا جو میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں بلکہ وہ قرآن، کوئی اور تعلیم بھیجا، یہ قرآن نہ بھیجا۔ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ اگر خدا چاہتا تو اس قرآن کریم کی آیات بتیں میں پڑھ کے تمہیں نہ سناتا۔ یہ تعلیم تمہارے سامنے پیش نہ کرتا۔ پھر وہ تعلیم پیش کرتا جو خدا چاہتا کہ میں تمہارے سامنے پیش کروں۔

وَلَا أَدْرِي كُمْ بِهِ یہاں دو باتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ کہ خدا پھر میرے پر یہ قرآن نازل نہ کرتا۔ اگر خدا یہ چاہتا کہ جو تم مطالبة کرتے ہو وہ پورا ہو کہ یہ قرآن نہ ہو کوئی اور ہو، اگر خدا کی بھی یہی مرضی ہوتی تو خدا میری طرف یہ نہ بھیجا وہ ایک اور تعلیم لے کر آتا لیکن میرے پر اس وجی کے علاوہ کسی اور وجی کا نازل نہ ہونا اور کسی اور کا خدا تعالیٰ کی وجی لے کرنے آنا ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ کوئی اور وجی تمہارے سامنے پیش کی جائے۔ اور ساتھ ہی یہ کہا فَقَدْ لِبِثْتُ فِي كُمْ عُمْرًا مِنْ قَبْلِهِ ان کو کہہ دو لمبی عمر تم میں گزار چکا ہوں چالیس سال ہو گئے دعویٰ سے پہلے أَفَلَا تَعْقِلُونَ پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہ چالیس سالہ زندگی جو میں نے تمہارے اندر گزاری ہے اس سے تمہاری عقل کو یہ نتیجہ نکال لینا چاہیئے تھا کہ میں جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ میں افترا نہیں کرتا۔ کیا تم کو بخوبی معلوم نہیں کہ افترا کرنا میرا کام نہیں اور جھوٹ بولنا میری عادت نہیں۔ تو جس شخص نے اتنی لمبی زندگی میں نہ کبھی افترا کیا ہوا اور نہ جھوٹ بولا ہو

اور تم سارے کے سارے اس بات کے گواہ ہو آج یہ کیوں نہیں سمجھتی تمہاری عقليں کہ جب انسان کے سامنے میں نے جھوٹ نہیں بولا تو خدا تعالیٰ کے سامنے میں کیسے جھوٹ بولوں گا۔ یہ جو زندگی اس صدق اور وفا کے ساتھ اور محبت کے ساتھ اور خدا تعالیٰ سے کامل تعلق کے ساتھ، خدا تعالیٰ کا کامل پیار لینتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گزاری، اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت کچھ لکھا ہے اس کا ایک چھوٹا سا اقتباس حسن اقتباس جس پر حسنِ اتفاق سے آج میری نظر پڑی وہ لاہور میں انہوں نے چھاپا ہوا ہے۔ میں نے تو پہلے سے دیکھا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”وَاقْعَاتٍ حَضُرَتِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پَرَّ نَظَرَ كَرَنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) أَعْلَى درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان بازا اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منه پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروانہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آؤے گی اور مشکلوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا بلکہ تمام شدتؤں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارہ کر کے اپنے مولا کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔“

(براہین احمد یہ۔ روحانی خزانہ جلد اول صفحہ ۱۱۲، ۱۱۱)

یہ عبارت ایک قسم کی تمہیدی رنگ میں تھی۔ اس کے بعد اب میں اصل مضمون کو لیتا ہوں یعنی وہ نصیحت جو میں جماعت کو کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ان آیات سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم ہمارے حق میں دی وہ خدا تعالیٰ کی وجہ سے آپ نے حاصل کی، اپنی طرف سے کچھ نہیں دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نور ہم تک پہنچایا وہ **اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ** اللہ کے نور کا ہی ایک حصہ تھا جسے آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں باٹنا چاہتا تھا۔ وہی نور ہے اس سے باہر ساری ظلمات اور اندر ہیرے ہیں۔

یہ جس کو ہم معاشرہ کہیں جو آپ پیدا کرنا چاہتے تھے امت محمدیہ میں اسے ہم نظام کہیں، اسے ہم ضابطہ حیات کہیں ان آیات سے واضح ہے کہ جو کچھ بھی اسے ہم کہیں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی چیز نہیں ہے۔ یہ تعلیم خدا تعالیٰ نے ہماری طرف پہنچی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں اور اسی طرح آپ کے لئے ضروری تھا اس تعلیم پر عمل کرنا اور سب سے بہتر طور پر اور حسین طور پر اور نور سے بھر پور طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیم پر عمل کیا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اسوہ حسنہ بنادیا۔ یہ نظام خدائی نظام ہے۔ یہ تعلیم، یہ معاشرہ خدا نے قائم کیا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم نہیں کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس تعلیم کو لانے والے، اس نور کو پھیلانے والے، علماتِ انسانی کو دور کرنے والے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نظام بنائے والے نہیں ہیں۔ اس تعلیم کے موجود، اس تعلیم کے مصنف جو ہیں اور معلم جو ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں وہ ہمارا رب کریم ہے۔

اس نظام، اس تعلیم کے متعلق یہ جو مطالبہ ہے کہ ائٹ بِقُرْآنِ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِيلُهُ یہ اگر ہم چودہ سو سالہ تاریخ پر نظر ڈالیں صرف مخالفین کا نہیں بلکہ ہر بدعت جو دنیا کے کسی علاقہ میں امت محمدیہ کے کسی گروہ میں پیدا ہوئی زبانِ حال سے یہ مطالبہ تھا کہ قرآن کو بدلو ہمارے لئے، ہماری مرضی کے مطابق بناؤ۔ وہ بدرسمات، ہر وہ عمل جو عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تھا جو قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف تھا وہ زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ ہم بدلاؤ قرآن چاہتے ہیں۔ وہ قرآن نہیں چاہتے، وہ تعلیم نہیں چاہتے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نازل کی۔ اگر ہم احمدی واقع میں خدا تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے اور حقیقتاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے اسوہ سمجھنے والے اور آپ کے اعلانات کی قدر کرنے والے إِنَّ أَخَافُ إِنْ عَصِيَّتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمَ عَظِيمٍ کا بھی آپ نے اعلان کیا ہے، اس حقیقت کو سمجھنے والے ہیں تو ہمیں تمام بدرسمات کو چھوڑنا پڑے گا۔

تمام بدعملیوں سے اجتناب کرنا پڑے گا۔ وہ زندگی اپنے معاشرہ میں پیدا کرنی پڑے گی۔

فُلْ مَا يَكُونُ لِّيْ أَنْ أَبَدِلَهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِيْ یہ اعلان جو ہے وہ صرف ان کے لئے نہیں جو آپ کی زندگی میں انہوں نے بہتوں نے کہا۔ قرآن کریم کہتا ہے

وَدُّولَوْتَهُنْ قَيْدِهُنُونَ (القلم: ۱۰) آپ نے فرمایا قُلْ مَا يَكُونُ لِي آنُ أَبْدَلُهُ مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ قدرت نہیں ہے مجھ میں۔ اس کے کئی معنے ہیں جو اس لفظ میں پوشیدہ ہیں۔ بڑا ہی پیارا فقرہ ہے۔ ہر فقرہ ہی قرآن کریم کا پیارا ہے۔ کبھی نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آ جاتا ہے اس کا حسن۔ کبھی ہماری غفلتوں کے نتیجے میں نہیں نمایاں ہوتا۔

ایک اس کے معنے یہ ہیں کہ کہہ دے مَا يَكُونُ لِي مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ میں بدلوں اس لئے کہ میں نے خدا کے نور کو، اس کے حسن کو اپنی زندگی میں دیکھا اور مشاہدہ کیا۔ میں اپنے رب کا عاشق ہوں۔ اس کے حسن کو دیکھ کے علی وجہ بصیرت صرف کہانیاں سن کے نہیں۔ میں نے ایک نور کو پایا۔ حسن کو دیکھا۔ میری آنکھیں کھل گئیں۔ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میرا معموق مجھے ایک بات کہے اور میں اس کو تبدیل کروں۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي میری طاقت میں نہیں ہے کہ میں بدلوں۔ ایک معنے یہ ہیں مَا يَكُونُ کے۔

دوسرے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلال کے جلوے میرے پر ظاہر کئے ہیں۔ اس کی کبریائی، اس کا جلال جو ہے اس کی میں معرفت رکھتا ہوں اور اس عظمت و جلال کے سامنے ہر مخلوق لرزائ ہے۔ میں بھی ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نافرانی کی تو میرا کیا حال ہو گا۔ میں یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہوا اور میں اس میں رو بدل کرنا شروع کر دوں۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي آنُ أَبْدَلُهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِي میں یہ نہیں کر سکتا۔

تیرے قُلْ مَا يَكُونُ لِي کے معنے یہ ہیں۔ میں بچھتا ہو۔ مجھے پہچانتے والے نہیں تھے۔ مجھ سے دشمنی کرنے والے سارے ہی تھے۔ چند ایک تھے اپنے جو تھوڑا بہت مجھے پہچانتے تھے۔ جب خدا نے کہا میرے نام پر، میری تعلیم کی طرف روسائے مکہ کو اور ساری دنیا کو بلا و تو سارے ہی میرے مخالف ہو گئے۔ میری جان کے دشمن ہو گئے۔ تیرہ سالہ کی زندگی میں مجھ پر اور مٹھی بھر میرے مانے والوں پر اتنا ہائی مظلوم انہوں نے ڈھائے۔ خدا نے کہا ہجرت کر جاؤ۔ میں مدینہ چلا گیا خدا کے حکم سے۔ میرا پیچھا کیا انہوں نے۔ میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ سارے کے سارے عرب کو میرے خلاف اکٹھا کر لیا۔ حملہ آور ہو گئے مدینہ پر۔ ہوتے رہے۔ جب کچھ جوش ان کا ٹھنڈا ہوا تو کسری اور قیصر کو میرے خلاف کر دیا۔ اتنی زبردست طاقتیں

ایک اکیلے کے خلاف جمع ہو گئیں کہ ان کی ایذا سے بچنا ممکنات میں سے تھا۔ اگر میرا خدا مجھ پر احسان نہ کرتا جس نے پہلے دن سے مرتے دم تک احسان پر احسان کیا مجھ پر۔ میری جھولیاں بھر دیں اپنے احسانوں سے اور اپنی بشارتوں سے قیامت تک کے لئے میری امت کی خوشحالی کے سامان پیدا کر دیئے۔ اتنے بڑے احسان کے بعد مجھ سے یہ ہو سکتا ہے؟ قُلْ مَا يَكُونُ لِّيَ آنُ أَبْدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِيُّ کہ میں خدا کے کلام کو اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں بے وفا اور احسان کش نہیں ہوں۔

اور چوتھے قُلْ مَا يَكُونُ لِّيَ آنُ أَبْدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِيُّ کے یہ ہیں۔ اعلان کر دو کہ خدا نے میری فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ میں افترا نہیں کرتا۔ میری فطرت جو ہے وہ افترا نہیں کرتی۔ میں خدا پر کیسے افترا کروں۔ خدا مجھے کہتا ہے یہ تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرو۔ تمہاری خاطر تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہاری مرضی کے مطابق میں رو بدل کیسے کر دوں۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِّيَ آنُ أَبْدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِيُّ میری فطرت Revolt (کراہت) کرتی ہے۔ میں نہیں کر سکتا ایسا کام۔ فطرتیں بدل جاتی ہیں حالات میں عادتیں بن جاتی ہیں۔ اور آخری معنے اس کے یہ ہیں قُلْ مَا يَكُونُ لِّيَ آنُ أَبْدِلُهُ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِيُّ جھوٹ بولنا میری عادت نہیں۔ چالیس سال تم میں رہا ہوں۔ تم گواہ ہو کہ جھوٹ بولنا میری عادت نہیں ہے۔ اس وجہ سے بھی عادت نہیں ہے کہ خدا کے پیار کی گود کا پالا ہوں۔ میری فطرت بد لی نہیں جاسکتی تھی جب کہ خدا تعالیٰ کے نور نے میرا احاطہ کیا ہوا اور اس کی گود میں میں نے پروش پائی ہو۔ إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ میں بدلوں گا نہیں۔ میں پیروی کروں گا اس وحی کی جو مجھ پر نازل ہوئی ہے اور جو میرے ماننے والے ہیں وہ میرے نقش قدم پر اس وحی کی پیروی کرنے والے ہوں گے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ یہ ذمہ داری ہے جماعت احمدیہ کی۔ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمِ عَظِيمٍ اگر نافرمانی کروں تو عذاب یوم عظیم سے میری حفاظت کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ امت محمدیہ کا کوئی فرد نافرمانی کرے گا اپنی مرضی کے مطابق، ماحول سے منتشر ہو کر، خدا تعالیٰ کے کلام اور احکام کو بد لے گا اور سمجھے گا کہ وہ معاف کر دیا جائے گا اس بغاوت کے بعد بھی۔ یہ بڑی خطرناک غلط فہمی ہے اس

سے پہنچا چاہیئے۔

خدا کی وحی نے اس دین کو، اس تعلیم کو، اس نظام کو، اس معاشرہ کو مکمل کر دیا۔ آلِیوَمْ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيَنَكُمُ (المائدة: ۲۰) میں ایک اور تصور بھی آ گیا۔ ٹھیک ہے ردوبدل نہیں کوئی اور نہ لاوے لیکن جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کو دور کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اعلان فرمایا قرآن عظیم میں کوئی خامی نہیں جسے دور کرنے کی قیامت تک ضرورت ہے۔ اس واسطے کی ردوبدل کی بھی ضرورت نہیں۔

یہ جو معاشرہ ہے اور نظام ہے اور اسلامی احکام کے مطابق زندگی گزارنا ہے، یہ بتارہا ہے کہ اسلام تو مخالفتوں کی گھناؤنی ظلمت کے باوجود اپنی روشنی کو پھیلاتا رہا اور إِنَّا تَبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيْنَا کا جو نظارہ تھا آپ کے تبعین میں بھی وہ چودہ سو سال میں نظر آ رہا ہے بڑا لمبا مضمون بنتا ہے۔

اُس وقت کسری اور قیصر تھے۔ اس وقت امریکہ، یورپ، ماسکو USSR اور چین وغیرہ بڑے بڑے ملک ہیں جنہوں نے دنیا میں ترقی کی۔ یہ علاقے کسی زمانہ میں اتنے پس ماندہ تھے کہ کوئی انہا نہیں۔ اس وقت ان کی روحاں ترقیات اتنی مغلوج ہیں کہ آدمی سوق کے بھی پریشان ہوتا ہے۔ یہ خود پریشان ہیں۔ میں باہر جاتا ہوں۔ مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ ایسے ان میں بھی ہیں جنہوں نے یہاں تک کہا کہ پہلے انبیاء کی جو جماعتیں تھیں، جن قوموں کی طرف ان کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے انکار کیا، ان کی بد فعلیوں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا اور صفحہ ہستی سے ان کو مٹا دیا ہم پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا یعنی ایک طرف اتنی زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ بھی ہیں۔ دوسری طرف ان کی سوچوں میں یہ خیالات بھی آتے ہیں۔ خود میں نے کانوں سے سنے ہیں۔ اگر ہلاکت کو طلب کرنے والوں کی جماعتوں میں آپ میں سے کسی نے شامل ہونا ہے تو آپ کی مرضی اور اگر خدا کے پیار کو حاصل کر کے ان کی اصلاح کی توفیق پانی ہے اور خدا کے پیار کو اسی طرح حاصل کرنا ہے جس طرح خدا کے پیار کو پہلوں نے حاصل کیا تو یہ آپ کے اپنے اوپر موقوف ہے۔ ہر شخص اپنی مرضی جان کا ذمہ دار ہے اور جماعت اس بات کی ذمہ دار ہے کہ جو خدا کے احکام کی طرف توجہ نہیں کرتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو داغدار

کرنے کی اپنی عملی کوششوں، اپنے بداعمال سے کوشش کرتا ہے اسے جماعت سے باہر نکال دو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو نظام لائے میں نے کوشش کی ہے وہ واضح کر دوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی نظام قائم نہیں کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا نظام قائم کیا اور یہ اعلان کیا کہ مجھے اتنا پیار ہے اس نظام کے ساتھ کہ اگر میں اپنی ذرا سی بھی مرضی بیچ میں چلاوں اور کوئی ردوبدل کروں تو میں ڈرتا ہوں کہ مجھے عذاب یوں عظیم سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا اِنَّ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ تو آپ کو کون بچانے والا ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے ہونے کا دعویٰ کریں گے؟ یہ خیال کریں گے کہ خدا تعالیٰ سے وہ پالیں گے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پاسکے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وہ پایا کہ جو فرشتوں کا خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچا۔ وہ جو حضرت آدم علیہ السلام کا قرآن کریم میں واقع ہے وہ فرشتوں کی جہالت کا نمایاں مظاہرہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں ملتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے پیارے نبی، رسول ایک چھوٹی سی جماعت تھی اس وقت انسانوں کی ان کی طرف بھیجے گئے تھے۔ عام ان کو تعلیم دی گئی تھی۔ ایک چھوٹا سا حصہ قرآن کریم کا ان کو ملا تھا لیکن انسانوں کو جو ملنے والا تھا وہ تو خدا تعالیٰ کا انعام اپنے عروج کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ملا اور اتنی شان سے ملا ہے انعام آپ کو تو ساری عمر خدا تعالیٰ کی حمد کرتے رہیں تو آپ اس کا شکر نہیں ادا کر سکتے۔ میرا سر سجدہ میں جب زمین کے اوپر نکلتا ہے ما تھا تو اس وقت یہ احساس نہیں ہوتا کہ میں بہت جھک گیا ہوں۔ اس وقت یہ احساس ہوتا ہے کہ جتنا جھکنا چاہیے خدا کے سامنے نہیں جھک سکا کیونکہ زمین اس طرف سے روک ہو گئی۔ ہر ایک کا یہی خیال ہونا چاہیے۔

تو یہ ابتدا ہو گئی ہے میری تقریر کی۔ سوچا میں نے آج یہ کہ کچھ عرصہ غیر معینہ تک انتہائی پیار کے ساتھ آپ کی اصلاح کی کوشش کروں گا۔ آپ کو آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا۔ سارے تو اس اصلاح کے محتاج نہیں لیکن اس اصلاح کے محتاج ہیں کہ جہاں تک انہوں نے پیار

حاصل کیا اس سے زیادہ پیار حاصل کریں اور کچھ تھوڑی سی تختی بھی ساتھ کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام نے آج ساری دنیا پر غالب آنا ہے اپنی حسین تعلیم کے ذریعہ سے، پیار اور خدمت کے ذریعہ سے تو آپ کو اپنی زندگیوں میں انقلاب عظیم لانا پڑے گا قبل اس کے کہ نوع انسانی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب عظیم پا ہو۔ اس کے لئے تیاری کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین

(از رجہ خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



قرآن کریم میں ہر زمانہ کے مسائل کا حل رکھا گیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ فروری ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصی ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأَطْمَانُوا بَهَا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيمَانِنَا غَفَلُونَ اُولَئِكَ مَا أُولَئِكُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ يَهْدِيْهُمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَرُ فِي جَنَّتِ التَّحْسِيْمِ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ
اللَّهُمَّ وَتَحْمِيْهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

(یونس: ۸۱) ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔

جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور اس ورلی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر
انہوں نے اطمینان کپڑ لیا ہے اور پھر جو لوگ ہمارے نشانوں کی طرف سے غافل ہو گئے۔ ان
سب کا ٹھکانا ان کی کمائی کی وجہ سے یقیناً دوزخ کی آگ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا جَوَلُوكَ ایمان لائے اور انہوں نے مناسب حال عمل کئے۔ انہیں
ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے کامیابی کے راستے کی طرف ہدایت دے گا اور آسانش والی
جنتوں میں انہی کے تصرف کے نیچے نہ رہیں بہتی ہوں گی۔ ان جنتوں میں خدا کے حضور ان کی

پکار یہ ہوگی۔ اے اللہ تو پاک ہے اور ان کی ایک دوسرے کے لئے دعا یہ ہوگی کہ تم پر ہمیشہ کے لئے سلامتی ہو اور سب سے آخر میں بلند آواز سے یہ کہیں گے کہ اللہ ہی سب تعریفوں کا مستحق ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

ان آیات میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ایسے انسان بھی بستے ہیں۔ **الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** جو ہمارے انعامات کی امید نہیں رکھتے ایسے انسان بھی بستے ہیں جو ہمارا خوف اور ہماری خیانت اپنے دلوں میں نہیں رکھتے۔ **لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** یہ فقرہ بہت سی باتیں بتاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے یعنی دہریہ جو ہیں وہ بھی خدا سے امیدیں نہیں رکھتے۔ جو لوگ خدا کا ایک بہم سا تصور اپنے ذہنوں میں پاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ ہے تو سہی لیکن اتنی عظیم ہستی! اس کو کیا ضرورت پڑی کہ ہم حیرتوں سے ذاتی محبت کا تعلق رکھے۔ انگریزی میں اسے وہ کہتے ہیں امپرشنل گاؤ (Impersonal God) یعنی ایسا خدا جو ذاتی تعلق اپنی مخلوق سے نہیں رکھتا۔ اس کی طرف بھی **الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** اشارہ کرتی ہے۔ پھر وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی ہستی کا بہم سا تصور اپنے دماغ میں رکھتے ہیں لیکن سمجھتے ہیں کہ زندگی اسی دنیا کی زندگی ہے مریں گے سب کچھ ختم ہو جائے گا اخروی زندگی نہیں۔ اخروی زندگی کے ساتھ جن دو چیزوں کا تعلق ہے دوزخ اور جنت وہ بھی نہیں۔

اخروی زندگی کی جنتوں کے لئے جن اعمال صالح کی ضرورت ہے ان کے بجالانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ ہے ہی نہیں۔ اخروی دوزخ سے بچنے کے لئے جن بد اعمالیوں سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے وہ بھی بے فائدہ ہے کیونکہ نہ اخروی زندگی نہ اخروی سے تعلق رکھنے والی کوئی جنم **الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا** کا فقرہ ان سب قسم کے دماغوں پر حاوی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دماغ اس دنیا میں جو زندگی گذارتے ہیں اس کا نقشہ یہ ہے۔ **رَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُدْنِيَا پَرِ اكتفَا** کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے ان کے دل خالی ہوتے ہیں۔ دنیا ہی دنیا ہے۔ جھوٹ بول کے ملے لے لو۔ چوری کر کے ملے لے لو۔ ڈاکہ مار کے ملے لے لو۔ وہو کہ دے کے ملے فریب سے ملے لے لو۔ تول کم کر کے ملے لے لو۔ ملاوٹ چیزوں میں کر کے پیسے ملیں لے لو۔ دوسروں کی جیب کتر کے ملیں لے لو۔ پانی ملا دو اور وزن زیادہ

کر دو کمالو دنیا۔ روئی کے بندل بناؤ اس کے اندر انٹیں ڈال دو کرو۔ یہ دنیا ہے۔ رَصُوَا
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیا پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ محبت الٰہی سے دل ان کا خالی ہوتا ہے اخروی زندگی
کی نعمتوں کا کبھی خیال آہی نہیں سکتا۔ ضَلَّ سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (الکھف: ۱۰۵)
ساری کوششیں اس ورلی زندگی کے اندر ہی گھومتی اور ضائع ہو جاتی ہیں۔ زین کی طرف جھکتے
ہیں وہ لیکن ان رفعتوں کی طرف ان کی پرواز نہیں جن رفعتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے
بنایا اور جن رفعتوں کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ہدایت دی۔
جن کا پانا انسان کے لئے آسان کر دیا کیونکہ اپنی سمجھ اور عقل کے ساتھ ان رفعتوں کے حصول کی
راہیں اس پر روش نہیں ہو سکتی تھیں۔ زین کی طرف جھکتے ہیں ان رفعتوں میں پرواز کرنے کی
کوشش نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول سے بے رغبتی برتنے ہیں۔ ساری کی ساری
زندگی اس گندی دنیا، بے وفادنیا کے لئے ہے۔

اور اس کے ساتھ اَطْهَمَأَنُوا بِهَا تیسری بات یہ بتائی کہ یہ لوگ مطمئن بھی ہو جاتے ہیں
یعنی دنیا کے حصول کے بعد کسی اور اس سے بہتر چیز کے حصول کی طرف ان کی توجہ پھر ہی نہیں
سکتی۔ مزید ترقیات کا خیال ان کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ دنیوی ترقیات کے علاوہ جو مزید ترقیات ہے
ہیں ان کا ترک روحانی ترقیات سے تعلق ہے۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ کا پیار مل جانے کے ساتھ تعلق ہے
نا۔ ان کا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے ساتھ تعلق ہے نا۔ ان کا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت میں فنا ہو جانے کے ساتھ تعلق ہے نا۔ ان کا تو ان را ہوں پر چلنے سے تعلق ہے جن
راہوں پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم ہمیں نظر آئیں۔

ان کا تعلق تو اس خاتمہ پر ہے، خاتمہ بالخیر پر۔ جس کی طرف قرآن کریم نے صراط مستقیم
کے ذریعے ہدایت دی۔ ان کا تعلق تو ان جنتوں سے ہے جن جنتوں کی وسعت زمانی و مکانی جن
جنتوں کی وسعت اپنی نعماء کے لحاظ سے، جن جنتوں کی وسعت خدا تعالیٰ کے پیار کے لحاظ سے
اتنی زیادہ ہے کہ دنیا اس کے مقابلے میں ایک حقیر ذرے سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔
وَ اَطْهَمَأَنُوا بِهَا لیکن یہ لوگ بد قسمت دنیاوی زندگی پر اطمینان کپڑا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ
دنیوی زندگی کے علاوہ کچھ اور حاصل کیا ہی نہیں جا سکتا۔ مزید ترقیات کا خیال وہ ترک کر دیتے

ہیں۔ دنیا دار دنیا پر ٹھہر جاتا ہے۔ اطمینان کپڑا لیتا ہے۔ اس سے کہیں بہتر احسن ارفع ترقیات کو نظر انداز کر دیتا ہے اس کے لئے کوششیں ترک کر دیتا ہے۔

اور یہ جو رَصْمُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا ہے راضی ہو گیا یہ پورے کا پورا راضی ہو جاتا ہے۔ اس میں پھر کسی اور رضا کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ وقت نہیں ہے رَصْمُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا بلکہ اپنے نزدیک وہ سب کچھ یہی سمجھتے ہیں اور اپنی ہلاکت کا سامان پیدا کرتے ہیں۔

چوتھی بات یہاں یہ بتائی:- وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيتَنَا غَفِلُونَ۔ لَا يَرْجُونَ لِقاءَنَا۔ رَصْمُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ اُطْمَأْنُوا بِهَا کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی رحمت سے جو اپنی آیات نازل کیں اس معنی میں بھی کہ قرآن کریم میں تمام وہ آیات آگئیں کہ جو تعلیم کے لحاظ سے شریعت کے لحاظ سے ہدایت کے لحاظ سے اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں اور اس لحاظ سے بھی کہ قرآن کریم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی ان آیات کے مشاہدے کرتا ہے کہ جو تعلیم میں نہیں بلکہ اس کائنات میں نشان، آسمانی نشان جو خدا تعالیٰ کی محبت ظاہر کرتے ہیں، وہ آسمانی نشان جو وہ اپنے بندوں کے لئے بطورِ مدد اور نصرت کے بھیجا ہے، وہ آسمانی نشان جو ان لوگوں پر قہر کی چلی کی صورت میں آسمان سے اترتے ہیں جو اس کے پیاروں کو ستنے والے ہیں، وہ آسمانی نشان جن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین کی دنیا اور آسمان بھر پور اور معمور ہے اتنی کثرت سے نشان، اتنے عظیم نشان، ظاہری نشان، باطنی نشان، تعلیم کے لحاظ سے نشان، مجذرات کے لحاظ سے نشان، خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے، ان سے غافل۔ یہ لازمی نتیجہ نکلا اس کا۔ اور اس غفلت کے نتیجہ میں نشان تو جھنجھوڑتے ہیں چاہے وہ انذاری نشان ہوں خواہ وہ تبیشری نشان ہوں خواہ وہ تعلیمی نشان ہوں خواہ وہ حسن ہو ہدایت اور شریعت کا خواہ وہ کمال ہو اصول شریعت کا خواہ وہ روشن راہ ہو جس کے اوپر چلنے کی ہمیں ہدایت دی گئی ہے خواہ وہ نور ہو جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ملتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے جب ہر چیز سے محروم ہو گئے اپنے پر ہدایت کے دروازے بند کر لئے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيتَنَا غَفِلُونَ۔ لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ نشانات کے دیکھنے سے آنکھیں انہی نشانات پڑھنے سے زبان بے حرکت، زبان حرکت کرتی ہے تو ہم پڑھتے ہیں نا۔ نشانات سننے سے کان

بہرا، نشانات سمجھنے سے دماغ میں فراست اور ذہانت کی بجائے حمق بھرا ہوا ہے۔ نشانات کے اجتماعی اثر کو قبول نہ کرنا اس لئے کہ صحن سینہ نور نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سے بھرا ہوا نہیں بلکہ شیطانی ظلمات سے اندر ہیرا ہی اندر ہیرا ہے وہاں۔ تو یہ ایک گروہ ہے جس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوں کی اس آیت میں کھینچا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔

مَا وَمِهْمُ الثَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ گناہ کے بعد انہوں نے تو بہ نہیں کی۔ پیشیان نہیں ہوئے اپنی غفلتوں پر بلکہ کسب کے معنی ہیں جمع کرنے کے بھی یعنی توبہ کا فقدان۔ توبہ جو ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو توبہ کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا۔ تختی اس کی صاف ہو جاتی ہے لیکن یہاں یہ ہے کہ نہ پیشیانی، نہ احساس گناہ، نہ توبہ، نہ خدا سے مغفرت کا چاہنا۔ گناہ پر گناہ جمع ہونا شروع ہو گیا۔ کسب گناہ کیا۔ عربی میں اسے ہم کسب گناہ کہیں گے اور جب گناہوں کا پلڑا بھاری ہو گیا نیکیوں سے۔ ہر گناہ گاربھی کوئی نہ کوئی نیکیاں بھی کر رہا ہوتا ہے اپنی زندگی میں، کتنے کوروٹی دے دی۔ جہاں سو جھوٹ بولے وہاں پچاس ساٹھ سچ بھی بول دیئے لیکن یہاں یَكْسِبُونَ کسب گناہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی نیکیاں کم وزن ان کے گناہ بڑے وزن والے۔ تو انہوں نے ان کی نہیں۔ پیشیانی کے آثار نظاہر نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول نہیں کیا۔ ساری زندگی ایک کے بعد دوسرا گناہ جمع ہوتا رہا۔ اس لئے الْتَّارُ نار جہنم وہ ان کا ٹھکانہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے پیار سے اپنی روح میں جلا پیدا نہیں کر سکے اللہ تعالیٰ ان کے زنگ کو دور کرنے کے لئے جہنم میں انہیں پھیلنے گا تاکہ سزا کے نتیجہ میں پھر ایک وقت ایسا آئے کہ جب وہ اتنی سزا بھگت لیں تو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہاں کہ ان کے مقابلہ میں ایک اور گروہ بھی ہے **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا** چونکہ یہاں اس کے مقابلے پر آیا ہے۔ اس لئے ایمان کا اشارہ ان تمام باتوں کی طرف ہو گا جن کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو ایمان لا یا اللہ پر اور لَا یَرْجُونَ لِقَاءَنَا جن کے متعلق کہا گیا تھا اس گروہ میں شامل نہیں ہوا۔ یہاں ایمان اس طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کے اس کی معرفت حاصل کی اس کی ذات کی بھی اور اس کی

صفات کی بھی۔ یہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اپنی ساری امیدیں اسی سے وابستہ رکھتے ہیں اور غیر اللہ کی طرف نگاہ نہیں رکھتے اور امید کا حقیقی مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتے ہیں۔ **أَمَّنْوَادُهُ إِيمَانٌ لَا تَتَّبِعُهُنَّ** کی عظمت اور اس کے جلال کو وہ سمجھتے ہیں اس کی کبریائی کے جلوے ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان کے دل خشیت اللہ سے بھر جاتے ہیں اور لرزائیں ترساں اپنی زندگیوں کے دن گزارنے والے ہیں۔

اور وہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر، وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو تقبیل کرتا ہے۔ انسان ہیں غلطیاں ہو جاتی ہیں ان سے۔ مومن ہیں غلطی کرتے ہیں پیشمان ہوتے ہیں۔ پیشمان ہوتے ہیں اپنے رب کی طرف رجوع کرتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اپنے غفور خدا سے مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ایمان لاتے ہیں کہ توبہ کے نتیجہ میں گناہ جمع نہیں ہوا کرتے بلکہ تختی صاف ہو جاتی ہے اور نیکیوں کا پله بھاری ہو جاتا ہے۔

يَوْمَ كُروُهُ هُوَ وَعَمِلُوا الصِّلَاحَتِ جو نیک اور مناسب حال عمل کرتے ہیں۔ نیک عمل حقیقتاً وہ ہے جو قرآن کریم کی ہدایات کے مطابق کیا جائے۔ قرآن کریم نے ہماری ساری زندگی کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز قرآن کریم تم سے محاسبہ کرے گا کہ چھ یا سات سو جتنے بھی احکام ہیں ان کے مطابق تم نے اپنی زندگیاں گزاریں یا نہیں قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنا ہر امر اور نہیں کے مطابق زندگی گزارنا یہ نیک زندگی ہے یہ پاک زندگی ہے لیکن قرآن کریم صرف نہیں کہتا کہ نیک بناوس معنی میں کہ جو ہدایت تمہیں دی گئی ہے اس کے مطابق عمل کرو۔ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ نیک بھی بناور صاحب فراست بھی ہن اور نور بھی خدا تعالیٰ سے حاصل کرو تو تاکہ جہاں قرآن کریم کی ہدایت ہی دور است تمہارے سامنے کھولے اور تمہیں اختیار دے کہ جو مناسب حال راستہ ہے اس کو اختیار کرو تو تم واقعہ میں مناسب حال راستہ اختیار کرنے والے ہو۔ مثلاً کہا گیا کہ جو تیرا گناہ کرتا ہے اسے معاف بھی تو کر سکتا ہے بدلہ بھی تو لے سکتا ہے لیکن مناسب حال را کو اختیار کر اگر معافی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے معاف کر دے۔ اگر انتقام سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے معاف نہ کر انتقام لے۔ بعض لوگ معافی دے کر گناہ کرتے ہیں۔ معافی دے کر گناہ گار کو گناہ میں

بڑھانے والے بن جاتے ہیں۔ معاف کر کے گناہ کرنے میں اس کے مدد اور معاون بن جاتے ہیں۔ بہت سے احکام ہیں جن پر مناسِب حال ہونے کا حکم چسپاں ہوتا ہے اور اس کے مطابق ہمیں عمل کرنے کا حکم ہے۔

الصلحت میں جو مناسب حال ہے یعنی وَعَمِلُوا الصَّلِحَتِ اس میں جو مناسب کا مفہوم ہے اس سے ایک اور بات کا بھی ہمیں پتہ لگتا ہے اور وہ ایک اور چیز کی طرف اشارہ ہے قرآن کریم نے یہ اعلان کیا کہ میں کتاب مبین بھی ہوں اور کتاب مکنون بھی ہوں تعلیم کا جو پہلو زمانے کے لحاظ سے مناسب حال ہے۔ مراد ہے تعلیم تو اپنی جگہ قائم ہے اس میں تو کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں ہو سکتا جیسا کہ میں نے پچھلے جمع میں لاہور میں کھول کے بیان کیا تھا لیکن ایک ہی تعلیم ہے اس کے بہت سے پہلو نکلتے ہیں۔ کچھ پہلو وہ نکلتے ہیں جن سے بد لے ہوئے حالات میں قرآن کریم کی بنیادی تعلیم کا ایک پہلو اجاگر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے پاک بندوں مطہرین میں سے کسی کو چنتا اور اسے سمجھتا ہے کہ ہمارا جو یہ حکم ہے اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ وہ مکنون کا حصہ جو ہے چھپی ہوئی چیز وہ ظاہر ہو جاتی ہے، وہ روشن ہو کے ہمارے سامنے آ جاتی ہے پھر وہ مبین کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کامل اور مکمل شریعت اس لئے بھی ہے کہ وہ مسائل جوز زول قرآن سے صدیوں بعد پیدا ہونے والے تھے ان مسائل کو بھی قرآن عظیم نے احسن رنگ میں بہترین رنگ میں حل کیا اور حل کیا اپنے ان بندوں کی وساطت سے جنہوں نے خدا کا پیار حاصل کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے نتیجہ میں اور اللہ تعالیٰ خود ان کا معلم بنا اور اسرار قرآنی اس نے ان کو سکھائے اور اس زمانہ پر حرم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اس زمانہ کے، جو بھی زمانہ تھا جو بھی صدی تھی، اس میں نئے مسائل جو ابھرے تھے ان کا قرآن کریم کی ہدایت کی روشنی میں حل انسان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ جس معنی میں یہاں ایمان کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ لوگ جو اس معنی کے لحاظ سے ایمان کے ہر پہلو کے لحاظ سے مومن ہیں اللہ تعالیٰ کا میابی کی راہ پر انہیں آ گے ہی آ گے بڑھاتا چلا جاتا ہے **يَهْدِيهِمْ** یعنی یہاں یہ بات بتائی گئی ہے کہ انسان ایک وقت میں نیک کام کرنے والا، مناسب حال کام کرنے والا بھی ہے لیکن جو آج کے بعد ہیں

سالہ اس نے زندگی گزاری کی وقت میں وہ ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے۔ یہ بھی اس کے ساتھ گاہوا ہے اس واسطے خدا تعالیٰ کی ہدایت کے بغیر ہم اپنے بہتر خیر خاتمه تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی یہاں بشارت دی کہ تم ایمان اور عمل صالحہ پر قائم رہو۔ خدا تعالیٰ تمہارا خاتمه بالخیر کرنے کا سامان پیدا کر دے گا۔ **يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ** تمہارا خاتمه بالخیر ہو گا یعنی آخری سانس تک تم خدا تعالیٰ کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھو گے تم خدا کے اخلاق اپنے اخلاق پر چڑھا کے زندگی گزارنے والے ہو گے۔ تم فانی فی اللہ اور فانی فی محمدؐ کی حیثیت میں اپنے اپنے دائرہ استعداد میں اپنی زندگیوں کے اوقات گزارنے والے ہو گے۔ تم پر خدا تعالیٰ یہ فضل کرے گا۔ اپنی کوشش سے انسان ایسا نہیں کرسکا۔

یہ جو عمل ہے اس میں مثلاً ہم کسی کو عمل صالح، کسی کو اس کا حق دیتے ہیں مال کے لحاظ سے کوئی ایسا طالب علم ہونہا ر آ جاتا ہے جس کا ہم وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔ اس کا حق خدا نے قائم کیا ہے۔ یہ بھی عمل صالح ہے اور خدا تعالیٰ کی تسبیح و تمجید کرنا اس کی کبریاٹی بیان کرنا اور اس کے جلال اور اس کی جو عظمت ہے اس کا ہر وقت اپنے ذہنوں میں تصور رکھنا اور دنیا کے سامنے اس کی عظمت و جلال کو پیش کرنا اس کے حسن کے جلووں سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرنا دعاوں کے ذریعے۔ تو دعا بھی عمل میں شامل ہے۔ اسی واسطے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ جس شخص نے کامیاب ہونا ہو وہ تدبیر کو بھی اپنی انتہا تک پہنچائے جو ظاہری چیز ہے اور دعا کو بھی اپنی انتہا تک پہنچائے۔ جب دعا اور تدبیر دو مختلف چیزیں چلتی چلتی ایک نقطے پر اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ نقطہ کمال پر تب اللہ تعالیٰ فضل کرتا اور دعا کو قبول کرتا اور تدبیر میں اپنی رحمت سے ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ انسان **يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ** اس ایمان میں دعا شامل ہے دعا بھی عمل صالح ہے **اللَّهُ أَكْبَرَ** کہنا اور **سُبْحَانَ اللَّهِ** کہنا خدا تعالیٰ کی صفات کا اور دکرنا یہ سب دعاوں میں شامل ہیں۔

تو جو شخص دعاوں میں لگا رہتا ہے (ایمان میں وہ بھی ہے) اور دوسرے احکام بھی بجالاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسا سامان پیدا کرتا ہے کہ کامیابی کی راہ پر خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو آگے ہی آگے بڑھاتا چلا جاتا ہے اور ان کا خاتمه بالخیر ہوتا ہے ساری عمر نیکی پر وہ قائم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے

فضل کے ساتھ یہ خاتمہ بالخیر یہ نویں بات بتائی اللہ تعالیٰ نے۔

وسیں یہ بتایا:- **دَعُونِهِمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَتَحْمِيلُهُمْ فِيهَا سَلَمٌ**
وَأَخْرُ دَعُونِهِمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ زیادہ لمبی تفسیر کرنے کی بجائے میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اس آیت سے ہمیں پڑتا لگا، یہ بات بڑی اہم ہے مجھ سے بھی بہت دفعہ بہتوں نے سوال کیا کہ کیا جنت میں عمل نہیں ہوگا تو یہ بھی بعض لوگوں کے دماغ میں الجھن پیدا کرتا ہے بعض ناجھی سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں کوئی عمل نہیں ہے۔ اس دنیا میں ہے۔ ہمارا محاورہ بھی ہے کہ یہ عمل کی دنیا ہے۔ عمل عمل میں فرق ہے۔ ایک وہ عمل ہے جو امتحان کے طور پر ہوتا ہے یعنی ایک وہ عمل ہے جو مثالی۔ اے کا ایک طالب علم کر رہا ہے۔ محنت کرتا ہے۔ بڑی محنت کرتا ہے راتوں کو جاگتا ہے، جو اپھے پڑھنے والے ترقی یافتہ اقوام میں ان کے نوجوان اتنی محنت کرتے ہیں کہ آپ اندازہ نہیں لگ سکتے۔ آکسفورد میں میں نے دیکھا کہ محنتی طالب علم اپنی کلاس کے علاوہ بارہ تیرہ گھنٹے روزانہ اتوار سمیت سات دن ہفتہ کے سارے دنوں میں بارہ تیرہ گھنٹے خود اپنے کمرے میں بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ یہ عمل ہے جس کے بعد وہ کسی نتیجہ یعنی امتحان میں یا فیل ہو گا یا پاس ہو گا یعنی ایسا عمل جس کے نتیجے میں فیل ہونا یا پاس ہونا لگا ہوا ہے۔ یہ جو ساری دنیا ہے ہماری جس کو ہم عمل کی دنیا کہتے ہیں اس کو ہم جزا کی دنیا بھی کہتے ہیں یعنی یہاں کے سارے اعمال ایسے ہیں جن کے نتیجے میں یا اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو گا یا اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو گا یا ہمارے اعمال مقبول ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں قبول کرے گا۔ اپنی رحمت سے یار دکر دیئے جائیں گے یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی جنتوں میں ہمیں داخل کرے گا مرنے کے بعد یا غضب کی آگ میں انسان کو جننا پڑے گا۔ تو یہ ایسے اعمال ہیں جزا اور سزا جن سے متعلق ہیں۔

بعض ایسے اعمال ہیں جن کے ساتھ جزا اور سزا متعلق نہیں جنت معمور الاوقات ہے۔ لکھا نہیں بیٹھے گا انسان۔ خدا کی جنتوں میں کام کرنا پڑے گا اور اس کی دو مشالیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے دی ہیں خدا تعالیٰ کی تشیع اور تحریک کرنا۔ **دَعُونِهِمْ فِيهَا سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ** اور **وَأَخْرُ دَعُونِهِمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** بڑا عمل جنتیوں کا اللہ تعالیٰ کے پیار میں اس کی تشیع اس کی تقدیم اس کی حمد کرنا یہ عمل ہوگا اور دوسرا انسانوں کے ساتھ تعلق

رکھنے والا عمل ہوگا اور وہ یہ ہوگا۔ **تَحِيَّةٌ هُوَ فِيهَا سَلَّمَ** ان کے لئے دعائیں کرنا۔ یہ دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمتیں اور اس کے پیار کے جلوے پہلے سے زیادہ نازل ہوں تم پر ایک دوسرے کے لئے دعا کر رہے ہوں گے۔ یہ نہیں ہوگا کہ انسان مرنے کے بعد جس جنت میں جائے گا جب وہ وہاں سُبْحَانَ اللَّهِ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ كہہ رہے ہو مگر تمہارا اس دنیا میں تو بعض انسانوں کو کہتا ہے کہ تم زبان سے سُبْحَانَ اللَّهِ کہہ رہے ہو حالانکہ خدا تعالیٰ میں تو کوئی عیب نہیں ہے۔ وہ تو ہر لحاظ سے ہر پہلو سے ہر جہت سے اوپر نیچے ظاہر و باطن ہر لحاظ سے پاک ہے پاکیزگی کا سرچشمہ ہے لیکن تم خدا تعالیٰ کو ایک ہی زبان سے رازق بھی کہہ رہے ہوتے ہو اور اسی زبان سے تم لوگوں سے مانگ بھی رہے ہوتے ہو۔ تم خدا تعالیٰ کو رازق سمجھتے ہوئے۔ رشت دینے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہو لیکن اس قسم کا نقش اور خامی جنت کی دعاؤں میں نہیں ہوگی کہ جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی تشیع اور تحریم بھی رد کر دی جاتی ہے بلکہ پاک زبانوں سے پاک خدا تعالیٰ کی پاک حمد کے ترانے نکلیں گے۔ جو خدا تعالیٰ کو پیارے لگیں گے اور اس کے نتیجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز جنتی ان اعمال مقبولہ کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کے پیار کو پہلے دن سے زیادہ حاصل کرنے والے ہوں گے۔

تو وہاں عمل ہے لیکن یہ خطرہ نہیں کہ ناکام ہو جائیں گے۔ خطرات سے پاک عمل جنت میں بھی ہیں۔ دعائیں ہیں جس کی مثال یہاں دی گئی ہے۔

لیکن وہ لوگ لا یَرْجُونَ لِقاءَنَا کے دائرے کے اندر آتے ہیں وہ تو جس طرح پہلے میں بتاچکا ہوں ان کی کیفیت قرآن کریم نے کیا بیان کی ہے وہ تو اس نعمت سے بھی محروم ہوں گے نا۔ سزا بھکتیں گے۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے ہر ایک کو بڑا سوچا ہے ایک لحظہ کا بھی خدائی قہر جو ہے وہ انسان برداشت نہیں کر سکتا لمبا عرصہ تو علیحدہ رہا۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی رحمت کے سایہ میں رکھے۔ اور إِنَّ الَّذِينَ امْنَوْا وَعَمِلُوا الصَّلِحَاتِ کے گروہ میں ہمیشہ شامل رکھے۔ اس گروہ سے ہمیشہ دور پرے اور ان کے اثرات سے محفوظ رکھے جن کے متعلق کہا ہے إِنَّ الَّذِينَ لَا یَرْجُونَ لِقاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ

الَّذِيَا وَأَطْمَأَنُوا بِهَا وَالَّذِيْنَ كَهْمُ عَنْ أَيْتَنَا غَفِلُوْنَ يہ دنیا ذریعہ بنے اخروی زندگی کی نعمات کا۔ اطمینان اس دنیا کی کسی خوشی سے ہمیں حاصل نہ ہو۔ اطمینان صرف اس وقت ہمیں حاصل ہو جو ہمارے پیارے رب کی آواز ہمارے کان میں پڑے کہ گھبراوئیں میں تمہارے ساتھ ہوں اور خدا تعالیٰ کے نشانات جو ظاہر ہوں دنیا میں ہم اسے دیکھنے والے سمجھنے کی طاقت رکھنے والے ہوں ان سے فائدہ اٹھانے والے ہوں اور خدا تعالیٰ اپنے پیار کے جلوے ہماری ذات میں بھی ہمیں دکھائے۔ ہمارے ماحول میں بھی ہمیں دکھائے اور وہ دن جلد آئے جب ساری دنیا خدا تعالیٰ کے نور سے منور ہونے کی توفیق پائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۶)



ہماری زندگی کی آئندہ صدی

غلبہ اسلام کی صدی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ فروری ۱۹۸۰ء بمقام محمود آباد سنده)

تشہد و تعوّذاً اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَسْعُ مَكَانَكَ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۱) اور اس کے جلوے ہم ہر وقت، ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ آج یہ مکان اللہ تعالیٰ کا گھر اللہ کے بندوں کے لئے نگ نظر آتا ہے اس میں بھی وسعت پیدا ہوئی چاہیئے۔

اور جوں جوں اجتماع بڑا ہو جائے۔ لاوڈ سپیکر کی زیادہ ضرورت پڑ گئی اور لاوڈ سپیکر نے عادت ڈال دی آہستہ بولنے کی اور لاوڈ سپیکر نے مطالبہ کیا مختلطین سے کہ وہ لاوڈ سپیکر کا نظام بہتر بنائیں ورنہ لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اب مجھے کچھ پتہ نہیں کہ میری آواز آپ تک پہنچ رہی ہے یا نہیں۔ (سب جگہ آواز پہنچنے کی آواز دی گئی فرمایا) خدا کرے پہنچتی رہے۔ رات کو نماز کے وقت لاوڈ سپیکر خراب ہو گیا تھا۔

صد سالہ جوبلی کا منصوبہ جب بنا میں اس وقت سے کہہ رہا ہوں جماعت کو کہ ہماری زندگی کی آئندہ صدی، دوسری صدی جو ہے وہ غلبہ اسلام کی صدی ہے اور اس کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہیئے۔ چند سال پہلے کی بات ہے اس وقت پندرہ سال کچھ مہینے رہتے تھے اس صدی کے شروع ہونے میں جس کو میں غلبہ اسلام کی صدی کہتا ہوں۔ کئی سال گزر گئے ہیں اور اب قریباً نو سال باقی رہ گئے ہیں اس صدی کے شروع ہونے میں جو میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی

لقدیر میں غلبہ اسلام کی صدی ہے۔ اس کے لئے جماعت نے فراغ دلی سے مالی وعده کئے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذہین نوجوان دینے شروع کئے۔ پچھے دینے شروع کئے جو جامعہ احمدیہ میں پڑھتے ہیں۔ بڑے ذہین ہیں مخصوص ہیں بہت اچھی وہاں نئی پودنکل رہی ہے ضرورت تھی ہمیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس استقبال کے لئے جوابتدائی کام تھے بہت سی سہولتیں مہیا کر دیں اور بہت سے کام شروع ہو گئے۔ سویڈن میں مسجد بنانے کا پروگرام اسی منصوبہ کے ماتحت تھا۔ گوٹن برگ میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر بڑی اچھی مسجد بن گئی اور اس کے نتیجہ میں وہاں اسلام میں، احمدیت میں لوگ پہلے کی نسبت بہت زیادہ داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اس کے نتیجہ میں اس ملک میں اسلام کی نمائندگی کے بہتر سامان پیدا ہو گئے۔ اسلام کے خلاف جو بغض تھا وہ بہت حد تک دور ہونا شروع ہو گیا۔ اب وہ اسلام کا نام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام غصہ کی بجائے احترام سے لینے لگ گئے ہیں۔ ابھی کچھ ہیں ایسے شقی القلب اور بے نصیب جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو پہچانا نہیں، جنہوں نے پہچانا ہے انہوں نے بھی ابھی پوری طرح نہیں پہچانا۔ اتنا پہچان گئے ہیں کہ ایک ایسی ہستی ہے جس کے متعلق جب بات کریں تو عزت و احترام سے بات کرنی چاہیئے۔

سکنڈنے نیوین کنٹریز (Countries) میں سے ایک ملک رہ گیا تھا ناروے۔ ناروے میں ڈنمارک اور سویڈن سے زیادہ جماعت ہے لیکن وہاں نہ مشن ہاؤس تھا نہ کوئی نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔ یہ بہت مہنگے ملک ہیں۔ انگلستان سے بھی زیادہ یہ مہنگے ملک ہیں۔ نہ پیسہ تھا کہ اتنی مہنگی کوئی عمارت خرید لی جائے جو ہمارے کام آئے، نہ زمین مل رہی تھی۔ بہر حال کوششیں جاری تھیں۔ پچھلے سال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور ایک بہت بڑی عمارت کافی بڑی رقم جو خدا تعالیٰ نے خود اپنے فضل سے مہیا کر دی تھی وہ خرچ کرنی پڑی اور وہاں وہ عمارت مل گئی۔ نماز کے لئے جگہ بن گئی۔ لائبیری کے لئے جگہ بن گئی اور بڑی خوشی کے سامان وہاں کی مقامی جماعت کے لئے بھی اور آپ کے اور میرے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے مہیا کر دیئے۔

پسین عیسائیت کا گڑھ ہے۔ کیتو نزم بڑا گھرا وہاں گڑا ہوا ہے۔ اسلام سے نفرت وہاں عام پائی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ایک وقت میں مسلمان وہاں کا حاکم تھا۔ پھر اپنی ہی غفلتوں

کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے پیار کو وقت طور پر انہوں نے کھویا اور سارا ملک بھی کھویا اس کے نتیجہ میں اور جہاں مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں مسلمان ہی مسلمان اور اسلامی معاشرہ اور اسلام کی شان اور خدا تعالیٰ کی محبت کے جلوے ان کی زندگی میں نظر آ رہے تھے وہاں بت پرستی شروع ہو گئی اور ایک عاجز انسان کو خدا بنا کے انہوں نے وہاں زندگی گزارنی شروع کی اور طبعاً حالات کے نتیجہ میں انہیں بڑی سخت نفرت اسلام اور مسلمان سے تھی، نام نہیں لیتے تھے۔ ہماری سب سے بڑی مسجد مسلمانوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں جو بنائی وہ بیان میں ہے مقف چھت اس کی بہت وسیع ہے۔ ایک منزلہ چھت میں جان کے کہہ رہا ہوں کیونکہ بعض مسجدیں بنی ہیں چھ چھ منزلہ ان کی بات نہیں میں کر رہا ایک منزل ہے اور چالیس ہزار نمازی ممکنہ چھت کے نیچے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اتنی بڑی مسجد ہے جو ہاتھ سے نکل گئی۔ انہوں نے وہاں ایک گرجا بنایا۔ ساری مسجد کو گرجا نہیں بناسکتے تھے کیونکہ ہر دن کا ہر لمحہ جو تھا وہ ان کا مضمون اڑاتا۔ اتنی بڑی مسجد کو گرجا بنایا اور چند آدمی وہاں آئے عیسائی طریقے پر عبادت کرنے کے لئے۔ میں جب ۷۰ء میں اس مسجد کو دیکھنے لگیا تو مجھے وہ گرجا نظر ہی نہیں آیا۔ پرانی عظمتیں اور ان کی یاد میرے ذہن میں آئی تو بڑی محبت کا اظہار کیا ہے اس زمانہ کے مسلمان نے خدا کے ساتھ اور خدا کے گھر کے ساتھ ہیرے جواہرات اور سونے سے وہاں نقش و نگار کر دیئے تھے۔ جڑاؤ کا کام کر دیا اپنی جانوں پر اپنی عورتوں پر ہیرے جواہرات اور سونا خرچ نہیں کرتے تھے۔ خدا کے گھر پر خرچ کر دیا۔ یہ لوٹ کے لے گئے ایک چھوٹا سا گرجا بنادیا۔ نظر میری اٹھی ان ستونوں پر اس کی وسعت پر اور کسی نے مجھے کہا وہ وہ دیکھیں (”وہ“ لمبا کیا دوری بتانے کے لئے) ایک گرجا بھی بنا ہوا ہے اس مسجد کے اندر۔

میں نے ۷۰ء میں تجویز کی کہ تم نے جو ہماری مسجدیں لی ہیں ٹھیک ہے حالات بد لے، لے لیں۔ طیبلہ میں ایک جگہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اس مسجد سے قریباً نصف کے برابر ہے۔ میں نے کہا یہ میں استعمال کے لئے دے دو میں سال کے لئے۔ میں نے وہاں اپنے مبلغ کو کہا بیس سال میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کے حق میں، جماعت احمدیہ کے حق میں اس قسم کا انقلاب یہاں پہاڑ ہو گا کہ اس کے بعد پھر یہ شکل بدل جائے گی اس واسطے ان کو کہو کہ بیس سال

کے لئے نماز کے لئے استعمال کی ہمیں اجازت دے دیں۔ ساتھ ان کے مشن ہاؤس بھی بن سکتا تھا۔ حکومت کہے کہ ہم راضی ہیں اور امید بندھ گئی لیکن جو وہاں کے سب سے بڑے بشپ تھے انہوں نے کہا ہم نے تو کوئی نہیں دینی۔ ان کا وہاں بڑا اثر ہے اس واسطے نہیں مل۔ پچھلے سال خدا تعالیٰ نے ایسا سامان پیدا کیا کہ وہ شہر قربطہ جہاں سب سے بڑی مسجد ہے اس سے قریباً بیس باکس میل کے فاصلے پر ایک زمین مل گئی (مسجد اور مشن ہاؤس کے لئے) اور اجازت مل گئی مسجد بنانے کی۔ یہ سب سے بڑی چیز ہے۔ مقامی منظمہ نے بھی اجازت دی اور مرکزی حکومت نے بھی اجازت دی کہ بے شک یہاں مسجد بنالو۔ اوسلو میں مل گئی۔ یہ زمین مل گئی۔ فرانس اور بھیہم اور اٹلی رہ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے اور ایک سال میں یہاں بھی مساجد کا انتظام ہو جائے گا۔ یہ میں بتا رہا ہوں کہ یہ بھی ایک تیاری تھی استقبال کی کہ ہر جگہ ہمارے مشن ہوں۔ پھر قرآن کریم کی اشاعت کے بھی سامان پیدا ہو گئے جلسے پر میں نے بتایا تھا کہ امریکہ میں ایک مطبع خانہ ایسا ملا ہمیں جس سے ہمارا تعلق قائم ہو گیا ہے۔ کوئی سات آٹھ مہینے کی خط و کتابت کے بعد بہت سے جھگڑوں کے بعد وہ راضی ہوئے قرآن کریم ہمارے لئے چھاپنے کے لئے یہ مراحل جب ط ہو گئے تو چند دن کے اندر بیس ہزار نسخے انہوں نے شائع کر دیئے اور اس طرح ہمیں امید بندھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل کو اگر ہمیں بیس لاکھ کی بھی ضرورت پڑی تو سود و سودن کے اندر بیس لاکھ شائع کر دیں گے۔ بہت بڑا مطبع خانہ ہے۔ وہ بھی میں نے بتایا تھا کہ جلسہ سالانہ پر فضلوں کا منادی خلیفہ وقت بن کر یہ تقریر دوسرے دن کی کیا کرتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہو گیا۔

اس چھوٹی سی تمهید کے بعد اس وقت میں جماعت کو مختلف پیرا یہ میں ایک اور ضروری اور سب سے اہم بات کی طرف توجہ دلارہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اسلام غالب آئے گا اور غالب آئے گا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی جماعت کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ اس جماعت کو یہ توفیق عطا کرے گا کہ وہ ایک صحیح اور پاک تعلیم جو ہے اسلام کی اس کو ساری دنیا میں پھیلانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

خدا تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں بار بار اس طرف انسان کو توجہ

دلائی ہے کہ دیکھو جو میں وعدہ کرتا ہوں وہ پورا ہوتا ہے اس واسطے جب خدا تعالیٰ نے یہ کہا۔ اسلام غالب آئے گا تو اسلام غالب آئے گا اس زمانہ میں۔ قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ میں اسلام نے غالب آنا ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فرمان دیئے انسان کو اور ان میں یہ ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں اسلام غالب آئے گا اور آپ نے جو بھی فرمایا وہ قرآن کریم کی ہدایت اور تعلیم اور آیات قرآنی کی روشنی میں فرمایا۔ جس شخص نے آنا تھا ہمارا عقیدہ ہے اور اس صداقت پر ہم قائم ہیں وہ آگیا۔ مسیح اور مہدی آگئے ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کام لینا تھا۔

بتا میں یہ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے کہا اسلام غالب آئے گا اسلام غالب آئے گا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی تمام روکوں کے باوجود، جماعت کی مخالفت کے باوجود، جماعت کی غربت کے باوجود، جماعت کی کمزوریوں کے باوجود، میرے دماغ میں یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ یہ بات پوری نہیں ہوگی۔ خدا نے کہا ہے ہوگی۔ سو ہوگی یہ حقیقت ہے۔

دوسری حقیقت قرآن کریم نے یہ بیان کی ہے کہ اگر ماننے والی جماعت اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرے گی یادہ بائیوں کے باوجود، سمجھانے کے باوجود، پیار کے باوجود، نرمی کے باوجود، سختی کے باوجود تو خدا تعالیٰ ایک اور قوم لے آئے گا اس جھنڈے تسلی اور ان کے ذریعہ سے غالب کرے گا۔ غالب تو ضرور کرنا ہے اور کرنا جماعت احمدیہ نے ہے مگر افراد بدل جائیں گے اس صورت میں۔ ہمارا دل یہ کرتا ہے کہ افراد نہ بدیں۔ ہمارا دل یہ کرتا ہے کہ میرے اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس عظیم انقلاب کو انسان کی زندگی میں پا کرے۔ اس لئے بہت سے کام خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور اپنی رحمت سے کر دیئے جن کی طرف میں نے کچھ اشارے کئے ہیں۔ جلے پر بھی میں نے کہا تھا کہ نوٹ جو میرے ہاتھ میں ہیں وہ چوہتر صفحے کے ہیں اور جو تقریر میں کروں گا شاید دو چار پانچ صفحے سے آگئے نہ بڑھ سکوں۔

جو سب سے اہم چیز ہے وہ یہ ہے کہ جو اس وقت موجود جماعت احمدیہ کے افراد ہیں ان کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم پا ہو۔ اسلامی تعلیم کے مطابق، اسلامی ہدایت کے مطابق ہمارے مرد اور ہماری عورتیں، ہمارے بڑے اور ہمارے چھوٹے اور ہمارے جوان اور ہمارے

پچ سو زندگی گزارنے والے ہوں۔ جب تک وہ انقلاب جو دنیا میں خداانا چاہتا ہے وہ ہماری زندگی میں نہیں آتا ہم کس طرح اس انقلاب کو دنیا میں پا کر سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ساری دنیا میں اسلام غالب آئے گا، یہ کہنا کہ نوع انسانی، نوع انسانی کا مطلب یہ ہے کہ افریقہ کے رہنے والے قریباً سارے انسان، جنوبی امریکہ کے رہنے والے برازیل وغیرہ وہاں بہت سارے ممالک ہیں وہاں کے رہنے والے سارے باشندے شہلی امریکہ جس کا بہت ذکر آج کل آرہا ہے افغانستان کی گڑبرڑکی وجہ سے وہاں کے سارے باشندے جو ہیں، کینیڈا ہے، یورپ ہے مشرق قریب (Near East) اور مشرق وسطی (Middle East) اور مشرق بعید (Far East) ممالک جو ہیں، جزائر جو ہیں، چائے جو ہے اور یہ جو کیونٹ ایشیا ہے اور جاپان اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور فوجی آئی لینڈ وغیرہ وغیرہ جہاں جہاں انسانی آبادیاں بستی ہیں وہ ساری کی ساری اسلام میں داخل ہو جائیں گی لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مسلمان کھلانے لگیں گے۔ مسلمان کھلانا کسی خطے کا ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ اسلام وہاں غالب ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ وہاں مسلمان کھلانے والوں کی اکثریت ہے۔ غلبہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہوں گے۔ اگر غلبہ اسلام کے یہ معنی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کھلانے لگیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وہ صحیح شکل میں مسلمان ہو کے ان کی روح کے اندر اسلام داخل ہو چکا ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اسلام کے معنی ہیں کامل اطاعت اور مثال یہ دی ہے ہمیں سمجھانے کے لئے کہ جس طرح ایک بکرا جبرا (وہ تو اس کے اوپر جبرا ہو رہا ہے تب) قصائی کی چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ دیتا ہے اس طرح انسان اپنی مرضی سے اور طوعاً بغیر کسی قسم کے جبرا کے خدال تعالیٰ کی اطاعت کے نیچے اپنی گردن رکھ دے۔ یہ ہے اسلام، یہ ہے اسلام کا غلبہ۔ جب ہم کہتے ہیں کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے گا تو ہم یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ساری دنیا کے انسان، اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہونے لگیں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کر خدال تعالیٰ کے پیار اور محبت کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔

روں آج یہ کہہ رہا ہے کہ میں زمین سے خدا کے نام اور آسمان سے خدا کے وجود کو مٹانے کے لئے قائم ہوا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں! تمہارے

ملک میں ریت کے ذریعہ کی طرح مسلمان پایا جائے گا۔ یہ کشف میں نظارہ دکھایا گیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو۔ وہ لوگ جو موجودہ تہذیب کی آزادانہ گندگی میں ملوث ہیں۔ امریکہ کو لے لو۔ لاکھوں کنواری بچیاں، بارہ اور اٹھارہ سال کے درمیان کی وہ شادی کے بغیر بچے جن دیتی ہیں۔ اتنا گند وہاں پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے ایک چیز اُبھر رہی ہے اس گند میں سے۔ جس طرح کھادڑا میں جاتی ہے گندی زمین میں اور وہاں سے گلاب کا پھول نکل آتا ہے۔ ایک وقت میں کثرت کھاد کی نظر آ رہی ہوتی ہے۔ ایک وقت میں کثرت اور توجہ کو جذب کرنے کی طاقت اس تختے کے گلاب میں ہوتی ہے جو پھول بن کے سامنے آ جاتا ہے۔ بہر حال اس وقت تو اکادکا وہاں احمدی ہیں۔ مثلاً احمدی مستورات ہیں۔ بعض کہتی ہیں ہم نقل کریں گی یورپ کی۔ اپنی بہنوں کی جوبے پر دگی کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں امریکہ میں اس گند میں ہماری نواحی بہنیں کہتی ہیں ہم نقل کریں گی صحابیات کی اور وہ نقاب پہن کر بازاروں میں پھر رہی ہیں۔ یہ میں ڈرانے کے لئے بھی نظارے خدا دکھار ہا ہے۔ میں نے بتایا کہ خدا کہے گا تم نہیں کرتے میں ایک اور قوم لے آؤں گا۔ خدا تعالیٰ کی کسی سے رشتہ داری نہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کی اجرہ داری نہیں کوہ کسی اور پر اپنارحم ہی نہیں کرے گا۔ ہر وہ انسان خواہ وہ افریقہ کا ہو، یورپ، امریکہ، چین یا روس کا جو بھی خدا سے پیار کرے گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے گا وہ خدا کی محبت کو حاصل کرے گا اور جو قویں اس میں ترقی کریں گی ان میں سے جو سب سے زیادہ ترقی کرنے والی ہوگی وہ مرکز بن جائے گا اس تحریک کا۔ پاکستان کے ساتھ یا ہندوستان کے ساتھ تو خدا تعالیٰ کو پیار نہیں۔ خدا تعالیٰ کو پیار ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس روحانی فرزند کے ساتھ جس کی زندگی کا نقشہ اگر ایک فقرہ میں کھینچنا ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ مہدی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہو گئے۔ اپنا کچھ بھی نہیں رہا اور اس میں فخر محسوس کیا اور اعلان کر دیا۔

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے (درشین صفحہ ۶۲)

اور ہمارے کا نوں میں وہ میٹھی آواز پڑی گُلُّ برَكَةٌ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَمَ وَ تَعْلَمَ۔ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۳۴، ۳۵) اگر

خدا تعالیٰ کی برکتیں حاصل کرنا چاہتے ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ شاگردی میں شامل ہو جاؤ۔ اگر پاکستان نے اس تحریک کا مرکز بننے رہنا ہے تو اپنے عمل سے انہوں نے آگے بڑھنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے قرآن کریم میں تقریباً سات سوا حکام ہیں اور ہر حکم قرآن کریم کا مرنے کے بعد قیامت کے دن تم سے سوال کرے گا اور جواب طلبی کرے گا کہ میرے مطابق تم نے زندگی گزاری یا نہیں۔

چونکہ اس وقت مرکز اور بعض پہلوؤں کے لحاظ سے مرکوزیت اور قیادت پاکستان کی جماعتوں کے ہاتھ میں ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اپنی سی کوشش کروں کہ آپ کے ہاتھ سے یہ قیادت نکل کے کسی اور کے پاس نہ چلی جائے۔ سوچو، غور کرو اور یہ عہد کرو اپنے خدا سے کہ اے خدا! تو کہتا ہے پیار اور محبت سے رہو۔ ہم آئندہ کبھی آپس میں لڑیں گے نہیں۔ پیار اور محبت سے رہیں گے۔ تم یہ کہو اپنے خدا سے کہ اے خدا! تو کہتا ہے کہ **لَمَّا كُلُّوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَنَجْمَهُ بِالْبَاطِلِ** (البقرة: ۱۸۹)، ناجائز، ناحق، جھوٹ، اور فریب کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو اور ہم عہد کرتے ہیں کہ کسی کا مال ناجائز اور حرام نہیں کھایا کریں گے۔ احسان کریں گے احسان لیں گے نہیں کسی کا۔ تیرے بندوں سے پیار کریں گے۔ حقارت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے۔ دکھ دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ دکھ پہنچائیں گے نہیں، نہ زبان سے نہ ہاتھ سے۔ خیالات میں بھی نہیں۔ ۷۳ء میں جو کچھ ہوا اس وقت میں نے جماعت سے کہا تھا اور جماعت نے، میں خوش ہوں بڑا اچھا نمونہ دکھایا، میں نے کہا تھا جن لوگوں سے تمہیں دکھ پہنچ رہا ہے، جواب میں دکھ نہیں پہنچانا۔ میں نے انہیں کہا تھا یہاں نہیں میں ٹھہرتا۔ میں تمہیں یہ کہتا ہوں تمہارے دل میں بھی ان کے خلاف غصہ نہ ہو۔ میں یہاں بھی نہیں ٹھہرتا تمہاری زبانوں پر ان کے لئے دعا ہو خدا کے حضور کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ بڑا ہم کام ہے جو ہمارے سپرد ہوا۔ بڑی اہم ذمہ داری ہے اس شخص کی جس نے خود کو حضرت مسیح موعود کے دامن کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ جس نے یہ اعلان کیا کہ مہدی جس غرض کے لئے آیا ہے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے ہم ہر چیز کو قربان کر دیں گے۔ تم اعلان یہ کرو اور تمہارا عمل کچھ اور ہو۔ ہوتا ہے اس طرح بھی لیکن اس پر خدا خوش نہیں ہوا کرتا اور اس کے نتیجہ میں وہ برکتیں اور

رحمتیں حاصل نہیں ہوا کرتیں جن کا خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جس مقصد کے لئے ہر فرد انسانی پیدا ہوا، جس مقصد کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔ کئی جگہ سے اطلاعیں آ جاتی ہیں کہ آپس میں لڑپڑے ذرا ذرا سی بات پر۔ تم جب تک مٹی نہیں بن جاتے، جب تک تمہارا نفس مرنہیں جاتا، جب تک تم ہر دوسرے کے لئے اکسیر نہیں بن جاتے، جب تک تم احسان اور پیار کا ابلتا ہوا چشمہ نہیں بن جاتے، اس وقت تک اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔

بہت سارے اور بھی خطبے دوں گا۔ آپ پڑھا بھی کریں اور سنایا بھی کریں سب کو، توجہ بھی دلایا کریں۔ نوسال ہیں اس میں یعنی اس صدی کے شروع ہونے میں جیسا کہ میں نے بتایا میں نے سوچا دعا میں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو بات واضح کی ہے وہ یہ ہے کہ احمدیت کی زندگی کی دوسری صدی، غلبہ اسلام کی صدی ہے۔ اس غلبہ اسلام کی صدی کے استقبال کے لئے وہ جماعت چاہیے جس کے متعلق حضرت مسح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا (درثین صفحہ ۵۶)

جب ہماری وہ صدی (یہ بھری صدی کی نہیں میں بات کر رہا) ہماری زندگی کی صدی جو نوسال کے بعد آنے والی ہے۔ جب وہ پچھلی صدی پر نظر ڈالے، جو موجود ہو جماعت اس کے اوپر اس صدی کی نگاہ پڑے وہ کہیں صحابہ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے عشق کرنے والے، اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والے، اسی طرح نوع انسانی کے خادم، اسی طرح ظلمات کو دور کرنے والے، اسی طرح بھائی چارے اور اخوت کو قائم کرنے والے ہیں یہ لوگ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا سات سوا حکام ہیں ہر ایک پر چلنے والے ہیں یہ لوگ۔ تب وہ صدی غلبہ اسلام کی ہوگی مرکز احمدیت پاکستان میں رہتے ہوئے۔ ہوگی تو ضرور لیکن اسے باہر نہ جانے دو۔ پس دعائیں کرو اور بہت دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کا مقام پہنچانے کی توفیق عطا کرے۔ بڑا بلند ہے مقام جہاں تک اللہ تعالیٰ آپ کو لے جانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ آتا ہے کہ کسی شخص کے متعلق وہاں مثال دی ہے کہ میں تو اسے آسمانوں تک پہنچانا چاہتا تھا، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ میں تو اسے آسمانوں تک پہنچانا چاہتا

تھا مگر یہ نالائق جھک گیا زمین کی طرف خاک میں ملنے کی اس نے کوشش شروع کر دی اس طرح نہیں بننا بلکہ جب خدا تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ہمیں آسمانوں کی بلندیاں اور رفتیں عطا کرے تو خدا تعالیٰ ہمیں ہر اس ناپاکی اور پلیدگی اور گناہ اور غفلت سے محفوظ رکھے جس کے نتیجہ میں ہم وہاں نہ پہنچ سکیں جہاں وہ ہمیں پہنچانا چاہتا ہے۔

پس دعائیں کریں اور اپنی زندگیوں میں انقلاب عظیم پا کرنے کی کوشش کریں اور اپنے آپ کو اس وقت کے لئے تیار کریں جب جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت اپنی زندگی کی الگی صدی میں داخل ہو رہی ہو گی اور خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمانوں پر ان کے لئے دعا کر رہے ہوں گے اور خدا سے کہہ رہے ہوں گے کہ اے خدا! تیرے یہ بندے واقع میں اس مقابل ہیں کہ اس صدی میں جو آرہی ہے آگے تیرے دین کو ساری دنیا میں اس معنی میں غالب کر دیں۔ میں مثال دے دیتا ہوں۔ ایک پریس کانفرنس میں جرمنی میں اسلامی تعلیم میں بتارہا تھا تو ایک صحافی مجھ سے پوچھنے لگا، (باتیں سن کے اس پر اثر ہوا) کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے سارے باشندوں کو آپ مسلمان بنالیں؟ میں نے کہا نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اسلام کا حسن کچھ اس طرح تمہارے سامنے پیش کروں کتم مجبور ہو جاؤ اسے قبول کرنے کے لئے سختی سے تو نہیں کرنا ہم نے۔ خدا آپ کے اندر یہ ایلیٹ پیدا کر دے کہ اسلام کے حسن اور احسان کے جلوے دنیا آپ کی زندگیوں میں کچھ اس طرح دیکھے کہ وہ مجبور ہو جائے اسلام کو قبول کرنے پر اور یہ گواہی دینے پر کہ اسلام اس قسم کا انسان، اس قسم کا مرد، اس قسم کی عورت، اس قسم کا بڑا، اس قسم کا بچہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور اپنے ہی فائدہ کے لئے، اپنے جسمانی فائدہ کے لئے بھی، اپنے ذہنی فائدہ کے لئے بھی، اپنے اخلاقی فائدہ کے لئے بھی اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے روحانی فوائد کے لئے بھی وہ یہ سمجھیں کہ اسلام سے باہر وہ دولتیں اور رحمتوں ہمیں نہیں مل سکتیں، وہ عزتیں اور رفتیں ہم حاصل نہیں کر سکتے جو اسلام میں داخل ہو کے ہم کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں داخل ہو جانا چاہیے۔ آپ نے ایک نمونہ پیش کرنا ہے دنیا کے سامنے۔ آپ نے دنیا کو بتانا ہے کہ وہ کوئی راہ ٹھی جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم آج بھی ہمیں نظر آ رہے ہیں وہ راہ جو سیدھی خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کی رضا کی جنتوں کی طرف لے جانے

والی ہے اس کے لئے تیاری کریں۔ تیاری کرنا شروع کر دیں۔ ان نو سالوں میں یہ انقلاب عظیم جماعتِ احمد یہ کی زندگی میں پہاڑ جانا چاہیے تاکہ وہ اس سے بہت بڑا انقلاب عظیم جو نوع انسانی کی زندگی میں پہاڑ ہونا ہے اس کے سامان ہو جائیں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

میں نمازیں جمع کراؤں گا۔ عصر کی نماز بھی پڑھیں گے جو دوست مقامی ہیں وہ دور کعینیں میرے سلام پھیرنے کے بعد، یعنی میں دور کعینیں پڑھ کے سلام پھیروں گا، وہ اپنی پوری کریں، جو یہاں مسافر ہیں وہ میرے ساتھ سلام پھیریں اور قصر کریں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲ نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲ تا ۶)



قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ لے / مارچ ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کراچی)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جماعت احمدیہ کراچی سے جو کرنے کی کچھ باتیں ہیں ان میں سے بعض کے متعلق اس وقت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کو علم ہو یا نہ ہو آپ نے بڑی فراخ دلی سے صد سالہ جو بلی کے وعدے لکھا ہے تھے اور یہ وعدے ایک کروڑ پچین لاکھ کے تھے۔ ۲۰۱۵ سال گزر چکے اور جس نسبت سے یہ وعدے وصول ہونے چاہیے تھے اس نسبت سے وصول نہیں ہوئے۔ چونکہ یہ طویل وعدے ہیں یہ طویل چندہ ہے، وعدوں میں آپ نے بڑی ہمت دکھائی ادا یا گی میں بھی اتنی ہمت دکھانی چاہیے لیکن اگر جماعت کے سر اور دماغ سمجھتے ہوں کہ جب وعدوں کی فہرست بنائی گئی تھیں اس وقت کچھ غلطی ہو گئی تھی اور زیادہ لکھوا دیئے گئے تھے تو ہر وقت اس میں تصحیح ہو سکتی ہے لیکن جو وعدہ ہے وہ پورا ادا ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں وصولی کے لحاظ سے چھ سال میں ستائیں لاکھ کی ادا یا گی ہوئی چاہیے تھی۔ عملًا اٹھارہ لاکھ کی ہوئی ہے۔ بہت زیادہ فرق ہے۔ پس جو ذمہ دار افراد ہیں وہ جماعت سے مشورہ کر کے فہرستوں کو Revise کریں جو ادا یا گی ہو سکتی ہے جس ادا یا گی کی طاقت ہے اس جماعت میں اس کے مطابق وعدے ہونے چاہیے۔

ہمارے ایک احمدی دوست نے (کراچی سے ان کا تعلق نہیں۔ بات سمجھانے کے لئے

میں کراچی سے باہر کی ایک مثال لیتا ہوں) سولہ لاکھ کا وعدہ بھجوادیا اور پانچ سال میں ایک ہزار ادا کیا۔ میں نے ان کو دفتر کی طرف سے لکھوایا کہ جو وعدے ہیں اس کے مطابق ہم نے اپنی کچھ تجاویز سوچنی ہیں کچھ منصوبے بنانے ہیں۔ آپ نے جس نسبت سے پندرہ سال میں سے پانچ سال میں ہزار دیا تو پندرہ سال میں تین ہزار کی آپ کو طاقت ہے (آپ کا عمل تباہ ہے) مگر تین ہزار کی بجائے آپ نے سولہ لاکھ کا وعدہ لکھوادیا ہے۔ ہم نے خود آپ کا وعدہ سولہ لاکھ کاٹ کے تین ہزار لاکھ لیا ہے۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ ٹھیک ہے غلطی ہو گئی، تین ہزار نہیں بچپیں ہزار لاکھ دیں وہ میں ادا کر دوں گا۔

تو یہ وعدوں کے اوپر جو عمل ہے، جو خرچ کے منصوبے ہیں، جو Plan کرنا ہے، جو ساری دنیا میں قرآن کریم کی اشاعت کرنی ہے، جس قسم کی ہم نے مسجدیں بنانی ہیں، جتنی طاقت ہے اتنی ہی بنانی ہیں، جتنے وعدے ہیں اس کے مطابق تو نہیں ہم بنا سکتے۔ اس کی طرف توجہ ہونی چاہیئے اور مشاورت تک ابتدائی رپورٹ مجھے مل جانی چاہیئے۔

دوسری بات جو آج میں کہنی چاہتا ہوں وہ قرآن کریم کی طرف توجہ دینا ہے۔ قرآن عظیم (یہ ہماری کوئی خواہش یا جذبہ یا قرآن کی محبت نہیں ہو یہ اعلان کرتی ہے بلکہ قرآن کریم) حقیقتاً ایک عظیم کتاب ہے، اتنے علوم اس میں بھرے ہوئے ہیں نہ ختم ہونے والے علوم کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اتنے علوم بھرے ہوئے ہیں کہ قیامت تک کے انسان کو بھی شاید قرآن کریم کے سارے علوم کا احاطہ نہ ہو سکے اس قدر عظیم کتاب سے جو آپ کی روزمرہ کی ضرورتوں کو بھی پورا کرنے والی ہے جو آپ کے زمانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے۔ جس سے ہمارا تعلق ہے مثلاً اگلی صدی کے مسائل۔ ہم یقین رکھتے ہیں، ہمارا ایمان ہے قرآن عظیم ان مسائل کو حل کرے گا مگر جہاں تک ہماری زندگیوں کا سوال ہے ہمیں تو اپنے زمانہ سے دچکپی ہے نا اور میں علی وجہ ال بصیرت جانتا ہوں اور علی وجہ ال بصیرت اس کا اعلان کرتا ہوں، غیروں کے سامنے بھی کرتا ہوں کہ اس زمانہ کی تمام ضروریات کو قرآن کریم پوری کرتا ہے۔ جو اس زمانہ نے نئے مسائل انسانی معاشرہ میں پیدا کئے ہیں سوائے قرآن کریم کے اور کوئی تعلیم کوئی ازم کوئی انسانی دماغ کوئی بڑے سے بڑا فلسفی ان مسائل کو حل نہیں کر سکتا۔ اتنی عظیم کتاب ہے کہ اس میں

اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا۔

يَرَبِّ إِنَّ قَوْمٍ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا (الفرقان: ۳۱) کے قیامت تک امت محمدیہ میں قرآن پر بظاہر ایمان لانے والوں میں ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گا جو قرآن کریم کو اپنی پیڑھے کے پیچھے پھیک دے گا اور کوئی توجہ نہیں کرے گا لیکن جو ایسا کرے گا وہ اس کا نتیجہ بھگتے گا، وہ ترقیات کی تمام را ہیں اپنے پر بند کرے گا وہ نور سے نکل کے ظلمات میں آجائے گا اس کا سر مقابل کے سامنے ہر وقت جھکا رہے گا۔ اس کا ہاتھ غیروں کے سامنے ہر وقت پھیلارہے گا۔ ذلت کی تمام را ہیں اس پر واہوں گی۔ عزت کے سارے دروازے اس پر بند ہو جائیں گے کیونکہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا۔ **إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا** (النساء: ۱۲۰)

قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ تمام خزانے خدا کے ہیں اور اپنی حکمت کاملہ سے، اپنی منشا کے مطابق وہ اپنے خزانوں کو اپنے بندوں کے لئے حصہ رسدی دیتا ہے اور اس کے دروازے ان پر کھولتا ہے۔

قرآن کریم اگر قیامت تک کے لئے مسائل حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو قیامت تک خدا تعالیٰ کے ایسے نیک اور پاک اور مطہر بندے پیدا ہوتے رہنے چاہئیں جو معلم حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ سے سیکھیں اور انسانوں کو قرآن کریم کے اسرار اور بطور سے آگاہ کریں تاکہ جوئی مصیبتیں انسان نے اپنے لئے پیدا کر لیں اور نئے مسائل اس کے سامنے آگئے ان کا کوئی حل ہو اور اس کی نجات کے دروازے کھلیں۔

اس زمانہ کے لئے اور اس ہزار سال کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر قرآنی تفصیل میں بھی اور بیچ کی حیثیت میں بھی موجود ہے یعنی جو اس زمانہ کے مسائل ہیں ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر وہ تفسیر کر دی جس کی ضرورت تھی اور بڑا لطف آتا ہے۔ کئی دفعہ میں نے سوچا ہے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہے اور انسانی دماغ کام کرتا ہے، دعا میں کرتا ہے اور ایک آیت کی تفسیر ذہن میں آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی اس مسئلہ کو حل کرنے والی ہے اور یہ دماغ میں حاضر ہی نہیں ہوتا کہ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب میں لکھے چکے ہیں اور پھر چند دنوں کے بعد کتب کا مطالعہ کرتے

ہوئے دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب میں وہ چیز موجود ہے۔ تو اس زمانہ میں قرآن کریم کو سمجھنے اور جاننے کے لئے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی زندگی کی ظلمات کو اور زندگی کے اندر ہیروں کو قرآن کریم کے نور سے نور میں بدلنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے۔ ساری ہی کتب اور آپ کی سب تحریریں قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم سے باہر، قرآن کریم سے زائد ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے قرآن کریم پر کچھ زیادتی کی، نہ قرآن کریم سے کوئی کمی کی، تفسیر بیان کرتے چلے گئے ہیں۔ بعض ایسے بیان ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہیں لکھا کہ میں کس آیت کی تفسیر کر رہا ہوں اور ایک بیان دے دیا ہے کسی مسئلے کے متعلق کسی وقت غور کرتے ہوئے وہ عبارت پڑھتے ہوئے (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو نہیں لکھی لیکن) دماغ میں ایک آیت آجاتی ہے کہ آپ فلاں آیت کی تفسیر کر رہے ہیں اس لئے کہ جس شخص کے متعلق جماعت کے ہر فرد کا یہ عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ اس نے قرآن کریم سے باہر کچھ نہیں لکھا۔ اس کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر ہے وہ یہ جانتا ہے کہ کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہے۔ اپنے پاس سے قرآن کریم پر نہ زائد کر رہے ہیں اور نہ اس میں سے نکال کے باہر پھینک رہے ہیں۔ اس لئے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اور آپ لوگوں کی توجہ اس طرف اتنی نہ ہونے کی وجہ سے جو ہونی چاہیئے آپ کی مدد کرنے کے لئے میرے دماغ میں ایک سکیم آئی ہے۔

ہاں میں یہ بتا دوں کہ قرآن کریم کا ہی ذکر ہے اس آیت میں جس میں ہے۔ وَ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ: ۱۱۵) یہ دعا ہمیں سکھائی گئی ہے قرآن کریم نے کہ اے ہمارے رب! ہمیں علم میں بڑھاتا چلا جا۔ اس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ قرآن عظیم غیر محدود علوم کا خزانہ ہے کیونکہ اگر وہ محدود ہوں تو اس وقت جب وہ پہلی ساری باتیں ختم ہو گئیں اس کے بعد اس دعا کا کوئی فائدہ نہیں لیکن قیامت تک آنے والے انسان کو یہ دعا سکھائی قرآن کریم نے کہ یہ دعا کرتے رہو کہ اے خدا! ہمیں قرآنی علوم میں بڑھاتا ہی چلا جا۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ اور یہ بھی ہمیں بتایا اللہ تعالیٰ نے کہ وَ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ

(یہ سورۃ بقرہ کی ۲۵۶ ویں آیت کا ایک ٹکڑا ہے) اس سے پہلے اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ جو کچھ انسان کے سامنے ہے اور جو کچھ انسان کے پیچے ہے یعنی جو کچھ اس کے علم میں ہے اور جو کچھ وہ اپنے عدم علم کی وجہ سے جانتا نہیں، جاہل ہے اُس سے، وہ سب کچھ ہی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یعنی جو کچھ بھی ہے خواہ وہ انسان جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وَ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى كائنات کو پیدا کرنے والا، کائنات کی کہہ کو جاننے والا ہے اور اس کی مرضی کے سوا اس کے علم کے کسی حصہ کو بھی کوئی شخص پانہیں سکتا۔ تو ہر علم میں جوز یادتی ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ایک دہریہ سائنس دان جب کوئی حل کر رہا ہو یا اپنا کوئی فارمولہ بنارہا ہو اور اس کو سمجھنہ آرہی ہو، دماغ میں اندر ہبرا ہو اور ایک تڑپ اس کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ کہیں سے مجھے روشنی ملے، تو وہ تڑپ ایک غافل کی دعا کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی سمجھتا اور اس کے دماغ میں روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس جگہ کسی آیت کا حوالہ نہیں دیا۔ ابھی میں نے جو کہا تھا نہیں کسی آیت کا حوالہ آپ دیں کہ وہ ہے کسی نہ کسی آیت کی تفسیر۔ پہلے میرے دماغ میں یہ بات تھی تب آپ سے باتیں کرتے ہوئے یہ آیت آگئی سامنے، وہی مثال اس کی کہ وَ لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ اسی کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے وہ لکھا ہے کہ کوئی دہریہ، کوئی کمیونٹ، کوئی بت پرست، کوئی بدمہب علم کے میدان میں ترقی کرتے ہوئے جب ترقی کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ترقی کرتا ہے اس کی منشاء کے بغیر ترقی نہیں کرتا اور انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سوا اس کے علم کے کسی حصہ کو بھی پانہیں سکتا۔ اور اس سے اگلا ٹکڑا آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم آسمانوں پر بھی اور زمین پر بھی حاوی ہے۔ کائنات کا اس کے علم نے احاطہ کیا ہوا ہے وہ اس کا پیدا کرنے والا ہے اس کے اندر جو کچھ بھی خواص پائے جاتے ہیں، جو کچھ خواص میں کمی ہوتی ہے، جو بڑھوتی ہوتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس کے امر سے یا اس کے خلق سے وہ چیز ہو رہی ہے۔ وہ اس سے پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں۔ وہ انسانوں کی طرح نہیں کہ آج یاد کر لیا یا سن لیا اور کل کو بھول گیا خدا نہ کرے آپ میں

سے بعض بھول ہی جائیں کہ میں آپ کو کیا نصیحت یہاں کر کے گیا ہوں کہ قرآن کریم کا علم حاصل کرتے رہنا ہے اسے بھولنا نہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سورۃ کہف تک کی تفسیر یعنی وہ عبارتیں جہاں آپ نے آیت بھی لکھی ہے اور آگے اور اس کی تفسیر بھی کی ہے شائع ہو چکی ہے۔ ویسے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری عبارات کسی نہ کسی آیت کی تفسیر ہیں جیسا کہ میں نے ابھی بتایا لیکن بعض جگہ آیات دی ہیں بعض جگہ آیت کا Reference (حوالہ) نہیں دیا اور معانی بیان کر گئے ہیں۔

یہاں میرے نزدیک (آپ کے رجسٹروں سے میرا علم اور قیافہ اور اندازہ مختلف ہے) کراچی کے حلقہ میں پانچ ہزار سے زیادہ خدام الاحمدیہ کی عمر کے احمدی ہیں۔ بہت سارے رجسٹروں پر نہیں آئے اس کی بہت ساری وجہات ہیں اس وقت ان میں جانے کی ضرورت نہیں۔ خدام الاحمدیہ سے میں نے کہا تھا کہ بتاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے جو تفسیر چھاپی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیات کا حوالہ دے کر تفسیر کی ہے وہ کتنے خدام کے پاس ہے۔ اب سورۃ فاتحہ ہے۔

فاتحہ قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔ فاتحہ میں خلاصتاً وہ تمام علوم آگئے ہیں جو قرآن عظیم میں آئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ ایک چیلنج ہے ساری دنیا کے لئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چیلنج دیا۔ ایک دفعہ ایک عیسائی سے پادریوں نے مل کے، سوچ کے، سرجوڑ کے یہ سوال کروا دیا تھا کہ جب آپ کے نزدیک بھی بائیبل خدا تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر قرآن کی کیا ضرورت تھی، اتنی موٹی کتاب بائیبل جو کم و بیش ستر کتابوں پر مشتمل ہے وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں بہت بڑی ہے تو یہ سوال کر دیا کہ اس کی ضرورت کیا تھی؟ آپ نے اس کا یہ جواب دیا کہ تم قرآن کریم کی ضرورت پوچھ رہے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے جو اسرار روحانی بیان کئے ہیں اور جو علوم اس میں پائے جاتے ہیں جو سات آیات پر مشتمل ایک صفحہ بھی نہیں بنتی (اس واسطے جتنے ہمارے قرآن کریم چھپتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ پہلا صفحہ جہاں سورۃ فاتحہ ہے اس کے ارد گرد بیل بوٹے ڈال کے تو اکثر حصہ صفحے کا سمجھا ہوا ہے اور بیچ میں وہ سورۃ فاتحہ سات

چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل کمھی گئی ہے) اس سات آیات پر مشتمل سورہ فاتحہ کے علوم کے برابر بھی اگر تم اپنی ساری کتاب میں سے نکال کر مجھے دکھا دو تو میں سمجھوں گا کہ تمہارے پاس کچھ ہے۔ لمبا زمانہ گزر گیا اس چیلنج پر انہوں نے اس علمی میدان میں کوئی کشتمی نہیں کی تھی۔ سرنہیں پھورنے تھے، جسموں کو رخی نہیں کرنا تھا، سینوں کو منور کرنے کا سوال تھا۔ نہیں آئے، ۱۹۶۷ء میں جب میں اپنی خلافت میں پہلی بار باہر نکلا تو کوپن ہیگن میں جہاں میں نے مسجد کا افتتاح بھی کرنا تھا تین مختلف سوسائٹیز (Societies) نے (دو کا تعلق عیسائی پادریوں سے تھا اور ایک محققین کی جماعت تھی) کہا ہم نے علیحدہ علیحدہ ملتا ہے۔ میں نے ان سے کہا وقت کم ہے، مصروفیت زیادہ ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو تینوں اکٹھے مجھ سے مل لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چار چار نمائندے مقرر کئے اور وہ بارہ اکٹھے ہو کر آئے۔ ان کا ایک لیڈر تھا۔ بڑی ولپڑ پ گفتگو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جواب تھا کہ سورہ فاتحہ کے مضامین اگر اپنی ساری کتاب میں سے نکال کے دکھا دو ہم سمجھیں گے تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے اس کا انگریزی ترجمہ ٹائپ کرو کے رکھا ہوا تھا۔ ان کو دینے کی غرض سے جس وقت ہم باہر نکلے اور میں انہیں رخصت کر رہا تھا میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جواب کا ذکر کرتے ہوئے کہا اس واسطے میں نے پہلے بات نہیں کی کہ میں نے اس کا فوری جواب نہیں لیا۔ یہ آپ سے مطالبہ کیا گیا تھا بڑا لمبا زمانہ گزر لیکن آپ نے خاموشی اختیار کی۔ آپ میں سے آج کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ جس شخص نے یہ مطالبہ کیا تھا وہ تو ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے تو اب ہم کس کے سامنے جا کر مطالبہ منظور کریں۔ میں نے کہا میں ان کا نائب موجود ہوں اور میں یہ تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔ میرے سامنے کرو پیش جواب اس مطالبہ کا۔ پھر مقابلہ ہو جائے کہ سورہ فاتحہ میں جو علوم ہیں، اسرار روحانی، وہ زیادہ ہیں یا ان کی ساری کتاب میں زیادہ ہیں وہ انگریزی ترجمہ میں نے ان کو دے دیا۔ میں نے کہا سر جوڑنا اور پھر مجھے جواب دے دینا۔ ۱۹۶۷ء کا وہ دن جو لاٹی کا کوئی دن تھا اور آج کے دن تک کسی نے جواب نہیں دیا اور وہاں یہ پروپیگنڈہ کر دیا کہ میرا رو یہ سخت تھا وہاں سے ایک صحافی آئے بڑے مشہور وہاں کے صحافی ہیں۔ ربوبہ بھی آئے تو مجھے کہنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے کچھ سخت رو یہ

اختیار کیا تھا۔ میں نے کہا میں نے تو یہ رو یہ اختیار کیا تھا اس نے کہا۔ اچھا یہ بات ہے تو پھر میں جا کے ان کی خبر لوں گا۔ خیر اس نے خبر لی یا نہ لی۔ سوال تو یہ ہے کہ قرآن کریم بڑی ہی عظیم کتاب ہے۔

اب سورہ فاتحہ کا چونکہ چیلنج دیا ہوا تھا تو مجھے خود خیال آیا کہ اگر وہ تیار ہو جائیں (جو مجھے یقین تھا نہیں ہوں گے) تو مجھے تو شروع کرنی ہو گی تفسیر سورہ فاتحہ کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کی ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے بہت ساری نئی باتیں مجھے بھی سکھائیں سورہ فاتحہ کی وہ سارا مجموعہ ایک بہت بڑا علم بنتا ہے پھر آپ بڑھتا چلا جائے گا یہ علم۔ یہ اکٹھا تو ہو جانا چاہیے۔ تو اسی خیال سے یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے وہ چھپوں شروع کی۔

ایک جلد میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے اور بڑی عجیب تفسیر ہے، بہت ہی پیاری، بہت مزیدار، بہت لطف آتا ہے پڑھ کے اور سارے خدام کے پاس پڑتے ہے اس کی کتنی جلدیں ہیں۔ صرف باسٹھ خدام کے پاس کراچی کے نو حلقوں میں سورہ فاتحہ کی تفسیر صرف چھتیس خدام کے پاس سورہ بقرہ کی تفسیر، صرف سولہ خدام کے پاس سارے کراچی میں ال عمران، النساء کی تفسیر، صرف دس خدام کے پاس سورہ توبہ اور اس کے ساتھ کچھ (اور سورتیں ملی ہوئی ہیں) ان کی تفسیر اور صرف پندرہ خدام کے پاس سورہ یونس تا کہف کی تفسیر إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّا لِلّهِ رَجُعُونَ۔ اس واسطے اس سلسلہ میں میرے ذہن میں دو تجاویز آئی ہیں۔ ایک تو میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ وہ اسی جگہ لیتا ہوں دوسری کا ایک اور مضمون (Point) ہے۔ اس ضمن میں الگ بات کروں گا یعنی جو میں نے کلب (Club) کے سلسلہ میں کہا تھا۔ میں نے خدام سے کہا تھا کہ ہمارے ملک میں کتابوں کی خرید کی طرف جو تو چونہیں اس کی دو وجہات ہیں، ایک یہ کہ ملک غریب ہے اتنے زیادہ پیسے خرچ نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ پڑھنے کی عادت نہیں۔ میں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ میں انگلستان میں پڑھتا رہا ہوں ریل میں سفر کئے ہیں۔ میری آنکھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ ریل کے ڈبے سے ایک شخص ایک اسٹیشن پر اترتا اور صحیح کا اخبار جو اس نے پڑھنے کے لئے

خرید اتھا۔ مول لیا تھا وہ اپنی سیٹ کے اوپر چھوڑ گیا۔ اس کی جگہ اسی آئشین سے ایک اور مسافر سوار ہوا اور اس نے دیکھا ایک خبر پڑا ہے اس نے اٹھا کے پرالی سیٹ پر رکھ دیا اور اگلے سٹیشن پر اترنا اور وہی اخبار خرید کے لایا۔ ان کو ماں کا اٹھا کے ہاتھ میں لے کے پڑھنے کی عادت ہی نہیں۔ پسیے خرچ کرتے ہیں پڑھ کے پھینک دیتے ہیں یہ بدمقتو ہے ہمارے سارے مشرقی علاقوں کی کہ یہاں لوگوں کو پڑھنے کی عادت نہیں۔ علم حاصل کرنے کی عادت نہیں۔ سیکھنے کی عادت نہیں Concentration کی عادت نہیں۔ توجہ قائم رکھنے کی عادت نہیں علم سے نور لے کے آگے ہی آگے بڑھنے کی عادت نہیں۔ مگر ہمارے لئے ایک مابہ الامتیاز ہونا چاہیے، بہت ساری باتوں میں ہے، اس میں بھی ہونا چاہیے۔ ایک احمدی میں اور دوسروں میں جو اس علاقہ میں بنتے والے ہیں۔

آپ حیران ہوں گے یعنی یہ تو سورہ فاتحہ کی باسطھ جلدیں ہیں۔ امریکہ میں وہ احمدی، امریکن، جنہوں نے عیسائیت یا بد مذہب یا دہریت کو چھوڑا اور احمدی ہوئے جن کی احمدیت پر تین چار سال گزر چکے ہیں اور سینکڑوں کی تعداد ہے ان کی انگریزی کی جو تفسیر ہے پانچ جلدیوں کی وہ ان کے ہر گھر میں موجود ہے اور وہ اسے پڑھتے ہیں اور خالی پڑھتے نہیں جہاں سمجھنیں آتی فون اٹھاتے ہیں اور ہمارے مبلغ کو فون کرتے ہیں کہ یہ آیت ہے یہ تفسیر کی ہے، مجھے سمجھ نہیں آئی بتاؤ مجھے۔ وہاں تین منٹ کا فون نہیں ہوتا۔ وہاں اتنے منٹ کا فون ہوتا ہے جتنے پسیے دینے کے لئے آپ تیار ہیں یعنی وہاں ٹیلی فون اپکھینج تاتا ہی نہیں کہ تین منٹ گزرے، دس منٹ گزرے، تیس منٹ گزرے، صرف بل بتاتا ہے کہ اتنے منٹ آپ نے فون کیا تھا اتنے پسیے دے دو لیکن ہمیں تو کتنا یہیں پڑھنے کی عادت ہونی چاہیے۔ خصوصاً وہ کتب جو ہماری جان ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کے اگر ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حاصل نہیں کرنا تو زندہ رہ کے کیا کرنا ہے۔ میں نے کہا کلب (Club) بناؤ۔ خدام اپنی بنائیں۔ انصار اپنی بنائیں، بحمد اپنی اور پہلا مرحلہ یہ ہے (پہلے جو میں نے بات کی تھی اور سوچا اب اس سے کچھ زائد بات کرنے لگا ہوں) کہ ہر گھر میں دو آدمی میاں یوں ہیں ابھی بچہ نہیں پیدا ہوا یا آٹھ دس آدمی ہیں اور ان کے Dependents ہیں پچھے بڑے ہو گئے ہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے

کہ ہر گھر میں ایک نسخہ تفسیر صغير کا ہو یا اگر کوئی انگریزی کے شو قین ہیں تو جو انگریزی ترجمہ قرآن کے فٹ نوٹ ہیں ان میں تفسیر صغير کو Follow کیا ہے بلکہ اپنی شروع خلافت میں بعض مضامین پر میں نے روشنی ڈالی تو ملک غلام فرید صاحب نے ان کو بھی انگریزی کے فٹ نوٹ میں لے لیا۔ یہ مرضی ہے گھروالے کی کہ وہ تفسیر صغير رکھتا ہے یا تفسیر صغير کی طرح کے ہی جو نیچنے نوٹ والا ہمارا انگریزی ترجمہ اور نوٹ ہیں وہ اپنے گھر میں رکھتا ہے۔

اور دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفسیر کی جو پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں وہ اس سال کے اندر اندر ہر گھر میں آ جائیں۔ اس کے لئے میں نے ایک تجویز سوچی۔ میں نے کہانا کہ ایک ہماری مشکل یہ ہے کہ اتنے پیسے نہیں۔ مثلاً ایک خاندان ہے وہ ڈریٹھ سور و پیٹھ کمار ہا ہے ڈریٹھ سو سے زیادہ ان کی قیمتیں بن جاتی ہیں وہ کیسے یکدم خرید لے گا تو عقل سے ہم نے کام لینا ہے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی بھی بد دیانت نہ ثابت ہو اور آپ کو یہ غیرت ہونی چاہیئے کہ آپ میں سے کوئی بد دیانت نہ ثابت ہو۔ اگر آپ دیانت دار ہیں تو ہمیں ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کو کتاب پکڑانے میں کوئی ہمچکا ہٹ نہیں محسوس ہوتی۔

یہ کلب جو میں نے بنائی ہے آپ سوچ کے بنالیں گے سارے کے سارے اس کلب کے ممبر ہونے چاہئیں۔ بے شک اپنے چندے اپنی آمد کے لحاظ سے تھوڑے یا بہت کریں مثلاً دو روپے مہینہ کریں، تین روپے مہینہ کریں، پانچ روپے مہینہ کریں، دس روپے مہینہ کریں۔ باقاعدگی سے ہر شخص پہنچائے، جگہ پہنچانے کی وہ ہو جہاں اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ دس میل دور روپے خرچ کر کے دوروپے نہ پہنچائے بلکہ ایک پیسہ خرچ کئے بغیر پیدل چل کے اس جگہ پہنچ جہاں اس نے اپنا چندہ Deposit کرانا ہے۔ خدام الاحمد یہ اور ان ساری تنظیموں کو اتنا اتنا اہل تو ہونا چاہیئے کہ وہ ایسا نظام قائم کر سکیں۔ آپ کی تعداد کے مطابق میں ربوہ Officiant سے یہاں کتابیں بھجوادوں گا اور آپ ہر گھر میں دے دیں۔ اس کی قیمت کی ادائیگی کی دو شکنیں بنتی ہیں۔ یا تو میں ربوہ کو کہوں گا کہ آپ سے بالا قساطر قم وصول کریں مثلاً سارا بل اگر دس ہزار کا بنتا ہے اور آپ نے یہ رقم دس مہینے میں دینی ہے تو ایک ہزار روپیہ دے دیں۔ اگر آپ نے

بیس مہینے میں وہ رقم ادا کرنی ہے (اور یہ پہلے ہی فیصلہ ہو جائے گا) تو آپ وہاں پانچ سور و پہیہ مہینہ ادا کریں باقاعدگی کے ساتھ بغیر اس کے کہ ایک خط بھی یاد دہانی کا آپ کو آئے۔ اسی طرح لجنة کرے اور انصار کریں لیکن جماعت ایک کمیٹی بنائے جو یہ دیکھے کہ میں جو کہہ رہا ہوں کہ تین تنظیمیں کریں تو میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ابھی پہلے مرحلے میں ہی ایک گھر میں تین جلدیں اکٹھی ہو جائیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا گھر ہے جہاں خدام الاحمد یہ کی عمر کا بچہ ہی کوئی نہیں تو اس کے نئے انصار منتظم ہوں۔ ایک گھر ایسا ہے جہاں مرد ہی کوئی نہیں مثلاً کئی نادان ہماری بوڑھی نوجوان کنواری لڑکیاں جو نوکری کرنے لگ گئی ہیں تیس راٹھائیں سال کی اکیلی ہیں یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی خاوند ہی کوئی نہیں ان کے۔ تو وہ لجنة اماء اللہ کی ممبر بنیں گی اور ان سے لے لیں گی۔ جماعت احمد یہ ایک کمیٹی بنائے جو یہ دیکھے کہ یہ آپس میں Co-ordination ہو کہ یہ ایک کاپی جو آنی ہے یہ خدام الاحمد یہ کے ذریعہ اس گھر میں داخل ہوگی یا انصار اللہ کے ذریعہ لجنة اماء اللہ کے ذریعہ اور اس سال کے اندر اندر یہ مرحلہ آپ کو کتابیں ملنے کا پورا ہو جانا چاہیے۔ اس کی ادا یتیگی کی تو دیکھیں گے کیا شکل نبنتی ہے کچھ جلدیں ادا یتیگی کر دیں گے کچھ دیکھشت ادا یتیگی کر دیں گے۔ کوئی دس مہینے میں کرے گا۔ کوئی میں مہینے میں کرے گا اس کے مطابق ہوگا۔ ایسا مالی بوجھ ڈالے بغیر جسے اٹھانے کی اس شخص کو طاقت نہیں۔ یہ علوم کے خزانے ان کے گھروں میں پہنچنے چاہیں۔ ہم ان کے گھروں کو نور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بھرنا چاہتے ہیں یہ کتب وہاں ہونی چاہیں یعنی یہ مرحلے دو ہیں کتب کے لحاظ سے لیکن یہ ایک وقت میں چاؤ ہوں گے اور علیحدہ علیحدہ اس کی روپریتیں ہوں گی اور میرے پاس آئیں گی اور ایک سال کے اندر اندر ہر گھر میں تفسیر صغری کا ایک نسخہ اور پانچ جلدیں تفسیر کی ہو جانی چاہیں۔ جو طاقت رکھتے ہیں وہ تو اگلے جمعہ سے پہلے پہلے خرید لیں۔ مجھے یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ آپ کی ضرورت کے مطابق ربوہ میں جلدیں موجود بھی ہیں یا نہیں یا چھپوائی پڑیں گی۔ اس واسطے میں نے ایک سال کا گایا ہے کیونکہ پھر میں ذمہ دار ہوں انشاء اللہ کہ وہ آپ کو ایک سال کے اندر مل جائیں۔

دوسری بات میں اپنے طلباء کے متعلق کچھ کہنی چاہتا ہوں۔ میرے دل میں بڑی شدت سے یہ ڈالا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمد یہ پر ذاتی عطا کے طور پر جس قدر پہلے حمتیں کرتا رہا

ہے اس سے بہت زیادہ اس اگلے زمانے میں کرنے والا ہے انشاء اللہ اور جماعت کا فرض ہے کہ ذہن کو پچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے۔ یہ سکیم جیسا کہ میں نے مختصرًا جلسہ سالانہ پر بتائی تھی پانچویں جماعت سے عملًا شروع ہوتی ہے۔ ویسے شروع ہو جاتی ہے اس کلاس سے جس میں سکول یا حکومت کا نظام تعلیم امتحان لیتا ہے اکثر امتحان تو سکول میں ہوتے ہیں چوتھی تک غالباً سارے جو امتحان سکول میں ہوتے ہیں۔ پانچویں کا پہلا امتحان ہے جہاں مکمل تعلیم بیچ میں آ جاتا ہے۔ وہ بھی شاید ساروں کا نہیں لیتا۔ بہر حال پہلی بات جو میں چاہتا ہوں کہ آپ کریں مجھے خوشی پہنچانے کے لئے وہ یہ کہ ہروہ احمدی بچہ جو کراچی میں ہماری زمینیں آگئی نا ساری۔ یہ اگر کر لیں تو اس سارے ایریا میں ہروہ بچہ جو اگلے چار تین ماہ میں امتحان ہونے والے ہیں اگر وقت پر ہو گئے تو ہر بچہ جو امتحان دے وہ مجھے نتیجہ ل肯ے پر خط لکھے اور میں ہر اس بچہ کو اپنے دستخطوں سے جواب دوں گا اور یہ تو عام ہے اور ہر بچہ جس نے پانچویں جماعت کا امتحان دیا ہے اور اس علاقہ میں مختلف مکمل تعلیم مختلف حصوں کے ذمہ دار ہیں مثلاً کراچی کا اور ہے اور حیدرآباد کا اور ہے مجھے اس کی تفصیل کا پتہ نہیں لیکن جو مستقل Independent یونٹ میں امتحان لینے والے اس انڈی پینڈنٹ یونٹ میں ہروہ بچہ جو اوپر کی تین سو پوزیشنز میں آتا ہے (پانچویں جماعت میں بے شک پانچ سو کی پانچ سو پوزیشنیں لے لو) اس کو علاوہ خط کے (میں سوچ کے بتاؤں گا ترتیب بدلتی پڑے گی مثلاً سورہ فاتحہ جو ہے وہ ذرا دقیق ہے وہ پانچویں جماعت کا بچہ نہیں سمجھ سکتا۔ تو دیکھوں گا میں کہ کوئی ایسی تفسیر بھی ہو جس کے کچھ حصے میں سمجھوں کہ مضمون کے لحاظ سے ایسے ہیں جو پانچویں جماعت کے بچے کے ہاتھ میں دے دوں دو چار سال کے بعد چاہے پڑھ لے) میں اپنے دستخطوں کے ساتھ وہ تفسیر بھجوادوں گا اگر وہ نمبروں کے لحاظ سے اوپر کے Top کے تین سو میں آ گیا ہے اور اسی طرح آٹھویں جماعت میں پھر مکمل تعلیم کا امتحان ہے اور وہ وظیفہ کا بھی امتحان لیتے ہیں لیکن وظیفہ تو اتنے کو دیتے ہیں یا نہیں دیتے بہر حال اس وظیفہ کے امتحان میں پہلے تین سو جو Top کے ہیں یعنی آٹھویں کے امتحان میں جو گورنمنٹ لے رہی ہے (سکول کا امتحان نہیں اس میں یعنی جو اپنا

سکول امتحان لیتا ہے وہ تو کوئی کسی قسم کا سکول ہے کوئی کسی قسم کا سکول ہے) اس کے نتیجہ میں فہرست میں سب سے اوپر جو تین سو طالب علم ہیں ان تین سو میں جتنے بھی احمدی بچے ہیں ان کو انشاء اللہ میں کتاب دوں گا۔

دو سویں جماعت میں بورڈ کا امتحان ہے جہاں جہاں بھی اس ایسا میں بورڈ ہیں چوٹی کے دوسو دماغ جو ہیں ان میں جتنے بھی احمدی ہیں ان کے ذہن کے مطابق یہی جو ہیں پانچ کتب تفسیر ان میں سے ایک پر اپنے دستخط کر کے اور پیار کا خط اللہ کے ان کو دوں گا۔

اور انٹر میڈیٹ جو ہے اس کے بھی ٹاپ کے تین سو لڑکے ہر بورڈ کے اور گریجوائیشن (Graduation) بی۔ اے، بی۔ ایس۔ سی جو ہے اس کے بھی ٹاپ کے دو سو جو ہیں یعنی نتیجہ کی فہرست میں سب سے اوپر نمبر لینے والے دو سو میں سے جتنے احمدی لڑکے آتے ہیں وہ مجھے خط لکھیں گے اور یہ بھی لکھیں گے کہ ہماری پوزیشن مثلاً ۱۰۰ ہے، ۱۱۰ ہے یعنی دو سو کے اندر اندر جو بھی پوزیشن ہے، ان کو بھی ایسا ہی انعام ملے گا۔

جو ایم۔ اے، ایم۔ ایس۔ سی یا یہ ہمارے جو ڈاکٹر بنتے ہیں فزیشن سرجن یا انجینئر وغیرہ اور اس ٹاپ کے امتحانات وہ ایم۔ اے، ایم۔ ایس۔ سی کے مقابلے میں ہی ہیں۔ ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ کلاسیں بن گئیں۔ ہر مضمون کے ٹاپ کے جو سات ہیں یونیورسٹی میں ان میں سے جتنے احمدی ہیں ان کو پانچ کا سیٹ یا تفسیر صغير یا جوانگریزی ترجمہ ہے وہ تحفہ ہم دیں گے لکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت دی ہے اور بھی ہمت دے۔

اور جو اس کے بعد کے ہیں مثلاً پی۔ اچ۔ ڈی کہلاتا ہے یا اور یعنی پوسٹ ایم۔ اے، ایم ایس سی یا دوسرے ان کے مقابلے میں جو انجینئر ہیں ان کے بعد کی جو ڈاکٹریاں یہاں لینے والے ہیں اگر وہ ٹاپ کے سات میں آ جائیں گے تو ان کو بھی یہ انعام ملے گا۔

تو اب انشاء اللہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں میرے لئے کوئی مشکل نہیں نظر آتی کہ میں نے وعدہ کیا ہے وہ پورا نہ کروں اور آپ دل میں یہ عہد کریں اور آپ کے بچے بھی عہد کریں کہ ہم وعدہ پورا کریں گے یعنی خط لکھیں گے۔ اس سال ہر بچہ امتحان دینے والا جو ہے نا اُس کا خط مجھے ملنا چاہیئے۔ چاہے وہ دس ہزار خط ہوں مجھے بڑی خوشی ہوگی ان کا جواب

دستخطوں سے میں دوں گا اور اس ترتیب کے ساتھ ان کو تختے کتابوں کے بھی دوں گا۔
یہ اس سکیم سے مختلف ہے جس کامیں نے اعلان کیا تھا کہ وظیفہ دیں گے پڑھائیں گے۔
ایک میں نے یہ اعلان کیا ہے کہ ہر طالب علم یعنی Age going School کا بچہ ہمارا جو ہے ناوجہہ دسویں سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔ ایک ایسی جماعت پیدا ہو جانی چاہیئے پاکستان میں جس کا اپنے Group کے لحاظ سے کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جو میرٹک پاس نہیں ہے۔ اور یہ بڑی چیز ہے، سوچیں گھر میں جا کر بہت بڑی چیز ہے۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو جائیں اور ساری جماعت کو شکر کرے کہ کامیاب ہونا ہے ہم نے یعنی اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتا ہے یا اچھے نمبر لیتا ہے کہ اگر ایک نمبر کم ہوتا تو وہ فیل ہو جاتا یعنی کوئی فرق نہیں۔ میرٹک ہونا چاہیئے اس کو اور اس کے لئے ضروری خرچ جس کی اس کے والدین کو طاقت نہیں وہ جماعت کو کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بہت بڑا ہے منصوبہ اور جو میں نے اعلان کیا Genius ہو یا ٹاپ کے دماغ ہوں ان کو ہم نے سنبھالنا ہے اس سے یہ منصوبہ مختلف ہے اور نوعیت کا ہے کیونکہ ہر دماغ کو میرٹک سے پہلے ہم نے سنبھالنا ہے لیکن اپنے اثر کے لحاظ سے اور اپنی افادیت کے لحاظ سے یہ کم اہمیت کا منصوبہ نہیں اور وسعت کے لحاظ سے اس سے بہت بڑا منصوبہ ہے۔

آپ کو میں نے اب اپنی تجربہ گاہ بنالیا ہے۔ یہ کراچی کے تین ضلع اور دوسرے تین کل جھنچھ ٹلچھ ہو گئے جن پر میں تجربہ کر رہا ہوں۔ تو میں نے کہا آپ کو کہ آپ مجھ سے (دل میں، اوپنچھ آواز سے نہیں) یہ عہد کریں کہ آپ جو بچے طالب علم ہیں وہ مجھ سے وعدہ پورا کریں گے۔ مجھے ضرور خط لکھیں گے۔ اور جو ماں باپ ہیں وہ یہ وعدہ کریں کہ ان کے بچے ضرور لکھیں۔ نمبر ۲ اور جو جماعتیں ہیں وہ یہ وعدہ کریں کہ مجھے جو بچے لکھیں گے ان کی فہرست مجھے بھجوائیں گے۔ یہ میں خاص وجہ سے کہہ رہا ہوں کیونکہ ہمارے ہاں ڈاک کا انتظام بھی ناقص ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سوخط لکھے جائیں اور مجھے پچاسی میں اور پندرہ خط غائب ہو جائیں۔ تو وہ فہرستیں مجھے بھجوانے کا بھی انتظام ہوتا کہ اگر کوئی خط غائب ہو جائے تو ہمارے علم میں آجائے۔

یہ جو سکیم ہے یہ دراصل جو پہلا مضمون کا حصہ تھا اس سکیم سے چکر کھا کے جا ملتی ہے۔

کیونکہ اگر ہم نے قرآن کریم سکھانا ہے تو دسویں تک تعلیم ہوئی چاہیے ہمارے ہر بچے کی، جو پڑھنا ہی نہیں جانتا وہ بھی اگر ذہن ہے تو قرآن کریم کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ ایک دفعہ (بڑی دیر کی بات ہے میں بچہ تھا) ہمارے لاہور سے فورتحا ایئر کے ایک طالب علم اپنے ساتھ ایک غیر احمدی دوست کو بھی قادیان جلسہ پر لے آئے وہ آپس میں مدرسہ احمدیہ میں بحث کر رہے تھے، اس زمانہ میں تو تعداد کہیں کم تھی چھوٹے چھوٹے کروں میں جماعتیں ٹھہر تی تھیں وہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ہمارے احمدی فورتحا ایئر کے طالب علم کو جواب نہیں آیا اس کا، وہ کہنے لگا میں تو مولوی نہیں ہوں میں ہٹنے مولوی نوں لے آنا۔ خیر وہ ساتھ والے کمرے میں گیا وہاں ایک شخص سفید پوش پکڑی اس نے پہنی ہوئی، واڑھی اس نے رکھی ہوئی، بڑا خوبصورت اس کا چہرہ، شکل اس نے دیکھی اس نے سمجھا یہ مولوی صاحب ہی ہوں گے تو وہ اس کو جا کے کہنے لگا کہ اس طرح میرا دوست میرے ساتھ آیا فورتحا ایئر کا اور ہم بتا دیتا کر رہے تھے۔ ایک بات مجھے سمجھنیں آئی۔ تو آپ آپ کے بتا دیں اس شخص نے کہا چلو میں بتا دیتا ہوں۔ وہ ساتھ ہولیا۔ وہ یہ سوال کر رہا تھا کہ (سوال صحیح یا غلط وہ میں چھوڑتا ہوں۔ اس وقت اس کے متعلق کہنے کا وقت نہیں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیٹا خلیفہ نہیں ہونا چاہیے اور پھر یہ آگے بیٹوں میں نہیں جانی چاہیے۔ وہ کہنے لگا یہ کون سا مشکل سوال ڈال دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ ہوئے مولوی نور الدین صاحب اور وہ ان کے بیٹے نہیں تھے اور مولوی نور الدین صاحب کے بعد ہوئے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور وہ مولوی نور الدین صاحب کے بیٹے نہیں تھے۔ تو سوال تو اس نے ویسے ہی کیا تھا اس میں معقولیت نہیں تھی لیکن یہ شخص جس نے جا کر سمجھایا یہ اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تو یہ تو صحیح ہے کہ وہ ذہن اور لیکن میٹرک پاس ہیں۔ تو جو بعض Literate ہیں وہ پڑھ لیتے ہیں لکھ لیتے ہیں لیکن علم سے کوئی پیار نہیں۔ سوہراحمدی کو ہم خالی Literate نہیں بلکہ عالم بنانا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہونا بھی ضروری ہے۔

قرآن کریم کی گہرائیوں میں اگر ہم نے اس کو لے کے جانا ہے تو اس کو کم از کم میرک تک کی تعلیم ہونی چاہیئے۔ پھر جو اس میں ہوشیار ہیں انشاء اللہ وہ آگے جائیں گے۔
اللہ تعالیٰ جماعت احمد یہ کو علم کے میدان میں اتنی برکتوں سے بھردے کہ جو بہت آگے نکلے ہوئے ہیں ان کے لئے بھی حیرانی کا باعث بن جائے۔ (آمین)
(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹۸۰ء اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ اتا ۷)



جلسہ سالانہ پر جن و طائف کا اعلان کیا تھا

وہ ادائے حقوق کے و طائف ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ار مارچ ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصی ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گزشتہ جلسہ سالانہ پر میں نے جماعت کی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا تھا۔ اپنی طرف سے تو میں نے کافی وضاحت کر دی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ پوری طرح وضاحت نہیں ہوئی جماعت کے طلباء پر بھی اور ایک کمیٹی میں نے بنائی تھی اس پر بھی۔

دنیا میں عام طریق یہ ہے کہ انعامی و طائف دیئے جاتے ہیں۔ انعامی و طائف کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص جو ذہین ہے اور یونیورسٹی میں فرست آ جاتا ہے۔ مثلاً ایم۔ ایس۔ سی فرکس میں یابی۔ ایس۔ سی میں یابی۔ اے میں یا ایف۔ اے میں یا ایف۔ ایس۔ سی میں تو یونیورسٹی کی طرف سے اسے وظیفہ ملتا ہے قطع نظر اس کے کہ اس کے خاندان کے مالی حالات کس قسم کے ہیں۔ اگر ایک کروڑ پی کا بیٹا ذہین ہو اور فرست آ جائے تو اسے وظیفہ دے دیتے ہیں۔ یہ ضرورت کے مطابق یا استحقاق کے مطابق اسلامی اصطلاح میں وظیفہ نہیں۔ یہ انعامی وظیفہ کہلاتا ہے۔ میں نے جن و طائف کا اعلان کیا تھا جسے پروہ انعامی و طائف نہیں تھے ادائے حقوق کے و طائف تھے۔

خداتعالیٰ نے اپنے فضل سے اگر کسی بچے کو ذہن رساعطا کیا اور علم کے میدان میں آگے سے آگے بڑھنے کی قابلیت اس میں پیدا کی لیکن وہ بچہ ایک غریب کے گھر میں پیدا ہو تو اس سے

اسلامی عقل یعنی وہ عقل جس کی نشوونما اسلام نے کی ہے یہ نتیجہ نہیں نکالتی کہ اس بچے کی پڑھائی کا کوئی انتظام نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسلام نے ہر قوت اور استعداد جو انسان کو ملی اس کے متعلق یہ وضاحت سے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ہر قوت اور استعداد کی نشوونما ہوا اور یہ نشوونما اپنے کمال کو پہنچے اور یہ نشوونما اپنے کمال پر پہنچنے کے بعد اپنے کمال پر قائم رہے اور یہ کہ اس غرض کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت تھی خدا نے علام الغیوب کی نظر میں اس نے کائنات میں وہ پیدا کر دی ہے۔ اگر کسی شخص واحد کو یہ حق جو خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے نہیں ملتا تو وہ مظلوم ہے اور دنیا میں کوئی شخص یا اشخاص ایسے ہیں جو ظالم ہیں اور اس کے حق پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں علمی قابلیت کے متعلق علیحدہ بھی کھول کر بیان کیا ہے کہ یہ قابلیت اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:-

وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق: ۱۳)

کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے (یہ ایک لمبی آیت ہے جس کا آخری ٹکڑا میں نے آپ کے سامنے پڑھا) کہ خدا تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جب تک علم نہ ہو قدرت عقلاءً ممکن ہی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کے متعلق کوئی جاہل دماغ یہ تصور کرے کہ وہ انسان کے جسم کی ضروریات سے واقف نہیں تو اسے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسان کی ضروریات کو پورا کرنے پر قادر بھی نہیں۔ جب اسے علم ہی نہیں تو وہ اس کی ضروریات کو پورا کیسے کرے گا تو اللہ تعالیٰ قادر بھی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ہر چیز کے اندر اور باہر ظاہر اور باطن کو وہ جانتا ہے۔ ان قوتوں اور استعدادوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی نشوونما حاصل نہیں کر سکیں انہیں بھی جانتا ہے جن کو نشوونما کا ماحول مل جائے اور وہ نشوونما حاصل کر لیں۔ انہیں بھی جانتا ہے جنہیں نہ ملے اور وہ نہ کر سکیں لیکن اپنی قوت اور استعداد کے لحاظ سے ان کے اندر یہ طاقت تھی۔ اس لئے جس دائرہ میں انسان کو آزادی دی اس میں انسان پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ تم دوسرے کے حقوق کو غصب نہ کرنا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ جوان

کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے وہ اسے جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا يُمَاشَأَعْمَالُهُ (البقرة: ۲۵۶) اور اس عالمگیر محیط علم میں سے کسی چیز پر بھی انسانی دماغ احاطہ نہیں کر سکتا، اسے جان نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے اذن اور منشاء کے بغیر یعنی خدا تعالیٰ جب تک انسان کو عقل نہ دے اس وقت تک انسان خدا کے علم کے ایک چھوٹے سے حصے سے علم حاصل نہیں کر سکتا۔ جتنی ترقیات انسان نے کیں علم کے میدان میں وہ الہی اذن اور منشاء سے کیں۔

تو ان آیات سے بھی یہ پتہ لگتا ہے کہ علم سے ہرشے کا احاطہ صرف اللہ تعالیٰ نے کیا ہوا ہے۔ اس کی منشاء کے بغیر کسی قسم کا کوئی علم بھی انسان یا کوئی اور چیز حاصل نہیں کر سکتی۔ انسان کے علاوہ دوسری جو جاندار یا دوسری اشیاء ہیں ان کی فطرت میں علم رکھ دیا ہے۔ مثلاً بھیڑ ہے۔ وہ چر رہی ہوتی ہے۔ وہ کسی سکول یا کالج کی پڑھی ہوئی تو نہیں ہے لیکن ایک ایسی بوئی ہے جس پر وہ منہ مارتی اور کھاتی ہے اور ایک ایسی بوئی اس کے ساتھ اگی ہوئی ہے جس کو وہ سوچتی اور ردد کر دیتی ہے، کھانے سے انکار کر دیتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی عقل کے اندر پہلے سے یہ علوم جو ضرورت کے مطابق تھے رکھ دیئے لیکن انسان کو آزادی دی۔ اس نے ترقیات کرنی تھیں، اس نے خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا تھا، اس نے دنیوی علم کے میدان میں، روحانی علم کے میدان میں آگے سے آگے بڑھنا تھا۔ انسان کو قوت اور استعداد دی اور کہا ان قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما کے لئے ہر چیز میں نے پیدا کر دی، اب تم کوشش کرو، ان چیزوں کو جو نشوونما کے لئے ضروری ہیں استعمال کرو اور آگے بڑھو۔ آگے بڑھو میری رضا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرو۔ میری نعماء سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرو۔

اس لئے ہر وہ بچہ جو کسی گھر میں پیدا ہوتا ہے وہ غریب گھرانا ہے یا کروڑ پتی گھرانا ہے اس کا یہ حق ہے کہ خدا تعالیٰ نے علی میدانوں میں جو قوتیں اور استعدادیں اس کو دیں ہیں اور جن کی نشوونما سے وہ آگے سے آگے نکل سکتا ہے۔ ان قوتوں اور استعدادوں کی نشوونما ہو۔ جو امیر گھرانا ہے اسے خدا کہتا ہے۔ اپنی دولت غلط جگہ استعمال نہ کر، اپنے بچوں کی پرورش پر استعمال کر، جو غریب گھرانا ہے اسے خدا کہتا ہے فکر نہ کرو میں نے ایک ایسی جماعت پیدا کر دی

ہے جو کام تم نہیں کر سکتے وہ جماعت کرے گی۔ اس جماعت نے اعلان کیا ان وظائف کا۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ جماعت کی جو تعلیمی پالیسی تھی اس کا میں نے اعلان کیا۔ وہ انعامی وظائف نہیں ہیں۔ ادائے حقوق کے وظائف ہیں۔ مثلاً ایک بچہ ہے ایف۔ اے، ایف۔ ایس۔ سی اس نے پاس کیا ہے۔ بی۔ اے میں داخل ہوا۔ اس کے اپنے گاؤں یا علاقے میں کوئی کالج نہیں۔ دور اس نے جانا ہے۔ ہوٹل کی رہائش اس نے اختیار کرنی ہے۔ چار سور و پیہہ مہینہ اس کا خرچ ہے۔ ادائے حقوق کا وظیفہ ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اگر وہ خود چار سو میں سے سور و پیہہ خرچ کر سکتا ہے تو اسے مجبور کیا جائے کہ وہ ایک سور و پیہہ خرچ کرے اور جو بقیہ تین سور و پیہہ ہے اس کا انتظام کر دیا جائے۔ اگر کوئی نصف خرچ خود کر سکتا ہے اس کا یہ حق نہیں کہ وہ پورے کا مطالبہ کرے۔ اگر کوئی ۲۳/۳ خرچ کر سکتا ہے اس کا یہ حق نہیں کہ اس کا بھی مطالبہ کرے اور کہے میرے بیٹے کو سارا دو۔ جس کے حالات ایسے ہیں کہ وہ ایک دھیلہ بھی نہیں خرچ کر سکتا۔ اس کا یہ حق ہے کہ اس سے ایک دھیلہ بھی نہ خرچ کروایا جائے۔ یہ ٹھیک ہے بعض دفعہ قربانی لینے کے لئے ان سے تھوڑا سا خرچ کروانا بھی پڑتا ہے۔

لا ہو رہا جب ہمارا کالج تھا ایک بچہ بڑا ذہین۔ میرٹ سکالر شپ کی جو نیکیم چلی تھی اس میں وہ نہیں آ سکا تھا۔ چند نمبر اس کے کم تھے ویسے ذہین تھا۔ احمدی نہیں تھا۔ وہ میرے پاس آیا کہ داخل کر لیں۔ میں نے اس سے حالات پوچھے۔ اس نے کہا میں خرچ کچھ نہیں کر سکتا اور میں ہر جگہ گیا ہوں۔ کوئی دوسرا کالج مجھے پڑھانے کے لئے تیار نہیں۔ سناء ہے آپ پڑھانے کا انتظام کر دیتے ہیں اس لئے میں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ اگر تم خرچ ہی کچھ نہیں کر سکتے تو تم نے میرٹ کس طرح پاس کر لیا۔ اس نے کہا۔ میرا ایک بڑا بھائی ہے وہ گورنمنٹ میں ٹکر ہے۔ نوے، سور و پیہہ اس کو ملتا ہے۔ میرا اب پ بھی ناپینا، ماں بھی ناپینا۔ میرے بھائی نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ سکول میں مجھے رعائیں مل گئی تھیں۔ گھر میں وہ مجھے روٹی دے دیتا تھا ب بھی دے گا۔ میں نے اس کے حالات سنبھالے۔ میں سمجھا اس کا حق ہے کہ اس کو پڑھایا جائے۔ میں نے یہ بھی سمجھا کہ اس کا یہ بھی حق ہے کہ کچھ بوجھ اس کے اوپر ڈالا جائے۔ میں نے اسے کہا کل دس روپے لے کے آ جانا میں تمہیں داخل کرلوں گا۔ اس نے چار

سال ہمارے پاس گزارے، بی اے پاس کیا۔ چار سال میں صرف دس روپے اس سے لئے اور اب میں جب کہ یہ بات کر رہا ہوں اب بھی مجھے تکلیف ہو رہی ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس کے دس روپے کی ادائیگی کے نتیجہ میں چند دن ان کے گھروں میں نیم فاقہ رہا ہو گا۔ اتنی غربت تھی اس گھر میں۔ میرے دماغ نے فیصلہ کیا جب تک یہ خاندان بچے کی تعلیم کے لئے کوئی قربانی نہیں دے گا۔ ان کو یہ خیال نہیں پیدا ہو گا کہ اس کو سنبھالا جائے اور یہ پڑھائی کی طرف توجہ دے۔

تو یہ چھوٹے چھوٹے بوجھ شاید ہمیں بھی ڈالنے پڑیں۔ اس کے سارے اخراجات ادا کئے گئے۔ بیماری کا خرچ بھی۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہو گیا تو کانج کی طرف سے ساڑھے تین سو چار سو روپیہ خرچ کیا گیا۔ اس نے صرف دس روپے دیئے ہوئے تھے۔ ساری فیسیں معاف، اس سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ اس کی ہر ضرورت پوری کی لیکن وہ بڑا شریف دماغ تھا اس میں عزت نفس تھی۔ اس طرح بھیک منگوں کی طرح مطالہ نہیں کرتا تھا۔ تو وہ چار سال پڑھا۔ اس وقت خلیفہ وقت کی طرف سے مجھے حکم تھا کہ پڑھاؤ۔ میں پڑھاتا تھا۔ جماعت بڑی قربانی دے رہی تھی۔ سینکڑوں ایسے بچے جو احمدی نہیں تھے ان کو جماعت احمدیہ نے ہر ممکن حد تک پڑھایا اور کسی پر یہ احسان نہیں اور کوئی فخر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ساری عزتیں اور فخر اسی کو ہیں۔

میں نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ قواعد بناؤ۔ انہوں نے انعامی و ظائف کے قواعد بنادیئے حالانکہ میں نے وضاحت کی تھی کہ ادائے حقوق کے قواعد بننے ہیں پھر میں نے وہ سارے کاغذات ان کو واپس کر دیئے۔ دعا کریں کہ وہ جلد بنالیں تاکہ کسی کوتکلیف نہ پہنچے۔

یہ منصوبہ اس سال سے شروع ہوا ہے۔ پچھلے سال کے اس سے پچھلے سال کے جو طلبہ ہیں ان کو یہ زیر یغور نہیں لائیں گے۔ اگر ان میں بہت ذہین ہے کوئی تو وہ اسی منصوبے کا دوسرا حصہ ہے کہ جو (جنینس) Genius ہے اسے ہم ضائع نہیں کریں گے۔ جو بہت ذہین دماغ ہے اس کو تو وہ چاہے تین سال پہلے کا ہو اگر اس قابل ہو تو اس کا بوجھ اٹھا لیں گے لیکن وہ استثناء ہو گا۔ قانون جو ہے وہ صرف اس سال سے چالو ہو گا۔

جلسہ سالانہ پر میں نے جو تقریر کی تھی وہ سارے پاکستان میں باہر بھی پھیلی۔ کراچی اور

سندھ کے سفر میں میں نے دیکھا کہ ہمارے چھوٹے بچوں اور بڑے طالب علموں میں ایک بڑا جذبہ اور جوش ہے۔ بیسیوں نے مجھے کہا دعا کریں کہ جو آپ نے کہا ہے اتنے سامنے دان خدادے ہمیں بھی اس فہرست میں خدا شامل کرے۔

آگے بڑھنے کا ایک جذبہ ہے۔ ان کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی۔ ان کے لئے میں نے کراچی کے خطبہ میں یہ اعلان کیا کہ اس سال ہر بچہ جو کسی کلاس میں پاس ہوتا ہے (پہلی میں بھی پاس ہوتا ہے) وہ مجھے خط لکھے، بچہ ہو یا بچی ہر ایک مجھے خط لکھے کہ میں پاس ہو گیا۔ اس کا فائدہ ہمیں یہ ہو گا کہ اگر ماں باپ یہ خیال کریں اور جماعتیں خیال کریں کہ یہ خطوط آجائیں تو ہمارے رجسٹر مکمل ہو جائیں گے ان کو میں نے کہا مجھے ہر بچہ جو خط لکھے گا اس کا جواب میں اپنے دستخطوں سے دوں گا۔

دوسرے میں نے یہ کہا کہ پانچویں جماعت کا امتحان مکمل تعلیم کی طرف سے ہوتا ہے۔ آٹھویں کا بھی، دسویں کا بھی، دسویں بورڈ کی طرف سے انٹرمیڈیٹ کا بھی، چودھویں اور اس کے بعد بینی بی۔ اے، بی۔ ایس۔ سی اور اس سے اوپر یونیورسٹی امتحان لیتی ہے۔ میں نے ایک تعداد میں کردی مثلاً آٹھویں کے متعلق میں نے کہا کہ ہر رینک کے مکمل تعلیم کا جو امتحان ہے ہر بچہ جو اس امتحان میں آٹھویں میں اوپر کی تین سو پوزیشن میں آئے گا وہ مجھے لکھے گا کہ مثلاً ایک سو پچاسویں میری پوزیشن ہے تو اس کو خط کے علاوہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو تفاسیر چھپ رہی ہیں (پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں آپ بھی ان کو خریدیں اور جو ذمہ دار ہیں وہ شائع بھی کریں) میں اپنے دستخط کر کے اور دعا کے ساتھ وہ ان کو تھفہ بھیجوں گا۔ اس سے اوپر کے امتحانوں کے بارہ میں بھی میں نے اعلان کر دیا ہے۔ وہ خطبہ جب افضل میں چھپ جائے سارے پاکستان ساری دنیا کے جو احمدی طلبہ اور طالبات ہیں وہ بھی لکھیں۔ اس سکیم میں یہ جو ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب بھیجوں گا۔ باہر والوں کو انگریزی کا ترجمہ قرآن یا تفسیری نوٹ والا قرآن انشاء اللہ جائے گا۔

بات یہ ہے اور اسے اچھی طرح سن لیں کہ آج کی دنیا نے دولت بڑی کمائی لیکن آج کی دنیا ایسے موڑ پر آگئی ہے کہ دولت ان کے کام نہیں آ رہی۔ علم ان کے کام آ رہا ہے۔ آج اگر

خبروں میں آپ دیکھتے ہیں۔ کوئی جگڑا ہوا مریکہ اور روس کا تو یہ آپ نے کہیں نہیں پڑھا ہو گا کہ امریکہ کے پاس اتنی دولت اور روس کے پاس اتنی دولت ہے۔ یہ آپ ضرور دیکھتے ہوں گے کہ امریکہ کے پاس اتنے ایسٹ بم یا ہائیڈروجن بم یا کئی اور چیزیں ہیں یا اتنی سب میریں (Submarine) ہیں یا اتنے ہوائی جہاز ہیں یا یہ اور وہ۔ جس کی بنیاد علم کے اوپر ہے۔ ویسے تو نہیں بن جاتے یہ۔ جس نے ایسٹ کا باریک ذرہ توڑا اپنے دماغ میں فارمولہ بنایا، اس کے اندر چھپی ہوئی عظیم طاقت جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھی (اور خدا تعالیٰ ہی اس ذرے میں وہ طاقت پیدا کر سکتا ہے انسان پیدا ہی نہیں کر سکتا) اسے معلوم کیا اس نے اسے پیسے کے زور سے تو نہیں معلوم کیا۔ علم کے زور سے معلوم کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ علم کی غلام ہے دولت، دولت کا غلام نہیں ہے علم۔ یعنی علم کو علمی میدانوں میں آگے بڑھنے کے لئے دولت کی ضرورت ہے۔ بڑے فوسمیٹر کی بڑی (Sophisticated) اپریلیں وہ تیار کرتے ہیں بڑا خرچ آتا ہے ان پر لیکن یہ کہ علم دولت کا غلام بن جائے یہ نہیں ہے۔ دولت جتنی بھی ہو، اس کی فراوانی ہو، علم کی ہمیشہ غلام رہتی ہے۔ اس موڑ کے اوپر اگر جماعت نے غفلت کی اور یہ جو بڑا عظیم منصوبہ تعلیمی میدان کا میں نے جماعت کے سامنے رکھا ہے اس سے ذرا بھی بے پرواہی کی تو جماعت بڑی تکلیف اٹھائے گی۔ اس واسطے ہر گھرانے کا فرض ہے کہ وہ ایک ذہن بھی ضائع نہ ہونے دے۔

پہلے تو آپ کہتے تھے جی بچہ بڑا ذہن ہے کیا کریں پیسے نہیں۔ اب آپ یہ کہتے ہیں کہ بچہ بڑا ذہن ہے اور جماعت کہتی ہے ہمارے پاس پیسے ہیں ہم اسے پڑھائیں گے۔ پھر کیوں آپ اس طرف سے بے توجہی کریں گے۔

اس کا ایک حصہ جس کا میں نے اعلان کیا تھا وہ بھی بڑا ضروری ہے اس عمر کے دائے کے اندر جو میٹرک تک کی عمر ہے ہر احمدی جو آئندہ میٹرک کی عمر کو پہنچو وہ میٹرک کا امتحان بھی پاس کرے۔ یہ سکیم براؤ بیمیڈ (Broad Based) ہے۔ میں علم کی بڑی چوڑی بنیاد رکھنا چاہتا ہوں وسعت کے لحاظ سے۔ جب تک یہ وسعت نہیں ہوگی اس وقت تک رفتہ بھی نہیں ہوگی۔ جتنا اونچا مینار لے جانا ہوتی مضبوط بنیاد رکھی جاتی ہے ہر بچے کو خواہ وہ تھرڈ ڈویژن میں پاس ہوتا ہے میٹرک پاس ہونا چاہیے۔ اگر آپ اگلے دس سال کے اندر اس مقصود کو حاصل کر لیں اس

ٹارگٹ کو آپ حاصل کر لیں تو دنیا میں انقلاب عظیم آجائے گا۔ آپ کی دنیا میں اور آپ کے ارد گرد کی دنیا میں بھی اور اس کے بغیر ہم اس ذہن کو اٹھا بھی نہیں سکتے جسے ہم نے اٹھا کے آگے لے جانا ہے۔ بہت سارے بچے اگر آپ نے آٹھویں میں ان کے ذہن مار دیئے اگر پانچویں میں آپ نے ان کے ذہن مار دیئے وہ دسویں کے بعد آگے کیسے جائیں گے۔

یہ خیال غلط ہے کہ ذہن کا پتہ پہلے دن سے لگ جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ۲۰، ۳۰، ۴۰ فیصد ایسے بچے ہیں جو ابھی سکول ایج (School Age) کے بھی نہیں ہوتے یعنی اپنی عمر کے لحاظ سے ایسے نہیں ہوتے کہ سکول میں داخل ہو سکیں ان کے ذہنوں کا پتہ لگتا ہے ہوشیار ہوتے ہیں لیکن ممکن توبڑا المبا عرصہ رہا ہوں اس میدان میں۔ مجھے ایک ایسے طالب علم کا علم ہے جس نے انٹرمیڈیٹ میں تھرڈ ڈویژن لی۔ جس نے بی۔ ایس۔ سی میں سینڈ ڈویژن لی اور اسی لڑکے نے ایم۔ ایس۔ سی میں فرست ڈویژن لی۔ بعض ذہن آہستہ ترقی کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی تو ہر صفت کا جلوہ ہر انسان پر مختلف ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ انٹرمیڈیٹ تک آکے ان کا ذہن ختم ہو جاتا ہے۔ ویسے شروع میں بڑے ہوشیار ہوتے ہیں وہ۔ گورنمنٹ کالج میں ایک لڑکا پڑھا کرتا تھا بڑا متعصب، ہمارے ساتھ ہی داخل ہوا۔ آوازے کسا کرتا تھا اور وظیفہ لے کے آیا میٹرک میں۔ مگر ایف ایس سی میں فیل ہو گیا۔ اس لئے نہیں کہ اس نے پڑھا نہیں۔ پڑھتا تھا بڑا۔ مگر اس کا دماغ اتنا ہی تھا۔ اس واسطے شروع سے آخر تک ہم نے جائزہ لینا ہے تاکہ کوئی ذہن بھی ضائع نہ جائے۔ یہ جو کمیٹی بنی ہے اس کو میں پھر توجہ دلا دوں۔ یہ انعامی و ظائف نہیں۔ ادائے حقوق کے وظائف ہیں۔

پھر مجھے خیال آیا کہ ایک لڑکا امیر ہے اگر وہ ذہن ہے تو اس کی بھی قدر ہونی چاہیئے۔ یہ تو نہیں کہ ہم کہیں کہ چونکہ تیرے پاس دولت ہے اس واسطے تیرے علم کی ہم قدر نہیں کرتے۔ یہ بھی غلط ہے وظیفہ کی اس کو ضرورت نہیں اس لئے ہم اس کو وظیفہ نہیں دیں گے لیکن اس کے ذہن کی نوع انسانی کو ضرورت ہے اس کی اپریسیجیشن (Appreciation) ہونی چاہیئے۔ اس کی قدر ہونی چاہیئے۔ اس لئے (آج میں زائد کر رہا ہوں اس وقت ایک چیز) ہر وہ لڑکا جو امیر ہے اور مستحق نہیں ہے ادائے حقوق کے وظائف کا اگر وہ فرست، سینڈ یا تھرڈ آتا ہے بورڈ میں یا

یونیورسٹی میں تو اس کو یا ان سب کو خدا کرے وہ سینکڑوں ہوں۔ جماعت کی طرف سے تمغے دیئے جائیں گے۔

صد سالہ جو بیلی کے نام پر اور چاہے یہ بچے دنیا کے کسی ملک میں رہنے والے ہوں۔ اگر وہ اپنے ریجن میں اپنے انتظامِ تعلیم میں فرست آئیں یا سینڈ آئیں یا تھرڈ آئیں تو تین قسم کے تمغے ان کو دیئے جائیں گے۔ یہ بتانے کے لئے انہیں اور ان کے خاندان کو کہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نعمتِ عظیمی قابلیت اور ذہن دیا جماعت اور انسانیت کا ایک حصہ اس کی قدر کرتا ہے اور جماعت ان کے لئے دعا کیں کرے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وہ دولت پر نہ گریں بلکہ علم کی رفعتوں کے حصول کے لئے تکلیف اٹھا کر محنتِ شاقہ کر کے بلند سے بلند تر علم کے آسمانوں میں ہوتے چلے جائیں۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ كہ جو اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی علم حاصل نہیں ہو سکتا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کے دروازے ہم پر کھولے اور جس طرح قرآن کریم نے کہا ہے کہ أَسْبَعَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان: ۲۱)

با محاورہ اس کا ایک ہی ترجمہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ حچت پھاڑ کے دیتا ہے آسمانوں سے اس طرح اس کی نعمتیں نازل ہو رہی ہیں۔ علمی لحاظ سے بھی خدا تعالیٰ اتنا دے، اتنا دے کہ جتنا دنیا شاید نہ سنبھال سکے جماعتِ احمدیہ کو اس کے سنبھالنے کی بھی توفیق دے اور جماعت اسے سنبھال سکے۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۵)



محبت الہیہ کے حصول کا طریق صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ

کی کامل انتباع ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصی ربوہ)

تشہد و تعوذاً اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

دنیا میں محبتیں بھی ہوتی ہیں اور دشمنیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ محبت اور دشمنی افراد کے مابین بھی خاندانوں کے درمیان بھی اور میں الاقوامی سطح پر بھی ہوتی ہے۔ دنیا کے اپنے اصول ہیں۔ دشمنی اور دوستی یا محبت جائز بھی ہوتی ہے اور ناجائز بھی ہوتی ہے اور دنیا یہ سمجھتی ہے کہ اس کا فیصلہ کرنا کہ کوئی محبت جائز اور کوئی دشمنی جائز ہے اور کوئی ناجائز ہے یہ انسان کا کام ہے۔ دشمنیاں ہوس مال وزر کے نتیجہ میں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اقتدار کے لئے بھی ہوتی ہیں۔

قویں قوموں پر چڑھائی کرتی ہیں۔ ان کی زمینیں چھیننے کے لئے ان کے علاقے ہٹھیانے کے لئے قویں قوموں سے محبت کرتی ہیں اس لئے نہیں کہ جن سے محبت کا اظہار کیا جاتا ہے انہیں کچھ فائدہ پہنچانا مقصود ہو بلکہ اس لئے کہ ان سے کچھ فائدہ حاصل کرنا مدد عا ہوتا ہے۔ یہ تو دنیا کے دستور ہیں۔

لیکن وہ دوستی یا محبت یادی تعلق یا وہ دشمنی جسے مذہب اور دین ناجائز قرار دیتا ہے جسے انسانی فطرت دھتکارتی ہے اس کا فیصلہ قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کے نزول کے بعد تو قرآن کریم ہی نے کرنا ہے۔ یہ انسان کا کام نہیں کہ وہ اس میدان میں کو دے اور یہ دعویٰ کرے کہ اسے کسی طاقت نے یہ حق دیا ہے یا یہ طاقت دی ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ خدا اور

رسول کا دشمن کون ہے اور دوست کون۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں ایک توانہیت ہی اہم اور بنیادی بات انسان کے سامنے رکھی اور اس کی وضاحت کے لئے بہت سی تفاصیل بیان کیں۔ اس وقت میں مختصر اس بنیادی چیز کو لے کے قرآن کریم کی تعلیم آپ کے سامنے رکھوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تَحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوهُ نِيَّةً يُحِبُّكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ قُلْ أَطِيعُو اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوْلُوا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِينَ** (آل عمران: ۳۲، ۳۳) محبت اور دشمنی کے بنیادی اصول ان دو آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ یہ اعلان کرو **إِنْ كُنْتُمْ تَحْبُّونَ اللَّهَ** اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہارا یہ دعویٰ اسی صورت میں سچا ثابت ہو گا کہ میری پیروی کرو۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار حرج کرنے والا ہے۔ **قُلْ أَطِيعُو اللَّهَ** تو کہہ کہ اتباع نبوی میں یہ صداقت مضر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایجاد کرتے ہوئے تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہو اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بھی اطاعت کرتے ہو لیکن اگر وہ یہ بات نہ مانیں اور اپنی محبت یا دشمنی کی بنیاد اس بنیاد پر نہ رکھیں کہ کفر کے نتیجے میں محبت باری سے محرومی اور ایجاد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول ہے تو انہیں جانتا چاہیے کہ کافروں سے تو اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔ **إِنْ كُنْتُمْ تَحْبُّونَ اللَّهَ** میں ایک دعویٰ کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ وہی کرے گا جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ حقیقی معنی میں وہی کرے گا۔ ویسے جو دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہیں دعویٰ ظاہری طور پر وہ بھی کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے خواہاں ہیں۔ یہاں اس دعویٰ کے ساتھ اس آیت کا جو مضمون ہے وہ یہ بات بھی بتا رہا ہے کہ ہر مقصود کے حصول کے لئے ایک سیدھا راستہ ہے صراط مستقیم ہے۔ صرف روحانی مقاصد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی زندگی میں مقصود دنیوی ہو یاد ہی اس زندگی سے تعلق رکھنے والا ہو یا اخروی زندگی سے تعلق رکھنے والا ایک راہ سیدھی ہے جو اس مقصد کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے معین کی ہے اور اس راہ پر چلے بغیر انسان وہاں پہنچ

نہیں سکتا، اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص مثلاً ربوہ سے سرگودھا جانا چاہے اگر وہ لائل پور کی، فیصل آباد کی سڑک پر ادھر منہ کر کے فیصل آباد کی طرف، چلنا شروع کر دے تو وہ سرگودھا نہیں پہنچے گا۔ خدا تعالیٰ نے ہر مقصد کے حصول کے لئے ایک معین راستہ مقرر کیا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم ہے تو اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرماتا ہے کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تم خدا سے پیار کرتے ہو اور خدا کا پیار لینا چاہتے ہو۔ تمہیں سوچنا چاہیے کہ خدا کا پیار کن را ہوں پر چل کر یا کس صراطِ مستقیم پر گام زن ہو کر تمہیں مل سکتا ہے۔ یہ کامل اور مکمل کتاب انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے آتی اور اسے کہتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو فَاتَّبِعُونِي۔

فَاتَّبِعُونِی میں دراصل تین باتیں بیان ہوئیں ہیں۔ ایک تو اس میں یہ اعلان ہے کہ تمہارا بھی یہ دعویٰ ہے کہ تم خدا کا پیار حاصل کرنا چاہتے ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دعویٰ کہ مجھے خدا کا پیار چاہیے۔ دوسری بات یہاں یہ بیان ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ پر گام زن ہو کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے انتہائی پیار کو حصول کرنے والے ہیں یہ تین باتیں فَاتَّبِعُونِی کے اندر بیان کی گئی ہیں۔

تو بتایا یہ گیا کہ دیکھو تمہارے دل میں بھی تمہاری استعداد کے مطابق وہ تڑپ اور وہ جذبہ تھا۔ میرے دل میں بھی تڑپ تھی کہ میں خدا کے پیار کو اور اس کی محبت کو حاصل کروں۔ میرا یہ جذبہ اور میری یہ خواہش میری اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق تھی۔ نزول قرآن سے پہلے ہی آپ خدا کے حضور جھکتے اور دعا کیں کرنے والے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر خدا نے میری اس تڑپ کو دیکھ کے مجھے ایک راستہ بتایا اور کہا کہ اس راستے پر چل۔ تو میرے پیار کو حاصل کرے گا۔ خدا کے حکم سے میں نے وہ راہ اختیار کی اور خدا کے فضل سے میں نے خدا کی رحمتوں کو اور اس کی رضا کو

اور اس کے پیار کی جنتوں کو حاصل کیا۔ اس قدر وسعت کے ساتھ اور قوت کے ساتھ گہرائیوں والی محبت انتہائی طور پر جو محبت انسان کرتا ہے وہ میں نے کی خدا سے اور خداۓ عظیم خدا تعالیٰ جو جلال والا اور قدر توں والا ہے اس نے اس قدر نعمتیں مجھے دے دیں کہ انسان کے تصور میں بھی وہ نہیں آ سکتیں۔

تَوْفَاقًا تِّبْعَهُ عَوْنَىٰ میرے دل میں تڑپ تھی۔ مجھے ایک راہ دکھائی گئی۔ مجھے کہا گیا اس پر چلو خدا کو پالو گے اس کے پیار کو پالو گے۔ میں اس راہ پر چلا۔ آپ کی طرف سے یہ اعلان قرآن کریم نے کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ ہے۔ **إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ** (الانعام: ۵) یہاں تو یہ تھامیری اتباع کرو۔ وہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا، خدا تعالیٰ کی شہادت کے طور پر ہے یہ، **إِنَّ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ** میں تو صرف اس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز کے پیچھے نہیں گلتا۔ تو کامل اتباع کا اعلان خدا تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم میں کروایا کہ یہ اعلان کرو تو خدا جب کہتا ہے اعلان کرو تو خدا تعالیٰ شہادت دے رہا، گواہی دے رہا ہوتا ہے کہ یہ سچی بات ہے، یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ کی شہادت اس پر گواہی دے رہی ہے کہ جو وحی نازل ہوئی۔ اس سے ایک ذرہ بھرنہ داکیں ہٹے نہ باکیں ہٹے۔ وہ ایک سیدھا راستہ تھا اس پر آپ گامزن ہوئے۔ اس کو چھوڑا نہیں۔ اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہیں کیا اور اس پر چلنے میں کوئی سستی اور غفلت نہیں بر قی اور آخوند خدا تعالیٰ کی محبت کو پالیا اور پایا بھی اس شان کے ساتھ اس عظمت کے ساتھ، اس رفت کے ساتھ، اس وسعت کے ساتھ کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے خدا تعالیٰ کی اس قسم کی محبت کو حاصل نہیں کیا تھا۔

تو یہاں یہ تین باتیں میں کہہ رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہیں اور یہ دلیل دی ہے کہ تمہارے دل میں اگر واقعہ میں خدا تعالیٰ کے لئے پیار ہے تو اس پیار کا جو مطالبہ ہے وہ یہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کا نمونہ یہ ہے کہ **فِي رَسُولِ اللَّهِ أَسْوَأُّهُوَ حَسَنَةً** (الاحزاب: ۲۲) ایک کامل نمونہ تمہارے سامنے ہے جس نے ہر حکم کی پورے طور پر سچے طور پر

اپنے سارے دل کے ساتھ اطاعت کی اور وہ حکم بجالائے ان کی اتباع کرو یجب کُمُ اللہُ جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنَّا تَبِعْ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيْهِ۔ خدا تعالیٰ کی وحی کی اتباع کر کے خدا تعالیٰ کے پیار اور محبت کو حاصل کیا تھا۔ تم بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر خدا تعالیٰ کی نازل ہونے والی قرآن کریم کی شکل میں وحی کے مطابق زندگی گزار کے خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرلو گے۔

وَيَعْفُرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان اور ہے۔ آپ کے علاوہ ہر امتی جو ہے آپ کی اتباع کرنے والا اس میں کمزوریاں بھی ہوں گی، تو پہ بھی ہو گی، خدا سے ملنے کی لیکن بشری کمزوریاں بھی سرزد ہوں گی گھبرائے گا وہ۔ اسے ایک بشارت کی ضرورت ہے آگے سے آگے بڑھنے کے لئے اور وہ بشارت بیہاں دے دی گئی۔
وَيَعْفُرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اگر اصرار نہ کرو گے تو بہ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بار بار حرم کرنے والا ہے۔

فرمایا اعلان کر دو **أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ** کہ اتَّبِعُونِی جب کہا گیا تو اس کے معنی ہی ہیں یعنی کہا یہ گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ کا پیار تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ آگے قرآن کریم نے ہی اس کی تفسیر کی کہ اتَّبِعُونِی میں جس اتباع کا ذکر ہے اس کے معنی یہ ہیں **أَطِيعُوا اللَّهَ** خدا تعالیٰ کی کامل اطاعت کرو اور اس رنگ میں اطاعت کرو۔ **وَالرَّسُولَ** رسول کی اطاعت کرو اس رنگ میں اطاعت کرو جس رنگ میں رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی وحی کی اطاعت کی۔ یہ ہے محبت جو انسان خدا تعالیٰ سے کرتا ہے اور یہ ہے جزا محبت کے رنگ میں جسے انسان خدا تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ قرآن کریم نے بتایا ہے ہمیں۔ لیکن جو اس راستے پر چلنے سے انکار کرے **لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِينَ** تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی دشمنی وہ مولے گا اور خدا تعالیٰ اسے اپنا دشمن سمجھے گا۔

تو دوستی محبت یاد دشمنی اور عداوت اس رنگ میں ہے قرآن کریم کے نزدیک، میں نے بتایا یہ اصولی اور بنیادی چیز ہے جو بیہاں بیان کی گئی ہے کہ محبت کرنا خدا سے اس معنی میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنا کر آپ کے نقش قدم پر چلا جائے اور اللہ تعالیٰ کی

کامل اطاعت کی جائے۔ اسی رنگ میں جس رنگ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی کامل اطاعت کی۔ اس فرق کے ساتھ کہ انہوں نے اپنی استعداد اور قوت کے مطابق اپنے رب کی اطاعت کی اور آپ کے تبعین نے اپنی اپنی قوت اور استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے لیکن کرنی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چل کے۔ یہ تو وہ محبت ہے جسے اسلام بتاتا ہے۔ محبت خدا سے، محبت خدا کے رسول سے کامل اتباع کامل محبت کے نتیجے میں ہی پیدا ہوگی نا۔

فَاتَّبِعُونِي میں ایک اور اعلان کیا گیا تھا یعنی کامل اطاعت کرو خدا کی محبت حاصل کرنے کے لئے اور کامل اتباع تم کرنیں سکتے جب تک مجھ سے بھی کامل محبت نہ کرو تو یہاں دو محبتیں ہیں۔ ایک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اس لئے کہ خدا کی نگاہ میں آپ کی عظمت بہت شان رکھتی ہے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنا اس کے لئے کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کیا جاسکے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق زندگی نہیں گزارنا چاہتا لیکن خدا سے پیار کرنا چاہتا ہوں خدا کا پیار حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ اعلان کیا تم خدا کا پیار حاصل نہیں کرو گے۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكُفَّارِينَ** جو اس بتائے ہوئے طریق کا انکار کرتا ہے وہ خدا کی دشمنی مول لیتا ہے۔ اس کی محبت حاصل نہیں کرتا۔

قرآن کریم نے متعدد جگہ اس کی تفسیر میں یہ بتایا کہ یہ یہ یہ چیزیں ہیں، اعمال ہیں جن کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ وہ میں بتاؤں گا ان آیات کو جب لوں گا کہ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ وہ باتیں ہیں جن سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر پر ہیز کرتے رہے۔ آپ کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو اس قسم کا ہو کہ جو خدا کو پسند نہیں خدا تعالیٰ نے بہت سی باتیں بتائیں اور کہا کہ جو اس قسم کے ہیں اعمال ان سے خدا محبت کرتا ہے۔ مثلاً فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرة: ۱۹۶) اعمال صالحہ کو احسن رنگ میں جو بجالاتے ہیں خدا تعالیٰ ان سے پیار کرتا ہے۔ یہ بھی ایک عام اصولی بات ہے لیکن اس کی نسبت تفصیلی بات ہے اور ساتھ ہی یہ بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی رنگ میں

رنگی ہوئی تھی لیکن وہ تو تفصیل ہے اس وقت میں بتایہ رہا ہوں کہ یہ فیصلہ کرنا کہ کوئی شخص خدا یا رسول سے محبت کرتا ہے یا دشمن ہے یہ انسان کا کام نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اس کا نہایت حسین طور پر اعلان کیا گیا ہے ان آیات میں جن کی تفسیر اس وقت میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔

اور ہر احمدی سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہارا تعلق صرف دوہستیوں سے ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب سے ان دو سے اپنا تعلق قائم کرو اور کسی چیز کی، کسی ہستی کی، کسی منصوبے کی پرواہ نہ کرو۔ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو گے اسی طرح اپنے دائرہ استعداد میں جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے پکارا تھا کہ خدا سے میں پیار کرتی ہوں اور سچے ثابت کیا اسے اسی طرح اگر ہر شعبہ زندگی میں، ہر فعل میں اپنے آپ یہ کوشش کریں گے خدا تعالیٰ کا پیار آپ کو حاصل ہو جائے گا اور خدا کا پیار جسے حاصل ہو جائے ساری دنیا کی دولتیں، ساری دنیا کی نعمتیں جو انسان انسان سے حاصل کرتا ہے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ایک مرے ہوئے کیڑے کے برابر بھی ان کی حیثیت نہیں ہے تو جو حقیقت زندگی ہے اسے پہچانیں جو صراطِ مستقیم ہے خدا سے پیار کو حاصل کرنے کی اس راہ کو اختیار کریں جو نمونہ پیارا، بہت ہی پیارا آپ کے سامنے رکھا گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اسے آپ اپنا کیں جس راہ پر آپ کے نقشِ قدم آپ کو نظر آتے ہیں اس راہ کو آپ کو اختیار کریں پھر آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے کیونکہ اس راہ کو اختیار کر کے کسی جگہ تو آپ پہنچے نا۔ ہر حرکت جو ہے وہ کسی جگہ لے جاتی ہے یا اگر نہیں پہنچیں گے تو قرب زیادہ سے زیادہ حاصل کرتے رہیں گے اور جس غرض کے لئے اس راہ کو اختیار کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پایا اللہ تعالیٰ کی محبت کو۔ اس محبت کو آپ بھی پائیں گے اور اس کے بغیر آپ کو کچھ نہیں چاہیے۔

ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر حرکت کریں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ گھوڑوں سے بہت پیار کرتے تھے، ہم بھی کرتے ہیں بعض لوگ نادانی میں اعتراض بھی کر جاتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ جب ہمارے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر پیار کیا گھوڑے سے تو ہم کیوں نہ کریں۔ ہم بھی کریں

گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے کام میں ہر بڑے کام میں ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں گے۔
پھر فرمایا:- نمازیں آج میں جمع کروادوں گا۔

(روزنامہ الفضل) ربوہ ۲۳ ربکتوبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۵)



ہر شعبہ زندگی اور ہر علم کے میدان میں حقیقی راہنماء قرآن کریم ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ راپر میل ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تَشَهِّدُ وَتَعُوذُ أَوْ سُورَةُ فَاتِحَةٍ كَيْ تَلاوَتْ كَيْ بعد حضور انور نے درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

طَهٌۤ مَاۤ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَسْتَعْفِنِيۤ إِلَّا تَذَكَّرَهُ لِمَنْ يَخْتَنِيۤ تَنْزِيلًاۤ
مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَىٰۤ أَرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰۤ
اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰۤ (طه: ۶۲، ۶۳) اور پھر حضور انور نے فرمایا:-

۲۵ مارچ کو مجھے گردے میں انفیکشن کی تکلیف ہو گئی تھی۔ اس کا علاج ایلو پیتھک اینٹی باسیوٹک سے کرتی ہے، وہ کیا گیا جس کے بعد کچھ بھجن پیدا ہوئی۔ اس دوائی نے انفیکشن کو تھوڑا بہت آرام پہنچایا لیکن گردے کو نقصان پہنچا دیا اور گروں نے کام کرنا کم کر دیا پورا چھوڑا تو نہیں۔ پھر وہ اینٹی باسیوٹک دوائی چھوڑنی پڑی اور پیشاب آور دوائیں اور اس قسم کی دوسری دوائیں میں نے استعمال کیں ایلو پیتھک کی بھی اور چونکہ دودن بہت زیادہ تکلیف گردے کے کام نہ کرنے کی پیدا ہوئی تھی اس لئے طب پیونانی کی پیشاب آور دوائی لی اور ہومیو پیتھک کی بھی دوائی کھائی۔ اب خدا کے فضل سے گروں نے وہ کام کرنا تو شروع کر دیا ہے لیکن اس عرصہ

میں میری کمزوری بہت بڑھ گئی ہے لیکن جو باتیں چند مہینوں سے میں جماعت کے سامنے رکھ رہا ہوں میری بیماری یا کمزوری کی نسبت بہت زیادہ ان کی اہمیت ہے اس لئے میں یہاں آگئا ہوں تاکہ کچھ یاد دہانیاں اس جماعت کو میں بال مشافہ بھی کر ادوس۔

ہمارے لئے، ہماری زندگی کی کامیابی کے لئے، ہماری فلاح کے لئے، ہماری دنیوی اور دینی ترقیات کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کلام قرآن کریم کی شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اس کی عظمتوں کو جانے بغیر ہم دنیوی علوم کے حصول اور استعمال میں صحیح طریقے پر ترقی نہیں کر سکتے اور ان دنیوی علوم کو جانے بغیر جن کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفات کے ان جلووں سے ہے جو حَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ سے تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کے اس کلام کی عظمتوں کو ہم پہچان نہیں سکتے۔ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے بڑا گہرا تعلق رکھتی ہیں لیکن اصل قرآن عظیم ہے۔

ایک گروہ وہ بھی ہے جس کے متعلق کہا گیا یَرَبِّ إِنَّ قَوْمِي أَتَخْذُوا هَذَا
الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ (الفرقان: ۳۱)

ایک جماعت وہ بھی ہے جن کے متعلق قرآن کریم میں آیا نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ
آيِدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتَمِّمْ لَنَا أُنُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا (التحریم: ۹)
میں نے یہ کام خاص توجہ کے ساتھ چھ سات مہینے سے شروع کیا ہے ویسے تو شروع خلافت سے میں آپ کو اس طرف توجہ دلارہا ہوں۔ جو کام میں چاہتا ہوں کہ جماعت کرے اور جس کے متعلق میں جانتا ہوں کہ جب تک جماعت اس مقام کو حاصل نہیں کرے گی اپنے مقصد کو پانہیں سکتی، وہ یہ ہے کہ ہر شخص کو قرآن کریم سے محبت ہونی چاہیئے اور قرآن کریم کے نور سے حصہ لینے کی اُسے کوشش کرنی چاہیئے اُسے پڑھنا چاہیئے اسے سمجھنا چاہیئے۔ یہ عزم کرنا چاہیے کہ اس کے مطابق میں اپنی زندگی گزاروں گا۔

انسان پیدا ہوتا ہے اس کی زندگی کے چند سال ایسے ہیں جب اس کے عقلی قوئی اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہو چکے ہوتے کہ قرآن کریم پڑھ سکے یا سیکھ سکے۔ اس کے بعد وہ عمر آتی ہے جب بچے کو (اور میری نظر پڑ گئی میرے سامنے بہت سے بچے اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں)

قرآن کریم ناظرہ پڑھنا چاہیے، اس کو سکھانا چاہیے۔ ہرچہ جو احمدیت میں پیدا ہو جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک احمدی گھرانے کو بطور عطا کے دیا جائے جب یہ عمر شروع ہواں کے والدین کا فرض ہے کہ اس کو ناظرہ قرآن کریم شروع کروادیں اور پڑھائیں۔ پھر اس کا ذہن ترقی کرتا ہے۔ پھر وہ ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے۔ قرآن کریم سیکھنے کا یہ دوسرا دور اس کی عمر میں شروع ہو گیا اسے قرآن کریم پڑھنا چاہیے اور سیکھنا چاہیے۔ ترجمہ اس کو آنا چاہیے۔ پہلے تو ناظرہ تھانا وہ عربی کے الفاظ اٹھانے لگ گیا۔ اسے پھر ترجمہ سکھانا چاہیے۔ ترجمہ سیکھنے کی یہ عمر گھرائیں میں جانے کی عمر نہیں۔ یہ درست ہے لیکن ترجمہ سیکھنے کی یہ عمر بندیا بنتی ہے اس زمانہ کے علوم کے سیکھنے کی جس زمانہ میں وہ اس قبل ہو جاتا ہے کہ ان گھرائیوں میں وہ جائے اور علوم کو سیکھے۔ پھر اس کی عمر کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے۔ پھر اسے مختصر تفسیری نوٹس قرآن کریم کی آیات سے تعلق رکھنے والے سکھانے چاہیں۔ اسے خود کوشش کر کے سیکھنے چاہیں۔ ماں باپ کو سکھانے چاہیں جو اس سے قبل امید رکھتا ہو کوشش کر چکے ہوں گے ان کے سیکھنے کی۔ پھر اس کی دوڑ علم کے میدانوں میں مختلف جہات کی طرف ہو جاتی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں قرآن کریم را ہنمائی اور را ہبہری کرتا ہے جو رو�انی علوم سیکھنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان میں نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آتے ہیں مثلاً جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے، قرآن کریم کی تفسیر تو دیسے نہ ختم ہونے والی تفسیر ہے لیکن جس حد تک وہ اپنی استعداد کے مطابق سیکھ سکیں ان کو تفسیر آنی چاہیے۔ بڑی عمر کے لوگ جو مختلف علوم حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مثلاً طبیعت میں ہیں، حساب سے ان کا تعلق ہے، فلسفے سے ان کا تعلق ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا دماغ کیسے کام کرتا ہے۔ ہمارے آباء و اجداد کے کیا حالات تھے اور ان حالات میں ان کا رد عمل کیا تھا یہ تاریخ ہے۔ ہم نے اپنے معاشرہ کو کن اصولوں پر قائم کرنا ہے، ہمارا لین دین کیسے ہو گا وہ سوشیالوجی آجاتی ہے۔ ہم نے ایک دوسرے کے حقوق کو کس طرح ادا کرنا، اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح نباہنا ہے اور اپنے حقوق کو کیسے حاصل کرنا ہے سیاست آجاتی ہے۔

پس ہر شعبہ زندگی میں اور ہر علم کے میدان میں حقیقی را ہنماق قرآن کریم ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال دے دوں۔ حساب کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ بندھی ہوئی چیز ہے اور بڑی واضح ہے۔ اس

میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ دو اور دو چار بنتے ہیں۔ حساب کے متعلق یورپ کا دماغ اس نتیجہ پر پہنچا اور ان کے چوٹی کے مفکرین نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جو حساب ہے اس کی ابتداء مفروضات پر ہے۔ جب تک بعض چیزیں فرض نہ کی جائیں حساب نہیں آگے چلتا۔ یہ کہتا ہے ہمیں یورپ لیکن اس کے مقابلہ میں قرآن کریم ہمیں یہ کہتا ہے کہ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ (یونس: ۶) کہ حساب کی بنیاد حقائق کائنات پر ہے۔ بنیادی طور پر ان کا Conception (تصور) بدل گیا اور ہماری عقل اور سمجھ یہ کہتی ہے کہ جو قرآن کریم نے فرمایا وہی درست ہے۔ یہ لمبا مضمون ہے۔ میں اس حصہ کو لمبا نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اصل میں اس سے میرا تعلق نہیں۔

بہر حال جو طابع علم آگے جا کے ایم۔ اے کر رہے ہیں، ایم۔ ایس۔ سی کر رہے ہیں، پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں وہ اس کے بعد تحقیق کر رہے ہیں۔ تحقیق کے میدان میں بعض ایسے لوگ ہیں جو پروفیشنلی (Professionally) ساری عمر اسی میں لگے رہتے ہیں ڈاکٹر سلام کی طرح۔ انہوں نے فرکس کی جو سندیں حاصل کرنے کا زمانہ تھا وہ تو لمبا عرصہ ہوا وہ گزار چکے۔ اب ہر وقت وہ لگے رہتے ہیں۔ ان کا دماغ سوچتا ہے چونکہ وہ ایک احمدی فزیکسٹ (Physicist) ہیں اس لئے قرآن کریم ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ ان کے دماغ میں آ جاتی ہے روشنی قرآن کریم سے۔ یہ تو پھر وہ میدان ہیں علم کی روشنی کے جو غیر محدود ہیں دو وجہات کی بنیا پر۔ ایک اس لئے کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہونے کی وجہ سے غیر محدود معانی پر مشتمل ہے اور اسی کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن کریم کائنات کی ہرشے سے تعلق رکھنے والا ہے۔ یہ جو ستارے ہیں، یہ جو Space ہے ستاروں سے بھی پرے ہمیں کچھ پتا نہیں کیا ہے۔ ابھی تک انسان وہاں نہیں پہنچا۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ جہاں تک ستارے ہیں، جہاں ابھی تک ہماری آنکھ نے تو کیا پہنچنا ہماری بڑی سے بڑی دور بین بھی نہیں پہنچی بلکہ جو بڑی سے بڑی دور بین ہے اس کے متعلق بھی اس علم سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ اس نے پنجابی کا محاورہ ہے ”پھورنا“، یہ سماء الدنیا کے بالکل اس کا جو اور پر کا حصہ سرفیس (Surface) ہے اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ گہرائیوں میں نہیں گئے ابھی۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ جہاں تک یہ وسعتیں پھیلی ہوئی ہیں ان کا تعلق پہلے آسمان سے ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاوَاتِ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ إِنَّكَوَأْكِبَ (الصافات: ۷) اس سے پرے چھ اور آسان ہیں۔ تو قرآن کریم جس وقت انسان وہاں پہنچے گا اس کے چھپے ہوئے بطور انسانی عقل کو وہاں بھی روشنی دیں گے۔

بہر حال دنیوی علوم پڑھنے والوں کے لئے بھی قرآن کریم را ہبہ اور راہنمایا ہے اور دینی علوم پڑھنے والوں کے لئے بھی۔ اس لئے میں نے جماعت سے یہ کہا کہ ہر گھر میں تفسیر صغیر کا ایک نسخہ ہو۔ اب مجھے جو میرے دماغ نے سمجھا تھا کہنے کی ضرورت نہیں ہر شخص جانتا ہو گا لیکن میں ظاہر کر دیتا ہوں۔ ہر گھر میں سادہ قرآن کریم کا نسخہ ہو ترجمہ والا تفسیری نوٹ کے ساتھ۔ سے پڑھانا ہے اور ہر گھر میں دوسرا قرآن کریم کا نسخہ ہو ترجمہ والا تفسیری نوٹ کے ساتھ۔ کراچی میں میں رہا ہوں ان کو میں نے یہ کہا۔ ان کے لئے خریدنے کی ایک شکل کلب بتا دی کیونکہ بہت سے، اکثریت ایسے دوستوں کی ہوگی جن کی تنخوا ہیں، جن کی ماہانہ آمدنی اتنی کم ہے کہ وہ نقد تفسیر صغیر کے پیسے دے کے وہ کسی ممینے نہیں خرید سکتے۔ میں نے انہیں کہا کہ خریداری کے لئے کلب بنالواس میں اپنی وسعت کے مطابق پیسے دیتے چلے جاؤ یا مقامی جماعت اکٹھی منگو کے ان کے گھروں میں پہنچا دے یا میں انتظام کروں گا کہ مرکز بالاقساط قیمت وصول کر لے۔

تفسیر کے لحاظ سے جو مختصر تفسیر صغیر میں تفسیری نوٹ ہیں یہ نیچے اور بڑے مفید ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بھی لکھا یا کہا وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سورۃ کہف تک کہف کو شامل کر کے جن آیات کے متعلق جو آپ نے اپنی کتب میں لکھ کے تفسیر کی ہے وہ پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ تو تفسیر صغیر کے بعد اگلا دور خریدنے کا ان پانچ کا ہے جو چھپ چکی ہیں اور جو آگے چھپیں گی انشاء اللہ ان کی تیاری ہو رہی ہے وہ ہر گھر میں ہونی چاہیئے۔ اس کو میں ہر لحاظ سے برکتوں سے بھی عملی جدوجہد کے لحاظ سے بھی بنیاد سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد اس بنیاد کے اوپر ہم نے جو عمارت کھڑی کی اس دنیوی زندگی میں وہ یہ کہ میں نے اعلان کیا کوئی بچہ اس اعلان کے بعد میڑک سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔ ہر بچہ جو سکول گونگ انج (School Going Age) کا ہے جو اپنی عمر کے لحاظ

سے سکول میں پڑھ رہا ہے یا پڑھنے کے قابل ہے وہ جب تک میٹرک نہ کر لے وہ سکول کو نہیں چھوڑے گا سوائے بعض اتنی کے۔ بعض اتنی ہم سمجھتے ہیں لیکن اتنی کے متعلق انسان بتاتیں نہیں کیا کرتا اصول کے متعلق اور قاعدہ کے متعلق بات کیا کرتا ہے۔ تو اس اعلان کے بعد کوئی بچہ میٹرک سے پہلے تعلیم نہیں چھوڑے گا۔

دوسرے میں نے یہ اعلان کیا کہ اس سال سالی روای جو ہے ۱۹۸۰ء اس میں ہر بچہ کنڈرگارٹن (Kindergarten) سے لے کے پی ایچ ڈی کے امتحان تک جو امتحان پاس کرے وہ مجھے خط لکھے۔ اس میں میری یہ خواہش ہے کہ میں ہر بچے کے لئے دعا کروں جو امتحان پاس کرتا ہے۔ آپ مجھ سے تعاون کریں میری اس خواہش کو پورا کریں۔ جب میرے پاس خط آئے گا تبھی میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ جماعت کے لئے یہ برکت کا سامان ہے کہ ہم تدوین کر لیں گے پڑھنے والوں کی یعنی ہماری فہرستیں کامل ہو جائیں گی۔ ایسے بچے بھی ہیں، یہاں اسلام آباد میں بھی ہیں کہ جن کو نظام جماعت اسلام آباد بھی نہیں جانتا۔ وہ مجھے خط لکھیں گے ہمیں پتا لگ جائے گا۔ ان میں سے کئی ذہین ہوں گے جن کو ہم نے بعد میں سنبھالنا ہے۔ اگر اس وقت آپ کو علم ہی نہیں ہوگا اور ہم ان کو پکڑ کے آگے ہی نہیں لے کے جائیں گے یعنی بچپن میں انگلی پکڑ کے تو ترقی کیسے کریں گے۔ جو دفتر ابھی بنانہیں میرے ذہن میں ہے کام شروع ہو گیا ہے۔ ہر بچہ انڈکس کارڈ (Index card) پر آجائے گا جس طرح لائبریریوں میں کتابیں ہوتی ہیں اس طرح آجائے گا۔ اس کو ڈھونڈنا بڑا آسان Alphabetic Cabinet Order میں۔ پہلے ”ا“ میں آجائے گا اسلام آباد شہر کے لحاظ سے۔ راولپنڈی ”ر“ میں آجائے گا شہر کے لحاظ سے۔ اسلام آباد جو ہے اس کے اندر پہلے حرف کے لحاظ سے ان کی ترتیب ہو گی اور وہ Cabinet کے اندر جو اس کام کے لئے ہوتی ہے اس کے اندر ہوں گے مثلاً کنڈرگارٹن میں جو بچہ ہے میں نے آدمیوں کو اس کام پر لگایا ہے کہ اس کی شکل بنائیں کہ اس کے اوپر کیا کیا ہے اس کے لحاظ سے۔ اس کی ترتیب ہو گی Heading وغیرہ آنے چاہئیں، کچھ میں نے خود بنانے کا انتیہ کیا ہے۔ وہ آگیا نمبر ایک Item۔ وہ کہے گا میں نے کنڈرگارٹن کا امتحان دیا۔ میرے پاس کئی خطوط آئے ہیں۔ دو بچے آئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے ۱۵۰ میں سے ۱۳۲ نمبر لئے ہیں الحمد للہ بڑا اچھا ہے ذہن

بچہ دوسرے نے کہا میں نے ۷۲ نمبر لئے ہیں، تو ہمارے ریکارڈ کے اوپر آجائے گا۔ پھر اگلے سال وہ نہیں لکھتا تو ہم اس کا پتا کریں گے کہ پڑھائی میں اس کے اندر کوئی کمزوری تو نہیں آگئی۔ آپ کواب میں کہہ رہا ہوں کہ اگر بچے نے پہلے نہیں لکھا پاس ہونے پر تواب لکھیں۔ میں معذرت کرتا ہوں، میں چونکہ بیار ہو گیا اس لئے جتنے خطوط اس وقت پنچھے ہیں جن کے جواب جانے چاہیے تھے اس لئے نہیں جاسکے کہ میں نے ان خطوط کو محفوظ کرنے کے لئے اپنے دفتر کو کہا کہ ابھی فائل بناتے چلے جاؤ۔

دوسرے میں نے یہ کہا کہ ہر بچہ جو وظیفے کا امتحان دیتا ہے پانچویں یا آٹھویں کا اور اس سرکل میں جو سرکل وظیفے کا امتحان لے رہا ہے جہاں پانچویں میں اور سرکل ہیں، آٹھویں میں اور ہیں، دسویں میں شکل بدل جاتی ہے وہ چوٹی کے تین سو بکوں میں اگر آجائے نمبروں کے لحاظ سے تو اسے میں اپنے دستخطوں سے دعا یہ جواب لکھوں گا اور بچے تفسیر کی کتاب تو پڑھنہیں سکتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب دعا یہ عبارت کے بعد دستخط کر کے اپنی طرف سے تخفہ اسے بھجوادوں گا۔ جن بکوں کو پتا لگا ہے ان کو توبہ اشوق پیدا ہو گیا ہے۔ بڑی ہمت ان کی بڑھی ہے۔

جو دسویں کا بورڈ ہے، بارہویں کا بورڈ ہے، کراچی ایریا میں نویں دسویں کا بورڈ ہے، گیارہویں بارہویں کا بورڈ ہے وہاں کی شکل اور ہے ان سب کے لئے یہ تفصیل میں نے لکھ دی الغفل میں چھپ گئی۔ بہتوں نے پڑھا۔ کئی ایک نے نہیں پڑھا۔ وہ آپ خطبہ میرا سنا دیں۔ ایک اور پیچھے آ رہا ہے پھر اور آتے رہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ الغفل کو میں نے کہا ہے کہ روزانہ ایک چوکھا بنا کے پہلے صفحہ پر یہ عبارتیں مختصر ادینی ہیں کہ یاد ہانی کراتے رہیں جماعت کو۔

تیسرا چیز جس کا میں نے اعلان کیا وہ یہ ہے کہ کوئی ذہین بچہ ایسا نہیں ہو گا جماعت کا انشاء اللہ تعالیٰ کہ جماعت اس کو سنبھالے نہیں۔ اس کو میں انعامی وظیفہ سمجھ کے ایک منصوبہ سے سمجھے نہیں۔ ایک میں نے بورڈ بنایا تھا انہوں نے اسے انعامی وظیفہ سمجھ کے ایک منصوبہ میرے سامنے رکھ دیا تھا۔ میں نے وہ واپس کر دیا۔ اس کو ادا بیگی حقوق طلباء طالبات کا نام دے کر۔ یہ ان کا حق ہے ان کا انعام نہیں۔ انعامی وظیفہ میں تصور یہ ہے کہ ایک کروڑ پی کا بچہ بھی

مثلاً اگر وہ ایم ایمس تی فرکس میں یونیورسٹی میں Top کرتا ہے اور وہاں کوئی تمغہ ہے سونے کا تو وہ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اس کے گھر میں سونے کے انبار پڑے ہیں وہ اسے تمغہ دے دیں گے۔ اس کو کہتے ہیں انعامی وظیفہ۔ طالب علم کا یہ حق ہے۔ ذہین طالب علم کا یہ حق ہے کہ اس کی ذہنی ترقی اور نشوونما کا خیال رکھا جائے۔ یہ اس حق کی ادائیگی ہے۔ اس لئے یہ ہے وظیفہ ادائیگی حقوق طلباء طالبات۔ مجھے خدا نے بخوبی نہیں بنایا میرا سینہ بڑا وسیع ہے۔ ویسے گرفت بھی میں بڑی سخت کرتا ہوں۔ میں نے سوچا میں نے اعلان کر دیا۔ میں نے سوچا اگر دس ہزار احمدی بچہ ایسا ہو پھر۔ میں نے کہا پھر بھی۔ اسی لئے میں نے کہا تھا ہم آدمی روٹی کھالیں گے لیکن اپنے بچوں کے ذہنوں کو ضائع نہیں ہونے دیں گے انشاء اللہ۔

ایک اور چیز جس کا شاید میں نے اعلان کیا یا نہیں کیا وہ یہ ہے کہ جو امیر بچہ ایم ایمس سی فرکس کے امتحان میں فرصت آتا ہے اس کی بھی Appreciation (قدر) ہونی چاہیئے۔ اس واسطے ان کے لئے چوٹی کے جو تین بچے ہیں ان کے لئے تین تمغے ہوں گے۔ یہ بھی میں نے فیصلہ نہیں کیا کہ وہ تینوں سونے کے ہوں گے وزن کم کر کے۔ ایک تو یہ طریقہ ہے ناکہ سونے کا، چاندی کا پھر کافی کا بنادیا میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ تو میں نے یہی سوچا ہے کہ سونے کا زیادہ وزنی، سونے کا کم وزنی، سونے کا اس سے کم وزنی کیونکہ دھاتوں میں اس وقت سونا سب سے زیادہ عزت والی دھات سمجھی جاتی ہے صحیح یا غلط انسانی دماغ میں۔ تو ہم نے ان کی عزت افزائی کرنی ہے ان کو وہ دیں گے انشاء اللہ۔

میں نے یہ جو کہا کہ قرآن کریم کے بغیر آپ ترقی کرہی نہیں سکتے علمی میدانوں میں بھی، نہ آپ نہ آپ کے بچے۔ یہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ طہ میں فرماتا ہے طہ اس کے معنے کئے گئے ہیں اے کامل انسان۔ کامل انسان کے اس خطاب سے اس سورۃ کو شروع کیا گیا ہے۔ اے کامل انسان! حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترجمہ کیا ہے اے کامل قوتون والے مرد۔ ایک ہی چیز ہے، کامل انسان یا کامل قوتون والا انسان دو مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنی استعداد میں وہ کامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنی استعداد دیں دیں ہر شعبۂ زندگی میں کہ کسی اور کو ویسی نہیں ملیں۔

یہاں مخاطب ایک ہے انسان نہیں مخاطب۔ طہ میں ایک فرد واحد مخاطب ہے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ کی شان اور عظمت آپ کے اندر رکھی اپنی رحمت سے، نوع انسان کے لئے رحمت بن کے آئے۔ ان کو مخاطب کر کے یہاں کہا گیا ہے کہ اے کامل انسان! یعنی جو استعداد کے لحاظ سے ایسا ہے کہ کسی اور انسان میں خدا تعالیٰ نے یہ استعداد نہیں رکھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھی گئی ہے۔ اور دوسرا پہلو اس کا یہ ہوتا ہے کہ جو قوتیں اور استعدادیں ملی تھیں ان کی صحیح اور کامل نشوونما ہوئی یا نہیں ہوئی ایک شخص کی۔ اب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہٹ کے بات کرتا ہوں۔ آج ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے اندر بڑی استعدادیں ہیں لیکن ماں باپ خیال نہیں رکھتے۔ وہ گلی میں جاتا ہے، اپنے ہمسایوں سے ملتا ہے اور آوارگی کی اس کو عادت پڑ جاتی ہے اور وہ بچہ جو ذہن رکھتا تھا ایسا کہ جب وہ ایم۔ ایس۔ سی کا امتحان دیتا تو فرست آتا وہ میٹرک میں فیل ہو جاتا ہے۔ تو استعداد کے لحاظ سے بڑی استعدادی طاقتیں تھیں لیکن عملانشوونما نہیں ہو سکی۔ تو یہاں طہ میں ہر دو پہلو میں کمال ہے۔ استعداد کے لحاظ سے کامل اور نشوونما کے لحاظ سے کامل۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑا ایک لطیف فقرہ ایک جگہ لکھا ہے کہ اسلام کی تعلیم درست و جو دانسی کی ہر شاخ کی پروش کرتی ہے اور اسے ثمر آور بناتی ہے۔ انسان کی ہر شاخ اس کا خلق ہے نا۔ اس کی ہر قوت اور استعداد ہے اور یہی مضمون یہاں بیان ہونا تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہ اے کامل تو توں والے انسان! تجھے استعدادیں کامل دی گئی تھیں۔ کامل پروش کا، کامل تربیت کا سامان خدا تعالیٰ نے تیرے لئے کیا تاکہ تو بُنی نوع انسان کے لئے اسوہ حسنہ بن جائے۔ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى یہاں کامل انسان ہی مراد ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم جو تجھ پر نازل ہوئی خُلُقُهُ الْقُرْآن وہ اس لئے نہیں تھی کہ تو دکھ میں پڑے بلکہ اس تعلیم نے تیری ساری قوتیں اور استعدادوں کی کامل نشوونما کر کے دوسرے پہلو کو بھی کامل کر دیا۔

اگر مخاطب انسان ہوتا اور کہا جاتا مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَى یعنی کوئی مخاطب ہوتا۔ زید بکر کوئی ہوتا اور وہ عام درمیانے درجے کا انسان ہوتا تو شیطان یہ وسوسہ پیدا کر سکتا تھا کہ قرآن کریم نے صرف یہ دعویٰ کیا تاکہ جتنی طاقتیں محدود، کم، اس انسان کے اندر تھیں ان

کی نشوونما کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ جب ہر قوت اور استعداد کی نشوونما کا سامان قرآن کریم میں ہے یہ دعویٰ کیا گیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے تو وہ انسان جن کی قوتیں اور استعدادیں بعض پہلوؤں سے ایک میں، بعض اور پہلو دوسرے میں، بعض اور پہلو جو کم ہیں ان کو بھی کوئی خطرہ نہیں کہ ہماری نشوونما نہیں ہو گی۔ تمہاری استعدادوں کی بھی نشوونما ہو گی۔ جب ہر استعداد انسانی کی نشوونما کا سامان ہے تو تمہاری استعداد کی نشوونما کا بھی سامان ہے۔ فرمایا **إِلَّا تَذَكَّرَةً لِّمَنْ يَنْهَا** دکھ کا سامان نہیں قرآن کریم میں بلکہ جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کی خیلت ہے اس کی راہنمائی اور ہدایت اور اس کی عزت کے قیام کا، عزت کو بلند کرنے کا سامان ہے اس میں۔ پھر فرمایا **تَنْزِيلًا مِّنْ خَلْقِ الْأَرْضِ وَالسَّمُوتِ الْعُلَىِ** یہ آیت بیچ میں ایک دوسری آیت اسی کی ترتیب میں آگئی تھی لتشقی کے ساتھ Explanation آیت مضمون کو واضح کرنے کے لئے ویسے **إِنَّنَاهُنَا** کا تعلق تنزیل سے ہے۔ یہ قرآن کریم جو تجھ پر نازل کیا تھے ہر دکھ سے بچانے والا ہے، دکھ کا سامان پیدا کرنے والا نہیں۔ اس آیت میں دکھ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ انسان اپنی کسی قوت اور استعداد کی صحیح نشوونما نہ کر سکے یہ دکھ ہے مثلاً آدمی بیمار ہو جاتا ہے تو وقتی طور پر جسمانی نشوونما میں فرق پڑ جاتا ہے۔ جسمانی طاقت میں کچھ کی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو قوتِ مدافعت کا لفظ طبیب استعمال کرتا ہے اس میں کی پیدا ہو جاتی ہے تو دکھ کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر قوتِ مدافعت اپنے کمال میں ہو تو بیماری کا کوئی دکھ نہیں اور یہ جو قوتِ مدافعت کم ہوتی ہے اس کی ذمہ داری قرآن کریم کی تعلیم پر نہیں۔ فرمایا **إِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ** (الشعراء: ۸۱) بیماری انسان اپنی غفلت سے پیدا کرتا ہے اور شفاذ تعالیٰ کا کلام اسے دے رہا ہے۔

إِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ اس میں یہ جو دوسرا حصہ ہے اس میں دو پہلو ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ کے حکم سے شفا ملتی ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور راہنمائی اور قرآن کریم کی تعلیم سے شفا ملتی ہے۔ انسان صحت جسمانی کامل طور پر اچھی رکھ سکتا ہے اگر قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول پر گامزن رہے۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ اصول بتایا کہ متوازن غذا (Balanced Diet) کھاؤ۔ جو کھانے کی مختلف چیزیں ہیں ان میں ایک توازن

پیدا کرو۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ تَنْزِيلًا مِمْنُ حَكَمَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى جو میری مخلوق ہے اس کا علم حاصل کرو۔ قرآن کریم نے یہ بتایا کہ اگر تم کوشش کرو گے تو لَيْسَ لِلإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم: ۲۰) تمہیں پتا لگ جائے گا کہ متوازن غذا کے کہتے ہیں۔ یہ توازن جو ہے یہ آگے دو طرح کا ہے۔ ایک جسم کا توازن وزن کے لحاظ سے، مقدار غذا کے ساتھ یہ بھی ایک بڑا زبردست توازن ہے۔ اب یہ گھوڑے وغیرہ ہیں ان کے متعلق انہوں نے اچھی خاصی ترقی کر لی ہے اس علم میں۔ وہ کہتے ہیں کہ اتنے وزن کا گھوڑا ہو گا تو تم نے اس کو اتنا راشن دینا ہے۔ اتنا ہو گا تو اتنا۔ انسانی وزن کا انسانی غذا سے تعلق ہے۔ توازن ہے انسان کے جسمانی غدوں کی کارکردگی اور غذا سے۔ اس لحاظ سے تحقیق کرنے والوں نے انسانی جسم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ جو کیلریز (Calaries) انہوں نے ایک پیمانہ بنایا ہوا ہے کہ یہ چیز اتنی کیلریز پیدا کرتی ہے۔ کیلریز گرمی کا یونٹ (اکائی) ہے۔ مثلاً وہ یہ کہیں گے کہ مجھلی دوچھٹا نک ہو تو اس میں ستر کیلریز ہیں۔ اور یہ دوچھٹا نک ہو تو اس میں تین سو اسی کیلریز ہیں۔ تو بعض جسم ہیں جو زیادہ کیلریز Burn کرتے ہیں۔ ان کے غدوں اس طرح کام کرتے ہیں جو کھاتے رہیں وہ شفیع اشرف صاحب کی طرح دبليے ہی رہیں گے جو جتنا مرضی کھالیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو کم کھائیں گے اور موٹے ہو جائیں گے۔ ہمارے ہاں کالج میں ایک کارکن کام کرتا تھا وہ بغیر کسی جھگ کے اور تکلف کے دس پندرہ بیس روپیاں کھا لیتا تھا۔ سیر دوسری پکا پلاو کھاجاتا تھا اور بعد میں زردے کی دو پلٹیں اور اس کا پیٹ ایک دو شیزہ کی طرح کمر کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پتا ہی نہیں لگتا تھا کہ یہ کھانا جاتا کہاں ہے۔

تو یہ ایک توازن ہے ہمارے لئے علم کے میدان کھول دیئے۔ جب یہ کہا کہ تم اگر توازن قائم نہیں رکھو گے یہاں ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں توازن کی جہتیں قائم کرنی پڑیں گی۔ توازن یہ لحمیات، پروٹین اور کاربوہائیڈریٹ، نشاستہ اور دوسرا چیزیں ہیں اور اس کا پھر آگے بڑا المبالغ چلا گیا ہے۔

تَنْزِيلًا مِمْنُ حَكَمَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى کہا تھا قرآن کریم کو نازل کرنے والے نے قرآن کریم کو اس لئے نازل نہیں کیا کہ تمہیں دھک پہنچے، اس لئے نازل کیا ہے

کہ تمہارے سارے دھوکوں کو دور کر دیا جائے اور دلیل یہ دی ہے تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ الْعُلَى ان بلند آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے نے نازل کیا ہے اور یہ زمین اور سات بلند آسمان ان کی ہر چیز کے متعلق دوسری جگہ کہا سَخَرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (الجاشیہ: ۱۲) تمہاری خادم ہے۔ تو جس خدا تعالیٰ نے کائنات کی ہرشے کو تمہارا خادم بنایا وہ اپنے کلام کے نزول کے وقت تمہارا خیال نہیں رکھے گا نامعقول بات ہے یعنی کوئی عقلمند آدمی تھیوریٹیکلی (Theoretically) ہر دنیا کا دھری یہ بھی ہے اس کو میں قائل کروں گا کہ یہ حقائق ہیں۔ اس میں اس کو مانا پڑے گا کہ اگر کائنات کی ہرشے انسان کی خادم ہو تو پھر قرآن کریم کا نازل کرنے والا وہی ہے جس نے یہ اشیاء بنائی ہیں تو مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَعَ قرآن کریم تمہیں دکھدینے کے لئے نہیں آیا، دھوکوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس لئے میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اپنے دھوکوں کو دور کرنے کے لئے ہر قسم کے دھوکوں سے اپنے آپ کو، اپنے بچوں کو اپنی نسلوں کو محفوظ کرنے کے لئے قرآن کریم کو سیکھیں۔ أَلْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۷) کا اعلان کیا گیا آج کی دنیا کے لئے جب وہ قرآن کریم سے پچھے ہٹ رہی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہا اعلان کر دو۔ وہ اسی آیت کی روشنی میں ہے۔ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَعَ یہ اعلان کرو کہ حرجار ہے ہوتم قرآن کو چھوڑ کے۔ اس لئے میں کہتا ہوں علم حاصل کرو اس حد تک جس حد تک علم حاصل کرنے کی خدائنے تمہیں استعداد اور قابلیت دی۔ تمہارے بچوں کو خدا نے دی اور اس علم سے صحیح فائدہ صرف اس وقت حاصل کر سکتے ہو جب تمہیں قرآن کریم آتا ہو اور یہ علم بھی تب تم حاصل کر سکتے ہو جب تمہیں قرآن کریم آتا ہو۔ آج کی دنیا بڑی علمی ترقی کر گئی ہے لیکن مفلوج علم رکھتی ہے کیونکہ وہ قرآن کریم سے کٹی ہوئی ہے اور ان کی غلطی نکالنا ہمارا کام ہے۔ ہم ان کی غلطی نکالتے ہیں اور ان کو مانا پڑتا ہے کہ درست کہہ رہے ہیں آپ کہ ہمارے اندر یہ خامیاں آگئی ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے دکھ دور کرنے تھے نا۔ اعلان کیا کہ تمہارے دکھ دور کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ انسان میں معاف کرنے کا خلق ہو یعنی وہ موقع اور محل پر معاف کرنا جانتا ہو۔

۱۹۷۸ء میں ہی فریکفرٹ کی پریس کا نفس میں میں کچھ لوگوں کے دستور سے عیحدہ ہتا ہوں۔ میں کوئی بریف نہیں دیا کرتا۔ میں باتیں کر کے کہا کرتا ہوں کہ جو مرضی مجھ سے سوال کرو میں جواب دوں گا۔ کچھ جواب ساتھا ان کو سمجھنہیں آ رہی تھی۔ تو میں نے کہا اچھا میں بات شروع کر دیتا ہوں۔ میں نے ان سے تین باتیں کیں۔ ایک یہ تھی، میں نے کہا دیکھو! تمہاری تہذیب بڑی ترقی یافتہ ہے بعض پہلوؤں سے کوئی شک نہیں لیکن تمہاری تہذیب نے تمہیں معاف کرنا نہیں سکھایا۔ فریکفرٹ جرمی میں ہے۔ میں نے کہا جرمی نے اس صدی میں دو عالمگیر جنگیں لڑیں۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ دونوں دفعہ جرمی ہار گیا اور دونوں دفعہ فاتح تو میں جو تمہاری ہم مذہب تھیں اور ہم کچھ تھیں تمہاری تہذیب بھی ایک اور تمہارے عقائد بھی ایک تھے تمہیں انہوں نے معاف نہیں کیا اور وہ سزا دی ہے کہ تمہاری نسلوں کو بھی کچل کے رکھ دیا۔ کہتے ہاں یہ ٹھیک ہے۔

پھر میں نے بتایا کہ ہمارے سامنے جو اسوہ رکھا گیا اور جو اسلام پیش کرتا ہے وہ یہ ہے پہلے میں نے نام نہیں لیا۔ میں نے کہا ایک شخص تھا اس کے شہروالوں نے اسے دکھ دینا شروع کیا اور تیرہ سال تک جتنا دکھ وہ اسے پہنچا سکتے پہنچایا۔ پھر وہ شخص مجبور ہوا اس نے اپنا شہر چھوڑ دیا۔ پھر وہ دور کے مقام پر چلا گیا اور وہاں اس نے رہائش اختیار کی۔ اس کے شہر یوں نے وہاں بھی اس کا پیچانہ چھوڑا۔ وہاں حملہ آور ہوئے۔ وہاں بھی اس کے لئے دکھ کے سامان پیدا کر دیئے۔ یہ حالات قریباً میں اکیس سال رہے۔ میں نے کہا اس کے بعد حالات پلٹے اور پھر میں نے نام لیا۔ میں نے کہا پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں آئے اور گھر راؤ کیا اور اتنے حالات پلٹ گئے تھے کہ مکہ والوں کو یہ جرأت نہیں تھی کہ میان سے تلوار نکال سکیں اور ان میں سے ہر ایک سمجھتا تھا کہ ہم نے اتنا دکھ پہنچایا ہے کہ جو مرضی ہم سے کر لیں یہ حق بجانب ہوں گے۔ عکر مکہ چھوڑ کے چلا گیا۔ ملک چھوڑنے کو تیار تھا اسی خوف کے مارے کہ میں نے اتنا ظالم کیا ہے ان لوگوں پر، آج جو بھی مزاجھے دیں وہ ٹھیک ہے، حق بجانب ہوں گے۔ میں نے ان کو بتایا کہ کیا سزا دی؟ سزا یہ دی کہ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ یہ سزا دی جاؤ تم سب کو معاف کیا۔ خالی یہ نہیں کہا یہ کہا میں اپنے خدا سے بھی دعا کروں گا کہ وہ تمہیں معاف

کردے۔

تَوْمَاَ آنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَتَشَقَّقِي قرآن کریم دکھوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہے دکھ پہنچانے کے لئے نہیں آیا۔ اس واسطے اس بنیاد پر کھڑے ہو کے علوم سیکھیں اور دنیوی علوم میں بھی دنیا والوں سے آگے نکل کے بتائیں تب وہ عظمت جو قرآن کریم کی ہے اس عظمت کو وہ سمجھ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ سوئے رہیں، اگر آپ اپنے بچوں سے لاپرواہ رہیں، اگر خدا تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے جو ذہن آپ کے بچوں کو اس نے عطا کئے ہیں ان کا خیال نہ رکھیں، اگر وہ ذہن ضائع ہو جائیں اگر وہ ترقی نہ کریں، اگر وہ لوگوں سے آگے نہ نکلیں تو کیسے آپ ثابت کریں گے کہ قرآن کریم پر عمل کرنے والے تم لوگوں سے آگے بڑھنے والے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سمجھ عطا کرے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کہ ہم اس کی راہ میں پیش کریں اس کی ہمیں توفیق دے اور ہم اپنے مقصد کو پالیں اور اسلام ساری دنیا پر غالب ہو جائے۔
 (از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



ہمارا کوئی بچہ میٹرک سے کم پڑھا ہوانہ ہو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ ربیعی ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

گردے کی بیماری بڑی لمبی ہو رہی ہے۔ ۲۵ مارچ کو میں بیمار ہوا تھا۔ پھر کچھ الجھنیں پیدا ہو گئیں۔ اینٹی باسیوٹک چھوڑنی پڑی۔ پھر میں یہاں آیا۔ ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے بہت سے ٹیسٹ کروائے ایک اور دو تجویز کی جس کا چار ہفتہ کا کورس دو تین دن ہوئے گز شتم نگل کو ختم ہوا۔

بیماری کمزوری کرتی ہے۔ بیماری کا آج کا علاج اس سے بھی زیادہ کمزوری کرتا ہے۔ اس عرصہ میں اپنی بعض غلطیوں کی وجہ سے میرا شوگر کا نظام بھی درہم برہم ہو گیا۔ وہ زیادہ آنے لگ گئی۔ ابھی تک کنٹرول میں نہیں آئی۔ کچھ گرمی کی وجہ آگئی بیج میں۔ جب سے مجھے ایک سال میں تین دفعہ ہیٹ سٹراؤک ہوا کام کرتے ہوئے، گرمی میری بیماری بن گئی ہے۔

بہر حال آج میں بڑے لمبے عرصہ کے بعد انہتائی، آپ کی جدائی سے گھبرا کے خطبہ کے لئے نگل آیا ہوں۔ چلتے وقت بھی ضعف کی ایسی کیفیت تھی کہ میں سوچ میں پڑ گیا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ پھر میں نے کہا کہ جانا چاہیے، دیر سے ملاقات نہیں ہوئی، ملاپ نہیں ہوا جماعت سے، ملاپ بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح ہو جاتا ہے کیونکہ خطبہ چھپ جاتا ہے تو ساری جماعت کو پہنچ لگ جاتا ہے۔

ایک تو دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جلد کامل شفادے تاکہ سہولت کے ساتھ میں اپنے پورے کام کرنے کے قابل رہوں۔ اس بیماری میں بھی ایک وقت ایسا آیا کہ میں ڈاک دیکھنہیں سکتا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ ڈاک بہت اکٹھی ہو گئی۔ پھر بوجہ میں مجھے خیال آیا کہ اس طرح تو بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ میں نے دورات دو بجے شب تک اور ایک رات دو اڑھائی بجے شب تک اور ایک رات اڑھائی بجے تک ڈاک دیکھی، اور بہت ساری ڈاک نکال دی۔ جب میں یہاں آیا ہوں تو قریباً ساری ڈاک میں دیکھ چکا تھا۔ دن کو بھی رات کو بھی لیکن چوتھے دن کام کی زیادتی کی وجہ سے میری یہ حالت تھی کہ ایک کاغذ کو ہاتھ لگانے کو بھی میرا دل نہیں کر رہا تھا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ آزمائش میں بھی ڈالتا ہے۔ جو وہ کرے اس پر ہم راضی، شکوہ تو نہیں کرنا حماقت ہے بڑی خدا سے شکوہ کرنا اس خدا سے جو بیشمار نعمتیں دینے اور فضل کرنے والا ہے۔ اگر انسان اپنی ہی غفلت کے نتیجہ میں اس کے قانون کو توڑنے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جائے تو اسے اپنے سے شکوہ ہونا چاہیئے خدا سے تو نہیں ہونا چاہیئے تعلیم ہمیں یہ دی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ وَإِذَا مَرْضَتُ انسان اپنی ہی کسی غفلت کے نتیجہ میں بیمار ہوتا ہے اور وہ شفا حاصل نہیں کر سکتا اپنی کوشش سے فَهُوَ يَشْفِيْنَ (الشعراء: ۸۱) (شفا اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے انسان جو شفا حاصل کرتا ہے اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ ادویہ جو خدا تعالیٰ کے دستِ قدرت سے بنی ہیں ان کا صحیح استعمال ہو اور خدا تعالیٰ کا حکم ہو دوا کو بھی کہ تو موثر بن اور جسم کے ذرات کو بھی کہ اس دوا کے اثر کو قبول کرو۔ یہ ایک نظام ہے اور دوسرا طریقہ ہے خالص دعا کا جس میں مادی تدبیر بطور پرده کے آجائی ہے ورنہ ہوتا کچھ نہیں۔

ایک دفعہ، دریکی بات ہے، حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوں میں ایک نوجوان رات کے دو بجے مچھلی کی طرح ترپنے لگا۔ اسے شدید درد پیٹ میں اٹھی۔ سارے محلہ کو اس نے سر پہ اٹھا لیا۔ نوجوان تھا، آواز بھی اوپنچی تھی۔ خوب زور زور سے اس نے شور مچایا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؒ اس کے پاس گئے، آدمی بھیجا ڈاکٹر کو بلا نے کے لئے

اور خود کا غذ کی ایک گولی بنائی۔ پانی منگوایا اور کہا منہ کھول، گولی کو اپنے ہاتھ سے اُس کے لگلے میں رکھ کر پانی پلا دیا تاکہ اسے یہ احساس نہ ہو کہ میں کاغذ کھارہا ہوں اور اس کو آرام آ گیا۔ قبل اس کے کہ ڈاکٹر پہنچتا اس کی درد دور ہو چکی تھی۔ تو یہ دعا ہے جس میں پرده مادی چیز کا بھی ہوتا ہے ممکن ہے اس کا غذ کے اجزاء میں خدا تعالیٰ نے شفا بھی رکھی ہو بیماری کی۔

بہر حال اس وقت ایک تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوست کثرت سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ شفاذے اور مقبول خدمت کی توفیق دے مجھے بھی اور آپ کو بھی۔ دوسرے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا ارادہ اس سال دورے پر یہ دون پاکستان جانے کا ہے۔ دعا کریں کہ یہ دورہ اس معنی میں کامیاب ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواز سرنو یہ بتایا گیا کہ **الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ** (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۷) ہر قسم کی بھلائی، خیر اور خوشحالی کا سامان قرآن کریم میں ہے۔ اسی سے حاصل کرنا چاہیے۔ سوجب ہم باہر جائیں تو دنیا کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جائیں اور کم از کم ایک حصہ کو توبہ تحریک ہو جائے کہ ادھر ادھر کی کوششوں اور تذیروں کی بجائے وہ قرآن کریم کی طرف رجوع کرے، وہ دنیا جو آج قرآن کریم کی عظمت کو پہچانتی نہیں اور دنیا والے اپنے جن مسائل کا حل اپنی تذیرے سے کرنیں سکے اسے وہ قرآن کریم سے حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کریں۔

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ **كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۵) ہر قسم کی برکت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کو حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم ایک تعلیم ہے۔ اس کے سمجھنے میں انسان صحیح قدم بھی اٹھاتا ہے اور غلطی بھی کرتا ہے لیکن جو صحیح سمجھا، جس نے غلطی نہیں کی، جس کے لئے غلطی کرنے کا امکان ہی نہیں تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جس طرح انہوں نے سمجھا قرآن کریم کو ان کے اسوہ پر چلنے کی بنی نوی انسان کو توفیق عطا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اس کے لئے علم ضروری ہے یعنی ضروری ہے کہ وہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھیں، ان کے دل میں محبت اور پیار پیدا ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تیسرے ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے دل میں ایک ترڑپ، ایک جوش، ایک جنون پیدا ہو کہ جن را ہوں پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور

اپنے رب کی رضا کی جنتوں کو حاصل کیا آپ نے، آپ ہی کے نقشِ قدم پر وہ بھی، ہم بھی چلنے والے ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں حاصل ہو۔

اس غرض کے لئے ہی میں نے ”تعلیمی منصوبہ“ جماعت کے سامنے پیش کیا ہے۔ قرآن کریم کو سمجھنا اور سیکھنا ضروری ہے کیونکہ **الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ** (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۸)

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف روحانی باتیں ہی قرآن کریم میں ہیں اور وہاں سے حاصل کی جاسکتی ہیں یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ مادی زندگی اور روحانی زندگی دونوں اس قدر جدا گانہ ہیں اور اس قدر بعد ہے ان میں کہ ایک کو سیکھنے کے لئے دوسرے کو جانا ضروری نہیں۔ قرآن کریم نے شروع سے آخر تک آیات کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ آیت کی جمع ہے۔ اس لفظ کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجذات کے لئے بھی اور دیگر انبیاء کے مجذات کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کریم کی ہر عظمت والی تعلیم کے متعلق بھی اسے استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ ہر آدمی کے منہ پر اکثر آتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات ہیں، اس سورہ کی اتنی آیات ہیں یا فلاں سورہ کی فلاں آیت میں یہ لکھا ہے۔ اسی طرح اس مادی دنیا کی ہر تبدیلی کا نام قرآن کریم نے آیت ہی رکھا ہے جیسا کہ فرمایا:-

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاحْتِلَافِ الْأَيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ

(آل عمران: ۱۹۱) یہ جو دن اور رات کا تعلق اور سورج اور زمین کے زاویے، ان کا بعد اور ان کی حرکتیں، احتیلافِ الایل و النہار یہ ساری چیزیں آیات ہیں۔ یہ علم جو ہے دینی علم نہیں، محض دنیوی علم بھی نہیں۔ یہ ”دنیوی علم“ ہے۔ روحانیت کی بنیاد اس کے اوپر ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی شان اور اس کا جلال، ان علوم کے حصول کے بعد ایک خوش قسمت انسان کو اس سے زیادہ حاصل ہو سکتا ہے جتنا ایک دہر یہ کو حاصل ہونا ممکن ہے۔

تو میں نے کہا قرآن پڑھیں، تفسیر صغیر اپنے پاس رکھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تفسیر کی ہے۔ وہ اور جو دوسری تفاسیر ہیں قرآن کریم کی مستند، وہ اپنے پاس رکھیں پڑھیں، پڑھائیں بچوں کو، بچوں کو ان کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ وہ جو ہماری منتظمہ ہے اس کو بہت دفعہ چھپوڑنا پڑتا ہے۔ تب وہ ٹھیک کام کرتی رہتی ہے ورنہ پھرست ہو جاتی ہیں۔ پھر

قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی غرض سے ہی میں نے کہا کہ کوئی ہمارا بچہ میٹرک سے کم پڑھا ہوانہ ہو۔ میرے ذہن میں یہ تھا کہ کوئی بچہ ہماری جماعت میں ایسا نہ ہو کہ وہ قرآن کریم سمجھنے کے لئے جو میٹرک کا دماغ ہے اس سے کم دماغ رکھے یعنی میٹرک کا دماغ رکھنے والے میں اتنا علم حاصل کرنے کے بعد جو روشنی پیدا ہوگی اتنی روشنی تو کم از کم ہمارے ہر بچہ میں ہونی چاہیئے تاکہ قرآن کریم کے بعض جلوے جو ہیں وہ اس کے دماغ میں اجاگر ہو سکیں اور میں نے یہ کہا کہ جس دماغ کو اللہ تعالیٰ نے مادی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے سمجھنے اور ان سے استدلال کر کے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں ان کو کسی ایسی جگہ رکنا نہ پڑے کہ ان کے پاس، ان کے خاندان کے پاس آگے پڑھنے یا پڑھانے کے لئے گناہ نہیں۔ یہ ذمہ داری جماعت اٹھائے۔ اس کے لئے پیار کے ساتھ پیار پیدا کرنے کے لئے میں نے کہا دستخط سے خط لکھوں گا (جس کے سپرد کیا ہوا تھا دستخطوں والے خط کو پرنٹ کرنا انہوں نے بڑی درپ کر دی اور طبع ہو کر ابھی نہیں پہنچے وہ۔ اس کا مجھے افسوس ہے۔ کوشش کروں گا سفر سے پہلے بچوں کے پاس وہ خطوط پہنچ جائیں)۔

گُر جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ میرے اس حکم کے مطابق، میری اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے جماعت ہائے احمد یہ پاکستان کو جتنی کوشش کرنی چاہیئے تھی انہوں نے اس کا ۱۰ ایک ہے یا کچھ زیادہ اس سے کیونکہ میرا اندازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک لاکھ سے زائد پڑھنے والے بچے عطا کئے ہیں لیکن ہمارے پاس جو خطوط آئے ہیں وہ چودہ پندرہ ہزار ہیں۔ یہاں راولپنڈی میں یہ ہوا کہ عہد یدار مجھے کہنے لگے ہماری فہرست مکمل، جب پوچھا کلتی؟ تو بتایا ساڑھے سات صد۔ میں نے کہا میرے اندازے کے مطابق تعداد ہزار سے اوپر جانی چاہیئے۔

جب میں پچھلی دفعہ یہاں آیا ہوں آپ کے پاس میں نے ان سے کہا میں تین دن دیتا ہوں اور کوشش کریں۔ تین دن کے بعد آئے تو تعداد ساڑھے تین سو سے ساڑھے سات سو ہو گئی۔ میں نے کہا اب بھی کم ہے کوشش کریں۔ ابھی مجھے ملے تو نہیں، کسی نے مجھے بتایا ہے کہ تعداد آٹھ سو سے اوپر تکل گئی ہے اور اب ان کو بھی امید ہو گئی ہے کہ میرے کہنے کے مطابق تعداد ایک ہزار سے اوپر ہو جائے گی۔

تو یہ معمولی باتیں نہیں آپ کی جماعتی زندگی کے لئے۔ اس زمانہ میں جب اسلام کا کامل اور مکمل غلبہ اپنے پیار کے ساتھ اور اپنے نور کے ساتھ اور اپنے حسن کے ساتھ اور اپنے احسان کے ساتھ اس دنیا کے انسان کے لئے مقدر ہے اس میں ان ساری چیزوں کا بڑا حصہ ہے۔ پس اس کی اہمیت کو سمجھیں، پہلے تو ہر احمدی سمجھے کہ میں ہوں کون؟ میری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ میں کس تحریک سے مسلک ہوں؟ کیا مقصد ہے میری زندگی کا؟ اسے حاصل کرنے کے لئے کیا کچھ مجھے کرنا چاہیے۔ کرنے کا سوال مقصد کی عظمت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر کسی نے چند ریوڑیاں یعنی لینی ہوں بازار سے، یہ مقصد ہو تو ایک پیسہ کافی ہے خرچ کرنے کے لئے۔ لیکن اگر اسلام آباد میں مکان بنانا ہو تو لاکھوں کی ضرورت پڑ جائے گی۔ اگر کسی نے دوفر لانگ سفر کرنا ہو تو اس کو ایک دھیلے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس کو دوفر لانگ چلنا پڑے گا لیکن جس شخص نے زمین سے اٹھ کر آسمان کی رفتاؤ پر جا کر خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہو اس کو تو بڑا چلنے کی ضرورت ہے۔ بہت سفر کی ضرورت ہے۔ راہ بڑی لمبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں میں برکت ڈالے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو (جو بیمار ہیں انہیں) صحت دے اور صحت سے رکھے اور ہمارے دلوں میں یہ پیار اور ہماری نسلوں میں یہ جذبہ ہمیشہ قائم رہے کہ بنی نوع انسان کو ہلاکت سے بچانا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنڈے تلے انہیں لاجمع کرنا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۷ / رجون ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۲ تا ۳۲)



شریعت پر عمل پیرا ہوں اور اللہ کی طرف بار بار رجوع کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جون ۱۹۸۰ء، مقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ابھی طبیعت خراب چلی جا رہی ہے۔ شکر کا نظام جو درہم برہم ہوا تھا وہ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا۔ انفیکشن بھی ہے اور گرمی بھی ہے۔ گرمی میری بیماری ہے اس میں بھی شوگر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ آج تو یہ کیفیت تھی کہ سماڑھے بارہ، پونے ایک بجے تک میں نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ جمعہ کے لئے آؤں گا یا نہیں کیونکہ صبح پہلے بلڈ پریشر نچلا بہت گر گیا پھر وہ ٹھیک ہوا تو اوپر والا بہت بڑھ گیا۔ اس سے طبیعت میں گہرا ہٹ پیدا ہوتی ہے۔ دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ جلد شفادے۔ سامنے ایک لمبا سفر بھی ہے خدا کے دین کے لئے، بنی نوع انسان کی ہمدردی میں۔ اللہ تعالیٰ اس کی ذمہ داریاں نباہنے کی بھی توفیق عطا کرے۔

بندے کا اپنے پیدا کرنے والے رب سے ایک ایسا رشتہ ہے جسے اکثر لوگ بھول جاتے ہیں۔ جو یاد رکھتے ہیں وہ بھی کبھی تو یاد رکھتے ہیں اور کبھی بھول جاتے ہیں۔ انسان کا اپنے رب کریم سے جو رشتہ ہے اگر انسان کو وہ ہر وقت یاد رہے تو ہر قسم کی برا یوں اور غفلتوں اور کوتا ہیوں سے بچنے کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:- رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُونُوا صَلِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلأَوَّلِينَ غَفُورًا۔ (بنی اسرائیل: ۲۶) تمہارا

رب تمہیں، تمہارے فسول کو، تمہارے ظاہر و باطن کو، تمہارے اندر و نے کو، تمہارے خیالات کو، تمہاری خواہشات کو، تمہارے منصوبوں کو، اور اسی طرح جب تم دوسروں سے چالا کیاں کرنے لگتے ہو تو تمہاری ان چالاکیوں کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ **رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ** یہ ایک بڑا ہم رشتہ ہے جو ایک بندے کا اپنے رب سے ہے۔

سب سے قریب کا تعلق مرد کا یوں کے ساتھ اور یوں کا خاوند کے ساتھ ہوتا ہے لیکن بعض لوگ بڑی باتوں میں بھی اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اکثر چھپا جاتے ہیں۔ بہت سی چیزیں خاوند یوں سے چھپا جاتا ہے۔ بد نیتی سے نہیں، اس کو تکلیف دینے کے لئے نہیں، ویسے ہی چھپا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں یوں خاوند سے چھپا جاتی ہے بعض دفعہ حیا کی وجہ سے کوئی چیز نہیں بتاتی۔ اس چھپانے میں بد نیتی نہیں ہوتی حیا ہوتی ہے۔ الغرض سب سے قریب جو رشتہ ہے اس میں بھی نہیں کہا جاسکتا کہ خاوند یوں کو کلی طور پر سمجھ رہا ہے اور نہ یوں ہی یہ دعویٰ کر سکتی ہے۔ بچہ ماں کی گود میں پلتا ہے لیکن وہ بھی بہت ساری باتیں اپنی ماں سے چھپا لیتا ہے۔ گھر میں بھی بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو بچوں سے چھپی ہوتی ہیں۔ ماں باپ نہیں بتاتے انہیں وہ باتیں۔ ان کا علم نہیں ہوتا انہیں۔ جو دور کے رشتے ہیں ان میں تو بہت کچھ چھپا ہوتا ہے لیکن ایک ایسی ہستی ہے جس سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہر چیز اور ہر بات ہر وقت اس کی نگاہ اور علم میں ہے۔

اگر یہ عظیم ہستی یعنی اللہ تعالیٰ صرف گرفت کی صفات اپنے اندر رکھتا، صرف سزا دینا اس کی صفت ہوتی معاف کرنا اس کی صفت نہ ہوتی یا اگر وہ علم رکھتا اور ربوبیت کی صفت اس میں نہ ہوتی تو ایسے علم کے نتیجہ میں انسان کو نقصان پہنچ جاتا۔ فائدے بہت سارے نہ پہنچ سکتے لیکن قرآن کریم نے جس اللہ تعالیٰ کو اس کی کامل اور حسین صفات کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کیا ہے ان صفات میں سے ایک بنیادی صفت اس کا رب ہونا ہے اور اسی صفت کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ یہ فرمाकر کہ **رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ** یہ جو جانے والا ہے تمہاری ہر چیز کو، ظاہر و باطن کو، وہ رب ہے۔ اس نے تمہیں اس لئے پیدا کیا کہ اس کی ربوبیت کی صفت تمہاری زندگیوں میں جاری و ساری ہے۔ اس کے لئے اس نے شریعت کو نازل کیا۔ ہم خوش

قسمت ہیں کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے لئے اس نے آپ پر کامل شریعت نازل کی ایسی شریعت کہ جو ہماری زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والی اور ہر شعبہ کے اندر ہیں کو دور کر کے نور پیدا کرنے والی، ہر شعبہ زندگی میں ترقیات کے سامان پیدا کرنے والی اور ان تمام را ہوں کو جن پر چل کر بندہ خدا کی رضا کی جنتوں کو حاصل کر سکتا ہے کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہارا رب ہوں اگر چاہو تو میری اس صفت سے فائدہ اٹھاؤ اور وہ اس طرح کہ ربوبیت کی خاطر میں نے جو ایک کامل شریعت کو نازل کیا ہے اس پر عمل پیرا ہو۔

پھر اس پر عمل پیرا ہونے کے عظیم الشان شمر کی طرف توجہ دلانے کے لئے فرمایا ان تَكُونُوا صِلِحِينَ اگر تم صالح ہو گے، اعمال صالحے بجالا وَ گے۔

اعمال صالحہ کے معنی ہیں شریعت کے ہر حکم پر موقع اور وقت کی مناسبت کے مطابق پوری شرائط کے ساتھ عمل کرنا۔ جو عمل ایسا ہے وہ اعمال صالحہ کے زمرہ میں داخل ہے۔ اسلام اور قرآن کریم کی اصطلاح میں صالح وہ ہے کہ جس پر وقتاً فوتاً خدا تعالیٰ کے جو احکام لاگو ہوتے ہیں ان سارے احکام کو وہ موقع اور وقت کی مناسبت سے بجالائے۔ وقت کی مناسبت کے باہر میں کوئی شبہ نہ رہنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر ایک وقت نماز کا ہے۔ اس وقت باجماعت نماز پڑھنے کا حکم لاگو ہو گیا۔ زکوٰۃ کا حکم ہے وہ سال میں ایک دفعہ لاگو ہو گیا۔ روزے رکھنے کا حکم ہے وہ سال کے ایک مہینے میں لاگو ہو گیا۔ بشاشت اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ بھائیوں سے ملاقات کرنا اور ان کے ساتھ قولِ حسن سے بات کرنا۔ یہ ایسا حکم ہے کہ ہر وقت ہی لاگو ہے۔ جب دو آدمی ایک دوسرے سے ملیں اور ملاقات کریں جس وقت آدمی اکیلا ہو اس وقت یہ حکم لاگو نہیں ہوتا۔ لیکن جس وقت بھی اس کا ملاپ کسی دوسرے انسان سے ہوتا ہے یہ حکم لاگو ہو جاتا ہے کہ دکھنیں دینا کسی کو سکھ پہنچانا ہے ہمیشہ۔ بتا میں یہ رہا ہوں کہ ہر حکم ہر وقت انسان پر لاگو نہیں ہوتا۔ اسی لئے اعمال صالحہ کا یعنی با موقع اور مناسب حال کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر بتایا کہ اعمال صالحہ بجالانے کی کوششوں میں تمہاری ایک بنیادی کوشش اور بھی ہونی چاہیئے۔ اس بنیادی کوشش کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اس آیت میں صالح کی تعریف کے

طور پر ایک لفظ زائد استعمال کیا گیا ہے۔ فرمایا قَاتَهُ کَانَ لِلْأَوَّلِينَ غَفُورًا پہلے تو یہ کہا کہ انْ تَكُونُوا صَلِحِينَ یعنی یہ کہ اگر تم صالح ہو آیت کے اگلے حصہ میں صالح کے لفظ کو چھوڑ کر أَوَابِ کا لفظ لیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ صالح کے معنی میں خدا تعالیٰ کی طرف بار بار رجوع کرنے کی اہمیت کو بھی ذہن میں حاضر رکھنا ضروری ہے کیونکہ انسان جب کوئی عمل کرتا ہے، تو ضروری نہیں کہ وہ عمل مقبول بھی ہو۔ ہزار گند ہیں جو ہمارے اعمال میں شامل ہو جاتے ہیں ہمیں ان کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن رَبُّكُمُ الْعَلَمُ إِمَاءِنْ نُفُوسِكُمْ ہمارے خدا تعالیٰ کو تو علم ہوتا ہے۔ اسی لئے توجہ دلائی کہ بار بار اس کی طرف رجوع کروتا کہ تمہارے خیال میں جو اعمال صالح ہیں وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں بھی مقبول ہو جائیں یعنی اس کی نگاہ میں بھی وہ اعمال صالحہ قرار پائیں اور اس کے نتیجہ میں تمہیں رب کریم کی ربویت حاصل ہو اور ہر میدان میں تم اس کی رحمت کے سایہ تلے کامیابیوں کو اور اس کی رضا کو حاصل کرنے والے ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ ہمیں اواب بنائے۔ ہم میں وہ ہر وقت اپنی طرف رجوع کرنے کا احساس بھی پیدا کرے اور ہمیں اس کی توفیق بھی دے اور اس کے نتیجہ میں ہمارے اعمال خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر پورے طور پر منور شکل میں اس کے حضور پیش ہونے والے ہوں اور انہیں وہ اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ اللہ جو ہمارا رب ہے اور ہماری ربویت کے لئے اور ہماری ترقیات کے لئے، ہماری فلاح کے لئے، ہماری خوش حالیوں کے لئے اس نے جو سامان پیدا کیا ہے اس میں وہ خود ہماری انگلی پکڑ کے اپنے پیار کی را ہوں پر ہمیں چلانے والا ہو اور اس کے فضلوں اور رحمتوں کو ہم حاصل کرنے والے ہوں۔

(روزنامہ الفضل ربہ ۳، جولائی ۱۹۸۰ء صفحہ ۳، ۴)



ایک دوسرے سے نہ لڑواور

اپنے حقوق چھوڑ دو

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳۰ جون ۱۹۸۰ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

بیماری کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ کے بعد میں خطبہ کے لئے یہاں آیا ہوں۔ مجھے بیماری کا حملہ ۲۵ اور ۲۶ ربیعی شعبہ کو ہوا۔ جب میں سویا تو چنگا بھلا تھا جب میں اٹھا تو شدید بیمار تھا۔ گرددہ پر حملہ ہوا افیکشن کا اور اس کے ساتھ Rigour Shivering جس نے جسم کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ اور بخار اتنا تو نہیں ہوا جو ۵۷۱۹ء میں ہوا تھا گرددہ کی تکلیف سے، لیکن ۱۰۲ سے اوپر ہو گیا۔ انسان بڑا عاجز ہے۔ دعوے تو بہت کرتا ہے لیکن ہے عاجز۔ لکھر کروائے کہنے کے لئے کہ یہ کون سے کیڑے ہیں بیماری کے، اور کونسی دوا موثر ہے ان پر، تین چلے ٹھیسٹ کروا یا گیا۔ فیصل آباد جہاں کی لیبارٹری بہت اچھی ہے اور غالباً غیر ملکی تعلیم یافتہ ڈاکٹروں کا کام کر رہے ہیں۔ لاہور بہت اچھی لیبارٹری اور بہت اچھی لیبارٹری میں اسلام آباد۔ تینوں چلے کا نتیجہ مختلف تھا۔ فیصل آباد نے ایک قسم کا کیڑا بتایا۔ لاہور نے ایک دوسری قسم کا کیڑا بتایا اور دوسری دو بتائی اور اسلام آباد نے ایک تیسرا قسم کا کیڑا بتایا۔ بیماری کا اور ایک تیسرا قسم کی دوائیں بتائیں۔ وہاں احمدی ڈاکٹر اچھے زیریک ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اور کام میں برکت ڈالے اور ہاتھ میں شفادے۔

اسلام آباد میں کچھ عرصہ بعد گیا تھا۔ غالباً بیماری کے دو ہفتے سے زائد ہوا تھا جب میں

یہاں سے گیا ہوں وہاں۔ اس عرصہ میں ایک اینٹی بائیوٹک جرم کش دوائی مجھے ڈاکٹروں نے دی اور اس نے غالباً اس بیماری کو تو کچھ سنبھالا، موثر ہوئی ایک حد تک لیکن گردوں پر اس دوائی نے حملہ کیا اور گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ دودن تک گردوں نے پیشاب ہی نہیں بنایا اور اس سے بڑی فکر پیدا ہوئی۔ پیشاب آور دوا میں استعمال کیس (حضرت مسح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دوا میں ہر قسم کی کھالیتی چاہئیں۔ جس چیز میں اللہ تعالیٰ شفار کھنا چاہے گا رکھ دے گا۔ شرک سے اپنے نفس کو بچانا چاہئے) بہرحال میں نے مشورہ کے بعد طب کی ایک دوا تجویز کی اور ہومیو پیتھک کی دوائی شروع کی پیشاب آور کہ گردے کام کرنا شروع کر دیں اور ڈاکٹروں نے ایلو پیتھک کی بھی ایک دوائی دی اس دوائی کے لٹرچر میں یہ ذکر نہیں تھا کہ اس دوائی میں میٹھا پڑا ہوا ہے۔ اور میں بیمار ہوں ”شکر“ کا اور میں تھوڑی سی دوائی بھی لیتا ہوں لیکن زیادہ تر بہت احتیاط کرتا ہوں کھانے میں اور اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے مجھے تکلیف نہیں دے رہی یہ بیماری۔ ذیابیطس جسے کہتے ہیں قابو میں رہتی ہے لیکن میں نے محسوس کیا کہ ایلو پیتھک کی دوائی کے نتیجہ میں میرا شکر کا نظام جو ہے اس میں نقض پیدا ہو رہا ہے اور مجھے تکلیف ہوئی۔ ربودہ شروع کی دوائی۔ پھر اسلام آباد پلے گئے ایک دن وہاں میں نے ایک دوست سے جو دوائیوں کی دکان کرتے ہیں کہا مجھے شبہ ہے کہ میٹھا ہے اس دوائی میں پتہ تو کرو۔ ان کی اچھی واقفیت ہے۔ انہوں نے بڑی بڑی دکانوں سے پتہ کیا۔ انہوں نے کہا ہمیں علم نہیں لیکن اس کے لٹرچر میں نہیں لکھا کہ اس میں میٹھا ہے۔ ایک شریف انسان مل گیا اس نے کہا میری واقفیت ہے پاک ڈیوس کے ساتھ جو کراچی میں یہ دوائی بنار ہے ہیں، انہیں میں فون کر کے پوچھتا ہوں۔ اس نے فون کیا تو جواب ملا کہ بالکل فکر نہ کرو اس میں ہم نے سکرین نہیں ڈالی بلکہ خالص میٹھا ڈالا ہے۔ تو خالص میٹھے کے تین پیالے بھر کے مجھے پلانے شروع کئے ہوئے تھے ذیابیطس کی بیماری میں جو میں نے زیادہ تر کھانے سے کنٹروں کی ہوئی تھی۔ خون میں میری ”شکر“ کے لگ بھگ رہتی تھی جو کچھ زیادہ ہے نارمل سے لیکن ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ اتنی ہے تو کوئی فکر کی بات نہیں وہ ایک سوتیس سے بڑھ کے دوسو سویں تک چلی گئی اور خالص مقدار سے جب آگے بڑھے تب یہ قاروے میں آتی ہے۔ قاروے میں ۲۴۰ء اشکر نکل آتی۔ لیکن پھر یہ ہو گیا کہ چکر

چل گیا بیماری اور دوائیوں کا۔ میں بچپن امریض بیچ میں پھنسا ہوا۔ وہ دوا چھوڑی لیکن ایک دفعہ یہ شکر کا نظام Upset ہو تو آجاتا ہے کنٹرول میں لیکن بڑی محنت کرنی پڑتی ہے اور بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ کھانا میرا تناکم ہے کہ آپ جیران ہو جائیں گے کہ میں دوپھر کے کھانے میں ایک چھٹا نک سے زیادہ آٹا نہیں کھاتا۔ میرا معمول ہے یہ۔ اور رات کے کھانے میں اس سے بھی کم۔ تو اگر شکر کا خیال کرنا پڑے تو آدھی چھٹا نک آثارہ جائے گا۔ میں ایک پھلکا کھاتا ہوں۔ مشکل سے اور اس میں کمی کی گنجائش بڑی تھوڑی ہے۔ جو چار روٹیاں کھاتا ہو وہ دو کر دے، جو ایک ہی کھاتا ہے وہ کیا کرے۔ بھوکا تو نہیں رہ سکتا انسان۔ بہر حال پہلے تو میں نے وہ میٹھی دوائی چھوڑی، صرف دوائی چھوڑنے سے دوسو میں سے ایک سو اسی، بیاسی پر آ گیا۔ پتا لگ گیا کہ دوائی کا اس میں حصہ تھا۔

پھر گرمی میری مستقل بیماری بن گئی ہے۔ اس سال سے جب کام کے دوران ایک اس فنسم کی گرمی کے موسم میں تین دفعہ مجھے باقاعدہ لوگ کے Stroke Heat بخار، گھبراہٹ، سر درد کے حملے شروع ہو گئے تھے۔ جس کو ایک دفعہ بھی یہ بیماری ہو جائے گرمی باقاعدہ بیماری بن جاتی ہے۔

اسلام آباد میں جو فیکشن کی دوائی تجویز کی گئی، میں نے اسی دن ساڑھے دس بجے رات پہلی خوراک کھالی۔ ایک مہینہ میں نے وہ اینٹی باسیوٹک کھائی۔ اس نے بڑا فائدہ کیا لیکن خود اینٹی باسیوٹک ضعف کرنے والی ہے اور ایک مہینہ کے بعد اب میں گیا ہوں تو انہوں نے دوبارہ جو ٹیکسٹ لیا، ابتدائی رپورٹ کے مطابق قریباً ۹۰% فیصد آرام ہے ابھی دس فیصد بیماری موجود ہے۔ دوائی شاید بدل دیں۔ آج یا کل ان کی طرف سے آئے گی اطلاع۔ یہ کچھ لمبا چکر پڑ گیا ہے۔ یہ اس لئے میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے اسے کہ آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بیماری کے اس چکر سے نکالے اور پوری صحبت دے تاکہ میں پورا کام کروں۔ اپنی ذمہ داری پورے طور پر نبابر ہوں۔ جو کام میرے کرنے کے ہیں وہ میں ہی کر سکتا ہوں۔ مثلاً بیماری کے ایام میں ایک دن مجھے خیال آیا کہ ڈاک سے ایک کمرہ بھر گیا ہے، کچھ تو نکالنی چاہیئے تو بیماری میں ہی میں دو راتیں دو بجے تک اور ایک رات اڑھائی بجے تک ڈاک دیکھتا رہا اور کچھ حصہ

ڈاک کا نکال دیا۔ کچھ مجھے سلسلی ہوئی۔ پھر جب کچھ افاقت ہوا تو اپنا پورا ذرگا کے اسلام آباد میں ہی ساری ڈاک نکال دی تھی لیکن ان تین دنوں کی ڈاک میں نے نہیں دیکھی۔ منگل، بده اور جمعرات۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ کل یا پرسوں دو دن میں وہ ساری دیکھ لوس گا پھر کوئی میرے ذمہ قرض نہیں رہے گا جماعت کا کیونکہ دعاوں کے خطوط ہیں، معاملات ہیں، تکالیف بعض ایسی ہوتی ہیں جو فوری دور کرنی ہوتی ہیں۔ تو میری بیماری مجھے قصور و اڑھراتی ہے۔ میں اپنے رب سے امید رکھتا ہوں کہ جو بیماری کی وجہ سے کمزوری ہوتی ہے اس پر وہ مجھے گرفت نہیں کرے گا لیکن مجھے یہ تکالیف ہوتی ہے سوچ کے کہ جن دوستوں کی تکالیف کو میں صحت کی صورت میں دور کر سکتا تھا وہ میں دور نہیں کر سکتا تو بہت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری بیماری کو کلکیہ دور کر دے اور مجھے پوری طاقت عطا کرے۔ جیسا کہ تب تک وہ کرتا رہا ہے، آئندہ بھی جب تک زندگی ہے میں اس رب کریم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ایسا کرے گا کہ مجھے طاقت دے اور سارے ہی کام روز کے روز ہو جائیں۔ میں روز کے کام قریباً روز ہی نہٹانے کا عادی ہوں۔ عام طور پر میں رات کو بارہ بجے سے پہلے بھی نہیں سویا۔ ایک بجے کے بعد بہت دفعہ سویا ہوں تو اوسطاً ساڑھے بارہ اور ایک بجے میں سوتا ہوں۔ گرمیوں میں بھی پھر صبح نماز کے لئے اٹھتا ہوں۔ بعض دفعہ اتنا ضعف ہوتا ہے کہ میں مسجد میں نہیں آ سکتا لیکن نماز پڑھتا ہوں اپنے وقت پر۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انشاء اللہ تعالیٰ میرا ارادہ امسال باہر دورہ پر جانے کا ہے۔ بہت سے ملکوں میں جانا ہے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل سے انشاء اللہ تعالیٰ اللہ نے توفیق دی تو اگلے جمعہ میں بات کروں گا۔ خلیفہ وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ساری دنیا کے احمدیوں کا خلیفہ ہے۔ اب اکثر اوقات میں یہاں رہتا ہوں مرکز میں لیکن افریقہ میں جو احمدی ہیں وہ بھی اور امریکہ میں جو احمدی ہیں وہ بھی، شمالی امریکہ میں اور جس میں یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ اور کینیڈا شامل ہے اور جنوبی امریکہ میں جو ہیں وہ بھی اور یورپ میں بسنے والے احمدی بھی، افریقہ والے احمدی بھی، آسٹریلیا والے احمدی بھی، انڈونیشیا والے احمدی بھی میری بالتوں پر کان دھرتے، میری نصائح سے فائدہ اٹھاتے، جو اسلامی تعلیم میں ان کے سامنے رکھتا ہوں اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش

کرتے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں بہت پیار اور محبت سے وہ رہتے ہیں۔

تو خلیفہ وقت تو ایک جگہ ہی ہوگا جب اکثر اوقات یہ ساری دنیا جو ہے ہزارہا میل سے میری آواز کو سنتی اور پیار اور اخوت کے ساتھ زندگی کے دن گزار رہی ہوتی ہے تو اگر میں تھوڑے سے عرصہ کے لئے ربوبہ سے باہر چلا جاؤں تو ربوبہ والوں کو یہ حق تو نہیں پہنچتا کہ چونکہ خلیفہ وقت یہاں نہیں ہے اس لئے ایک دوسرے کے خلاف غصے نکال لو۔

پس میری نصیحت یہ ہے کہ کبھی بھی نہ لڑو ایک دوسرے سے۔ ممکراتے چہروں سے ملاقات کرو۔ سلام سے اپنے کلام کی ابتداء کرو۔ کسی کا حق نہ مارو۔ غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے جہاں تک طاقت میں ہو تمہاری اپنے حقوق چھوڑ دو۔ بے شک دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے وہ دیتا ہے۔ جب دینے پر آتا ہے تو اتنا دیتا ہے کہ آپ کی جھولیوں میں وہ چیز سما نہیں سکتی۔ وہ دیتا ہے افراد کو بھی، وہ دیتا ہے جماعت کو بھی۔ افراد کے متعلق بھی میں مثالیں دیا کرتا ہوں لیکن جماعت تو ہمارا سانجھا مال ہے نا۔ ہر احمدی جو ہے جماعت کا مال اس کا مال ہے۔ اس مال کی برکتیں ہر احمدی کو نظر آنی چاہئیں اور اس کے مطابق اس کی زبان سے ہر آن اور ہر وقت الحمد للہ نکلنے چاہیئے۔

۰۷۱ء میں مغربی افریقہ کے بعض ملکوں کا میں نے دورہ کیا۔ وہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ایک نئے پروگرام کا۔ جماعت میں میں نے اس کی تحریک کی۔ ساری جماعت نے اس وقت بڑے پیار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور ۵۳ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔ اب ان ملکوں کی سکیم کہ اتنے کا الجز کھولے جائیں گے اور اتنے ہسپتال کھولے جائیں گے۔ اس لحاظ سے تو ۵۳ لاکھ روپے کوئی چیز نہیں ہیں۔ وہاں کے جو مشنریز عیسائی ہسپتال ہیں وہ دو دو کروڑ روپیہ ایک ایک ہسپتال پر خرچ کرنے والے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کو آپ کے پیسے کی تو ضرورت نہیں آپ کے دل میں جو اس کا پیار موجز ن ہوتا ہے اسے وہ پسند کرتا اور محبت کی نگاہ سے دیکھتا اور اسی کے مطابق وہ آپ سے سلوک کرتا ہے۔ اس سال ”نصرت جہاں آگے بڑھو“ نصرت جہاں میرے لئے ایک پیارا وجود بھی ہے (کیونکہ میری دادی نصرت جہاں نے بچپن سے ہی مجھے پالا اور بڑی احسن رنگ میں تربیت کی)۔ مجھے وہ کچھ سکھایا کہ دنیا کی کوئی ماں نہیں جس نے اپنے بچے کو وہ سکھایا ہو، جس

رنگ میں سکھایا وہ بھی حسین تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بہت بلند کرے) لیکن معنوی لحاظ سے یہ بتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے اور آگے بڑھو۔ ۵۳ لاکھ سے تو ہم جوں کی چال سے بھی آگے نہیں بڑھ سکتے لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت نے اپنا یہ کرشمہ دکھایا کہ سالی رواں کا ان ملکوں کا نصرت جہاں کا بجٹ چار کروڑ روپے کا ہے۔

تو خدا تعالیٰ جو ہے وہ بخیل نہیں۔ جو اس کی خاطر اپنا حق چھوڑتا ہے۔ اسی کا دیا ہوا مال اسے لوٹاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی قرضہ نہیں رکھتا اور اسے دیتا ہے۔ اگر تو آپ نے اپنے رب سے لینا ہے تو لڑ بھگڑ کے اپنے بھائی سے مت لو۔ اگر آپ نے اس کے حکم پر عمل کرنا ہے۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بِيَنْكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرة: ۱۸۹) تو جو آپ کا حق نہیں وہ اپنے حق میں ملا کر سارے مال کو گدانا کرو بلکہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ وہ آپ کی ضرورتوں کو پورا کرے گا اور آپ کی فطرت میں اور نفس میں قناعت کا مادہ پیدا کرے گا اور تنی بنائے گا آپ کو۔ دوسروں کو دینے والا بنادے گا آپ کو۔ ایسا بنادے گا جس طرح ایک چشمہ کے کنارے پر جو خیمہ زن ہے انسان۔ وہ پانی جمع نہیں کیا کرتا ملکوں میں ہر وقت اس کو ٹھنڈا پانی بارشوں کا اور برف کا چشمہ کے ذریعہ اُسے وہ پہنچ رہا ہے۔ اس مادی دنیا کا وہ کون سا چشمہ ہے جس کا دہانہ خدائے رزاق کے جو جلوے ہیں ان سے زیادہ چوڑا ہو۔

تو جہاں سے آپ کو بہت زیادہ مل سکتا ہے وہاں سے لینے کی کوشش کریں اور ہمیشہ ہی پیار اور محبت سے رہیں۔ ربہ کو تو مثال بننا چاہیے دوسروں کے لئے۔ اس واسطے میں آپ کو زور کے ساتھ یہ یاد دہانی کروارہا ہوں۔

میں جب یہاں ہوتا ہوں کئی تکلیفیں بھی اٹھاتا ہوں جذباتی طور پر۔ ذرا ذرا سی بات کی بمحضے اطلاع آتی ہے کہ جو احمدی جن کو خدا تعالیٰ نے گند اور اندھیروں سے نکال کر پا کیزگی اور نور کی رفتتوں تک پہنچایا تھا وہ پھر واپس اندھیروں کی طرف جانے کے لئے آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ وہ اس گند میں نہ پڑیں۔ ان اندھیروں کی طرف ان کی حرکت نہ ہو۔ کبھی میں کامیاب ہوتا ہوں کبھی بد قسمتی ان لوگوں کی میں کامیاب نہیں ہوتا لیکن بہر حال یہ کوشش ہے جو میں کرتا ہوں اور اب میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ

هر شخص اس بات کا ذمہ دار ہے کہ ربہ کی فضائی ہے وہ محبت اور پیار کی فضائی ہے گی اور ہر شخص دوسرے کے دکھوں کو دور کرنے والا ان کے لئے خوش حالی اور بنشاشت کے سامان پیدا کرنے والا ہوگا۔ دکھ کے سامان پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حقیقت کے سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے۔ اپنی طبیعت کے لحاظ سے میرا خیال تھا۔ دس منٹ سے زیادہ میں نہیں بولوں گا اور آپ کے نقطہ نگاہ سے اس گرمی کے باوجود کچھ زیادہ بول گیا ہوں۔ بہر حال انسان اپنی کوشش کرتا ہے اور خیر اور برکت صرف خدادا ینے والا ہے۔

اس واسطے ایک بات چھوٹی سی بتا دوں۔ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا مجھے بڑی پیاری ہے۔

رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (القصص : ۲۵) انہوں نے یہ نہیں مانگا کہ اے خدا! مجھے یہ دے اور وہ دے۔ انہوں نے کہا ہر وہ چیز جس میں میرے لئے تجھے خیر نظر آئے اے خدا! مجھے وہ دے۔ اور اسی کا میں محتاج ہوں۔ مجھے آپ نہیں پتہ میرے لئے بھلائی کس چیز میں ہے۔ میں کیا مانگوں تجھ سے۔ اس سے مانگو جو جانتا ہے اور اپنی چلانے کی کوشش نہ کروں میں۔ آپ میں سے کسی کو بھی کچھ پتہ نہیں ایک منٹ بعد کا نہیں پتہ۔

اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ ہمیں سچا احمدی مسلمان، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے اور ہمیں اس قابل بنادے کہ دنیا ہمارے نمونے کو دیکھ کر ہماری زندگیوں پر نگاہ پا کر اسلام کی طرف مائل ہونے والی بن جائے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کو اسی طرح حاصل کرنے کی کوشش کرے جس طرح ہم خدا کے عاجز بندے اس کی رحمتوں اور فضلوں کے محتاج اور کوشش کرتے ہیں جتنی ہم سے ہو سکے کہ اس سے ہم خیر کو حاصل کریں۔ آ مین۔
(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۸ اگست ۱۹۸۱ء صفحہ ۲۵)



اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے

(خطبہ فرمودہ ۱۱ ربیع الاول ۱۹۸۰ء، مقام مسجد نور فیکفر جمنی)

حضور ایدہ اللہ کے نماز جمعہ کے لئے دونج کر پکیں منٹ پر مسجد نور میں تشریف لانے پر جناب مبشر احمد باجوہ نے اذان دی۔ اس سے قبل جمعہ کی پہلی اذان بھی انہوں نے ہی دی تھی۔ اذان کے معاً بعد خطبہ جمعہ کا آغاز کرتے ہوئے تشهد و تَعُوذُ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

پورے یورپ اور دوسرے غیر مسلم ممالک میں غلط فہمی یا تعصب کی وجہ سے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اس نے عورت کے حقوق ہی قائم نہیں کئے اس لئے اسلام مردوں کا مذہب ہے، یہ عورتوں کا مذہب ہے، ہی نہیں حالانکہ اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں بلکہ بعض احتیاطیں وضع کر کے ان کے حقوق کے تحفظ کی پوری پوری ضمانت بھی دی ہے۔

حضور نے فرمایا ان قوموں میں بعض گندے اخلاق اور بگڑی ہوئی عادتوں نے کچھ ایسا گھر کیا ہے کہ اگر انہیں یہ سمجھایا جائے کہ جن باتوں پر تم اعتراض کر رہے ہو ان کا مقصد عورتوں پر ناوجہب پابندیاں عاید کرنا نہیں بلکہ ان کے عزت و احترام اور حقوق کی حفاظت کرنا ہے تو اسے وہ درخور اعتنا نہیں سمجھتے اور ایک ہی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کے

مساوی درجہ نہیں دیا حالانکہ کسی قوم کی عورتوں کو عقلاء اور اخلاقاً اس امر کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ ان کی لڑکیاں شادی سے پہلے ہی بچے جننے لگیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آزادی کے سر اسر غلط تصور نے ان قوموں کے افراد کو مادر پر آزاد بنا چھوڑا ہے۔ آزادی کے اس غلط تصور کی وجہ سے ہی امریکہ میں ہر سال لاکھوں بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جنہیں ان کی مائیں شادی سے پہلے ہی جنم دے دیتی ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام اس کی اجازت نہ دے کہ عورتوں پر سختی کرتا ہے تو اس کا یہ اعتراض عقلاء، مذہباء اور اخلاقاً سراسر ناوجہب ہے۔ اسلام عورتوں کو ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دے کر مردوں کی طرح انہیں بھی زمین سے اٹھا کر آسمان کی رفتہوں میں لے جانا چاہتا ہے۔ جو چیز عورتوں کی اس ترقی کی راہ میں روک بنے اسلام اسے تسلیم نہیں کرتا نہ اس کی اجازت دیتا ہے۔

حضور نے اسلام کی رُو سے مردوں اور عورتوں کے حقوق اور ان تعین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے دونوں میں قدرتی لحاظ سے جسمانی فرق کی وجہ سے پیدا ہونے والے تفاوت کے سوا اسلام نے عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیتے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے قدرتی فرق کو واضح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا ہے مثال کے طور پر عورتیں بچے جنتی ہیں مرد بچے نہیں جن سکتے یہ فرق قدرت نے پیدا کر رکھا ہے اسے بدلا نہیں جاسکتا۔ اس فرق کا مردوں اور عورتوں کے حقوق اور ان کی نوعیت پر ایک حد تک اثر انداز ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو خاوند اور بیوی کا اپنا اپنا ایک مقام ہے ہر چند کہ دونوں کا اپنا اپنا مقام اہم ہے تاہم اسے بدلا نہیں جاسکتا۔ گھر کا انتظام اور بچوں کی پرورش اور تربیت کرنا عورتوں کا کام ہے مرد کی ذمہ داری بیوی اور بچوں پر مشتمل پورے گھر کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرنا اور اس کے لئے محنت و مشقت کر کے اخراجات مہیا کرنا ہے۔ بیوی کے فرائض میں سرے سے یہ امر شامل نہیں ہے کہ وہ اپنی کمائی ہوئی یا پہلے سے حاصل شدہ دولت گھر کے اخراجات کو پورا کرنے پر خرچ کرے اسلام نے اسے اس کے لئے مکلف ہی نہیں کیا۔ اسلام اسے اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی ذاتی دولت

میں سے ایک پانی بھی گھر پر خرچ نہ کرے۔ اسلام مرد کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ بیوی کو اس کے اپنے مال سے گھر کی ضروریات کو پوری کرنے پر مجبور کرے۔ اُس نے بیوی کو اپنی ذاتی ملکیت کے بارہ میں مکمل طور پر آزاد رکھا ہے۔

حضور نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:-

دو ایک باتوں میں قدرتی تفاوت اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تقسیم کا رکے سوا اسلام نے عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق دیئے ہیں۔ اُس نے ان میں سرے سے کوئی فرق ہی تسلیم نہیں کیا۔ سارا قرآن دونوں میں بحثیت انسان ہونے کے مکمل مساوات کے ذکر سے پُر ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل اور دائیٰ شریعت لے کر دُنیا میں مبعوث ہوئے تو کس کی طرح مبعوث ہوئے۔ قرآن کریم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے:- **وَمَا آرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَةً لِلنَّاسِ بِشِيرًا وَنَذِيرًا وَلِكُنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** (سما: ۲۹)

ترجمہ:- اور ہم نے تجوہ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری دیتا اور ہوشیار کرتا ہے لیکن انسانوں میں سے اکثر اس حقیقت سے واقف نہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الناس کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ **النَّاسُ** کا لفظ عربی زبان میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے اکھا بولا جاتا ہے۔ سو معنے اس آیت کے یہ ہوئے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تجوہ ہر مرد اور ہر عورت کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشیر اور نذیر تمام مردوں اور تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ جہاں تک آپ کی بعثت اور اس کی غرض و غایت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اس اعتبار سے مردوں اور عورتوں میں کوئی تفریق نہیں کی اس لئے قرآن مجید میں جتنے بھی احکام آئے ہیں۔ (ما سوا چند احکام کے جن میں جسمانی تفاوت کی وجہ سے عورتوں کے بعض جدا گانہ نوعیت کے حقوق و فرائض کا ذکر ہے) ان میں یکساں طور پر مردوں اور عورتوں دونوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور وہ یکساں طور پر دونوں پر عائد ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نُفُسٍ**

واحدۃ۔ (النساء: ۲)

ترجمہ:- اے انسانو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے) یہاں بھی النّاس کا لفظ استعمال کر کے مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ مخاطب کیا گیا ہے اور انہیں حکم دیا گیا ہے اور انہیں اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اس حکم کے ذریعہ انہیں دراصل کہا یہ گیا ہے کہ وہ یکساں طور پر خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کر کے اس کی نگاہ میں عزت کا مقام حاصل کریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام مردوں اور عورتوں دونوں کو عزت اور احترام کا مقام دلانا چاہتا ہے اور اس لحاظ سے ان میں کسی تفریق کا روادار نہیں ہے۔

اسلام کی رُو سے عورتوں اور مردوں کے مابین عز و شرف میں مساوات کے ایک خاص پہلو کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں النّاس کے علاوہ بشر کا لفظ بھی انہی معنوں میں استعمال کیا ہے اور کیا بھی ایک خاص محل پر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا کہ:- **قُلْ إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**۔ (الکھف: ۱۱۱)

ترجمہ:- تو (انہیں) کہہ کہ میں تمہاری طرح کا صرف ایک بشر ہوں۔ عربی لغت کی رو سے بَشَر کے معنوں میں بھی مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں جب بشر کا لفظ بیک وقت مردوں اور عورتوں کے لئے بولا جاتا ہے تو مُثْلُكُم میں بھی دونوں شامل ہیں سوال اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا کہ اے مردو! اور اے عورتو! میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ اس طرح آپ نے یہ امر ذہن نشین کرایا کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور دُنیا کے تمام مردوں اور تمام عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب ایک جیسے بشر ہیں۔ یہ انسان کو (جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں) زمین سے اٹھا کر ساتویں آسمان تک لے جانے والی بات ہے یہ مساوات بلحاظ نوع کے ہے اور مردوں اور عورتوں کے یکساں شرف پر دلالت کرتی ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استعداد اور قابلیت ہر دوسرے انسان سے کہیں بڑھ کر عطا کی گئی تھی اس لئے استعدادوں کے لحاظ سے نیز اتفاقی ہونے کے لحاظ سے اس بشر اور دوسرے بشر کے مابین بڑا فرق ہے۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر ہونے کے لحاظ سے اپنے وجود کو ہر بشر کے ساتھ بریکٹ کر دیا اور بتایا کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تمام

دوسرے انسانوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ انواع یکسانیت کا یہ شرف مردوں اور عورتوں دونوں کو حاصل ہے اسلام نے اس شرف میں شریک ہونے کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی تفریق نہیں کی بلکہ لحاظ استعداد مرد۔ مرد اور عورت، عورت میں بھی فرق ہے اور ہر ایک نے اپنے دائرہ میں رہتے ہوئے ترقی کرنی ہے ان میں سے کوئی اپنی استعداد کے مطابق کتنی ہی ترقی کر جائے۔ اسلام کہتا ہے کہ بشر ہونے کے لحاظ سے بلا تفریق و امتیاز تمام مرد اور تمام عورتیں ایک ہی سطح پر ہیں۔

حضور نے عورتوں اور مردوں میں مساوات کے ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں مساوات کا ایک اور لحاظ سے بھی ذکر کیا ہے اور وہ ہے رحمت سے بہرہ یاب ہونے میں مساوات چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:- وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ۔ (الأنبیاء: ۱۰۸)

ترجمہ:- اور ہم نے تجھے تمام دُنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے دائرة میں صرف مردا آئیں گے بلکہ کہا یہ ہے کہ ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے دُنیا کی ہر چیز آپ کی رحمت سے حصہ لے رہی ہے۔ آپ تمام انسانوں یعنی مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپ کی رحمت مردوں اور عورتوں کو یکساں فیض پہنچا رہی ہے یعنی آپ کی رحمت سے بہرہ یاب ہونے میں مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اسلام میں عورت اور مرد کے مساوی درجہ اور مساوی حقوق کو واضح کرتے ہوئے حضور نے مردوں اور عورتوں سے متعلق قرآنی آیات کا جائزہ بھی پیش کیا فرمایا جب میں نے مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق و فرائض کی روشنی میں قرآنی آیات کا جائزہ لیا تو میں نے دیکھا کہ قرآن مجید کی ایسی آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے النّاس کہہ کر یعنی مردوں اور عورتوں کو ایک مخاطب کر کے احکام دیئے ہیں ان کی تعداد ۲۲۷ ہے۔ اسی طرح انسان اور النّاس کہہ کر جن آیات میں مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ مخاطب کیا گیا ہے ان کی تعداد علی الترتیب ۶۱ اور ۷۴

ہے اب رہیں وہ آیات جن میں عورتوں کے جسمانی طور مختلف حالات کے پیش نظر صرف عورتوں کو مخاطب کر کے صرف انہیں احکام دیئے گئے ہیں یا ان کے بعض زائد حقوق کا ذکر کیا گیا ہے سوان کی تعداد انصاف ہے اس کے بال مقابل جن آیات میں صرف مردوں کا ذکر ہے وہ صرف گیارہ ہیں اس جائزہ سے بھی ظاہر ہے کہ جسمانی تفاوت کے سوا قرآن مجید میں جتنے بھی احکام دیئے گئے ہیں وہ مردوں اور عورتوں کو اکٹھا مخاطب کر کے دیئے گئے ہیں اور دونوں ان میں برابر کے شریک ہیں بلکہ احکام اور بحاظ احکام و فرائض خدا تعالیٰ نے دونوں میں کوئی تفریق نہیں بر تی۔

اس ضمن میں حضور نے سورۃ النساء کی آیت آلِ رجَالٍ قُوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ۔ کا اصل مفہوم بھی واضح کیا چنانچہ فرمایا جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے اس میں مردوں کی اس ذمہ داری کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو گھر کی جملہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں ان پر ڈالی گئی ہے اس آیت میں یہ بتانا مقصود نہیں ہے کہ عورتیں مردوں سے کمتر درجہ رکھتی ہیں بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ مرد گھر کے جملہ اخراجات کو پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں اور اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

حضور نے نیک اعمال کی جزا کے لحاظ سے بھی مردوں اور عورتوں میں مساوات پر روشنی ڈالی اور واضح فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اعمال صالحہ کی جزا بھی دونوں کے لئے ایک جیسی رکھی ہے۔ اس نے یہ کہیں نہیں کہا کہ مرد نیک اعمال بجالائیں گے تو انہیں زیادہ جزا ملے گی اور عورتیں جو نیک اعمال بجالائیں گی انہیں ان کی مردوں کے مقابلہ میں کم جزا ملے گی اس نے دونوں کے لئے ایک جیسی جزار کر اس میں کسی فرق روانہ نہیں رکھا بلکہ ان کی ایک مجبوری کی وجہ سے ان کے تھوڑے اعمال کی جزا زیادہ رکھی ہے اور کہا ہے کہ انہیں مردوں کے زیادہ اعمال کے برابر جزا ملے گی مثلاً عورتوں کو بعض ایام میں نماز نہ پڑھنے کا حکم ہے لیکن ثواب مرد کے برابر رکھا ہے یہ نہیں کہا کہ چونکہ مردوں نے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اس لئے انہیں زیادہ ثواب ملے گا۔

آخر میں حضور نے مغربی ممالک میں رہنے والے احمدیوں کو ان کے ایک اہم فرض کی طرف توجہ دلائی۔ حضور نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا یہ باتیں میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تم جو

یہاں رہتے ہو تو یہاں کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچاؤ اگر تم تبلیغ کرو گے اور اسلام پر یہ لوگ کوئی اعتراض کریں گے تو خدا تعالیٰ خود تمہیں اس کا جواب سکھائے گا تم کسی اعتراض کا خوف دل میں لائے بغیر نذر ہو کر ان لوگوں کو تبلیغ کرو اور یاد رکھو کہ احمدیت اس اسلام کا نام ہے جسے درمیانی زمانہ کی بدعات سے پاک کر کے پھر اس کی اصل شکل میں پیش کیا گیا ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اگر کوئی غلط فہمی یا نہ سمجھی کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے تو وہ یقیناً غلطی پر ہے۔ خدا تمہیں خود ایسا جواب سکھائے گا جس سے اعتراض کرنے والے کی تسلی ہو جائے گی۔

حضور نے انہیں ایک اور اہم امر کی طرف بھی توجہ دلائی فرمایا اس ضمن میں دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر احمدی یہاں دلیری کے ساتھ اسلامی تعلیم کے حسن کا اپنی زندگیوں میں نمونہ پیش کر کے دوسروں کو اس کا گرویدہ بنائے اور آخر میں فرمایا اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہ ہمیں دوسروں کے لئے اسلامی تعلیم کا نمونہ بنائے اور ان کی ہلاکت کا سبب ہمیں نہ بنائے۔

اس بصیرت افروز خطبہ کے بعد جو چالیس منٹ تک جاری رہا حضور نے جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

احباب اس جمعہ میں بھی فرینکفرٹ کے دور دراز علاقوں اور اس کی نواحی بستیوں سے بہت کثیر تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ مسجد کا مسقف حصہ مردوں سے اور ملحقہ ہال مستورات سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ اس روز بھی موسم خراب تھا اور وقفہ وقفہ سے بارش ہوتی رہی تھی اور نماز کے وقت بھی گھر ابر چھایا ہوا تھا اس کے باوجود بہت سے احباب کو مسجد کے پہلو میں کھلے آسمان کے نیچے نماز ادا کرنا پڑی۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ را کتوبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲۷)



دعاوں کے ذریعہ خدا کی افضال و انعامات کا مورد بننے کی کوشش کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء بمقام مسجد نور فریکفت)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت اچھی اچھی دعائیں سکھائی ہیں۔ ظاہر ہے یہ دعائیں عربی زبان میں ہیں ہمیں یہ دعائیں آنی چاہئیں اور ان کے معنے بھی آنے چاہئیں۔ ان دعاوں میں اللہ تعالیٰ نے ہماری تفصیلی ضروریات کو بھی مدنظر رکھا ہے اور ہمیں اپنی جن کوتا ہیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بطور خاص ضرورت ہوتی ہے انہیں بھی مدنظر رکھا ہے۔ ان میں سے بعض بنیادی دعائیں ہیں جن میں ہماری سب ضرورتیں اور حاجتیں آجاتی ہیں اور ہماری جملہ کوتا ہیوں کے بُرے اثرات کے ازالہ پر بھی وہ حاوی ہیں مثال کے طور پر ایسی بنیادی دعاوں میں سے ایک دعا یہ ہے:- **رَبَّنَا أَتَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ قِنَاعَذَابَ النَّارِ**۔ (البقرة: ۲۰۲)

یعنی اے ہمارے رب ہمیں اس دُنیا کی زندگی میں بھی کامیابی دے اور آخرت میں بھی کامیابی دے اور ہمیں آگ کے مذاہب سے بچا۔

اسی طرح ایک اور چھوٹی سی دعا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی اور خدا تعالیٰ نے اسے قرآن مجید میں بیان کر دیا تاکہ ہم بھی وہ دُعا کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں وہ دُعا یہ ہے کہ:- **رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ إِلَیَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ**۔ (القصص: ۲۵)

اس کے معنے ہیں کہ اے اللہ جو خیر بھی تیری طرف سے نازل ہو میں اس کا محتاج ہوں خیر کے معنے بہت وسیع ہیں خیر کے معنوں کا پتہ خود قرآن مجید کی بعض دوسری آیات سے لگتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- **قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِ الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتَعْزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتَذَلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔** (آل عمران: ۲۷)

اس کے معنی ہیں تو کہہ اے اللہ تو سلطنت کا مالک ہے جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے غلبہ بخشنا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے سب خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو یقیناً ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ملک کا ذکر کیا ہے ملک کا یہ لفظ دونوں قسم کے ملکوں پر حاوی ہے یعنی ایسے ملک پر بھی جس کا باادشاہت سے تعلق ہے اور ایسے ملک پر بھی جس کا باادشاہت سے تعلق نہیں۔ موخر الذکر ملک کو دینی اصطلاح میں روحانی باادشاہت کہتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:-

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا

مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

(درثین صفحہ ۱۳۰)

سو ملک کے لفظ میں دُنیوی باادشاہت اور روحانی باادشاہت دونوں شامل ہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعلق کسی ایک ملک سے نہیں بلکہ ساری دُنیا کے ساتھ ہے اس لئے آپ کو جو ملک عطا ہوا ہے اُس سے مراد روحانی باادشاہت ہے۔ اسلام میں کوئی مجد دیا نہیں آیا جس کا تعلق اپنے علاقہ اور اپنی صدی سے باہر کے علاقہ اور صدی سے ہو لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں صرف چودھویں صدی کا مجد نہیں بلکہ مجدد الف آخر ہوں۔ اسی لئے آپ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی اپنی روحانی باادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا ملک سب سے جدا ہے اور میرا تاج صرف رضوان یار ہے۔

بتا میں یہ رہا ہوں کہ خیر کے معنوں میں دونوں ملک شامل ہیں ایک دُنیوی لحاظ سے ملک اور دوسرے روحانی لحاظ سے ملک۔ دوسری چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا ہے وہ

ہے عزت۔ ایک عزت دُنیوی ہوتی ہے اور ایک عزت وہ ہوتی ہے جو اللہ کی نگاہ میں کسی انسان کی ہوا رہی فی الاصل قائم رہنے والی عزت ہوتی ہے۔ سواس آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہے ایک دُنیوی ملک کا، دوسرا روحانی ملک کا، تیسرا دُنیوی عزت کا اور چوتھے اس عزت کا جو کسی انسان کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہوتی ہے پھر اس میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی یعنی ملک اور عزت ملنے کا بھی ذکر ہے اور کوتا ہیوں اور غفلتوں کے نتیجے میں ملک اور عزت چھیننے کا بھی۔ ان چاروں چیزوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا پَيَّدَلَكَ الْحَيْرُ یعنی اے اللہ ہر خیر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تمام دُنیوی نعمتیں اور ہر قسم کے روحانی افضال و انعامات خیر میں شامل ہیں۔ خیر کا لفظ اُن تمام نعمتوں اور رحمتوں پر حاوی ہے جو انسان پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ان نعمتوں اور رحمتوں کے حصول کے لئے ہمیں دعا کی تعلیم دی گئی ہے یہ اسلام ہی ہے جس نے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ضروری قرار دیا ہے اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بہت سی دعائیں سکھائی ہیں۔ قرآنی دعاؤں کے ساتھ ساتھ وہ سب دعا ہمیں کرنا اور کرتے رہنا ہمارا فرض ہے۔

اسی طرح رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ حَيْرٍ فَقِيرٌ ایک چھوٹی سی دعا ہے جو خود خدا نے ہمیں قرآن میں سکھائی ہے اسے آپ فارغ اوقات میں اور کام کرنے کے دوران بھی پڑھ سکتے ہیں آپ کو یہ دعا بکثرت کرنی چاہئے اور اس طرح خدائی افضال و انعامات کا مورد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

خطبہ جاری رکھتے ہوئے حضور نے مزید فرمایا دوسرا بات جو میں اس وقت کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہمارے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کے لئے کسی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں یہ خیال کرنا احتقارناہ بات ہے کہ جب تک حکومت ہمیں مسلمان تسلیم نہ کرے خدا بھی ہمیں مسلمان نہیں مانے گا۔ ہمیں کسی کی سند کی ضرورت نہیں ہاں ہمیں فکر یہ کرنی چاہئے کہ ہمارا خدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اس سے کبھی بے وفائی نہیں کرنی اصل تو خدا ہے۔ بنیادی حقیقت اس کائنات کی توحید باری تعالیٰ ہے اس کو چھوڑ کر اس کو ناراض کر کے ہم کہاں جائیں گے۔ انسانوں کی پرواہ نہ کرو انسان کی حیثیت ہی کیا ہے وہ ایک ایٹھم، ایک ذرہ پیدا کرنے پر بھی قادر نہیں ہے اس لئے

بچھر خدا کے کسی کی پرواہ کرتے ہوئے ہمیشہ مسکراتے رہو۔ صرف خدا سے ڈرو اور ہمیشہ اس فکر میں رہو کہ وہ ناراض نہ ہو جائے۔

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مسلمان بننے کی اہمیت واضح کرنے اور اس سے متعلق بعض اور امور کی وضاحت کرنے کے بعد آخر میں حضور نے فرمایا میں نے دو باتیں آپ کو بتائی ہیں۔ ایک تو میں نے رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ کی دُعا کرنے کی تلقین کی ہے۔ دوسرے میں نے بتایا ہے کہ خدا سے کبھی بے وفائی نہ کر و خدا کے بن کر خدا میں ہو کر زندگی گزارو اور اپنی زندگیوں میں اسلام کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ کہ یہ لوگ (مغربی جمنی کے باشندے) اس دُنیا کی طرف کھینچے چلے آئیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا ہے۔

پھر حضور انور نے فرمایا کل ۱۹ جولائی ۱۹۸۰ کو ہمبرگ ہوتے ہوئے سکنڈے نیوین ملکوں میں جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں ایک نئے مشن کا افتتاح کرنا ہے۔ وہاں ایک بلڈنگ ڈیڑھ ملین کروںہ میں ملی ہے اگر مسجد اور مشن ہاؤس کے لئے ہمیں بعد میں اور زیادہ مناسب اور موزوں جگہ مل گئی تو یہ دو تین ملین کروںہ میں یہ کج جائے گی کیونکہ وہاں بھی جائیداد کی قیمتیں برابر بڑھ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سکنڈے نیوین ملکوں میں اسلام کے پھیلانے اور غالب آنے کے جلد سامان کرے۔ آمین

چونکہ حضور ایدہ اللہ اگلے روز فریکفرٹ سے ہمبرگ روانہ ہو رہے تھے اس لئے حضور انور نے خطبہ ثانیہ کے دوران احباب فریکفرٹ کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی خیر سے رکھئے آپ کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کی ہر قسم کی پریشانیاں دُور کرے آمین۔
(روزنامہ الفضل ربوبہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲)



اسلامی معاشرہ میں عورت کا بلند مقام

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ ربیع الاول ۱۹۸۰ء بمقام مسجد نصرت جہاں۔ کوپن ہیگن ڈنمارک)

(خلاصہ خطبہ)

”حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد نصرت جہاں میں نماز جمعہ پڑھائی اور انگریزی اور اردو میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور اپنے خطاب میں قرآنی آیات کی روشنی میں اسلامی معاشرے میں عورت کے بلند مقام کی وضاحت فرمائی اس کے علاوہ حضور نے انسانی مساوات کے قرآنی اصولوں کا بھی ذکر فرمایا۔ حضور نے احباب جماعت پر زور دیا کہ وہ پیار محبت اور ذاتی نمونہ سے کام لے کر اسلامی تعلیم غیر مسلموں تک پہنچائیں حضور نے جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ ڈپٹش احمد یوں سے ملاقات فرمائی اور دو گھنٹے تک ان احباب سے شفقت اور محبت کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔ سرزی میں ڈنمارک کی یہ سعید روئیں اپنے آقا کے ساتھ اس ملاقات پر انتہائی مسرور اور شاداں تھیں۔ ان احباب نے دو گھنٹے تک حضور سے ملاقات کر کے اپنی روحانی تشقی بجا نے کا سامان کیا۔

احباب کرام دعا میں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے حضور کو صحت و سلامتی سے رکھے۔ آپ کے دورہ کو لا تعداد برکات و افضال سے نوازے اور مغرب کی سعید روحوں کو اس دورہ کے ذریعہ اسلام کی آغوش میں آنے کی توفیق دے اور ہر ہر قدم پر حضور کو غیبی تا سیدات اور فرشتوں کی مدد سے نوازے آمین۔“

(روزنامہ افضل ربوبہ ۳۱ ربیع الاول ۱۹۸۰ء صفحہ ۱)



مسجد کے دروازے تمام موحدین کے لئے کھلے ہیں

(خطبہ جمہر فرمودہ کیم اگست ۱۹۸۰ء بمقام مسجد نور۔ ناروے)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

ہر قسم کی حقیقی اور کامل تعریفیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ تمام عبادت گاہیں یعنی مساجد اللہ ہی کی ملکیت ہیں اس لئے مسجد کا مالک خدا ہی ہوتا ہے ہماری حیثیت تو صرف ایک مہتمم اور نگهدارش کرنے والے کی ہے۔ اسی لئے مسجد کے دروازے تمام موحدین کے لئے کھلے ہوتے ہیں یعنی ان تمام لوگوں کے لئے جو خداۓ واحد قادر مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے اس میں آئیں۔ تاہم جو شخص دل میں بُری نیت گری ہوئی خواہشات اور شرارت کے ارادے سے مسجد میں آنا اور اس کی بے حرمتی کرنا چاہتا ہے اسے اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔

حضور انور نے فرمایا وَ مَسْجِدٌ يُدْكَرُ فِيهَا اُسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (الحج: ۲۱)

مسجد عبادت کی ایک ایسی جگہ ہے جس میں اللہ کو بکثرت یاد کیا جاتا ہے۔ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۔ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (التوبہ: ۱۰۸) مسجد عبادت کی ایک ایسی جگہ ہے جس کی بنیاد طہارت، تقویٰ اللہ اور حصول رضاۓ الہی پر ہے۔ إِنَّمَا يَعْمَرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ أَمْنَ بِاللَّهِ (التوبہ: ۱۸) ظاہر ہے مشرکوں (یعنی توحید باری تعالیٰ کے دشمنوں) کا یقین نہیں اور نہ ہونا چاہئے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کے گران اور متولی ہوں صرف وہی مسجدوں کے متولی ہو سکتے ہیں جو

حقیقی طور پر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

حقیقی ایمان باللہ کے تعلق میں حضور نے صفاتِ باری کی معرفت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ اللہ ذاتِ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کوئی اور عبادت اور اطاعت کے لائق نہیں وہ عالم الغیب ہے وہی اپنی ذات کی حقیقی معرفت رکھتا ہے اس کے سوا کوئی اس کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا ہر مشہود چیز کا بھی حقیقی علم اُسی کو ہے اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نگاہ میں ہے یہ ہے اس کے احاطہ علم کی غیر محدود وسعت۔ الرحمن ہے وہ اعلیٰ و اجل ہے اور نقص سے یکسر مبراء ہے۔ امن کا سرچشمہ اُسی کی ذات ہے وہ ہر قسم کے نقاٹ، تیرہ بختیوں اور مصائب سے پاک ہے اور سب کی پناہ وہی ہے وہی حفاظت کرنے والا، کامل قدرتوں والا، غلبہ پانے والا اور بلندشان والا ہے وہ سب کی حفاظت کرتا ہے اور سب پر فائق و اعلیٰ ہے اور تمام بگڑے ہوؤں کو درست کرنے والا ہے اور اپنی ذات میں کامل طور پر خود کفیل ہے۔ اللہ پیدا کرنے والا، بنانے والا اور سنوارنے والا ہے۔ تمام صفاتِ حسنہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ وہ قادر مطلق اور کامل حکمتوں والا ہے وہ جو چاہتا ہے اسے کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ دُنیا کا مالک و آقا، بے انہا فضل کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا اور جزاً سزا کے دن کا مالک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے جزاً سزا کا اختیار کسی اور کوئی نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ و قیوم اپنی ذات میں خود کفیل اور ہر حیات کا سرچشمہ اور ہر وجہ کا سہارا ہے۔

وہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا ہے نہ خود جنا ہوا ہے اور کوئی نہیں جو اس کا ہمسر ہو یا اُس جیسا ہو۔

سرموخraf کئے بغیر توحید باری پر صحیح رنگ میں ایمان لانا یہ وہ عدل ہے جو ایک بندے کے لئے اپنے خالق کے بارہ میں روارکھنا لازم ہے۔

توحید باری پر ایمان کا اعلان کرنے اور پوری صحت کے ساتھ اعلان کرنے کی غرض سے ہی اللہ کا گھر تعمیر کیا جاتا ہے۔ صرف وہی لوگ جو اس کی ذات پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں اس بات کے مستحق ہیں کہ اُس کے گھر میں داخل ہوں لیکن اس کی ذات پر حقیقی ایمان رکھنا محض اس کے

فضل سے ہی ممکن ہے۔ سو آؤ ہم دعا کریں۔

اے خدا! ہماری اس کوشش کو قبول کر اور اپنے اس گھر کو اس خوبصورت سر زمین کے باشندوں کے لئے جائے پناہ اور عبادت کا مرکز بنا اور ان تمام لوگوں کے لئے جو اس کے اہل ہوں اس گھر کو امن اور حفاظت کی جگہ بنا۔

اے خدا! اپنے اس گھر کو ایسا بنا کہ تیرے مسیح کے پیرو تمام نوع انسانی کو ایک ہی انسانی برادری یعنی امت واحدہ کی شکل میں تحد کرنے کے لئے جو عظیم کوششیں بروئے کار لار ہے یہاں میں اور اضافہ کا موجب ہو۔

اے خدا! تو ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری آئندہ نسلوں کو بھی توفیق عطا کر کہ وہ تیری فرمانبردار بھی رہیں اور ہم پر ہماری عبودیت کے طریق آشنا کر کر اور ہم پر رجوع برحمت ہو کیونکہ تو بار بار کرم کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ آمین

(روزنامہ افضل ربہ ۵ نومبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۲)



پسین میں مسلمانوں کے تزلیل کا سبب تعلق باللہ کوتولنا اور صراط مستقیم سے دوری تھا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء بمقام پیدرو آباد (قرطبه) پسین)

تہشید و تغفار و سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے حسب ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی:-

رَبَّنَا لَا تُزِّغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدْيَتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران: ۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

قرآن عظیم نے جو دعا اس آیت میں ہمیں سکھائی ہے جو ابھی میں نے تلاوت کی ہے اس کی ضرورت اور اہمیت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے پسین میں آ جاتی ہے۔ قریباً چھ صدیاں امت مسلمہ کے اس حصہ نے جو یہاں رہائش پذیر تھا اور یہاں کی بادشاہت اس کے ہاتھ میں تھی انہوں نے صراط مستقیم کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ سے ان کا اتنا مضبوط تعلق تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اور دنیا کی کوئی کشش اور رغبت اس تعلق کو توڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تھی اور قریباً چھ صدیاں اللہ تعالیٰ نے ان پر **أَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ باطنَةً** (لقمان: ۲۱) موسلا دھار بارش کی طرح ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل کی تھیں۔ عملی میدان میں ساری دنیا کی بادشاہت ان کے ہاتھ میں تھی۔ روحانی طور پر بھی بڑے بزرگ انہوں نے پیدا کئے اور **اللَّهُمَّ مِلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ**

تَشَاءُمٌ (آل عمران: ۲۷) اس زمانہ میں ان کی زندگی نے اللہ تعالیٰ کے حضور یا التجا کی تھی کہ اگر ہمارے ہاتھ میں مملکت رہے تو تیری مخلوق کو فائدہ پہنچ گا بجائے اس کے کہ کسی اور کے ہاتھ میں چلی جائے اور خدا تعالیٰ جس نے انہیں پیدا کیا اور ایسا بنایا جیسا وہ تھے ان کی اس قابلیت کو جو اُسی نے دی تھی دیکھتے ہوئے ان کو یہ موقع دیا کہ وہ انسانیت کی خدمت کریں۔ بڑے بڑے لاث پادری ان کے مدرسون میں آ کر علم حاصل کرتے تھے۔ علم کے میدانوں میں اس قدر آگے نکلے کہ آج بھی وہ دنیا جو اس روشن ماضی کو بھول چکی ہے ان کارنا موں سے انکار نہیں کرتی اور نہ کر سکتی ہے۔ اقرار دبی زبان سے کرتی ہے، دھیمی آواز میں کرتی ہے مگر ان کا احترام کرتے ہیں، انکار نہیں کرتے۔ پھر دنیا نے انہیں اپنی طرف راغب کر لیا۔ دنیا کی رغبت اور اس کا زہر آہستہ آہستہ اپنا اثر دکھاتا ہے اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے وہ محروم ہوتے رہے اور وہ جو بارہ ہزار کی تعداد میں یہاں آئے انکے شامل عیسائی جن کا ملک تھا یہ لاکھوں کی ان کی فوج تھی اور اکیلا یہ ملک ہی نہیں تھا کہ ایک جزر ہے پسین جس کے چاروں طرف سمندر ہے جو فوج ان کے پاس ہے بس اسی سے انہوں نے کام لینا ہے۔ ان کی پُشت کے ساتھ ان کے مدد اور معاون اور ہم نہب اور اتنے ہی متعصب اسلام کے خلاف جتنے یہ خود تھے فرانس تھا پھر اس کی پُشت کے ساتھ جرمی لگا ہوا تھا، پھر سارا یورپ جو تھا وہ ان کو مدد دینے کیلئے تیار تھا۔ ایک وقت تھا جب بارہ ہزار ان لاکھوں کے مقابلے میں کافی تھے اور ایک وہ وقت آیا جب ان کے دل صراط مستقیم کو چھوڑ کر کج را ہوں پر چلنے لگے اور ان کے ذہنوں میں نور کی بجائے ظلمتیں بسیرا کرنے لگیں اور ان کی روح اللہ تعالیٰ کے پیار کے سایہ سے نکل کر شیطانی آگ میں لذت پانے لگی۔ جب لاکھوں بن گئے اس وقت لاکھوں کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ جب بارہ ہزار تھے تو لاکھوں پر بھاری تھے۔ جب لاکھوں بن گئے تو شاید دشمن ان سے کم ہوں تعداد میں وہ ان پر بھاری ہو گئے۔ رَبَّنَا لَا تُزِّعْ قُلُوبَنَا اس واسطے دعا سکھائی خدا نے ہمیں بڑے پیار سے۔ یہ دعا کرتے رہو ہدایت پانا بھی اس کے فضل سے ہوتا ہے، ہدایت پر رہنا بھی اس کی مدد اور رحمت کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ خود ہی را ہتمائی کرے تو سیدھا راستہ سامنے نظر آتا رہتا ہے ورنہ انسان کی نظر بھکتی اور پاؤں میں لغزش پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچے تھے

سمندروں کی گہرائیوں میں ان کی ہڈیوں کا بھی نشان نہیں ہمیں ملتا کچھ ان کے کارناموں کے خال خال نقوش نظر آتے ہیں۔

غرناطہ میں الْحُمَرَا ہے قرطہ کی مسجد ہے وہ بھی بہت کچھ خراب ہو چکی مرورِ زمانہ یا تعصب دشمنان کے نتیجے میں لیکن ان کے نشانات نظر آتے ہیں ان پر۔ آج صحیح ہم مسجد دیکھنے گئے تو محراب کی چھت جو تھی اس کے اوپر جو نقش و نگار تھے ان میں بھی خدا تعالیٰ کی صفات کی عظمت کو انہوں نے نمایاں کیا ہوا تھا۔ **گلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ** (الرَّحْمَنُ: ۳۰) تنواع بھی تھا اور اس میں وحدت بھی جھلک رہی تھی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کی لیکن وہ انسان جس کو خدا نے یہ سب کچھ کرنے کی توفیق عطا کی وہ تو ضلالت کے گڑھے میں گر گیا اور ایک وقت ایسا آیا کہ صرف ایک انسان تھا جس نے اپنے کردار سے اسلام کی عظمت کو قائم رکھا۔ اس نے کہا شکست نہیں تسلیم کرنی، بڑنا چاہیے۔ اگر نہیں بڑتے تو میں جاتا ہوں۔ وہ اکیلا گھوڑے پر سوار ہوا اور غرناطہ کے قلعے سے نکلا اور خدا جانے کہاں گیا؟ اغلب یہی ہے کہ وہ اکیلا دشمن کی کسی فوج کے ساتھ بڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اگر وہ اس وقت علماء ظاہر کی بحثیں سننے میں اپنا وقت ضائع نہ کرتے جب وہ اس پریشانی کے وقت میں غرناطہ کے چوراہوں میں ایک دوسرے کے خلاف تقریریں کر کے آپس میں بعض اور عناصر کی آگ کو ہوادے رہے تھے اور خداۓ واحد و یگانہ کی طرف توجہ کرتے اور خدا کے ہو کر خدا کے لئے بڑتے تو یقیناً دشمن کو شکست دیتے اور یہ ٹھیک نہ ہوتا جو آج اس ملک کا نظر آتا ہے۔

قریباً آٹھ صدیاں، ساڑھے سات سو سال کم و پیش یہاں مسلمان نے حکومت کی۔ حکومت کے ظلم سے نہیں انصاف کے ساتھ۔ غرناطہ میں الْحُمَرَا میں جو گائیڈ ملا وہ کہتا تھا کہ میں بھی ایک مسلمان خاندان کا عیسائی بیٹا ہوں اور پھر یہ دیکھیں (وہ کہہ رہا تھا) مسلمان بادشاہوں نے اتنا عدل قائم کر رکھا تھا کہ چھوٹی چھوٹی جو چیقاش ہو جاتی ہے، بخشنیں پیدا ہو جاتی ہیں، بد مزگیاں ہوتی ہیں فضا کو خراب کرتی ہیں، ان سے بھی بچانے کیلئے عیسائیوں کے علیحدہ کوارٹر محلے بنادیئے تھے۔ شہر کا ایک حصہ تھا اس میں عیسائی تھے، ان کے گرجے تھے ان کے پادری تھے، وہ جس طرح چاہتے تھے وعظ کرتے تھے۔ یہودیوں کا ایک ایک علیحدہ علاقہ اور چپسی (Gipsy) جن کو

آج بھی غیر مسلم حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کا جو تمن اور ثقافت تھی اس کو نہیں چھیڑا۔ وہ چاہتے تھے کہ کیوز (Caves) میں جو وہاں ان کو میسر آتی تھیں ان میں رہیں اور جب دل کرے خانہ بدش بن کر ادھر سے ادھر پھرتے رہیں۔ حکم تھا، تم جس طرح چاہتے ہو اپنی زندگی گزارو۔ آج بھی وہ کیوز (Caves) میں ہیں لیکن آج وہ عزت اور احترام جو ایک مسلمان انہیں دیتا تھا اس عزت اور احترام سے وہ محروم ہیں اس مہذب دنیا میں، اُس مہذب دنیا میں جو حقیقی معنی میں مہذب تھی وہ محروم نہیں تھے۔ پھر مسلمانوں کے کوارٹر تھے عیسائیوں کو گرجے بنانے کی اجازت تھی، مسلمانوں کو گرجے گرانے کی اجازت نہیں تھی۔ ہمارا گایہ کہنے لگا وہ جو سامنے آپ کو بہت بڑاً اگر جانظر آتا ہے یہ مسجد تھی جسے گرجا بنایا گیا۔ اس کے صحن میں ابھی وضو کرنے کیلئے جوان تنظیم ہوا کرتا تھا وہ موجود ہے۔

بہر حال زمانہ کروٹ نہیں بدلتا انسان کا دل کروٹ بدلتا ہے اور دنیا سمجھتی ہے کہ شاید زمانہ بدل گیا۔ جب تک انسان خدا کا ہو کر خدا میں زندگی بس رکتا رہے زمانہ جو کچھ بھی کرے گا اس کے حق میں کرے گا اور جب یہ تعلق ٹوٹ جائے اور انسان خدا کی بجائے شیطان کی گود میں اپنے آپ کو بٹھا دے پھر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی توقع رکھے یہ حماقت ہے، وہ تو نہیں اس کو مل سکتی۔ رحمت تو تبھی ملے گی جب انسان سمجھے کہ جو کچھ ملا وہ خدا سے ملا، جو کچھ مل سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مل سکتا ہے اور ہدایت کی اس روشنی کو اور نور کے اس جلوہ کو دیکھنے کے بعد پھر بہک جانا اور نور کی بجائے ظلمت میں آ جانا اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر کچھ روی کو اختیار کر لینا، اتنا بڑا ظلم ہے جو انسان اپنے پر کرتا ہے، جو انسانی نسلیں اپنے پر کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بخنے کیلئے ہمیں یہ دعا سکھا دی رَبَّنَا لَا تُزِّغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدْيْنَا۔ اب ایک نیا دور شروع ہوا ہے عظمت اسلام کا۔ مہدی آگئے اور جس صدی میں آنے کی بشارت دی گئی تھی وہ صدی اختتام پر ہے۔ بہت سے لوگ اب اس صدی کے ان آخری دنوں میں کہہ رہے ہیں کہ ہم انتظار کر رہے ہیں۔ پہلا دن جو پندرھویں صدی کا ہو گا اگر اس دن تک مہدی اور مسیح آسمان سے نہ آئے تو ہم بیعت کر لیں گے۔ خدا معلوم وہ اس دن تک زندہ رہتے ہیں کہ نہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ امت مسلمہ متعدد ہو کر یہ اعلان کر چکی ہے کہ آنے والے نے جس کے متعلق

قرآن کریم نے کہا **اللَّهُ أَكْبَرُ** (الصف: ۱۰) اس کے زمانے میں پیشگوئی پوری ہو گی۔ اس کا زمانہ چودھویں صدی ہے، وہ چودھویں صدی آگئی۔ نشان پورے ہو گئے۔ چاند اور سورج نے گواہی دی اور سینکڑوں اور نشان ہیں۔ ہمارے علماء کی تھیں پیشگوئیاں۔ وحی کے ذریعہ، روایا صادقہ کے ذریعہ زمانہ کی تین کی گئی ہے کہ اتنے زمانہ بعد آئے گا، قرباً پانچ سو سال پہلے کہا پانچ سو سال بعد آئے گا۔

ایک بزرگ حج کرنے گئے۔ خانہ کعبہ میں ان کو نیندا آگئی۔ وہاں انہوں نے عجیب خواب دیکھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک چار پائی ہے اس پر ایک مریض پڑا ہوا ہے اور بہت سے معانع، اطباء، داکتر اس کے گرد ہیں اور وہ اس کا علاج کر رہے ہیں اور اس کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا اور ان کو خواب آیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے دعویٰ سے کوئی آٹھ دس سال پہلے کہ چند قدم کے فاصلہ پر ایک طبیب بیٹھے ہیں اور وہ اس بیمار کی طرف توجہ نہیں کر رہے اور خواب میں ان کو بتایا گیا کہ اگر یہ طبیب توجہ کرے تو بیمار کو صحت ہو سکتی ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے، وہ بڑے پریشان ہوئے۔ واپس گئے، ان کے ایک پیر تھے انہوں نے اسے پوچھا خانہ کعبہ میں میں نے یہ خواب دیکھی ہے اور مجھے اس کی تعبیر نہیں معلوم اور میں پریشان ہوں، میری طبیعت پر بڑا اثر ہے مجھے تعبیر بتائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو تم نے مریض دیکھا وہ اسلام ہے اور اسلام کی حالت ناگفتہ ہے اور جو تم نے دیکھا کہ بہت سے اطباء اس کے گرد منڈلا رہے ہیں اور علاج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ میرے تیرے جیسے طبیب ہیں اور جو تم نے دیکھا کہ چند قدم کے اوپر ایک شخص بیٹھا ہے، ایک طبیب بڑا ماہر اور تمہیں بتایا گیا کہ یہ توجہ کرے تو اسے صحت ہو سکتی ہے وہ آنے والا مہدی ہے اور خواب میں تمہیں زمانہ، مکان کی شکل میں دکھایا گیا ہے اور چند سال میں وہ آجائے گا اور چند سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کاظمہ ہوا۔

ہزار ہا پیشگوئیاں ہیں، دلائل ہیں، نشان ہیں، آیات ہیں، مجرمات ہیں جنہوں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی صداقت کو ثابت کیا ہے لیکن جنہوں نے نہیں مانتا تھا وہ نہیں مانے اور چودھویں صدی اب ختم ہو رہی ہے اور غالباً ۸ نومبر کو پندرھویں صدی کا پہلا دن ہے غالباً میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ایک آدھ دن چاند کی وجہ سے آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ اس دن ہر احمدی کو

چاہیئے کہ ہر مسلمان کو بتائے کہ چودھویں صدی ختم ہو گئی، تمہاری ساری امیدیں بھی ختم ہو گئیں۔ اس صدی میں، چودھویں صدی میں ایک نے دعویٰ کیا اس کے لئے نشان پورے ہو گئے۔ تم انتظار کرتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا ہے کہ انتظار کرو اور سجدوں میں گر کے رو رو کر دعائیں کرو۔ تمہارے ناک رگڑے جائیں اور زخم پڑ جائیں خدا تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا، اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق جس نے آنا تھا وہ آچکا۔ تو ان کو کہو کہ اگر ذرہ بھی تمہارے دل میں ایمان ہے تو آج کا دن پکار پکار کر تمہیں کہہ رہا ہے کہ آج تم احمدیت میں داخل ہو جاؤ۔ خدا کرے کہ ان کو سمجھ آجائے لیکن ان کو توجہ سمجھ آئے گی، جو ہماری ذمہ داریاں ہیں ہمیں چاہیئے ان کو بنھائیں۔

پس آپ بڑی کثرت سے دعا کریں کہ آپ کو خدا نے ہدایت دی ہے رَبَّنَا لَا تُزِّعْ
قُلُوبَنَا بَعْدِ إِذْهَدَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَذُكْرِ رَحْمَةِ خدا کی رحمت کے بغیر یہ
ہونہیں سکتا۔ فَلَمَّا زَاغُوا أَرَأَغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (الصف: ۶) دوسری جگہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے جب انہوں نے اپنے اعمال میں آہستہ آہستہ بدعاات کو شامل کرنا شروع کیا تو
خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بدل لایا۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت تھی وہاں ان کے دل الہی محبت سے
خالی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ اور عقل عطا کرے اور ہمیں ہمت اور قوت دے کہ ہم اس سے
زیادہ سے زیادہ نعمتوں کو حاصل کرنے والے بن جائیں (آمین)

خطبہ ثانیہ کے بعد نماز سے قبل حضور ایہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا دوست صفیں درست کر لیں یہ آج کا جمعہ بھی بڑا ہم ہے یہاں پہلا جمعہ ہے۔ جنہوں نے اذان دی اور اقامت کیں کہی ان سب کے نام نوٹ کرنے ہیں تاریخ کیلئے۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



پختہ عزم اور حمد کے ساتھ لوگوں کے دل خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جدیتیں

(خطبہ جمعہ فرموودہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد مارٹن روڈ کراچی)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

یروانی ممالک کے دورہ میں جو کچھ دیکھا اور ارواح نے محسوس کیا اور پھر جو ذمہ داریاں ہم پر پڑتی ہیں وہ آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ بارہ ملکوں کا میں نے دورہ کیا اس عرصہ میں۔ ہر ملک کے حصے کم و بیش تین چار دن سے لے کر آٹھ دس دن تک آئے۔ بس ایک حرکت تھی بڑی تیز جس میں کمی واقع نہیں ہوئی اور اب ہم جب آرام سے بیٹھیں گے اگر آرام ملا کیونکہ آگے پھر کام انتظار کر رہا ہے پھر دماغ شروع سے لے کر آخر تک جو ہوا اس پر غور کرے گا اور زیادہ گہرے تناخ نکالے گا۔

سوئزر لینڈ یورپ میں ایک ملک ہے جس میں ہم گئے۔ اس کی پریس کافرنیس کی رپورٹ اکیس اخبارات میں پھی جوان ملکوں کے لحاظ سے بڑی کامیابی ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرانسیسی اخبار نے لندن پریس کافرنیس کی رپورٹ ایک پورے صفحے پر دی اور بہت ہی اچھی دی اور اس کے علاوہ آخر میں اس صدی کا ایک عظیم واقعہ ہوا، بہت ہی عظیم واقعہ یعنی سین میں مسجد کی بنیاد رکھا جانا، وہ خبر بھی سوئزر لینڈ نے بھی دی۔ اس طرح تیس اخبارات نے اسلام کے متعلق وہ باتیں لوگوں تک پہنچادیں جو میں ان کے سامنے رکھتا رہا اور جو میں ان کے سامنے رکھتا رہا وہ مختصر ای تھا میں نے تفصیل سے ان کو بتایا تھا ڈیر ڈیر ڈیر، دو دو گھنٹے کی پریس کافرنیس

رہتی تھی کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام انسان کے حقوق کو قائم کرتا ہے۔ یہ جو ہیومن رائٹس (Human rights) آپ کے کانوں میں پڑ رہا ہے یو۔ این۔ او کی آر گنائزیشن (Organisation) بھی اس کے اوپر کام کر رہی ہے۔ خود آج کا یورپ یہ سمجھ نہیں پاتا کہ ہیومن رائٹس حقوق انسانی کا کیا مطلب ہے اور اس کی تعین کیسی کی جانی چاہیے؟ اسلام نے انسان کے حقوق کی تعین کی، ان کی وضاحت کی، ان کی ڈیفینیشن (Definition) تعریف کی اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ عظیم مذہب ہے اسلام۔ جہاں تک ان عظیم حقوق انسانی کا سوال ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے قائم کیا اور قائم رکھنے کے سامان پیدا کئے ان میں مسلم وغیر مسلم میں کوئی تمیز نہیں کی کیونکہ جو ہندو ہے وہ بھی خدا کا بندہ ہے خدا نے اسے پیدا کیا۔ جو پارسی ہے اسے بھی خدا نے پیدا کیا۔ جو بد مذہب ہے اسے بھی خدا نے پیدا کیا۔ جو دہری ہے اور خدا تعالیٰ کو گالیاں دینے والا ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے خلاف ایوب زلینگوتچ (Abusive language) استعمال کرنے والا ہے ان کو بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا۔ اللہ کہتا ہے جو یہ کرتے ہیں انہیں کرنے دو لیکن جو میں نے حقوق ان کے قائم کئے ہیں وہ بہر حال ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان کو قائم کرے اور قائم رکھے۔

بڑی عظمت ہے اسلامی تعلیم میں اور بڑی موثر ہے یہ تعلیم۔ میں تھوڑا سا ہٹ کے ایک بنیادی چیز بتا رہا ہوں پھر میں جلدی سے نکلوں گا آؤٹ لائے (Out line) میں۔ اتنا اثر ہے اس تعلیم کا کہ بریڈ فورڈ میں، اب آخر میں پانچ نئے مرکز جاسیدا دیں خرید کے نماز کیلئے، مبلغ کے لئے انگلستان کی جماعت نے بنائے ہیں، ان میں ایک بریڈ فورڈ بھی ہے۔ بہت بڑی عمارت اللہ کے فضل سے ان کو مل گئی ہے اس کے افتتاح کے لئے میں گیا۔ وہاں کے نائب میر آئے ہوئے تھے ان سے کچھ باتیں ہوئیں۔ ان کے سامنے ہی پر لیں کانفرنس غالباً ہوئی تھی۔ باہر نکلتے ہوئے وہ ایک احمدی کو کہنے لگے کہ جو باتیں انہوں نے کی ہیں اگر سارے لیڈر ایسی باتیں کرنے لگیں اور ان کے لئے یہ کوشش بھی کریں۔ پھر کہنے لگے کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارے مسلم لیڈر بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ سارے عیسائی اور دوسرے لیڈر اور مسلمان لیڈر ایسی باتیں کریں جو ان کے منہ سے آج میں نے نہیں ہیں تو دنیا سے فساد دور ہو جائے۔ اسلام فساد کی

جزیں کاٹنے کے لئے آیا ہے فساد کو ہوادینے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ یہ تفصیل میں نے اس لئے بتا دی کہ ہر جگہ یہی سامنے ان کے رکھنا پڑتا تھا۔ بہت ساری غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں ان میں۔ پیدا ہم ہی کر دیتے ہیں بعض دفعہ۔ بہر حال یہ پیغام ان تک سوتز رلینڈ میں پہنچا اور یہ خبر چھپ گئی اور قریباً سب کو اطلاع ہو گئی کہ کیا ہے اسلام کا مشن اور کیا ہے اسلام کی تعلیم؟

جرمنی میں دو جگہ پر لیں کانفرنس ہوئی۔ فرینکفرٹ اور ہیم برگ دونوں جگہ مسجد ہے اور مبلغ ہے۔ وہاں کے بھی اخباروں نے دیا۔ پھر تیسرا ملک ڈنمارک وہاں بھی غیروں کے سامنے باقی میں ہوئیں۔ پھر چوتھا ملک سویڈن، گوٹن برگ وہاں بھی غیر ملے، پر لیں کانفرنس ہوئی چھپی بھی۔ پھر اس کے بعد ناروے میں ایک نئی عمارت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی جگہ ملی ہے۔ ایک ایسی لوکیلٹی (locality) میں ایسے علاقہ میں جہاں شرفا بنتے ہیں اور بڑے امیر لوگ بنتے ہیں ان میں ایک غریب چراغ بھی ٹھمنا نے لگا۔ اب ہماری جماعت تو غریب ہے لیکن ضرورت وہاں بڑی تھی کیونکہ ان تین ملکوں میں سب سے زیادہ جماعت ناروے کا دارالخلافہ اولسلو ہے وہاں اکٹھے ہونے کیلئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ اس کے نتیجے میں جب کسی گھر میں نماز ہو رہی ہو تو انسان انسان میں کچھ بدمرغی پیدا ہو جاتی ہے تو اگر گھروالے سے بدمرغی پیدا ہوئی ہے تو وہاں ہنگپا تے ہیں ایسے لوگ۔ پھر نماز ادا کرنے کیلئے بھی جانے سے پرہیز کرنے لگ جاتے ہیں۔ پچ اکٹھے ہوں، شور مچائیں، وہ اسلام کے سبق سیکھیں اس میں وقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بہر حال وہ جگہ مل گئی بڑی اچھی وہاں بھی پر لیں کانفرنس ہوئی۔ وہاں سے بھی ایکس اخباروں کے تراشہ ہمیں مل چکے ہیں۔ وہاں ایک صحافی کہنے لگے نارو تھین کہ یہ جو دوسرے فرقوں کے مسلمان ہیں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ کو ناٹ مسلم (Not Muslim) قرار دے دیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے انہوں نے 'ناٹ مسلم'، ہمیں قرار دیدیا ہے۔ پرسوال یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں 'ناٹ مسلم'، قرار دیا ہے یا نہیں؟ قرآن کریم میں یہ آیت ہے **قَاتِلُ الْأَعْرَابُ أَمَّا** **قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا** (الحجرات: ۱۵) ان کے لئے تو اعراب کا ترجمہ میں نے کیا تھا 'A section of Muslim'، کیونکہ اعراب کے معنی سمجھنے میں ان کو وقت ہوتی ہے۔ بہر حال ایک حصہ اعراب کا کہتے ہیں 'امَّا ہم مومن ہیں۔ **قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انہیں کہہ دو تم مومن نہیں ہو۔ آیت کا اگلا حصہ میں پہلے لے لیتا ہوں۔

وَلَمَّا يَدْخُلُ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ إِبْهَى تَكَ أَيْمَانَ تَمَهَّرَ دُلُوْنَ مِنْ دُلُوْنَ هُوَا اس لئے تم مومن نہیں ہو۔ یہ اللہ جو دلوں کا حال جانے والا ہے اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کو کہہ دو تم مومن نہیں ہو قُلْ لَمَّا تُؤْمِنُوا۔ وَلَكِنْ قُوْلُوا أَسْلَمْنَا اس کے باوجود اللہ تمہیں اجازت دیتا ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہو۔ بڑی عجیب آیت ہے۔ میں نے وہاں اس کو سمجھایا۔ میں نے کہا کہ دیکھو قرآن کریم میں یہ لکھا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں یہ لوگ ہمیں جو مرضی کہتے رہیں ہم ان کو ناٹ مسلم (Not Muslim) نہیں کہہ سکتے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ ہم ان کو زیادہ سے زیادہ ناٹ مومن کہہ سکتے ہیں، ناٹ مسلم نہیں کہہ سکتے، یہ جو مرضی کہتے رہیں۔ سمجھدار لوگ ہیں انہوں نے مسئلے کو سمجھ لیا اور ایک سب سے بڑے اخبار نے لکھ دیا پھر نمایاں کر کے لکھ دیا مسلمانوں کی جماعت کے امام سے وہاں یہ بتیں ہوئیں۔ ان کو وہاں بعض لوگوں نے تنگ کیا کہ ہم نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا تم نے کیونکہ ان کو لکھ دیا مسلمان؟ تو اس نے ایک سب ایڈیٹوریل (Sub editorial) لکھا۔ ایڈیٹوریل ایک بڑا لکھنے کے ساتھ چھوٹے بھی لکھ دیتے ہیں یہ۔ اچھا کوئی میرے خیال میں پندرہ، بیس سطروں کا ہوگا۔ اس کے آخری دو فقرے یہ تھے کہ دس ملین (Ten Million) کی ایک جماعت اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے جب تک یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں گے ہم ان کو مسلمان لکھتے رہیں گے، تو ان کو تو سمجھ آ گیا مسئلہ وہاں۔ بہر حال ساری دنیا کو سمجھ آ جائے گا آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ۔ میں نے بتایا اکیس اخباروں نے وہاں یہ بتیں جو تھیں کسی نے زیادہ تفصیل سے کسی نے کم وہ لکھیں۔

پھر اس کے بعد ہالینڈ میں گئے۔ وہاں بتیں کیں ان کی۔ ان کو سمجھایا کہ یہ جو آپس میں انسان لڑ پڑتا ہے انسانوں سے، اس کے مذہب کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا۔ پہلی دفعہ ذرا ان کو جنجنہوڑنا پڑا۔ میں نے کہا دیکھو دو عالمگیر جنگیں ورلڈ وار (World war) اس صدی میں ہوئیں۔ 'Christian fighting against the Christian' عیسائی، عیسائی سے لڑ رہا تھا۔ پر ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ عیسائیت کو جوش دیں کہ یہ سب عیسائیت کی خرابی ہے کہ یہ

آپس میں بڑ پڑے۔ عیسائی تھے وہ عیسائی پوپیکل لیڈر تھے۔ ان کے اپنے پلیٹ فارم تھے وہ آپس میں بڑے۔ ملینز اینڈ ملینز (Millions and Millions) آدمی مارے گئے، زخمی ہوئے مگر ہم نے عیسائیت پر الزام نہیں لگایا۔ اگر مسلمان دو بڑ پڑیں تو تم اسلام کو کیوں بدنام کرنے لگ جاتے ہو۔ تم میں کوئی سمجھو ہونی چاہیئے۔ بہر حال سمجھانے کی کوشش کی۔

پھرنا نیجیریا اور غانا۔ بڑا افسوس ہے دوسرے ملکوں میں نہیں جاسکا۔ ان دونوں ملکوں میں انقلاب عظیم پاپا ہو چکا ہے۔ شکلیں مختلف ہیں۔ نیجیریا کی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑھ چکی ہے لیکن جو انقلاب جس کو میں کہتا ہوں وہ تعداد کی زیادتی نہیں بلکہ ذہنی انقلاب ہے۔ وہ ریاستیں اکیس ریاستیں یا انیس ریاستیں ہیں غالباً اس وقت نیجیریا کی صوبے جس کو کہا جاتا ہے یا امریکہ ریاستیں کہتا ہے ہم صوبے کہتے ہیں۔ بعض ایسے صوبے تھے ۱۹۷۰ء میں جب میں پہلی دفعہ وہاں گیا ہوں کہ اُس صوبے میں اگر کوئی احمدی سیر کرتے ہوئے بھی چلا جاتا تھا تو ان کی آنکھوں میں خون اترتا تھا۔ اتنا سخت تعصّب تھا اور اتنی سخت مخالفت تھی اور اب یہ حال ہے کہ ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ اور سکول کھولیں اور ہسپتال کھولیں اور بڑے دلائل دے کر۔ بڑا مزہ آیا وہ دلائل سن کے بھی۔ لیکن اس وقت تفصیل میں جانے کا وقت نہیں لیکن یہ انقلاب عظیم ذہنی طور پر ہو گیا۔ باقی تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ الارو (Eloro) ایک اسی میل جگہ ہے لیگوں سے، وہاں ایک ہی جمعہ پانچ دنوں میں تھا وہ انہوں نے کہا تھا وہاں پڑھنا ہے۔ چار مساجد پہلے بن چکی ہیں۔ وہ غریب سی جماعت اور اب جامع مسجد بنائی تھی جس کے افتتاح کے لئے انہوں نے مجھے کہا تھا کہ یہاں جمعہ پڑھیں آکے۔ وہاں چلا گیا۔ ہزاروں احمدی مردوں وہاں جمع تھے۔ انہوں نے ایک وین (Vain) بنائی ہوئی ہے اپنے خرچ پر اور چار پانچ سکوٹر لئے ہوئے ہیں اپنے خرچ پر اور جو دن فارغ ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ مصروف ہوتا ہے ان کے لئے۔ باہر نکل جاتے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں اور چودہ جماعتیں الارو کے ماحول میں پیدا کر چکے ہیں۔ یہ وہ علاقہ ہے جس کے متعلق بعض لوگوں نے یہاں مشہور کر دیا تھا کہ ہر احمدی کو ہم نے اپنے جیسا مسلمان کر لیا ہے اور کوئی احمدی وہاں نہیں رہا۔ وہاں جا کر دیکھا تو وہاں کی شان ہی کچھ اور تھی۔ ایک شخص میرے پاس آیا وہاں ہمارا سکول کوئی نہیں۔ کہنے لگا کہ آپ یہاں سکول

کھولیں ہار سکینڈری سکول ایف۔ اے تک۔ اور اس طرح بتیں کہ رہا تھا کہ میں سمجھا کہ یہ ایسا مسلمان ہے، احمدی تو نہیں لگ رہا تھا وہ کہ جس کے دل میں بڑا درد ہے اور سمجھتا ہے کہ عیسائیوں کا یہاں سکول ہے تو یہاں مسلمان کا ہونا چاہیے تاکہ مسلمان بچے خراب نہ ہوں۔ بعد میں میں نے پوچھا تو کہنے لگے یہ یہاں کا میسر تھا شاید اس ٹاؤن شپ کا اور خود عیسائی تھا اور عیسائیوں کا وہاں سکول ہے اور وہ کہہ رہا تھا کہ یہاں اچھا سکول چاہیے۔ اتنی عزت وہاں جماعت احمدیہ کے سکولوں کی ہو گئی ہے۔

غانا میں ایک دوسرا انقلاب ہے کثرت تعداد اور رعب کا یعنی اتنا رعب وہاں غانا کے ملک میں جماعت احمدیہ کا پیدا ہو چکا ہے کہ جو بریف (Brief) باہر گئی ہے وہاں سے لوگوں نے جو بھی ہے اور جو وہاں دیکھا ہم نے حال وہ یہ سمجھ گئے ہیں کہ پہلے تو گئے تھے نا یہ عیسائی دو حصوں میں کیتھولیک ازم (Catholicism) اور پروٹسٹنٹ (Protestant)۔ تو آرچ بشپ آف کنٹربری اور پوپ کی بڑی تصاویر جو ہیں وہ بعض جگہ انہوں نے لگائی ہوئی تھیں طبعاً اور اب پہلی بار اس دورے پر انہوں نے ان دو تصویروں کے ساتھ ایک تصویر کا اضافہ کیا اور وہ میری تصویر لگا دی۔ اب مجھ تو کوئی ضرورت نہیں اس تصویر کی کیونکہ میں اس حقیقت پر قائم ہوں علی وجہ بصیرت کہ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا (النساء: ۱۳۰) خدا تعالیٰ نے جو عزت مجھے عطا فرمائی ہے میں تو، میرا ذرہ ذرہ میرے جسم کا اور میری روح کا ہر پہلو جو ہے وہ اس کی حمد پڑھتا رہے تب بھی میں حمد ادا نہیں کر سکتا لیکن یہ جماعت احمدیہ اور اسلام کی فوقيت وہاں ثابت کر دی خدا نے کہ وہ مجبور ہو گئے ایک عاجز انسان کی تصویر ان کے مقابلے میں لگانے کیلئے۔ اور حکومت وقت اپنے اعمال سے ثابت کر رہی ہے کہ ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے اس وقت جماعت احمدیہ کو۔ انقلاب عظیم وہاں پا ہو گیا۔

اس کے علاوہ میں کینیڈا اور امریکہ گیا۔ کینیڈا بھی کمی ہزار میل ہے میرے سفر پر یہ دیکھیں۔ ویسے کام جب میں کر رہا ہوں اس وقت مجھے ایک ذرہ بھر بھی کوفت نہیں ہوتی جب کام ختم ہو جاتا ہے پھر تکان محسوس کرتا ہوں۔ جس وقت ہمارا جہاز اتر اٹورنٹو میں اس وقت مجھے جا گئے ہوئے اس سفر کے لئے سترہ گھنٹے سے زیادہ ہو چکے تھے اور مجھے کہنے لگے وہ ریڈ یو والے

کہتے تھے اُن کو بلا لیں۔ میں نے کہا میں نے وقت نہیں بدلا تھا میں نے کہا یہ وقت دیکھیں چھ بجے صحیح اٹھا تھا اور جب میں سویا ہوں تو چھپیں گھٹھے ہو چکے تھے یعنی چھپیں گھٹھے میں نے ایک منٹ بھی نیند نہیں لی اور اس کے بعد میں سو گیا چند گھٹھے۔ پھر کام کیا اپنا اور ملاقاتیں کیں۔ دو دن تھے وہاں بڑے مصروف کاٹے۔ پھر کیلگری گئے۔ ان دونوں جگہ جو مختصرًا بتاؤں وہاں کی انتظامیہ پر اتنا اچھا اثر ہے احمدی احباب کا کہ وہ تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے ان کی۔ کینیڈا میں بہت زیادہ امیگریمنٹس (Immigrants) باہر سے جا رہے ہیں۔ صرف کیلگری میں انہوں نے بتایا کہ دو ہزار امیگریمنٹس (Immigrants) ماہوار ہم وصول کر رہے ہیں اس ٹاؤن شپ (Town Ship) میں اور سٹیزن شپ (Citizen Ship) نجح انہوں نے مقرر کئے ہوئے ہیں جو فیصلہ کرتے ہیں سٹیزن شپ دینے کا۔ ٹورنٹو کے نجح جو فلپائن کے رہنے والے تھے وہ ملنے کے لئے آگئے، بتیں کرتے رہے۔ میں نے کہا مجھے بتائیں کتنی زبانیں یہاں بولی جاتی ہیں؟ میرا مطلب تو ٹورنٹو کا ہی تھا وہ سمجھے کینیڈا میں۔ کہنے لگے مجھے کینیڈا کا نہیں بتا کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ٹورنٹو اور اس کے ماحول میں اکھتر زبانیں اور ڈائیالکٹس (Dialects) بولی جاتی ہیں اتنے لوگ مختلف جگہ سے آئے ہوئے ہیں اور جماعت احمدیہ کے احباب جو ہیں وہ انتظامیہ سے تعاون کرتے ہیں تاکہ لڑائی جھگڑا نہ ہو اور پیار سے سارے رہیں اور اتنی تعریف کی کیلگری میں بھی اور وہاں بھی ان کے میسر اور سارے لوگ Full of praise for Ahmadias and اسلام کی تعریف ہے ناجہنوں نے ایک شخص کو جو Islam really.

اسلام پر عمل کرے اس کو ایسا خوبصورت بنادیا کہ دوسرا تعریف کرنے پر مجبور ہو جائے۔

ہاں کیلگری میں میں نے انہیں کہا تھا کہ تمہارے جو چوٹی کے سکالرز (Scholars) ہیں عالم ان سے ملاؤ مجھے۔ تقریباً میں کروں گا۔ چنانچہ وہاں چوٹی کے پانچ سات عالم جو تھے ان سے گفتگو ہوئی بڑی اچھی اور بہت مفید۔

پھر سان فرانسکو گئے۔ وہاں ملاؤ پ زیادہ احمدیوں سے رہا۔ ایک ہزار سے زیادہ اکٹھے ہو گئے تھے ارڈر کے علاقے سے یونائیٹڈ سٹیٹس (United State) میں۔ وہاں سے واشنگٹن۔ واشنگٹن میں ہر جگہ ان کا ہے فارمل (Formal) ایک ولکم (Wellcome)۔ یا ولکم

(Wellcome) کا خط میر کی طرف سے آ جاتا ہے کہ ہم اپنے شہر میں آپ کو Wellcome کرتے ہیں فارمل ہے وہ تو آتے رہے ہر جگہ یہاں واشنگٹن میں ریسیپشن Reception پر چوٹی کے آدمی پہنچ گئے تھے ان سے گفتگو بڑی اچھی رہی اسلام کی تعلیم حقوق انسانی پر۔ میں نے بتایا کہ یو۔ این۔ او جو یونائیٹڈ سٹیٹس (United States) میں ہے وہ بھی حقوق انسانی کو نہیں سمجھی ہوئی۔ اسلام سمجھا اور اس نے حقوق قائم کئے ہیں۔ جب اسلام کی باتیں ان سے کریں تو اتنا اثر لیتے ہیں کہ کوئی حد نہیں۔ بہت سے چوٹی کے آدمی تھے اس ریسیپشن (Reception) میں جنہیں اسلام کی باتیں بتانے کا موقع مل گیا۔ اس کے علاوہ ایک لمحہ پر آٹھ، دس چوٹی کے آدمی اکٹھے ہوئے تھے۔ حیران ہو کے سُنْتَ کہ اچھا اسلام یہ کہتا ہے۔ اعتراض بعض دفعہ کر دیتے ہیں کہ فلاں مسلمان تو یہ نہیں کر رہا۔ میں نے کہا مسلمان کی بات چھوڑو میں تو اسلام کی بات کروں گا۔ یہاں ایک تصویر آپ نے دیکھی ہو گی پریں کانفرنس انڈن کی۔ قرآن کریم میں ساتھ رکھتا رہا ہوں۔ وہاں ایک بڑا اچھا فوٹو گرافر ہے اتفاق سے اس سے ایک میری تصویر میل گئی جس میں میرے ہاتھ میں قرآن ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ فلاں یہ کر رہا ہے فلاں یہ کر رہا ہے۔ میں نے کہا میں تو اس کتاب پر ایمان لاتا ہوں۔ میں تو اس کی باتیں کرتا ہوں اور جو کوئی کرتا ہے یا نہیں کرتا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔

اور پھر سب سے آخر میں بارہواں ملک جہاں یہودیوں کا علیحدہ چسیز (Gipsies) جن کی آج بھی کوئی دنیا میں عزّت نہیں کرتا ان کی عزّت کی، ان کو احترام بخشا مسلمان نے اور ان کی ثقافت اور رہن سہن کا جو طریق تھا اس میں دخل نہیں دیا یعنی زبردستی ان کو ان کی غاروں سے اٹھا کے مکان میں آباد نہیں کیا جس طرح یہاں جھگیوں سے اٹھا کے مکان دے دیتے ہیں۔ وہ جھگیاں اسی طرح قائم ہیں وہ تو یہاں کا مسئلہ ہے کراچی کا۔ وہ آپ جانیں اور وہ مسئلہ جانے۔ بہر حال وہاں جپچی نظر آتے ہیں اور اب بھی وہ وہاں رہتے ہیں لیکن اُس وقت عزّت سے رہتے تھے اب وہ بے عزّتی سے رہ رہے ہیں۔ بہر حال ساری رات میں نے دعا کی خدا یا حرم کران پر اور پھر اسلام یہاں آئے۔ تو میں بہت بے چین ہو کے، تڑپ کے میں دعا کر رہا تھا تو مجھے آواز آئی وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ جو شخص خدا پر توکل کرے اُسے یہ یقین رکھنا

چاہیے کہ اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ اللَّهُ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا لیکن ہر کام کا ایک وقت مقدر ہے اس وقت ہوگا اور مجھے سمجھ آگئی کہ ابھی وقت نہیں آیا، آئے گا یہ وقت۔ ۱۹۷۰ء کی بات ہے کہ طلیطلہ میں ایک چھوٹی سی مسلمان کی بنائی ہوئی ٹوٹی چھوٹی نیگلیکلڈ (Neglected) مسجد تھی ہم نے کہا کہ ہمیں بیس سال تک اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دو۔ ہمارے مبلغ نے مجھے کہا آپ سو سال کیلئے مانگیں اجازت۔ میں نے کہا نہیں، بیس سال کے اندر انقلاب پا ہو جائے گا تو ہمیں زیادہ کی ضرورت ہی نہیں اور حکومت اس کے لئے تیار ہو گئی۔ جز لفربینکو نے کہا ہاں۔ اس کے لاءِ منستر (Law Minister) کا پیغ میں دخل تھا اُس نے کہا ہاں۔ ایسا وزیر جو مسلمانوں کی جائیدادوں کے ساتھ جس کا تعلق تھا آثارِ قدیمہ کے ساتھ اس نے کہا ہاں دے دیں گے۔ اور آرچ بیشپ ان کا جو ہے کارڈینل (Cardinal) سب سے بڑا پادری اس نے کہا نہیں۔ نہیں ہونے دوں گا اور وہ پرانا قانون ایسا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر حکومت نہیں کر سکتی۔ نہیں دیا انہوں نے۔ یہ ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے لیکن وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ دس سال کے بعد زمین ہم نے خریدی وہاں۔ پہلے اجازت لی کہ یہاں مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ مقامی آبادی نے کہا ہاں ٹھیک ہے بناؤ۔ قانوناً پھر مرکز سے پوچھنا تھا تو جو میڈرڈ کا نمائندہ قرطبه میں رہتا ہے ان کے ہاں براخ ہے ایک۔ آفسر (Offices) ہیں۔ انہوں نے ان رائمنگ (In writing) اجازت دی کہ ہاں مسجد بناؤ۔ دس سال میں وہ انقلاب عظیم پا ہو گیا اور خدا تعالیٰ کا ملشاپورا ہونا شروع ہو گیا وہاں۔ اور ہم وہاں گئے گنتی کے چند آدمی تھیں چالیس ہوں گے کیونکہ سارے مبلغ اکٹھے ہو گئے کچھ دوسرے آگئے۔ امریکہ سے بھی آگئے نمائندے کوئی، غالباً افضل میں روپورٹ شاید چھپ بھی چکی ہے تھوڑی سی۔ میں نے وہ تاریخی چڑھی دلواہی تھی لیکن وہ تو ٹھیک ہے ہمارا خیال تھا جائیں گے وہاں، گریہ وزاری کے ساتھ خدا کے حضور دعا میں کریں گے بنیاد رکھیں گے، آجائیں گے لیکن وہاں خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اپنی الگیوں میں لے کے یوں بدلا ہے کئی سو مرد و زن، چھوٹے بچے، بڑی عمر کے بوڑھے جن سے چلا بھی نہیں جاتا تھا، بوڑھے مرد، بوڑھی عورتیں، جوان، چھوٹے چھوٹے بچے گودوں میں وہ

آگئے اور جس وقت بنیاد میں میں نے رکھا ایک پتھر، اس کے بعد منصورہ بیگم نے ساری دنیا کی احمدی مستورات کی طرف سے رکھا پتھر، اس کے بعد ہمارے جتنے مبلغ تھے ان سے میں نے رکھوا نا شروع کیا۔ اس وقت چونکہ فہرست نہیں بنی ہوئی تھی تین کے نام یاد نہیں رہے تھے انہوں نے نہیں رکھے لیکن ان سے اذا نہیں دلو کے ان کا نام میں نے تاریخ میں محفوظ کر دیا۔ بہر حال تاریخ بھولے گی نہیں آگیا ان کا نام بھی۔ پتھر مجھے خیال آیا کہ جو خوشی کی جزوی کیفیت ہوتی ہے وہ کئی سو لاکل آبادی کے اندر عیسائیوں کے اندر پیدا ہوئی تھی یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسم کے ہر پور سے خوشی کے دھارے بہر ہے ہیں۔ اتنے خوش اتنے ہشاش بشاش کہ عید والے دن آپ میں سے بعض کے چہروں پر خوشی نہیں ہو گی جو ان لوگوں کے چہروں پر آئی ہوئی تھی۔ پھر میں نے جو ہمارا وہاں ہے آرکٹیکٹ (Architect) اس کا نام لیا۔ میں نے کہا کہ آ کے تم بھی رکھو پتھر۔ وہ بڑا خوش، جذباتی ہو گیا، ایکوشن (Emotional) آنکھوں میں آنسو آگئے اس کے۔ پھر پیڈ رو آباد (Pedroabad) نام ہے اس قبے کا، کوئی کم و بیش تین ہزار کی آبادی ہے میں نے کہا کہ پیڈ رو آباد کی جو سب سے بڑھیا عورت ہے وہ آ کے پتھر رکھے۔ تو ایک ماں جس کو دو دوسری عورتیں سہارا دے کے چلا رہی تھیں اس نے آ کے پتھر کھا۔ میرا خیال تھا کہ تین چار سال کا بچہ ہو گا سب سے چھوٹا تو میں نے کہا جو یہاں پیڈ رو آباد کا سب سے چھوٹا بچہ ہے وہ آ کے پتھر رکھے۔ تو ایک ماں اپنی گود کا بچہ لے کے آگئی۔ وہ تو پتھرا اٹھا بھی نہیں سکتا تھا اور اس بھوم میں وہ دھرم پیل میں گھبرا بھی گیا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں میں نے پتھر کپڑا دیا۔ پھر میں نے ماں کو کہا تو اس کی طرف سے رکھ دے یہ تو اس قابل نہیں ہے۔ بس اس سے رکھوادیا لوگ چھلانگیں مار رہے تھے۔ گیت گا رہے تھے اپنی زبانوں میں اور میں نے پوچھا کہ یہ کیا گا رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا ہم اپنی زمین پر خوشی کے گانے گا رہے ہیں۔ ان کی زمین پر مسجد بن رہی تھی اور وہ خوشی کے گانے گا رہے تھے۔ ایک دکان پر گئے تو وہاں کام کرنے والی ایک عورت نے کہا کہ میں پیڈ رو آباد کی رہنے والی ہوں۔ میں تو کل یہاں کام پڑھی۔ جمعہ والے دن ہم گئے اگلے روز ہی لیکن واپس گئی تو میں نے سارا پچھ سنا جو وہاں ہوا اور بڑی وہ بھی ایکسائیٹڈ (Excited)۔ اور ایک بارہ میل سے ایک میسٹر صاحب آگئے دھکے کھاتے ہوئے۔ ان لوگوں نے تو جو میرے گرد

سرکل (Circle) ایک بنایا ہوا تھا، احاطہ کیا ہوا تھا میرا وہ ایک منٹ نہیں توڑا۔ میں توڑ کے نکلتا تو پھر وہاں آ کے میرے ارد گرد جمع ہو جاتے سارے۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا بڑے اچھے کپڑے پہنے ہوئے وہ دھکے کھاتا ہوا میری طرف بڑھ رہا ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کوئی احمدی ہے جو دیر بعد پہنچا ہے، بنیاد کے وقت نہیں پہنچ سکا۔ تواب یہ میرے پاس آ رہا ہے سلام کرنے کیلئے۔ جب وہ اتنا قریب آیا کہ وہ بھی جھک جائے اور میں بھی جھک جاؤں تو ہم سلام، مصافحہ کر سکتے ہیں ایک دوسرے سے۔ توجہ میں نے ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا تو آگے بڑھ کر بڑی مشکل سے پہنچتا تھا وہ اس نے مجھے پیار کیا۔ پھر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ احمدی ہے لیکن اس کے بعد جو اُس نے بات کی وہ یہ تھی کہ میں بارہ میل پہ ایک اور گاؤں ہے دس بارہ ہزار کی آبادی کا وہاں کا میسر ہوں اور یہ درخواست کرنے آیا ہوں کہ وہاں بھی مسجد بنائیں لیکن خوشیوں کے یہ سامان خدا تعالیٰ نے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ کے ایک علامت کے طور پر ہمیں بتا دیا ہے کہ خدا تعالیٰ پر تو گل رکھو سارے کام ہوں گے۔ لیکن اب مجھے یقین ہے کہ پادری کی طرف سے بتاتا، چرچ کی طرف سے بڑی سخت مخالفت ہو گی۔

اب میں بتاتا ہوں اس مختصر آؤٹ لائن (Out line) کے بعد جو آپ کو بتائی کہ دو ذمے داریاں آپ پر آتی ہیں۔

ایک یہ کہ ساری صدی جو یہ گزری یہ بھری، بھری صدی کا اختتام آ رہا ہے ناچند دنوں تک اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے لے کے آج تک اللہ تعالیٰ کے اس قدر فضل ہم پر نازل ہوئے ہیں کہ ان کا شمار نہیں اور یہ دھار افضلوں کا شدت اختصار کرتا چلا جا رہا ہے یعنی ہر سال آنے والے سال میں جو فضلوں اور رحمتوں کی تعداد ہے وہ پہلے سال سے کہیں بڑھ کر ہے اور وہ جو اکیلا تھا اسے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ایک کروڑ بنادیا۔ وہ جس کو اس کے گھر والے بھی پہچانتے نہیں تھے اور پوچھتے نہیں تھے، ایسے علاقے پیدا ہو گئے کہ جیسے غانا میں میں نے کہا کہ حکومت سمجھتی ہے کہ اتنے مضبوط ہو گئے ہیں کہ ہم کو اب اگنور (Ignore) نہیں کر سکتے اور یہ جو آخری سال تھا اس بھری صدی کا آخری سال، چند دنوں میں ختم ہو رہا ہے، اتنا عظیم احسان ہم پر کہ وہ جو جب بارہ ہزار تھے تو لاکھوں کی عیسائی

فوج پہ بھاری تھے اور جب لاکھوں بن گئے تو شاید اپنے سے کم تعداد پہ بھی بھاری نہ رہے اور چابی پکڑا دی انہیں۔ اس واسطے خدا تعالیٰ سے یہ دعائیں کرتے رہنا چاہیئے اس کی حمد کے ساتھ کہ جو اس نے ہدایت کا راستہ ہمیں دکھایا اور جس وجہ سے وہ ہم پر فضل اور رحمت کر رہا ہے وہ وجہ ہمیشہ ہماری، ہماری نسلوں کی زندگی میں قائم رکھے اور چند دن رہتے تھے یعنی نوتارخ ایک مہینے سے کم ایک دو دن، اغلباً ۸ نومبر کو پندرہویں صدی ہجری شروع ہو رہی ہے۔

اُس وقت پانچ سو سال کے بعد ابھی پورا حساب نہیں نکلا کچھ فرق ہے لیکن اغلباً پانچ سو کچھ سال ہیں، پانچ سو سال کے اندر یہ رے کے بعد وہ جو علامت بن گیا تھا اسلام پر غلبہ کی، وہ جو علامت بن گیا تھا علمتوں کے قائم ہونے کی وہاں خدا تعالیٰ کے پیار اور خدا تعالیٰ کے نور اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی جوشع ہے اس کی روشنی نظر آنے لگی اور یہ جو بنیاد رکھی گئی اس میں کئی وہاں کے باشندے پسین کے جواہری ہو چکے ہیں وہ شامل ہوئے یعنی یہ نہیں کہ صرف باہروالے بلکہ کئی خاندان احمدی ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ ہم امید رکھتے ہیں کہ جس طرح اور جگہ ہوا یہاں بھی وہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

ایک تو خدا تعالیٰ کی حمد ہر وقت کرو۔ میں نے چند سال ہوئے عزم اور حمد کا آپ کو ایک ماؤ دیا تھا یہ وہی ان فولڈ (Un fold) ہو رہا ہے اور دوسرے یہ عزم کریں اور پختہ عزم کریں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں سے نواز کر ہمیں محبت کے جس مقام پر کھڑا کیا ہے ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی وہاں سے گرنے نہ دے اور قیامت تک اسلام کی صحیح اور حسین اور متور شکل دنیا میں قائم رکھنے والے، قائم کرنے والے ہمیں بنائے۔

اس کے لئے بڑی ذمہ داریاں ہیں بڑوں پہ بھی اور چھوٹے بچوں پہ بھی ایک نسل نے سکھانا ہے دوسری نسل نے سیکھنا ہے اور اسی طرح ہوتے چلے جانا ہے جب تک کہ ساری دنیا کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل نہ ہو جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان میں جو اسلام سے باہر رہ جائیں ان کی حیثیت چوہڑے چماروں کی طرح یا ان سے بھی بدتر ہو گی لیکن یہ نہ ہو کہ آپ بھی چوہڑے چماروں سے بدتر ہو جائیں جیسا پسین میں ہوا۔ خدا نہ کرے کہ وہ ایسا سورج کبھی چڑھے ہم پر اور ہم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جوغزت ہمیں حاصل ہوئی

ہے اس کی نگاہ سے ہم گر جائیں اور دور ہو جائیں اور اس کے قہر کے نیچے آ جائیں اور یہ نعرہ بلند ہواں کے حکم سے اس کے فرشتوں کا کہ اے فجّار، فساق کو فاسقین کو، اسلام پر عمل نہ کرنے والوں کو قتل کرو۔ یہ بھی ہوا ہے ہماری تاریخ میں۔ تفضیل میں میں اس وقت نہیں جا سکتا۔

بہر حال دو ذمہ داریاں ہیں۔ خدا کا شکر ادا کریں اور انتہائی کوشش، انتہائی کوشش جو آخری اونس (Ounce) ذرہ ہے آپ کی طاقت کا وہ اسلام کے غلبہ کیلئے لگا دیں اور بالکل نہ دھیان دیں ان آوازوں کی طرف جو آپ کو ناط مسلم (Not Muslim) (قرار دیتی ہیں)۔ کیونکہ جس طرح میں نے وہاں کہا۔ میں نے کہا میں علی وجہ البصیرت یہ اعلان کرتا ہوں پھر دورے میں بھی میں نے کہا کہ خدا مجھے اپنی زبان سے مسلمان کہتا ہے تو خدا کی آواز مجھے مسلمان کہے اور انسان کی آواز مجھے غیر مسلم کہے تو کیا میں انسان کی آواز کے پیچھے چل پڑوں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں خدا کے پیار سے دور نہیں لے جاسکتی۔ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے پرے نہیں ہٹا سکتی۔ جو دامن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نے پکڑا ہے وہ اس مضبوطی سے پکڑا ہے کہ کوئی طاقت اسے چھڑو نہیں سکتی اور جو نور خدا تعالیٰ نے ہماری زندگیوں میں اسلام کا اور اپنی صفات کا پیدا کیا ہے اس نور میں زندہ رہنا، اس نور میں مر جانا ہزار زندگیوں سے اچھا سمجھتے ہیں ہم۔ خالد بن ولید نے ایک موقع پر کہا تھا اسلام کے دشمنوں سے کہ تم ہمارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ جتنا پیار تم ہیں اس دنیا کی زندگی سے ہے اس سے زیادہ پیار ہمیں اُخروی زندگی کے ساتھ ہے۔ جس کا مطلب ہے موت سے ہم پیار کرتے ہیں تو جو قومیں خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کے وعدوں پر ایمان لاتی اور اُخروی زندگی پر ایمان لاتی ہیں ان کو یہ دنیا چھوڑنی دو بھرنہیں ہے۔ جو کامل یقین رکھتی ہیں کہ مرنے کے بعد زندگی ہے اور اپنے بندوں پر خدا بڑا فضل کرے گا مرنے کے بعد، ان کو کیا فرق پڑتا ہے یہ دنیا چھوڑ کر وہاں جانے کا۔

سوائے اس فرق کے کہ وہ بُری جگہ چھوڑ کے ایک اچھی جگہ چلے گئے، ایک دکھنی جگہ چھوڑ کے وہ خوشیوں کی جگہ میں چلے گئے۔ ایک بد صورت جگہ کو چھوڑ کے ایک حسین جگہ چلے گئے۔ ایک بھوک اور ننگ اور پیاس کی جگہ کو چھوڑ کے ایک سیرابی کی جگہ پر وہ چلے گئے۔

تو عزم کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو نباہیں اور عاجزی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں

اور اس کی صفات کے ترانے گائیں اور اس کے بندوں کی خدمت میں لگے رہیں خواہ وہ بندے اپنے جوتے کی ٹھوکر آپ کو لگانے والے ہوں پھر بھی آپ خدمت سے باز نہ آئیں۔ اس کے بغیر آپ ان کے دل نہیں جیت سکتے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ ان کے دل ضرور جیت کے رہیں گے، اپنے لئے نہیں خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



تحریک جدید کے سنتا لیسوں سال کا اعلان

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد قصی ربوہ)

تشہد و توعذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

قریباً گز شستہ چار ماہ میں آپ سے دور بھی تھا اور آپ کے قریب بھی تھا اپنی دعاوں کے ساتھ۔ آج میں یہاں لمبے عرصہ کے بعد خطبہ کے لئے کھڑا ہوں اور بہت خوش ہوں آپ سے مل کر اور میں بہت خوش رہا ان سے بھی مل کر جنہیں بارہ ممالک میں تین براعظم میں میں اس عرصہ میں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے تمہارے شامل حال جو نعمت بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے تمہیں ورشہ میں نہیں ملتی کوئی نعمت اگر خدا نہ چاہے تمہاری کوششیں تمہارے لئے نعمتیں پیدا نہیں کرتیں اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو۔ خدا تعالیٰ ابتلاؤ اور امتحان میں بھی ڈالتا ہے تا بتائے کہ جو کچھ ملا اُسی سے ملا، جو ملتا ہے اُسی سے ملتا ہے اور جو ملے گا اُسی سے ملے گا۔

آج ایک خوشی یہ بھی ہے کہ اس جمعہ پر سال میں ایک بار جو میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اس وقت میں کر رہا ہوں۔ تحریک جدید قریباً ۳۶ سال قبل اللہ تعالیٰ کی عین مشا کے مطابق جاری کی گئی اور جو کچھ میں نے اس ملک سے باہر دنیا میں دیکھا اور جن نعمتوں کو پایا اور جو خوشیاں مجھے پہنچیں یہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت سے اپنے ایک بندہ کے ذریعہ سے آج سے قریباً ۳۶ سال قبل ان نعمتوں کے قیام اور اجرا کے سامان پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ اُس ہمارے محبوب کے درجات کو بہت بلند

کرے اور جو تحریکیں اس نے شروع کی تھیں ان کے ذریعہ سے جماعت پر اپنی نعمتوں میں اور اضافہ کرے اور ہمیں اپنے بزرگوں کے نقشے قدم پر چل کر اسی طرح جس طرح انہوں نے پایا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے سامان ملیں۔

۲۶۶ سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ اس جماعت کی جو حالت تھی وہ آج سے مختلف تھی۔ آج تک جتنا زمانہ گزرا ہے قریباً نصف زمانہ گزرا تھا اس کے مقابل اُس وقت جماعت کو قائم ہوئے اور جیسا کہ بتایا گیا تھا اور تسلی دی گئی تھی آہستہ جماعت ترقی کرتی چلی جا رہی تھی۔ یہ آہستہ آہستہ ترقی دو شکلوں میں ظاہر ہو رہی تھی۔ ایک آہستہ آہستہ دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ شروع میں تو قادیانی یا چند اور شہر تھے جو فیض پار ہے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے ایک عظیم روحانی فرزند کے ذریعہ۔ پھر پنجاب میں پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر پنجاب سے نکل کے ہندوستان میں داخل ہوئی سارے ہندوستان میں۔ پھر ہندوستان سے نکلی اور باہر کے ملکوں میں پھیلنے لگی اس طرح جس طرح کوئی اکاؤڈ کا ٹیک ہوا ہیں میں اڑا کے کسی خطہ ارض میں لے جاتی ہیں اور وہاں ایک نئی قسم کی روئیدگی پیدا ہو جاتی ہے اس طرح یہ خدا سے اور خدا کی مخلوق سے پیار کرنے والی جماعت قائم ہوئی۔ کہیں ایک خاندان احمدی ہو گیا کہیں دو ہو گئے مثلاً افریقہ کے ایک ملک میں صرف ایک احمدی ۱۹۳۰ء سے بھی پہلے کے تھے۔ نایجیریا میں اس ملک کے سربراہ گئے تو اس احمدی خاندان کے ایک فردان کے اُس ڈیلیگیشن (Delegation) میں شامل تھے اور جس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں نایجیریا کی جماعت نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہر کمرے میں رکھا ہوا تھا اور اس پر اپنے مشن کا پتہ اور شیلیفون نمبر بھی درج کیا ہوا تھا۔ انہوں نے دیکھا اور بڑے جیران ہوئے فون کیا مشن کو اور کہا کہ مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ جماعت اتنی ترقی کر گئی اور انہوں نے بتایا کہ ہمارے والد احمدی ہوئے تھے ان کی وفات ہو گئی ۱۹۴۳ء میں اور اس کے بعد ہمارا ملک مرکز سے نہیں رہا لیکن ہمارے بھائیوں اور بہنوں کے دلوں میں انہوں نے جماعت کو اس مضبوطی سے قائم کیا تھا کہ اسے نہیں ہم چھوڑ سکتے تھے اور اس پر قائم ہیں۔ اسی طرح اور بہت ساری جگہوں پر احمدی ہو گئے جماعت پھر وہاں بڑھنی شروع ہوئی۔ شروع میں جو ہمارے مبلغ گئے ہیں وہ گاؤں گاؤں پھرے۔ ایسا واقعہ بھی انہیں پیش آیا

کہ شام کو ایک گاؤں نے انکار کیا اپنے پاس رکھنے سے، دوسرا گاؤں نے انکار کیا، تیسرا گاؤں نے انکار کیا کوئی احمدی نہیں تھا اُس علاقے میں، چوتھے گاؤں نے، پانچویں گاؤں نے پھر کوئی شریف آدمی اگلے گاؤں میں ملا اور کہا ٹھیک ہے ہمارے پاس رہ جاؤ مہمان، کتنا بیس سر پر اٹھائی ہوئی تھیں ٹھہر گئے۔ وہاں ان سے تبادلہ خیال ہوا اور ان کو مسائل بتائے، ان کو حوالے دکھائے، قرآن کریم کی آیات ان کے سامنے پیش کیں ان کو ضرورت زمانہ سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو کھولا اور وہ احمدی ہو گئے اور تحریک جدید کے اجراء سے بھی پہلے جو تھوڑی بہت کوشش ہوئی اس کا نتیجہ یہی تھا کہ بعض ملکوں میں احمدیت چلی گئی اور غالباً میں ایک ایسے بزرگ احمدی کی قبر پر بھی دعا کے لئے گیا جن کی وفات ۱۹۲۶ء میں ہوئی تھی جنہوں نے احمدیت کی خاطر بڑے دکھ اٹھائے تھے، بڑی مصیبتیں سہی تھیں اور ہمارے مبلغ کے ساتھ مکار انہوں نے لوگوں کی خدمت کی اخلاقی اور روحانی طور پر۔ چند آدمی تھے اُس وقت اور آج اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ سے دس لاکھ کے درمیان (غالباً جو چھوٹا سا ملک ہے) وہاں احمدی پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اعلان کیا گیا تھا ایک اصول بتایا تھا **أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأَتَيْنَا الْأَرْضَ نَسْقَصَهَا مِنْ أَطْرَافِهَا أَفَهُمُ الْغَلَبُونَ** (الانبیاء: ۲۵) کہ (پنجابی کا محاورہ ہے ’پھورنا‘) اسے پھور دے چلے آ رہے ہیں چاروں اطراف توں زمین نوں یعنی تدریجی اور مسلسل ترقی ہو رہی ہے الہی سلسلے کی۔ اس تدریجی ترقی چاہے وہ دنیا کے مقابله میں تھوڑی ہو لیکن تدریجی ترقی کو دیکھ کر عقلمند یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ یہ جماعت مغلوب نہیں ہو سکتی۔ کسی زمانہ میں برلش ایمپائر جو تھی اس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ برلش ایمپائر پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ نہیں ہوتا تھا ساری دنیا میں ان کی ایمپائر قائم تھی۔ وہ زمانہ بدلتا گیا اب برلش ایمپائر بھی قریباً ختم ہو گئی اور ان پر سورج غروب ہونے لگا لیکن آج یہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ حقیقت ہے کہ ہر سورج جو ہر صبح کو چڑھتا ہے وہ جماعت کو تعداد میں زیادہ اور طاقت میں مضبوط تر پاتا ہے۔ یہ اللہ کی شان ہے۔ بڑی تبدیلی دنیا کے اندر پیدا ہو رہی ہے۔ جہاں لوگ ابھی احمدی نہیں ہوئے ان پر بھی اتنا اثر ہے کہ مثلاً غالباً میں میں گیا ہوں تو اگر کوئی انجان دیکھے تو وہ سمجھے گا کہ یہاں کوئی غیر احمدی ہے ہی نہیں۔ اس

طرح عوام سارے کے سارے ہی پیار لینے اور برکت لینے کے لئے سڑکوں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے تھے جہاں سے ہماری کارگزرتی تھی۔ اس کے کچھ نظارے شاید تصویریوں میں آپ کو دکھائیں گے، آپ کے ضلعوں میں دکھائیں گے، آپ کی مختلف بستیوں میں دکھائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر آپ کو پتا لگے گا لیکن وہ جو نظارے ہیں اگر وہ دیکھیں تو آپ کو نظر آجائے گا کہ ہر قصبه جو ہے وہ سڑک کے کنارے آ جاتا تھا لیکن میں نے بتایا کہ آبادی ان کی ہے قریباً ستر لاکھ کم و بیش۔ اور اس میں سے پانچ لاکھ سے دس لاکھ احمدی ہو چکا ہے۔ تو بڑا اثر ہے۔ کسی نے مجھے بتایا ہے کہ جو وہاں کے ذمہ دار ہیں انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ اس قدر اثر اور سو خ حاصل کر پچھلی ہے ہمارے ملک میں کہ ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ نا یجیر یا بہت بڑا ملک ہے وہ تو قریباً چھ سات کڑو رشاید آٹھ کڑو کی آبادی ہے صحیح مجھے نہیں علم لیکن بہت بڑا ملک ہے، اس کے حالات بدل گئے۔ یورپ جو اسلام کا نام گالی دیے بغیر نہیں لیتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ان لوگوں پر اور اب وہ عزت اور احترام کے ساتھ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینے لگے ہیں۔ ابھی حال ہی میں تثییث تین خداوں کے ماننے والوں کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو مل جمل کر کے کام کرنا چاہیے کیونکہ ہر دو مذاہب خداۓ واحد یگانہ کی پرستش کرنے والے ہیں۔ تو دل اور دماغ تثییث کو چھوڑ کے ایک خدا کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ پتا نہیں ان کے دماغ میں کچھ ریز رویشنز (Reservations) بھی ہوں گی شاید ابھی کھل کے بات تو نہیں ہوئی لیکن حرکت ایک خدا کی طرف ہے۔ تحریک جدید جو اللہ تعالیٰ نے جاری کروائی آہستہ آہستہ سال بسال بڑھتی ہوئی یہ شکل اختیار کر گئی۔

اب میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کرتے ہوئے بعض باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ بچھلے سال میں نے ٹارگٹ پندرہ لاکھ سے بڑھا کر اٹھارہ لاکھ کر دیا اور اس مغلص احمدی جماعت نے اٹھارہ لاکھ سے زیادہ کے وعدے کر دیے لیکن اس وقت تک اُس نسبت سے وصولی نہیں ہوئی۔ بچھلے سال سے زیادہ ہے وصولی لیکن اس نسبت سے وصولی نہیں ہوئی۔ اس لئے ایک تو میں اس طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اٹھارہ لاکھ بہر حال رقم جمع ہونی چاہیے۔ تحریک جدید

کے کام میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر برکت ڈالی کہ ساری دنیا میں اس کی شعاعیں ہمیں نظر آنے لگی ہیں اس میں کوئی کمی اور خامی نہ رہ جائے اور یہ مقرض نہ ہو جائے۔ کمی تو انشاء اللہ جس طرح بھی ہو گانہیں رہنے دیں گے لیکن پریشان نہ کریں تحریک جدید کے ادارہ کو۔ اٹھارہ لاکھ کی بجائے اٹھارہ لاکھ پچاس ہزار کے وعدے ہو گئے لیکن وصولی میں اس وقت تک پچھلے سال سے صرف تیس پینتیس ہزار کی زیادتی ہے حالانکہ ڈیڑھ لاکھ کی زیادتی ہونی چاہیئے تھی۔ ایک چیز جو بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی اور اسی کی عطا ہے وہ ترجیحی ترقی جماعتہا نے احمدیہ پاکستان کی ہے۔ پہلے سال جب تحریک شروع ہوئی ۱۹۳۵ء میں تو کل وصولی ایک لاکھ بھی نہیں تھی۔ ستانوںے ہزار آٹھ سو اٹھاسی کی وصولی تھی۔ پھر دس سال کے بعد ۱۹۴۲ء میں یہ آمد بڑھ کر تین لاکھ پینتیس ہزار چھ سو اٹھتیس ہو گئی پھر ۱۹۴۲ء کا سال ہے اس میں ایک اور خصوصیت بھی ہے۔ میں نے ایک دفعہ ان کے رجسٹرنگوں نے اور ان کا مطالعہ کیا تو مجھ پر یہ بات عیاں ہوئی کہ ۱۹۴۲ء سے قبل ہندوستان سے باہر تحریک جدید کا کوئی چندہ نہیں تھا رجسٹروں میں۔ دیتے ہوں گے بعض لوگ احمدی تو ہو گئے تھے۔ قربانی بھی کرتے ہوں گے لیکن منظم طور پر ان کی مالی قربانیاں رجسٹروں میں باندھی نہیں گئی تھیں۔ ایک پیسہ بھی نہیں تھا اور پھر یہ حال ہے کہ کروڑوں روپے کی آمد تحریک جدید کی مدد میں دنیا کے سارے ممالک کی آمد اگر کٹھی کی جائے تو ہو جاتی ہے اور پاکستان سے باہر جماعت احمدیہ مضبوطی کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی ہے اور یہاں سے ایک پیسہ بھی باہر بھجوانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر پڑتی اور قانون فارن ایک چیخ کی تنگی کی وجہ سے پیدا ہو جانے دیتا تو باہر کے کاموں میں روک پیدا ہو جاتی مگر قبل اس کے کہ دنیا میں اس قسم کی تنگی ظاہر ہوتی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اس قسم کی تنگیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسا سامان پیدا کر دیا کہ پاکستان سے باہر کی جماعتوں اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئیں اور جو ابھی ترقی پذیر ہیں ان کے لئے یہ دون پاکستان کی جماعتوں اپنی ضرورت سے زیادہ قربانی دے رہی ہیں اور اپنے بھائیوں کی امداد کر رہی ہیں جہاں ضرورت پڑے۔

پھر اس کے بعد آیا ۱۹۶۵ء کا سال۔ اب تحریک کو شروع ہوئے اکتوبر سال ہو گئے۔ یہ اکتوبر سال ہے اور اکتوبر سال میں تحریک جدید کی آمد تین لاکھ پچانوے ہزار چھ سو

انہر تھی یعنی ۱۹۲۵ء کے تین لاکھ پینتیس ہزار سے بڑھ کے تین لاکھ پچانوے ہزار ہوئی۔ یہ زیادتی بہت کم ہوئی۔ اس میں ایک تو غالباً اثر ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیماری کا بھی شاید اللہ اعلم۔ پھر اکتوبر ۱۹۶۵ء میری خلافت کے سال سے چودہ سال کے بعد اس کی آمد تین لاکھ پچانوے سے بڑھ کر چودہ لاکھ چوالیس ہزار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے اور سال روائی میں جس کی آمد کا رجسٹر بند نہیں ہوا اٹھارہ لاکھ آپ نے انشاء اللہ تعالیٰ بہر حال ادا کرنے ہیں یہ یاد رکھیں اچھی طرح اور چونکہ ابھی آمد کا اکاؤنٹ بند نہیں ہوا اس لئے آئندہ سال کا جو میں اعلان کر رہا ہوں اس میں بھی ٹارگٹ اٹھارہ لاکھ کا ہی رکھ رہا ہوں۔ خدا آپ کو توفیق دے کہ آپ سال روائی سے بڑھ کر قربانی دین اس مد میں بھی اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم صحیح طور پر ان اموال کو خرچ کر سکیں اور بہتر سے بہتر نتیجہ اللہ تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول کر کے ان کا نکالے۔ باہر کی جماعتوں نے اس قدر ترقی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بعض جگہ اس طرح بارش کی طرح نازل ہو رہی ہیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مثلاً غانا میں ۱۹۷۰ء میں میں نے جو نصرت جہاں آگے بڑھو کی سکیم جاری کی میں مغربی افریقہ کے چھ ملکوں میں، غانا ان میں سے ایک ملک ہے۔ غانا میں جو تحریک کے چندے نیز دوسرے چندے ہیں ان کی بات میں نہیں کر رہا صرف نصرت جہاں کی آمد جو ہسپتاں کو سے ہوئی ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ ہسپتاں کی آمد صرف اس وقت ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ڈاکٹر کے ہاتھ میں شفاذے اور امیر لوگ بھی ہمارے کلینیکس (Clinics) کی طرف بھاگے چلے آئیں ورنہ تو آمد ہوئی نہیں سکتی۔ یہ ہمارے ہسپتال کلینیکس (Clinics) سے ہسپیٹ (Hospital) بن گئے یعنی عمارتیں بنالیں انہوں نے بڑی بڑی اور ہمارے ہسپتاں نے جتنی تعداد میں وہ تھے اتنی تعداد میں ہی سکولوں کے اخراجات برداشت کئے۔ شروع میں بہت زیادہ اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں پھر حکومت کی امداد ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ وہاں میں نے جو ڈاکٹر بھیجے (چار ہسپتال ہیں غانا میں) چار کا مجموعی سرمایہ جو میں نے منظور کیا پیر ون پاکستان کی جماعتوں سے وہ دو ہزار پونڈ تھا۔ دو ہزار کو یاد رکھیں دو ہزار پونڈ۔ دو ہزار پونڈ آجکل ان کی کرنی گری ہوئی ہے اس کے لحاظ سے بھی قریباً زیادہ سے زیادہ دس ہزار

سید یز بینیں گے اس سے کام شروع کیا دعا کے ساتھ عاجزی کے ساتھ۔ جو ڈاکٹر جاتے تھے ان کو کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ورنہ ناکام ہو جاؤ گے اور اب جب میں چلا ہوں تو میں نے عبد الوہاب بن آدم سے پوچھا کہ سارے اخراجات نکال کے تمہارے پاس ریز رو میں کتنی رقم ہے تو انہوں نے کہا کہ کام دس ہزار سید یز سے شروع ہوا تھا بچپن لاکھ روپے بینک میں ریزور پڑا ہوا ہے۔ اس واسطے وہاں ہمیں کوئی وقت نہیں۔ وہ کہتے ہیں حکومت مطالبہ کرتی ہے کہ مریضوں کیلئے اور وارڈز بنائیں۔ تو ہمارے پاس پیسہ ہے ہم کہتے ہیں تم ہمیں سینٹ دے دو وہاں کنٹرول پہ ہے سینٹ تنگی ہے۔ میرے جانے کا ان کو یہ بھی فائدہ ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ برکت دی کہ سوبوری سینٹ کی مشکل سے ملی تھی۔ بعض ہماری عمارتیں سکولوں ہسپتاں کے بعض حصے سال، ڈیڑھ سال سے شروع ہوئے ہوئے ہیں اور وہ ختم ہی نہیں ہو سکے کیونکہ سینٹ نہیں مل رہا۔ اب انہوں نے کہا ہے شاید دو ہزار یا اڑھائی ہزار بوری ایک پرمٹ میں سینکشن (Sanction) کر دی ہے انہوں نے۔ مجھے موقع ملا میں نے ان کے وزرا کو سمجھایا۔ میں نے کہا کام کر رہے ہیں، تمہاری خدمت کر رہے ہیں دولت کمانے تو نہیں آئے اس ملک میں خادم کی حیثیت سے آئے ہیں اور تم جانتے ہو۔ (وہ سب جانتے ہیں) تو ہمیں یہ روکیں کیوں ستارہ ہی ہیں۔ تو اللہ نے فضل کیا انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔

اس وقت جو میرے دورے کا پس منظر ہے وہ آپ کو بتا رہا ہوں وہ ہے تحریک جدید یعنی جو کام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شروع کیا بڑی دعاؤں کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق اُسی کو ہم نے پھر آگے چلایا اور اللہ تعالیٰ ہر سال پہلے سے زیادہ برکتیں ڈالتا ہے اور اپنی نعمتوں سے ہمارے گھروں کو بھر دیا اور بیوقوف ہے وہ احمدی جوان نعمتوں کو دیکھ کے سمجھتا ہے کہ اس نے اپنے زور بازو سے یا اپنی تدبیر سے یا اپنے مال و دولت سے یا اپنے اثر و رسوخ سے ان نعمتوں کو حاصل کیا۔ قرآن کریم یہ اعلان کر چکا ہے اور خدا اور قرآن اس کا کلام جو ہے وہ سچا ہے کہ تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اپنے پاس سے تم کچھ نہیں لے کے آئے۔ اس واسطے جماعت احمدیہ پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک خدا تعالیٰ

کی حمد کرنا جو میں نے آپ کو ماٹو دیا تھا جلے پر دو ایک سال ہوئے جتنی حمد آپ خدا کی کرسکیں وہ تھوڑی ہے خدا اتنا مہربان ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ منصوبہ بنایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت دی کہ آخری زمانہ میں پھر اسلام ایک تریل کے بعد ساری دنیا پر اپنے حسن اور نور کے ذریعہ غالب آئے گا اور ایک جماعت پیدا کی جائے گی اس کام کے لئے۔ مہدی آئیں گے۔ مہدی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاجز عبد کیونکہ قُلْ يَعْبَادِي (ال Zimmerman: ۵۲) بھی کہا گیا ہے نا۔ بعض لوگ اس فقرے پر اعتراض کر سکتے ہیں باہر والے اس واسطے میں وضاحت کر دوں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاجز عبد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت کرنے والے۔ ایک ہے فلسفہ وہ تو علیحدہ رہا میں نے دوسروں کو بھی پڑھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو بھی پڑھا اور کوئی عقائد انکار نہیں کر سکتا کہ جس قدر پیار اور محبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی وہ کسی اور جگہ ہمیں نظر نہیں آتی اور جو اعلان کیا گیا تھا۔ قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحْبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُو نِيْ يَحْبِبُكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲) اس واسطے اس اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی محبت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہونے کی وجہ سے اس قدر پایا کسی اور نہیں پایا اور پھر جو پایا وہ مخلوق کے لئے وقف کر دیا۔ ایک جماعت پیدا کر دی جو عاجز انہ را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے مخلوق خدا کی خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حمد کریں، حمد کریں اور حمد کرتے ہوئے آپ کی زبانیں نہ تھکیں اور دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس دنیا کے لئے یہ قانون بنایا ہے کہ تدبیر کو اپنی انتہا تک پہنچاؤ تو حمد کریں اور دعا کو انتہا تک پہنچائیں اور تدبیر کریں اور تدبیر کو انتہا تک پہنچائیں تازیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں اور زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان کی خدمت کرنے والے ہوں تازیادہ سے زیادہ ہمارے کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے اور زیادہ سے زیادہ اچھے بہتر بتائیں ہمارے لئے اور بنی نوع انسان کے لئے نکالے۔

یہ وقت آگیا ہے تو حید خالص کے قیام کا۔ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے دوبار بڑے ہی پیار کا اظہار کیا اور اس کی تعبیر میں نے یہ سمجھی کہ تو حید باری کا وقت آگیا اور تو حید باری کے قیام

کے لئے ہم نے انہائی قربانیاں دینی ہیں اور اس کے لئے جماعت کو تیار ہونا چاہیے۔ دودفعہ ہوا یہ واقعہ۔ میں رات کے وقت آنکھیں بند کر کے توحید کا ورد کر رہا تھا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ اس حالت میں میں نے دیکھا کہ يسِّیح لِلَّهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ (الجمعۃ ۲: ۲) آیا ہے نا۔ ساری کائنات تو حید باری کا ورد کرتی ہے تو میری آنکھیں بند تھیں اور میں نے دیکھا کہ ساری کائنات کا ورد میرے پاس سے' Liquid، پانی کی شکل میں بہتا ہوا چلا جا رہا ہے، آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور میرے کان آواز بھی اس کی سُن رہے ہیں یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ آہستہ آہستہ اپنے دل میں میں کہہ رہا تھا اور یہی آواز کائنات کی میرے کان بھی سن رہے تھے اور میری روحانی آنکھیں دیکھ بھی رہی تھیں اور وہ ایک نہ ختم ہونے والا جس طرح سمندر ہو ہلکے انگوری رنگ کا اور وہ صوتی لہریں تھیں جو آگے بڑھ رہی تھیں یعنی ایک لہر آتی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی آگے بڑھ جاتی تھی ایک دوسرا پیچھے پھر دوسرا پیچھے عجیب کیفیت تھی مزے کی اور اس واسطے میں تو اپنے یقین پر قائم ہو گیا ہوں کہ دہریت، اشتراکیت آگئی نا جو سب سے بڑی دہریت ہے اور شرک جو ہزاروں قسم کا ہے اور جس میں ایک تثییث بھی ہے اور خدا تعالیٰ سے دوری، یہ سب زمانے ختم ہو کے توحید باری کا قیام نوع انسانی کی زندگی میں عنقریب اس صدی کے اندر جیسا کہ میں نے پہلے اعلان کیا قائم ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی چیز کو بتانے کے لئے وہ پیار کا جلوہ جو میں نے دیکھا اس پیار کو تو میں بیان نہیں کر سکتا، اس احساس کو میں نے تھوڑا سا بیان کر دیا ہے تو دعا میں کریں اور تدبیر کو انہا تک پہنچائیں اور اس تدبیر کا ایک حصہ تحریک جدید ہے جس کے نئے سال کا میں نے اعلان کیا ہے اور وہ سارے منصوبے جو جماعت احمدیہ کے نظام میں بنائے جاتے ہیں ان کے لئے کام کرنا اور فتنہ اور فساد پیدا کئے بغیر انہیں کامیاب کرنے کی کوشش کرنا اور محبت اور پیار کے ساتھ اپنے دشمن کے دل کو بھی جیتنا اور اس بات کا قائل کرنا کہ تم ہمارے دشمن ہو سکتے ہو ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔ بڑا عظیم مذہب ہے تفصیل میں کچھ شاید اللہ توفیق دے تو میں بتاؤں گا پھر۔ اسلام بڑا اثر رکھتا ہے اگر صحیح طور پر پیش کیا جائے۔ اس بات کو منوانے میں تو میں کامیاب ہو گیا پر یہیں کو تو ایک تصویر کے نیچے انہوں نے صرف تین لفظ لکھے

'تین لفظ نہیں بنتے زیادہ بنتے ہیں Hatred For None and love for all'

چار پانچ کہ کسی سے نفرت نہیں پیدا کی اسلام نے ہمارے دلوں میں اور ہر انسان کے لئے ہرشے کے لئے محبت پیدا کی اور یہ چیز تو ان کے لئے انہوں نی ہے نا کیونکہ دنیا میں ایسی قوم بھی ہے جو کسی سے بھی نفرت نہیں کرتی۔ آپ تاریخ دیکھیں، اخبار پڑھیں آپ ہر شخص کو کسی نہ کسی سے نفرت کرتے پائیں گے۔ جماعت احمدیہ کا حقیقی فرد، حقیقی میں کہہ رہا ہوں یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ یقینی نہیں، جماعت احمدیہ کا ہر حقیقی فرد ایسا ہے جو کسی سے نفرت نہیں کرتا، ہر ایک سے پیار کرتا اور اس کا خیر خواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور جو ہمارے بھائی ہیں ان کو اسلام کی اس حقیقت کے سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



پسین میں مسلمانوں کے تنزل کے اسباب کا تذکرہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ لے رونمبر ۱۹۸۰ء، بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَبْيَتَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ
أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران: ۹) وَمَا يُؤْمِنُ بِنْ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ
مُشْرِكُوْنَ (یوسف: ۱۰) قَاتَلَتِ الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلِكُنْ قُولُوا
أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
لَا يَلْتَكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ
أَمْنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَهْدُهُمْ وَإِيمَانُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ فِي
سَيِّئِ الْأَعْمَالِ أُولَئِكُمْ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (الحجرات: ۱۵-۱۷)

میں نے اجتماع انصار اللہ کے موقع پر انصار سے کہا تھا کہ وہ خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں بھی نمائندگی کی شکل میں شامل ہوں کیونکہ کچھ ضروری باتیں میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع پر بھی کہنا چاہتا ہوں۔ اس اجتماع میں اس خطبہ کے علاوہ جو ہر ہفتہ ایک عید کی شکل میں جمعہ کے روز ہمیں اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے نماز جمعہ ادا کرنے، دعائیں کرنے اور خطبہ دینے اور خطبہ سننے کی،

اس کے علاوہ میں آج خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں پہلی تقریر کروں گا اور کل خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں دوسری تقریر کروں گا اور پرسوں خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں تیسرا تقریر کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ اپنی بہنوں کے اجتماع میں بھی ان سے کچھ بتیں کروں گا اور اپنے پیارے بچوں سے بھی جنمیں، ہم اطفال کہتے ہیں تنظیم نے جو نام دیا ہے انہیں، ان سے بھی کچھ بتیں کروں گا۔ یہ جو میں کہوں گا وہ ایک سلسلہ ہے، ایک ہی مضمون کے مختلف باب ہیں جس کی ابتداء میں آج کر رہا ہوں اور جس کا اختتام اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے میں آخری تقریر میں خدام الاحمدیہ کے اجتماع کی جو اتوار کو ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ وہ کروں گا۔ اس لئے وہ لوگ جو باہر سے تشریف لائے ہوئے ہیں وہ آخری تقریر سے بغیر واپس اگر چلے گئے تو جو فائدہ میں ان کی حاضری سے اٹھانا چاہتا ہوں اور جو فائدہ جماعت ان کی حاضری سے اٹھا سکتی ہے کہ واپس جا کے وہ جماعت کو بتائیں کہ کیا انہوں نے سنا وہ اٹھانہ سکے گی۔ اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے۔ افتتاحی تقریر میں میں آنے والی صدی میں جو ہونے والا ہے اس کے متعلق ایک پوری تصویر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

آج میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم اپنی اجتماعی اور جماعتی زندگی میں ایک نہایت ہی نازک دور میں داخل ہوئے ہیں یا گزر رہے ہیں اس دور سے کہنا چاہیے۔ ایک صدی بھری ختم ہو رہی ہے اور دوسری دو ایک دن میں شروع ہو جائے گی۔ چاند چونکہ مختلف ملکوں میں مختلف دنوں میں نظر آتا ہے اس لئے پندرہ ہویں صدی کی پہلی تاریخ شاند سعوی عرب میں کچھ اور ہوا اور پاکستان میں کچھ اور ہو۔ اگر امت مسلمہ سر جوڑ کے یہ فیصلہ کر دیتی کہ کم از کم صدی کا پہلا دن مکہ معظمه اور مدینہ منورہ کی جو صدی کا پہلا دن ہے ساری دنیا میں وہی سمجھا جائے گا اور باقی جو ایک آدھ دن کا فرق رہ جائے گا چاند کی تاریخوں میں، وہ تور ہے گا وہ بعد کے آنے والے مہینوں میں ایڈ جسٹ (Adjust) کر لیا جائے گا تو یہ بھی ایک بڑی برکت والی بات ہوتی لیکن میرا خیال ہے کہ ایسا اس طرف کسی کو خیال نہیں گیا بہر حال ایک صدی جا رہی ہے اور دوسری آرہی ہے۔ میں جب پہلیں میں تھا جو جانے والی صدی کی وہ آخری مسجد جس کا افتتاح ایک ایسے ملک میں جو صدیوں اسلام کا بڑا دشمن رہا اللہ تعالیٰ نے ۹ را کتوبر کو مجھ سے کروایا وہ آخری مسجد ہے جس کا افتتاح اس

صدی میں ہوا۔ وہاں جب میں تھا تو سپین کی تاریخ کے واقعات میرے ذہن میں آنے لگے اور بڑیشدت کے ساتھ یہ احساس ہوا کہ یہ دعا جو ہمیں سکھائی گئی رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ اس کی اہمیت کس قدر ہے۔ ایک ملک کے مسلمان سات سو سال قریباً سپین کی سر زمین پر منصف انصاف کرنے والے اور عدل کرنے والے حاکم کی حیثیت سے حکمران رہے اور ان کی عظموں کے نشان اور جو اسلام کا نمونہ انہوں نے وہاں قائم کیا اس کے آثار ہمیں آج بھی نظر آتے ہیں۔ غرناطہ وہ شہر ہے جہاں بادشاہ نے مسلمان بادشاہ سے شکست کھا کے غرناطہ شہر اور سپین ملک کی سلطنت کی چاپی عیسائی بادشاہ کے ہاتھ میں پکڑائی تھی۔ مسلمانوں نے وہاں ایک بہت بڑا محل اور قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر 'المحمر' نام ہے اس کا وہ بنایا ہے۔ وہاں ایک کھڑکی کے پاس ہم کھڑے تھے اور سامنے شہر کا ایک حصہ تھا۔ ہمارے گائیڈ جو اپنے دعویٰ کے مطابق ایک مسلمان خاندان کا عیسائی فرد تھا یعنی اس زمانے میں پانچ سو سال پہلے اس وقت ان کو مجبور ہو کے عیسائیت قبول کرنی پڑی اور بعد میں نہ تو اسلام رہانہ عیسائیت رہی عقائد کے لحاظ سے تو کچھ بھی نہیں اب۔ بہر حال وہ کہنے لگا کہ اس قدر مسلم حکومتوں نے سپین میں انصاف کو قائم کیا ہے کہ ابھی تک ہم جیران ہوتے ہیں۔ کہنے لگا یہ نظر نہیں آرہے دو حصے شہر کے ایک کوارٹر تھا عیسائیوں کا ایک یہودیوں کا۔ ہر دو کو گرجے وہاں بنانے کی اجازت تھی۔ کھلے بندوں اپنی عبادتیں کرنے کی اجازت تھی۔ عیسائیوں کو بھی اور یہودیوں کو بھی ان کو اپنی ثقافت اور معاشرہ کے مطابق اسلامی سیاست میں زندگی گزارنے کی اجازت تھی۔ اپنے بچوں کو اپنی مرضی کے مطابق پڑھانے کی اجازت تھی۔ کوئی جبر ان کو نہیں تھا ان کی عزت کے معیار پ۔ کچھ حصے تو وہ بیان نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مسلمان نہیں تھا میں اپنی طرف سے کچھ زائد کر رہا ہوں اس وقت ان کی عزت اس معیار کے مطابق کی جاتی تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ اعلان کروایا گیا قرآن کریم میں قُلْ إِنَّمَا آنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکھف: ۱۱۱) کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں، ہر انسان مرد اور عورت کو مخاطب کر کے کہا مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں۔ تو حاکم وقت نے اپنے میں اور ایک عیسائی میں اور ایک یہودی میں کوئی فرق نہیں دیکھا اس کے بعد نہ کوئی

فرق پیدا کر سکتے تھے نہ کوئی تفریق تھی۔ وہ تو خیر اہل کتاب تھے لیکن وہاں چسپیز (Gipsices) بھی تھے چسپیز کے متعلق میں نے بہت کچھ پڑھا ہے۔ جب سے ان کے حالات کا ہمیں پتا لگتا ہے یورپ کی کسی قوم نے ایک دن بھی ان کو عزّت نہیں دی لیکن وہ چیزیں خانہ بدش جو پھر تے بھی رہتے ہیں۔ وہ گھوڑوں پہ بیل گاڑیوں پہ بھی پھرتے رہے ہیں۔ جب میں پڑھا کرتا تھا ان کے ڈیروں پہ بھی جا کے ان سے میں نے باقی بھی کیں۔ اس وقت ان کو اتنی عزّت اور آزادی دی کہ سامنے نظر آرہی تھیں پہاڑ میں غاریں بیسیوں سینکڑوں، تو کہنے لگے ان غاروں میں آزادی کے ساتھ وہ رہتے تھے یعنی معاشرے میں دخل بھی نہیں دیا۔ کہا کہ اگر تم غاروں میں رہ رہے ہو تو رہو نہیں کیا کہ نہیں ہم تمہارے لئے جھونپڑے ڈال کے دیتے ہیں یا مکان بناؤ کے دیتے ہیں تم اس میں رہو۔ رہتے رہے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق غار میں اور پاتے رہے وہ عزّت جو ایک انسان کو ہر جگہ ملنی چاہیے۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ کسی عیسائی مملکت نے اس قسم کا عدل اور انصاف بعد میں قائم نہیں کیا اس ملک میں۔ پھر کیا ہوا کہ وہ جو سات سو سال تک وہاں حکمران رہے ان کا ایک شخص بھی وہاں نہیں رہنے دیا گیا رَبَّنَا لَا تُزِّعْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْتَنَا جب تک ہدایت پر وہ قائم رہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے رہے اور آپ کے نقش قدم پر وہ چلتے رہے اس وقت تک آسمانوں کے فرشتے ہر قدم پر ان کی مدد کرتے رہے لیکن جب انہوں نے اپنی غفلت اور گناہ کے نتیجے میں خدا سے بعد کی راہوں کو اختیار کیا اور اس سے دور ہو گئے تب خدا کے فرشتے بھی آسمانوں سے نازل نہیں ہوئے اور ان کو کلیتہ وہاں سے مندا دیا گیا۔ اس واسطے اس دعا کا ورد ہر اس مسلمان کے لئے ضروری ہے جو ڈرتا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے نعماء تو بہت مل گئیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے پاؤں میں لغزش آئے اور شیطان کا شیطانی حرہ مجھ پر کامیاب ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی محبت میرے دل میں ٹھنڈی پڑ جائے اور شیطان کی آگ میرے سینہ میں بھڑکنے لگے اور انصاف اور عدل کی بجائے ظلم اور بے انصافی کی میری پالیسی بن جائے اور دوسروں سے اسی اصول پر میرا سلوک ہو جائے اور میں کہیں خدا کی نگاہ سے گر کے ساری نعمتوں سے جو ہدایت کے بعد انسان کو ملتی ہیں محروم ہو جاؤں۔

هر جگہ آپ دیکھیں اتار چڑھاو آیا ہے اسلام کے نظرے نظرے میں کبھی گرے کبھی بڑھے۔ سین میں ایک دفعہ پہلے ہوا قریباً اس سات سو سال میں جو مسلمان کی حکومت تھی قریباً صحیح پوری صحیح تو میں نہیں کر سکتا اس وقت لیکن قریباً ساڑھے تین سو سال کے بعد وہی حالت ہو گئی تھی جو یہ آخری حالت ہمیں نظر آتی ہے۔ اس وقت وہاں کچھ ایسے دل تھے جن میں خدا تعالیٰ کی محبت بھڑک رہی تھی محبت کی آگ۔ وہ پہنچے مغربی افریقہ میں اور یوسف بن تاشقین وہاں کے بادشاہ تھے بڑے ممتنی پر ہیز گار بڑے سمجھدار انصاف پسند معاشرہ جو اسلام قائم کرنا چاہتا تھا وہ کرنے والے ان کو کہا ہم مر رہے ہیں ہماری مدد کو آؤ۔ انہوں نے سارے حالات سنے۔ انہوں نے کہا دیکھو کچھ مسائل میرے ملک میں ہیں جب تک میں ان سے نہ نپٹ لوں میں وہاں نہیں آ سکتا۔ دوسرے یہ کہ مجھے تمہارے ملک کے کسی نظر میں کسی حصہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے یعنی میں فتح کرنا نہیں چاہتا تمہارے ملک کو۔ خدا نے بڑا دیا میں اسی کو خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق سنہجات سکوں تو بڑا خوش قسمت ہوں گا اور وہ چلے گئے۔ واپس ان کو کر دیا۔ پھر پانچ دس سال کے بعد دوبارہ آئے۔ انہوں نے کہا اب تو حد ہو گئی اگر فوری آپ نہ پہنچے تو سین کا ملک اسلام کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس وقت تک وہ فارغ ہو چکے تھے اپنی مہم سے۔ تب انہوں نے غالباً خود گئے تھوڑی سی فوج لے کے جو حملہ آور ہو رہی تھی اور عیسائی فوج کو ختم کرنا چاہتی تھی جس طرح آخر میں انہوں نے کر دیا۔ ایک دن کی لڑائی میں انہوں نے عیسائی فوج کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بالکل تباہ و بر باد کر دیا اور ایسی جگہ لڑتے لڑتے ان کو پہنچا دیا جہاں ان کے سامنے دریا تھا اور پہاڑ بڑا اونچا تھا اور پہنچے اتر نے کا کوئی راستہ نہیں تھا یعنی گر سکتے تھے اتر نہیں سکتے تھے اور ان کی پیٹھ کے پیچھے مسلمان کی یہ آواز گونج رہی تھی 'اللہ آکے بُر'، اس وقت وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ مسلمان کو خدا تعالیٰ نے میں سمجھتا ہوں یہ بھی اس کی رحمت ہے اس واسطے بچالیا کہ ان کے ہاتھ سے وہ مارے جاتے جو کچھ وہ کر رہے تھے ان کی سزا یہ تھی کہ وہ قتل کئے جاتے لیکن انہوں نے تلوار کی دھار پر گردن رکھنے کی بجائے وادی میں چھلانگ میں ماریں اور ختم ہو گئے۔ پھر یہ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا ساری فوج لے کے واپس اپنے ملک کو چلے گئے۔ بڑی نصیحتیں کیں نوابوں کو، امیروں کو، علماء کو کہ دیکھو اسلام نے

ایک اخوت، ایک بھائی چارا، ایک بُیان مخصوص بنایا ہے ہمیں کیوں آپس میں لڑتے ہو اور اس حالت تک تم پہنچ گئے۔ بہت نصیحتیں کیں ان سے وعدے لئے اور پھر واپس چلے گئے اور پندرہ بیس سال کے بعد پھر وہی حال ہو گیا پھر ان کے پاس پہنچے فود۔ تب انہوں نے سمجھا کہ واقع میں یہ لوگ اس قابل نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکومت کو سنپھال سکیں اور دنیا میں امن قائم رکھ سکیں۔ پھر وہ آئے وہاں پھر انہوں نے امن قائم کیا اور اپنے بھائی کے بیٹے کو وہاں چھوڑا، بادشاہ بنایا اس طرح پر ایک اور زندگی وہاں کی اسلامی حکومت کو مل گئی۔ خدا سے دعاوں کے نتیجے میں اور اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر توکل کرتے ہوئے انہوں نے اپنے بھائی کے بیٹے کو وہاں بٹھا دیا اور ساڑھے تین سو سال تک بڑی شاندار حکومت جوانصف پر، جو عدل پر، جو نور پر، جو علم کو پھیلانے پر، یہ بڑے بڑے بشپ وہاں جا کے علم حاصل کرتے تھے مسلمان اساتذہ سے، اتنی ترقی کر چکی تھی وہ قوم اور پھر جب ہدایت کو چھوڑا اور دلوں میں کبھی پیدا ہو گئی اور اعمال طیڑھے ہو گئے اور نور کی جگہ ظلمت نے لے لی اور انصاف و عدل کی بجائے نا انصافی اور ظلم نے لے لی تب خدا تعالیٰ کا قہران کے اوپر اترا اور ان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ اس واسطے محض اس سے ہمیں تسلی نہیں پاجانی چاہیے کسی ایک وقت میں اپنی اجتماعی زندگی میں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت پر قائم کر دیا۔ افراد بھی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہو جاتے ہیں اور آنے والی نسلیں ماں باپ کے طریقوں کو چھوڑ دیتی اور گمراہی کی راہوں کو اختیار کر لیتی ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اس کی رحمت آنے والی نسلوں کو بچائے۔ اس لئے ہمیں کہا مجھ سے ماغور بَنَ الْأَتْرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ وَهَبْ خدا سے بخشش دینے والے خدا، دیا لو خدا سے کہواے خدا ہمیں ہدایت دی ہے تو ہدایت پر قائم بھی رکھ۔ ہمیں ہدایت دی ہے تو ہماری نسلوں کو بھی ہدایت دے اور انہیں بھی ہدایت پر قائم رکھ۔ جب تک نسلًا بعد نسلِ قومیں ہدایت پر قائم رہتی ہیں خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ انعامات واپس نہیں لئے جاتے بلکہ جوں جوں ترقی کرتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیار اور اس کی محبت میں انعامات باری بڑھتے چلے جاتے ہیں اور ایک وقت میں انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ جس طرح آسمان سے موسلا دھار بارش پڑ رہی ہوتی ہے اور اس کے قطروں کو

انسان گن نہیں سکتا، خدا تعالیٰ کی نعمتوں موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہو رہی ہیں جن کو گناہیں جا سکتا جیسا کہ میں نے مثلاً اس چھوٹے سے سفر میں ایک ہفتہ کم چار مہینے میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو اسی طرح نازل ہوتے دیکھا۔ بڑی اہم بڑی ضروری دعا ہے خدا کے حضور عاجزانہ جھکو اور اس سے کہو اے خدا ہدایت پر قائم رکھ۔ ہمیں بھی ہدایت دے اور قائم رکھ ہماری نسلوں کو بھی اور ہمیں وہ دن دیکھنا قیامت تک نصیب نہ ہو جو دن اسلام کے اس حصہ کو دیکھنا پڑا جو سپین میں لئے والے تھے اور کئی جگہ ہوا، بغداد میں ہوا مخترا شارہ کر دیتا ہوں۔ جس وقت چنگیز خاں کے خاندان کی فوجیں بغداد کا گھیراؤ کر کے ان کا قتل عام کر رہی تھیں تو ایک بزرگ کا دل خدا کے حضور جھکا اور آنسوؤں کی بجائے شاید خون پک رہا تھا اس کی آنکھوں سے اس نے خدا کو کہا تیرے بندے مسلمان کیا ہو رہا ہے ان کے ساتھ۔ تو ان کو آواز آئی ایّهَا الْكُفَّارُ أُفْتَلُوا الْفُجَّارَ کہ کافر مار توڑ ہے ہیں مگر میرے حکم سے مار رہے ہیں کیونکہ یہ بندے میرے بندے نہیں رہے یہ فجّار بن گئے ہیں۔ ہماری ساری تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے۔ پس مطمئن نہیں ہو جانا غلط تسلی نہیں پالیں۔ خدا دیتا ہے بڑا دیتا ہے، دے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور بے شمار دے گا لیکن اس وقت دے گا جب تک ہم اس کے بن کے رہیں گے، جب تک ہم شریعت اسلامیہ کے کسی حکم کو اپنے اوپر بار نہیں سمجھیں گے، جب تک ہم یہ یقین رکھیں گے کہ خدا ہے، طاق تو رہے، ہر کام کر سکتا ہے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (الطلاق: ۲) جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے حقیقی تعلق جس میں کوئی کجھ نہیں جس میں کوئی کمزوری نہیں فَهُوَ حَسْبُهُ صرف خدا کافی ہوتا ہے اس کے لئے اور کسی اور کسی ضرورت نہیں رہتی اسے اور اللہ کافی ہے تو کسی اور کسی پھر کیا ضرورت ہے۔

محضرا یہ بتا دوں کہ جو ہدایت سے گرتے ہیں ان کی کئی شکلیں قرآن کریم نے بتائی ہیں۔ ایک جن کے دلوں میں زلغ پیدا ہوتا ہے۔ ایک ارتداد اختیار کرنے والے وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ (البقرة: ۲۱۸) اس کا اس میں اعلان ہوا۔ ایک نفاق کی انتہا کو پہنچ جانے والے اس کا ذکر پہلی سترہ آیات میں ہے سورۃ البقرۃ کی جو آپ نے حفظ کی ہوئی ہیں لیکن ان بہت سی جو قسمیں ہیں زلغ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہونے کی اس میں سے دو یہ

ہیں۔ وَمَا يُؤْمِنُ بِأَكْثَرُهُمْ بِإِلَهٍ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف: ۷) کہ اکثر لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ایک مانتے بھی ہیں اور قبر پر سجدہ بھی کرتے ہیں۔ وہ پیر پرستی بھی کر جاتے ہیں اور اللہ کہتے ہوئے ایک خدا کو مانتے بھی ہیں۔ وہ خدا کے علاوہ کسی انسان کی خشیت بھی اپنے دل میں رکھتے ہیں اور کہتے ہیں خدا کی خشیت ہمارے دل میں ہے حالانکہ خدا نے کہا تھا فَلَا تَخُشُوهُمْ وَآخْشُوْنِي (البقرة: ۱۵) اگر میرے ساتھ تعلق قائم رکھنا ہے تو میرے علاوہ کسی کی خشیت تمہارے دل میں نہ ہو۔ لکھنی بڑی نعمت ہے خدا نے کہا ہڈر ہو کر اپنی زندگیاں گزارو تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اگر تم میرے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے۔

دوسرے فرمایا کہ مسلمانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے یعنی ہم مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ان کو کہہ دولمُ تُوْ مِنُوا تم ایمان نہیں لائے، تم مومن نہیں۔ میں اگلا حصہ پہلے لے لیتا ہوں آپ کو سمجھانے کے لئے پھر دوبارہ آجائوں گا۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ تمہارے دل کلیّۃ ایمان سے خالی ہیں۔ لَمْ تُؤْمِنُوا تم مومن نہیں ہو تمہارے دل ایمان سے کلیّۃ خالی ہیں۔ وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا اس کے باوجود خدا کہتا ہے ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو مسلمان کہہ لیا کرو۔

یہ بڑی عظیم آیت ہے اپنے نتائج کے لحاظ سے یعنی مسلمان مسلمان میں فرق، ایمان ایمان میں فرق، کفر کفر میں فرق۔ ہمارے بزرگوں نے لکھا بخاری کی حدیث میں آتا ہے اور بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بات پائی جاتی ہے یعنی کمزور سے کمزور شخص جس کے دل میں ابھی ایمان نہیں گیا اس کو خدا جو دلوں کا جانے والا ہے وہ کہتا ہے تم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہو باوجود اس کے کہ تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔ تو وہ لوگ جو دلوں کا حال نہیں جانتے اور کوئی بھی نہیں جو کسی دوسرے کے دل کا حال جانے اس کو کیسے اجازت مل گئی کہ کسی اور کو دائرہ اسلام سے خارج کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو اگر ایمان ہو

دل میں تو اللہ اور رسول کی اطاعت ہوا کرتی ہے۔ تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو لیکن تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ تمہارے اعمال جو ہیں ان میں خدا اور رسول کی اطاعت کی جھلک نہیں نظر آتی۔ اور یہ ناجھی کی بات ہے تم ڈرتے ہو کہ اسلامی احکام پر عمل کر کے تم دنیوی نقصان اٹھاؤ گے خدا کہتا ہے کہ تم غلط نتیجہ پر پہنچ ہو اگر تم خدا کی اطاعت کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے اسوہ بناؤ اور آپ کی زندگی کے مطابق اپنی زندگی گزارو تو لَا يَلْتَكُمْ هُنْ أَعْمَالٍ كُمْ شَيْعًا وَهُنَّ مُهَاجِرُونَ میں کوئی عمل بھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔ تمہیں اسی دنیا میں ثمرات اسلام ملنے شروع ہو جائیں گے لیکن تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے اور تمہارے دل ایمان سے خالی اور تمہارے عمل اطاعت خدائے باری اور اطاعت رسول کے حُسن سے کوئی حصہ نہیں رکھنے والے یعنی حُسن کی بجائے بد صورتی جھلکتی ہے تمہارے اعمال میں، اسی واسطے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ تم پر رحم کرنا چاہتا ہے تم نے خود کو رحم سے محروم کر لیا ہے اور پھر تمہیں اس کا احساس نہیں۔ خدا تو غفور ہے لیکن تم اس سے مغفرت نہیں مانگتے، استغفار نہیں کرتے اور خدا تو رحیم ہے اور تم رحم کی بھیک اس سے نہیں مانگتے۔ خود کو یادِ دنیا کی طاقتُوں کو یادِ دنیا کے اموال کو یادِ دنیا کی عزتوں کو پچھ سمجھنے لگ گئے ہو اس لئے تمہیں پچھ بھی نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسی سورۃ میں کہ مومن تو وہ ہیں الَّذِينَ أَمْنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتے ہیں۔ ایمان کے معنی جو کئے گئے ہیں اس کی رو سے ایمان کی جڑِ دل میں ہے۔ دل میں ایمان کی جڑ لگتی ہے جس طرح ایک پودا زمین میں لگایا جاتا ہے نا ایمان قلب میں لگایا جاتا ہے اور اس بیچ سے یا اس پودے سے چھوٹا جس کو ترانسپلنت (Transplant) کرتے ہیں ہم جوز میں میں یادِ دل میں لگتا ہے ایمان، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ اس سے دو شاخیں نکلتی ہیں ایک ہے زبان سے اقرار کہ عین دل کے مطابق زبان سے اقرار نکلتا ہے مثلاً اللہ پر ایمان لائے لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا ورد نہیں کرتے اور کہتے ہو ہم خدا پر ایمان لائے لیکن تو حید باری کی عظمت کو تم سمجھتے نہیں حالانکہ تو حید باری بنیاد ہے اس ساری کائنات کی۔ اسی واسطے توجہ دلانے کے لئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا میں نے کہا تھا ورد کرو۔ اس کے متعلق پچھ اور بھی کہوں گا۔ بڑی عجیب ایک اور بات بعد میں پتا لگی۔ آدمی بھول جاتا ہے پڑھا بہت دفعہ ہوا تھا

لیکن بھولا ہوا تھا۔ خدام الاحمد یہ کی پہلی تقریر میں انشاء اللہ بیان کروں گا۔ تو اگر دل میں ایمان ہو تو اعمال صالحہ ہوں گے یعنی موقع اور محل کے مطابق اسلامی تعلیم کی ہدایت اور روشنی میں انسان کا عمل ہو گا اور جوزبان سے نکلے گا وہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہو گا۔ اعمال جو ہیں مثلاً اسلام کھاتا ہے لڑنا نہیں۔ اب اگر دل میں ایمان ہے میں تمہیں کہتا ہوں سب لڑائیاں جھگڑے چھوڑ دو۔ میں اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہتا تم نے یہ کہا کہ ہمارے دل میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہے۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے دل میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہے تو خدا اور خدا کا رسول کہتا ہے کہ آپس میں پیار اور محبت سے رہو اور اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کرنا سیکھو، بدله لینا نہ سیکھو۔ اگر ایمان ہے تو یہاں ایک دوسرا کرائن (Criterion) بیان کیا ٿمَ لَمْ يَرْتَأِبُوا پھر شبہ کوئی نہیں رہتا۔ حقیقی ایمان کے بعد پھر شبہ کیا۔ حقیقی ایمان کے بعد تو جس شخص کی شادی نہیں ہوتی تھی اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کروادی اور اگلے دن اس کا رخصتانہ ہونا تھا اور ایک دن پہلے جہاد کا اعلان ہو گیا تو اس نے اپنی شادی کی تیاری چھوڑی، جہاد کے لئے تلوار خریدی، نیزہ خریدا، دوسرا سامان خریدا اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی شادی ہو رہی تھی وہ فوج میں جاما لیکن چھپا پھرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آیا جب تک کہ وہ ایک پڑا او دور نہ چلے گئے مدینہ سے، تب وہ سامنے آیا آپ نے کہا میں نے تو تمہاری شادی کا دن مقرر کیا ہوا تھا تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ کہنے لگا یا رسول اللہ میری شادی میرے اور میری جنت کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی۔ اور بڑی عظیم ہے وہ حدیث اور وہ بیان اس کی عظمت اور تفصیل میں میں اس وقت نہیں جاسکتا اور وہ شبید ہو گیا وہاں۔ لَمْ يَرْتَأِبُوا پھر کوئی شبہ نہیں ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان ہے اس کو یہ شبہ نہیں کہ مر نے کے بعد مجھے زندگی نہیں ملے گی۔ یہ شبہ نہیں ہے بلکہ یقین ہے کہ مر نے کے بعد مجھے ایک زندگی ملے گی۔ مجھے خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ وہ اگر چاہے تو محاسبہ کرے گا اگر چاہے تو بغیر محاسبہ کے معاف کر دے گا۔ دعا کرو کہ بغیر محاسبہ کے ہی معاف کر دے ہم سب کو اور پھر ابدی جنتیں وہاں بھی کوئی اکتنا نہیں آدمی مرغا کھاتے کھاتے بھی۔ ابھی کل ہی کسی نے مجھے کہا کہ مجھے ایک دفعہ بیماری میں اتنے مرغے ملے کہ مرغے سے ہی نفرت ہو

گئی۔ تو اس واسطے انسان کی طبیعت میں رکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر روز ایک نیا مقام جنت میں انہیں دیا جائے گا تو **ثُمَّ لَمْ يَرْتَأِبُوا** پھر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ ہمارے بھلے کی بات ہے اس سوچ میں پڑ جاؤ گے کہ دنیا کیا کہے گی یا سوچ میں پڑ جائیں گی عورتیں کہ اگر ہم شریعت کے مطابق پرده نہیں کریں گی تو یہ جہلات عورتیں جو آج کل پھر رہی ہیں ہمارے ملک میں بھی اور دنیا میں بھی ہمیں دیکھ کے سمجھیں گی کہ بڑی دقیانوںی عورتیں کہاں سے آگئیں۔ تم خدا کی نگاہ میں دقیانوںی نہیں ہو وہ ہیں جو خدا کا کہنا نہیں مانتیں وہ دقیانوںی ہیں۔ وہ زمانہ جاہلیت کی باتیں کرتی ہیں۔ تم تو ایک زندہ مذہب کی طرف منسوب ہونے والیاں اور زندگی بخش تعلیم، عز توں کو بلند کرنے والی تعلیم، خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو بڑھانے والی تعلیم پر ایمان لانے والیاں ہو۔ تمہیں کیوں شبہات پڑ گئے، تم کیوں شبہات میں بٹلا ہو گئیں۔ جب شبہ کوئی نہیں ہوگا جہاد ہوگا یعنی نفس کو درست کرنا پاش کرنا تاکہ خدا اور زیادہ پیار کرے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ نہیں ڈرانا کہ ہم بھوکے مرنے لگ جائیں گے۔ اپنے اوقات دینا خدا کی راہ میں اب یہاں آگئے ہیں یہ بھی ایک جہاد **أَنفُسَهُمْ** ہے۔ انصار اللہ اور خدام الاحمد یا اور جلسہ سالانہ میں اور وقف زندگی کا باہر جا کے انسانوں کی خدمت کرنا یہ سارا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے **أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ** یہ لوگ ہیں جو اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ وہ ایمان لائے اللہ اور رسول پر۔ لیکن جو یہ کہتا ہے کہ میں اللہ اور رسول پر ایمان لایا لیکن شکوک و شبہات خدا اور اس کی وحدانیت پر بھی قائم، اس کی تعلیم پر بھی قائم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش اس کو نظر نہیں آرہے اتنا اندھا ہے وہ ایمان کیسا لایا اس کو یہ نہیں پتا۔ شبہے میں ہے کہ آیا یہ نقش قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم و نقش قدم ہے جس پر چل کر انسان سیدھا خدا کی رضا کی جنتوں میں پہنچ جاتا ہے اسی زندگی میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم محض اعلان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی اطلاع دیتے ہو کیا تم اللہ کو اپنے دین سے واقف کرتے ہو صرف یہ کہہ کے کہ ہم ایمان لائے۔ عمل کرو خدا تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔

یہ تو میں نے مختصر کیا ہے بڑی لمبی اس کی تفسیر اور بہت عظیم ان آیات کے معنی ہیں۔ ایک تو ہمیں یہ پتا لگا کہ دنیا میں کسی کو خدا تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا کہ کسی دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کرے۔ صرف یہ حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حق صرف ایک دفعہ استعمال کیا اور آپ نے یہ کہہ کے اسے استعمال کیا کہ ”جو شخص کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کافر کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا“، (ابوداؤد کتاب السنہ)

تو انہی آیات کے معانی کی عظمت کو قائم رکھنے کے لئے آپ نے وہ حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم کے سمجھنے، اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ جو میرا مضمون اس اجتماع پر ہے اس کا پہلا باب اسے سمجھ لیں پھر انشاء اللہ آگے اگلے باب میں چلیں گے۔

خطبہ ثانیہ سے قبل فرمایا:-

نمازیں جمع ہوں گی اور ممکن ہے مجھے اور آپ کو بھی شاید چند منٹ درپر ہو جائے وہاں پہنچنے میں۔ بہر حال انشاء اللہ جب میں پہنچوں گا شروع ہو جائے گا اجتماع۔ مگر آپ خاموشی کے ساتھ اور دعائیں کرتے ہوئے خدام الاحمد یہ کے اجتماع میں پہنچیں اور دعائیں کرتے رہیں وہاں پہنچنے کے بعد بھی۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



پندرھویں صدی اقوام کے ایک ہو جانے کی صدی ہے

(خطبہ جمعہ فرمتودہ ۱۳ نومبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

چھلے دنوں میں نے بتایا تھا کہ زمانہ آگیا ہے کہ نوع انسانی کے سب افراد ایک قوم کی طرح ہو جائیں اور سارے کے سارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلنے جمع ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”سعادت مند لوگ ایک ہی مذہب پر اکٹھے ہو جائیں گے اور تفرقہ دور ہو جائے گا اور مختلف قومیں دنیا کی ایک ہی قوم بن جائیں گی۔“

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزانہ جلد نمبر ۲۳ صفحہ ۸۷)

مختلف قوموں کے ایک قوم بن جانے کی تعلیم قرآن کریم نے دی ہے یعنی ایسی تعلیم دی ہے کہ انسانی فطرت اسے قبول کرتی ہے اور سب انسان اگر وہ سمجھیں یا انہیں ہم سمجھائیں تو ہو نہیں سکتا کہ اس تعلیم کے نور اور اس کے حسن کے ماننے سے انکار کریں۔ قرآن کریم کی ساری ہی تعلیم ایسی ہے لیکن دو ایک موئی موئی باتیں اس وقت میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

بنیادی بات یہ رکھی گئی انسان کے سامنے تَعَالَوْا إِلَى الْكَلِمَةِ سَوَّا عَمَّ بَيَّنَنَا وَ
بَيَّنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ (آل عمران: ۶۵) جو ہے وہ نوع انسانی کو ایک کرنے کا حکم ہے کہ سارے کے سارے انسان ایک خدا کی پرستش کرنے لگیں۔ سارے کے سارے انسان

ایک خدا کی اس وقت پرستش کرنے لگیں گے جب ایک خدا کی معرفت انہیں حاصل ہو جائیں گی۔ سارے کے سارے انسان خدائے واحد و یگانہ کی اس وقت پرستش کریں گے جس وقت خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی شناخت انہیں مل جائے گی اور یہ شناخت انسان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل ملی۔ قرآن کریم نے کھول کر خدا کی ذات کے متعلق اور اس کی صفات کے متعلق جہاں تک زندگی کا تعلق تھا حقائق انسان کے سامنے رکھے جن انسانوں نے اسلام کی نشأۃ ولیٰ میں اس حقیقت کو سمجھا ان کی زندگی اور ان کی روح اور جسم میں سے ایک ہی آواز نکلتی تھی اَحَدٌ أَحَدٌ اور مولا بس۔ خدا ہی خدا ہے سب طاقتوں والا، سب کچھ کرنے والا، جو ہوا وہ بھی اسی نے کیا جو ہوتا ہے وہ بھی وہی کرتا ہے جو ہو سکتا ہے وہ بھی اسی کے حکم سے ہو سکتا ہے۔ اس پر توکل کرنے والوں نے، سینہ و دل میں اللہ کے لئے حقیقی پیار رکھنے والوں نے دنیا کو یہ نظارہ بھی دکھایا کہ لاکھوں انسان ان پر قربان کر دیئے گئے کیونکہ اس کا جب امر ہو تو قربان کر دی جاتی ہیں کافر قومیں صداقت پر۔ یہ موک کے میدان میں چار لاکھ سپاہی چالیس ہزار پر قربان ہو گئے اس معنی میں میں یہ قربانی کہہ رہا ہوں اس لیے کہ خدا تعالیٰ کا منشا یہی تھا کہ وہ ان لوگوں کی عزت کو قائم کرے اور ان لوگوں کے نصیب میں فتح ہو جو اس واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے اور اُسی کے لئے زندگی گزارنے والے ہیں۔ جس وقت انسان کے بڑے حصے نے طاقت کے ساتھ خدائی طاقتوں کا مقابلہ کرنا چاہا، طاقت کے ساتھ ان کی طاقتوں کو تباہ و بر باد کر دیا گیا لیکن وہ جو اصل مقصد تھا کہ انسان خدا کا بندہ ہو کر زندگی گزارے آہستہ آہستہ پورا ہوتا رہا۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مسلسل ترقی کرتا چلا آ رہا ہے۔ میں یہ فقرہ اس کے باوجود کہتا ہوں کہ پہلیں میں ایک موقع پر شکست بھی ہوئی لیکن میں پہلیں کی بات نہیں کر رہا میں تو دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ ساری دنیا میں ایک تسلسل کے ساتھ مجموعی حیثیت میں اسلام ترقی کرتا چلا گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جنہیں اور جن کے چند رفقاء کی جماعت کو روؤسائے ملک، کسری و قیصر کی طاقت مٹا دینا چاہتی تھی مٹائی نہیں گئی بلکہ آفَلَا يَرَوْنَ آثَانَاتِ الْأَرْضَ نَفْصُصَهَا مِنْ آطَارِهَا (الانبیاء: ۲۵) آہستہ آہستہ انہیں ترقی ملتی چلی گئی اور اللہ تعالیٰ نے جو نیجہ نکالا اس کے بعد وہ

انسان کے سامنے آگیا اَفَهُمُ الْغَلِيُونَ (الأنبياء: ۲۵)

مسلسل ترقی دیکھنے کے باوجود تم سمجھتے ہو کہ مسلسل ترقی کرنے والے ناکام ہو جائیں گے اور مسلسل تنزل را ہوں کو اختیار کرنے والے کامیاب ہو جائیں گے۔ عقل سلیم تو ایسا نتیجہ نہیں نکلتی۔ پھر جیسا کہ بتایا گیا تھا آخری زمانہ میں جو صحیح و مہدی علیہ السلام کا زمانہ ہے، وہ صحیح اور مہدی جس کی اپنی کوئی ذاتی حیثیت نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو غلام بھی ہے، کامل مطیع بھی ہے، آپ سے کامل طور پر پیار کرنے والا بھی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی دعا نہیں لانے والا ہے کہ امیرت محمد یہ کسی اور فرد نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ دعا نہیں لیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جرنیل بھی ہے، جرنیل ہے خود شہنشاہ نہیں، ایک جرنیل ہے اپنے آقا کا اس زمانہ کے لئے اور یہ خبر دی گئی تھی کہ اس زمانہ میں ساری قومیں ایک ہو جائیں گی۔ اس واسطے میں نے اعلان کیا کہ میرے نزدیک (جو میں دیکھ رہا ہوں) پندرہویں صدی تمام اقوام کے ایک ہو جانے کی صدی ہے اور تمام اقوام کے ایک ہو جانے کے معنی ہیں کہ وہ تمام اقوام جو اسلام سے باہر ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنڈے نے جمع ہو جائیں گی جو مہدی کے ہاتھ میں ہے اور تمام وہ قومیں جو اسلام کے اندر ہیں تمام تفرقے مٹا کر اور عداوتوں کو چھوڑ کر پیار اور عاجزی کی را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے اس جہنڈے نے جمع ہو جائیں گی۔ نوع انسان ایک قوم بن جائے گی۔ یہ ہو گا یہ ہو کر رہے گا۔ بہت سے لوگ اسے آج ناممکن سمجھیں گے مگر دیکھنے والے دیکھیں گے اور مشاہدہ کرنے والے مشاہدہ کریں گے کہ خدا نے جو بشارتیں دی ہیں وہ اپنے وقت پر ضرور پوری ہوں گی۔

اقوام عالم کو جو ایک قوم بننا ہے اس کے لیے پہلا اصول یہ قائم کیا گیا کہ ”خدا ایک ہے۔“ اس نے تمہیں پیدا کیا تمہاری جو بھی قابلیتیں، استعدادیں ہیں اسی کی عطا ہیں کس مقصد کے لیے پیدا کیا اور مقصد یہ ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنََّ وَالْإِنْسََ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ (الذاريات: ۷۵) اس کے بندے بن جاؤ اور خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس زمانہ میں انسان اپنے مقصد حیات کو سمجھنے لگے گا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی زندگی کے دن گزارے گا۔

دوسرے اصول جو اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا، وہ یہ تھا کہ کامل مساوات انسانوں کے درمیان قائم کی جائے کوئی قوم سپر (Super) اعلیٰ نہیں ہے۔ ساری قومیں ایک جیسی حیثیت رکھتی ہیں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ایک عزّت اور دین اسلام کی رو سے ایک ایسا احترام پانے والی ہیں۔ قوم قوم میں کوئی فرق نہیں سارے بشر برابر ہیں (بشر کے معنی عربی میں مرد اور عورت کے ہیں) عظیم اعلان یہ کہ بشر بشر میں فرق لیکن ارشاد باری ہوا۔ **قُلْ إِنَّمَا آنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** (الکھف: ۱۱۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عظمت خدا تعالیٰ نے یہ قائم کی کہ **لَوْلَا كَلَمًا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ** (موضوعات کیر حرف الاسلام صفحہ ۵۹) یہ کائنات تیری خاطر پیدا کی گئی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں سے بڑھ کر استعدادیں دیں کامل استعدادیں جو کسی اور کوئی نہیں دی گئیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے لیے خدا تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ساری کی ساری استعدادیں آپ کی کامل نشوونما پا گئیں۔ آپ کامل انسان بھی بنے، آپ کامل باشاہ بھی بنے، آپ کامل آقا بھی بنے، آپ کامل ہادی بھی بنے، آپ کامل شریعت لانے والے بھی بنے، آپ کامل طور پر علی خلُقٍ عظیم بھی ٹھہرے۔ سب اپنی جگہ درست لیکن آپ کے منہ سے خدا تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا۔ **قُلْ إِنَّمَا آنَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** کہ بشر ہونے کے لحاظ سے مجھ میں اور تم میں اے مردو! اور اے عورتو! کوئی فرق نہیں۔ عظیم مساوات ہے اور اس کا ایک پہلو یہ ہے جو دوسرا جگہ زیادہ واضح کیا گیا ہے **وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ** (آل عمران: ۲۵) یہ جو عدم مساوات انسانوں کے درمیان ہے اس کی سب سے زیادہ بھیانک شکل انسانی تاریخ میں یہ ہے کہ مذہبی لحاظ سے بعض کو **أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ** کا درجہ دے دیا گیا اور بعض کو انسان نے اپنے فیصلے کے مطابق کم درجہ دے دیا یعنی خدا تعالیٰ کا فیصلہ نہیں انسان کا اپنا ہی فیصلہ ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اتنا خون خرابہ ہوا مذہب کے نام پر کہ الامان حالانکہ اسلام نے کہا یہ تھا **وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ**۔ کوئی انسان کسی دوسرے کو (خدا کے علاوہ) رب نہیں بنائے گا۔ رب ایک ہی ہے۔ جس کے معنے یہ تھے کہ کسی چیز کے حصول کے لیے اپنی کسی ربویت کے حصول کے لیے کسی انسان کے پاس نہیں

جائے گا نہ اس کے سامنے جھکے گا نہ اپنی تکالیف دور کرنے کے لیے اس کے اوپر بھروسہ کرے گا وغیرہ وغیرہ لیکن بنا لیے انسانوں نے ارباب۔ لیکن اب زمانہ آ گیا کہ تمام وہ ارباب جو اللہ کے علاوہ مذہبی دنیا میں بنائے جاتے تھے ان کا خاتمہ کر دیا جائے اور اسی کو ہمارے دلوں میں گاڑنے کے لیے قرآن کریم نے اعلان کیا۔ **فَلَا تُرْكُوَ أَنْفُسَكُمْ (النّجَمٌ: ۳۳)** خود اپنے کو اور اپنوں میں سے کسی کو پاک باز نہ قرار دیا کرو تو کہ وہ ارباب نہ بن جائیں۔ **فَلَا تُنْزَكُوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى (النّجَمٌ: ۳۳)** اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کون متنقی ہے اور کون نہیں خدا کا کام ہے بندے کا کام ہی نہیں ہے۔ جب بندے کو یہ طاقت ہی نہیں دی گئی کہ کون پر ہیز گار ہے، کون خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہے اور کون نہیں، بندے کا کام نہیں کہ کہے فلاں متنقی اور فلاں پر ہیز گار۔ بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں اور ہورہی ہیں اس وجہ سے **فَلَا تُنْزَكُوا أَنْفُسَكُمْ** یہ ایک ہی مضمون ہے جسے مختلف طرقوں سے خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے پیش کر کے ہماری عقولوں میں جلا اور روشنی اور نور پیدا کیا ہے **هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى**۔ قوموں کے باہمی تعلقات تھے قرآن کریم کہتا ہے، کوئی قوم کسی قوم کو حقیر نہ سمجھے۔ یو۔ این۔ او کا ویٹو تو ختم کر دیا گیا۔ سپر پاورز (Super Powers) نہیں رہیں اس آیت کے بعد۔ جب بنی خرابی پیدا ہوئی۔ جو خرابیاں دور کرنا چاہتے تھے، جن خرابیوں سے بچانا چاہتے تھے اس سے زیادہ خطرناک خرابیاں اس ویٹو پاور نے پیدا کر دیں اور اس تصور نے کہ بعض قومیں بعض دوسروں پر فوقيت رکھتی ہیں۔

اور تم میں سے کوئی دوسرے پر عیب لگا کر طعن نہ کیا کرے وَ لَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ (الحجرات: ۱۲) اپنے عیب ڈھونڈو اور خدا سے استغفار اور توبہ کرو۔ دوسروں میں تمہاری آنکھ عیب دیکھتی کیوں ہے؟ حضرت مصلح موعود نے اپنے بچوں کو ”آ میں“ میں بہت سی دعائیں دی ہیں اور ان میں سب سے پیاری دعا یہ ہے۔ اور اس سے زیادہ پیاری ہمیں دعائیں دے سکتے تھے۔ الہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں دوسرے میں یہ نقص ہے اپنے نقائص دیکھو اور انہیں دور کرو تو کہ خدا کے حضور سرخو ہو سکو وَ لَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ عیب تلاش کرنے، عیب منسوب کر دینے، آپ ہی بنا لینے کہ تم میں یہ عیب پایا جاتا ہے تم میں یہ عیب پایا جاتا ہے منع کیا اور

لَا تَتَأْبِرُوا إِلَّا لِقَابِ (الحجرات: ۱۲) ہندو کے اثر کے نتیجہ میں یہ شروع ہو گیا تھا۔ یہ جو لاہا ہے، یہ موچی ہے، یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عیب کو اس طرح بھی دور کیا موچی ہونا کوئی عیب نہیں لیکن جو شخص خود موچی ہونے کو عیب سمجھتا ہے وہ گنہگار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آباء و اجداد کے علاوہ کسی اور کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے خدا کی لعنت ہے اس پر۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو موچی ہے اس پر خدا کی لعنت۔ ہزاروں لاکھوں ہوں گے جن پر خدا کی رحمتیں نازل ہوئیں۔ خدا تعالیٰ کا دروازہ جو بھی کھٹکھٹاتا ہے کھولا جاتا ہے اس کے لیے۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کے اس حکم کو توڑتا ہے کہ قوم قوم میں فرق ہے اور معزز قوم میں اور بعض ذلیل قوم میں ہیں اور خود ہی اپنے آپ کو ذلت والی قوم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اپنے خیال میں اور پھر چاہتا ہے کہ ان کی طرف منسوب نہ ہو اور ایک جھوٹ بولتا ہے اور ایسے لوگوں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ جس قوم سے وہ نہیں مغل بن جاتا ہے، کوئی پٹھان بن جاتا ہے، کوئی سید بن جاتا ہے، کوئی کچھ بن جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی لعنت ہے اس پر آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو موچی ہے اس پر لعنت ہے یا جو جو لاہا ہے اس پر لعنت ہے یہ تو پیشے ہیں۔ کئی سید ہیں جن کو زمانے نے مجبور کیا کہ وہ کپڑے بننے لگ جائیں وہ جو توں کی دوکان کھول لیں ان کی ذات تو نہیں بدلتی اور سید ہونا تو کوئی خوبی نہیں ہے جو پیدا کرے گا وہ سید اقوم بن جائے گا جو نہیں پیدا کرے گا وہ معزز نہیں رہے گا۔ اس زمانے میں اس عظیم کام کے لیے کہ نوع انسانی کے دل خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جیتے جائیں پیار کے ساتھ محبت کے ساتھ، اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور حسن دنیا کے سامنے پیش کر کے، اس کے لیے عیسیٰ اور مہدی نے آنا تھا۔ مسیح موعود مہدیؑ معہود تشریف لے آئے اور ہم نے علی وجہ بصیرت ان نشانوں کو سچا پا کر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کے لیے مقرر کیے تھے مہدی علیہ السلام پر ایمان لائے۔ ہم ایمان لائے ہیں مہدی پر اس وجہ سے اور ایمان لانے کے بعد جن برکات کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو بشارت دی تھی کہ مہدی سے وابستہ ہیں، ان کا نظارہ ہماری آنکھوں نے دیکھا، ہمارے دماغ نے سمجھا، ہمارے دل نے محسوس کیا، ہمارے

سینوں میں ظلمات دور ہو کر نور بھر گیا۔ ہم نے کہا یہی ہے وہ شخص۔ آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مہدی اسلام سے سب بدعاں نکال کر خالص اور کھرا اسلام دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہو گا کہ بعض نادان کمیں گے کہ اس نے ایک نیا مذہب بنالیا ہے۔ یہ وہ تو نہیں جو میرے آباء و اجداد بتاتے رہے ہیں۔ یہ بھی دیکھ لیا ہم نے۔ مہدی علیہ السلام پر ایمان لا کر میں نے اور آپ نے کیا پایا۔ حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا، مہدی سے ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پایا۔

میں ۱۹۷۰ء میں افریقہ گیا۔ مغربی افریقہ میں ایک ملک ہے سیرالیون۔ وہاں کے ایک سیاسی لیڈر جو ایک وقت میں نائب وزیر اعظم بھی رہے اُس وقت ان کی پارٹی برسر اقتدار نہیں تھی۔ ایک ریسیپشن (Reception) میں انہوں نے تقریر کی وہ سیرالیون میں سب سے بڑے مقرر سمجھے جاتے ہیں اور اس تقریر میں انہوں نے یہ کہا، ہر تین فقرے کے بعد کہتے تھے کہ میں احمدی نہیں لیکن جو حقیقت ہے اسے میں جھلانہیں سکتا۔ انہوں نے کہا احمدی مبلغین کے آنے سے قبل اگر کسی مجلس میں اسلام کے متعلق کوئی بات شروع ہوتی تو ہماری گردنیں شرم کے مارے جک جاتی تھیں ہمیں اسلام کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ پھر یہ لوگ آئے ان سے ہم نے اسلام سیکھا، اسلام کے حُسن سے ہم شناسا ہوئے، ہم واقف ہوئے، اسلام کا نور ہم نے مشاہدہ کیا، خدا تعالیٰ کے نشان ہم نے دیکھے یہاں ان کے ذریعے سے اور اب یہ حال ہے کہ اگر کسی مجلس میں اسلام کا ذکر شروع ہو تو ہم فخر کے ساتھ گردن اوپنی کرتے ہیں اور گفتگو شروع کرتے ہیں اسلام کے متعلق اور انہوں نے بہت سے شانوں کا بھی ذکر کیا۔ اس تفصیل میں مجھے جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو جو ہمارے ہمسایہ ہیں انہوں نے بھی دیکھا۔ ہم علی وجہ البصیرت مہدی علیہ اسلام کے احسانوں کو جانتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی معمولی وجود تو نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ربِ دو جہاں نے یہ اعلان کیا تھا کہہ دوان کو ان کے نعمت مُتَّبِعُوْنَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحِبِّبُكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲) خدا سے پیار کرنا ہے میری اتباع کرو۔ اس عظیم شخصیت، اس عظیم رسول، اس خاتم النبیین سے ہمارا واسطہ قائم کر دیا مہدی نے۔ اتنا بڑا احسان کیا ہم پر اور وہ جو خدا کو بھول کر ادھر ادھر قبروں پر سجدہ کرنے والے، پیروں

کی پرستش کرنے والے، دولت کے پیچھے دوڑنے والے، دولت کو خدا سمجھنے والے، سیاسی اقتدار کے سامنے گردن جھکانے والے تھے، ہمیں ساری ان چیزوں سے چھڑا کے خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال جو تھا اور اس کے جمال کے جلوے جو تھے ہماری زندگیوں میں مہدی نے دکھا دیے۔ ہمیں مہدی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے ہمیں خدا سے ملا دیا۔ ایک زندہ مذہب ہمیں ملا اسلام، ایک زندہ شریعت ہمیں ملی قرآن، ایک زندہ نبی ہمیں ملا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایک زندہ خدا ہمیں ملا اللہ، جو تمام صفات حسنے سے متصف ہے اور ہماری زندگیوں میں اس کے جلوے نظر آرہے ہیں۔ دنیا کی کون سی طاقت ہے جو ہمارا رشتہ اس مہدی سے قطع کر سکے۔ کئی ہیں جو زور لگاتے ہیں لگائیں گے۔ خدا آزماتا بھی ہے، امتحان بھی لیتا ہے مگر آپ میں سے ہر شخص کو اپنے ربِ کریم سے عہد کرنا چاہیئے کہ اے خدا ادھر کی اُدھر ہو جائے، دنیا میں قیامت آجائے تیرا دامن ہم نہیں چھوڑیں گے اور تیرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کے علاوہ اور کوئی نقوش قدم ہمارے لئے نہیں ہیں جن کے اوپر ہم چلیں۔ اگر نہیں، اگر زندہ خدا کے زندہ جلوے نہیں ہماری زندگیوں میں، تو یہ زندگی رہنے کے قابل نہیں ہے۔ پھر زندہ رہ کر ہم نے دنیا میں کیا کرنا ہے۔ زندگی کا تو مزا ہی اب آیا ہمیں کہ مہدی علیہ السلام کے ذریعے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے جنہوں نے اپنی تعلیم کے ذریعے، اپنی دعاوں کی وجہ سے، اپنے اُسوہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سے ملا دیا۔ وہ عظیم اللہ ہمارے بچوں سے ذاتی تعلق رکھتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے جن کو ابھی کچھ پتہ بھی نہیں ان کو سچی خواہی آنے لگائیں۔ عظیم بتائیں وقت سے پہلے بتادیں اور وقت پر پوری ہو گئیں۔ عظیم طاقتوں والا ہے، انہوں کو پورا کر دیتا ہے۔ انہوں باتوں میں سے چھوٹی سی بات ابھی میں بتادوں بالکل ایک چھوٹی سی ہزاروں میں سے۔ ابھی اس سفر میں ایک احمدی دوست تھے نئی شادی ہوئی تھی بچہ ہونے والا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے لڑکے کا نام رکھ دیا (ویسے ہی رکھ دیا لڑکے کا نام) کہنے لگے اگر لڑکی ہوئی میں نے کہا میں ایک نام ہی رکھ چکا ہوں۔ لڑکی ہوئی تو آپ رکھ لینا۔ پیدائش سے دو ماہ پہلے لندن کی لیڈزی ڈاکٹر زنے اس کو کہا کہ تیری بیوی کے پیٹ میں لڑکی ہے اب اس کے لئے انہوں نے ٹیسٹ ویسٹ نکالے ہیں پتہ لگ جاتا ہے وہ

دعویٰ کرتے ہیں پتہ لگ جاتا ہے بچہ، بچی کا۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ اب تو بڑی پکی بات ہو گئی تم حضرت صاحب سے کہو کہ نام بد لیں لڑکے کی بجائے لڑکی کا نام رکھ دیں۔ اس نے کہا نہیں میں نے تو نہیں کہنا جو رکھ دیا اور دو مہینے لیدی ڈاکٹر زبانے پیشے اور مہارت اور تجربے کے گھمنڈ پر اور نئی تحقیق کی وجہ سے کہتی رہیں کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے اور میں بھی وہیں تھا اس کے بچہ پیدا ہوا اور وہ لڑکا تھا۔ خدا تعالیٰ تو پیدائش سے پانچ گھنٹے پہلے بھی لڑکی کو لڑکا بنایا سکتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ پیدائش کے بعد بھی بہت ساری لڑکیاں لڑکے بن جاتے ہیں۔ یہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کرتا ہے کہ وہ انسان کو بتائے کہ جو میری مرضی ہو وہ ہوتا ہے۔ اسی واسطے ہوتا ہے۔

سینکڑوں ہزاروں نشان اللہ تعالیٰ نے ہماری زندگی میں دے دیئے۔ میں تو بڑا عاجز انسان ہوں لیکن جس کی غلامی میں آگیا اور جس کے دامن کو پکڑا مہدی کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اللہ تو عاجز نہیں ہے وہ تو بڑی طاقتیں والا، بڑے غلبہ والا، اس نے تو، (تاریخ کو دیکھیں آپ) ایک دنیا جہان کو تھے و بالا کر دیا اپنے نیک بندوں کے لئے، چند ایک لئے بہتوں کے اوپر اپنے غصہ کا اظہار کر دیا۔ مگر انسان تو کسی پر غصہ نہیں کرتے ہم تو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے خدا! اس زمانہ میں جیسا کہ تو نے کہا تیرا قہر کسی پر نازل نہ ہو۔ سب کو تیرے جمال تیری وحدانیت کی طرف اور تیرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے آئیں اور دنیا ایک قوم بن جائے۔ اے خدا! ہماری زندگیوں میں بھی ایسے آثار ظاہر ہونے شروع ہو جائیں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۲ء صفحہ ۲ تا ۵)



جلسہ سالانہ کے مہماں کی خلوص نیت سے خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے **قَاتِ الْأَعْرَابُ أَمَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلِكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا** (الحجرات: ۱۵) کہ بعض ایسے مسلمان ہیں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دل ایمان سے خالی ہیں، اس لئے انہیں ایمان کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ اجازت ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ لیا کریں اگرچا ہیں۔

سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ مومن کون سے ہیں اور ان کی بنیادی علامات کیا ہیں کہ جن کے دل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان سے خالی نہیں بلکہ ایمان سے بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی سورۃ کی اگلی آیت جو ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ وہ کون سے مومن ہیں جن کے دل اس کے نزدیک ایمان سے پر ہوتے ہیں۔ فرمایا **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ أَمْنَوْا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَبُوا وَجَهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفَسِهِمْ فِي سَيِّئِ الْأَعْمَالِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ** (الحجرات: ۱۶) مومن وہ ہوتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں یعنی وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور پھر اس کے بعد کسی قسم کے شک اور شبہ میں بتلانہیں ہوتے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے

ذریعہ سے اللہ کے رستے میں جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں سچے ہیں **أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ**۔ یہاں سچے اور حقیقی موننوں کی دو بنیادی صفات بیان کی گئی ہیں۔

ایک علامت تو یہ ہے کہ **ثُمَّ لَمْ يَرْتَأِبُوا** کسی شک اور شبہ میں نہیں رہتے۔ کس چیز کے متعلق شک اور شبہ؟ اللہ تعالیٰ نے جو یہ عظیم کتاب اتاری ایک عظیم رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، تو اس میں اصولی طور پر ہمیں دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ ایک بیان ہے اللہ اور اس کی صفات کے متعلق اور ایک بیان ہے انسان کے نفس اور انسان کی جو روحانی ترقیات کے لئے ضروری چیزیں تھیں یا ضروری اعمال تھے ان کے متعلق، جن و تقویٰ پر وہ اعمال صالح بن جاتے ہیں ان کے متعلق بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ اسے اور اس کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ اگر اعمال صالح بجالا و گے اور تمہارے اعمال مقبول ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں تمہارے لئے روحاںی جنتوں کا انتظام کرے گا اور تم خوف و خطر سے آزاد ہو کر خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے لئے آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ گے۔ اللہ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی شکوک اور شبہات ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اس کو قادر مطلق بھی سمجھنا اور اس کے علاوہ کسی اور کو اپنی تکلیفوں کو دور کرنے کا یا اپنی خواہشات کو پورا کرنے کا ذریعہ بھی بنانا۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا وَ مَا يُؤْمِنُ بِ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف: ۷۰) ایمان بھی ہے اور شرک بھی ہے ایک ہی ساتھ۔ شک میں پڑ گئے ناکہ محض تو کل کافی نہیں، تو کل باللہ کافی نہیں قبر پر بھی سجدہ کر لینا چاہیے، ناجائز پیسے دے کر بھی اپنا کام بنوایينا چاہیے، جھوٹ بول کر اپنی حفاظت کا ذریعہ ڈھونڈنا چاہیے وغیرہ وغیرہ ہزار قسم کے شرک نیچ میں آجاتے ہیں۔ شرک اس وجہ سے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل نہیں ہوتا۔ شبہ ہوتا ہے پتا نہیں خدا ہمیں ہمارے حق دلو بھی سکتا ہے یا نہیں۔ میں نے پہلے بھی بتایا ایک دفعہ ایک دوست نے لکھا کہ اس کے ایک عزیز پر قتل کا مقدمہ ہو گیا ہے۔ قتل ہوا تھا کوئی، قاتلوں کے نام بھی نیچ میں آئے کئی معصوموں کے نام بھی آجاتے ہیں، غلط فہمیاں بھی ہو جاتی ہیں پیدا۔ لکھا کہ میرا عزیز جو ہے وہ بالکل بے گناہ ہے لیکن قتل کے مقدمے میں ملوث ہو گیا ہے اور سیشن نج نے پھانسی،

پنجاب کے ہائی کورٹ نے پھانسی، سپریم کورٹ نے پھانسی سنادی۔ گورنر نے ہماری اپیل رد کر دی اور اب ہم پر یہ یہ دینٹ صاحب کے پاس اپیل کر رہے ہیں اور وکلا کہتے ہیں کہ آج تک تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ ان حالات میں صدرِ مملکت اس قسم کی اپیل کو منظور کر لے۔ اتنا بھیاں کہ انہوں نے نقشہ کھینچا ہوتا تھا اپنے خلاف کہ میرے دماغ میں پہلا خیال جو آیا وہ غلط تھا۔ دماغ میں یہ فقرہ بناتا کہ ان حالات میں پھر جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کی رضا پر راضی رہو۔ تو اس وقت مجھے خدا کے فرشتے نے جھنگھوڑا کہ اپنے ایک احمدی کو تم اس وقت یہ سبق دینا چاہتے ہو کہ اس کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جب خدا تعالیٰ بھی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ خیر میں کانپ اٹھا بڑی استغفار کی اور ان کو میں نے یہ لکھا کہ دعا کیں کرو میں بھی دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ کے سامنے تو کوئی چیز انہوں نہیں ہے۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ میرا خط چلا گیا۔ کوئی دس پندرہ دن کے بعد ان کا خط آیا کہ وہ چھٹ کے ہمارے گھر آ گیا ہے۔ تو قرآن کریم نے تو اعلان کیا تھا۔ **وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ** (الطلاق: ۲)

ایک اور دوست ہیں اپنے بڑے زمیندار وہ اسی طرح کسی کیس میں ملوث ہوئے۔ ان کا پرچے میں نام آ گیا۔ ان کے گھر سے بڑی فکر مند ان کی الہیہ صاحبہ آئیں اور بار بار کہیں دعا کریں خمانت پر رہا ہو کے گھر آ جائیں۔ بہت پچھے پڑی رہیں۔ میں نے کہا دعا کریں گے۔ میں نے دعا کی تو مجھے بتایا گیا کہ خمانت پر رہا ہو کے گھر نہیں آئیں گے بری ہو کے آ جائیں گے۔ دوسری دفعہ آئیں تو میں نے انہیں کہا خمانت کی ساری کوششیں چھوڑ دو پندرہ دن مہینہ ڈیڑھ مہینہ لگ جائے خمانت پر یہ شخص رہا نہیں ہوگا بری ہوگا اور انہوں نے میرے کہنے کے باوجود بڑی کوششیں کیں ادھر ادھر سے۔ ساری کوششیں ناکام۔ خمانت پر رہا نہیں ہوئے بری ہو کے آگئے گھر میں۔

تو خدا تعالیٰ جو ہر قسم کی طاقتیں رکھنے والا ہے جو تدبیر اس نے بنائی ہے جو جائز طریقہ ہے کام کا اس سے نہیں روکتا وہ لیکن خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر ناجائز طریقوں کی طرف رجوع کرنا یہ شرک ہے۔ ایمان باللہ بھی ہے اور مشرک بھی ہے۔ قرآن کریم نے اعلان کیا ہے **وَمَا يُؤْمِنُ** **أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ** (یوسف: ۷۰) تو خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی

صفات کے متعلق دل میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ایک اس قدر کامل ذات اور صفاتِ حسنہ سے متصف ذات کے انسانی دماغ تو اس کی، محاورہ ہے ہمارا، گر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اتنی قدر توں کامال ک ہے اس کو خوش رکھو۔ اس زندگی میں آزمائشیں بھی ہیں دکھ بھی ہیں۔ قانون دوسرا بھی چل رہا ہے مگر ہر دکھ کو وہ آرام میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اب ۱۹۷۲ء میں بڑا دکھ پہنچا جماعت کو کوئی شک نہیں۔ میں نے کہا تھا ہنسنے رہو اس لئے کہ ہماری بُنیٰ کا سرچشمہ یہ بشارت ہے کہ یہ زمانہ غلبہ اسلام کا زمانہ ہے۔ اس سے بڑی اور کیا خوشخبری ہمیں مل سکتی ہے اور جماعت نے ہنسنے ہوئے مسکراتے ہوئے وہ زمانہ گزار دیا اور ہر لحاظ سے اس قدر ترقی کی ہے کہ دنیوی لحاظ سے دنیا دار نگاہ دیکھتی اور حیران ہوتی ہے۔

پھر لوگ ایک اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ خدا نے قرآن کریم میں کہا کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے اور اس کے متعلق شہبے میں پڑ جاتے ہیں۔ کئی ہیں جو کہتے ہیں، اتنے جنے مزے اڑانے نے اڑا لو پتا نہیں اگے ملنا اے یا نہیں ملنا۔ اگر شہبے میں ہو تو پھر خیر نہیں ملے گی آگے جا کے کیونکہ ایمان کی شرط یہ ہے کہ ہر قسم کے شہبے سے پاک ہو وہ ایمان اور اگر سوچیں تو یہ دوچار باتیں میں نے لی ہیں اور بھی بہت ساری باتیں ہیں۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ جو عالم الغیب خدا ہے خدا ہی عالم الغیب ہے نا، ہم تو نہیں غیب کی باتیں جانے والے، وہ مستقبل کے متعلق بھی ہیں اور وہ حال کے متعلق بھی ہیں غیب کی باتیں۔ مستقبل کے متعلق جو باتیں ہیں ان میں اخروی زندگی بھی ہے۔ اس میں اس صدی میں غلبہ اسلام بھی ہے۔ اس میں انسان کے لئے یہ بشارت بھی ہے کہ جو ایک دوسرے کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے غضب کے نیچے آ کر ہلاک نہیں کر لیں گے وہ سارے کے سارے جو ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلنے جمع ہو جائیں گے اور امن اور سکون اور بیاشت اور خوشحالی کی زندگی گزارنے لگیں گے۔ یہ مستقبل کی بات ہے۔ مجھے کئی جگہ کہنا پڑا یورپ کے لوگوں کو کہ تم سمجھو گے میں کوئی پاگل آ گیا ہوں جو تمہارے سامنے ایسی باتیں کرتا ہوں مگر یہ یاد رکھو، لکھ چھوڑ و تم تمہارے سامنے نہیں تو تمہارے پچے گواہی دیں گے کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ سچی بات کہہ رہا ہوں۔ قرآن کریم میں اتنی زبردست پیشگوئیاں ہر زمانے کے لئے ہیں، ہاں یہ غیب جو ہے وہ حال کا ہے۔ اس طرح

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سینکڑوں میل دور نقشہ خدا نے دکھادیا ان کو جنگ کا اور وہاں سے انہوں نے آواز دی سالار کو کہ یہ اس طرح تبدیلی کرو اپنی صفوں میں ورنہ خطرہ ہے اور کئی سو میل پر اس سردار نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی اور وہ تبدیلی کی اور وہ جنگ جس کے متعلق خیال تھا کہ کہیں ہارنا جائیں وہ نیکست سے فتح میں تبدیل ہو گئی۔ یہ حال کا غیب تھانا۔ کئی سو میل کے اوپر وہ نقشہ دکھادیا۔ تو غیب صرف مستقبل کا نہیں بلکہ حال کا غیب بھی ہے۔

پھر اتنی بشارتیں جو دی گئی ہیں ان میں شک کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ جو ہم مثلاً جماعت احمد یہ ہے ہمارا یہ ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمد یہ کے لئے جو عظیم بشارتیں دیں کہ ایک روحانی فرزند اور آپ کا نائب پیدا ہو گا جس کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اسلام کو غالب کیا جائے گا اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم ان کی جماعت میں ہیں دنیا نہیں ابھی صحیح۔ ان کا نہیں ایمان لیکن ہمارا تو ہے نا۔

تو یہ دعویٰ کہ ہمارا ایمان بھی ہے اور ہمیں شک بھی ہے کہ پتا نہیں ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ کیسے نہیں ہو گا۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ کہا اللہ پر ایمان، رسول پر ایمان، اللہ کی ذات و صفات اور جو جلوے اس کے ظاہر ہونے ہیں ان کے اوپر ایمان بغیر شک اور شبہ کے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوع انسانی کی بہبود کی خاطر ان کے اعمال میں صلاح اور نیکی اور تقویٰ پیدا کیا گیا ہے ان کے اوپر ایمان، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کے بغیر آپ کے نقشِ قدم پر چلے بغیر تقویٰ کی کوئی راہ نہیں ہے۔ وہ ہے ایک راہ اور **وَلِكُنْ يَٰٰلَهٗ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (الحج: ۳۸)** خدا تعالیٰ کو تو تقویٰ پسند ہے پھر انعام اس سے حاصل کرو۔

تو بہت ساری ہیں چیزیں لیکن اصل یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات کا جو بیان ہمارے لئے وہ غیب ہے۔ خدا ہمیں نظر نہیں آتا اس کی صفات کے جلوے بعض کو نظر آتے ہیں بعض وہ بھی نہیں پہچانتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کو، آپ کی رفتتوں کو، آپ کی بزرگی کو، آپ کے حسن کو اور نور کو کون پہچانتا ہے یعنی ساری دنیا تو نہیں اس وقت پہچان رہی۔ جو غیر مسلم یورپ وغیرہ کے نہیں پہچان رہے تو ہمیں بتایا گیا ہے کہ پہچاننے لگیں گے وہ۔ تو یہ زمانہ بھی اب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ شروع ہو گیا۔ یہ ایک تو ہے کہ غیب کوئی نہیں، کوئی شک نہیں جو کہا گیا وہ پورا ہو گا۔ جس طرح خدا کی وحدانیت کو اور اس کی قدرتوں کو، اس کے غلبہ کو، اس کی عزتیوں کے سرچشمہ اور منبع کو انسان کے لئے، قرآن کریم نے کہا اگر تم عزت چاہتے ہو فطرتِ انسانی میں ہے معزز بننا، قرآن کریم نے اس کو تسلیم کیا اگر عزت چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ حقیقی عزتیں خدا تعالیٰ سے ملا کرتی ہیں۔ دنیا والے جو ہیں وہ عزتیں نہیں دیا کرتے۔ کبھی دیتے ہیں ایک دن اگلے دن چھین لیتے ہیں مگر وفادار اگر ہے کوئی ہستی انسان کے لئے تو وہ اللہ کی ذات ہے۔

دوسری صفت سچے ایمان کی بتائی گئی ہے جہاد۔ جہاد اپنے صحیح، سچے اور وسیع معنی میں بہت سے پہلو رکھتا ہے لیکن اصل جہاد یہ ہے کہ ایک مقصودِ زندگی ہے ہمارا اور وہ ہے خدا کو پالیانا اور اس کی رحمت کے سایہ تلے اپنی زندگی گزارنا، اس کا ہو جانا، اس کے دامن کو پکڑنا اس مضبوطی کے ساتھ کہ کوئی دنیوی طاقت اس دامن کو ہمارے ہاتھ سے چھڑانہ سکے۔ تو وصل الہی، رضائے الہی اس کا عبد بن جانا یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے اور جہاد کہتے ہیں اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش اور سعی کرنا، اپنا سارا زور لگا دینا کہ ہمیں یہ مقصد حاصل ہو جائے۔ خدا کہتا ہے کبھی اپنے اموال دو میری راہ میں۔ اموال دے دو اسی نے دیئے تھے وہ رکھتا بھی نہیں کئی دفعہ میں پہلے کہہ چکا ہوں خدا کہتا ہے کہ بھی میں کہتا ہوں اپنی طاقتیں جو ہیں وہ میری راہ میں خرچ کر دو، کبھی میں کہتا ہوں اپنی جان جو ہے وہ میری راہ میں خرچ کر دو۔ کبھی میں کہتا ہوں اپنی عقل اور فراست کو، فراست کی نشوونما کو اس کی انتہا تک پہنچاؤ اور پھر میرے قدموں میں لا کے ڈال دو۔ تو ماں اور جانوں اور نفسوں کو مع ان کی تمام طاقتیوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا نام جہاد ہے اور جہاد کا یہ بھی ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ بہت وسعتیں ہیں یعنی انسان کا اپنا کچھ نہ رہے سب کچھ خدا کا ہو جائے۔

اس زمانہ میں ایک منتظم جدوجہد غلبہ اسلام کی شروع ہے۔ غلبہ اسلام کی اس جدوجہد کی بنیاد ہے تربیت جماعت یعنی جماعت میں جو داخل ہوتے ہیں نئے احمدی ان کی، جو پرانے ہیں ان کو تربیت کے جس مقام پہ وہ پہنچے ہیں اس پر قائم رکھنا، کوشش کرنا کہ وہ اور رفعتوں کو حاصل کریں۔ پچے پیدا ہوتے ہیں، بچپن سے ہی ہم کہتے ہیں ان کی تربیت کرو۔ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان ساری چیزوں پر بڑا ازور دیا اور لگنگر پر یعنی مہمان یہاں آئیں اور مرکز میں خدا اور رسول کی باتیں سنیں اور مرکز میں آ کر جو ایک سال کے زمانہ میں خدا تعالیٰ کی نعمتیں جماعت نے حاصل کیں، جو اس کی محجزانہ فتوحات، ڈنڈے اور تلوار کے ساتھ یا رائفل اور ایم بم کے ساتھ نہیں بلکہ جو پیار سے دل چیتے گئے، جو مساجد بنائی گئیں، جو بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لانے کے لئے ان کی اپنی زبانوں میں ترجم کر کے قرآن کریم کا نور اور حسن پیش کرنے کی کوشش کی گئی، وہ باتیں سننے کے لئے یہ جلسہ ہے۔ دعائیں ہوتی ہیں ایک اس کی اپنی فضاء ہے، ذکر الہی ہے، اطمینان قلب ہے

آلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ تَنْظَمُ إِلَيْهِ الْقُلُوبُ (الرعد: ۲۹)

جلسہ سالانہ کی افادیت بہت زیادہ ہے اور اسی وجہ سے یہ لگنگر کا ہی حصہ ہے نا ایک خاص وقت میں سال میں جلسہ سالانہ کا روپ دھار لیتا ہے اور جب سے لگنگر کی طرف جماعت نے توجہ دی تو مہمانوں کی کثرت آنے لگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو مہمان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اگر کوئی یوپی سائیڈ (Side) کا مہمان آجائے اور اس کو تمباکو اور پان کھانے کی عادت ہو تو آدمی بھیجتے تھے ایک مہمان کے لئے، قادیانی میں تو یہ چیزیں نہیں ملتی تھیں، جو بٹا لے سے یا اس سے بھی پرے سے اگر ضرورت پڑے تو وہاں سے اس کے لئے لے کے آتا تھا کہ مہمان کو تکلیف نہ ہو۔ یہ تو ہماری ذمہ داریاں ہیں جو مرکز میں ہیں۔ جو باہر سے آنے والے ہیں ان کی ذمہ داری اپنی ہے جس کا احساس ہے انہیں۔ میں جلسہ سالانہ کا افسر بھی رہا ہوں۔ ایک بڑا ہی پیارا واقعہ میرے مشاہدہ میں آیا ایک افتتاحی تقریر میں۔ کاموں میں سے وقت نکالا افسر جلسہ سالانہ تقاریر جلسہ کم ہی سن سکتا ہے، ذمہ داریاں دوسری ہیں اس کی۔ افتتاحی تقریر میں میں آیا ہوا تھا ادھر ہمارے دارالصدر میں ہی اس وقت جلسہ تھا تو غالباً سکول میں تھا ہاں یہ جو ہمارا سکول تھا نصرت گرلز ہائی سکول اس کے میدان میں۔ اس وقت تعداد کم تھی۔ میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کراچی کے ایک لکھ پتی، ہاتھ میں انہوں نے کپڑا ہوا پنا سوٹ کیس اور وہ چلے آ رہے ہیں۔ تو ان کی ہیئت سے میں سمجھا کہ ان کا کوئی انتظام نہیں یہاں ابھی۔ میں نے کہا آپ نے کہیں لکھا ہمیں۔ کوئی انتظام آپ کا ہوا ہے۔ کہتے ہیں میں نے تو نہیں لکھا۔ میں نے

کہا پھر چلیں میرے ساتھ۔ میں ایک گھر میں گیا اپنے ہی دوسرے بھائیوں کے ایک گھر میں گیا۔ ایک جگہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی شاہد ۸۸ کی تھی وہاں گندم کی بوریاں سال کے لئے رکھی ہوئی تھیں اس میرے بھائی نے۔ تو وہ میں نے جا کے ان سے پوچھا کہ ایک مہمان کو چاہیے اس کو میں اٹھوا کے برآمدے میں رکھوادیتا ہوں اور وہ میں نے برآمدے میں رکھوادیں۔ چھوٹی سی کوٹھڑی ہے ایک اور وہاں پر الی چاولوں کی یادب ان دنوں میں چھپنے والی ہوتی تھی میرے خیال میں وہ بچھا دی اور اتنے ممنون اور شکرگزار خدا کے کہ مجھے رہنے کی جگہ مل گئی اور وہ بعض دفعہ دو دولا کھروپیہ چندہ دے دیتے تھے اتنا خدا نے ان کو دیا ہوا تھا پیسہ۔ یہ باہر سے آنے والوں کی ذمہ داری ہے۔ ان کو تو میں کہوں گا اپنے مقام سے نیچنہیں گرنا اور ربہ والوں کو کہوں گا کہ تم نے بھی اپنے مقام سے نیچنہیں گرنا۔ جس حد تک ممکن ہو مہمان کو سہولت پہنچاؤ۔ ان کو میں کہوں گا جس حد تک ممکن ہو اور طاقت ہو جلسہ کے لئے یہ جسمانی تکالیف جو ہیں ان کو برداشت کرو کیونکہ روحانی مائدہ ہے اصل جو یہاں بچھایا جاتا ہے اور اس کے اندر کوئی کمی نہیں آئے گی انشاء اللہ۔

تو اس جلسے پر میرا خیال یہ ہے کہ پچھلے جلسے سے کافی زیادہ مہمان آئیں گے انشاء اللہ۔ پچھلے جلسے پر ہمارا بڑا محتاج اندازہ تھا ایک لاکھ پچاس ہزار مہمان۔ تو پچھلے جلسے پر میرا تاثر یہ تھا کہ یہ جو لنگر ہیں یا اپنی جتنی ان کی کپسٹی (Capacity) ہے طاقت ہے لنگروں کی اس کی انہا کو پہنچ چکے ہیں۔ اس سال ایک تو میں لمبا عرصہ باہر رہا۔ اس کے اپنے فائدے ہیں۔ اللہ نے بڑے فضل نازل کئے دورے میں۔ دوسرے یہاں کوئی ایسے حالات ہوں گے میں سمجھتا ہوں کہ دو بڑے لنگر نئے بن جانے چاہیں تھے جو نہیں بنے اگلے سال بن جائیں گے۔ بہر حال یہ سمجھو کہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنا پیار ہم کرتے ہیں ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا ہو کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اہل ربوبہ، ایک تو جتنے زیادہ سے زیادہ کمرے دے سکتے ہو وہ جلسے کے نظام کو دو اور اس کے علاوہ جتنے زیادہ سے زیادہ اپنے رشته دار، عزیز، دوست یا واقف اپنے گھروں میں رکھ سکتے ہو وہ گھروں میں رکھوتا کہ ہم یہ احساس نہ ہونے دیں کسی کو کہ ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ویسے تو اللہ فضل کرے گا نکل ہی آتی ہے جگہ اور دوسرے جو ربوبہ کے

ایسے گھرانے ہیں، گھر ہیں میں یہ نہیں کہوں گا کہ جن کے پاس پیسہ ہے بڑے بڑے مکان بنائے ابوظہبی اور وہاں گئے بڑے پیسے کمائے مکان بن گئے۔ میں وہ نہیں کہوں گا، میں کہوں گا جن کے دلوں میں اخلاص ہے وہ میرے مخاطب ہیں۔ اس بات کے لئے تیار ہو کہ اگر ہمیں جلسہ کے لئے ایک حصہ تمہارے باورچی خانے میں کھولنا پڑے تو تم جماعت احمدیہ کے نظام سے تعاوون کرو گے۔

دوسرے صفائی اور ایک سادگی سے سجاوٹ جو ہے وہ ہر سال ہوتی ہے اور ہر سال یادداہ انی بھی میں کرتا ہوں ثواب حاصل کرنے کے لئے۔ خدام و انصار اور بحمد سب کو میں کہتا ہوں کہ آج کے بعد سے ربوبہ کی صفائی کا خیال کرنا شروع کر دو۔ بحمد کو میں اس لئے کہتا ہو کہ میرے پاس یہ خبر بھی پہنچی ہے کہ بہت سی صاف رہنے والی احمدی مستورات اپنے گھروں کی صفائی کر کے مانچ کوچ کے سارا گند دروازہ کھول کے گلی میں پھینک دیتی ہیں۔ تو گھر صاف ہو جاتے ہیں اور ربوبہ جو ہے گندا ہو جاتا ہے۔ اس واسطے آپ ایسا انتظام کریں، ڈیوٹی لگائے ہر ممبر بحمد کہ اس کے گھر کا جو مرد ہے وہ جو یہ کوڑا کر کٹ اکٹھا کریں، آج کل تو یہ پلاسٹک کے بیگ بڑے سستے مل جاتے ہیں، مفت بہت سارے مل جائیں گے۔ کسی میں کھاد آ رہی ہے کسی میں پکھ دو دو پیسے کے شایمل جائیں یا مفت مل جائیں۔ بہر حال وہ لیں اور ان کو کہیں جو جگہ ہے پھینکنے کی گند کی وہاں جا کے پھینکو۔ سارا جسم صاف کر کے ایسی بات ہے کہ اپنے مانچے کے اوپر مل لینا گند یہ تو ٹھیک نہیں نا۔ تو دروازہ تو آپ کا ماتھا ہے اس کو صاف رکھنا یہ بحمد کا کام ہے اور گلیوں کا کوڑا کر کٹ ہٹانا، گڑھے جو ہیں چھوٹے چھوٹے ہو جاتے ہیں بارشوں کی وجہ سے اور کئی وجوہات ہیں تو ان کو پُر کرنا، جھاڑیاں اُگ آتی ہیں غلط جگہوں پر ان کو کاٹنا۔ بعض دفعہ کا نئے والی جھاڑیاں ہوتی ہیں، میں کہتا ہوں ایک مہمان کو بھی اگر کاشا چھے جلسے کے ایام پر تو ہمارے لئے بڑے دکھ کا وہ باعث بنے گا اور بڑی شرم کی بات ہو گی۔ تو یہ صفائی کریں خوب۔

غیریب جماعت ہیں ہم لیکن ہم سمجھتے ہیں اور خدا کرے کہ ہماری سمجھ درست ہو کہ اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والی ہم جماعت ہیں اور خدا کا ہر حکم خواہ وہ شیاباک فَطَهْرٌ (المدثر: ۵) کا ہو خواہ وہ اپنے ماحول کو صاف کرنے کے لئے ہواس پر عمل کرنے والی جماعت ہے۔ میں دعا

کرتا ہوں اور دیکھوں گا یہ کام میرا ہے۔ یہ بھی ایک کام ہی ہے کہ دیکھوں، آپ کی روپورثیں پڑھوں کہ کتنے مخلوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ ہفتے کوکل ہفتہ ہے نا، اگلا ہفتہ جو ہے اس کو یا ایک دو دن بعد اگر میں باہر ہوں تو میرے پاس پہلی روپورٹ آجائے صفائی کے متعلق خدام و انصار کی طرف سے۔

اب یہ اتنا کام ماشاء اللہ ہو گیا ہے کہ جور بوجہ کے رضا کار ہیں وہ کچھ اپنی ضرورتوں کے لئے، کوئی ہوگا ایسا نالائق کہ جو دیسے کام سے بھاگ جاتا ہوگا لیکن ایک گھر میں بھی بچاں مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں تو وہ ان کا بچہ اگر پانچ بچے ہیں اور دو غائب ہو گئے غیر حاضر ہو گئے جسے کی ڈیوٹی سے تو دراصل تو جلسے کی ڈیوٹی سے وہ غیر حاضر نہیں ہوئے اگر وہ اپنے گھر میں کام کر رہے ہیں۔ بہرحال اگر وہ سارے آبھی جائیں تب بھی یہ بڑا کام ہے اب خدا کے نام پر اور اسلام کے غلبہ کی باتیں سننے کے لئے اور سوچنے کے لئے اور دعائیں کرنے کے لئے اور عاجزانہ خدا کے حضور جھک کر خدا کو کہنے کے لئے کہ اے خدا ہم ایک ذرہ ناچیز کی بھی حیثیت نہیں رکھتے مگر تیرے وعدوں پر یقین رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کے مطابق ہم سے سلوک کرو اور اپنے لئے کچھ نہیں مانگتے تیری وحدانیت کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور محبت کو دلوں میں گاڑنا چاہتے ہیں۔ اس میں کامیاب کر دے۔

اب یہ ورنی جماعتیں بھی رضا کار بھجواتی ہیں کافی تعداد میں۔ جو افسر جلسہ سالانہ ہیں انہوں نے صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ چار پانچ رضا کار دیں۔ ظاہر ہے چار پانچ نہیں ان کا مطلب شاید چار پانچ ہزار ہو تو اس واسطے میں یہ کہوں گا کہ جتنے چاہیں اتنے آپ مہیا کر دیں لیکن ایسے بھیجیں کہ جو جذبہ رکھتے ہوں اور شوق رکھتے ہوں۔ رضا کارانہ کام جو ہے یہاں یہ باندھتا ہے۔ بہت سارے آدمی ہیں وہ بندھنا پسند نہیں کرتے۔ مثلاً ایک کام ہے بیٹھے رہو دفتر میں۔ میں آپ افسر جلسہ سالانہ رہا ہوں۔ مجھے ڈھونڈنا پڑتا تھا وہ مزاج کہ دفتر سے غیر حاضر نہیں ہونا مثلاً میں کبھی لنگر ایک میں جا رہا ہوں کبھی دو میں جا رہا ہوں، تین میں جا رہا ہوں۔ اگر دفتر میں جس کو میں نے بٹھادیا ہے وہ بھی غیر حاضر ہو جائے تو باہر سے کوئی مہمان آئے گا وہ تو یہی کہے گا نا مجھے آ کے، شکایت کرے گا جی آپ کا دفتر خالی پڑا تھا اور میری راہنمائی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ تو ایسے کام

بھی ہیں۔ پھر پیار سے کرنا ہے۔ باہر وہ فضائیں اس واسطے بعض لوگ پوری طرح تربیت یافتہ نہیں ہوتے۔ ویسے خدا کا فضل ہے جماعت بہت اچھی طرح تربیت یافتہ بھی ہے لیکن نئے آنے والے ہیں، نئے بچے جوان ہونے والے ہیں ان کو سمجھاؤ، ان کو پیار سے بتاؤ کہ اس قسم کا یہ کام ہے۔ خدا کے لئے کام کرنا ہے چند دن کا کام ہے، بڑی برکتوں والا کام ہے، بڑے انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتے ہیں۔ انسان انسانوں سے انعام لینے کے لئے بڑی تکالیف برداشت کریتا ہے اگر خدا تعالیٰ سے انعام لینا ہو تو یہ تکلیف کوئی تکلیف ہی نہیں۔ کیا تکلیف ہے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تو باہر کی جماعتوں بھی حسب ضرورت حسب مطالبه تعداد جو ہے مطلوبہ تعداد میں رضا کار بھجوائیں سمجھدار، مستعد، دن رات جا گئے والے۔ یہ بھی لوگوں کو ہم ہے کہ اگر رات نہ جا گیں تو انسان کو پتا نہیں مر جاتا ہے یا کیا ہو جاتا ہے۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی زندگی میں تین دفعہ یہ سبق سکھایا ہے کہ اگر آدمی دو مہینے بھی نہ سوئے ٹھیک طرح تب بھی کچھ نہیں ہوتا۔ صحت اچھی ہو جاتی ہے خراب نہیں ہوتی۔ اس واسطے یہ جلسہ کیا؟ جلسہ کے توہ رسال ساری رات کام بھی کیا، تھوڑا سا سو بھی لیا کیا فرق پڑتا ہے۔ گھر جا کے بے شک سولینا اپنی ماوں کے پہلوؤں میں پیار کروانا ان سے کہ ہم کام کرائے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کی کوشش کرو یہاں کے رہنے والے بھی اور باہر سے آنے والے بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقائق کے سمجھنے کی اور ذمہ دار یوں کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے۔ آ میں۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



تعلق باللہ اور ذکر الہی

کی تاکید

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد احمدیہ اسلام آباد)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام میں دو قسم کی عبادات ہیں۔ ایک فرض ہے جسے پانچ وقت روزانہ مسجد میں اگر کوئی عذر منع نہ ہونماز ادا کرنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا یہ ارکان ہیں ضروری فرائض۔ بعض اس کے مقابلے میں فرائض کے نوافل ہیں۔ نوافل آگے دو قسم کے ہیں۔ ایک نوافل ہیں جن کا تعلق فرائض کے ساتھ ہے مثلاً فرض نماز کے علاوہ ہم سنتیں اور دوسرے نوافل ادا کرتے ہیں۔ فرضی روزے جو رمضان میں ہیں اُن کے علاوہ ہم نفلی روزے رکھتے ہیں۔ فرضی حج کے علاوہ ہم عمرہ کرتے ہیں۔ فرضی زکوٰۃ کے علاوہ ہم صدقات دیتے ہیں۔ ایک تو یہ نوافل ہیں ان میں بہت سے فوائد ہیں۔ ایک فائدہ ہمیں یہ دیتے ہیں کہ جو خامی رہ جائے انسان کی فرضی عبادات میں اس کو یہ پورا کرتے ہیں۔ ایک معنی میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کر کے ان خامیوں کو دور کرنے کی توفیق انسان کو عطا کر دیتے ہیں لیکن ایک نفلی عبادات بھی ہے اور ضروری بھی ہے اور وہ بنیاد بنتی ہے تمام عبادات کی خواہ وہ عبادات فرائض میں سے ہوں یا نوافل میں سے ہوں اور اسلام نے اُسے ذکر کے نام سے یاد کیا ہے۔ ذکر باری، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اور چوبیس گھنٹے کا جو دن ہے اس دن میں کسی وقت کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، سال میں کسی میہنے کے ساتھ اس کا تعلق نہیں، عمر بھر میں کسی ایک موقع کے ساتھ نہیں کہ فرض انسان پر ساری عمر میں

ایک دفعہ آیا ہے۔ حج جو ہے ساری عمر میں انسان پر ایک دفعہ ہوتا ہے۔ مال کے ساتھ یعنی جو زکوٰۃ کے لئے شرائط ہیں وہ جب پوری ہو جائیں تو اس وقت زکوٰۃ نکالنی پڑتی ہے اس قسم کے نہیں ہیں بلکہ فرمایا کہ قِیَمًا وَ قُعُودًا وَ عَلَى جُوْبِهِمْ (آل عمران: ۱۹۲) کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے، ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہیے۔

ذکر معنے واضح بھی ہیں اور مفردات راغب نے بھی اس پر روشنی ڈالی ہے۔ الراغب کی کتاب ہے ”مفردات راغب“، قرآن کریم کے معانی پر۔ یہ بڑے بزرگ عالم بھی ہیں صرف لغت کے لکھنے والے نہیں۔ انہوں نے مختلف اس کے پہلوؤں پر، ذکر کے پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ میں نے ان میں سے اٹھائے ہیں پاؤنٹس (Points)۔ وہ لکھتے ہیں کہ ذکر حقیقتاً انسانی نفس کی ایک کیفیت ہے اور یہ ایسی کیفیت ہے جس میں نفس انسانی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی باتیں یاد رکھتا ہے، دل سے اور زبان سے ان کا اظہار کرتا ہے۔ استحضار ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات، اللہ تعالیٰ کی جو عظمتیں جو ہیں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنی صفات کے لحاظ سے وہ انسانی دل و دماغ میں، انسان کے قلب میں حاضر ہتی ہیں۔ انسان سوچتا ہے ہر وقت اور یہ ذکر جو ہے یہ مستقل ہر آن کا ایک تعلق ہے جو بندے کا اپنے رب کے ساتھ ہے اور اس کی مثال میں انہوں نے کہا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَإِذْكُرْ وَاللَّهُ كَذِكْرُ كُمْ أَبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (البقرة: ۲۰۱) اسی طرح وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت: ۳۶) اس کے معنی انہوں نے بڑے ایک لطیف کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ اس کے یہ معنی ہیں کہ ذِكْرُ اللَّهِ لِعَبْدِهِ أَكْبَرُ مِنْ ذِكْرِ الْعَبْدِ لَهُ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندے کو جس قدر یاد رکھتا ہے بندہ اتنا نہیں اسے یاد رکھتا اور یہ بد قسمتی ہے۔ اتنا رحم کرنے والا خدا اور ہم اس کو بھول جائیں ہمیشہ کے لئے بعض بھول جاتے ہیں یا عارضی طور پر بھول جائیں تو بڑی بد بخختی ہے۔ ہر آن اور ہر وقت اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں یاد رکھا ہے اس کا اظہار پتا کیسے کیا؟ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ (الجاثیہ: ۱۳) ابھی انسان نے اپنے رب کے حضور کچھ پیش بھی نہیں کیا۔ پیدا بھی نہیں ہوا انسان لیکن خدا تعالیٰ نے ہر دو کائنات کی ہرشے میں یہ خاصیت رکھی کہ

انسان اس سے خدمت لے سکے۔ تو ہر چیز پیدا کرتے وقت انسان کو یاد رکھانا۔ انسان تو اتنا ذکر ویسے کر بھی نہیں سکتا، ناممکنات میں سے ہے۔ اس لئے کہ جو خدا تعالیٰ نے اتنے خادم پیدا کئے ہمارے ان میں سے اکثریت ایسے خادموں کی ہے جن کا علم بھی ابھی تک ہمیں نہیں ہوا۔ ہوتا رہتا ہے۔ ہر نسل نئے خادموں کا وجود ڈسکور (Discover) کرتی ہے، معلوم کرتی ہے اور ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ ایک وقت میں مثلاً سواری ہے گھوڑے کی سواری، سواری گاڑی، گھوڑوں کی اور اس قسم کے دوسرے جانور مثلاً بیل سے بھی انسان نے سواری کا کام لیا، گدھوں سے بھی لیا، سمندر میں چپو سے کشتی بھی چلائی، بادیوں سے بھی چلائی پھر ایک وقت آیا کہ سٹیم انجن بن گئے اور ریل بن گئی اور جہاز بن گئے جن میں شاید کوئلہ جلتا تھا۔ اس وقت جو چھوٹے نپے دس پندرہ سال کے ہیں ان میں سے بہت سارے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے کبھی سٹیم انجن نہیں دیکھا ہو گا کیونکہ آج کل دوسرے انجن آگئے ہیں بہر حال پھر ایک وقت میں انسان نے ایک اور خادم معلوم کر لیا سٹیم انجن کا، پھر ڈیزل انجن آگئے، پھر بھلی سے چلنے لگ گئیں۔ پہلے بھلی کو کوئی جانتا ہی نہیں تھا سوائے اس بھلی کو جو آسمانوں سے گرتی تھی اور خدا تعالیٰ کے غضب کو کسی کے اوپر ظاہر کر دیتی تھی۔ عمارتیں گردیتی تھیں جانیں لے لیتی تھیں وہ بجلیاں لیکن ان سے خدا تعالیٰ انسان کی خدمت ہی کر رہا تھا، خدا اس کو جھنجور رہا تھا کہ میری طرف کیوں توجہ نہیں کرتا ٹو، پھر انسان نے معلوم کیا پتا نہیں بے شمار اور چیزیں انسان ایجاد کرتا چلا جائے گا۔ اس حد تک تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا ہم مجبور ہیں کہ تیری ان عظموں کو بھی اپنے ذہن میں حاضر کریں اور رکھیں کہ جو تیری عظمتیں ہمارے سامنے ہی نہیں آئیں لیکن آئیں ہمارا یہ عذر تو نہیں ہو سکتا کہ جو عظمتیں ہمارے سامنے آگئیں ان کو ہم بھول جائیں اور کہیں کہ غلطی ہو گئی۔ اس واسطے میں نے کہا کہ ساری عبادات کی بنیاد ذکر الہی ہے۔ اس کی ذات کو پہچاننا، ذکر کے معنی یہ ہیں کہ معرفت ذات باری اور صفات باری۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمتوں والی ہے۔ بڑا جلال ہے بڑا حسن ہے اس میں **اللہ نور**^{۱۱} السَّمُوْتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۳۶) ہر کائنات میں، کائنات میں ہر شے میں اگر کہیں انسانی آنکھ یا کوئی اور آنکھ حسن دیکھتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے حسن کا ایک پرتو اور جلوہ ہے۔ کوئی

چیز ایسی نہیں جو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے بغیر وہ ہو جو ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات ہیں مثلاً ایک صفت میں لے لیتا ہوں۔ ہر صفت کو تو لے کے نہیں بیان کیا جا سکتا، ساری عمر نہیں بیان کیا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے **الْحَيُّ اور الْقَيُّومُ** ہونے میں۔ خدا تعالیٰ **الْحَيٰ** زندہ ہے بغیر کسی احتیاج کے یعنی اپنے کمال کی جو حیات ہے اس کی، اللہ تعالیٰ کی جوزندگی اور حیات ہے وہ اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کے لئے وہ کسی کامتحان نہیں ہے اور وہ قائم ہے اپنی ذات میں اور جو اس کا قائم ہونا ہے وہ بھی اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ ساری صفات اسی طرح اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات میں اپنے کمال تک پہنچا ہوا ہے۔ ایک ایسا کامل جس کا کمال اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے جو انسان کی عقل اور انسان کی ذہانت اور انسان کی دسترس سے اتنا بالا اور ارفع ہے کہ اس کی جھلک تو ہم دیکھ سکتے ہیں جب وہ چاہے اور جب تک وہ چاہے لیکن اس کا احاطہ کرنا یہ انسان کا کام نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بیدا کردہ اشیا کی صفات اور خصلتیں جو ہیں اس کے اندر ان کی ان خصلتوں اور صفات کے احاطہ کا دعویٰ کرنا یہ بھی دعویٰ خدائی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے جو چیز نکلی اس کے اندر غیر محدود صفات پائی جاتی ہیں اور آپ نے مثال دی ہے خخشش کے دانے کی کہ اس کے اندر اس قدر صفات ہیں کہ جب تک انسان اس آدم کا، اس کی اولاد یا آگے آنے والے آدم جو ہیں ان کی نسلیں نئی سے نئی تحقیق خخشش کے دانوں پر کرتی چلی جائیں گی، نئی سے نئی چیزیں اس میں سے نکلتی چلی جائیں گی اور صفات دانہ خخشش کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ یہ حقیقت ہے بہت ساری مثالیں کبھی میں دیتا ہوں۔ ایک نسل نے کیا، سمجھا، سب کچھ پالیا۔ اگلی نسل نے کہا نہیں پایا تم نے دیکھوئی چیزیں ہیں اس کے اندر۔

بہر حال میں بتا رہا تھا **الْحَيُّ اور الْقَيُّومُ** دنیا کی ہر شے زندہ ہے یعنی جو اس کے اندر صفات ہیں وہ موجود ہیں۔ زندگیاں مختلف قسم کی ہیں۔ ایک تو انسان کی زندگی ہے پھر حیوان کی زندگی ہے پھر درختوں کی زندگی ہے پھر معدنیات کی اپنی ایک زندگی ہے۔ اُس کے اندر بھی ارتقا کا ایک دور ہے جو چلتا ہے مثلاً یہ جو بڑے قیمتی ہیرے، ابھی چند دن ہوئے ایک ایسے ہیرے

کے متعلق خبر تھی کہ وہ ساٹھ لا کھڑا رکاب کا تو جس کا مطلب ہے چکرور روپے کا لیکن خدا ایک دن میں بھی وہ پیدا کر سکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی صفت خلق میں تدریج کا اصول جاری کیا ہے۔ زمین کے اندر مٹی کے ذرے عام مٹی کے ذرے ہزار ہالکھو کھہا سال کے بعد پتا نہیں کون سے اصول ہیں نہیں پتا ابھی تک انسان کو مگر بہر حال خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے وہ اصول ہیں وہ ہیرابن جاتا ہے کوئی لعل بن جاتا ہے کوئی زمرہ بن جاتا ہے کوئی مینڈک بن جاتا ہے کوئی چھپکلی بن جاتے ہیں ذرے کوئی انسان بن جاتا ہے اور انسان سے فرعون بن جاتا ہے۔ یقیناً

انسان تو اپنی حیثیت کو پہچان۔

جہاں تک احتیاج کا سوال ہے ایک انسان کی زندگی اور اس کے قائم رہنے یعنی اس کو جو صفات خدا تعالیٰ نے دی ہیں عقل دی ہے، فراست دی ہے، آگے بڑھنے کا ایک جذبہ دیا ہے۔ تحقیق کا ایک جوش دیا ہے اور آگے وہ بڑھ رہا ہے دنیا کے ہر میدان میں۔ جہاں تک احتیاج کا سوال ہے انسان بھی خدا کا محتاج ہے اور ایک سانپ بھی خدا کا محتاج اور چھپکلی اور چھپوندربھی خدا کی محتاج اور ایک مینڈک بھی اسی طرح خدا کا محتاج ہے۔ تو جہاں تک احتیاج کا سوال ہے تم میں اور ایک گدھے میں یا ایک چھپکلی میں، ایک چھپوندربھی میں یا ایک سانپ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اپنا مقام انسان کو پہچانا چاہیے اور خدا تعالیٰ کی عظمتیں ہر وقت سامنے رکھنی چاہئیں یعنی وہ حاضر ہیں دل و دماغ میں۔ اُس کو عربی میں قلب کہتے ہیں۔ وہ یہی ہے کہ انسان کی جوانش ماسنڈ (Conscious mind) ہے کا نشس ماسنڈ، بھولتا نہیں۔ اس کے اندر ہر وقت خدا تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے اس کی ذات کی بھی اور اس کی صفات کی بھی، اس کو ذکر کہتے ہیں اور ذکر کے معنی میں یہ ہے کہ جو عظمت انسان اپنے دل و دماغ میں ہے اس کا ذکر بھی کرے، تسبیح کرے، اس کی تحمید کرے، اپنی جو کمزوریاں ہیں اس کا اظہار کرے، اس سے مانگے کہ جب تک وہ نہ دل مل نہیں سکتا۔ دعا کا ایک سلسلہ انسان کے لئے جاری کیا اُذکر اُسستے جب لَكُمْ (المؤمنون: ۶۱) اتنی بڑی بشارت اور وعدہ کر لیا انسان سے۔ بھی پچھے جیسے ایک احمدی نہیں وہ بڑے ذہین، مجھے ہوئے، بڑی عمر کے ایک دوست ملے تو میں نے بتایا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ فضل کر رہا ہے جماعت کے نوجوانوں پر، بڑے ذہین ہمیں عطا کر رہا ہے۔ تو سن کے

کچھ جیران ہوئے مجھے کہنے لگے یہ سارا کچھ آپ سے کیوں یعنی اللہ تعالیٰ کا معاملہ آپ سے ہی کیوں ہے۔ میں نے کہا ہم مانگتے ہیں ہمیں مل جاتا ہے تم نہیں مانگتے تمہیں نہیں ملتا اور تو کوئی فرق نہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ **أَدْعُونَى أَسْتَجِبْ لَكُمْ** یہاں یہ تو نہیں کہا کہ روٹی مانگو جو تورات نے کہہ دیا تھا تو میں تمہیں روٹی دے دوں گا۔ کہا ہر چیز مانگو اور اس پر ایک فیسر (Emphasis) اس کو نمایاں کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیرے جو تے کا تسمہ ٹوٹ جائے خدا سے مانگ۔ بڑا عظیم ہے یہ وعظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے کہ زندگی میں میرا یہ مشاہدہ ہے کہ ایک شخص گھر سے نکلا کام کے لئے اور جس جگہ دکان پر اس نے پہنچنا تھا اس سے پہلے پہلے، سائیکل پر جا رہا تھا اور ہارت فیل ہوا اور وہاں گر گیا۔ وہ پہنچ ہی نہیں سکا وہاں۔ تو کسی کا یہ سمجھنا کہ میں اپنے زور بازو سے دکان پر جا کر اپنے پیسے دے کے جو تے کا تسمہ لے لوں گا حماقت ہے۔ تم پہنچو گے تو تسمہ لو گے۔ تم واپس زندہ آ جاؤ گے تو تمے کو استعمال کر سکتے ہو۔ زندگی اور موت تو خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس واسطے فرمایا جو تے کا تسمہ بھی خدا سے مانگ۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عظمت خدا کی یہ ہے، خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کی جو بڑائی ہے اور بزرگی ہے وہ میں بتا رہا ہوں اس وقت آپ کو کہ اس کائنات کی کوئی چیز نہ زندہ رہ سکتی ہے نہ قائم رہ سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کے ساتھ جو زندہ خدا ہے ایک زندہ تعلق اس کا نہ ہو۔ انسان کے ساتھ ایک اور رنگ کا اس کا تعلق ہے اس میں انسان کو کہا تو کوشش کر۔ اور دوسرا چیزوں کے ساتھ اور رنگ کا تعلق ہے کیونکہ ان کے متعلق ہمیں قرآن کریم میں بتایا گیا کہ **يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِنُونَ** (التحریم: ۷) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ فقرہ جو ہے یہ تو فرشتوں کے متعلق ہے لیکن کائنات کی ہر شے سوائے انسان کے جو ایک محدود دائرہ میں آزاد بنایا گیا اور خدا کے مقابلہ میں بیوقوفی کر کے کبھی کھڑا بھی ہو جاتا ہے، ہر شے **يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِنُونَ** کے اندر ہے۔ جو حکم خدادیتا ہے اس کے مطابق وہ کرتی ہے۔ کبھی پھر وہ نے بغیر پر کے ہوا میں پرندے کی طرح اڑنے کی خواہش نہیں کی وہ اپنی جگہ پڑے ہوئے ہیں۔ پرندے اپنا کر رہے ہیں۔ ساری دنیا کا سوچو ذرا ساری دنیا کا سوچا کرو۔

تو ذکر جو ہے وہ ساری عبادات کی بنیاد ہے اور کوئی قید نہیں کہ جسم کو اس طرح کھڑا کرو۔ نیت باندھ لیتے ہیں ناہم، قید ہے ایک نماز کی۔ آپ جو فرض نماز یا اسی قسم کے نوافل یا سنتیں ہیں وہ نہیں کر سکتے کہ جی ہم لیٹے لیٹے پڑھ لیں گے نہیں، کرنا پڑے گا وہ لیکن ذکر جو ہے کوئی شرط نہیں ہے، کوئی قید نہیں ہے۔ صرف قید یہ ہے کہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ میری یاد میں گزارو اور میری ہرنعمت مجھ سے پالو۔ بڑا عظیم وعدہ ہے لیکن کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، کچھ محنت کرنی پڑتی ہے، کچھ عادت ڈالنی پڑتی ہے، کچھ سوچنا پڑتا ہے، خدا کی عظمتوں کا سامنے خیال لانا پڑتا ہے۔ انسانی تاریخ میں وہ عظمتیں آئیں۔ ہمارے آقا اور محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک یقینی، غریب، مسکین بچہ خدا نے کہا تھا کہ میں نے تجھے ہر دو جہاں کا بادشاہ بنادیا۔ بنا دیا، کون سی طاقت تھی آپ کے پیچھے؟ کوئی مادی طاقت تو نہیں کوئی جو تھا کوئی سیاسی طاقت نہیں تھی۔ خدا کا وعدہ تھا اور اس وعدے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ ذرہ قربان تھا اور اپنی عظمتیں پالینے کے بعد اپنے خدا سے اعلان یہی کیا کہ جتنے میں اپنے عمل سے نہیں جاؤں گا خدا کے فضل اور اس کی رحمت سے جاؤں گا۔ ہمیں بڑا سبق دیا یعنی آپ کے لئے یہ خطرہ تو نہیں تھا کہ کوئی ایسا عمل کر دیں کہ خدا ناراض ہو جائے۔ یہ تو ویسے انسانی عقل کے لئے ممکن چیز نظر نہیں آتی لیکن خدا کی عظمتیں اپنی جگہ پر قائم تھیں۔ اپنے ان عظمتوں والے رب سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا پنی جگہ پر قائم تھا۔ عبودیت کی، عبد ہونے کی نسبت اپنی جگہ پر قائم ہر چیز کو اپنی جگہ پر رکھا۔ غلطی کہیں نہیں کی آپ نے اپنی زندگی میں۔ ہمارے لئے تبھی اسوہ بن گئے ناہم میں سے ہر ایک کے لئے۔

قرآن کریم نے بتایا ہے بڑی اہم چیز ایک بتائی۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ انسان کو اپنی ترقیات کے لئے یا اپنے تنزل کے لئے دو جگہ بہر حال تعلق پیدا کرنا پڑے گا۔ ذکر الہی سے خدا سے تعلق پیدا کر لے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نَقِيَضٌ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّيِّلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ (الزخرف: ۳۷، ۳۸) اور جو رحمن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے، ایک تو وہ ہے جو منہ نہیں موڑتا اور ہر وقت یاد باری میں لگا رہتا ہے ایک یہ تعلق بتایا۔ دوسرا تعلق اگر یہ نہیں تو

دوسرائیک ہی تعلق ہے پس میں اور کوئی نہیں ہے یعنی یا خدا سے تعلق ہو گا یا شیطان سے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ اگر خدا سے تعلق نہیں کوئی پیدا کرتا تو خدا تعالیٰ شیطان سے اس کا تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ جو رحمٰن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا ہر وقت کا ساتھی ہوتا ہے۔ تمہیں کہا گیا ہے کہ خدا کو اپنا ہر وقت کا ساتھی بناؤ۔ ہر وقت ذکر باری میں لگ رہو۔ اگر نہیں کرو گے ایسا تو جیسا کہ میں نے پہلے اشارہ کیا تھا کہ اتنا عظیم خدا، اتنا ہمیں یاد رکھنے والا خدا کہ کائنات کی ہرشے میں یہ صفت پیدا کی کہ ہماری خدمت وہ کر سکے اور انسان کو یہ طاقت عطا کی کہ وہ اس سے خدمت لے سکے۔ یہاں اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کیونکہ رحمٰن کی صفت یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ افضال اور نعماء اور برکتیں اور حمتیں جو انسان کے کسی عمل صالح کے نتیجے میں نہیں بلکہ محض محض خدا تعالیٰ کے فیض کے نتیجے میں انسان کو ملتی ہیں۔ تو بتایا کہ جو رحمٰن خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ ہر وقت اس کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ جو ہر ایک کے ساتھ شیطان ہے تو بہت سے شیاطین بن گئے جو ان لوگوں کو جن کے وہ ساتھی ہوتے ہیں اس سچے راہ سے، اس صراط مستقیم سے روکتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے پیار کی طرف لے جانے والی ہے اور ان کو روکے رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں جو شیطان کے دھوکہ میں آ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سچے راستہ پر چل رہے ہیں اور خدا انہیں مل جائے گا یعنی بڑی بد بختی ہے ایک شخص غلطی کرتا ہے، غلطی کا احساس اسے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ استغفار کرتا ہے، واپس لوٹتا ہے اپنے رب کی طرف اور ذکر شروع کر دیتا ہے تو بڑا خوش قسمت ہے وہ انسان۔ لیکن ایک وہ ہے کہ جو رحمٰن خدا سے کلیتاً رشتہ چھوڑ دیتا ہے، ذکر الہی نہیں کرتا۔ خدا کہتا ہے اگر میرا ذکر نہیں کرو گے تو شیطان تم پر مسلط کر دوں گا اور پھر ایسا مسلط کروں گا کہ تمہیں پوری طرح وہ اپنی گرفت میں لے گا اور غلط را ہوں پرم چل رہے ہو گے اور سمجھو گے کہ ہم خدا تعالیٰ کو خوش کر رہے ہیں۔ مثلاً منافقین کے متعلق بھی قرآن کریم کے شروع میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب ان کو کہا جائے کہ جو صلاح کے رستے ہیں، جو معاشرے کو درست کرنے کی باتیں ہیں ان کو اختیار کرو، فساد نہ کرو۔ کہتے ہیں ہم فساد تو نہیں کرتے ہم تو مصلح ہیں۔ خدا کہتا ہے نہیں تم مصلح نہیں ہو تم مفسد ہو۔ اسی طرح خدا کہتا

ہے دیکھو ہر آدمی بڑا بھی چھوٹا بھی مختلف قابلیتیں ہیں وہ اپنی اپنی ہمت اور طاقت اور استعداد کے مطابق ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اُس قسم کا ایمان لاو۔ وہ کہتے ہیں ہم یوقوف لوگ ہیں جو اس قسم کا ایمان لے آئیں۔ تکبر آگیانا۔ ایک اور جگہ ذکر الٰہی سے جو خود کو محروم کر دیتا ہے یعنی خدا تعالیٰ سے دور چلا جاتا ہے اس کے متعلق خود قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ تکبر کی لعنت میں ملوث ہو جاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔

یہ بڑی اہم چیز ہے جیسا کہ میں نے بتایا دوہی جگہ انسان کی روح اپنا رشتہ قائم کر سکتی ہے یا اللہ سے ذکر الٰہی کر کے یا شیطان سے ذکر الٰہی کو چھوڑ کر۔ تو ہر وقت چوس رہ کر خدا تعالیٰ کی یاد میں اس کی عظمتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی ذات کی معرفت، اس کی صفات کی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک احمدی کو اپنی زندگی کے دن گزارنے چاہئیں۔ اس لئے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم اپنے دن اور رات، تم اپنا انھنا اور بیٹھنا، تم اپنا سونا اور جا گنا، آج کی دنیا کے لئے جو آدم کی نسل کی زندگی اب باقی رہ گئی ہے اگلا ہزار سال اس کے لئے ایک نمونہ بنو اور اسوہ بنو۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے ہو اور اپنے رب کریم ہر وقت اور ہر آن یاد رکھنے والے اور اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے والے اور خدا کے حضور سب کچھ پیش کر دینے والے بن جاؤ۔ خدا کرے کہ ہمیں اس کی اُسی کی طرف سے توفیق مل جائے۔ آمین

(از رجسٹر خطباتِ ناصر غیر مطبوعہ)



قرآن کریم میں تمام شرائع کی ابدی صداقتیں پائی جاتی ہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ دسمبر ۱۹۸۰ء، مقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعلوٰ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلّٰتِي هِيَ أَفْوَأُ مُرْ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّلِحَاتِ آنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَيْرًا وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰، ۱۱)

ترجمہ ان دو آیات کا یہ ہے کہ یہ قرآن کریم یقیناً اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو اقوام ہے اور موننوں کو جو مناسب حال کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر مقدر ہے اور (قرآن کریم یہ بھی کہتا ہے کہ) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

سیدھی راہ کو اختیار کرنا انسانی فطرت میں ہے۔ سیدھا راستہ وہ ہے جو منزل مقصود تک سب سے کم فاصلہ طے کرنے کے بعد پہنچا دیتا ہے۔ جو دوست زمیندار ہیں یا جن کو لوگوں کی زمینوں کے کناروں پر یا پلڈنڈیوں پر پھرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ فطرت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے بہت سے لوگ دوسروں کے کھیتوں کو پاؤں نیچے رومنے کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے راستے کو سیدھا کرنے کے لئے کھیتی میں پلڈنڈی بنا لیتے ہیں۔ بڑی کثرت سے یہ آپ کو نظر آتا ہے کیونکہ پلڈنڈی پر چل کر وہ قریب ترین فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنے

مقصود کو، منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔ ان آیات میں جو مضمایں بیان ہوئے ہیں اس میں سے اس وقت دو کو لوں گا۔

دوسٹ جانتے ہیں کہ جب میں سفر پر روانہ ہوا اس وقت بھی بیماری کی حالت میں روانہ ہوتا تھا۔ گردے میں بڑی سخت انفیکشن (Infection) ہوئی اور یہ ۲۵ مارچ کی بات ہے اور اپریل میں جون تین مہینے کے بعد ۲۳ جون کو جب میں سفر پر روانہ ہوا اور میں نے ربوبہ چھوڑا تو اس وقت بھی ڈاکٹر کہتے تھے کہ وہ فیصد بیماری ابھی باقی ہے اور دوا جو ہے اس کا استعمال جاری رہنا چاہیے۔ چنانچہ مزید قریباً دواڑھائی ماہ میں نے وہ دوائی کھائی جو خود دوائی بھی کمزور کرنے والی، اس کے بعد میں نے چھوڑ دی۔ پھر یہاں جب آئے تو ضروری ذمے داریاں انتظار کر رہی تھیں، انصار اللہ کا اجتماع تھا، پھر خدام کا اجتماع تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ گردے میں انفیکشن پھر زیادہ ہو گئی ہے۔ یہاں ٹیسٹ کروایا تو کافی نکلی لیکن میں نے یہاں کے ڈاکٹروں کو کہا کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کے دوران میں آپ کی دوائی اس لئے نہیں کھاؤں گا کہ زیادہ کمزوری ہو جائے گی اور میں ذمہ داری کو ادا کرنا چاہتا ہوں اور بیماری کو بھول جانا چاہتا ہوں۔ آج اجتماعات کے بعد میں اسلام آباد گیا اور وہاں ڈاکٹر محمود الحسن صاحب نے معاشرت کیا اور ٹیسٹ لئے اور گردے میں سوزش کی تکلیف نکلی تو انہوں نے ایک ہی وقت میں دو دوائیں شروع کروادیں مجھے، اور دونوں ہی کمزور کرنے والی قریباً چھوپن ہو گئے ہیں مجھے وہ کھاتے ہوئے اور کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ دوسٹ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے نجات دے اور صحت کے ساتھ مجھے اپنی ذمہ داریاں بھانے کی توفیق عطا کرے۔ اس وقت میں دونوں آیات کے مضمایں نہیں بیان کروں گا صرف دو باتیں میں نے ان دو آیات سے اٹھائی ہیں۔

ایک یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جس راستے کی طرف ہمارا پیارا یہ قرآن، قرآن کریم جو ہے وہ راہنمائی کرتا ہے وہ اقوام ہے۔ عربی زبان میں اقوام کے بہت سے معانی ہیں۔ یہاں جو معانی چسپاں ہوتے ہیں یا جن معانی کے مطابق ہم فیسر کر سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔ سب سے زیادہ درست اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنے والی ہدایت جس میں ذرا بھی کچھ نہیں۔ یہ جو سیدھی راہ ہیں ہیں یہ نسبتی طور پر بھی سیدھی ہیں، روحانی عالم میں اور مستقل حیثیت میں بھی سیدھی ہیں۔ مثلاً جو

شریعت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس میں ایک حکم یہ تھا کہ انتقام لو، ان کے حالات کے مطابق یہ سیدھا راستہ تھا لیکن کامل ہدایت کے نقطہ نگاہ سے یہ سیدھا راستہ نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ ہدایت نازل ہوئی، تورات کو ہی وہ مانتے تھے لیکن تورات کے ماننے والے جوانبیاء آئے وہ حالات کے بدلنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کی وحی سے، خدا تعالیٰ کی وحی کے مطالبہ کو پورا کرتے ہوئے، تورات میں کچھ تبدیلیاں چھوٹی چھوٹی، بڑی بڑی، کرتے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ وحی نازل ہوئی کہ انتقام نہیں لینا، معاف کرو، انسانی فطرت کے لحاظ سے یہ بھی پوری طرح سیدھی را نہیں تھی لیکن بنی اسرائیل کی اس وقت کی کیفیت روحانی کے لحاظ سے یہ سیدھی را تھی تو ایک نسبتی سیدھا پن ہے، استقامت ہے، صراط مستقیم کا ہونا ہے اور ایک حقیقی طور پر اور بغیر نسبت کے کامل اور مکمل طور پر راہ کا سیدھا ہونا ہے۔ قرآن کریم کے لئے اسی واسطے اقوم کا لفظ بولا گیا ہے۔ بچھلی ساری جو ہدایتیں آئی ہیں وہ بوجہ ایک قوم کو مخاطب کرنے اور بوجہ اس کے کہ ان کا تعلق صرف ایک محدود زمانہ سے تھا کامل اور مکمل نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ زمانہ کے بدلنے کے ساتھ اور قوم قوم کے حالات میں جو فرق پایا جاتا تھا اور ان کے معاشرے میں، ان کے روحانی ارتقاء کے لحاظ سے ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر جو وحی نازل کی وہ ایک کامل وحی نہیں تھی اس معنی میں جس معنی میں قرآن کریم کی وحی ایک کامل اور مکمل وحی ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم جو ہے وہ اقوام ہے یعنی سب سے سیدھی راہ، ہدایت کی سب سے سیدھی راہ جو ہر قسم کی کجھی سے پاک ہے، وہ بھی جو زمانہ پیدا کرتا ہے، وہ بھی جو ملک ملک کے حالات پیدا کرتے رہے ان سب سے پاک ہو کر نوع انسان کو خواہ بعد میں قیامت تک آنے والے کسی زمانہ سے ان کا تعلق ہو یا کسی ملک سے ان کا تعلق ہو سب کے لئے ایک سیدھی راہ معین کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے پیار تک لے جانے والی اور اس کی رحمتوں کے حصول کے قابل بنادیے والی ہے، اگر اللہ چاہے۔

اقوم کے لفظ میں یہ اشارہ بھی ہے کہ یہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جیسا کہ سیدھی راہ کی تفصیل کے بیان سے آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ قیامت تک قائم رہنے والی سیدھی راہ جو ہے قرآن کریم اس کی طرف ہدایت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک ہر آنے والی نسل جو نئے

مسائل لے کر پیدا ہوگی ان کا حل اس میں موجود ہے۔ (یہ بڑا اہم نکتہ ہے) ہر سل انسانی نے مسائل لے کر پیدا ہوتی ہے ہر سل انسانی کے مسائل کو حل کرنے کی اور اس طور پر ان کی فلاح اور بہبود کا سامان کرنے کی طاقت قرآن کریم میں موجود ہے اور یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ اپنے سفر میں میں اس دنیا کو جواب بھی تک اسلام کے نور سے منور نہیں اس بات کا قائل کر دیتا ہوں کہ جو تمہارے مسائل ہیں اور جنہیں تم حل نہیں کر سکے انہیں قرآن کریم حل کرتا ہے۔

تیرے معنی اقوم کے یہ ہیں (سب معانی کا آپس میں تعلق ہے) کہ پہلی کتب سماویہ میں، پہلی شریعتوں میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیں، ان کی دائمی صداقتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں ایک لاکھ بیس یا چوپیس ہزار انبیاء حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے تھے ان میں خدا جانے کتنے صاحب شریعت ہوں گے۔ قرآن کریم نے کہا ہے ہم نے بعض کا ذکر کیا بعض کا ہم نے ذکر نہیں کیا لیکن ہر قوم کی طرف ہم نے نذر بھیجا۔ قوموں کے نام مٹ گئے۔ ان کی طرف آنے والے انبیاء کے نام یاد نہیں رہے۔ ان شریعتوں کو ہماری تاریخ بھول گئی لیکن ہر شریعت میں جوابی صداقتیں تھیں ان کو قرآن کریم جمع کرنے والا ہے۔ اس واسطے اس کی راہ سیدھی راہ بھی ہے، قیامت تک انسان کے مسائل حل کرنے والی طاقت رکھنے والی راہ بھی ہے اور ایک کامل راہ بھی ہے۔ جس طرح حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل ہیں۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت شریعت کاملہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ رہبری میں بھی کامل ہے۔ یہ فلسفہ نہیں ہے، اس کی تفصیل میں جائیں تو یہ معنی ہیں کہ دلائل عقلیہ کے لحاظ سے اتنی زبردست یہ کتاب ہے کہ کسی عالمند کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ عقلاً اس پر اعتراض کر سکے، اگر ناسمجھی سے کر دیا جائے تو ہم اسے سمجھا سکتے ہیں کہ تمہارا اعتراض غلط ہے، اسلام کی تعلیم صحیح ہے۔ تو جو اس کو دلائل عقلیہ عطا ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بھی کامل ہیں۔ دوسرے برکاتِ سماویہ کے لحاظ سے یہ کامل کتاب ہے۔ یہ ہدایت جو ہے یہ اقوم ہے دلائل عقلیہ کے لحاظ سے اور برکاتِ سماویہ کے لحاظ سے دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جب سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان نے اپنے گروہ کے ذریعے اس شریعت پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے اور جتنے بھی اعتراض ہوئے خدا تعالیٰ اپنے

پیارے بندوں کو کھڑا کرتا رہا جو ان کے جواب دیتے رہے اور اس زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمد یہ اور آپ کی جماعت کے اوپر یہ ذمے داری ڈالی گئی ہے کہ عقل کے میدان میں ہر اعتراض کا جواب دو۔ جواب ہے موجود۔ کہاں سے حاصل کرو؟ دعاوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل سے جواب حاصل کرو اور کئی دورے میں نے کئے ہیں۔ پہلی دفعہ بھی اعتراض سناتوں سی وقت خدا تعالیٰ نے اس کا ایسا جواب بتایا کہ بعض دفعہ چہرے زرد ہو گئے بعض دفعہ زبانیں خاموش ہو گئیں۔ بہر حال یہ ایک زبردست انعام ہے جو امت محمدیہ کو دیا گیا، دلائل عقلیہ اور برکات سماویہ۔ دنیا کے ہر مذہب، ہر ازام پر غالب آئے گی یہ امت ایسے لوگ اس میں پیدا ہوتے رہیں گے۔

چوتھا پہلو اقوم کے معانی کا یہ ہے کہ یہ شریعتِ کاملہ انسانی فطرت اور سرشت سے بالکل مطابقت رکھتی ہے۔ ایک کامل دائرہ کی طرح بنی آدم کے تمام قوی پر محیط ہے۔ کامل راہنمائی ہے۔ کوئی ایسا پہلو اس نے نہیں چھوڑا جس کی کامل نشوونما کے سامان اس میں نہ پیدا کئے گئے ہوں۔ اس کو ہم اس طرح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ جن کمالات کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے ان تمام کمالات کے حصوں کی راہ اس کو دکھلا دینا یہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے خدا تعالیٰ نے بیان کیا ہے اس آیت میں کہ قرآن کریم میں یہ طاقت ہے کہ ہر پہلو انسانی فطرت کا جو ہے ہر قوتِ استعداد اور صلاحیت جو اس کو دی گئی ہے، اس کی کامل نشوونما کس طرح کی جاسکتی ہے۔ اس طرف قرآن کریم ہدایت دیتا ہے اور وہ را ہیں اس کے لئے میسر اور آسان کر دی ہیں جن کے حصوں کے لئے اس کی فطرت میں استعداد رکھی گئی ہے۔

قرآن کریم نے جو ہدایت انسان کے ہاتھ میں دی، یہ جو شریعت ہے یہ اقوم ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر عظیم ہدایت کے نزول کے بعد اگر انسان اس پر ایمان لائے اور اپنے فکر اور عمل کو اس کے سانچے میں ڈھالے اور اعمالِ صالح بجالائے تو اس کو اتنا اجر ملے گا جو پہلے کسی کو نہیں مل سکتا تھا۔ اجڑا کچیرا تیار کیا گیا ہے اور یہ جو اجر ہے اس کا تعلق صرف اس زندگی سے نہیں اس زندگی سے بھی ہے۔ انسان نے دو جگہ غلطی کھائی۔ اُس کا قدم دو طرف پھسلا۔ بعض نے کہا اس زندگی میں اجر نہیں ملتا۔ جنت ایک ہے مرنے کے بعد ملے گی۔

قرآن کریم نے کہا تھا کہ جنتیں دو ہیں اس دنیا میں بھی تم جنت میں جاسکتے ہو، جنت کو حاصل کر سکتے ہو اور مرنے کے بعد بھی جنت میں جاسکتے ہو، اس کے لئے تم سعی کرو، مجاہدہ کرو، جہاد کرو (حقیقی معنی میں) ایسے اعمال کرو، اتنی دعا میں کرو کہ تمہارے ان اعمال کو اللہ قبول کر لے۔ مقبول عمل کی تھیں توفیق ملے اور ہر دو جنتوں کے تم وارث بن جاؤ۔ تو آجرًا کییرا جو ہے اس کے دو پہلو ہیں۔ اس دنیا میں اجر اور مرنے کے بعد جنت، اس دنیا کی جنت اور مرنے کے بعد کی جنت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ أَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت اور رہنمائی کی طرف توجہ نہیں کرتے بڑی کمزوری ان کے دل اور دماغ اور روح میں یہ ہوتی ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ جب آخرت پر ایمان نہ لائے اور خدا تعالیٰ کے محاسبہ کو بھول گئے اور اس سے غافل ہو گئے اور سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد محاسبہ نہیں کرے گا اور کوئی جزا سزا نہیں اور نیک اعمال کے لئے کوئی جنت نہیں اور خدا تعالیٰ کا غصب انسان پر بھڑک نہیں سکتا کیونکہ ہی نہیں اخروی زندگی، نہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تم نے اس اقوام ہدایت کے مطابق زندگی نہ گزاری تو أَعْتَذْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا جس طرح اس پر عمل کرنے والوں اور مقبول اعمال صالحہ بجالانے والوں کے لئے اجر کبیر ہے اسی طرح جو اس پر عمل نہیں کرتے ان کے لئے ایسا دردناک عذاب ہے کہ جسے سوچ کے بھی روکنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور اجر کبیر کا ہمیں وارث بنائے۔ ان ہر دو جنتوں میں، اس دنیا کی جنت میں بھی اور مرنے کے بعد جو جنت ہے اس میں بھی۔ آ میں۔

(روزنامہ الفضل ربوبہ ۲ مارچ ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ تا ۳)



پسین میں مسلمانوں نے خدائی حکم اعتظام نجیل اللہ کو نظر انداز کر دیا تھا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ارديمبر ۱۹۸۰ء بمقام مسجد القصی ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

جو اینٹی بائیوٹک (Anti-Biotic) مجھے گردے کی تکلیف میں دی جا رہی ہیں انہیں کھاتے ہوئے دو ہفتے آج ہو رہے ہیں جہاں تک انفیکشن (Infection) کا تعلق ہے تین دن ہوئے پھر لا ہو رہے کروایا تھا تو وہ اس کا نتیجہ بتاتا ہے کہ کوئی انفیکشن اب باقی نہیں رہی۔ الحمد للہ۔ لیکن ڈاکٹر محمود الحسن صاحب جن کا علاج ہے انہیں فون پر جب یہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا پہلے بھی دوائیں چھوڑنے کے بعد یماری عود کر آئی تھی اس لئے مزید ایک ہفتہ پوری خوراک اس دوائی کی کھائی جائے اور اس کے بعد نصف خوراک اس کی کھائی جائے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ یماری کو جڑ سے اکھاڑ دے۔ یہ عرصہ ختم ہو گا جس دن جلسہ شروع ہوتا ہے ہمارا چھبیس کو۔ اس روز شاید مجھے ایک دن چھوڑنی پڑے کیونکہ کافی ضعف یہ ادویہ کرتی ہیں۔ بہر حال کام کی قوت تو خدا تعالیٰ کی رحمت عطا کرتی ہے۔ انسان کی کوششیں تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ذمے واریوں کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

بعض ایسے لوگ بھی ہیں اس دنیا میں جو کہتے ہیں کہ سب کام تو اللہ تعالیٰ نے ہی کرنے ہیں۔ پھر ہمیں مذیر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسلامی تعلیم یہ نہیں نہ قرآن کریم اس کی اجازت دیتا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا۔ **لَوْ أَرَادُوا الْخُرُوقَ لَا عَدُّوا لِلَّهِ عَدًّا** (السوبہ: ۳۶)

کہ منافق جو جہاد کے موقع پر مختلف عذر پیش کرتے ہیں کہ دل تو بڑا کرتا ہے جانے کو مگر یہ عذر در پیش آ گیا اچانک اور وہ عذر در پیش آ گیا اچانک اس لئے ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم پیچھے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے یہ عذر اس لئے قابل قبول نہیں کہ تم نے توجہاد کے لئے کبھی تیاری نہیں کی۔ تمہاری نیتیں تو شروع سے ہی خراب تھیں۔ اس میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ جس کام کے کرنے کی نیت ہو جس کام کا عزم ہوا س کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر تدبیر کرنی ضروری ہے۔ **لَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عَدُوَّ لَهُ عُدُّةٌ**۔ دنیا میں کاموں کی نوعیت مختلف ہے۔ دنیا میں ہماری زندگیوں میں جہاد جہاد کی شکلیں مختلف ہیں۔ اس زمانہ میں اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو عظیم جہاد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمد یہ کی جماعت کر رہی ہے۔ حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے نتیجے میں اور آپ کی قوتِ قدسیہ پر بھروسہ کرتے ہوئے بانی سلسلہ عالیہ احمد یہ کی قیادت میں اس کی شکل پہلے زمانوں کی ضرورتوں سے مختلف ہے۔ یہ جہاد ہے اپنے نفوں کے خلاف جہاد کر کے ایک پاک نمونہ پیدا کرنا اور اس پاک نمونہ کے ہاتھ میں قرآن کریم دے کر دنیا کے سامنے اس کی تعلیم کو پیش کرنا۔ یہ جو نفوس کے خلاف جہاد ہے اس کے لئے تربیت کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ہر آن چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے بہت سی تدبیر کی جاتی ہیں جن میں سے ایک بڑی تدبیر الہی منشا کے مطابق جلسہ سالانہ کی ہے ہم ہر سال دسمبر کے آخر میں عام طور پر ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ دسمبر کو جلسہ سالانہ منعقد کرتے ہیں۔ یہ جلسہ بڑی ہی برکتیں لے کر آتا ہے۔ نئی نسل، نئے ہوش سنبھالنے والے ہمارے بچے، نئے ہم میں داخل ہونے والے ہزاروں کی تعداد میں ان تین دنوں میں اتنی تربیت حاصل کر لیتے ہیں اگر وہ یہاں آئیں اور وقت کو ضائع کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں، تو پورے سال میں اس قسم کی تربیت انہیں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اتنا بڑا جلسہ اس کا انتظام کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ اتنا فضل نازل کرتا ہے، اتنی رحمتوں سے نوازتا ہے کہ آپ لوگوں کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ کب جلسہ آیا، کب ختم ہو گیا۔ ڈیڑھ دولاکھ آدمیوں کی رہائش کا انتظام کرنا، ان کے کھانے کا انتظام کرنا ان کی صحبت کا خیال رکھنا یہ انسان کا کام نہیں ہے جب تک خدا تعالیٰ کی رحمتیں نازل نہ ہوں ایسا ہو ہی نہیں سکتا عملًا۔ ہم سے کہیں زیادہ امیر

اور منظم ایسے ادارے میرے علم میں ہیں کہ دس ہزار کو کھانا کھلانا پڑ گیا تو ایک قیامت پا ہو گئی۔ سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ کیسے سنجا لیں اس انتظام کو لیکن اس جلسے میں جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق جاری کیا یہ احساس ہی نہیں آپ کو ہوتا کہ اتنا بڑا انتظام بھی کرنے کی ضرورت ہے۔ سب کام خدا تعالیٰ خود ہی کرتا چلا جاتا ہے۔ جو خدا کرتا ہے اس کا کریڈٹ (Credit) آپ کو تو نہیں جاتا۔ وہ تو خدا تعالیٰ نے کیا خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ وہ کرتا ہے۔ دعاؤں کے ساتھ اس کے فضلوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ انصار کے ساتھ خدا کے حضور عاجزانہ پکار ہونی چاہیئے ہماری کہ اے خدا! ہم تیرے عاجز بندے تیرے اس جلسے کو نہیں سن جھاں سکتے اگر تیری مدد کا ہاتھ ہمارے شامل حال نہ ہو۔ جلسہ اب قریب آ گیا ہے اس لئے آپ جہاں دنیوی مدد اپر اس جلسے کی کامیابی کے لئے کریں اپنی ذمہ داریوں کو مادی دنیا میں بھانے کے لئے، وہاں بہت زیادہ دعا میں کریں اللہ تعالیٰ سے کہ جس طرح ہمیشہ اپنی رحمتوں سے نوازتا اور ہمارے جلسہ میں برکات کا نزول کرتا اور نعماء کی بارش کرتا ہے اس جلسے کو بھی کامیاب کرے اور پہلے سے زیادہ نعمتیں جماعت احمدیہ اور دنیا اس سے حاصل کرنے والی ہو۔ اس جلسے کی غرض کوئی ذاتی غرض نہیں، نہ میری نہ آپ کی، غرض صرف یہ ہے کہ ایک ایسی قوم تیار ہو اور ان کے ذہن میں یہ بات حاضر رہے ہر آن کہ ہم اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ اس دنیا کے دل جو خدا تعالیٰ سے دور ہے خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتے جائیں۔ خدا تعالیٰ سے کہیں ہم تیرے نالائق مزدور سہی لیکن ہیں تیرے مزدور، ہماری مدد کر اور ہمیں کامیاب فرم۔ آ میں

ایک اور بات میں سین کی تاریخ کے متعلق کہنا چاہتا ہوں ہماری روپورٹوں میں دو بظاہر متضاد باتیں آ گئی ہیں۔ بعض دفعہ یہ لکھا گیا کہ جس مسجد کی قربانی میں نے بنیاد رکھی یا قربانی کیا کہنا چاہیئے کیونکہ وہ اس کا حصہ ہی ہے قربیاً وہاں جس مسجد کی بنیاد میں نے رکھی سات سو سال کے بعد یہ واقع ہوا۔ بعض میں ہے کہ پانچ سو سال کے بعد ہوا۔ یہ دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ اس لئے میں مختصر طور پر آپ کو تاریخ کے بعض واقعات بتاؤں گا اس وقت۔

طارق بن زیاد ۱۰۱ء میں پہلی بار سین کے ساحل پر اترے۔ موئین کا اختلاف ہے

کس قدر مسلمان مجاہدان کے ساتھ تھے لیکن زیادہ تر کا یہ خیال ہے کہ وہ آٹھ ہزار مجاہدین کے ساتھ اترے وہاں۔ چار ہزار کی مکمل انہیں بعد میں مل گئی، تو بارہ ہزار مجاہدین ان کے ساتھ تھے۔ اس قدر خدا تعالیٰ پر توکل کہ جن کشتیوں پر سوار ہو کروہ ساحلی سپین پر پہنچے تھے اتنے کے ساتھ ہی ان کو نذر آتش کر دیا۔ بعض ان کے ماتحت جرنیلوں نے کہا بھی کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم خدا کا نام بلند کرنے کے لئے آئے ہیں وہ ہمیں ناکام نہیں کرے گا اور ہمیں یہاں سے بھاگنا نہیں پڑے گا۔ ہم نے کشتیاں یہاں رکھ کے کیا کرنی ہیں اور چند سالوں کے اندر قریباً سارا سپین فتح ہو گیا، شمال کا ایک حصہ رہ گیا تھا۔ اس کو مسلمانوں نے نہیں چھیڑا۔ وہ پہاڑی علاقہ تھا اور اس طرف انہوں نے توجہ نہیں کی کیونکہ وہاں برفانی علاقہ تھا اور یہ افریقیہ کے صحراء سے آنے والے سردی سے گھبرائے یا اور جو بات ہوں گی ہمیں علم نہیں۔ بہر حال وہ حصہ رہ گیا جو باقی حصے تھے وہ یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فتوحات حاصل کرتے رہے، آگے بڑھتے رہے اور ان پہاڑوں کو جن کو انہوں نے پھر ہاتھ نہیں لگایا ان پہاڑوں کے دامن تک پہنچ گئے۔ اور کھڑے ہو گئے۔ یہ ۱۴۷ء کی بات ہے اس واسطے جب ہم سپین کی اسلامی فتح سے تاریخیں نکالیں تو اس کو مرکزی نقطہ نگاہ بنائیں گے یہ نہیں کہ دو سال کے بعد غرناطہ فتح کیا اور چار سال کے بعد قرطبه فتح کیا اور اتنے سال کے بعد انہوں نے طیبلہ فتح کیا وغیرہ وغیرہ کیونکہ اتنی جلدی سب کچھ ہوا ہے جس طرح ٹھنڈی ہوائیں باراں رحمت گھنٹوں میں ایک لمبے خطہ ارض پر بارش بر سادیتی ہیں اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت جو تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس سارے ملک پر بڑی جلدی بر سادی۔

تو ۱۴۷ء میں سپین فتح ہوا اور پھر جب تنزل شروع ہو جاتا ہے تو طیبلہ جو عیسائیوں کا دارالخلافہ بھی تھا۔ وہ عیسائیوں کے قبضے میں چلا گیا صرف یہاں ۱۴۳۶ء سال مسلمانوں کی حکومت رہی اور قرطبه پر عیسائی قبضہ ۱۴۳۶ء میں ہو گیا۔ قرطبه اور اس کا علاقہ وہ صوبہ جو تھا اس کے ارگر د کا علاقہ جو تھا وہی اور جو مسجد بنی ہے وہ قرطبه کے قریب ہے۔ اس واسطے اگر قرطبه پانچ سو چودہ سال تک رہی اور جو مسجد بنی ہے وہ قرطبه کے قریب ہے۔

جب عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا گیا اس کے بعد تو مسلمانوں کی کوئی مسجد نہیں بنی تو اگر اس تاریخ سے ہم اپنی مسجد کی بنیاد کا زمانہ نکالیں تو یہ درست ہے بالکل کیونکہ قرطبه اور اس کا علاقہ جو تھا وہ فتح کر لیا عیسائیوں نے اور اس کے بعد وہاں کوئی مسجد نہیں بنی۔ اس لئے یہ درست ہے کہ سات سو چوالیس سال کے بعد پہلی بار ایک مسجد کی تعمیر کی بنیاد رکھی گئی وہاں۔ اس واسطے سات سو سال جو کہا گیا ہے وہ درست ہے بلکہ سات سو سال سے بھی زیادہ عرصے کے بعد رکھی گئی۔ ٹھیک سات سو چوالیس سال کے بعد غرباط جو ہے سقوط غرباط ۱۲۹۳ء میں ہوا یعنی آج سے چار سو اٹھا سی سال پہلے اس واسطے اگر جس وقت یہ شکست ہوئی اور مسلمان کلی طور پر پسین سے نکل گئے۔ یہ غرباط کے سقوط سے اسلامی سلطنت کا کلیتاً خاتمه ہو گیا اور سات سو بیاسی سال کی اسلامی حکومت کے بعد یہ واقعہ ہو گیا سقوط غرباط ہے یہ اسلامی حکومت کے قیام کے سات سو بیاسی سال کے بعد ہوا۔ غرباط کے سقوط کی نسبت سے اگر ہم کہیں یعنی جب پسین کلیتاً اسلام کے ہاتھ سے نکل چکا تو پھر پانچ سو سال کے بعد وہاں مسجد کی بنیاد رکھی گئی لیکن قرطبه کے سقوط کے لحاظ سے سات سو چوالیس سال کے بعد بنیاد رکھی گئی۔

اس میں جوانہتائی دردناک چیز ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جس امت کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضلوں سے جب وہ بڑی تھوڑی تعداد میں وہاں گئے تھے اور ان کے مقابلے میں اس بارہ ہزار کے مقابلے میں ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھی اس وقت جس بادشاہ نے شکست کھائی ان سے جس کو انہوں نے شکست دی اور پھر فتوحات حاصل کرتے ہوئے شمال تک پہنچ گئے۔ جس وقت تین سو پچھتر سال کے بعد جو شمال کے قریب ترین اور ہماری اسلامی حدود کے شمالی حصے میں ایک شہر جو دارالخلافہ بھی رہا ہے ان کا۔ ان پر عیسائیوں نے قبضہ کیا۔ تو کوئی کوشش اس علاقے کو واپس لینے کے لئے نہیں کی گئی۔ یہ دردناک پہلو ہے اس کا، بڑا بھیا نک، پھر ان کی کچھ بہت بڑھی۔ پھر ۱۲۳۶ء میں قریباً ڈبڑھ سو سال کے بعد انہوں نے اپنی طاقت کو جمع کیا اور قرطبه پر حملہ کیا اور اس کو بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اور جہاں تک مجھے یاد ہے اس جنگ میں مسلمانوں کے بعض نواب صاحبان جو تھے وہ عیسائیوں کے ساتھ شامل ہوئے تھے قرطبه کے مسلمان حاکم کے خلاف اور ان کی مدد سے عیسائیوں نے

یہاں قبضہ کیا۔

پھر ۱۲۳۶ء سے قریباً ڈھائی سو سال کے بعد سقوط غزنی ناطہ ہوا اور اس سارے عرصے میں پسین کے مسلمانوں نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے جو تختہ وہ واپس لینے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ تھی، اس کی وجہ تھی اختلاف، ایک دوسرے سے لڑائیاں کر رہے تھے، ایک دوسرے کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ ایک دوسرے کی عنزوں پر ہاتھ ڈال رہے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف بدظیاں پھیلا رہے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف فتوے دے رہے تھے اور یہ تصویر ہمارے سامنے آتی ہے بڑی بھی انک حلال نکہ ہمیں کہا گیا تھا۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرُّو اذْكُرُ وَانِعَمَتُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَنْفَقُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۴) یہ مسلمان حملہ آور قوم تھے یہ قوم قوم کے لوگوں سے بنی ہوئی جماعت تھی یعنی جو گئے پہلے لینڈ (Land) کئے بارہ ہزار یہ ایک قبیلے سے، ایک علاقے سے ان کا تعلق نہیں تھا کیونکہ اسلامی معاشرہ میں تو میں ایک دوسرے سے مل گئی تھیں۔ کوئی شام سے آگئے تھے افریقہ میں، کوئی عراق سے آگئے تھے، کوئی سعودی عربیہ سے آگئے تھے، کوئی مصر سے آگئے تھے یہ مراؤ کے علاقے میں، اور سب ایک بنیان مخصوص تھے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کر رہے تھے اور شیطان کا ہر دار جوان کے اوپر ہوتا تھا کام ہو جاتا تھا پھر رخنہ پڑ گیا۔ پھر وہ بنیان مخصوص نہیں رہی بلکہ تعصب نے سوراخ کے اس میں، حسد نے سوراخ کئے اس میں، تباہ نے سوراخ کئے اس میں، بدظیوں نے سوراخ کئے اس میں اور خود نمائی اور انانیت نے سوراخ کئے اس میں اور وہ بنیان مخصوص جس کو دنیا کی کوئی طاقت توڑنے کے قابل نہیں تھی وہ پاش پاش ہو گئی۔ چھوٹے چھوٹے انہوں نے بنائے علاقے۔ وہ اس کے اندر نواب بن کر بیٹھ گئے اپنی نوابی کی ان کو فکر رہی لیکن اسلام کی محبت اور اسلام کی کوئی فکر باقی نہیں رہی۔ یہ ہوا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے جو احکام قرآن کریم میں نازل کئے تھے ان پر عمل نہیں کیا۔ قرآن کریم نے کہا تھا کہ متحد ہو کے رہو، پیار سے رہو، اپنے نفسوں کی اصلاح کر کے خدا کے لئے خدا میں ہو کر زندگیاں گزارو اور خدا کے حکم سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرو اس کی بجائے، یہ یاد رکھیں آپ، شروع میں جو بدی پیدا ہوتی ہے اُس وقت ابھی دل تک

نہیں وہ پہنچتی باہر سے آتی ہے تو اعمال غیر صاف ہو جاتے ہیں لیکن دل ابھی صداقت کے اوپر قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا زَاغُوا جَبْ انہوں نے کج روی کو اختیار کیا۔ آرَأَيْ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (الصف: ۶) تو پھر آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں بھی زنگ لگا اور پہلے وہ سچ کو، صداقت کو، سچ اور صداقت سمجھتے ہوئے ٹیڑھے راستوں کو اختیار کر رہے تھے پھر وہ سمجھنے لگے کہ وہ ہدایت پر قائم ہیں، وہ تو سیدھے راستوں پر چل رہے ہیں کوئی کبھی ان کے اندر نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں ایک زبردست دعا سکھائی گئی۔ رَبَّنَا لَا تُزِّغْ
قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدْيَتَنَا (آل عمران: ۹) کہ اے ہمارے رب! ہدایت دینے کے بعد ہمیں کبھی کج نہ ہونے دینا۔ اس میں یہ دعا بھی ہے اور دو باتوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ بَعْدَ إِذْهَدْيَتَنَا بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی تو
ہدایت آپ اپنے زور سے نہیں حاصل کر سکتے۔ خدا تعالیٰ کا فضل جب نازل ہو کسی فرد یا قوم پر تو وہ ہدایت پالیتی ہے۔ دوسرے آپ ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتے جب تک خدا تعالیٰ کی رحمتیں آپ کو اپنے فضل اور رحمت کے رتوں میں جکڑ کے ہدایت کے اوپر قائم نہ رکھیں۔
رَبَّنَا لَا تُزِّغْ قُلُوبَنَا اے خدا! ایسے سامان پیدا کر کہ جو تجھ سے ہم نے ہدایت حاصل کی ہے اس کے بعد ہم ہدایت چھوڑ کے کج را ہوں کو اختیار نہ کرنے لگ جائیں۔ صراط مستقیم چھوڑ کے ان را ہوں کو اختیار نہ کریں جو تیری طرف نہیں لے جا رہی بلکہ سیدھی شیطان کی طرف لے جانے والی ہیں۔ سپین میں بھی یہی ہوا وہاں تو دیکھ رہے تھے ہم۔ کیا تھے اور کیا بن گئے تو رَبَّنَا لَا تُزِّغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدْيَتَنَا وَهُبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ
الْوَهَّابُ (آل عمران: ۹) وہاں بھی خطبہ میں نے اسی مضمون پر دیا تھا زیادہ تفصیل سے دیا تھا۔ اس وقت تو میں مختصر آبatar ہوں آپ کو۔ یہ دعا بڑی ضروری ہے دونوں طرح ہوتا ہے۔ ایک فرد ہدایت حاصل کر لینے کے بعد کبھی اختیار کر لیتا ہے ایسا بھی ہوا۔ ہماری تاریخ بھری پڑی ہے اس سے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک نسل تو ہدایت پر قائم ہے اور ان کی اگلی نسل جو ہے وہ ہدایت کی را ہوں کو چھوڑ رہی ہے۔ بڑی ذمہ داری ہے۔ اپنے بچوں کو ہدایت پر قائم رکھنے کی، تدبیر کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ بھی۔ پس تدبیر بھی کرو اور دعا میں بھی کرو کہ

اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کوتا قیامت ہدایت پر قائم رکھے اور کبھی بھی اس کا غصب ہماری نسلوں پر یا ہم پر نازل نہ ہو۔ اس رحمت کے ہم وارث بننے رہیں اور اللہ تعالیٰ توفیق دے اس جماعت کو کہ وہ ساری دنیا کے دل مجبت اور بیار اور اسوہ حسنہ کے ساتھ جیت کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نوع انسانی کو لا بھائیں۔ آمین۔

(روزنامہ افضل ربوبہ ۱۲ ربجنوبری ۱۹۸۱ء صفحہ ۲ تا ۵)



نسلوں کی تربیت کے لئے دعا کے ساتھ مادی تدبیر کو بھی اختیار کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء، مقام جلسہ گاہ مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے اور اس فرمان میں ہمیں دعا سکھائی گئی ہے۔ رَبَّنَا
لَا تُزِعْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ
الْوَهَّابُ (ال عمران: ۹) اور رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَرْضَنَا وَذِرْ رِثْيَاتَنَا فَرَّأَةً أَعْيُنٍ
وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً (الفرقان: ۷۵)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کا بندہ بنے، اس کی عبادت کرے۔ اس کی صفات کا رنگ اپنے اخلاق پر چڑھائے۔ ان ہدایات کی راہوں پر چلے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ میں (جوز زمانہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے آپ کی امت کا زمانہ ہے) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی راہیں بتائی ہیں۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ہدایت انسان اپنے زور سے نہیں پاسلتا۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھائی۔ إِهْدِنَا
الصَّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحة: ۶) کہ صراط مستقیم کا جہاں تک تعلق ہے وہ سیدھی راہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنتوں کی طرف لے جانے والی ہے اس راہ کی طرف ہمیں ہدایت دے۔ قرآن کریم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جس طرح ہدایت کا پانا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے اسی طرح ہدایت پر قائم رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیے۔ انسان محض اپنی کوششوں

کے نتیجہ میں ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتا اور جو امت، امت مسلمہ آج سے چودہ سو سال پہلے قائم کی گئی اسے یہ ہدایت دی گئی اجتماعی زندگی سنوارنے کے لئے کہ نسلًا بعد نسلِ تم نے ہدایت پر قائم رہنا ہے اور ہر نسل نے خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے دعا و مجاہدہ بھی کرنا ہے اور ہر نسل نے اپنی آنے والی نسل کے لئے دعائیں بھی کرنی ہیں کہ وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کے لئے کوشش کریں اور خدا سے یہ توفیق بھی مانگیں کہ وہ صراطِ مستقیم پر انہیں رکھے۔ ہر نسل کا یہ فرض ہے کہ اپنے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے وہ دعائیں کرتی رہے۔

ہماری تاریخ میں متعدد مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور اس صورت میں انہوں نے دشمن کا مقابلہ کیا تو بارہ ہزار کی تعداد ساری قوم کی فوج کے لئے کافی تھی ان پر بھاری ہو گئی جیسا کہ سین میں طارق جب اترے تو کہتے ہیں کہ صرف سات، آٹھ ہزار مجاہد، رضا کار ان کے ساتھ تھے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد چار ہزار کی ملک ان کو ملی۔ ان کے پاس اس طرح پر صرف بارہ ہزار مجاہدین تھے اس کے مقابلہ میں جس ملک میں وہ اترے ان کے پاس ایک لاکھ سے زیادہ فوج تھی، ملک ان کا تھا، رستوں سے واقفیت ان کو تھی، جو فوجی نہیں تھے جو سوں آبادیاں تھیں، شہری آبادیاں تھیں ان کا نہ ہب وہی تھا جو حاکم وقت کا تھا، ان کی عادات وہی تھیں، ان کا معاشرہ وہی تھا۔ وہ انجان نہیں تھے اپنے ملک میں لیکن یہ بارہ ہزار ایک ایسے ملک میں گئے۔ کوئی واقفیت جس ملک سے نہیں رکھتے تھے، راہوں سے واقفیت نہیں تھی۔ معاشرے سے واقفیت نہیں تھی، آب و ہوا مختلف تھی اس علاقے سے جہاں سے وہ آئے تھے، کھانے مختلف قسموں کے تھے جن کی انہیں عادت نہیں تھی مگر ایک اور بھی اختلاف تھا ان میں۔ جس قوم کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا وہ خدائے واحد و یگانہ پر ایمان نہیں رکھتی تھی لیکن یہ بارہ ہزار خدا تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے، اس خدا پر جو قادر مطلق ہے جس کا حکم اس دنیا میں چلتا ہے جو اگر اور جب تھوڑی سی تعداد کی طاقت دینا چاہے اور فتح دینا چاہے تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کے بھی خدا تعالیٰ کے اس فیصلہ کو ناکام نہیں بن سکتیں۔

چنانچہ چند سالوں کے اندر خدا تعالیٰ کے یہ فدائی، ہدایت یافتہ، ہدایت پر قائم، نیکیاں کرنے والے، بدیوں سے بچنے والے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد

کرنے والے جو تھے وہ کامیاب ہو گئے اور سارا پین اسلامی مملکت میں آگیا اور عدل اور انصاف جو پہلے وہاں نہیں تھا وہ قائم ہو گیا اور وہ لوگ جو مسلم نہیں تھے، جن کا اسلام سے تعلق نہیں تھا انہوں نے بڑی خوشیاں منائیں کہ بڑی دیر کے بعد ہمیں ضمیر کی آزادی ملی۔ ہمیں اقتصادی لحاظ سے آزادی ملی، ہماری عزتیں قائم کی گئیں۔

اسی سفر میں غرناطہ ایک جگہ ہے۔ وہاں ایک بہت پرانا محل ہے۔ بڑا خوبصورت وہ آخری شہر جس نے جب شکست کھائی تو سارے پین سے مسلمانوں کو مٹا دیا گیا۔ وہاں ایک کھڑکی میں ہم کھڑے دیکھ رہے تھے تو ہمارا جو گائیڈ تھا وہ کہنے لگا وہ سامنے پہاڑ میں آپ کو غاریں نظر آتی ہیں۔ ان کے اندر چسپیز (Gypsies) رہتے ہیں اور وہ کہنے لگا (وہ کہتا تھا کہ میں عرب خاندان کا عیسائی ہوں۔ زبردستی ہمیں عیسائی بنالیا گیا تھا اس وقت) کہ ان چسپیز کو اس وقت شرف انسانی، عزت اور احترام ملا جب مسلمان یہاں کے حاکم بن گئے اور مسلمان حکومت میں ان پر زبردستی نہیں کی نہ مذہب میں نہ ان کی عادات میں، نہ ہن سہن کے طریقے میں۔ انہوں نے کہا ہم ان غاروں میں رہیں گے مسلم حکومت نے کہا ٹھیک ہے وہیں رہو، تم انسان ہو تمہاری بہر حال عزت کی جائے گی، تمہارا احترام کیا جائے گا اور پہلے بھی عیسائی حکومت کے ماتحت اور بعد میں بھی عیسائی حکومت کے ماتحت ان لوگوں کو وہ عزت نہیں ملی جو خدا چاہتا ہے کہ انسان انسان سے سلوک کرے اور جو قرآن کریم میں بیان ہوا کہ آپ میں باہمی پیار اور محبت کے ساتھ اس طرح رہنا چاہیے اس کے مطابق مسلمانوں نے زندگی گزاری اور اس کے مطابق انہوں نے وہاں حکومت بھی کی اور تھوڑے ہوتے ہوئے کثرت پر بھاری ہوئے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں سے کیونکہ ان کے دل خدا تعالیٰ کی بھی ہوئی ہدایت جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے پر تھے، اور فدائی تھے خدا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ان کی ذہنیت یہ تھی کہ **إِفْعَلُ مَا تُؤْمِنُ** (الصَّفَّت: ۱۰۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے صاحبزادے سے یہ پوچھا کہ یہ میں نے خواب دیکھی ہے تو بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟ بڑا عجیب جواب ہے جو انہوں نے دیا یہ نہیں کہا کہ اگر آپ نے خدا تعالیٰ کا نشاء یہ معلوم کیا اپنی رویا میں کہ مجھے ذبح کر دیں تو ذبح کر دیں۔ حضرت اسماعیل نے یہ جواب دیا کہ

إِفْعَلْ مَا تُؤْمِنُ جو بھی خدا تعالیٰ کا حکم ہے وہ کرو۔ **إِفْعَلْ مَا تُؤْمِنُ** انسان کی نیت بتاتا ہے، انسان کا تقویٰ بتاتا ہے، خدا تعالیٰ کے لئے انسان کی محبت بتاتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ حسن اور نور بتاتا ہے۔ **إِفْعَلْ مَا تُؤْمِنُ** وہ ہے جو اسلام ایک مسلمان میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

پھر کچھ عرصے کے بعد بگاڑ پیدا ہوا اور وہ لوگ ہدایت پر اس طرح قائم نہ رہے جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ ہدایت پر قائم رہیں۔ جب تھوڑے تھے اکثریت پر غالب آئے۔ جب بہت ہو گئے تو مقابلہ نہ کر سکے اور ایک شہر کے بعد دوسرا شہر عیساییوں نے فتح کرنا شروع کیا اور اتنا دکھ ہوتا ہے پڑھ کے ان کی تاریخ کو کہ جب عیسائی حملہ کرتے تھے کسی مسلمان شہر پر تو کسی علاقے کے مسلمان نواب صاحب عیساییوں کے ساتھ مل کے اس شہر کو فتح کرنے میں ان کے مدد ہوتے تھے اور وہ عیساییوں کے ہاتھ میں چلا جاتا تھا۔ قرطبه بھی جو آج سے سات سو چوالیں سال پہلے فتح کیا گیا اور عیساییوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اس وقت بھی ایک بہت بڑے علاقے کے مسلم حاکم عیساییوں سے ملے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف انہوں نے قرطبه کے اوپر چڑھائی کی اس لئے تاکہ قرطبه جو مسلمانوں کا علاقہ ہے وہ عیساییوں کے ہاتھ میں چلا جائے۔

قرآن کریم کے سارے احکام ایسے ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ **وَاعْصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَ لَا تَفَرَّقُوا وَ اذْكُرُ وَ انِعَمْتَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا** (آل عمران: ۱۰۳) اس حکم کو توڑ دیا۔ خدا نے بھائی بھائی بنایا تھا۔ خدا نے اس اخوت کو، اس اتحاد روحاںی اور جسمانی کو اپنی نعمت قرار دیا تھا اور حکم یہ تھا کہ یہ خدا کی رسی ہے اسے مضبوطی سے پکڑو، گرفت جو ہے وہ ڈھیلی نہ ہو جائے اس پر۔ اس حکم کو نہیں مانا اور بھی کئی حکم نہیں مانے ہوں گے لیکن یہ تو نمایاں طور پر تاریخ ہمارے سامنے رکھتی ہے کہ اس حکم کو نہیں مانا اور ایک ایک کر کے علاقے اور صوبے مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلتے رہے اور عیساییوں کے قبضے میں جاتے رہے حالانکہ خود قرآن کریم میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا** اے خدا ہدایت دینا بھی تیرا کام ہے وہ مل گئی ہمیں۔ اے خدا!

ہدایت پر قائم رکھنا بھی تیرا کام ہے۔ ہم عاجز اُنہ تیرے حضور جھکتے اور دعا کرتے ہیں کہ ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں میں کوئی کبھی نہ پیدا ہو جائے۔ ہمارے دلوں کی حفاظت کر شیطان کے حملوں سے شیطان کا وار ہم پر کامیاب نہ ہو۔

اس دعا کو جماعت احمد یہ بڑی کثرت سے پڑھے۔ ہمارا یہ فرض ہے کیونکہ جو کام اس وقت ہونے والا ہے اس دنیا میں اور جو جماعت احمد یہ کے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نسل کا کام نہیں۔ ایک صدی تو قریباً گزر گئی چند سال باقی رہ گئے، کی نسلیں آئیں اور گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، انہیں ثابت قدم عطا کیا، ہدایت پر قائم رہے، قربانیاں دیتے رہے، قربانیوں میں آگے بڑھتے رہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کرتے رہے۔ اب ہم ہیں، ہمیں ہر وقت فکر رہنی چاہیئے، ایک تو اپنے متعلق کہ خدا تعالیٰ ہمیں ٹھوکر سے بچائے۔ ہمیں دوسروں کے لئے فتنہ بھی نہ بنائے۔ اس سے بھی ہمیں بچائے۔ ہماری نسلوں کو بھی اس ارفع اور اعلیٰ مقام قرب پر قائم رکھے کہ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی دینی اور دنیوی نعماء انسان کو ملتی ہیں۔ **رَبَّنَا لَا تُنْزِعُ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْهَدَيْنَا وَهُبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً**
إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَابُ کثرت سے پڑھیں اور چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزاریں اور کم عمر نسل کی تربیت چھوٹی عمر سے ہی شروع کر دیں۔

تربیت پر پورا ذور خرچ کریں۔ مادی تدبیر بھی اختیار کریں اور دعاوں کے ساتھ بھی کام لیں کہ دعا سب سے بڑی تدبیر ہے دنیا میں بڑا گند پھیلا ہوا ہے۔ یہ گند بڑا دلتنہد ہے۔ بڑا مہنبد کھلاتا ہے۔ اس کی نقل کرنا فخر سمجھا جاتا ہے۔ یہ جو کیفیت ہے یہ مطالبة کرتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں اور کوشش کریں، انتہائی طور پر تدبیر اور دعا کے ساتھ کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان ذمہ داریوں کو اسی طرح بثاشت کے ساتھ اور ہمت کے ساتھ اور ایثار کے ساتھ اور قربانی کے ساتھ ادا کرتی چلی جائیں جس طرح آج اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کر رہا ہے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)



اشارہ

مرتبہ : مکرم حبیب الرحمن زیر وی صاحب	
<hr/>	
(۱) آیات قرآنیہ.....	۳
(۲) احادیث	۱۱
(۳) الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام.....	۱۲
(۴) مضامین.....	۱۳
(۵) اسماء.....	۳۹
(۶) مقامات.....	۵۶
(۷) کتابیات.....	۶۰



آيات قرآنیہ

		الفاتحة
١٠٥	وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادِ (٢٠٦)	الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (٢)
٢٨٥، ٨٣	وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنِ دِينِهِ (٢١٨)	إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (٦)
	وَلَا تَجْحُدُوا إِلَيْتِ اللَّهِ هُنُّوا	
٨٠، ٧٩، ٧٧، ٧٥، ٧٣	(٢٣٢)	البقرة
٣٠٣	أَفَرَغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَتْ ٢٥١	ابْنِي وَاسْتَخْبِرْ (٣٥)
	وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ	إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ (١٢٠)
٥٨٣، ٥٤٩	(٢٥٢)	أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (١٣٢)
	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ	فَلَا تَخْشُوْهُمْ وَاخْشُوْنِي (١٥١)
١١٥، ١٥	(٢٥٨، ٢٥٧)	يَسِّيَّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (١٥٣)
١٠	وَلِكُنَّ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (٢٧٣)	يَسِّيَّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كِتَابَ
	لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُسُلِهِ	عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (١٨٨ تا ١٨٢)
٣٨١، ٥٣	(٢٨٦)	وَإِذَا سَالَكَ عِبَادِيْ عَيْنِي فَانِي قَرِيبٌ
	آل عمران	(١٨٧)
	رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اذْهَدْنَا	لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ
٢٨١، ٢٧٩، ٢٥٢، ٢٣٩، ٣٠١	(٩)	(١٨٩)
٢٣١، ٢٣٠، ٢٣٢، ٢٣٥، ٢٨٣		وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ القَتْلِ (١٩٢)
٢٢، ١٦	فَإِنْ حَاجُوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ (٢١)	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (١٩٦)
١٢٦، ٢٥	أُوتُوا نِصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ (٢٢)	فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ (٢٠١)
٢٥٠، ٢٣٠	قُلْ اللَّهُمَّ مِلِكَ الْمُلُكِ (٢٧)	فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا
٣٣، ٣٢	قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي ... (٣٣، ٣٢)	(٢٠٢ تا ٢٠١)
٢٩٧، ٢٧٦، ٥٩٢، ٣٨٢، ٢٣٠، ١٦٦، ٥٨		رَبَّنَا اتَّنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي
٣٦٣	إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (٣٨)	الْآخِرَةِ حَسَنَةً (٢٠٢)

<p>الأنعام</p> <p>٣٨٣ إِنَّ اللَّهَ لَا يَعْفُرُ أَنْ يُشْرِكَ (٥٠،٣٩)</p> <p>٣٧٩ تُؤْذِنُوا الْأَمْنَاتِ إِلَى أَهْلِهَا (٥٩)</p> <p>٣٦٨ وَلَا تَكُنُ لِّلْخَائِيْنَ خَصِيْمًا (١٠٦)</p> <p>..... وَ مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًَ أَوْ يُظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ (١١٣ تا١١١)</p> <p>٥٥،٥٣ وَعَلِمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ (١١٢)</p> <p>٣٧٧ فَلَا تَتَبَعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدُلُوا (١٣٦)</p> <p>٢٦٠،٥٢٧،٣٢١ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيْعًا (١٢٠)</p> <p>..... إِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ (١٣٦)</p> <p>٨٣ (١٣٦)</p>	<p>النّسّاء</p> <p>تعالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ (٢٥)</p> <p>٦٩١ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا (٤٥) (٦٩٣)</p> <p>٣٣٩ حَنِيفًا مُسْلِمًا (٢٨)</p> <p>٣٨٣ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرِئُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ (٧٨)</p> <p>٣٥٢ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ (٩٧)</p> <p>٣٥٢ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ امِنًا (٩٨)</p> <p>..... وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيْعًا (١٠٣)</p> <p>٧٣٠ تِلْكَ اِيْتُ اللَّهِ نَتَلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (١٠٩)</p> <p>٣٣٢ كُنْتُمْ خَيْرًا مِنْ أَخْرِجْتُ لِلنَّاسِ (١١١)</p> <p>٣٥٠،٢١٨،١٧٠،١٢٩،١٢٧،١٢٦ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أَعِدْتُ لِلْكُفَّارِينَ (١٣٢)</p> <p>٣١٩ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ (١٣٠ تا١٣٢)</p> <p>٢٩٩،٢٠٢،٢٠٥،٢٠٣ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (١٩١)</p> <p>٦١٦،١٠٧ يَذُكُّرُونَ اللَّهَ قِيمًا وَقُعُودًا (١٩٢)</p> <p>٧١٣،٣١٣،٣٩٩،٣٥٥ رَبَّنَا وَ اتَّنَا مَا وَعَدْنَا عَلَى رُسُلِكَ (١٩٥)</p> <p>٣٠٢،٣٠٠ يَأْيَهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي (٢)</p> <p>٦٣٣ وَإِنْ يَمْسِسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ (١٨) (١٢٩)</p> <p>٥٢٩ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحْقِّفَ عَنْكُمْ (٢٩)</p>
---	--

<p>٢٠٣ إِنَّا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ.....(١٨٩)</p> <h3 style="text-align: center;">الأنفال</h3> <p>٢٠٢ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحِبِّيكُمْ(٢٥) يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ.....</p> <p>٣٦٨ (٢٨)</p> <p>٢٦٨ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَانِثِينَ (٥٩) وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا (٧٥)</p> <h3 style="text-align: center;">التوبة</h3> <p>٤٢٥ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ(١٨) أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجَّ وَعِمَارَةَ (١٩)</p> <p>٣٥١ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا..... (٢٠) يُشَرِّهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ..... (٢١)</p> <p>٣٧٢، ٣٧٠، ٣٦٩، ٥٢٠ (٣٣) وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عَدُوَّ اللَّهِ عُدَّةٌ</p> <p>٧٣٠، ٧٢٩، ٣٦٠ (٣٤) وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفْقَتُهُمْ (٥٢)</p> <p>٢١١ أُولَئِكَ سَيِّرَ حُمُمُ اللَّهِ (١٧)</p> <p>٣٠٥ وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (٧٢)</p> <p>٦٢٥ لَمْسِجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى (١٠٨) لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ.....</p> <p>٣٠، ٢٩ (١٢٨)</p> <h3 style="text-align: center;">يونس</h3> <p>٣٨١ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ (٣)</p>	<p>٥٣٠ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِه (١٩)</p> <p>٥٩٦ إِنَّ أَتَبْعِي إِلَّا مَا يُوْحَى إِلَيَّ (٥١)</p> <p>٣٣٣ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ (٥٩)</p> <p>٢٧ نُصَرَّفُ الْأَيَّتِ (٦٦) وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمَكَ وَهُوَ الْحَقُّ.....</p> <p>١١، ٢ (٦٧)</p> <p>٣٠٣ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (١٠٢)</p> <p>٣٥٥ خَالِقُ كُلَّ شَيْءٍ (١٠٣) وَمَا آنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ (١٠٥)</p> <p>١١ إِتَّبَعْ مَا أُوحَى إِلَيْكَ مِنْ (١٠٧)</p> <p>١١ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا..... (١٠٨) لَا تَسْبِبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (١٠٩)</p> <p>٣٧٣، ١٩١، ٣١ (١٠٩)</p> <p>١٧٣ مَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ (١٣٥)</p> <p>٣٧٦ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا..... (١٥٣) لَا تَنْزِرُ وَازِرَةً وَرِزْرِ أَخْرَى (١٦٥)</p> <h3 style="text-align: center;">الأعراف</h3> <p>٣٠١ لَا تَجْعَلُنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (٣٨)</p> <p>٣٠٥ وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا (٥٧) رَحْمَتِي وَسَعَتْ كُلَّ شَيْءٍ</p> <p>٣٨٣، ١٧٠، ١٦٥، ٤٠ (١٥٧)</p> <p>٣٦٧، ٣٥٣، ٢٤٩، ٢٤٢ (١٥٩) فُلْ يَا يَهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ</p>
---	---

<p>ابراهيم</p> <p>وَإِنْ مَا نُرِينَكَ بَعْضَ الَّذِي.....(٣١) ٢٣</p> <p>فَاجْعَلْ أَفْيَدَهُ مِنَ النَّاسِ تَهُوِي إِلَيْهِمْ (٣٨) ٣٠٢</p> <p>رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ.....(٣١) ٣٠٣</p> <p>النحل</p> <p>هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ.....(٧٧) ٣٧٦</p> <p>يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِرُونَ.....(٥١) ٢٧</p> <p>فِيهِ شَفَاءٌ لِلنَّاسِ (٧٠) ٣١٦</p> <p>وَاللَّهُ فَضَلَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (٧٢) ٢٣٧</p> <p>وَرَزَقْكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ.....(٧٣) ٢٣١</p> <p>الْحَمْدُ لِلَّهِ بِلْ أَكْثَرُهُمْ (٧٤) ٢٣٣</p> <p>يُتْمِّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (٨٢) ٢٣٣</p> <p>فَإِنْ تَوَلُوا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبُلْغُ (٨٣) ٢١</p> <p>بني اسرائيل</p> <p>إِنْ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلْتَّيْ (١٠، ١١) ٧٢٣</p> <p>نُمْدُ هَوْلَاءَ وَهَوْلَاءَ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ.....</p> <p>(٢١) ٢٦٥</p> <p>وَقَضَى رَبُّكَ لَا تَبْدُوا آلَاءِكُمْ (٢١، ٢٥، ٢٢) ٢٧١</p> <p>رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ (٢٦) ٢١٢</p> <p>رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ.....(٥٥) ١٢</p> <p>وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.....</p> <p>(٥٦) ٥٣، ٥٣</p>	<p>عددة السنين والحساب (٢)</p> <p>إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا.....</p> <p>(١١٨) ٥٣١</p> <p>وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا يَبْتَدِي.....</p> <p>(١٧، ١٢) ٥٢٥، ٣٢٣، ٢٢٦</p> <p>وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَامَنَ.....(١٠٠) ١٢٠</p> <p>هد</p> <p>إِنِّي تَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ.....</p> <p>(٥٧) ٢٢٣، ٢٢٢، ٢٢١</p> <p>فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ.....</p> <p>(١١٣) ٥١٣</p> <p>وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا.....</p> <p>(١١٢) ٥١٢، ٥١٣</p> <p>يوسف</p> <p>وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْحَائِنِينَ.....</p> <p>(٥٣) ٣٢٨</p> <p>لَا تُشَرِّبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.....(٩٣) ٦٢، ٢٧</p> <p>وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ.....</p> <p>(١٠٨، ١٠٧) ٧٠٣، ٧٠٢، ٦٨٦، ٦٧٩، ٣٨٥</p> <p>الرّعد</p> <p>وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ.....</p> <p>(٢٣) ٣٣٢، ٢٢٣</p> <p>فِعْمَ عَقْبَى الدَّارِ (٢٥) ٢٢٥</p> <p>لَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُ الْقُلُوبُ (٢٩) ٧٠٧</p>
---	---

<p>أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَاتِي الْأَرْضَ ٢٩٢، ٢٧١، ٣٩٢ (٣٥)</p> <p>قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيٍ(٢٦) إِنَّ الَّذِينَ سَبَقُتْ لَهُمْ(١٠٢) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ٤٣٥، ٢٤٢ (١٠٨)</p> <p>الحج</p> <p>وَلَكُنْ يَنَّالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (٣٨) ٧٠٥</p> <p>مَسِيْدِ يُذْكُرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (٢١) ٢٣٥</p> <p>النور</p> <p>قُلْ اطِّبِعُوا اللَّهَ وَ اطِّبِعُوا الرَّسُولَ(٥٥) ٢١(٥٥)</p> <p>يَا يَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَبَعُوا(٢٢) ٣٨٥</p> <p>اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ ٧١٥، ٥٢٢، ٣٩٧، ٣٣٠، ٢٣٠، ٢٢٢، ١٣٥ (٣٦)</p> <p>الفرقان</p> <p>فَقَدْ جَاءُ وَ اُظْلِمَ وَ زُورًا (٥) ٣٢٢</p> <p>لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبورًا وَ حِدًا (١٥) ٣٠٦</p> <p>يُرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَدُوا هَذَا الْقُرْآنَ (٣١)</p> <p>٤٠٠، ٥٦٧</p> <p>أَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اللَّهَ هَوْبَةً (٢٢) ١٢، ١٣</p> <p>رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَرْوَاحِنَا وَ ذُرِّيْتَنَا فُرَّةً (٧٥)</p> <p>قُلْ مَا يَعْبُوا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ٣١٥، ٣٨٢، ٣٠٠ (٧٨)</p>	<p>وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَ رَهْقَ الْبَاطِلُ ٣٣٢، ٣٠٣ (٨٢)</p> <p>الْكَهْف</p> <p>فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ(٣٠) وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ ٣٣٣ (٥٧)</p> <p>فُلْ هَلْ نُبَيْثُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ٢٨٥ (١٠٣)</p> <p>ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (١٠٥) ٥٢٣</p> <p>فُلْ إِنَّمَا آتَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ٦٩٣، ٦٨١، ٣٢٨، ٢٦٣ (١١)</p> <p>مريم</p> <p>فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلْوَةَ(٢٠) ٣٥١</p> <p>طه</p> <p>مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (٩، ٢١) رَبَّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ٥٩٩</p> <p>فَأُؤْلَئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ (٧٦) ٣٨٧</p> <p>خَلِدِيْنَ فِيهَا وَذِلِكَ جَزَاؤُ (٧) ٣٨٧</p> <p>وَقُلْ رَبِّ زَدْنِيْ عِلْمًا (١١٥) ٥٦٨، ٥٩٨</p> <p>الأنبياء</p> <p>نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ(١٩) ٣٣٣</p> <p>وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (٣١) ٣١٥</p>
--	--

<p>الشّعرا</p> <p>لَعَلَكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ (٣)</p> <p>النّمل</p> <p>أَمْنٌ يُجِيبُ الْمُضْطَرَ إِذَا دَعَاهُ (٤٣) ٣٠٥</p> <p>القصص</p> <p>رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (٢٥) ٦٢٢، ٦٢١، ٦٣٩، ٦٣١</p> <p>العنكبوت</p> <p>وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالدِيهِ حُسْنًا (٩) ٢٧١</p> <p>وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَبْ (١٩) ٢٢</p> <p>وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (٣٦) ٧١٣</p> <p>الروم</p> <p>وَإِذَا مَسَ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنْتَهِينَ إِلَيْهِ (٣٣) ٣٠٣</p> <p>لقمن</p> <p>إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصِّلْحَتِ (١٠، ٩) ٣٠٥</p> <p>وَإِذْقَالَ لَقْمَنَ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعْظُهُ (١٢) ٥١</p> <p>وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالدِيهِ (١٥) ٢٧١</p> <p>آمُّ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ (٢١) ٦٢٩، ٥٨٩، ٣٢١، ٣٢٣</p> <p>الاحزاب</p> <p>لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (٢٢) ٥٩٦، ٦٢</p>	<p>سبا</p> <p>وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافِةً لِلنَّاسِ (٢٩) ٦٣٣، ٣٦٧، ٢٢٢، ٢٠١</p> <p>فاطر</p> <p>مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ (١١) ٢٢٩</p> <p>الصلوة</p> <p>إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا (٧) ٤٠٣</p> <p>إِفْعَلْ مَا تُؤْمِنُ (١٠٣) ٧٣٠، ٧٣٩</p> <p>صـ</p> <p>قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ (٤٦) ٢٧، ٦</p> <p>الزّمر</p> <p>الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ (١٩) ٣٦٣</p> <p>إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَبَ (٣٢) ١٣، ١٢</p> <p>لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ (٥٣) ٦٢٦، ٣٣٣، ٣١٢، ٢٠٧، ٥٨</p> <p>المؤمن</p> <p>إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ (٢٩) ٣٣٣</p> <p>فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ (٥٦) ٣٩٣، ٣٩٣</p> <p>أُذْعُونَيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ (٤١) ٧١٨، ٧١٧، ٣٠٢</p> <p>حَمْ السّجدة</p> <p>إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (٧) ٢٨٠، ٢٧٠</p> <p>إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا (٣١) ٣١١، ٣٠٥</p>
--	---

ـ قـ	الشّورى
نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ (٣٦)	وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ (٧)
الذريـتـ	لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (١٢)
وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومُ ٢٣٩، ٢٢٧، ٢٢٣، ١٣٢ (٢٠)	وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (١٦) وَجَزَّرْأُ سَيِّئَةً سَيِّئَةً مِثْلُهَا ٣٧٥، ٣١٠، ٢٢، ٢١ (٣١)
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْأَنْسَ إِلَّا ٢٥٨، ٢٥٦، ٩٥، ٧٢، ٥٧، ٣٠، ٢٧ (٥٧)	فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ (٣٩)
ـ النـجمـ	الزـخرـفـ
فَلَا تُرْكُوْا أَنْفَسَكُمْ (٣٣)	وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ (٣٨، ٣٧)
وَأَنْ لَيْسَ لِلْأَنْسَ إِلَّا مَاسَعِي (٣٠) ١٠٩	لَقَدْ جِئْنَكُمْ بِالْحَقِّ (٧)
ـ الرـحـمـنـ	الـجـاثـيـةـ
كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانِ (٣٠)	وَسَخَّرَلَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (١٣)
ـ الـوـاقـعـةـ	٢٧٥، ٧١، ٦٩، ٥٧، ٣٧ (٢٠)
لَحْمٍ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ (٢٢)	٢١٢، ٢١٠، ٥٢٤، ٢٩٧، ٢٧٣، ٢٥٩، ١٨٦، ٩٩، ٩٨
ءَأَنْتُمْ تُرْعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الَّذِي رَعَوْنَ ١٠٠، ٩٧ (٢٥)	مـحـمـدـ
ـ الـمـمـتـحـنـةـ	مـثـلـ الـجـنـةـ الـتـيـ وـعـدـ الـمـتـقـونـ (١٢)
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ (٢)	٣٠٥
ـ الصـفـ	الـحـجـراتـ
بُنْيـانـ مـرـصـوصـ (٥)	وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفَسَكُمْ (١٢)
أَرَأَـغـ اللـهـ قـلـوبـهـمـ (٦)	قـالـتـ الـأـعـرـابـ اـمـنـاـ قـلـ لـمـ (١٥)
هـوـالـدـيـ اـرـسـلـ رـسـوـلـهـ (١٠)	٢٠١، ٦٧٩، ٦٥٧
٢٠٩	إـنـمـاـ الـمـوـمـنـوـنـ الـدـيـنـ اـمـنـواـ بـالـلـهـ ٢٠١ (١٢)
٧٣٥	

المدثر	ال الجمعة
٢٠٩ ثيابك فطهرُ(٥)	يُسَيِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ (٢)
٣٨١ النُّزُعَت فَقَالَ إِنَّا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى(٢٥)	٦٧٧ وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (١١) ٧٣ الْتَّغَابُونَ
٣٢٧ البروج وَ هُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شَهُودًا (١١ تا ٨)	٢٢ فَإِيمَنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ (٩) ٢٢ وَ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ يَعْمَلُ (١٠) ٢٢ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَ كَذَّبُوا (١١) ٢٣، ٢٢ وَ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (١٢) وَ اطِّيعُوا اللَّهَ وَ اطِّيعُوا الرَّسُولَ (١٣)
٣٨٢ الاعلى قُدْ أَفْلَحَ مَنْ تَرَكَ (١٥)	٢٢ الْطَّلاق
١٠ فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرُ(٢٢)	وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (٣)
١٥، ١٠ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُضِيِّطٍ (٢٣)	٧٠٣، ٢٨٥ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (١٣)
٣٩٣ العلق بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . إِقْرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ.....(اتا ٢)	٥٨٢ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمِرُونَ (٧) ٦١٨ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ (٩)
٣٩٤ الزلزال إِذَا زُلْزَلَتِ الْأَرْضُ زُلْزَلَهَا (٢ تا ٣)	الْتَّحْرِيْمُ
* * *	الْمَلَك
	٣٣٧ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيَاةَ لِيَنْلُوْكُمْ (٣)
	الْقَلْمَ
	٥٣٦ وَذُو اَلوْتُدِهِنُ فَيُدْهِنُونَ (١٠)

احادیث نبویہ

		لَوْلَكَ لِمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ	۲۲۲، ۷۰۰، ۵
۹۹	جتنے آدمیوں کا کھانا گھر میں کپے اس سے دگنے پیٹ بھرے جاسکتے ہیں	صَلُوا فِي رِحَالِكُمْ	۶۹۲، ۳۸۱، ۳۵۷
۱۳۱	ایک دیہاتی نے کہا میں فرائض پورے کروں گا اور کچھ زائد نہیں کروں گا آپ نے فرمایا دَخَلَ الْجَنَّةَ	اللَّهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَأَ لَكُمْ	۱۹۱
۱۸۳	انسان کا دل خدا تعالیٰ کی انگلیوں میں اس طرح ہے کہ انگلیوں کو ذرا حرکت دیں تو اس کا زاویہ بدلتے ہیں	وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ	۳۰۳
۲۵۰	ایک صحابیؓ کہتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں نکلے مگر رسنے میں ہمیں خوراک کی سخت کی پیش آئی۔ حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا کہ اپنی سواریوں کے بعض اونٹ ذبح کر دیں	مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ	۴۸۹
۲۹۳	رمضان کے مہینہ میں آنحضرت ﷺ کی سخاوت تیز آندھی کی طرح ہوتی تھی	رَضِيَتِ بِاللَّهِ رَبِّاً وَ بِمُحَمَّدِ رَسُولًا	۳۹۱
۳۲۱	مہدی علیہ السلام کو بدعاں سے پاک کریں گے تو دنیا کہے گی نیادِ دین بنالیا ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص اپنے اعمال کے	كُلُّ يَمِينِكَ وَ كُلُّ مِمَّا يَلِيكَ	۵۰۰
۳۳۰	نتیجہ میں جنت میں نہیں جائے گا	إِنَّى لَمْ أُبَعِّثْ لَعَانًا وَ إِنَّمَا يُبَعِّثُ رَحْمَةً	۵۰۶
۳۴۳		لَا يَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَانًا	۵۰۶
۳۴۴		لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِاللَّعَانِ	۵۰۷
۳۴۵		اَحَادِيثُ بِالْمَعْنَى	۵۰۷
۳۴۶		خدا تم پر حرم کرے بوڑھی عورتوں کی طرح کا ایمان لے آؤ	۳۹
۳۴۷		ہاں عائشہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی جنت میں جاؤں گا	۷۰، ۶۸
۳۴۸		اپنی رکابی میں اتنا سالن ڈالو جتنا ختم کرلو بھوک ہو تو کھانا شروع کرو اور ابھی بھوک محسوس کر رہے ہو تو کھانا چھوڑ دو	۹۹

<h2 style="text-align: center;">الہامات</h2> <p style="text-align: center;">(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)</p>	<p>اوٹ پر لعنت بھینے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اوٹ سے سامان اتار دو دوسروں پر لعنت نہ بھیجا کرو جو تو بہ کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ ہر روز ایک نیا مقام جنت میں دیا جائے گا جو شخص کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کافر کہہ گا وہ کافر ہو جائے گا آپ نے فرمایا تیرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو خدا سے مانگ</p>
۵۰۵	نے فرمایا اوٹ سے سامان اتار دو
۵۰۸	دوسروں پر لعنت نہ بھیجا کرو
۵۵۳، ۳۶۳	جو تو بہ کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جس سے گناہ
کُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلِمَ وَتَعْلَمَ۔	سرزد ہی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ ہر روز ایک نیا مقام جنت
۶۱۷، ۵۵۹	میں دیا جائے گا
۶۱۸، ۶۱۷، ۶۱۰	جو شخص کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے کافر کہہ گا وہ کافر ہو جائے گا
۵۹	آپ نے فرمایا تیرے جوتے کا تسمہ ٹوٹ
۱۷۷	جائے تو خدا سے مانگ
الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ	جسے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا



رمضان میں

آیت	آ
قرآن کریم نے دُنیا کی ہر چیز کو آیت قرار دیا ہے	آخری زندگی میں ترقیات کے ایسے دروازے ہیں جو کبھی بند نہیں ہوتے
۷۴ آیات اللہ کو محل استہزانہ بناؤ ۷۵ ۱	۷۲۹ آخری زندگی میں بیماری اور موت نہیں ہوگی ۷۲۹ آداب
۳۸۸ همارے اجتماعات ہنسی اور اخلاقی تربیت کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں ۳۸۸ ہمارے یہ اجتماع دنیوی میلے نہیں احکام	بچوں کے لئے آداب کی چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھنی چاہئیں مجلس کے آداب جس میں امام وقت بیٹھا ہوا ہو وہ آنے چاہئیں
۵ قرآنی احکام خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہیں ۵ اسلام نے سارے احکام جھگڑے مٹانے والے دیئے ہیں ۱۷۲ قرآنی احکام کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارو اسلامی احکام میں کہیں بھی مومن و کافر میں بجیشیت انسان فرق نہیں کیا گیا	۵۰۱ آداب کے اوپر کتابیں لکھیں ۵۰۱ ہزار قسم کے آداب اسلام نے سکھائے ہیں ۵۰۱ آزادی
۲۹۶ اسلام کے احکام شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہیں ۳۹۳ اسلامی احکام انسانی فطرت اور عقل کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں ۳۹۳ احسان	۵ قرآن کریم نہیں آزادی اور مکمل آزادی ضمیر عطای کرتا ہے ۵ آنسو
۳۸۲، ۳۶۸ بجیشیت انسان فرق نہیں کیا گیا کرنے والے ہیں ۳۹۲ اسلامی احکام انسانی فطرت اور عقل کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے والے ہیں ۳۹۲ احسان	۳۵۳ ہمارے پاس وہ آنسو ہیں جو سجدہ گاہ کو ترکر دیتے ہیں ۳۵۹ آنکھ ۳۵۹ آنکھ اس وقت دیکھتی ہے جب خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ روشنی بھی ہو
۳۲۵ احسان میں قوتِ جذب ہے ہمیشہ احسان کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں	۳۹ آوارگی ۳۹ آوارگی ذہنوں کو تباہ کر دیتی ہے

		احمدی
		قرآنی علوم بھی سیکھیں اور خدا تعالیٰ کی
		معرفت حاصل کریں
۲۹۵	استغفار اپنے عیب ڈھونڈو اور خدا سے استغفار اور توہہ کرو	۸۰ کوئی احمدی رات کو بھوکانہ سوئے
۵۰۷	اپنے عیب دیکھو۔ اپنا محاسبہ کرو اور استغفار کرو اور خدا کی پناہ مانگو	۲۵۲،۹۷ ہر احمدی عزم کرے کہ کوئی دوسرا جو ہے وہ رات کو بھوکا نہیں سوئے گا
		ہر احمدی کو ہر روز تضرع کے ساتھ اور عاجزی کے ساتھ دعا کیں کرنی چاہئیں
۳	اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جسے نظر انداز کیا جائے اسلام با اخلاق انسان کو با خدا انسان بنانے کے لئے آیا ہے	۱۰۲ ہر احمدی کا فرض ہے کہ دعا کو اپنی عادت بنائے آپ اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکیں یہ احمدی کا مقام نہیں
۳	اسلام وحشی کو مہذب انسان بنانے کے لئے بنانے کے لئے آیا ہے	۲۳۳ دُنیا کی تاریخ نے دُنیا کو بتا دیا کہ احمدی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں
۳	آیا ہے	۲۳۵ مسکراتے رہو اور خوش رہو اپنے خدا سے ایک فرقان ایک تمیز کرنے والی بات احمدی
۶۷	موسم کے مطابق دین میں اسلام سہوٹیں دیتا ہے اسلام انسانوں میں امن اور سلامتی کے	۳۰۲ مسلمان میں غیر مسلم کو نظر آئے
۱۷۱	حالات پیدا کرنے آیا ہے	۲۲۰ ہر احمدی یہ سمجھے کہ میں کون ہوں؟ اور میری ذمہ داریاں کیا ہیں
۱۷۵	اسلام دشمن طاقتیں بڑی مضبوط اور اثر والی ہیں	۲۲۹ ہر احمدی جو ہے وہ جماعت احمدیہ کا مال ہے اخبار
۱۸۱	هر قسم کی مادی و فوجی طاقت اور دولت اس وقت اسلام دشمن لوگوں کے ہاتھ میں ہے	۲۷۸ اگر اخبار پڑھیں تو ہر شخص کو کسی نہ کسی سے نفرت کرتے پائیں گے
۱۸۵	اسلام امّن، محبت و اخوت اور ادائیگی حقوق کا نامہ ہے ہے	۲۷۸ اخلاق
۱۸۵	اسلام نے ہر فساد کی جڑ اکھیڑ کر پھینک دی اسلام پر عمل کر کے دنیا میں کوئی فساد پیدا ہو ہی نہیں سکتا	۲۹ بچوں کے اخلاق کی نگرانی بھی ضروری ہے
۱۹۱	اسلام کہتا ہے اے انسان میں تجھے آپس میں لڑنے نہیں دوں گا۔ پیار سے زندگی گزارو	۲۶۵ استعداد تو توں اور استعدادوں کی کمال نشوونما کے سامان پیدا کئے جائیں

۳۹۲	اسلام حکمت کا مذہب ہے دلیل بھی ساتھ دیتا ہے	۱۹۳ اسلام شمن کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری الٹھانے والا مذہب ہے
۳۹۶	غلبہ اسلام کے دائرہ سے پین کی قوم باہر نہیں رہے گی	۱۹۳ خدا کرے اسلام کے حُسن اور پیار سے بنی نوع انسان فائدہ الٹھانے لگ جائے
۳۲۳	اسلام یہ کہتا کہ دنیا کی ہر چیز کا صحیح استعمال کرو مریرے پاس آ	۱۹۷ اسلام نے ہر چیز کے حقوق قائم کئے ہیں موسم بہار آ گیا اسلام کے لئے
۳۲۳	اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ میرے پاس آ اسلام یہ کہتا ہے کہ حق بولو اور قول سدید ہو	۲۳۳ اسلام نے غلامی کو یک سر مٹا دیا اسلام میں مسلم اور غیر مسلم، امیر اور غریب،
۵۱۵	اس میں کوئی ایجی چیز نہ ہو تمہارے ازم کے مقابلہ میں اسلام بہتر چیز	۲۶۶ کا لے اور گورے میں کوئی فرق نہیں اسلام انسان کو پیار سے زندگی گزارنے کی
۵۲۰	پیش کرتا ہے اسلام تو مخالفتوں کی گھناونی ظلمت کے	۲۶۶ تعلیم دیتا ہے اسلام نے تمام انسانوں کو ایک مقام پر لاکھڑا کیا
۵۳۸	باوجود اپنی روشنی پھیلاتارہا اسلام نے اپنی حسین تعلیم کے ذریعہ دنیا پر	۲۶۹ اسلام سے باہر نکلنے کا دروازہ اسی طرح کھلا ہے جس طرح اسلام میں داخل ہونے کا
۵۴۰	غالب آنا ہے جهاں جہاں انسانی آبادیاں بستی ہیں وہ ساری	۳۰۱ اسلام پر ہر سورج جو چڑھا وہ برکتیں لے کر نمودار ہوا
۵۵۸	کی ساری اسلام میں داخل ہو جائیں گی غلبہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم	۳۲۱ اسلام اور آنحضرتؐ کا حسن اور نور ساری دنیا میں پھیلانے کی ذمہ داری آپ پر ہے
۵۵۸	کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہوں گے اسلام نے ہر قوت اور استعداد کو اس کے	۳۳۶ قریش مکہ نے اسلام کی مخالفت کو اپنی انہتا تک پہنچا دیا
۵۸۲	کمال نشوونما تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے اسلام نے نہ صرف عورتوں کو مردوں کے	۳۴۰ یہود اور نصاری اسلام کی مخالفت میں سب سے آگے نکل گئے
۶۳۱	پوری پوری ضمانت دی ہے یورپ کا اعتراض کہ اسلام نے عورت کے	۳۴۰ اسلام نے کسی کی جان لینے سے زیادہ اس کو اہمیت دی ہے کہ زندگی اجیرن کر دینا
۶۳۱	حقوق قائم نہیں کئے یہ مردوں کا مذہب ہے	۳۹۳ اسلام دین حکمت ہے

		اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے
	۶۳۲	اسلام عورتوں کے حقوق کی ضمانت دے کر انہیں آسمان کی رفتار میں لے جانا چاہتا ہے
۱۸۰		دینی چاپیتے خوش ہوا رخوٹی سے اچھلوکہ غلبہ اسلام کا موسم آگیا
۲۳۳		غلبہ اسلام کے دائرہ سے پسین کی قوم باہر نہیں رہے گی
۳۹۶		اسلام نے اپنی حسین تعلیم کے ذریعہ دنیا پر غالب آنا ہے
۵۴۰		غلبہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی گزار رہے ہوں گے
۵۵۸		اسلامی تعلیم اسلامی تعلیم ہماری زندگی کے ہر پہلو میں حسن پیدا کرنے والی ہے
۹۸		اسلامی تعلیم انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے
۹۸		اسلام کی تعلیم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو ظالمانہ ہو یا کسی کے حقوق تلف کرنے والا ہو
۳۲۲		اسلامی تعلیم میں جھوٹ فریب، دھوکا اور کذب کی کوئی آمیزش نہیں
۳۲۲		اسلامی تعلیم غیر انسانی مخلوق کے حقوق کی حفاظت کے سامان بھی پیدا کرتی ہے
۳۶۷		اسلامی تعلیم امن، آشتی اور سلامتی کی فضا پیدا کرتی ہے
۳۶۷		اسلامی تعلیم درخت وجود انسانی کی ہرشاخ کی پرورش کرتی ہے
۴۰۷		اسلام نے مردوں اور عورتوں میں حقیقی مساوات قائم کی ہے
۶۳۲		یورپ کے اسلام پر عورت کے حقوق کے بارہ میں اعتراضات عقلائی مذہبی اور اخلاقی سراسراً واجب ہیں
۶۳۲		اسلام نے بیوی کو اپنی ذاتی ملکیت کے بارہ میں مکمل طور پر آزاد رکھا ہے
۶۳۳		اسلام مردوں اور عورتوں دونوں کو عزت اور احترام کا مقام دلانا چاہتا ہے
۶۳۳		ہمیں اپنے اسلام کے بارہ میں کسی سند کی ضرورت نہیں
۶۳۱		اپنی زندگیوں میں اسلام کا اعلیٰ نمونہ دکھاؤ یورپ کی حرکت بھی اسلام کی طرف ہو رہی ہے
۶۳۲		وہ لوگ جو دلوں کا حال نہیں جانتے ان کو کیسے اجازت مل گئی کہ کسی اور کو دائرة اسلام سے خارج کریں
۶۲۲		وہ کسی کو خدا تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا کہ آئندہ سو سال میں اسلام ساری دنیا میں
۶۲۲		اسلام-غلبہ آئے گا
۶۹۰		اسلام کو دائرة اسلام سے خارج کرے آئندہ سو سال میں اسلام ساری دنیا میں
۶۸۶		اسلام کو خدا تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا کہ
۶۷۷		اسلام کو غالب کرنے کے وعدے ضرور پورے ہوں گے
۱۷۹		غائب آجائے گا

		احمدی احباب اپنی زندگیوں میں اسلامی تعلیم کا نمونہ پیش کریں
۵	انسانی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا ہے	۶۳۵ ۱۷۵، ۱۷۳
۱۲	تمہارا رب تمہیں سب سے زیادہ جانتا ہے	اشتراکیت اطاعت
۳۳	خدا تعالیٰ ہر دو جہاں کام لکھ رہا ہے	اطاعت حقیقی کی بنیاد اخلاص پر ہے
۳۷	خدا کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں	خلاص اطاعت موعودہ جزا کی بشارت دیتی ہے
۳۵	اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اسی پر ہمارا توکل ہے	اطاعت حقیقی جسے نہیں کروائی جا سکتی کامل فرمانبرداری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو
۵۲	بچوں کو ہم نے خدا اور محمد ﷺ کے لئے تیار کرنا ہے اور ضائع نہیں ہونے دینا	اطفال الاحمدیہ ہر جماعت انتظام کرے کے اطفال الاحمدیہ کو روزانہ کم از کم آدھ سیر دو دھملے
۷۳	خدا تعالیٰ کے قولی جلوے قرآن کریم میں ظاہر ہوئے	ہمارے احمدی طفیل کا ایک ذہن بھی تباہ نہیں ہونا چاہیے
۷۴	خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز کے اندر بے شمار خاصیتیں پائی جاتی ہیں	ان میں یہ احساس پیدا ہو کہ ہم احمدی بچے با اخلاق بچے ہیں
۸۱	خدا جب پیار کرتا ہے پسی خواہیں بھی دکھاتا ہے کبھی اللہ تعالیٰ تنگی سے بھی اپنے بندوں کو آزماتا ہے	ہر احمدی طفیل اللہ کا بندہ ہے شرک نہیں کرے گا سات سال کے بچے کو میر محمد اسماعیل صاحب والی نظم سکھادینی چاہیے
۹۸	اللہ تعالیٰ نے ہر دو جہاں کی ہرشے کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے	بچوں کو اسلامی آداب سکھائیں
۱۱۳	جسمانی و قلبی اور روحانی لحاظ سے خدا کے ہوجاؤ اسے تمہاری حاجت نہیں تمہیں خدا کی حاجت ہے	ہم نے بچے کو خدا اور محمد ﷺ کے لئے تیار کرنا ہے اور ضائع نہیں ہونے دینا
۱۱۴	کسی کو حق نہیں پہنچا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی بات منوائے	ہمارے بچوں پر عظیم ذمہ داریاں پڑنے والی ہیں یہ ضروری ہے کہ کسی بچے کو ضائع نہ ہونے دیا جائے
۱۳۰	ہو سلتا ہے کہ ساری نیکیاں کرنے کے باوجود تم خدا تعالیٰ کے دربار سے دھنکار دینے جاؤ	بچوں کو السلام علیکم کہنے کی عادت ڈالیں

اللہ تعالیٰ کے دامن کو سارا سال ہی ہائے رہنا چھوڑ نامت	اگر کروڑ دفعہ غلطی ہوا اور کروڑ دفعہ ندامت کے جذبات تو کروڑ دفعہ کا
اللہ تمام جہانوں پر کسی قسم کا ظلم نہیں چاہتا خلوص اور نیک نیتی اور ایثار سے اللہ تعالیٰ	دروازہ کھولا جائے گا اے خدا! جو روحانی مردے ہیں ان کو زندہ کر
سے پیار اور محبت مانگو یہ ہونیں سکتا کہ تم خدا کے ہو جاؤ اور وہ تمہیں	خدا تعالیٰ کی قدر تین غیر محدود اور انسان کا علم محدود ہے
لا اوارث چھوڑ دے اگر آپ خدا کے ہو جائیں تو آپ کی ہر پاکار	خدا کی قدرتوں کے جلوے اپنی شان اور سعتوں کے ساتھ ہمارے سامنے Unfold ہوتے ہیں
سننے کے لئے خدا تیار ہے ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو	اللہ تعالیٰ بندوں کے اخلاص پر نگاہ رکھتا ہے نوع انسانی کے دل جیت کر خدا نے واحد و یگانہ
ہر برائی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش کرو	کے جھنڈے تلے جمع کر دیں
جو اللہ تعالیٰ سے منہ موڑتا ہے وہ منتبر اور ذریت شیطان ہے	اللہ تعالیٰ ہمارا معبود، محبوب اور ہمارا مطلوب ہے
تمہارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہونہ کہ سفارشوں، رشوتوں اور لوٹ مار پر	اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو چھوٹی سی زندگی غیر محدود اనعامات کا اوارث نہ بناتی
اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے مثل ہستی ہے ہر چیز جو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے نکلی	سوائے خدا کے کسی کی خیست ہمارے دل میں نہیں
وہ باطل نہیں اے خدا ہماری زندگی کبھی بھی تلغیہ نہ ہو	خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز کو اپنا خادم بنا کے اس سے خدمت لے سکتے ہو
اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ہر دو چہنم کی حفاظت مقدار کرے	اے خدا! ہمیں توفیق دے کہ ہم بے قابو ہو کر تیری نار اضکلی مول لینے والے نہ بن جائیں
اللہ تعالیٰ ہر دو چہنمیں ہمارے نصیب میں کرے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص اور کمزوری سے مبرّا ہے	نفسانی خواہشات کے حصول میں اللہ تعالیٰ کو نظر انداز نہ کر دینا
اللہ تعالیٰ تمام حقیقی تعریفوں کا مستحق ہے	ہر چیز جس کی انسان کو ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سمیل سکتی ہے غیر اللہ سے نہیں

	آیک پتہ بھی خدا تعالیٰ کی مرضی کے بغیر	
۵۵۰	درخت سے نہیں گرتا	۳۳۱
	ہر ممکن اور ناممکن چیز اللہ تعالیٰ سے مانگو	۳۳۲
۵۵۰	ہمارا خدا عظیم بشارتیں دینے والا ہے	۳۳۳
۵۵۰	خیر اور بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے	۳۶۶
	اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی بنیاد ہے اسی پر تمام	
۵۸۲	علوم کی عمارت تعمیر ہوئی ہے	۳۹۷
	اللہ تعالیٰ کا منصوبہ اسلام کو طاقت کے ساتھ	
۵۹۹	نہیں بلکہ محبت اور پیار کے ساتھ غالب	۵۲۰
	کرنے کا ہے	
۶۱۶	اللہ تعالیٰ نور ہی نور ہے تمام جہانوں کے لئے	۵۲۲
	خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب اور	
۶۳۶	متصرف بالارادہ ہے	۵۳۰
	بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنی	
۶۵۷	عظیم ہستی اس کو کیا ضرورت کہ لوگوں سے	۵۳۲
	ذاتی محبت کا تعلق رکھے	
۶۶۵	جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول سے بے رغبتی	
۶۶۷	برتتے ہیں ان کی ساری کی ساری زندگی	
	اس گندی دنیا، بے وفادنیا کے لئے ہے	
۶۹۸	خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بطور مدداور	
	نصرت کے آسمانی نشانات نازل کرتا ہے	
۷۲۰	خدا تعالیٰ کے پیار سے اپنی روح میں جلا	۵۳۳
	پیدا کرو	
۷۳۱	آمید کا حقیقی مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھو	۵۳۴
	اللہ تعالیٰ فضل کرتا، دعا کو قبول کرتا اور تدبیر میں	
۳۵	اپنی رحمت سے کامیابی کے سامان پیدا کرتا ہے	۵۳۸

۳۳۵	خدا تعالیٰ مالک ہے متصرف بالارادہ ہے تم خدا تعالیٰ کو رازق بھی سمجھتے ہو، رشوت دینے کے لئے بھی تیار ہو جاتے ہو	جو چیزیں خدا تعالیٰ نے پیدا کیں ان کا شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں خدا تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے
۳۵۰	جو چیز اللہ تعالیٰ کے دست قدرت سے پیدا ہوتی ہے اس کی غیر محدود صفات ہیں خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی	۳۷ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرو ۳ اپنی صفات پر صفات باری تعالیٰ کا رنگ چڑھاؤ ۷۶
۳۶۸	معرفت حاصل کرو وہی نور ہے اس سے باہر ساری ظلمات اور	۶۰ بڑا دیا لو ہے ہمارا رب خدا تعالیٰ کی صفت الغفور، الرحيم ازلى ابدی
۳۸۳	اندھیرے ہیں خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کی اجراء داری نہیں	۹۸ صفت ہے رحمانیت کے جلوے ہر مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں ۱۳۲
۵۳۳	کوہ کسی اور پر اپنارحم ہی نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی عظمتوں والی ہے بڑا	۱۶۵ خدا تعالیٰ کی ربویت نے انسان اور غیر انسان میں فرق نہیں کیا
۵۵۹	جلال ہے بڑا حسن ہے اس میں خدا تعالیٰ کے دست قدرت سے جو چیز نکلی	۱۶۸ خدا تعالیٰ کی ربویت نے موحد اور مشرک میں فرق نہیں کیا
۷۱۵	اس کے اندر غیر محدود صفات پائی جاتی ہیں جورِ حُنْ خدا کے ذکر سے منہ موڑ لیتا ہے خدا تعالیٰ	۱۶۸ خدا تعالیٰ کی ربویت نے مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کیا
۷۱۶	شیطان سے اس کا تعلق پیدا کر دیتا ہے	۱۶۸ خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی صفات اور صلاحیتوں پر چڑھاؤ
۷۲۰	امت مسلمه دنیا میں اگر ایک شخص مالی تنگی میں ہے تو	۲۲۱ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنی صفات اور صلاحیتوں پر چڑھا سکتا ہے
۱۳۲	امت مسلمه اس کی ذمہ دار ہے ساری امت کا فرض ہے کہ سائل اور محروم	۲۲۱ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت انسان کو ابدی نعمتوں کا وارث بنادیتی ہے
۱۳۳	کی ضرورت اور حاجت کو پورا کرے ہر انسان کی بھلائی کی ذمہ داری اُمّت مسلمه	۲۲۲ اللہ بڑا دیا لو ہے اور اسے کسی کی احتیاج نہیں
۱۶۶	پر ہے امت مسلمه کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام	۳۱۳ اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ حسنے سے متصف ہے
۳۰۲	کے حسن کو دنیا میں پھیلانے والے ہوں	۳۲۸ اللہ تعالیٰ طاقت اور عزت کا سرچشمہ ہے ۳۲۹

	امراء اصلاح
۱۳۰ وہ ان کا غلط استعمال بھی کر سکتا ہے	۳۲۸ امراء اصلاح ذمہ دار ہیں کہ انصار اللہ کے
۱۳۰ انسان متبدن نوع بنایا گیا ہے	اجماع میں ہر جماعت سے نمائندہ ضرور شامل ہو
۱۳۱ اللہ تعالیٰ نے انسان میں مختلف الاقسام طبائع پیدا کی ہیں	۳۲۸ امراء اصلاح ذمہ دار ہیں کہ ہر جماعت سے خدام الاحمدیہ کے اجماع میں نمائندہ آئے
۱۳۱ اللہ تعالیٰ نے انسان انسان کی قوتوں اور استعدادوں میں فرق پیدا کیا ہے	۳۲۸ انا نیت
۱۷۹ عرب کے وحشی خدار سیدہ انسان با اخلاق انسان بن گئے	انسان خدا سے دور ہو کر انا نیت کا چولہ اوڑھتا ہے
۱۹۸ انسان جن مسائل کو اپنی عقل سے حل نہیں کر سکا	۳۸۱ انجیاء کو لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنے کی طاقت حاصل نہیں ہوتی
۲۳۷ انہیں عظیم شریعت کی روشنی میں حل کرے ہر ایک انسان کو متوازن غذا میسر آفی چاہیے	۹۳ انجیاء بطور معلم کے بھیجے جاتے ہیں دروغہ کے نہیں
۲۵۶ یہ اس کا حق ہے انسان انسان سے چالا کیاں بھی کرتا ہے۔ خدا	۹۳ انسان
۲۵۸ کرے کہ ہم چالا کی کرنے والے نہ ہوں عالمین میں صرف انسان نہیں بلکہ ہر غیر انسان	۳۷ انسان کو کائنات کی ہر چیز سے خدمت لینے کی صلاحیت اور طاقت دی گئی ہے
۲۶۲ انسان نے انسان سے پیار کرنا ابھی تک نہیں سیکھا	۳۸ ہر دو جہان کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہے
۲۶۲ زمیں و آسمان کی ہر شے بلا استثناء ہر انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے	۳۸ کھانے کے لحاظ سے ۱۸ سال کی عمر تک
۲۶۵ آج کے انسانوں کو پہلی نسلوں سے زیادہ اسلام کی ضرورت ہے	۹۷ انسان بچہ ہے
۲۶۷	اچھی یا بری کھیتیاں اگانا انسان کا کام نہیں
۲۶۷	اللہ تعالیٰ کا کام ہے
۲۶۷	ضعیف انسان اپنے اعمال سے خدا تعالیٰ کو ثواب دینے اور پیار کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا
۲۶۷	۱۳۰

۵۱۷	آج انسان کو خدا تعالیٰ کی رحمت کے سوا کوئی بچانہیں سکتا	۲۷۰	کسی چیز کو بھی کسی خاص انسان یا انسانوں کے کسی خاص گروہ کے لئے پیدا نہیں کیا گیا
۵۵۰	ایک لمحہ کے لئے بھی خدائی قہر جو ہے انسان برداشت نہیں کر سکتا مباعر صہ تو علیحدہ رہا	۲۹۷	اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بے شمار قوتیں اور استعدادوں میں عطا کی ہیں
۶۰۸	بیماری انسان اپنی غفلت سے پیدا کرتا ہے اور شفاء خدا تعالیٰ دیتا ہے	۳۲۱	خوبیتیں تو انسان خود سمیٹتا ہے ہے خدا نے تو برکتیں ہی برکتیں دی ہیں
۶۲۲	انسان کوئی عمل کرتا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ عمل مقبول ہو	۳۲۴	انسان کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ وہ دنیا کی ہر شے سے خدمت لے سکتا ہے
۶۹۱	زمانہ آگیا ہے کہ نوع انسانی کے سب افراد ایک قوم کی طرح ہو جائیں	۳۲۰	ہر انسان اشرف الخلوقات کا ایک فرد اور خدا کی نگاہ میں بڑا معزز ہے
۳۲۹، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۲، ۵۲	النصار اللہ	۳۷۱	ہر انسان کو عزت ملنی چاہیے ہمارت کا سلوک
۳۱۶، ۳۱۱، ۳۰۹، ۳۰۳، ۳۱۲، ۳۵۹		۳۷۱	نہیں کرنا اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا
۷۲۳، ۷۱۰، ۷۰۹، ۶۸۹، ۶۷۹، ۵۷۵، ۵۷۳		۳۷۱	ہر شخص کو اس کی اہمیت کے مطابق اس کا حق ملنا چاہیے
۳۳۵	آپ کا اصل کام تربیت ہے اس کی طرف پوری توجہ کرو	۳۷۱	انسان خدا سے دور ہو کر ہی انا نیت کا چولہ اوڑھتا ہے
۳۳۶	النصار اللہ کے لئے ذمہ داری "دعا اور تربیت" پہلو بہ پہلو چلتے ہیں	۳۸۷	انسان محض اپنی طاقت سے انسانی حملہ سے نہیں بچ سکتا
۳۳۷	کبر و غرور نہیں بلکہ "خدمت" اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ تربیت کی توفیق پاوے	۳۹۸	روحانی بیماریاں انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور لے جاتی ہیں
۳۳۸	النصار اللہ کے اجتماع میں پاکستان کی تمام جماعتیں شمولیت اختیار کریں	۴۲۲	ہر فرد بشر جو دنیا میں پیدا ہوا ہر دوسرے فرد بشر سے مختلف ہے
۴۵۹	انقلاب افریقین ملکوں میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو چکا ہے	۴۵۶	انسان انسان کی طاقتیں اور استعدادوں میں فرق ہے
۵۱۶	امیم بم	۴۵۷	تقسیم کا رہمن انسانی کی بنیاد بنا دی گئی
۳۲۵	لوگ محبت اور پیار کے مقابلہ میں تلوار اور ایم بم کو کوئی چیز نہ سمجھنے لگیں	۴۵۷	انسان کی ہر صفت پر توازن کا اصول چلتا ہے

		ایمان
۵۰۴	بدعات کے خلاف جہاد معلمین وقف جدید کی بھی ذمہ داری ہے	اگر تھمارے دل میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ہے تو آپس میں پیار اور محبت سے رہو
۵۳۵	ہر بدعت کا زبان حال سے یہ مطالبہ تھا کہ قرآن کو بدلو ہمارے لئے	۶۸۸ اگر دل میں ایمان ہے میں تمہیں کہتا ہوں سب لڑائیں بھگڑے چھوڑ دو
۶۹۷	مہدی اسلام سے بدعات نکال کر خالص اور کھر اسلام دُنیا کے سامنے پیش کرے گا	۶۸۸ اگر دل میں ایمان ہو گا تو اعمال صالح ہوں گے
۶۵۶، ۶۷۳	بدھندھب بدی	ب
۶۲	بدی کا بدی سے مقابلہ نہیں کرنا	۶۵۱ سپین میں مسلمان بادشاہوں نے عدل قائم کیا
۲۰۳	بشارت ہر بشارت کے ساتھ انذاری پہلو بھی ہے	۶۵۲ سپین میں مسلمان بادشاہوں نے مکمل مذہبی آزادی دی
۳۲۷	بہشتی مقبرہ ربوبہ بیت الحرام (دیکھنے خانہ کعبہ)	۳۲۲ باطل باطل کی بنیاد بھاگنا ہی ہے وہ حق کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا
۶۵۶	پارسی پاکیزگی بعض لوگ دنیا میں اپنی پاکیزگی کا ڈھنڈو را	پچ
۳۸۹	پیٹتے ہیں پودے بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے لمبے دنوں کا اور چھوٹی راتوں کا ہونا ضروری ہے	۳۶ ہمارے بچوں کو ایک تو دو دھ ملے دوسرے اچھا ملے۔ جتنا پی سکتا ہے پیئے ہر احمدی بچے کم از کم میٹرک تک پڑھا ہوا ہو ہر بچہ جو احمدیت میں پیدا ہو عمر شروع ہونے
۱۰۹	بعض ایسے پودے ہیں جن کے لئے دنوں کا چھوٹا رہنا ضروری ہے	۵۱۰ پر قرآن کریم ناظرہ پڑھنا شروع کرے اپنے بچوں کا خیال رکھیں اور ان کے ذہن کو ضائع ہونے سے بچائیں
۱۰۹	ت	۶۱۲ ہمارا کوئی بچے میٹرک سے کم پڑھا ہوانہ ہو
۱۰۵	تبیغ کان لئے تبلیغ کے لئے نہیں کھولا اس کے لئے ہمارا علیحدہ ملکہ ہے	۶۱۹ بدعات بدعات کے خلاف جہاد کرنا بڑا ضروری ہے
		۵۰۴

		تبلیغ کا اثر ہو ہی نہیں سکتا جب تک اللہ اثر نڈا لے
۲۰۵	تذلل اور اضطراری کیفیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں گے	۱۸۱ کسی اعتراض کا خوف دل میں لائے بغیر مذر ہو کر تبلیغ کرو
۲۹۳	حضرت عمرؓ کی خلافت میں تراویح بجماعت شروع ہوئی	۶۳۵ تحریک کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے کی تحریک
۷۹	قرآنی تعلیم دلیل دے کر انسانی عقل کی تسلی کرتی ہے	۳۱۵ تحریک جدید ۳۱۲، ۳۱۰، ۳۰۹ ۶۷۳، ۶۷۲، ۶۷۱، ۶۷۰ تحریک جدید انتظام کر کے جلسہ سالانہ پر جماعتیں یروں پاکستان سے نمائندگان بھجوائیں
۲۵۸	ہر وقت چوس اور بیدارہ کر اپنی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کریں	۳۵۷ تحریک جدید کے سنتا یسویں سال کا اعلان اس کی شعائیں ہمیں ساری دنیا میں نظر آنے لگی ہیں
۳۱۷	قرآنی تعلیم حسن کی ایک عظیم دنیا ہمارے سامنے پیش کرتی چلی جاتی ہے	۶۷۳ ۱۹۴۳ء سے قبل ہندوستان سے باہر تحریک جدید کا کوئی چندہ نہیں تھا تدبیر
۳۶۹	بچوں کو پرانگری تک ضرور پڑھانے کی ذمہ داری مقامی جماعتوں کو اٹھانی چاہئے	۳ تدبیر کی ڈنیا لازمی طور پر تدریجی ارتقا کی ڈنیا ہوتی ہے
۳۷۳	تعلیم الاسلام کا لمحہ تفسیر	۱۰۱ تدبیر پر بھروسہ کرنا محض، شرک بن جاتا ہے کامیابی کے لئے تدبیر اور دعا دونوں کو اپنی انہاتاک پہنچاؤ
۲۱۵	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر آج کے زمانے میں بہترین تفسیر ہے	۵۳۸ تدبیر اور دعا کو اپنی انہاتاک پہنچاؤ پس تدبیر کرو اور دعا کیں بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو تاقیامت ہدایت پر قائم رکھے
۲۹۳	إِقْرَأْ كَمْعَنِي لَكُمْ هُوَ الْخَرِيرُ كَمْ زُورِيَّا إِنَّمَا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو قرآن کریم کی تفسیر کی ہے وہ اپنے پاس رکھیں	۶۷۶
۲۸۵	تقویٰ تقویٰ روحانی اور اخلاقی کمزوریاں دور کرنے کا ذریعہ ہے	

		تقویٰ کے معنی ہیں خدا تعالیٰ کی حفاظت
۱۲۰	کرواسکتے جرأت مسلمان نہیں بنا سکتے۔ تم نیکیاں نہیں	میں آجانا ۳۷۶
۱۲۷	اطاعت حقیقی جرے نہیں کروائی جاسکتی	اپنے وجود کو تقویٰ کی چادر میں لپیٹ کر
۲۲۱، ۲۲۰، ۲۲۹، ۲۲۸، ۲۲۷	جلسہ سالانہ	شیطان کے حملوں سے بچو ۳۷۸
۲۵۳	اس جلسہ پر ہم فی کس ایک روٹی سے زیادہ نہیں کھائیں گے	توبہ ۲۷۶
۳۵۶	جلسہ سالانہ پر خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی بھی کثرت سے بیماری نہیں آئی	توبہ کے نتیجہ میں گناہ جمع نہیں ہوا کرتے بلکہ تحنیتی صاف ہو جاتی ہے اور نیکیوں کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے ۵۲۶
۳۵۶	جلسہ سالانہ پر بہت سی برکات کا نزول ہوتا ہے	توحید ۶۷۶
۳۵۶	جلسہ سالانہ ایک طویل نقلي اجتماع ہے	اب وقت آگیا ہے تو حید خالص کے قیام کا تو حید باری کے قیام کے لئے جماعت احمدیہ
۳۵۷	جلسہ سالانہ پر باہر سے ہر ملک سے دوستوں کو شامل ہونا چاہیئے	کو انتہائی قربانیاں دینی پڑیں گی ۶۷۷
۳۵۸	بیرون پاکستان سے آنے والے مہمانوں کو ان کی اپنی زبان میں تقاریر کے خلاصے تیار کر کے دیئے جائیں	توکل کا نتیجہ تب ظاہر ہوتا ہے جب انسان صراط مستقیم پر گامزن ہو ۲۲۳
۳۶۳	اہل ربوہ جلسہ سالانہ کے نظام کو رضا کار دیں	خدا تعالیٰ پرم کو توکل نہیں اور سفارش پر زیادہ توکل کرتے ہو ۳۹۰
۳۶۵	اہل ربوہ جلسہ سالانہ پر صاف ستر اماحول پیدا کر کے مہمانوں کا استقبال کریں	تہجد ۳۶۰
۳۶۸	گھروں سے روانہ ہوتے وقت بچوں کو روایات جلسہ سالانہ کے بارہ میں بتائیں	مسلمان میدان جنگ میں تہجد کی نماز ادا کیا کرتے تھے
۳۶۹	امریکہ سے اٹھائیں افراد کا وفد شامل ہوا عظیم روحانی انقلاب اپنی زندگیوں میں برپا	سارا دن تلوار چلانے والا مسلمان رات کو خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا ہے
۳۷۹	کرنے کے لئے شامل ہو باہر سے آنے والے وفوڈ میں اکثریت نے	جامعہ احمدیہ ۵۵۲، ۳۷۹، ۳۱۱
۳۸۰	آنے والوں کی ہونی چاہیئے	جر ۲۸
		اسلام میں جر جائز نہیں

۱۷۷	وہ اکیلا شخص نوے سال میں ایک کروڑ ہو گیا	۲۳۰	انڈونیشیا سے میں افراد کا وفد شامل ہوا
۱۷۸	وہ ایک کروڑ کا ہر ایک آئندہ سو سال میں ایک کروڑ بن سکتا ہے	۲۳۱	آنے والی نسلوں کو حقائق بتانے کے لئے جلسہ سالانہ کا ریکارڈ رکھنا چاہیے
۱۸۰	ہم بڑی طاقتوں کا مقابلہ دنیوی تدبیر سے نہیں کر سکتے	۲۳۲	بیرونی ممالک سے آنے والے تمام احباب جلسہ سالانہ کے ذفتر کو اطلاع دیا کریں
۱۸۱	آپ دنیوی طاقتوں کا مقابلہ دعاوں سے کر سکتے ہیں	۵۱۲،۳۶۲	ربوہ کو جلسہ سالانہ کے استقبال کے لئے غیریں دہن کی طرح سجادیں
۱۸۱	آپ نے نمونہ بننا ہے اسوہ بننا ہے اور وہ کے لئے	۷۰۸	اہل ربوبہ جلسہ سالانہ کے مہماںوں کے لئے مکانات جلسہ سالانہ کے انتظام کو پیش کریں
۱۸۱	کیا آپ لاٹھیوں سے ایم بم کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟	۷۳۱	اے خدا! ہم تیرے عاجز بندے تیرے اس جلسے کو نہیں سنبھال سکتے اگر تیری مدد کا ہاتھ ہمارے شامل حال نہ ہو
۱۸۱	کیا ہم ساری دنیا کی دولتوں کا مقابلہ اپنی غربت سے کر سکتے ہیں	۷۳۱	اللہ تعالیٰ ہمارے جلسہ سالانہ میں برکات کا نزول اور نعماء کی بارش کرتا ہے
۱۸۱	آپ کی تبلیغ کا اثر ہو ہی نہیں سکتا جب تک اللہ ارشنہ ڈالے	۹۸	جماعت احمدیہ
۱۸۳	جب الہی سلسلہ شروع ہوتے ہیں اس وقت سر نہیں گئے جاتے	۳۵	ہم دنیا کے خادم تو ہیں مگر دنیا کے مزدور نہیں جماعت کو چوکس رہ کر بچوں کی طرف توجہ
۱۸۳	خدا تعالیٰ تمام خزانوں کا مالک ہے اس کے بعد اور کسی چیز کی تھیں ضرورت نہیں	۵۲	کرنی چاہیے کسی سے دشمنی نہیں کرنی اور کسی کی بد خواہی نہیں چاہئی
۲۱۲	جماعت احمدیہ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ ساری دنیا میں صحیح اور سچے اسلام کو پھیلائے خدا تعالیٰ نے ہمیں بھائی چارہ کے بندھنوں	۶۳	اندھی دنیا کو خدا کی طرف واپس لانے کا نام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے
۲۲۹	میں باندھ دیا ہے	۸۰	جس کو ساری جماعت پوچھنے والی ہے وہ لاوارث نہیں
۲۳۳	جو منہ میں آتا ہے کسی کے کہے آپ کو کیا فکر؟ ہمیں خدا تعالیٰ نے کہا خوش ہوا اور خوشی سے	۱۰۵	ہمارا دشمن ظاہری غلبہ ظاہری مال اور اقتدار والا ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے
۲۳۳	اچھلوکہ غلبہ اسلام کا موسم آگیا	۱۷۶	

۵۲۳	ہمیں اپنے نسلوں کی فکر کرنی چاہیئے کسی قوم یا فرد نے خدا تعالیٰ کے پیار کی اجارہ داری نہیں لی ہوئی	۵۲۴	جماعت احمدیہ میں کوئی شخص رات کو بھوکا نہیں سونا چاہیئے۔ اپنے ہمسایوں اور محلہ کا خیال رکھو
۵۲۴	ہم نے کم از کم آئندہ تیس نسلیں سنبھالنی ہیں تین نسلیں ہماری گزر چکیں اور ستائیں نسلیں سنبھالنی ہیں	۲۵۵	حق و باطل کی جنگ میں تمہیں صبر کرنا پڑے گا
۵۲۵	۵۲۳ اپنے نسلوں کو سنبھال لیں ورنہ غلبہ اسلام والے لوگ افریقہ، یورپ اور عربی بولنے والے علاقوں سے ہوں گے	۳۲۵	جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے تمہیں بڑی ایذا والی باتیں سننی پڑیں گی
۵۲۶	پیار اور خدمت کے ذریعے اپنی زندگیوں میں انقلاب عظیم لاؤ جماعت احمدیہ مخالفت، غربت اور کمزوریوں کے باوجود دنیا پر غالب آئے گی	۳۲۶	ہمارا ہر بچہ اس مقام تک ضرور پہنچ جس کی ہمیں مال اور اولاد میں کثرت کے وعدے دیتے گئے ہیں
۵۲۷	اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے مرکز احمدیت کو پاکستان سے باہر نہ جانے دو جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو غریبوں کی حافظت ہے جماعت کی تعلیمی پالیسی کا اعلان جو چیز ہے اسے ہم ضائع نہیں ہونے دینے کے عظیم تعلیمی منصوبہ سے جماعت نے بے پرواہی کی تو جماعت بڑی تکلیف اٹھائے گی جماعت کہتی ہے ہمارے پاس پیسے ہیں ہم تمام ذہین بچوں کو پڑھائیں گے جماعت کی طرف سے انعامی تمغہ جات کی سکیم کا اعلان	۳۶۸	ہمارا ہر بچہ کم از کم دسویں جماعت پاں ہونا چاہیئے استعداد اللہ تعالیٰ نے اسے دی ہے ہر احمدی بچے کو چوکس رہ کر سنبھالنا جماعت احمدیہ کا کام ہے
۵۲۸	۵۲۱ کوپاکستان سے باہر نہ جانے دو جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جو غریبوں کی حافظت ہے جماعت کی تعلیمی پالیسی کا اعلان جو چیز ہے اسے ہم ضائع نہیں ہونے دینے کے عظیم تعلیمی منصوبہ سے جماعت نے بے پرواہی کی تو جماعت بڑی تکلیف اٹھائے گی جماعت کہتی ہے ہمارے پاس پیسے ہیں ہم تمام ذہین بچوں کو پڑھائیں گے جماعت کی طرف سے انعامی تمغہ جات کی سکیم کا اعلان	۳۷۸	ہماری جماعت کو قرآن کریم سے زیادہ سے زیادہ روشی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرے
۵۲۹	۵۲۶ جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ نے ایسے ضائع نہیں ہونا چاہیئے جماعت احمدیہ میں پیدا ہونے والے ذہن کو ضائع نہیں ہونا چاہیئے	۳۸۰	ساری جماعت کو قرآن کریم سے زیادہ سے زیادہ روشی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جماعت احمدیہ کو مجموعی طور پر جو عطا خدا تعالیٰ نے دی اسے ضائع نہیں ہونا چاہیئے
۵۳۰	۵۲۷ جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ نے ایسے ضائع نہیں ہونا چاہیئے جماعت احمدیہ میں پیدا ہونے والے ذہن کو ضائع نہیں ہونا چاہیئے	۳۸۰	جماعت احمدیہ میں طاقت دوسروں کا خیال رکھو ہم میں طاقت نہیں کہ امریکہ، روس یا چین کا ہاتھ کپڑ کرو کیس لیکن دعا میں کر سکتے ہیں
۵۳۱	۵۲۹ جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ذہن کو بچائے محفوظ کرے اور اس کی نشوونما کا انتظام کرے فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ نے ایسے ضائع نہیں ہونا چاہیئے جماعت احمدیہ میں پیدا ہونے والے ذہن کو ضائع نہیں ہونا چاہیئے	۵۰۰	ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں پر بڑی بھاری ذمہ داری ہے

		خدا جماعت پر نعمتیں نازل کر رہا ہے اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں سنبھالنے کی توفیق دے
۱۳۱	نوافل رکھے گئے ہیں	۶۷۸ سے نفرت نہیں کرتا
۱۱۲	جانتا ہے کسی عمل سے نہیں	۶۷۳ کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی ہے جماعت احمدیہ کا ہر حقیقی فرد ایسا ہے جو کسی
۶۸	انسان کے اعمال کے تیجہ میں نہیں	۶۷۱ پاکستان سے باہر جماعت احمدیہ مضبوطی
۶۸	خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی انسان جنت میں	۶۷۲ کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی ہے جماعت احمدیہ کا ہر حقیقی فرد ایسا ہے جو کسی
۲۸	جنت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے	۶۷۱ مغلوب نہیں ہو سکتی
۲۸	اس کے فضل سے ترقی کر جائیں گے	۶۷۱ سورج غروب نہیں ہوتا
۲۸	ہر روز جنتی اپنے مقام سے بالا مقام کی طرف	۶۷۰ آج یہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ پر
۳۵	جنت کی کوئی قوم سمجھنے بس سکتے	۶۷۱ اور طاقت میں مضبوط تر پاتا ہے
۳۲۰	بھی چمٹا دیا گیا ہے	۶۷۰ ہر چیز ہونے والی سورج جماعت احمدیہ کو تعداد
۳۲۲	برکتیں لے کر آتا ہے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
	جنت	۶۷۰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو
۳۵	جنت کی نعماء کو تم سمجھنے بس سکتے	۶۷۰ ہر چیز ہونے والی سورج جماعت احمدیہ کو تعداد
۳۲۰	رمضان کا ہر جمعہ رمضان اور جمعہ کی ہر دو	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۳۲۲	برکتیں لے کر آتا ہے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
	جمعہ	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۷۳۱	کم عمر نسل کی تربیت کرو	۶۷۰ اس فکر میں رہو کر وہ ناراض نہ ہو جائے
۷۳۱	چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزارو اور	۶۷۰ ہمیشہ مسکراتے رہو صرف خدا سے ڈرو اور
۷۳۱	نسل کا نہیں نسلًا بعد نسلِ کام کرنا پڑے گا	۶۷۰ خدا میں ہو کر زندگی گزارو
۷۲۷	بھی بھی ایک دوسرے سے نہ لڑو، مسکراتے	۶۷۰ خدا سے کبھی بے وفائی نہ کرو خدا کے بن کر
۷۲۷	احمدیہ پر ڈالی گئی ہے	۶۷۰ خدا میں ہو کر زندگی گزارو
۷۲۱	اسلام پر اعتراضات کے عقل کے میدان	۶۷۰ ہمیشہ مسکراتے رہو کر وہ ناراض نہ ہو جائے
۷۲۱	میں جواب دینے کی ذمہ داری جماعت	۶۷۰ اللہ تعالیٰ نے غانا میں اسلام اور جماعت احمدیہ
۷۲۶	بگاڑ سکتا	۶۷۰ کی فوقيت ثابت کر دی
۷۲۱	اگلے ہزار سال کے لئے نمونہ اور اسوہ بنو	۶۷۰ ان آوازوں کی طرف بالکل دھیان نہ دیں
۷۲۱	نہیں سنبھال کرنا پڑے گا	۶۷۰ جو آپ کو Not Muslim قرار دیتی ہیں
۷۲۱	چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزارو اور	۶۷۰ اللہ کرے ہمیں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم
۷۲۱	کم عمر نسل کی تربیت کرو	۶۷۰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو
		۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
		۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۵۸۹	نہیں سنبھالنے کی توفیق دے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	جماعت احمدیہ تمام ذہین پچوں کو سنبھالے گی	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	کبھی بھی ایک دوسرے سے نہ لڑو، مسکراتے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	چہروں سے ملاقات کرو	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	خدا سے کبھی بے وفائی نہ کرو خدا کے بن کر	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	خدا میں ہو کر زندگی گزارو	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	ہمیشہ مسکراتے رہو کر وہ ناراض نہ ہو جائے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	اس فکر میں رہو کر وہ ناراض نہ ہو جائے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	اللہ تعالیٰ نے غانا میں اسلام اور جماعت احمدیہ	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	کی فوقيت ثابت کر دی	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	ان آوازوں کی طرف بالکل دھیان نہ دیں	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	جو آپ کو Not Muslim قرار دیتی ہیں	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	اللہ کرے ہمیں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	ہر چیز ہونے والی سورج جماعت احمدیہ کو تعداد	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	اویر طاقت میں مضبوط تر پاتا ہے	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	آج یہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ پر	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	جماعت احمدیہ تدریجی ترقی کر رہی ہے یہ	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو
۶۰۵	مغلوب نہیں ہو سکتی	۶۷۰ اور جماعت احمدیہ کی رضا حاصل ہو

		جنت میں رفعتوں کے حصول کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوگا
۳۰	آج کی ضرورت اپنے نفس کے خلاف جہاد کر کے ایک پاک نمونہ پیدا کرنا ہے جہنم	۱۳۳ رضا کی جنتیں دائیٰ ہیں جو ایک دفعہ مل جائیں پھر چھینی نہیں جاتیں لیکن ساتھ انذار ہے متقیوں سے جن جنتوں کا وعدہ کیا گیا ہے ان میں سڑنے کا مادہ نہیں ہوگا
۳۲۸	جہنم ایک اصلاحی ادارہ ہے	۲۰۹ جنت میں بھی ہر آن بڑھتے چلے جانے والا پیار ملے گا
۳۶۲	خدا تعالیٰ سے دوری اور مجبوری ایک جہنم ہے جوہٹ	۳۰۹ جنت میں ایسا پانی ملے گا جو ابدی زندگی کا موجب ہوگا
	چ	۳۱۳ جنت کی بڑی عظمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ حاصل ہو
۳۸۱	انسان خدا تعالیٰ سے دور ہو کر ہی انانیت کا چولہ اور ہتھ تاہے	۳۸۹ خدا کی جنتوں میں کام کرنا پڑے گا جنتوں کا بڑا عمل خدا تعالیٰ کی تسبیح اس کی تقدیس اس کی حمد کرنا ہوگا
	ح	۵۲۹ خطرات سے پاک عمل جنت میں بھی ہیں جنت میں عمل ہے لیکن خطروں نہیں کہنا کام ہو جائیں گے
۱۳۲	حج ساری عمر میں ایک دفعہ فرض ہے اور اس کی بھی بہت سی شرائط ہیں	۵۲۹ جہاد
۲۵۰	خانہ کعبہ کا تعلق مناسب حج سے نہیں حسن	۵۵۰ قرآن کریم نے جہاد کو تین معنوں میں استعمال کیا ہے
۲۲۱	ہمارا رب بڑا ہی پیارا حسن کا سرچشمہ اور منبع ہے	۲۱۰ قرآن کریم کے نور کو پھیلانے کی کوشش
۲۲۱	حسن بنیادی طور پر اس چیز کو کہتے ہیں کہ کشش اور جذب ہو	۲۱۰ بھی جہاد ہے
۲۲۱	حسن کا سرچشمہ اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہر گندے سے پاک ہو جاؤ گے تو ہر حسن سے	۵۰۳ بدعات کے خلاف جہاد بڑا ضروری ہے جو نفس کے خلاف جہاد ہے اس کے لئے ہر
۳۸۲	منور ہو جاؤ گے	۷۳۰ آن چوکس رہنے کی ضرورت ہے

<p>خدا کرے کہ آئندہ کسی فسادی کو بھی بھی اس قسم کی جرأت کرنے کا حوصلہ نہ ہو</p> <p>خانہ کعبہ میں بننے والی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو تقریباً اڑھائی ہزار سال تربیت دی گئی</p> <p>تعمیر بیت اللہ کے تین عظیم الشان مقاصد ہم تو ایک سینٹ کے لئے بھی اس پاک اور مطہر گھر کی بہرمتی برداشت نہیں کر سکتے</p> <p>ہمارے پاس ایک عارف دل ہے جو ایسے حالات میں بے چین ہوتا ہے خاوند</p> <p>خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے کی عزت کے نگہبان ہیں</p> <p>خدماء الحمدیہ مرکزیہ ۳۳۷، ۳۳۸، ۵۹، ۲۹، ۳۸ ۳۵۹، ۳۵۶، ۳۵۰، ۳۲۹، ۳۲۷ ۵۱۲، ۳۱۱، ۳۰۹، ۳۰۳، ۳۶۲، ۳۶۳ ۵۷۵، ۵۷۳، ۵۷۲، ۵۷۰ ۲۸۹، ۲۸۸، ۲۸۰، ۲۷۹ ۷۲۳، ۷۱۰، ۷۰۹</p> <p>خدماء الحمدیہ کو پھوپھو کے لئے چھوٹی چھوٹی کستامیں لکھنی چاہیں</p> <p>خدماء الحمدیہ کا حصہ ہے اطفال الحمدیہ ان کی طرف پوری توجہ دی جائے تم ہر ایک کے خیرخواہ اور دکھ دور کرنے والے بنو خدام اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیوں کو بنا کیں</p> <p>کسی کو بھی دکھ میں دیکھ کر دکھ میں رہنے نہ دو</p>	<p>حسین جس چیز میں جذب اور کشش ہواں کو حسین کہا جاتا ہے</p> <p>حقوق توازن کے اصول کو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں بھی جاری کیا گیا ہے</p> <p>تم حقوق العباد میں اتنے مخونہ ہو کہ حقوق اللہ کو بھول جاؤ</p> <p>اسلامی تعلیم میں ہر چیز کے حقوق متعین کئے گئے ہیں اور ان کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے</p> <p>اپنے حقوق چھوڑ دو حکومت سپین میں تقریباً چھصد یاں مسلمانوں نے حکومت کی</p> <p>حمد خدا کی حمد میں مصروف رہواں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا فضل ملے</p> <p>خ ختمه بالخیر ایمان اور عمل صالح پر قائم رہو خدا تعالیٰ تمہارا خاتمه بالخیر ہونے کا سامان پیدا کر دے گا</p> <p>خانہ کعبہ خانہ کعبہ کا تعلق صرف مناسک حج سے نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ کی عظیم بعثت کے ساتھ ہے</p>
<p>۲۵۰</p> <p>۲۵۰</p> <p>۲۵۱</p> <p>۲۵۳</p> <p>۲۵۳</p> <p>۲۸۹</p> <p>۳۳۷، ۳۳۸، ۵۹، ۲۹، ۳۸</p> <p>۳۵۹، ۳۵۶، ۳۵۰، ۳۲۹، ۳۲۷</p> <p>۵۱۲، ۳۱۱، ۳۰۹، ۳۰۳، ۳۶۲، ۳۶۳</p> <p>۵۷۵، ۵۷۳، ۵۷۲، ۵۷۰</p> <p>۲۸۹، ۲۸۸، ۲۸۰، ۲۷۹</p> <p>۷۲۳، ۷۱۰، ۷۰۹</p> <p>۳۹</p> <p>۵۲</p> <p>۱۶۹</p> <p>۱۶۹</p> <p>۳۳۳</p>	<p>۲۲۲</p> <p>۱۳۳</p> <p>۱۳۵</p> <p>۳۲۲</p> <p>۲۲۹</p> <p>۶۲۹</p> <p>۳۹۹</p> <p>۵۲۸</p> <p>۶۵۳</p> <p>۴۵۰</p>

		گندگی سے، لوگوں کو دکھ سے بچاؤ، وقار مل کر تے رہو
۳۶۹	خیانت اور نفاق ملتے جلتے ہیں اپنے معنی کے لحاظ سے	۳۳۵ خدام الاحمد یہ ربوہ میں صفائی کی ذمہ دار ہے
۳۷۱	خیانت نہیں کرنی اور خیانت کرنے والے کی طرف داری بھی نہیں کرنی	۳۳۵ اپنے خدمت کے پروگرام کو اس کی ساری وسعتوں کے ساتھ چوکس اور بیدار رہ کر ادا کرو
۳۷۲	خیانت کرنے والے کو حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی اور وہ ناکام ہوتا ہے	۳۳۵ ایک خادم کی دعا کا بڑا حصہ ہے رَبِّ زِدْنَى عُلَمًا
۳۷۲	اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے کو اپنے پیار سے محروم کر دیتا ہے	۳۳۶ خدام الاحمد یہ کے اجتماع میں ہر جماعت سے نمائندگی ہونی چاہئے
۳۷۳	خیانت کرنے والا اپنی تدبیر اور کوشش سے حقیقی اور پچی کامیابی حاصل نہیں کرے گا	۳۳۷ کوئی ایسی جماعت نہ رہے جس کا کوئی نمائندہ اجتماع میں شامل نہ ہو
	خیر	خشنخش
۵۳۰	ہر خیر اور بھلائی کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تم خود اپنے آپ کو خیر نہیں پہنچا سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو	۵۳۰ خشنخش کے دانے کے اندر بے شمار خواص ہیں انسان قیامت تک خشنخش کے ایک دانے کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکے گا
	و	خلفیہ
۲	ہمیشہ خاتمه بالخیر کی دعائیں کرتے رہنا چاہیے ہر رات ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعائیں کریں	۵۵۶ خلیفہ وقت جلسہ سالانہ پر فضلوں کا منادی بن کر یہ تقریر کیا کرتا ہے
۱۰۲	دعاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرو	۶۲۸ خلیفہ وقت ساری دُنیا کا خلیفہ ہے
۱۱۱	دعا کی قبولیت کے لئے شرائط ہیں	۶۲۸ هماری خوبی ان مٹ ہے وہ تو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا
۱۳۰	اللہ تعالیٰ نے انسان کو ضعف سے بچانے کے لئے قبولیت دعا کے دروازے کھلے رکھے ہیں	۲۳۳ دُنیاوی چیزیں اور دکھ ہماری خوشیاں اور مسکراہیں کیسے چھین سکتے ہیں
۱۳۰	عاجز ان را ہوں کو اختیار کرتے ہوئے دعاوں کے ساتھ اللہ کے فضل کو جذب کرنے والے بنو	۲۳۵ عارضی خوشیوں کی بجائے اپنی ابدی خوشیوں کا خیال رکھو

۳۳۶ عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے رب سے نعماء کو حاصل کرنے کی کوشش کرو	۱۷۰ دعا میں کرنا ہماری ذمہ داری ہے ہم نے والے بنو
۳۲۵ حق و باطل کے مقابلہ میں دعا کرنے کے ذریعہ اللہ کی مدد اور نصرت طلب کرو	۱۸۱ جنتوں میں کچھ کئے بغیر تو نہیں جانا ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی دعا کا بڑا حصہ
۳۲۶ عاجزانہ را ہوں کو اختیار کرو دعا میں کرو اور صبر سے کام لو	۱۸۲ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیار کو دلوں میں گاڑنے پر خرچ کرے
۳۵۰ بہترین تھیار جو مسلمان کو دیا گیا ایم بمنیں دعاء ہے	۱۸۳ دعاوں کے ذریعہ بنی نوع انسان کی خدمت کریں
۳۵۰ بہترین خدمت انسان دعا کے ذریعہ بنو انسانی کی کر سکتا ہے	۱۹۹ عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرو
۳۸۶ اگر دعاؤں کا سہارا نہیں لو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری کیا پواہ کرے گا	۲۹۶ یوگوسلاوین عربی کی دعا میں پڑھنے کے علاوہ اپنی زبان میں دعا میں کریں
۳۸۵ تذلل اور اخظر اری کیفیت کے ساتھ اور چکے چکے دعا میں کرو	۲۹۶ اہل افریقہ نماز میں مسنون عربی دعاؤں کے بعد اپنی زبان میں دعا میں کریں
۳۳۲ کا قرب حاصل کرو ہمارے پاس وہ پرسوز دعا ہے کہ جب وہ آسانوں کی طرف بلند ہوتی ہے تو عرشِ الہی کو ہلا دیتی ہے	۲۹۶ ہر مسلمان کو عربی مسنون دعا میں یاد ہونی چاہئیں البانیں نماز میں عربی مسنون دعا میں کرنے
۲۹۱ فارغ اوقات اور کام کے دوران کثرت سے دعا کرنی چاہئے	۲۹۶ کے بعد اپنی زبان میں دعا میں کریں اگر زینماز میں مسنون عربی دعاؤں کے
۲۹۱ دن دنوں کا بڑا یا چھوٹا ہونا ہماری فصلوں پر اثر انداز	۲۹۶ بعد اپنی زبان میں دعا میں کرے نماز میں مسنون عربی دعا میں کرنے کے بعد
۱۰۹ ہوتا ہے دنیا	۲۹۶ انپی زبان میں دعا میں کی جا سکتی ہیں نماز میں مسنون عربی دعا میں اسی طرح عربی
۲۲ آج کی مہذب دنیا نے مسائل پیدا زیادہ کئے ہیں اور حل کم کئے ہیں	۲۹۶ دعا کو دعا کی تمام شرائط کے ساتھ کریں ”دعا اور خدمت“ پہلوہ پہلو آگے بڑھتے ہیں ۳۳۶

ف		
ذرہ		
۳۰	کسی چیز کا کوئی ذرہ بھی ضائع نہیں کرنا ذکر الٰہی	۵۲۲
۷۱۵	ذکر الٰہی کے معنی یہ ہیں کہ معرفت ذات باری اور صفات باری حاصل کرو	۵۲۳
ذہن		
۳۹	آلو دگی ذہنوں کو تباہ کر دیتی ہے ہمارے احمدی طفل کا ایک ذہن بھی تباہ نہیں	۳۶۲
۴۹	ہونا چاہئے ہر گھر انے کا فرض ہے کہ وہ ایک ذہن بھی	۳۵
۵۸۷	ضائع نہ ہونے والے کمزور جسموں والے بچے ذہن ہونے کے باوجود	۳۶
۴۹	اچھے نمبر نہیں لے سکتے	۳۶
ر		
رزق		
۲۰۷	رزقِ کریم سے مراد ہر کسی کے مزاج اور طبیعت کے مطابق رزق ہے	۳۶
۲۰۸	رزق سے مراد صرف کھانا نہیں بلکہ ضروریات زندگی کا پورا ہونا ہے	۳۷
۲۳۷	خدا تعالیٰ نے رزق کی جگہ میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے	۳۰۷
۲۳۸	رزق سے مراد صرف پیسہ یا گندم نہیں ہے خدا تعالیٰ کے دینے ہوئے رزق کو خدا تعالیٰ	۵۸۶
۲۳۱	کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق خرچ کرو	۱۷۵، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱
و		
دو		
خدال تعالیٰ		
دودھ		
گام		
ہوتی ہے		
کم از کم آدھ سیر دودھ توہر بچے کو ملنا چاہئے		
کم سے کم ملاٹ والا ملے		
دو مہینے کے بچے کے لئے ماں کا دودھ رزق		
کریم ہے		
دولت		
دولت دُنیا نے بہت کمائی ہے لیکن دولت ان		
دہریہ		

		رسوم
۲۹۱	روزہ کے آداب میں سے ایک ادب کثرت سے دعا میں کرنا ہے	بدر سومات کا مطالبہ ہے کہ ہم بدلاؤ فرقہ آن چاہتے ہیں
۲۹۱	روزے کا سب سے بڑا ادب قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ہے	۵۳۵ ہمیں بدر سومات کو چھوڑنا اور تمام بد عملیوں سے اجتناب کرنا پڑے گا
	رہبانیت	رشوت
۲۲۸	اسلام میں رہبانیت نہیں ہے	۵۳۵ رشوت کو بت بنالینا کہ ہمارا کام دعا سے نہیں
۲۲۳	اسلام رہبانیت کو جائز نہیں سمجھتا ز	۳۹۰ رشوت سے ہو جائے گا
	زمانہ	رکابی
۱۰۹	زمانے کے اثرات مادی ڈنیا پر ہوتے ہیں	۳۰ اپنی رکابی میں اتنا ہی سالن ڈالو جتنا تم کھاسکو
۱۰۹	زمانہ ہر آن حرکت میں ہے	۳۰ رمضان
۱۰۱	دانوں سے کوٹھے بھرنا خدا کا کام ہے یہ زمیندار کا کام نہیں	۳۰ ماہ رمضان کا ایک گھر اور دو ہر اعلقہ قرآن کریم سے ہے
۵۰۵	زمیندار اپنے جانوروں کو بھی گالیاں نہ دیں ہماری زندگی کی ہر صبح یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم دعا کئیں کریں	۲۸۶ ماہ رمضان خاص طور پر دعاوں کا مہینہ ہے رمضان میں عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ دعاؤں کا موقع ملتا ہے
۱	خد تعالیٰ نے زمانے کو تقسیم کر کے ہماری زندگی سے یکسانیت کو دور کر دیا ہے	۲۹۳ رمضان میں کثرت کے ساتھ دعا کیں کرو اور تلاؤت قرآن کریم کرو
۲	انسان اپنی محدود زندگی میں غیر محدود اعمال صالح نہیں بجا سکتا	۳۱۷ رمضان کی ذمہ داریاں اور برکات رمضان کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں
۱۳۶	چھوٹی سی زندگی کی محدود کوششیں غیر محدود انعامات کا عقلنا اور منطقی لحاظ سے کسی کو وارث نہیں بناتیں	۳۳۳ رمضان میں جواہلاتی اور روحانی ورزشیں کروائی گئیں ان پر دوام اختیار کرو
	زندگی	روایات
۲۲۳	تمام وعدے ہماری سکول کی زندگی میں پورے ہوں	۳۳۲ روایات سلسلہ اور روایات جلسہ کا احترام لازGI ہے
۳۰۰		۳۳۷

<p>۳۸۲</p> <p>اللہ تعالیٰ شرک کو لکھیہ معاف نہیں کرتا عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے</p> <p>۳۹۰</p> <p>سیاسی اقتدار اور سفارشوں کے پیچھے دوڑنا بھی شرک ہے</p> <p>۳۹۰</p> <p>یہ شرک ہے کہ ہمارا کام دعا سے نہیں شفارش سے ہو جائے گا</p> <p>۳۹۶</p> <p>ز میں میں سب سے بڑا گند شرک کا ہے شرک صرف ظاہری نہیں ہوتا بلکہ شرک باطنی بھی ہے</p> <p>۵۲۷</p> <p>شرک یہ بھی ہے کہ کسی سے امید رکھی جائے</p> <p>۵۲۷</p> <p>شرک یہ بھی ہے کہ اپنی ذات کے اندر کوئی خوبی بڑائی پا ہسن یا طاقت ہے</p> <p>۵۲۷</p> <p>شرک یہ بھی ہے کہ ہم دوائی کے متعلق یہ سمجھیں کہ اس نے ہمیں شفادی</p> <p>۵۲۸</p> <p>شرک کی کوئی ملونی تمہاری زندگی میں نہیں ہونی چاہئے</p> <p>۷۰۳</p> <p>خدا تعالیٰ کو چھوڑ کرنا جائز طریقوں کی طرف رجوع کرنا یہ شرک ہے</p> <p>۷۰۴</p> <p>شریعت اسلامیہ کے ہر حکم میں آسانی کا پہلو رکھا گیا ہے</p> <p>۷۰۴، ۱۹</p> <p>قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے ہوں اللہ کا بندہ محمد کی امت ہے احمد سے بیعت خلیفہ سے طاعت</p> <p>۵۱</p> <p>میرا نام پوچھو تو میں احمدی ہوں</p>	<p>۲۰۵</p> <p>انسانی زندگی کی بنیادی حقیقت یہ ہے کہ مولابس اس ورلی زندگی کے ساتھ طرح طرح کے عذاب اور تکلیفیں لگی ہوئی ہیں</p> <p>۲۲۵</p> <p>معمور الواقات بنو۔ زندگی کا ایک لختہ بھی ضائع نہ کرو</p> <p>۲۳۶</p> <p>محبت الہی سے خالی دل والوں کی ساری کوششیں ورلی زندگی کے اندر گھومتی اور ضائع ہو جاتی ہیں ۵۲۳</p> <p>س</p> <p>مسجدہ میں زیادہ نہیں جھک سکا کیونکہ زمین اس طرف سے روک ہو گئی</p> <p>۵۳۹</p> <p>سفارش خدا تعالیٰ پر توکل نہیں کرتے اور سفارش پر زیادہ توکل کرتے ہو</p> <p>۳۹۰</p> <p>سکارہ ہمیں اگلے پندرہ سال کے اندر سینکڑوں سکالرز کی ضرورت ہے</p> <p>۳۷۶</p> <p>ش</p> <p>شراب حرام شراب کے ساتھ ہٹنی قوی عارضی یا مستقل طور پر کمزور ہو جاتے ہیں</p> <p>۳۱۵</p> <p>شرافت ہمارے ملک میں شرافت گوگی ہے آواز نہیں</p> <p>۳۷۶</p> <p>لکھتی شرافت کے حق میں</p> <p>۳۲</p> <p>شرک شرک کے گنہگار کو بھی سزاد بینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے</p>
--	--

صداقت	۲۲۹	گالیاں سن کے دعا دوپا کے دکھ آ رام دو
صداقت اور حق کے اندر فی نفسہ کا میابی کی صفت پائی جاتی ہے	۳۳۲	گھر سے تو کچھ نہ لائے سب کچھ تیری عطا ہے
صدی	۵۵۹	وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
هر صدی میں مطہرین کا ایک گروہ پیدا ہوا اگلی صدی میں نوع انسانی کی اکثریت اسلام میں داخل ہو چکی ہوگی	۵۶۱	صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
۳۲۲	۶۰	فارسی شعر
۱۷۸	۳۲۶، ۲۲۵	کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی
۳۹۶	۳۶۵	ہوش دارے بشر کے عقل بشر
۵۵۳	۳۶۵	ہست بر عقل منت الہام
اصلام کی صدی ہے ہر احمدی مسلمانوں کو بتائے کہ چودھویں صدی ختم ہو گئی اور تھماری ساری امیدیں ختم ہو گئیں صد سالہ جو بلی سے قبل ایک عظیم انقلاب	۳۶۵	گرفد پاک از خطاب و دے
۵۱۳	۳۹۱	شیطان اگر تم پا کیزہ بننا چاہتے ہو تو شیطان کے ہر حملہ سے اپنے آپ کو محفوظ کرو
ص	صبر	
صراط مستقیم	۳۰۴	بے موقع اور بے محل بات سے رکے رہنا یہ بھی صبر ہے
سیدھا راستہ وہ ہے جو منزل مقصود تک سب سے کم فاصلہ طے کرنے کے بعد پہنچا دیتا ہے	۳۰۴	اپنے آپ کو قابو میں رکھنا یہ بھی صبر ہے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ض	۳۲۲، ۲۳۸، ۲۰۸، ۲۰۲، ۲۰۳، ۱۸۹، ۱۸۸	
ضرر	۲۰۸	صحابہ نے فتح مکہ کے بعد بھی اپنی جائیدادوں کو واپس لینے کا کوئی claim نہیں کیا
ضرر کو سوائے خدا کے اور کوئی دور نہیں کر سکتا	۲۰۸	صحت
ضمانت	۲۵	والدین بچوں کی صحت کا خیال رکھیں
اسلام عورتوں کے حقوق کی ضمانت دے کر انہیں رفتوں میں لے جانا چاہتا ہے	۳۲۲	اگر عزم ہوا اور صحت نہ ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا

ظ	ط
ظالم	طالب علم
اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی رضا پیار اور محبت سے محروم کر دیتا ہے	طالب علموں کو متوازن غذا مانی ضروری ہے
۳۲۲	۲۵۷
جو شخص غیر وہ کے حقوق کو پامال کرتا ہے وہ ظلہ	طالب علموں کی صحت کا خیال رکھنا چاہئے اور ان کی غذا کا خیال رکھنا چاہئے
۱۶۰	۲۷۰
اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے	جو طالب علم، بہت اچھا ہے اس کا سارا ابو جھوہ بھی جماعت کو اٹھانا چاہئے
۱۶۸	۲۷۱
ظلم و فساد سے بچتے ہوئے ظلم و فساد کو دور کرو	ہر طالب اپنی استطاعت اور قابلیت کے مطابق اپنی تعلیم کو پورا کرے
ظلہ کے تسلسل کو نہ بڑھا بلکہ بدی کو نیکی کے ذریعہ سے دور کرنے کی کوشش کرو	آکسفورڈ میں ایک مختین طالب علم اپنی کلاس کے علاوہ بارہ تیرہ گھنٹے خود اپنے کمرے میں بیٹھ کر
۲۲۳	۲۷۸
اسلامی تعلیم ہر قسم کے ظلم کی جڑ کو کاٹنے والی ہے	پڑھتا ہے ذہین طلباء کے تعلیمی اخراجات جماعت برداشت کرے گی
۳۲۲	۵۲۹
ع	ادائیگی حقوق طلباء و طالبات کی سکیم کا اعلان
عاجزی	طااقت
عاجزانہ رہوں کو ایک لحظہ کے لئے بھی نہ چھوڑنا	طااقت کے ذریعہ سے کسی کے دل میں تبدیلی پیدا نہیں کی جاسکتی
۳۲۶	۶۰۵
علمی جنگ	
تیسری عالمی جنگ کا دھند لاسان نظارہ ہمیں نظر آنا	
۵۱۶	
شروع ہو گیا ہے	
ہر عالمی جنگ پہلے سے زیادہ خوفناک اور زیادہ فساد	
۵۱۶	
پیدا کرنے والی ہو گی	
عدل	طبیب
مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کئے بغیر تم نے عدل	طبیب اپنی ذات میں کوئی طاقت نہیں رکھتا شفا
کو قائم کرنا ہے	دینے کی
۳۷۵	۵۳۰
خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ کرو ورنہ تم عدل	طہارت
۳۷۷	
پر قائم نہیں رہ سکو گے	
خواہشاتِ نفس کی پیروی عدل و انصاف کی راہ سے دور لے جاتی ہے	جو اپنی پاکیزگی اور طہارت کا ڈھنڈ و را پیٹنے والے ہیں وہ خدا کی سزا کے مستحق ہھر تے ہیں
۳۷۸	۳۸۹

<p>جتنی ترقیات انسان نے کیں علم کے میدان میں وہ الٰہی اذان اور منشاء سے کیں علم کی غلام ہے دولت، دولت کا غلام نہیں ہے علم</p> <p>عمل راعمال</p> <p>مقبول اعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرتا ہے اعمال کو قبول کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ایسے اعمال کرو اور اتنی دعا نہیں کرو کہ تمہارے ان اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول کر لے</p> <p>عمل صالح</p> <p>اعمال صالح یعنی موقع اور محل کے مطابق عمل وہ عمل جو موقع اور محل کے مطابق ہو</p> <p>عوام</p> <p>بعض ملکوں نے تو یہ اعلان کر دیا کہ ہمارے عوام ہمارے خدا ہیں</p> <p>عیسائی</p> <p>عیسائیت سب سے بڑی مخالف اسلام قوت ہے</p> <p>عیسائیت ساری دُنیا میں اسلام کے خلاف نبرد آزمائے</p> <p>عیسائیت مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہے</p> <p>عیسائیت افریقہ میں یوسع مسیح کے پیار اور محبت کا پیغام لے کر گئی</p>	<p>عربی زبان افریقی ممالک میں اسلامی تہذیب کے اثر کی وجہ سے عربی زبان بولی جانے لگی</p> <p>عزم</p> <p>اگر صحت ہو اور عزم نہ ہو تو بھی کچھ نہیں ہو سکتا</p> <p>عنو</p> <p>اسلامی تعلیم یہ کہتی ہے کہ جہاں عنو کرنا ہے وہاں انتقام لو گے تو غلطی کرو گے</p> <p>عقل</p> <p>صرف اپنی عقل اور اپنے وسائل پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا</p> <p>عقل</p> <p>عقل کے ہر استعمال پر آسمانی روشنی، آسمانی وحی اور آسمانی حکم وامر کی ضرورت ہے</p> <p>ہماری عقل بھی صحیح فیصلے اسی وقت کرتی ہے جب اللہ تعالیٰ کا انفرادی امر آسمان سے نازل ہو</p> <p>علم علوم</p> <p>ڈنیوی علوم بھی سیکھیں اور قرآن کریم کے علوم بھی سیکھیں</p> <p>نظر آتی ہیں</p> <p>تمام علوم کی بنیادی باتیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہیں</p> <p>علم حساب</p> <p>قرآن میں علوم کے نہ ختم ہونے والے خزانے ہیں</p>
<p>۵۸۳</p>	<p>۲۹۵</p>
<p>۵۸۷</p>	<p>۳۲۳</p>
<p>۱۱۷</p>	<p>۵۱۵</p>
<p>۳۸۱</p>	<p>۱۰۱</p>
<p>۷۲۸</p>	<p>۳۶۱</p>
<p>۳۱۵</p>	<p>۳۶۵</p>
<p>۳۶۳</p>	<p>۳۶۵</p>
<p>۱۳</p>	<p>۳۶۷</p>
<p>۲۸۱، ۱۲۵</p>	<p>۸۰</p>
<p>۱۷۳</p>	<p>۳۶۸</p>
<p>۱۷۴</p>	<p>۳۶۸</p>
<p>۲۶۳</p>	<p>۳۶۸</p>

		غ
۲۸۳	جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نازل نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا	غذا ہر شخص کو مناسب حال متوازن غذا مانی چاہے
۲۰۶	فوج فوجوں کی ہار اور جیت ان کی تعداد پر نہیں ہوا کرتی	غضب خدا کرنے کبھی بھی اس کا غصب ہماری نسلوں پر
۲۱	فیصلہ تمہارا ہر فیصلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق ہو	غایب یا ہم پر نازل نہ ہو غیر صرف مستقبل کا نہیں بلکہ حال کا غایب بھی ہے
ق		ف
۳۷	قانون خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین نے سارے جهانوں کو ایک دوسرے سے باندھ دیا ہے	فتح مکہ فتح مکہ کے وقت بغیر اڑنے کے کفار نے ہتھیار ڈال دیئے
۳۵۶	قانون قدرت کے مطابق شیشم کا درخت بنتا ہے	فرشته ٹائاف میں فرشته آیا کہ اگر آپ چاہیں تو دو پہاڑوں کو ملا دوں
۳۵۸	موسم خزاں میں پتے گرداتیا ہے	فساد اسلامی تعلیم فساد کے شعلوں پر ٹھنڈا اپانی چھڑکتی
۲۲۳، ۲۲۴، ۲۸	قرآن کریم	او را نہیں بجھادیتی ہے فسادی مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور فساد کے
۵۲۰، ۵۱۹، ۲۸۸، ۲۷۹، ۲۶۷	قرآن کریم نہ جی آزادی اور مکمل آزادی ضمیر عطا کرتا ہے	حالات انہوں نے پیدا کئے فضل
۵	قرآن کریم کے سارے احکام خدا تعالیٰ کی رضاء کے حصول کے لئے ہوتے ہیں	رحمت اور فضل بارش کی طرح تم پر نازل ہو رہے ہیں
۱۱	ایک کامل شریعت قرآن کریم میں آگئی ہے قرآن کریم قیامت تک جو مسئلہ درپیش ہو گا	پاکیزہ را ہوں کی اگر خدا تعالیٰ کے فضل سے تو فیق ملی ہے تو وہ نا کام نہیں ہو سکتا
۳۱	اس کا حل اس کے اندر سے نکل آئے گا	

	قرآن کریم میں ہدایت کی نئی راہیں کھونے والے دلائل ہیں	۲۸۷	قرآن کریم کا کوئی حکم انسان کے لئے نہیں پیدا کرنے والا نہیں
	عالیگیر ہدایت کی طرف بنی نوع انسانوں کو لانے کے لئے قرآن کریم کے علوم سیکھیں	۲۸۷	قرآن کریم عظیم کتاب ہے جو ہمیں دی گئی ہے قرآن کریم کا ہر حکم انسان کی ہر طاقت کی راہنمائی کرنے والا ہے
	قرآن کریم نے ایک عالم کا عالم دعاوں کا ہمارے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے	۲۹۷	قرآن کریم خدا نما ہے خدا کا کلام ہے ہمیں تو صرف قرآن کریم کی شریعت ہی منتظر اور کافی ہے
	قرآن عظیم واقع میں کتنا عظیم ہے ہر چیز کو کھوتا چلا جاتا ہے	۳۱۷	قرآن کا بوجہ اہماری گردنوں پر ہے قرآن کریم میں ہر بشارت کے ساتھ انذاری پہلو بھی ساتھ لگا ہوا ہے
	قرآن کریم نہیں کرتا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے دشمنی رکھے	۳۷۵	قرآن کریم نے بھی مومن مومن میں فرق کیا ہے ساری دُنیا میں قرآن کریم کے نور کو پھیلانے کی کوشش بھی جہاد ہے
	قرآن کریم میں صبر کا مضمون ایک سو سے زائد آیات میں بیان ہوا ہے	۳۹۳	قرآن کریم نے جہاد کو تین بنا یادی معنوں میں استعمال کیا ہے
	اصل علم ہمارے نزدیک تو قرآن کریم میں پایا جاتا ہے	۴۷۸	قرآن کریم میں شہادتوں کے ساتھ انذاری پہلو بھی بیان ہوئے ہیں
	رضائے الہی کی جنتوں کی طرف نشان دہی کرنے والا قرآن کریم کا علم ہے	۴۷۹	قرآن کریم میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے قرآن کریم نے مسلم اور غیر مسلم کے ایک جیسے
	قرآن عظیم کی عظیم آیات کا ایک ایک لفظ انسان کو حیران کر دیتا ہے	۴۹۰	حقوق بیان کئے ہیں
	قرآن کریم واقع میں بلا شک و شبہ ایک عظیم کریم اور مجید کتاب ہے	۴۹۳	قرآنی تعلیم تمہارے شرف اور عزت کا سامان لے کر آئی
	قرآن عظیم میں کوئی خامی نہیں جسے دور کرنے کی قیامت تک ضرورت ہے	۵۳۸	قرآن کریم کی تفسیر کے علاوہ ترجمہ سیکھانے کا بھی انتظام ہونا چاہئے
	نیک عمل حقیقتاً وہ ہے جو قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق کیا جائے	۵۳۶	قرآن سیکھنے کی طرف رمضان کے علاوہ سارا سال توجہ دینی چاہئے
	قرآن کریم نے ہماری ساری زندگی کو اپنے احاطہ میں لیا ہوا ہے	۵۳۶	

جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو ۶۰۱ اپنی استعداد کے مطابق تفسیر سیکھنی پڑیے قرآن کریم ہر شعبہ زندگی میں راہنمائی اور	قیامت کے دن قرآن کریم تم سے محسبہ کرے گا ۵۳۶ قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنا یہ نیک اور پاک زندگی ہے ۵۳۶
رہبری کرتا ہے ۶۰۲ قرآن کریم غیر محدود معانی پر مشتمل ہے ہر گھر میں سادہ قرآن کریم بغیر ترجمہ کے	قرآن کریم کہتا ہے کہ نیک بھی بنو اور صاحب فراست بھی بنو ۵۳۶ قرآن کریم کتاب مبین بھی ہے اور کتاب مکنون بھی ہے ۵۳۷
ضرور ہو ۶۰۳ ہر گھر میں قرآن کریم تفسیری نوٹس والا ضرور وجود ہو	اس زمانہ کی تمام ضروریات قرآن کریم پوری کرتا ہے ۵۳۷ اس زمانہ کے نئے نئے انسانی معاشرہ کے مسائل کا حل قرآن شریف کے علاوہ کوئی اور ازم
ترقی نہیں کر سکتے ۶۰۴ قصروں اور استعداد کی نشوونما کا سامان	نہیں کر سکتا ۵۳۸ قرآن کریم تک کے مسائل حل کرنے کی طاقت رکھتا ہے ۵۳۹
قرآن کریم میں ہے ۶۰۵ قرآن کریم تمہارے دکھوں کو دور کرنے آیا ہے اپنے بچوں کو اپنی نسلوں کو محفوظ کرنے کیلئے	قرآن عظیم غیر محدود علوم کا خزانہ ہے ۵۴۰ اگر ہم نے قرآن کریم سکھانا ہے تو ہر بچے کی کم از کم دسویں جماعت تک تعلیم ہونی چاہئے ۵۴۱
قرآن کریم کو سیکھیں ۶۰۶ قرآن کریم میں ۲۲۷ مرتبہ مردوں اور عورتوں کو اکٹھے مخاطب کیا ہے	یہ عزم کرنا چاہئے کہ اس کے مطابق میں اپنی زندگی گزاروں گا ۵۴۲ مخترق تفسیری نوٹس قرآن کریم کی آیات سے
مخاطب کیا ہے ان کی تعداد صرف گیارہ ہے ۶۰۷ قرآن کریم میں جن آیات میں صرف عورتوں کو مخاطب کیا گیا ان کی تعداد ۲۲۹ ہے	تعلق رکھنے والے سکھانے چاہئیں ۵۴۳ ہر علم کے میدان میں حقیقی رہنمای قرآن کریم ہے ۵۴۴
ہر سل انسانی کے مسائل کو حل کرنے کی طاقت قرآن کریم میں موجود ہے	ترجمہ سیکھنے کی عمر میں قرآن کریم کا ترجمہ نہ نام بچوں کو پڑھنا چاہئے ۵۴۵

		تمام کمالات کے حصول کی راہ قرآن کریم دکھلاتا ہے
۳۹	کائنات کا علم انسان زیادہ حاصل کرتا چلا جائے گا	۷۲۷ قرآن کریم نے کہا تھا کہ جنتیں دو ہیں اس دُنیا میں بھی تم جنت میں جاسکتے ہو
۷۳	کائنات خدا تعالیٰ کی صفات کے فعلی جلوے سے وجود میں آئی	۷۲۸ قول سدید
۱۰۸	کائنات کی ہرشے ایک نشان ہے کائنات کی بنیادی حقیقت خدا تعالیٰ کی وحدانیت ہے	۵۱۵ پچ بولو اور قول سدید ہو کوئی انج پیچ نہ ہو قوم
۳۰۳، ۳۰۷	اس قدر وسیع کائنات میں انتشار کا ایک ذرہ بھی نہیں پایا جاتا	۵۵۹ جو قوم سب سے زیادہ ترقی کرنے والی ہوگی وہ مرکز بن جائے گی اس تحریک کی
۳۵۵	انسان اس کائنات کی ہر چیز سے خدمت لینے کی طااقت اور قوت رکھتا ہے	۴۹۳ القوم میں کوئی فرق نہیں سارے بشر برابر ہیں
۳۵۶	کائنات میں ہر تبدیلی کا آسمان سے حکم اُترتا ہے تب تبدیلی ہوتی ہے	۴۹۴ قیامت
۳۶۲	خدا تعالیٰ کا تو کائنات کے ہر ذرے پر کلام نازل ہوتا ہے	۳۹۰ جو شخص جب مرتا ہے اسی وقت اس کی قیامت ہو جاتی ہے
۳۶۲	کائنات کی ہرشے سے خدمت لینے کے لئے ہمیں اس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے	۳۷۷ کافر
۳۶۷	کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی تفسیر کرنے کا صحیح طریق بتاتی ہیں	۳۳۳ کافروں کی ساری کوششیں جھوٹ اور ظلم کے گرد گھومتی ہیں
۲۱۶	کمال	کائنات
۲۲۵	کمال حاصل کرو دُنیا کی عزت بھی حاصل ہو جائے گی	۳۷۸ کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے سے مربوط ہے کائنات کی ہر چیز ایک دوسرے سے بندگی ہوئی ہے
	گ	انسان کو اس کائنات کی ہر چیز سے خدمت لینے کی صلاحیت اور طاقت دی گئی ہے
۳۰۰	گمراہی انسانی زندگی میں ہدایت کے ساتھ گمراہی بھی لگی ہوئی ہے	۳۷۹ کائنات کی ہر چیز میں خدا تعالیٰ کی صفات کے بے شمار جلوے ظاہر ہوئے

ل泰山ہ	گناہ
کھانے کے ایک لقمه کو بھی ضائع کرنے کی اجازت نہیں لئکر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۱۳۹ اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرے اور دوسرا پر بہتان باندھے تو وہ بہت بڑے گناہ کا مرتكب ہوتا ہے
مال	۱۴۰ خدا تعالیٰ غفور و رحیم ہے گناہ ہوتے ہی اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے
ناجائز، نا حق، جھوٹ اور فریب کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو مباٹھین	۱۴۲ خدا تعالیٰ طاقت رکھتا ہے کہ ہزاروں گناہوں کے بعد نتائج سے محفوظ کر لے
تمہاری مرضی ہے کہ جماعت مباٹھین میں رہو یا چھوڑ کر چلے جاؤ مبلغ	۳۹۹ گندم
مبلغین جماعت کو اسلام کے بتائے ہوئے جو آداب ہیں وہ سیکھائیں	۳۹۶ گندم کا ایک دانہ سات سو دانے تک پیدا کر سکتا ہے
متقی	۴۰۳ گیلیکسی
عظمیم جنت جسے متقی مغفرت باری کے حصول کے بعد حاصل کریں گے متقی فرانخی اور خوشحالی کی حالت میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں	۷۷ کُنْ فَيَكُونُ کے حکم سے ایک نئی گیلیکسی پیدا ہو جاتی ہے
متقی تکبر کی راہوں کو اختیار نہیں کرتے	۷۷ ل
متقی تمام حقوق خدا تعالیٰ کی منشاء اور رضا کے مطابق ادا کرتے ہیں	۷۰۹، ۵۷۵، ۵۷۳ بِحَمْدِ اللّٰهِ
متقی وہ ہیں جو غصہ پی جاتے ہیں متقی کے تمام کام خدا کی رضا اور اس کی مخلوق	۳۲۵ لعنت
کی بہبود کے لئے ہوتے ہیں متقی غصے میں آ کر لوگوں کے اوپر ظلم کے لئے تیار نہیں ہو جاتا	۳۲۶ ساری جماعت یہ عہد کر لے کہ کسی پر لعنۃ کوئی شخص نہیں بھیجے گا
	۳۲۶ لعنۃ کے معنی ہیں دھنکارنا، ناراض ہو کر دو رکرد دینا
	۵۰۳ کسی کی نسبت لعنۃ میں جلدی نہ کرو
	۵۰۶ کسی کی نسبت لعنۃ میں جلدی نہ کرو
	۵۰۹ کسی کی نسبت لعنۃ میں جلدی نہ کرو

		متقی یادہ گو اور ظالم طبع لوگوں کے جملہ کو معاف کر دیتے ہیں
۳۶۸	اسلامی تعلیم سب انسانوں کو مساوات کے لئے بلند مقام پر لاکھڑا کرتی ہے	۳۲۶ متقی بیہودگی کا بیہودگی سے جواب نہیں دیتے بڑا وقار ہے متقی میں
۳۲	آج کی مذہب کی دنیا نے مسائل پیدا زیادہ کئے ہیں حل کم کئے ہیں	۳۲۶ متقی اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے کوئی کسی کے واقعی اور حقیقی اور ثابت طور پر متقی ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا
۲۸۸	ہر زمانہ میں خدا کے یک بندے نئے مسائل کو حل کرنے کا سامان پیدا کرتے ہیں	۳۸۸ کوئی شخص اپنے متعلق حقیقی اور ثابت طور پر متقی ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا یہ فیصلہ کرنا کہ کون متقی ہے اور کون نہیں خدا کا کام ہے
۵۰۰	احباب جماعت کو مساجد کے آداب آنے چاہئیں	۴۹۵ محمد
۵۰۳	مسجد کے دروازے ہر موحد کے لئے کھلے ہیں	۴۹۵ اسلام میں کوئی مجدد نہیں آیا جس کا تعلق اپنے علاقہ اور صدی سے باہر ہو
۴۲۵	مسجد کے دروازے تمام موحدین کے لئے کھلے ہوتے ہیں	۶۲۰ مذہب کے نام پر اتنا خون خرaba ہوا ہے کہ الامان
۵۶۵	مسجد کا لک خدا ہی ہوتا ہے ہماری حیثیت تو	۶۲۰ مربیان سلسلہ
۵۲۵	صرف مہتمم اور نگہداشت کرنے والے کی ہے	۶۲۰ مربیان سلسلہ کی نیندیں حرام ہوئی چاہئیں اگر وہ کسی جگہ سستی، کمزوری اور کوتا ہی دیکھیں
۶۶۲، ۶۵۵	مسجد احمد یہ کراچی	۳۲۸ مرکز
۲۹۳	مسجد دارالذکر لاہور	۳۲۸ مرکز مسسلسلہ خود مرکز میں رہنے والوں پر بعض
۶۲۳	مسجد نصرت جہاں ڈنمارک	۳۲۶ ذمہ داریاں عائد کرتا ہے
۶۳۱، ۳۶۹	مسجد نور جمنی	۳۲۶ مزدور
	مسلمان	نالائق مزدوروں سے زیادہ ہماری کوئی حیثیت نہیں
۳۲۹	مسلمان کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ حنیف بھی ہو اور مسلم بھی ہو	۱۱۲ مزدور حق کے لئے سڑا یک کرتا ہے لیکن اسے اپنے حق کا پتہ ہی نہیں
۳۵۰	مسلمان کا ہتھیار ہائیڈ رو جن بم نہیں بے اوث خدمت کا ہتھیار ہے	۲۲۵

		ہمارے مسلمان ہونے اور نہ ہونے کیلئے کسی فتویٰ کی ضرورت نہیں
۳۰۸	وعدے پورے نہ ہوں گے	۶۲۱
۵۲۱	کوئی مغلوق ہستی ترقی نہیں کیا کرتی	معاشرہ
	منافق	مختلف الانواع ذمہ داریاں انسانی معاشرہ
	منافق تو پہلے دن سے ہی ہمارے ساتھ لگے	میں جمیع طور پر انسان کو ادا کرنی پڑتی ہیں
۸۶	ہوئے ہیں	علم
	منافقوں کا ایمان کا دعویٰ بھی ہے اور عملًا	مسلمین بچوں کو ابتدائی مسائل سیکھاتے ہیں
۲۱۲	کفر باللہ اور کفر بالرسول بھی ہے	مسلمین درجہ دوم کی طرف بھی جماعت کو
۷۲۰	خدا کہتا ہے نہیں تم معلم نہیں ہو تم مفسد ہو مومن	تجہ کرنی چاہئے مسلمین کم از کم میرٹ ک سینڈ ڈویژن پاس
	قرآن کریم نے مومن مومن میں فرق کیا	ضرور ہوں
۲۰۸	ہے مومین کے دل خشیت اللہ سے بھر جاتے	مسلمین میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہونا ضروری ہے
	ہیں اور لمزاں ترساں اپنی زندگیوں کے	مسلمین نیک نیتی اور اخلاق کے جذبے کے
۵۳۶	دن گزارنے والے ہوتے ہیں	تحت آئیں
	مومن غلطی کر کے پیشیاں ہوتے اپنے رب	مسلمین وقفِ جدید کی ذمہ داری آداب
۵۳۶	کی طرف رجوع کرتے اور توبہ کرتے ہیں	سیکھانے کی ہے
	مہدی	مسلمین وقفِ جدید کی تعداد بھی ہر آن
	اب مہدی علیہ السلام آگئے اور عظمت	بڑھنی چاہئے
۶۵۲	اسلام کا نیا دور شروع ہوا ہے	مسلمین وقفِ جدید کا کام آداب سکھانا اور
	ن	موٹے موٹے مسائل بتانا ہے
۳۳۹	ناصرات الاحمدیہ	بدعات کے خلاف جہاد مسلمین وقفِ جدید
	نبی رانیاء	کی بھی ذمہ داری ہے
	پہلے انیاء کی تعلیمیں مختص الزماں، مختص المکاں	مغفرت
۱۶۶	اور مختص القوم تھیں	جب تک خدا تعالیٰ کی مغفرت انسان کے
۲۹۹	ہر نبی اپنی اُمت کو بشارتیں دیتا ہے	گناہوں اور اس کی کوتاہیوں اور غلطیوں کو

نعت	نشوونما	
۱۴۷	ہر فرد واحد کی ہر طاقت کی کامل نشوونما ہوئی چاہئے	اگلے جہان کی تمام نعماء کا تعلق اس جہان کے مقبول اعمال سے ہے
۲۷۸، ۲۲۹، ۲۱۳	نصرت جہاں آگے بڑھو سکیم نفس	بے حد و حساب نعمتوں صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہیں
۱۱۳	خدا کے لئے اپنے نفس پر ایک موت وارد کرو اللہ تعالیٰ کے پیار کے حصول کے لئے اپنے	خدا تعالیٰ نے ہماری پیدائش سے بھی پہلے بے حد و حساب نعمتوں سے ہمیں نوازا
۳۰۰	نفسوں پر موت کو طاری کریں نعماء کے حصول کے لئے اپنے نفس کے لئے	اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہی انسان کو ابدی نعمتوں کا وارث بنادیتی ہے
۳۰۳	بھی دعائیں کرنا ضروری ہے	خدا تعالیٰ کی ہر نعمت کا صحیح استعمال ابدی رحمتوں کے دروازے کھولنے والا ہے
۳۱۱	اپنے نفس کو اپنے لئے بنت نہ بناؤ دین خدا کے مقابلہ میں اپنے نفس کو ایک	تمام اشیاء کا گناہ اور ان کی وسعتوں کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے
۳۲۶	مرے ہوئے مجھ کی حیثیت نہ دو خود اپنے نفس کو اور ایک دوسرے کو پاک اور	اس عارضی دُنیا کی نعمتوں میں اگر مٹھاں ہے تو کڑواہٹ بھی ہے
۳۸۲	مطہر نہ قرار دیا کرو جب تک تمہارا نفس منہیں جاتا اس وقت	اس عارضی دُنیا کی نعمتوں میں اگر خوشی ہے تو تیخی بھی ہے
۵۶۱	تک تم اپنے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے نماز	جنت کی نعماء کا تصور نہیں کیا جا سکتا تمثیلی زبان میں اشارے کئے گئے ہیں
۱۱۰	نماز میں رقت کے لئے مصنوعی طور پر رقت کی حالت پیدا کرو	نسل ہر نسل کا یہ فرض ہے کہ اپنے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے وہ دعائیں کرتی رہے
۲۱۲	نماز پڑھتے ہوئے عاجزی کی کیفیت دل، دماغ اور روح میں پیدا ہوئی چاہئے	کوشش، تدبیر اور دعا کریں کہ ہماری آئندہ نسلیں اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طور پر ادا کرنے والی ہوں
۱۳۱	نوافل جنت کے ارفع مقامات کے حصول کے لئے نوافل رکھے گئے ہیں	شان الہی نشان تو جنگوڑتے ہیں چاہے وہ انذاری نشان ہوں تا پیشیری نشانات ہوں
۵۲۳		

		و	
۳۵۸	ہر پتا ایک نئے کلام، ایک نئے امر، ایک نئی وجی کے ذریعہ سے گرتا ہے ورزش	والدین والدین کو اپنے بچوں کی صحت کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے	
۳۸	بچوں کو ورزش اور کھلیکی کی عادت ڈالیں	۳۵ والدین اپنے بچوں کی صحت کا پورا خیال رکھیں	
۳۸	تیز چلتا بڑی اچھی ورزش ہے بچے جو کھاتے ہیں اس کے ہضم کے لئے ورزش کرنی چاہئے وسیلہ	۳۵ ماں باپ کے شکر گزار بچے بن کر رہو ۳۵ ماں باپ سے حسن سلوک کرنے والے بنو	
۳۸	دعا کی قبولیت کے لئے کوئی وسیلہ ہونا چاہئے وظائف	۳۰ مغربی معاشرہ میں تو بعض بچے والدین کو دارثوں کے لئے بننے ہوئے اداروں میں داخل کروادیتے ہیں ۳۰ والدین کے لئے عاجز انہ رو یہ رحمت کے جذبے سے تمہارے دلوں میں پیدا ہو	
۵۸۱	ادائے حقوق کے انعامی وظائف کا اعلان	۳۰ رحمانیت کا جلوہ والدین سے حسن سلوک میں نظر آنا چاہئے	
۵۰۵	وقف جدید	۳۰ اے خدا! میرے والدین سے رحمت کا سلوک کر ۳۰ والدین سے حسن سلوک کرو اور احسان کا معاملہ کرو	
۲	وقف جدید کے بائیسویں سال کا اعلان وقف جدید کو حضرت مصلح الموعود نے جماعت کی تربیت کے لئے قائم کیا	۳۰ اگر خدا کے شکر گزار بندے بننا ہے تو اپنے والدین کے بھی شکر گزار بندے بنو	
۳	وقف جدید کے کام میں زیادہ حسن پیدا ہونا چاہئے	۳۰ والدین شرک کا حکم دیں تو ان کی بات نہیں ماننی	
۳۹۹	وقف جدید سال نو کا اعلان	۳۰ حقوق کی ادائیگی میں والدین کے اندر کوئی فرق نہیں کیا جائے گا	
۳۹۹	وقف جدید بنیادی طور پر خالص تربیتی ادارہ ہے	۳۰ وجی خدا تعالیٰ کی وجی نے اس دین، تعلیم، نظام اور معاشرہ کو مکمل کر دیا	
۳۹۹	وقف جدید کا کام انسانیت کے آداب جماعتوں میں سیکھانا ہے	۳۰ ہر فرد بشر کو بے شمار وحی خفی یا جلی کے ساتھ اس کی رو بوبیت کی گئی	
۵۰۱	وقف جدید والے آداب کے اوپر کتابیں لکھوا کیں	۳۰ وجی خدا تعالیٰ کی وجی نے اس دین، تعلیم، نظام اور معاشرہ کو مکمل کر دیا	
۵۰۳	بھی جماعت کو توجہ کرنی چاہئے بلند اسلامی اخلاق جماعت میں پیدا کرنا	۳۰ ہر فرد بشر کو بے شمار وحی خفی یا جلی کے ساتھ اس کی رو بوبیت کی گئی	
۵۰۴	وقف جدید کا بھی فرض ہے	۳۰ وجی خدا تعالیٰ کی وجی نے اس دین، تعلیم، نظام اور معاشرہ کو مکمل کر دیا	

<p>۲۰۸</p> <p>۳۰۰</p> <p>۳۶۰</p> <p>۲۸۲</p> <p>۷۳۵</p> <p>۷۳۷</p> <p>۷۳۸</p> <p>۳۲۲</p> <p>۱۰۰</p> <p>۲۵۶</p> <p>۱۷۳</p> <p>۲۲۲</p> <p>۲۸۱، ۱۲۵</p>	<p>ہجرت کے معنی محض شہر یا اپنی جائیداد چھوڑنے کے نہیں ہیں ہدایت انسانی زندگی میں ہدایت کے ساتھ گمراہی بھی لگی ہوئی ہے انسان کی طاقتیں بھی خدا تعالیٰ کی ہدایت کی محاج ہیں نسلاً بعد سلِ قویں ہدایت پر قائم رہنی چاہیں اپنے بچوں کو تدبیر اور دعاوں کے ساتھ ہدایت پر قائم رکھنے کی کوشش کریں ہدایت پانا اور اس پر قائم رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے انسان محض اپنی کوشش کے نتیجہ میں ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتا ہلاکت خدا تعالیٰ سے ایک لمحہ کے لئے دوری ہلاکت کی راہ ہے ہمسایہ ہمارے ہمسائے میں کوئی شخص بھوکا سونے والانہ ہو ہندو ہندو مذہب یونا یکٹنڈ نیشن یہودی</p> <p style="text-align: center;">❀ ❀ ❀</p>	<p>۵۰۹</p> <p>۵۱۰</p> <p>۵۱۰</p> <p>۵۱۰</p> <p>۵۱۰</p> <p>۳۶۲</p> <p>۶۹۵</p> <p>۶۹۵</p> <p>۵۱۶</p> <p>۳۵۰</p> <p>۳۵۰</p> <p>۲۰۸</p> <p>۲۰۸</p>	<p>وقف جدید کا کام تربیت کرنا ہے وقف جدید کے معلمین کم از کم میٹرک سینڈ ڈوبیرن پاس ضرور ہوں وقف جدید کے معلمین میں خدمت خلق کا جذبہ ہونا ضروری ہے وقف جدید کے معلمین نیک نیت اور اخلاق کے جذبہ کے تحت آئیں وقف جدید والے چھوٹی چھوٹی کتابیں آداب اور اخلاق کے بارہ میں شائع کریں ووڑ اہل ربوہ کا ووڑ بننے کے لئے فارم نہیں بنا اور ووٹ نہیں بنا ویٹو پاور اسلام میں O.N.U کا ویٹو پاور ختم کر دیا گیا جو خراپیاں دور کرنا چاہتے تھے اس سے زیادہ خرابیاں ویٹو پاور نے پیدا کر دیں</p> <p style="text-align: center;">۵</p> <p>ہائیڈ رو جن بم مسلمان کا ہتھیار ہائیڈ رو جن بم نہیں بلکہ خدمت ہے ہتھیار بہترین ہتھیار جو مسلمان کو دیا گیا دعا ہے ہجرت ہر وہ چیز جس سے خدا منع کرتا ہے اس کو چھوڑ دینا ہجرت ہے ہجرت کے معنی ہر اُس چیز کے چھوڑنے کے ہیں جس کا خدا نے چھوڑنے کا حکم دیا ہے</p>
---	---	--	--

اسماء

ب	آ۔ ا
بیشیر الدین محمود احمد۔ حضرت مرزا المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی	آدم علیہ السلام۔ حضرت ۷۲۸، ۷۳۰، ۵۶ ۷۲۱، ۷۱۶، ۵۳۹
۵۷۹، ۵۷۲، ۷۲۲، ۱۰۵ ۲۹۵، ۲۹۳، ۲۷۵، ۲۷۲، ۲۲۹، ۲۰۶	۲۲۰ آئن شائن ابراهیم علیہ السلام۔ حضرت
آپ نے ہدایت فرمائی کا ج تبلیغ کے لئے نہیں تعلیم کے لئے کھولا ہے	۷۳۹، ۳۵۱، ۳۳۹، ۳۰۷ ابن حجر الطبری علامہ
۳۷۳ ر	۱۲۵، ۹۰۹، ۸ ابن مسعود
رازی امام	۲۷۸، ۲۰۵، ۲۰۳ ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت
ج	آپؓ ضرورت کے وقت گھر کی ہر چیز اٹھا لائے اور فرمایا گھر میں اللہ اور اس کے رسول کے نام چھوڑ آیا ہوں
جرالیل علیہ السلام۔ حضرت	۱۳۲ ابوجہل
ح، خ	۲۰۶ ابوحنفیہ امام
حمزہ۔ حضرت	۲۷۸ ابوسفیان
خالد بن ولید۔ حضرت	۱۹۰ ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت
خالد بن ولید کے مدد کے مطالبہ پر حضرت	۲۵۳، ۲۵۲ ابوصریرہ۔ حضرت
ابو بکر صدیقؓ نے ایک آدمی کی مکہ بھیجی	۵۰۶، ۲۲۶ اسماعیل علیہ السلام۔ حضرت
آپ کا سردار ان مکہ کے بیٹوں کو بلا کر کہنا	۷۳۹ اسماعیل حقی۔ شیخ
آپ نے ایک سوچا لیس سے قیصر کی تین لاکھ	۹۱ الوی علامہ
فوج پر حملہ کروادیا	۱۲۳ غمیت امام
۲۰۶	
۱۹۲	

۱۹۰	عمر بن عاصی	س۔ ش
۲۰۴، ۲۰۵، ۱۸۲	عمر فاروقؓ - حضرت	سعید بن جبیر
۳۵۱، ۳۲۵، ۳۲۰، ۲۹۲، ۲۷۸		شریف احمدؓ - حضرت مرزا
۷۰۵، ۳۶۸، ۳۶۲		ط۔ ظ
۱۳۲	حضرت عمرؓ گھر کا آدمیاں لائے اور آدھا گھر چھوڑ آئے	طارق بن زیاد۔
۱۸۳	آپؓ کے ارادہ سے گھر سے نکلے تھے خلیفہ بن کرکری اور قیصر کی حکومتوں کو شکست دینے والے بن گئے	ظفر اللہ خانؓ - حضرت چوہدری ع۔ غ
۲۲۶	بانت دیا کرتے تھے	عائشہ صدیقہؓ - حضرت آپؓ نے ایک دن میں ایک لاکھ سونے کی
۳۵۵	آپؓ نے تراویح کو باجماعت پڑھوانا شروع کیا	اسرفی بانٹ دی صحابہؓ آپؓ سے علم سیکھتے تھے
۳۵۱	شان کے ساتھ کامیاب ہوئیں	عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المناقین عبداللہ بن جبیر
۶۱، ۶۰	عیسیٰ علیہ السلام - حضرت آپؓ کی شریعت قرآن شریف کے مقابلہ میں کامل نہیں تھی	عبد القادر جیلانیؓ - حضرت عثمان فودیؓ - حضرت عبد الوہاب بن آدم
۶۱	حضرت مرزاغلام احمد قادریانی	عثمان غنیؓ - حضرت عثمان فودیؓ - حضرت
۳۲۵، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۲، ۲۲۳، ۱۸۰، ۱۷۶	مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام	آپؓ نے سنت اور بدعت میں تفریق کے لئے کتاب لکھی
۳۶۲، ۳۶۱، ۳۳۶، ۳۳۲، ۳۳۱، ۳۳۹، ۳۳۸		عثمان فودیؓ - حضرت نایبیر یا کے مجدد
۵۲۰، ۵۱۹، ۵۱۷، ۵۱۶، ۵۰۶، ۳۹۹، ۳۶۳		عکرمہ
۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۰	آپؓ روزانہ آٹھ دس میل سیر کرتے تھے	علی کرم اللہ وجہ - حضرت
۷۸		
۲۱۶	آپؓ کتب کے اندر بڑی برکت ہے	

۳۸۱	فرعون	آپ کی ذمہ داری ہے کہ اسلام سے تمام بدعات کو نکال باہر کریں
۲۶۳	فرینکوجزل	آپ نے عیسائیوں کی کتابوں سے اسلام کے خلاف کئی ہزار جھوٹے اعتراضات جمع کئے
۹۱	قرطبی امام	آپ کے پیش کردہ دلائل سے ہم قیامت تک اسلام و شمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں
۲۲۶، ۲۰۵، ۲۰۴، ۱۸۳	قیصر	اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو آپ کی دعاوں کا وارث بنائے
۵۳۸، ۵۳۶، ۳۳۳	قیصر کی فوج آخری روز ستر ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگی	آپ کی کتب پڑھنا بہت ضروری ہے
۲۰۶	قیصر کی ہر ڈیڑھ گھنٹے بعد نئی تازہ دم فوج مسلمانوں کے سامنے آجائی تھی	آپ کی سب تحریریں قرآن کریم کی تفسیر ہیں
۳۲۳	سرمی	آپ کی بیان فرمودہ تفسیر ہر گھر میں موجود ہونی چاہیئے
۲۲۶، ۱۸۴، ۱۸۳	سرمی نے چھ سو عرب سرداروں کو بلا کے اسلام کو مٹانے کا منصوبہ بنایا تھا	آپ نے جو کچھ بھی لکھایا کہا وہ قرآن کریم کی تفسیر ہے
۵۳۸، ۵۳۶، ۳۵۹، ۳۳۳، ۳۲۳	سرمی کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اٹھارہ ہزار فوج تھی	آپ نے فرمایا ہے کہ ہر قسم کی دوائیں کھا لینی چاہیئیں
۲۰۴	سرمی کے کورکمانڈر کی ٹوپی میں ایک لاکھ کے ہیروے جڑے ہوئے ہوتے تھے	آپ کا تعلق ساری دنیا سے ہے
۲۰۳	ہر لڑائی میں سرمی کی تازہ دم فوج نے کورکمانڈر کے ماتحت مقابلہ کے لئے آتی	آپ نے فرمایا میں مجد والف آخر ہوں شروع میں تو قادیانی یا چند اور شہر تھے جو آپ سے فیض پار ہے تھے
۲۰۲	سرمی کے مقابلہ کے لئے آخر کا صرف نو ہزار فوج رہ گئی	غلام فرید ملک۔
۲۰۵	ل-م	ف-ق-ک
۵۱	لقمان علیہ السلام۔ حضرت	فتح محمد سیال۔ حضرت چوہدری
۳۲۶	مبارکہ بیگم۔ حضرت سیدہ نواب	آپ نے اسلام کی بہت خدمت کی

	آپ کو صفات باری تعالیٰ کی کامل معرفت حاصل تھی	حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبی خاتم النبیین ﷺ
۵۷	آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی اطاعت میں	۲۲۵، ۲۱۲، ۲۰۷، ۲۰۴، ۲۰۳، ۲۰۲، ۱۲۶، ۵۲، ۵
۵۸	خرچ ہوا	۲۶۲، ۲۶۲، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۱، ۲۵۰، ۲۳۸، ۲۲۶
	آپ کی دعاؤں میں بڑی گہرائی اور انہماً	۲۹۰، ۲۸۶، ۲۸۵، ۲۸۰، ۲۷۸، ۲۷۳، ۲۷۰، ۲۶۷
۶۲	و سعیت نظر آتی ہے	۳۰۴، ۳۰۲، ۳۰۰، ۲۹۶، ۲۹۵، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۱
۶۳	آپ کا مہدی علیہ السلام کو ”سلام“ کہنا آپ نے قیامت تک کے زمانہ کے لئے دعائیں کی ہیں	۳۲۲، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۲۹، ۳۲۸، ۳۲۳، ۳۱۲ ۳۲۲، ۳۱۱، ۳۸۰، ۳۲۹، ۳۵۳، ۳۲۹، ۳۲۵ ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۲۲، ۳۵۸، ۳۵۷، ۳۲۶، ۳۲۵
۶۴	ہر ایک کی خیرخواہی آپ کے دل میں تھی حیات جادو دانی آپ کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی	۵۰۵، ۵۰۱، ۳۹۲، ۳۹۱، ۳۹۰، ۳۸۹، ۳۸۸، ۳۷۹ ۵۳۱، ۵۲۸، ۵۲۷، ۵۱۱، ۵۰۸، ۵۰۷، ۵۰۶ ۵۹۸، ۵۹۷، ۵۹۵، ۵۹۳، ۵۳۷، ۵۳۵، ۵۳۲ ۶۹۳، ۶۹۲، ۶۷۶، ۶۳۵، ۶۳۳، ۶۲۱، ۶۰۷، ۵۹۹
۶۵	آپ آدم سے بھی پہلے خاتم النبیین تھے ہر دو جہاں آپ کے لئے پیدا کئے گئے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل بدلنے کی طاقت نہیں دی تھی	آپ کی بعثت انسانی زندگی کی نہیں آزادی کی حفاظت کے لئے ہے
۶۶	آپ کی رحمت کے نشانات قیامت تک پھیلے ہوئے ہیں	آپ کی صداقت کے نشانات قیامت تک
۶۷	آپ ہر دو جہاں کے لئے رحمت ہیں مومنوں کے لئے آپ رحیم ہیں آپ صفتِ حُنَّ کے مظہراً ہیں	آپ ہر دو جہاں کے لئے رحمت ہیں مومنوں کے لئے آپ رحیم ہیں آپ افضل الرسل ہیں
۶۸	آپ کے اوصاف کے جلوے زمان و مکان پر کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں	آپ کے اوصاف کے جلوے زمان و مکان
۶۹	آپ اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے ہر دوسرے رسول سے فضیلت رکھتے ہیں	آپ اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے لحاظ سے ہر دوسرے رسول سے فضیلت رکھتے ہیں
۷۰	آپ کے دل میں کسی انسان کی دشمنی پیدا نہیں ہوئی	آپ کی زندگی میں ہر قسم کے دور آئے
۷۱	تیرہ سالہ کی زندگی مظلومیت، غربت اور بے کسی کی زندگی تھی	آپ تمام صفات باری تعالیٰ کے مظہراً تھے

<p>آپ نے جنگ کے موقع پر غرباء اور امراء کی غذا کو اکٹھا کیا اور سب کو مساویانہ تقسیم کیا آپ سارے انسانوں کے لئے رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ حسنہ ہیں آپ نے عاجز ان را ہوں کو اختیار کر کے اور فنا فنا فی اللہ ہو کر نیستی کا مقام حاصل کیا مظہر اتم بني نوع انسان میں ایک ہی پیدا ہوا آپ انسانوں اور دوسری غیر انسان مخلوق کے لئے بھی رحمت کا موجب ہیں آپ کے عشق میں مست ہو کر خدا کے سامنے مجھکو وہ تمہاری دعا کیں قبول کرے گا آپ نے فرمایا اگر یہ اپنے قول پر قائم رہتے ہوئے فرض ادا کرتا رہے گا تو جنت میں داخل ہوگا آپ نے فرمایا جوتی کا تسمہ بھی خدا تعالیٰ سے مانگو آپ کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی بھلائی کا سامان پیدا کیا جائے آپ کے ذریعہ نوع انسانی کو امت واحدہ بنانے کا فیصلہ کیا گیا آپ کے معجزات کا شمار نہیں آپ کی بعثت کے ساتھ نوع انسانی کے علوم میں ترقی ہوئی آپ کی کامل اتباع کرتے ہوئے ایک نمونہ اپنے نفسوں کو بنا کیں </p>	180 180 185 185 192 192 197 197 203 222 223 225 229 230 233	آپ نے بلا نامہ ہر رات عاجزی اور تصرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دربار میں شور مچایا جو آپ کے قتل کے درپے تھے انہوں نے اسلام کی خاطر بے مثال قربانیاں دیں آپ کی زندگی کا ہر پہلو پیار کو قائم کرنے والا اور فساد کو دور کرنے والا تھا آپ نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحی پر عمل کیا آپ کو خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں ہمسائے کو وراثت میں نہ شامل کر دیا جائے لباس کے متعلق آپ کا اسوہ یہ ہے کہ جو میسر آئے پہن لو آپ کی استعدادِ خیر خواہی نے انسان کے ہر شعبہ زندگی کا احاطہ کیا ہوا ہے جس طرح آپ کافر کے لئے نذیر اور بشیر ہیں اسی طرح مومن کے لئے بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ پیار آپ سے کیا آپ بشیر اور نذیر ہیں مومن اور کافر کے لئے آپ نے مظلومانہ زندگی بھی گزاری آپ نے مظلومانہ زندگی بھی گزاری آپ ہمارے محبوب اور مطاع ہیں آپ خدا تعالیٰ سے انتہائی پیار کرنے والے اور انتہائی پیار پانے والے بھی تھے ہمارے سینوں میں آپ میں محبت سمندروں کی طرح موجز ہے
--	---	--

۵۱	محمد اسماعیل۔ حضرت میر	ہر انقلاب چھوٹا ہو یا بڑا نوعِ انسانی کو آپ کے قریب لارہا ہے	
۱۲۶	محمد اسماعیل بخاری امام	آپ کو حکم ہے اول مسلمین بننے کا	
۹۲، ۸	محمد رشید رضا سید	آپ سب سے زیادہ پاک اور مطہر اور محبوب رسول ہیں	
۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۲، ۹۲، ۸	محمد عبدہ۔ الامام الشیخ	آپ نے فرمایا افترا کرنا میرا کام نہیں	
۲۲۶	محمد علی خان۔ حضرت نواب	جھوٹ بولنا میری عادت نہیں	
۷۲۲، ۶۱۳	محمود الحسن۔ ڈاکٹر	آپ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن تھے	
۹۱	محمود الوسی۔ علامہ	آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اسوہ حسنہ بنادیا	
۴۴۲، ۳۹۰	منصورہ بیگم۔ حضرت سیدہ	آپ کوئی نظام نہیں لائے بلکہ خدا تعالیٰ کا نظام قائم کیا	
۱۷۳، ۱۷۱	منیر احمد مرزا جبزادہ	آپ نے وہ پایا کہ جو فرشتوں کا خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچا	
۷۲۵، ۲۳۱، ۲۲۳۶۱، ۲۰	موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت	آپ نے فرمایا جو توبہ کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جس سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوا	
۶۱	موسیٰ علیہ السلام کی شریعت قرآن شریف کے مقابلہ میں کامل نہیں تھی	ہر ایک برکت آپ سے انسان کو حاصل ہوتی ہے	
ن۔ ۵۔ گی		آپ کے نقش قدم پر چل کر انسان سیدھا خدا کی رضا کی جنتوں میں پہنچ جاتا ہے	
ناصر احمد۔ مرزا حضرت خلیفۃ المسٹح الثالث		آپ کی چند رفقاء کی جماعت کو رو سائے مکہ کسریٰ و قیصری طاقت مٹا نہیں سکیں	
۳۶۲، ۳۶۳، ۵۰	بطور پرنسپل تعلیم الاسلام کالج	محمد احمد خان نواب	
۷۰۷، ۳۷۵، ۳۷۳، ۳۰۱، ۳۶۵	میرا تجوہ ہے بُـالـمـبـاـدـ میں تعلیم کے میدان میں رہا ہوں	محمد اسلام قاضی۔ حضرت (ماہر نفسیات)	
۳۹	میں بحث نہیں کرتا میرا وقت پیسے سے زیادہ قیمتی ہے	۱۲۷	آپ کے نقش قدم پر چل کر انسان سیدھا خدا کی رضا کی جنتوں میں پہنچ جاتا ہے
۵۰	۱۹۷۳ء میں کئی مہینے کہہ سکتا ہوں کہ سو یا ہی نہیں مجھے تو خدا تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنے کے لئے مہدی علیہ السلام کا نائب بنایا ہے	۱۸۹	آپ کی چند رفقاء کی جماعت کو رو سائے مکہ
۲۱۶		۱۹۲	کسریٰ و قیصری طاقت مٹا نہیں سکیں
		۲۲۶	محمد احمد خان نواب
		۲۶۹	محمد اسلام قاضی۔ حضرت (ماہر نفسیات)

۲۰۳ چوٹی کے تین سو طالب علموں کو میں اپنے ۲۰۴ دستخطوں سے دعا یہ جواب دونگا ۲۰۵ مجھے خدا نے بخیل نہیں بنایا میرا سیدہ بڑا وسیع ہے ۲۰۶ ویسے گرفت بھی میں بڑی سخت کرتا ہوں ۲۰۷ میں روز کے کام روز تقریباً روز ہی نہیں نہیں کا ۲۰۸ عادی ہوں ۲۰۹ میں عام طور پر رات بارہ بجے سے پہلے کبھی ۲۱۰ نہیں سویا ۲۱۱ نصرت جہاں بیگم۔ حضرت سیدہ ۲۱۲ نور الدین۔ حضرت حکیم خلیفۃ الرسل الاربیعیؒ	۲۲۸ میں پندرہ منٹ میں ایک ہزار خط کے اوپر ۲۲۹ دستخط کر دیتا ہوں ۲۳۰ ساری ساری رات نہیں سویا ۲۳۱ مجھے تو اپنے لئے کچھ نہیں چاہیے جتنی مرضی ۲۳۲ قسمیں دلوالیں ۲۳۳ میرا دل یہی پکارتا ہے کہ کوئی انسان رات کو ۲۳۴ بھوکانہ سوئے ۲۳۵ ہر نماز میں دعا کرتا ہوں کہ ساری جماعت کو ۲۳۶ خدا صحت سے رکھے ۲۳۷ ہر بچہ جو امتحان دے وہ مجھے نتیجہ نکلنے پر خط لکھے ۲۳۸ ہر امتحان دینے والا بچہ خط لکھے چاہے وہ دس ہزار ۲۳۹ خط ہوں ان کا جواب اپنے دستخطوں سے دوں گا

مقامات

۲۴۹، ۳۲۱، ۳۲۰، ۳۲۹، ۱۹۲	انگلستان	آ۔
۶۵۱، ۵۷۲، ۵۵۳		آسٹریلیا
۶۵۷، ۵۵۶	اسلو	آکسفورڈ
۲۰۵، ۲۰۳، ۱۹۲	ایران	ابوظہبی
		اثلی
	ب۔	
۷۰۷	بٹالہ	اسلام آباد
۵۵۸	برازیل	افریقہ
۶۵۶	بریڈفورڈ	
۵۵۶	پیلچیرم	
		افریقہ میں ہم دولت کمانے نہیں صرف
		خدمت کرنے آئے ہیں
۳۵۸، ۳۵۷، ۳۵۶، ۲۵۲، ۹۷، ۳۸	پاکستان	افریقہ مشرقی
۲۸۰، ۲۷۳، ۲۱۹، ۵۸۲، ۵۸۵، ۳۱۱، ۳۳۹		افریقہ مغربی
پاکستان میں لئے والے کوئی بھی کہیں بھی		افغانستان
۹۸	بھوکے نہ رہیں	المجزاہ
	اے خدا! پاکستان کو اتنا کھانے کو دے کہ	امریکہ
۱۰۰	ہماری ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں	
	پاکستان بھوکا نہ رہے اور دنیا کے سامنے اس	
۱۰۲	کو شرمندہ نہ ہونا پڑے	
	پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لئے	
۳۶۲	دعاؤں کی تحریک	امریکہ۔ جنوبی
	اگر پاکستان نے اس تحریک کا مرکز بن رہا ہے	امریکہ۔ شمالی
۵۶۰	تو اپنے عمل سے انہوں نے آگے بڑھنا ہے	اعضو نیشیا

		میرا فرض ہے کہ میں کوشش کروں آپ کے ہاتھ سے یہ قیادت نکل کر کسی اور کے پاس
۲۰۳	راولپنڈی	
۳۶۲، ۳۶۲، ۳۶۰، ۳۵۹، ۲۵۵	ربوہ	نہ جائے
۲۲۹، ۲۲۶، ۵۹۵، ۵۷۳، ۵۷۱، ۳۳۸		پنجاب
۷۲۳، ۷۱۰، ۲۳۱		پیدروآباد
	ربوہ کے نظام کو ابتدائی آداب سکھانے کی	
۳	طرف توجہ کرنی چاہیئے	ت
	ربوہ میں رہنے والے بچوں کے منہ سے گالی	
۳۶۰	نہیں لکھنی چاہیئے	تزاںیہ
	ربوہ کو ظاہری اور باطنی لحاظ سے صاف	
۳۶۰	ستھرا ریحس	ٹ
۲۳۰	ربوہ کو تو مثال بننا چاہیئے دوسروں کے لئے	
	ہر شخص ذمہ دار ہے کہ ربوبہ کی فضامحبت اور	
۲۳۱	پیار کی فضار ہے	
۵۸۷، ۵۵۹، ۵۳۸، ۵۲۰	روں	جہاں
	روں کا زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے	
۱۷۳	خدا کے وجود کو مٹانے کا دعویٰ	
	روں کا اعلان کہ ہم دنیا سے اللہ تعالیٰ کے نام	
۳۶۱	اور آسمانوں سے اس کے وجود کو مٹادیں گے	
	روں کا اعلان کہ وہ زمین سے خدا کے نام	
	اور آسمان سے خدا کے وجود کو مٹانے	
۵۵۸	کے لئے قائم ہوا ہے	
	خدا یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارے ملک میں ریت	
۵۵۹	کے ذریع کی طرح مسلمان پایا جائے گا	ڈ
		ڈنمارک

ط	ٹائپ	ز
۵۰۷ ۷۳۲، ۶۶۲، ۵۵۵	ٹلیپلہ	۱۷۵ زائر زبیا
ع	عراق	زبیا میں اصلی باشندوں میں سے ایک بھی مسلمان نہیں
۷۳۲ ۱۸۳، ۱۷۹	عرب	۱۷۵ ۱۷۵
غ	غانا	۱۷۵ س
۲۶۳، ۲۱۵، ۲۱۳، ۲۱۳ ۶۷۳، ۶۷۱، ۶۶۵، ۶۶۰، ۶۵۹		۱۶۱ سان فرانسکو پین
غانा میں دس لاکھ کے قریب احمدی پائے جاتے ہیں خرنات		۱۵۰، ۱۴۹، ۵۵۵، ۵۵۴، ۳۹۵ ۱۹۲، ۱۸۵، ۱۸۳، ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۵۵ ۷۳۰، ۷۳۸، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۲ پین میں کیتوںزم بڑا گہر آگڑا ہوا ہے پین کی مسجد آخري مسجد ہے جس کا سنگ بنیاد چودہویں صدی میں رکھا گیا
ف		۵۵۳ ۱۸۰ ۱۸۱ ۵۹۵ ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۷ ۱۵۷، ۱۵۲، ۱۴۹، ۱۴۵
۵۵۸ ۶۵۵، ۶۵۰، ۵۵۴، ۷۳ ۶۳۱، ۶۲۶، ۱۷۷ ۱۵۷، ۱۵۲، ۱۴۹، ۱۴۵	نمی آئی لینڈ فرانس فریکنفرٹ (جنی) فلپائن	۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۰ ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۷ ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۳۹ ۱۵۷، ۱۵۳، ۱۳۹، ۱۳۵، ۱۳۸
ق	فیصل آباد قدیمان - دارالتحفظ	۱۵۶، ۱۵۵، ۱۳۹ ۱۵۷، ۱۵۳، ۱۳۹، ۱۳۵، ۱۳۸ ۱۶۸ ۱۷۸
ک	قرطہ کراچی	۱۳۲ شام شعب ابی طالب شعب ابی طالب میں مسلمانوں کو بھوکا مارنے کی کوشش کی گئی
۵۷۰، ۵۶۶، ۵۶۵، ۳۶ ۶۲۶، ۵۸۶، ۵۸۳، ۵۷۸، ۵۷۶		۱۷۸

ن		کوپن ہمیگن
۶۵۷، ۵۵۸، ۳۳۹	ناروے	کیمبرج
۶۷۲، ۶۷۰، ۶۵۹، ۵۱۰	ناٹھیریا	کیلگری
۵۵۸	نیوزی لینڈ	کینیڈا
و		گ
۶۶۲، ۶۶۱	واشکشن	گجرات
۵		گوٹن برگ
۶۸۵	ہالینڈ	گیمپیا
۱۸۱	ہالینڈ میں یہودیوں نے پر اپیگنڈا کر کے اسلام کے خلاف بڑا تعصب پھیلایا ہوا تھا	لاہور
	حضرت مسیح علیہ السلام نے ساری زندگی میں جتنے عیسائی بنائے تمہارے ملک میں	لائل پور (دیکھیے فیصل آباد)
۱۸۲	اس سے زیادہ مسلمان بنانے کے ہیں	لندن
۶۵۷، ۶۷۱	ہمبرگ	ماسکو
۶۷۰، ۶۵۲، ۶۷۲، ۶۷۳	ہندوستان	محمود آباد (سنده)
ی		مدینہ منورہ
۶۹۲	یرموک	مراؤکو
	یرموک کی جنگ میں قیصر کے عیسائیوں کی	مصر
۲۰۵	تین لاکھ فوج تھی	ملکہ مکرہ مہ
۲۱۲، ۱۹۳، ۱۸۱، ۱۷۱، ۱۳	یورپ	پندرہویں صدی کا پہلا دن تمام اسلامی ملکوں میں مکہ، مدینہ کے مطابق ہونا چاہیئے تھا
۵۵۹، ۵۵۸، ۵۳۸، ۵۲۳، ۵۱۱، ۳۷۷، ۳۹۳		
۷۰۵، ۷۰۴، ۶۷۲، ۶۵۶، ۶۵۵، ۶۳۱، ۶۲۸، ۶۰۲		



کتابیات

<p>۶۰۳ ہرگھر میں تفسیر صغیر ضرور ہو</p> <p>۶۱۸ قرآن پڑھیں۔ تفسیر صغیر اپنے پاس رکھیں</p> <p>۲۲، ۱۸، ۱۵، ۷، ۳ تفسیر کبیر امام رازی</p> <p>۷۱۸، ۲۳۱ تورات</p> <p>ج، چ، ح</p> <p>۹۰ جامع البیان تفسیر</p> <p>۲۹۱ چشمہ معرفت۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲</p> <p>۲۳۲ حقیقت الوجی۔ روحانی خزانہ جلد ۲۲</p> <p>۳۶۵، ۱۹ درشین</p> <p>۹۲، ۹۱، ۲۵، ۲۲، ۱۲۶ روح البیان تفسیر</p> <p>۱۲۲، ۹۱، ۲۶، ۲۵، ۸، ۷ روح المعانی تفسیر</p> <p>۵۰۸ ط، ک، م</p> <p>۵۰۸ طبرانی</p> <p>۵۰۹ کشی نوح۔ روحانی خزانہ جلد ۱۹</p> <p>۵۰۶ مسلم صحیح۔</p> <p>۳۷۸، ۳۶۹، ۳۱۰ مفردات امام راغب</p> <p>۷۱۹، ۳۹۳، ۳۲۵ ملفوظات جلد اول</p> <p>۷۰ م موضوعات کبیر</p>	<p>آ، ا آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزانہ جلد ۵</p> <p>۲۳۰ ابی داؤد سنن</p> <p>۱۹۰، ۵۰۸ احمد بن حنبل مسند</p> <p>۵۰۹، ۶۷ الترغیب والترحیب</p> <p>۹۱ الجامع لاحکام القرآن تفسیر</p> <p>۲۲۳، ۱۰۳ افضل</p> <p>۱۲۲، ۹۳، ۹۲، ۹، ۸ المنار تفسیر</p> <p>۳۳۱ انجل</p> <p>ب، ت بخاری صحیح</p> <p>۱۸۶، ۵۰۶، ۲۵۰، ۱۹۱ برائیں احمدیہ۔ روحانی خزانہ جلد ا</p> <p>۵۳۲، ۱۳۱ ترمذی</p> <p>۲۳۲ تریاق القلوب۔ روحانی خزانہ جلد ۱۵</p> <p>۱۹، ۱۸، ۱۳ تفسیر ابن جریر</p> <p>۵۰۷، ۵۰۶ تفسیر حضرت مسیح موعود</p> <p>۶۰۳ ہرگھر میں تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا</p> <p>سیٹ ضرور ہونا چاہیئے</p> <p>۵۷۳ تفسیر صغیر</p> <p>۵۷۳ تفسیر صغیر ہرگھر میں موجود ہونی چاہیئے</p>
--	---